بزمِ درویش ..... سِلسلہ اوّل

قطرے سے گُہر ہونے تک کے

روحانی اسرار منکشف کرنے والی دل گداز و اچھوتی تحریر

# اسرارِ رُوحانیت

اضافہ شدہ ایڈیشن

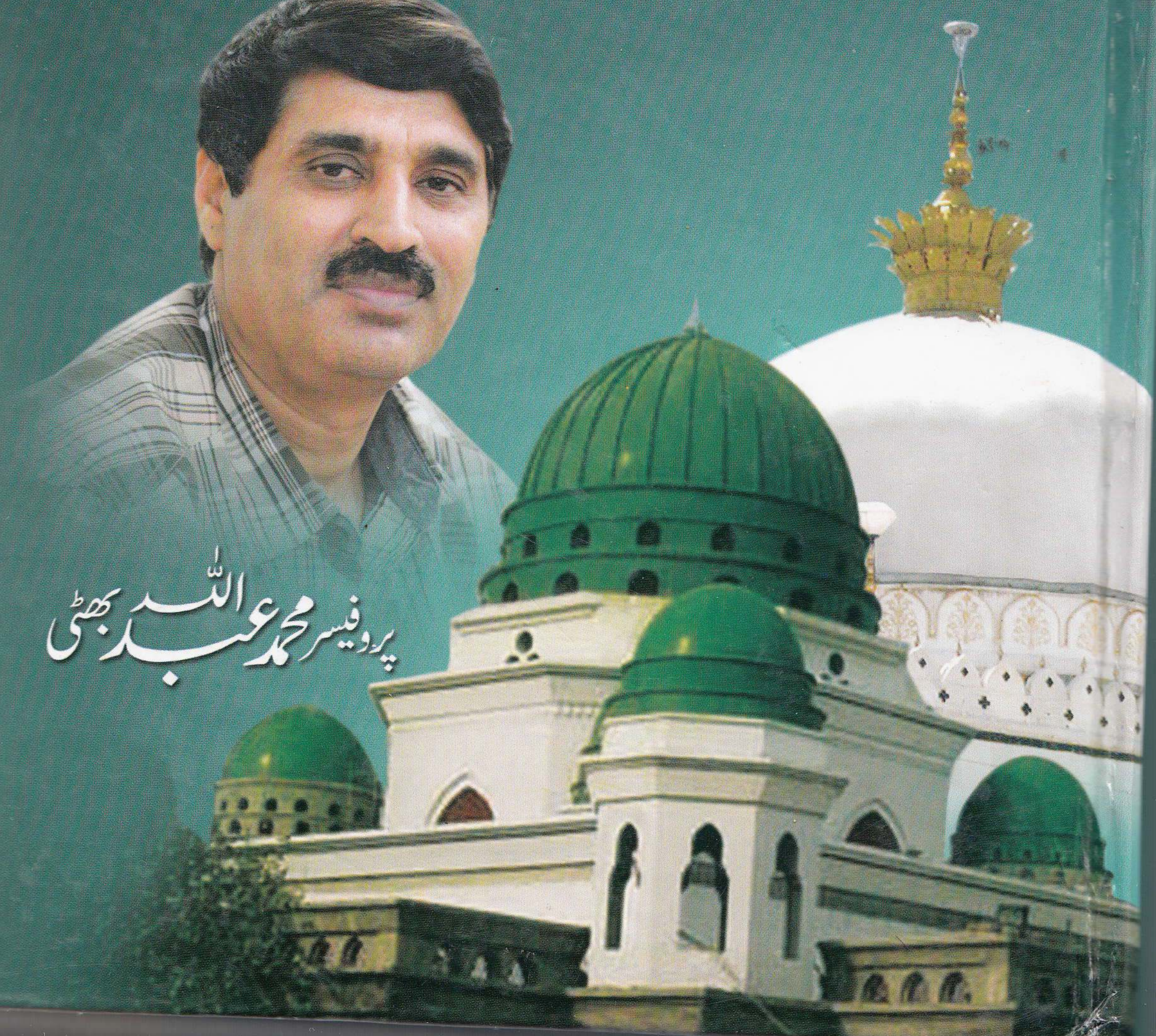

پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی

بزم درویش ---- سلسلہ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَاحَیُّ یَاقَیُّومُ یَا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

# اَسرارِ رُوحانیت

## The Secrets of Spiritualism

راہِ فقر تلاشِ حق و قربِ الٰہی کے پُراسرار اور کٹھن سفر پر نکلے مسافر کے ہوشربا چونکا دینے والے تحیر خیز واقعات ایک درویش خدامست کی زبانی

پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

سرورِ کونینؐ کی نعلینِ پاک

کے نام

گر قبول افتد زہے عز و شرف

297.4 Muhammad Abdullah Bhati, Prof.
Asrar-e-Roohaniat/ Prof. Muhammad Abdullah Bhati.- Lahore : Sang-e-Meel Publications. 2014.
549pp.
1. Islam - Sufism - Spiritualism.
I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز/مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

2014ء
افضال احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔

ISBN-10: 969-35-2735-6
ISBN-13: 978-969-35-2735-3

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), Lahore 54000 PAKISTAN
Phones 92-423-722-0100 / 92-423-722-8143 Fax: 92-423-724-5101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smp@sang-e-meel.com

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

پڑھنے دا مت مان کریں
نہ آکھیں پڑھیا پڑھیا
اوہ جبار قہار کھاوے
متاں روڑہ دیوی دودہ کڑھیا

میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ

# فہرست


عرضِ ناشر 17
منقبت در حضور جناب پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب
(محمد عالم چشتی) 18
حرفِ آغاز 19

## بے لاگ تبصرے

عطاء الحق قاسمی 23
مجیب الرحمٰن شامی 26
حامد میر 29
ظفر اقبال 32
بانو قدسیہ 35
ڈاکٹر اجمل نیازی 38
طارق اسمٰعیل ساگر 40
جاوید چودھری 43
مفتی محمد راغب حسین نعیمی 48
مفتی رمضان سیالوی صاحب 50
سیّد انتظار حسین شاہ زنجانی 52
شہریار احمد خان 54
زمرد نقوی 57
اسلم کھوکھر 59
پیر صوفی غلام سرور شباب قادری 61
تلاشِ حق 65
روحانیت کی طرف 68
اسمِ اعظم کی تلاش 71
درود شریف کی کثرت 72
عملِ حصار 72
اسمِ اعظم کا ورد 73

| | |
|---|---|
| ارتکازِ توجہ | 75 |
| ترکِ حیوانات | 76 |
| ''حبسِ دم'' سانس ہی زندگی ہے | 76 |
| مختلف مزارات پر حاضری | 77 |
| داتا حضور کے در پر | 78 |
| ریلوے اسٹیشن راولپنڈی کا مزدور درویش | 78 |
| کراچی کے صوفی بہادر دین کا داتا حضور کو سلام | 79 |
| گستاخ چرسی ملنگ | 80 |
| بدکردار زانی بابا | 82 |
| کبوتر کی آہ | 84 |
| خدا کی تلاش | 89 |
| بنگالی بابا کی پٹائی | 95 |
| پیر کی گدی خطرے میں | 100 |
| شہنشاہ لاہور داتا حضور کے در پر | 102 |
| قلندری دھمال اور مولوی صاحب | 102 |
| بابا بلھے شاہ کے در پر | 106 |
| گستاخ بھنگی بابا | 106 |
| ماڈرن چرسی، فنکشن اور ڈانس | 107 |
| آگ (چج) کا پجاری بابا | 110 |
| بابا لال شاہ مری کے در پر | 112 |
| بابا لال شاہ کا مرید بابا | 112 |
| چرسی گروپ کا مقابلہ | 114 |
| پاک پتن بابا فرید کے در پر | 115 |
| مجذوب بابا یوسف کے چائے رس | 115 |
| مجذوب بابا بشیر کا قہوہ اور بلاوا | 118 |
| مجذوب کی سزا | 120 |
| مجذوب کی تلاش | 124 |

| | |
|---|---|
| بزرگوں سے فیض کیسے ملتا ہے؟ | 127 |
| بابا جی کو ترس آ ہی گیا | 131 |
| بابا اللہ دتہ اور گورو نانک جی | 132 |
| مرشد کی ناراضی | 134 |
| مرشد کی انوکھی سزا | 137 |
| حبیبِ کبریا سرکارِ رسالت مآبؐ کی زیارت | 139 |
| حضرت علیؓ حیدر کرار کی زیارت | 140 |
| روحانی کیفیات شروع | 141 |
| No Body خالی ذہن | 141 |
| قبض اور بسط | 142 |
| روشنیاں اور جھٹکے | 142 |
| عشقِ الٰہی | 145 |
| قرآن مجید سرچشمۂ فیض | 146 |
| صوفیانہ شاعری | 153 |
| خدا کے ہونے کا احساس | 158 |
| پہلا روحانی علاج یادم | 160 |
| اندھا بچہ ٹھیک ہوا | 162 |
| معذور کھڑا ہو گیا | 163 |
| زنجیروں میں جکڑا مریض | 165 |
| کینسر کی مریضہ کا یقین | 167 |
| غریب باپ کی کینسر زدہ بیٹی | 168 |
| سکھ ڈاکٹر کا یقین | 172 |
| کشفی صلاحیتوں کی بیداری | 174 |
| صدرِ پاکستان کا ڈائریکٹو | 174 |
| بیس سالہ رفاقت کا خاتمہ | 175 |
| بیوی کا عاشق خاوند | 177 |
| ایک دن کی دلہن | 181 |

| | |
|---|---|
| عشق کا بھوت | 189 |
| [illegible] عاشقوں کا جوڑا | 190 |
| [illegible] | 194 |
| [illegible] عشق | 198 |
| [illegible] کی [illegible] | 203 |
| اللہ کی رہنمائی | 203 |
| [illegible] روحانی کیس | 204 |
| [illegible] لڑکے کا ٹھیک ہونا | 206 |
| [illegible] کا ٹھیک ہونا اور پادری کی شکست | 210 |
| [illegible] کا علاج | 211 |
| [illegible] لڑکی کا خدا کو چیلنج | 213 |
| [illegible] اداکارہ کی توبہ | 216 |
| [illegible] کا درویش | 218 |
| [illegible] سرکاری آفیسر کو جھٹکا | 220 |
| [illegible] کی توبہ | 221 |
| ایس ایس پی کی انوکھی سزا | 223 |
| [illegible] چھوٹا ہو گیا | 224 |
| بے اولادوں کو اولاد | 225 |
| [illegible] کے بچوں سے پیار | 226 |
| [illegible] کے دو لڈو | 231 |
| [illegible] بے اولاد جوڑا | 235 |
| [illegible] کا خوف | 238 |
| 50 سالہ عورت ماں بن گئی | 240 |
| [illegible] اور قسمت کا کھیل | 242 |
| [illegible] اور ڈیل کی سیر | 244 |
| [illegible] کے نوٹ واپس آ گئے | 246 |
| [illegible] کی دیوانی بیوی | 247 |

| | |
|---|---|
| ایک کے بجائے دو بیویاں | 251 |
| دیوانی ماں کو بیٹا مل گیا | 253 |
| ایک لمحے میں فقیری پا گیا | 255 |
| فقیری لینی مہنگی پڑی | 257 |
| روحانی کرنٹ یا توجہ کا کمال | 262 |
| روحانیت سے توبہ | 262 |
| روحانی خلافتوں کا شوق | 264 |
| فیض یا روحانیت کا خاتمہ | 265 |
| حافظ صاحب کا لالچ | 265 |
| روحانی آپریشن کا خاتمہ | 268 |
| منسٹر نے فقیری مانگی | 269 |
| کیا ٹیلی پیتھی سچ ہے؟ | 273 |
| توجہ یا ٹیلی پیتھی کا غلط استعمال | 275 |
| جسمانی پرواز | 278 |
| روحانی گورنر سے ملاقات | 280 |
| سچے اور پروازی خواب | 284 |
| پاگل پن یا مجذوبیت | 287 |
| من کی اداسی | 290 |
| مرشد کے درشن | 294 |
| حضرت بری امام سرکار کے روحانی فیضان کا آغاز | 300 |
| روحانی مسافر متوجہ ہوں | 303 |


## باب اوّل


| | |
|---|---|
| روحانیت کیا ہے؟ | 307 |
| روحانیت اور عصرِ حاضر | 321 |
| روحانیت کی افادیت | 331 |
| روحانیت کی اُخروی افادیت | 332 |

## باب دوم

حقیقتِ روح 333
حکما کے نزدیک روح کی تعریف 333
مصادیقِ روح قرآن کی نظر میں 333
انسان، حاملِ روحِ خدائی 334
جسمِ لطیف 335
عالمِ مثال یا آسٹرل ورلڈ 336

## باب سوم

روحانیت اور مذاہبِ عالم 337
دانشورانِ جہاں کی نظر میں مذہب کی تعریف 337
روحانیت اور ہندومت 337
روحانیت اور بدھ مت 338
روحانیت اور یہودیت 338
روحانیت اور عیسائیت 339
اسلامی روحانیت اور مذاہبِ عالم کا تقابلی جائزہ 339
اسلام اور مذاہبِ عالم کی روحانیت میں بنیادی فرق 342
اسلامی تصوف اور صوفیا کے غیر مسلم
روحانی پیشواؤں پر اثرات 348
شنکر آچاریہ 348
ہندو فرقے لنگا (جگناماس) اور سدھار پر
اسلامی تصوف کے اثرات 349
رامانند اور بھگت کبیر 349
کبیر کے چیلے 350
کلہا اور ملک داس 351
سندر داس 351
ویربھان 351
گرونانک 352
اسلامی تصوف کے یورپ پر اثرات 352
اسلامی تصوف پر ڈی بی میکڈانلڈ کا نظریہ 352
اسلامی تصوف پر ایچ سی ہاپولڈ کا بیان 353

## باب چہارم

روحانیت اور اسلام 354
علمِ تصوف کا منشا اور مبدا 357
فقر و تصوف کیا ہے؟ 358
عرفِ عام میں فقر کا مفہوم 358
صوفیا کے نزدیک فقر کا مفہوم 358
عرفِ عام میں تصوف کا مفہوم 359
صوفیا کے نزدیک تصوف کا مفہوم 359
آئمہ تصوف کی آراء 359
خلاصۂ کلام 363
صوفی کون ہوتا ہے؟ 363
خلاصۂ کلام 365
احوالِ صوفیا 365

## باب پنجم

اسلام میں تصوف کی ابتدا 369
دوسری صدی کے عارف 370
حسن بصریؒ 370
مالک بن دینارؒ 371
ابراہیم بن ادھمؒ 371
حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا ابتدائی دور 371
ابو ... ولی کرنیؒ 372
ابو علی حضرت شقیق بن ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ 372
حضرت شقیق بلخیؒ کی توبہ 372
ابو محفوظ حضرت معروف بن فیروز کرخی رحمۃ اللہ 373
فضیل بن عیاضؒ 373
تیسری صدی کے عارف 374
بشر حافیؒ 374
ابو الحسن حضرت احمد بن ابو الحواری رحمۃ اللہ 374
ابو حامد حضرت احمد بن خضرویہ بلخی رحمۃ اللہ 374
ابو الحسن حضرت سری بن مغلس سقطی رحمۃ اللہ 375
ابو عبداللہ حضرت حارث بن اسد محاسبی رحمۃ اللہ 376
ابو القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ 376
ذوالنون مصری رحمۃ اللہ 377
ابو محمد حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ 378
حضرت ابو یزید طیفور بن عیسیٰ المعروف بایزید بسطامیؒ 378
چوتھی صدی کے عارف 378
ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ 378
ابو علی رودباریؒ 379
ابو نصر سراج طوسیؒ 379
ابو الفضل سرخسیؒ 379
ابو عبداللہ رودباری 379
ابو طالب مکی 379
پانچویں صدی کے عارف 380
شیخ ابو الحسن خرقانی 380
ابو سعید ابو الخیرؒ 380
ابو علی دقاق نیشاپوریؒ 381
ابو الحسن حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ 381
خواجہ عبداللہ انصاری 384
ابو حامد محمد غزالی 385
چھٹی صدی کے عارف 385
عین القضاۃ ہمدانیؒ 385
سنائی غزنوی 385
احمد جامی 386
محبوبِ سبحانی حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ 386
ساتویں صدی کے عارف 388
شیخ نجم الدین کبریٰؒ 389
شیخ فریدالدین عطارؒ 389
شیخ شہاب الدین سہروردیؒ 390
ابن الفارض مصریؒ 390
حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ 391
حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ 392
شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی طائی اندلسیؒ 393
صدرالدین محمد قونویؒ 394
مولانا جلال الدین محمد بلخی رومیؒ 395
آٹھویں صدی کے عارف 395
علاء الدولہ سمنانیؒ 395
عبدالرزاق کاشانیؒ 395
خواجہ حافظ شیرازیؒ 396
شیخ محمود شبستریؒ 396
سیّد حیدر آملیؒ 397
نویں صدی کے عارف 397
شاہ نعمت اللہ ولیؒ 397
صائن الدین علی ترکہ اصفہانیؒ 397
محمد بن حمزہ فناری رومیؒ 397

شمس الدین محمد لاہیجی نوربخشیؒ 398
نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ 398
روحانی سلسلے 399
سلسلۂ زیدیہ 399
سلسلۂ عیاضیہ 399
سلسلۂ ادھمیہ 399
سلسلۂ ہبیریہ 399
سلسلۂ چشتیہ 399
سلسلۂ عجمیہ 400
سلسلۂ طیفوریہ 400
سلسلۂ کرخیہ 400
سلسلۂ سقطیہ 400
سلسلۂ جنیدیہ 401
سلسلۂ گاذرونیہ 401
سلسلۂ طوسیہ 401
سلسلۂ سہروردیہ 401
سلسلۂ فردوسیہ 401
سلسلۂ قادریہ غوثیہ 402
سلسلۂ یوسیہ 402
سلسلۂ نقشبندیہ 402
سلسلۂ نوریہ 403
سلسلۂ خضرویہ 403
سلسلۂ شطاریہ عشقیہ 403
سلسلۂ سادات کرام 403
سلسلۂ زاہدیہ 404
سلسلۂ انصاریہ 404
سلسلۂ صوفیا 404
سلسلۂ اورویسیہ 404
سلسلۂ قلندریہ 405


## باب ششم


فقیر کی اصل شان 406
اللہ تعالیٰ فقیر پر قدرت وحکمت کے دروازے کھول دیتا ہے 406
معرفتِ نفس 408
ضروریاتِ ارکانِ ثلاثہ 410
ضروریاتِ بدن میں مداخلت 412
ضروریاتِ روح میں مداخلت 414
ترجیحاتِ نفس 416
ہوائے نفس 419
محاسبۂ نفس 419
مہلکات 419
تکبر 419
تکبر خدا کے مدِمقابل 420
لفظ عالین کی تشریح 420
تکبر انبیاء واولیا کے مدمقابل 421
تکبر لوگوں کے مدِمقابل 421
عبرتناک واقعہ 421
"تکبر" قرآن کی نظر میں 421
حسد 423
حسد کی تعریف 423
تکبر سے بچو 425
لالچ سے بچو 425
حسد سے بچو 425
[illegible] اور اقوالِ صوفیا 425
[illegible] 427
[illegible] کی تعریف 427
[illegible] احادیث کی روشنی میں 427
[illegible] کے بارے میں اقوالِ صوفیا 428
[illegible] 430
[illegible] صحابہ کرام 430
[illegible] 431
[illegible] اور علم کو برباد کرتے ہیں 431
[illegible] 432
[illegible] 433
[illegible] کی تعریف 433
[illegible] 434
[illegible] 436
[illegible] 436
[illegible] کی تعریف 436
[illegible] کی اقسام 437
[illegible] میں ارشاداتِ خداوندی 437
ظلم 438
ظلم کی تعریف 438
قرآن کی نظر میں ظلم کے معنی 439
قرآن کی نظر میں ظلم کی اقسام 439
ظلم کے [illegible] قرآن میں 440
[illegible] 441
[illegible] 442
[illegible] 442
تین باتوں میں خلوصِ دل کی شدید ضرورت 442
وضاحتِ اخلاص میں حدیثِ قدسی 443
علاماتِ اخلاص 443
اخلاص اور اقوالِ صوفیا 443
صدق (سچائی) 444
صدق کی تعریف 444
صدق قرآن کی نظر میں 444
صدیق اور کذاب کون؟ 445
صدق اور اقوالِ صوفیا 445
زہد فی الدنیا 445
مفہومِ زہد میں اقوالِ صوفیا 446
حسنِ خلق 447
حسنِ خلق اور اقوالِ صوفیا 448
خوفِ خدا 448
خوفِ خدا اور فرامینِ خداوندی 448
خوفِ خدا اور احادیثِ نبویؐ 449
خوف کی اقسام 449
شکر 450
حقیقتِ شکر کیا ہے؟ 450
اقسامِ شکر 450
رجا 451
رجا کا مطلب 452
رجا اور تمنا میں فرق 452
رجا کی اقسام 452
صبر 454
اقسامِ صبر 455

مشکل صبر 455
قناعت 456
قناعت اور احادیث نبویؐ 456
قناعت اور اقوالِ صوفیا 456

## باب ہفتم

سرچشمۂ روحانیت 458
یقین کامل 458
کامیابی 459
اعتماد 459
یقین 459
توکّل علی اللہ 460
دردوغم 462
تجرد 464
عزلت 464
خاموشی 465
مثبت سوچنا 465
مطمئن اور پرسکون رہنا 466

## باب ہشتم

روحانیت اور ذکرِ الٰہی 468
ذکرِ الٰہی، احادیثِ نبویؐ کی روشنی میں 469
ذکرِ الٰہی اور روحانی طاقت 470
اسمِ اعظم کا بیان 480
حروف ابجد کے اعداد 483
اسماء الحسنٰی 483

## باب نہم

روحانیت اور عشقِ الٰہی 488
عشقِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی 489
فعلیہ 491
صفاتیہ 491
ذاتیہ 491
عشقِ الٰہی قُربِ خدا کا تیز ترین ذریعہ 491
حالِ عشقِ الٰہی کی کیفیات 493
عشقِ الٰہی اور مرشدِ کامل 494
زاہدوں اور عاشقوں کے مقام میں فرق 496
زاہد خشک واصلانِ حق کی خاک پا 498

## باب دہم

مرشدِ کامل 500
روحانیت اور مرشد کامل 500
ایک دلچسپ وضاحتی مثال 503

## باب یازدھم

روحانیت اور ارتکاز 505
ارتکاز 506
علم العملیات 507
علم التعویذات 508
بلوربینی (CRYSTALLO MANEY) 508
پتی بینی (TASSO GRAFHRY) 508
پُراسرار علوم 508
ماورائے نفسیات (پیراسائیکالوجی) 509
[illegible] (Third Eye) 509
[illegible] 509
[illegible] 510
[illegible] 511
[illegible] 512
[illegible] (REMEMBRANCE) 512
[illegible] (RESPIRATION) 512
[illegible] (ASTHMA) 513

## باب دوازدھم

[illegible] 514
[illegible] 521
[illegible] 521
[illegible] 521
[illegible] 522
[illegible] 523

## باب سیزدھم

[illegible] 525
[illegible] 525
[illegible] 525
[illegible] 525
[illegible] 525
[illegible] 525
[illegible] 526
[illegible] 526
[illegible] 527

## باب چہاردھم

روحانی پرواز 529
کرہ ظلمانی 529
اعمالِ ظلمانی 530
کُرۂ نار 531
کُرۂ روحی 532
کُرۂ نوری 534
کُراتِ اسرار 534
مآخذ 535
پروفیسر عبداللہ بھٹی سے ملاقات 537

## پروفیسر عبداللہ بھٹی کی آنے والی کتابیں

سرمایۂ درویش 539
فکرِ درویش 540
بزمِ درویش 541
ثمراتِ اسمِ اعظم 542
مراقبہ سیکھیں 544
سفرنامۂ درویش 546
کرشمۂ نام 548

# عرضِ ناشر

نابغۂ روزگار مرشد سرکار پروفیسر عبداللہ صاحب مدظلہ عالی ودامت برکاتہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کا وجودِ مسعود اس عہدِ کرب ناک میں روحانیت کا وہ روشن آفتاب ہے کہ جس کی تمازت وحرارت مرجھائی ہوئی رُوحوں کو شاداب اور نڈھال جسموں کو حیاتِ کامیاب کی راہ پر لانے کے لیے ہمہ تن مصروفِ عمل ہے۔

بے لوث خدمتِ خلق جہاں آپ کا منشورِ حیات ہے وہاں علمِ روحانیت کے فروغ اور اس کی نشرواشاعت کے لیے بھی آپ بھرپور طریقے سے سرگرمِ عمل ہیں۔

''اسرارِ روحانیت'' آپ کی روحانی آپ بیتی، لیکچرز اور دروس پر مشتمل ایک ایسا گنجینۂ نایاب ہے جو ہر خاص وعام کو روحانیت کی ''عظیم منازل'' سے روشناس کرانے کا اثاثہ اپنے دامن میں محفوظ رکھتی ہے۔

تصوف اور روحانیت پر پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کی اس مساعی جمیلہ کا ہدف روحانی تعلیمات کو آسان، سادہ اور عام فہم بنا کر پیش کرنا ہے تاہم موضوع کی مناسبت سے جو دقیق معارف کتاب میں آئے ہیں ان کو بھی حتی الوسع بھرپور سلاست سے بیان کیا گیا ہے۔

فروغِ روحانیت کے حوالے سے ہماری یہ کاوش کس حد تک کامیاب ہے اس کا فیصلہ ہمارے قارئین کریں گے۔

آپ کی تجاویز وآراء کا منتظر

سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

# منقبت در حضور جناب پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب

عشق ووفا کی انتہا عبداللہ بھٹی — خلوص کا پیکر وہ راہنما عبداللہ بھٹی
سب سے جدا انوکھا پیشوا عبداللہ بھٹی — وہ حق پرست وہ حق نوا عبداللہ بھٹی
واقف سِرِّ دعا، شرحِ تسلیم و رضا عبداللہ بھٹی — کیا تجھے بتلاؤں ہے کیا عبداللہ بھٹی
وہ مکرم، وہ محتشم ، وہ فقر کا پیکر — وہ عابد ، وہ پاکباز ، وہ دلربا عبداللہ بھٹی
شرافت میں ، رفاقت میں، سخاوت میں — مرجع اہلِ صدق و صفا عبداللہ بھٹی
وہی سِرِّ حقیقت ، وہی رازِ طریقت — رشدُ و ہدایت کی جلا عبداللہ بھٹی
وہ ایک اپنی مثال آپ زمانے میں — جنے گی نہ مادرِ گیتی دوسرا عبداللہ بھٹی
چاہنے والوں کے دل میں ، آنکھ میں — جلوہ فرما وہ جابجا عبداللہ بھٹی
جس کی صورت دیکھنے سے یاد آجائے خدا — ایسا وہ عبدِ حق نُما عبداللہ بھٹی
نہ حبِ جاہ نہ منصب کی چاہت — ہر عمل میں سب سے جُدا عبداللہ بھٹی
دکھ درد کے ماروں کا ایک ہی نعرہ — ہے میرے درد کی دوا عبداللہ بھٹی
دل نے پوچھا کون اتنے رتبے والا — غیب سے آئی ندا عبداللہ بھٹی

عالم لیکر آیا ہے گلدستہ عقیدت کا
بہ صد خلوص سن لے التجا عبداللہ بھٹی

محمد عالم چشتی

*****



# حرفِ آغاز

ہم سراپا تشکر ہیں اس ذات بے نیاز کے کہ جس نے صرف ''کُن'' کہہ کر کُل کائنات کو خلق کیا اور پھر اپنی کُل مخلوقات میں انسان کو احسن تقویم کہہ کر اپنی نیابت عطا کرتے ہوئے خلافتِ ارضی کا تاج اس کے سر پر سجایا۔ لیکن یہ انسان کہ بارگاہِ ملاءِ اعلیٰ میں جس کی روح سے اطاعتِ امرِ ربی کا اقرار لیا گیا تھا اس دنیا میں آکر اس کی مادی رنگینیوں میں کھو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اپنی قوتِ عقل اور فہم وفراست کو بروئے کار لا کر مادی آسائشات وتعیشات میں تو ہر گزرنے والے دن کے ساتھ ترقی کرتا جا رہا ہے لیکن اس کے برعکس دوسری طرف بری طرح روحانی انحطاط کا شکار ہے۔

کتاب مستطاب ''اسرار روحانیت'' عصرِ حاضر کے انسان کو اس روحانی ضعف سے نجات دلانے کی ایک کوشش ہے۔ کتاب کے پہلے حصے میں میں نے اپنی آپ بیتی کو بیان کرتے ہوئے روحانی پرواز کے دوران اور اس کے بعد پیش آنے والے واقعات میں سے چند ایک کو آشکار کیا ہے تا کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی نت نئی دریافتوں کے حصار میں جکڑے ہوئے انسان کو روحانی دنیا میں پائی جانے والی حلاوتوں، سعادتوں اور شکتیوں سے روشناس کروایا جا سکے۔ فی نفسہٖ میں ایک ادنیٰ اور نمانا سا فقیر ہوں۔

ہاں اگر کسی کو میرے اندر کوئی کمال نظر آتا ہے تو اس کی وجہ وہ روحانی پروسیس ہے کہ جس سے میں گزرا ہوں کتاب کے دوسرے حصے میں اس روحانی پروسیس سے آشنائی کروانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اپنے سوہنے رب کے فضل و کرم سے مجھے یہ پورا یقین اور اعتماد ہے کہ اگر آپ کتاب کے دوسرے حصے [illegible] میرا مافی الضمیر سمجھ گئے تو یقیناً اس حقیقت سے آشنائی آپ کا مقدر بن جائے گی جس کی طرف اشارہ علامہ اقبال نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ

''ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں''

میں اس حقیقت کا بھی اعتراف کرتا ہوں علم تصوف وعرفان کے حوالے سے جب میں امتِ مسلمہ کے اکابرین کو دیکھتا ہوں تو مجھے اپنا علم سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف نظر آتا ہے تاہم دوستوں اور اپنے ارادتمندوں کے پرزور اصرار پر یہ کاوش کی گئی۔ اس کا منبع بھی قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں موجود ''حکم تذکر'' ہے جس کے مطابق خالقِ بے نیاز نے اپنے بندوں کو امورِ معروفہ کی بار بار یاددہانی کروائی ہے۔ اس لیے میں اپنی علمی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا اعتراف کرتے ہوئے بھرپور طریقے سے اس بات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اس کتاب میں کوئی نئی بات نہیں کر رہا بلکہ اکابرینِ علمِ

تصوف کے بتائے ہوئے اُسباق کوایک نئی جہت کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ایک عاجز، مسکین، فقیر نمانے کا قلم ناتواں اس حق کو کس حد تک ادا کر سکا ہے اس حوالے سے میں آپ کی آراء کا منتظر ہوں۔اس التماس کے ساتھ کہ اگر اس کتاب میں آپ کو کوئی مثبت بات نظر آئے تو اسے میرے ذاتی کمال کے بجائے عطیۂ پروردگار سمجھا جائے اور اگر کوئی سہو، خامی یا عیب نظر آئے تو اسے تقصیرِ خاکسار سمجھ کر درگزر فرمایا جائے کہ معاف کر دینا شیوۂ اعلیٰ ظرفی ہے۔

اس سے قبل کہ میں رشتۂ قلم وقرطاس کے ذریعے اپنے فہم وادراک سے شاہِ مدینہ کی نعلین پاک کے صدقے میں عطا ہونے والے اسرار ومعارف کے موتی یکجا کر کے ہدیۂ قارئین کروں، میں اپنے ان محسنوں کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ جن کی دعائیں اور محبتیں شاہراہِ حیات کے ہر گام پر میرے لیے رحمتوں، برکتوں کے بے شمار ثمرات لیے موجود رہیں۔ان محسنوں میں سب سے پہلے میری ماں جی اور بہنیں ہیں اور ان کے بعد برادرانِ بزرگ وار سعید احمد اور چوہدری ریاض احمد صاحب ہیں کہ جنھوں نے عہدِ یتیمی میں مجھے شفقتِ پدری کا بھرپور سائبان دیا اور زندگی کے کسی بھی موڑ پر والد صاحب کی کمی کا احساس نہیں ہونے دیا۔میں اپنے مرحوم بھائی حافظ جلیل احمد کو بھی فراموش نہیں کر سکتا کہ جن کی قربت میں مجھے روحانی حلاوتوں اور سعادتوں کی شیرینی ملی۔کتاب لکھنے کے ارادے پر مجھے اپنے والد مرحوم بھی بڑی شدت سے یاد آئے کاش! آج وہ ہوتے تو وہ دیکھتے کہ انہوں نے جو مجھے روحانیت کا سبق بچپن میں دیا تھا آج اس کے نتیجے میں کیسا شجرِ سایہ دار وجود میں آیا ہے۔اللہ تعالیٰ اُن کے درجات کو بلند فرمائے، آمین۔اس کے ساتھ ساتھ میں اپنی رفیقۂ حیات کا ذکر بھی ضروری سمجھوں گا کہ جس نے میری روحانی ریاضت کے ایام میں وفاداری اور مونس وغم خواری کی اس شاندار روایت کو زندہ کیا جس کا مظاہرہ جناب سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ نے سرکار رسالت مآب ﷺ کے ساتھ عہدِ اسلام کے ابتدائی ایام میں کیا تھا۔میری دعا ہے کہ ربِ ذوالجلال اسے ہر حوالے سے اُم المومنینؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے اور بروزِ حشر اسے شافعۂ محشر کی کنیزی میں محشور فرمائے۔آمین۔میری بے شمار دعاؤں کے مستحق سنگِ میل جن کا تعاون اس کتاب کی اشاعت میں شاملِ حال رہا اور میں ممنون ومشکور ہوں اپنے تمام دوستوں اور ارادتمندوں کا کہ جن کی محبتیں میری زندگی کا اثاثہ ہیں۔

عاجز مسکین فقیر نمانا

**محمد عبداللہ بھٹی**

سرائے درویش
234 پاک بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور
0300-4352956 0333-9999156
Email:help@noorekhuda.org
www.noorekhuda.org

◆◆◆◆◆

ممتاز دانشور و کالم نگار و جیّد علمائے کرام
جن کی نظروں سے "اسرارِ روحانیت" گزری
مطالعۂ کتاب کے بعد کس نے کیا محسوس کیا......؟

بے لاگ تبصرے......

# کیا دیوار کے پیچھے بھی کچھ ہے؟

عطاء الحق قاسمی (روزنامہ جنگ)

یہ دو تین سال پہلے کی بات ہے اسلام آباد یا لاہور میں میری ملاقات حامد میر سے ہوئی۔ انھوں نے باتوں باتوں میں ایک روحانی شخصیت عبداللہ بھٹی صاحب کا ذکر کیا اور کہا کبھی موقع ملے تو ان سے ملاقات کریں۔ مجھے یہ زعم کہ میں خود اولیاء اللہ کے خاندان سے ہوں اگر میرے نصیبوں میں ہوا تو خود بخود ان سے ملاقات ہو جائے گی۔ پھر ایک دفعہ چند دن پہلے چوہدری نے بھی ان صاحب کا ذکر کیا بلکہ ان کا فون نمبر بھی دیا اور کہا کہ اگر ملنے کا موقع نہ بھی ملے تو آپ ان سے فون پر بات کریں۔ چنانچہ میں نے انہیں ایک دن فون کیا لیکن دوسری طرف سے کسی نے فون نہیں اٹھایا۔ اور اب یہ ایک دو ہفتے کی بات ہے ایک صاحب میرے پاس تشریف لائے اور ایک کتاب کا مسودہ میرے سپرد کرتے ہوئے کہا کہ یہ ان پیر طریقت سرکار پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب مدظلہ العالی کی تصنیف ہے اور ان کی خواہش ہے کہ آپ اس کتاب کا دیباچہ لکھیں۔ میں نے سوچا کہ قدرت ان صاحب سے میرے رابطے پر لگی ہوئی ہے چنانچہ میں نے مسودہ رکھ لیا اور آہستہ آہستہ روحانی مضامین پر مشتمل یہ کتاب پڑھنا شروع کر دی اور میں حیرتوں میں گم ہوتا چلا گیا۔ ایک دن مجھے ایک فون آیا' میں عبداللہ بھٹی بول رہا ہوں' آپ اس وقت کہاں ہیں؟ میں چونکا اور انہیں بتایا کہ الحمرا میں اپنے دفتر میں ہوں۔ بولے'' میں پہنچنا چاہتا ہوں'' میں نے کہا'' بسر و چشم تشریف لائیں'' میں بے حد خوش تھا کہ دریا خود ایک پیاسے کے پاس چل کر آ رہا ہے۔ میں نے نائب قاصد سے کہا کہ ابھی ایک بزرگ تشریف لائیں گے۔ انہیں بہت ادب و احترام کے ساتھ میرے آفس میں لے آنا۔ میرے ذہن میں اس بزرگ کی جو تصویر بن رہی تھی اس کے مطابق ان کی عمر کوئی ساٹھ ستر برس کے لگ بھگ تھی۔ چہرے پر گھنی خوبصورت سفید داڑھی' جسم پر درویشی چوغہ اور ہاتھ میں عصا ہوگا اور وہ اپنے مریدوں کے حلقے میں میرے دفتر میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ میں نے سگریٹ بجھا دیا اور کمرے کا ایگزاسٹ آن کر دیا تا کہ ان کی آمد سے پہلے کمرہ دھوئیں سے پاک ہو جائے۔ تاہم اس دوران دروازہ کھلا اور ایک بہت ہینڈسم جوان قمیص اور پتلون میں ملبوس میرے کمرے میں داخل ہوا اور مصافحہ کے لیے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا'' میں عبداللہ بھٹی ہوں'' مجھے

ایک جھٹکا سا لگا مگر اس خیال کے آتے ہی میں سنبھل گیا کہ پروفیسر رفیق اختر، سید سرفراز شاہ اور واصف علی واصف ایسی روحانی شخصیات بھی تو بے ریش و بُروت ہیں۔ بس ایک اپنے بابا یحییٰ خان ہیں جو سیاہ لباس، گھنی داڑھی اور عصا کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد ہم بہت دیر تک چائے کے کپ پر گپ شپ کرتے رہے اور مجھے بالکل احساس نہیں ہوا کہ میں پُراسرار قوتوں کے حامل کسی شخص سے محوِکلام ہوں بلکہ یہی لگا کہ ایک بہت پرانے اور بے تکلف دوست کے ساتھ بیٹھا ہوں۔ اس دوران اچانک ''باباجی'' نے پوچھا ''آپ کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟'' میں نے کہا ''یکم فروری'' اور پھر انھوں نے اپنا ''کیمرہ'' آن کر کے میرے ماضی کے بارے میں مجھے ایسی ایسی باتیں بتائیں جو میرے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ انھوں نے میرے ہاتھ کی لکیریں بھی پڑھیں اور میری نبض بھی دیکھی اور پھر میرے جسمانی عوارض، ماضی کے اہم واقعات اور مستقبل کی صورتحال کے بارے میں بھی بتانا شروع کر دیا۔ میں حیرت سے ان کی طرف دیکھتا رہا۔ اس دوران میرے ایک دوست تشریف لائے، میں نے ان نوجوان ''باباجی'' سے گزارش کی کہ وہ میرے دوست کے بارے میں کچھ بتائیں۔ وہ انہیں دوسرے کمرے میں لے گئے اور واپس آئے تو میرے یہ دوست سخت حیران تھے۔ ان سے کہا گیا کہ ''کیا یہ درست ہے کہ آپ کی اپنی بیوی سے علیحدگی ہو چکی ہے''، انھوں نے پریشانی کے عالم میں کہا ''ہاں'' اور کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ علیحدگی 2003ء میں ہوئی تھی؟'' دوست نے کہا ''نہیں 2005ء میں ہوئی تھی'' کہا گیا ''آپ دوبارہ سوچیں یہ علیحدگی 2003ء میں ہوئی تھی''، دوست نے یاد کرتے ہوئے کہا، ''آپ ٹھیک کہتے ہیں علیحدگی 2003ء میں ہوئی تھی۔ 2005ء میں، میں نے مکان چھوڑا تھا۔''

تاہم یہ سب کچھ علم الاعداد، پامسٹری اور دوسرے پُراسرار علوم کی دین تھا جس کی طرف روحانیت کے سفر کی ابتدا میں پروفیسر عبداللہ بھٹی راغب رہے، البتہ اس میں اس روحانی ریاضت کا فیض بھی شامل تھا جس کی تفصیل پروفیسر صاحب نے اپنی تصنیف میں بیان کی ہے۔ پروفیسر صاحب سے اس ملاقات کے بعد میری دلچسپی ان کی تصنیف میں اور زیادہ بڑھ گئی تھی چنانچہ میں نے جم کر اس کا مسودہ پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ ایک عالمانہ کاوش ہے جو ان کی رہائش گاہ میں قائم ادارہ ترقیاتِ روحانیات، 234-پاک بلاک علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور کے زیرِ اہتمام شائع ہوگی۔ کتاب کا نام ''اسرارِ روحانیت'' تجویز کیا گیا اور واقعی یہ کتاب اسرار سے بھری ہوئی ہے۔ اس میں روحانیت کے اس طویل سفر کی رُوداد ہے جو پروفیسر صاحب کو طے کرنا پڑا۔ روحانیت کیا ہے؟ عصرِ حاضر میں اس کی کیا اہمیت ہے؟ مذاہبِ عالم اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ دانشور کیا سوچتے ہیں؟ اسلام میں تصوف کی ابتدا کب ہوئی؟ روحانی سلسلے، تذکرہ صوفیائے کرام، کون سے عوامل روحانیت میں کمی کرتے ہیں، اسمِ اعظم کا بیان اور بے شمار دوسرے موضوعات پر اس کتاب میں تفصیلی اظہار کیا گیا ہے۔ یہ ایک ریسرچ پیپر ہے اور اس کے ساتھ اس عملی ریاضت اور اس عملی ریاضت کے نتیجے میں حیران کر دینے والے واقعات بھی جن سے پروفیسر عبداللہ بھٹی گزرے، کتاب کا حصہ ہیں۔

پروفیسر صاحب مراقبوں کے دوران جن کیفیات سے گزرے وہ مجھ جیسے انسان کو خوفزدہ کرنے والی ہیں۔ چنانچہ میں نے یہ احوال درمیان میں ہی چھوڑ دیا البتہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ عطا کیا وہ بہت چشم کشا تھا۔ مری میں



پامسٹری کے دوران ایک طالب علم کی پُراسرار کیفیت اور اس عالم میں اس کا پروفیسر صاحب کو پکارنا اور غیبی آوازوں کے بعد اس طالب علم کا نارمل ہونا یا ایک اندھے بچے کی بینائی کا واپس آنا اور اسی طرح کے دوسرے واقعات مجھ ایسے تشکیک پسند انسان کو بھی بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں، چنانچہ کتاب کے مطالعہ کے دوران میں نے ایک Psychiatrist دوست کو فون کیا اور پوچھا کہ وہ اس حوالے سے کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا کہ حقیقت صرف وہ نہیں جو نظر آتی ہے، حقیقت اس کے ماورا بھی ہے۔ انسانی ذہن فی الحال ان اسرار کی تہہ تک نہیں پہنچ سکا۔ مغرب میں اس پر ریسرچ جاری ہے، ان تمام اسرار تک رسائی اسرار ہی کے ذریعے ہوسکتی ہے۔ مجھے اس کتاب میں جو بات سب سے زیادہ پسند آئی وہ یہ کہ اس کا تعلق اس امریکی ''تصوف کونسل'' کے منشور سے نہیں جس کے تحت میں بھی صوفی کہلانے کا استحقاق رکھتا ہوں۔ یہ تصوف وہ نہیں جس کے بارے میں مَیں نے ایک بار لکھا تھا کہ مذہب کے مودبانہ انکار کی ایک شکل ہے بلکہ پروفیسر صاحب نے اپنی اس تحقیقاتی اور ریاضتی تجربوں کی حامل کتاب میں ثابت کیا ہے کہ تصوف مذہب کی مثبت اقدار کے فروغ کا ایک ذریعہ ہے۔ روحانیت کے مدارج طے کرنے کے علاوہ پروفیسر صاحب نے چار پانچ مضامین میں ماسٹر بھی کیا ہوا ہے اور اس علم کی جھلکیاں بھی اس کتاب میں ملتی ہیں۔

میرے نزدیک علم صرف وہ ہے جو نافع بھی ہے چنانچہ پروفیسر صاحب کا علم نافع بھی ہے۔ جمعہ کا دن پروفیسر صاحب نے خلقِ خدا کی خدمت کے لیے وقف کیا ہوا ہے جہاں ہزاروں پریشان حال لوگ ان کے علامہ اقبال والے گھر میں حاضر ہوتے ہیں اور ان سے فیض پاتے ہیں۔ ان کا فون نمبر 0300-4352956 ہے میری خواہش ہے کہ میرے دوست بھی ان سے رابطہ کریں جو ان اسرار کا قطعی طور پر انکار کرتے ہیں، جن کے خیال میں جو دیوار نظر آ رہی ہے وہی سب کچھ ہے اس کے پیچھے کچھ نہیں، وہ پروفیسر صاحب سے سوال کریں یہ ضروری نہیں کہ وہ ان کے جواب سے مطمئن ہو جائیں لیکن اس دیوار کے پیچھے کچھ ہے یا نہیں ہے اس پر گفتگو کا دروازہ تو کھلے گا۔

**عطاء الحق قاسمی**

کالم: 28 جولائی 2012ء

روزنامہ جنگ، لاہور

◆◆◆◆◆

# خدا کو ''مضبوط'' بنانے کی کوشش

مجیب الرحمٰن شامی (روزنامہ پاکستان)

پروفیسر عبداللہ بھٹی کو ہزاروں کیا لاکھوں میں ایک کہا جا سکتا ہے۔ ان جیسا دوسرا ڈھونڈنا آسان نہیں ہے۔ دیکھنے میں وہ ایک عام سے انسان ہیں ...... پتلے، دبلے، دھان پان۔ ان کی باتیں بھی ویسی ہیں جو اس طرح کے آدمیوں کی ہوتی ہیں۔ تحریر میں شکوہِ الفاظ ہے نہ تقریر میں۔ لباس بھی عام سا پہنتے ہیں، یونیورسٹی تو کیا کالج کے پروفیسر بھی معلوم نہیں ہوتے۔ ان کا رعب طاری نہیں ہوتا۔ بٹھانا پڑتا ہے۔ کسی مجلس میں موجود ہوں تو نمایاں نہیں رہتے کہ یہ شوق انہوں نے نہیں پالا، خود کو بچا بچا کر رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ''مرجعِ خلائق'' ہیں۔ ان کی شہرت خوشبو کی طرح پھیلتی جا رہی ہے۔ جس جس کو جب جب جہاں جہاں ان کے بارے میں پتہ چلتا ہے، وہ ان سے بات کرنے کے لیے بے تاب ہو جاتا ہے۔

ہم میں سے بہت سوں نے تصوف کے بارے میں جو کچھ پڑھ رکھا اور صوفیا کے بارے میں جو کچھ (نسل درنسل) سن رکھا ہے، عبداللہ بھٹی اس پر زندہ شہادت ہیں۔ ان کی تصنیف ''اسرارِ روحانیت'' پڑھنے والوں کو چونکا بلکہ چکرا دیتی ہے۔ یہ آپ بیتی بھی ہے اور جگ بیتی بھی۔ اس میں تاریخ سمٹ آئی ہے۔ روحانی علوم کے کمالات بھی اور خود ان کے تجربات بھی۔ وہ کن کن مرحلوں اور مشاہدوں سے گزرے، اسمِ اعظم تک رسائی کیسے ہوئی اور پھر اس کے سہارے کہاں کہاں کی سیر کی، کیا کچھ دیکھنے کی صلاحیت حاصل کی اور کیا کچھ کر دکھلانے پر اللہ تعالیٰ نے ان کو قدرت عطا کر دی۔ یہ بظاہر الف لیلہ کی کہانی معلوم ہوتی ہے لیکن ان سے استفادہ کرنے والوں کی طرف دیکھیں اور ان کے دستِ شفا کی طرف متوجہ ہوں تو کچھ سمجھ میں نہ آنے کے باوجود سب کچھ سمجھ میں آ جاتا ہے اور سب کچھ سمجھ میں آنے کے باوجود کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔

روحانی علوم یعنی سپر چوئل سائنسز کا معاملہ مادی یعنی فزیکل سائنسز سے بہت مختلف ہے۔ ثانی الذکر کے حقائق 2+2 کی طرح ہوتے ہیں کہ ہر شخص ان کو جمع کر کے چار بنا سکتا یا چار سمجھ سکتا ہے لیکن روحانی علوم کی دنیا الگ ہے۔ وہاں



ایک شخص کا تجربہ دوسرے کا مشاہدہ تو ہو سکتا ہے، تجربہ کم ہی بن پاتا ہے۔

عشق کی چوٹ تو پڑتی ہے دلوں پر یکساں
ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے

پروفیسر عبداللہ بھٹی نے افادۂ عام کے لیے اپنے تجربات اور مشاہدات عام کر دیئے ہیں اور لوگوں کو اس راستے پر سفر کرنے کی طرف اکسایا بھی ہے جس پر چل کر وہ کیا سے کیا بن گئے ہیں۔ اقبال کا شاگرد یا بیٹا، اقبال تو نہیں ہو سکتا لیکن اقبال مند بہر حال بن سکتا ہے۔

بھٹی صاحب کے معنوی فرزند نور رانجھا، ڈاکٹر فیاض رانجھا آف میو ہسپتال لاہور حال مقیم اسلام آباد کے اصلی بیٹے ہیں۔ نور میاں، بھٹی صاحب کی محبت کو حاصلِ زندگی کیا، حاصلِ ایمان سمجھتے ہیں۔ فیاض رانجھا اس حوالے سے بہت حد بخیل واقع ہوئے ہیں۔ وہ مولانا طارق جمیل کے اسیر ہیں۔ شرک اور بدعت کے اپنے پیمانے رکھتے ہیں۔ نور رانجھا اپنے پیر صاحب کی کرامات کے عینی شاہد ہیں، بعض اوقات ان کا حصہ بھی بن جاتے ہیں کہ ان کی وجہ سے انہونی ہو جاتی ہے۔ ان کے والد اسے ''شعبدہ بازی'' قرار دیتے ہیں اور مجھ سے بھی الجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ شعبدے تو غیر مسلم بھی دکھا سکتے ہیں لیکن ان کے پاس اس جوابی سوال کا کوئی جواب نہیں ہوتا کہ جو کام غیر مسلم کر لیتے ہیں وہ مسلمان کیوں نہیں کر سکتے۔ مسلم اور غیر مسلم کے ''شعبدوں'' میں وہی فرق ہے جو فرعون کے دربار کے جادو گروں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصائی اژدہا میں تھا۔ جب فرعون کے ساحروں نے رسیاں پھینک کر انہیں سانپ بنا دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنا عصا زمین پر ڈال دیں۔ وہ اژدہا بن کر ان سانپوں کو نگل گیا۔ روحانی علوم کی کئی اقسام ہیں۔ بعض پر غیر مسلم بھی قدرت رکھ سکتے ہیں جیسا کہ ایم بی بی ایس کا امتحان ہندو، سکھ، مسیحی، بدھ سب پاس کر سکتے ہیں اور علمِ طب میں نقطۂ کمال کو پا سکتے ہیں۔ انجینئرنگ میں بھی ایسا ہو سکتا ہے (اور ہوتا ہے) سوشل سائنسز کا بھی یہی معاملہ ہے۔ اسی طرح سپر چوئل سائنسز کے بعض شعبوں میں غیر مسلم بھی کمال حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ اور بات کہ بقول اقبال:

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے
مومن کا جہاں ہر کہیں ہے

نور رانجھا اپنے پیر ''صاحب'' کے ساتھ اجمیر شریف گئے، دہلی پہنچے تھے کہ پاکستان سے کسی کا فون آیا اور بھٹی صاحب کے بارے میں دریافت کیا۔ بتایا گیا کہ وہ تو اجمیر کے راستے میں ہیں۔ فون کرنے والے نے سلام عرض کیا اور بھارت میں اپنے کسی دوست کو بھی فون کر دیا اور وہ اتفاق سے گورنر تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بھٹی صاحب ''وی آئی پی'' قرار پا گئے۔ انہوں نے خدا معلوم کس لہر میں نور رانجھا سے پوچھا کہ کوئی خواہش ہے؟ (جس کے لیے دعا کی جائے) انہوں نے عرض کیا (مشہور بھارتی ہیروئن) بپاشا باسو سے ملاقات کرا دیجیے۔ اس پر بھٹی صاحب نے خفگی کا اظہار کیا کہ اجمیر شریف کا قصد ہے، درود و سلام زبان پہ ہے، اس طرح کی خواہش دل میں کیسے داخل ہو گئی؟

نور رانجھا مچل گئے، آپ نے خواہش کا پوچھا تھا، یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ یہ خواہش مومنانہ ہونی چاہیے۔ اب تو وعدہ پورا کیجیے۔ اس پر پیر صاحب نے خاموشی اختیار کر لی۔ شام کو گورنر صاحب نے عشائیے پر یاد کیا، وہاں پہنچے تو بھارت کے سکھ وزیر ثقافت بھی موجود تھے۔ نور رانجھا کی خواہش زیر بحث آئی تو سردار جی نے اپنے سیکرٹری سے کہا کہ معلوم کرو بپاشا جی کہاں ہیں، اگر دہلی میں ہوں تو صبح ناشتے پر بلالو...... چند لمحوں بعد معلوم ہوا کہ وہ دہلی ہی میں ہیں اور صبح ناشتے پر آ رہی ہیں۔ عبداللہ بھٹی اپنے ساتھی کے ہمراہ مدعو کر لیے گئے، یوں نور رانجھا کی ''پُر از شباب'' خواہش پوری ہو گئی۔ اس طرح کے کئی واقعات ان پر (یا ان کے سامنے) گزر چکے ہیں۔ انہیں آپ ''اتفاق'' قرار دینا چاہیں تو دے لیں لیکن اگر اسے کوئی دوسرا معاملہ قرار دے دیں تو اس میں بھی کیا مضائقہ ہے؟

مجیب الرحمٰن شامی

◆◆◆◆◆



# غلاموں کے غلام

حامد میر (روزنامہ جنگ، جیو ٹی وی)

ایک درویش سے بادشاہ کی ملاقات ہوئی، بادشاہ نے کہا کہ مجھ سے کچھ مانگو، درویش نے کہا کہ میں اپنے غلاموں کے غلام سے کچھ مانگنا اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ کو غصہ آ گیا اور اس نے درویش سے پوچھا کہ جناب میں آپ کے غلاموں کا غلام کیسے ٹھہرا؟ درویش نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ حرص اور امید دونوں میرے غلام ہیں اور تم حرص اور امید کے غلام ہو۔ بادشاہ اور درویش کا یہ مکالمہ حضرت سید علی ہجویری کی شہرۂ آفاق کتاب ''کشف المحجوب'' میں شامل ہے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ نے تصوف اور فقر کے بارے میں اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ فقیر وہ ہے جس کی ملکیت میں کوئی چیز نہ ہو اور کسی چیز کے حاصل ہونے سے اسے کوئی فرق نہ پڑے۔ وہ اسباب دنیا کے موجود ہونے سے اپنے آپ کو [illegible] اور ان کے نہ ہونے سے اپنے آپ کو محتاج نہ جانے اور اس کی نظر میں اسباب کا ہونا نہ ہونا برابر ہو۔ حضرت سید علی ہجویری نے ''کشف المحجوب'' کئی سو سال پہلے لکھی تھی۔ اس کتاب کا علمی و ادبی معیار اتنا بلند ہے کہ مجھ جیسے کم علم کو یہ کتاب سمجھنے کے لیے کئی بار پڑھنی پڑی۔ میں نے یہ کتاب تصوف کو سمجھنے کے لیے پڑھی۔ حضرت سید علی ہجویری اور دیگر صوفیا کے ساتھ میرا قلبی لگاؤ بچپن سے ہے۔ میں اپنی والدہ اور والد صاحب کے ساتھ ان صوفیا کے مزارات پر جاتا رہا ہوں۔ مجھے میرے والدین نے ہمیشہ یہی بتایا کہ یہ صوفی اللہ کے نیک بندے تھے۔ انہوں نے برصغیر پاک و ہند میں اپنی تعلیمات کے ذریعے اسلام پھیلایا۔ ان کے مزار پر جا کر فاتحہ خوانی کرنا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا نیک عمل ہے۔ مجھے یہ کبھی محسوس نہ ہوا کہ ان صوفیا کے اسلام اور میرے اسلام میں کوئی فرق ہے۔

11 ستمبر 2001ء کو نیویارک اور واشنگٹن میں القاعدہ کے حملوں کے بعد امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف ایک عالمی جنگ کا آغاز کیا تو بہت سے مغربی دانشوروں نے ہمیں یہ بتانا شروع کیا کہ ایک رجعت پسند اسلام ہے اور ایک لبرل اسلام ہے۔ ایک جہادی اسلام ہے، ایک صوفی اسلام ہے۔ ایک وہابی اسلام ہے، ایک بریلوی اسلام ہے۔ ایک شیعہ اسلام ہے۔ ایک دیوبندی اسلام ہے۔ فرقہ واریت دنیا کے تمام بڑے مذاہب میں موجود ہے اور اسلام میں بھی

موجود ہے لیکن جنرل مشرف کے دور میں گانے بجانے اور پینے پلانے کے لیے مشہور کچھ شخصیات نے اچانک صوفی ازم کا راگ الاپنا شروع کر دیا۔ یہ لوگ کچھ ایسا تاثر دے رہے تھے کہ شریعت اور طریقت دو مختلف چیزیں ہیں۔ نماز اور روزہ مولویت ہے جبکہ نماز اور روزے سے آزاد رہ کر اللہ ہُو کے نعرے لگانا اور دھمالیں ڈالنا صوفی ازم ہے۔ اس قسم کی باتیں سن کر میں نے بار بار ''کشف المحجوب'' سے رجوع کیا جس میں حضرت سید علی ہجویری نے واضح طور پر لکھا ہے کہ شریعت کے بنیادی اصولوں پر عمل کیے بغیر طریقت کی منزلیں طے نہیں کی جاسکتیں۔

صوفیائے کرام کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ کچھ بزرگوں نے پیار محبت، امن وسلامتی اور برابری ومساوات کی تعلیمات کے ذریعے اسلام پھیلایا اور اپنے زمانے کے مسلمان بادشاہوں کے عتاب کا نشانہ بھی بن گئے۔ حضرت نظام الدین اولیاء اور سلطان غیاث الدین تغلق کے مابین چپقلش نے تو حضرت امیر خسرو کو بھی پریشان کر دیا۔ کشمیر کے ایک حکمران سلطان سکندر نے ہندوؤں پر ظلم وستم شروع کیا اور ان کے مندر تباہ کیے تو حضرت میر سید محمد ہمدانی نے سکندر کے ان ظالمانہ اقدامات کی مذمت کی اور اسے بتایا کہ دین میں جبر کی کوئی گنجائش نہیں۔ دوسری طرف حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی مثال بھی ہمارے سامنے ہے جو صوفی بھی تھے اور مجاہد بھی تھے۔ انہوں نے اجمیر کے ہندو حکمران پرتھوی راج چوہان کے ظلم وستم سے نجات کے لیے سلطان شہاب الدین غوری کا ساتھ دیا اور ان کے بہت سے مرید پرتھوی کے خلاف لڑائیوں میں شہید ہوتے رہے۔ مجھے بغداد میں حضرت عبدالقادر جیلانی سے لے کر دہلی میں نظام الدین اولیاء اور اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتی سمیت کئی بزرگوں کے مزارات پر حاضری اور ان کی تعلیمات کے مطالعے کا موقع ملا۔ ان بزرگوں کا اسلام وہی ہے جو قرآن میں موجود ہے اور جو ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں موجود ہے۔ اسلام صرف اسلام ہے۔ اسلام نہ لبرل ہے نہ رجعت پسند ہے۔ مشکل صرف یہ تھی کہ عام لوگوں کے لیے ''کشف المحجوب'' کو پڑھنا اور سمجھنا خاصا مشکل ہے لیکن اس مشکل کو پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی نے آسان کر دیا۔ انہوں نے اپنی کتاب ''اسرارِ روحانیت'' میں کئی صوفیا کی تعلیمات کو انتہائی سادہ زبان میں اکٹھا کر دیا ہے۔

پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی نے حضرت جنید بغدادی کے الفاظ میں تصوف کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ سے وفا کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کرنا تصوف ہے۔ بھٹی صاحب نے ایک اور صوفی بزرگ شیخ عبداللہ تستری کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہمارے سات اصول ہیں کتاب اللہ سے مضبوط تعلق، پیروئ رسولؐ، رزقِ حلال، ایذا رسانی سے پرہیز، گناہ سے نفرت، توبہ اور اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی۔ صوفیا کی تعلیمات دراصل تعلیمات نبوی کا تسلسل ہیں لیکن 11 ستمبر 2001ء کے بعد مغربی دانشوروں نے صوفی ازم کے نام پر مسلمانوں کو کنفیوژ کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ صوفیا کے مزاروں پر جانے والے اچھے مسلمان ہوتے ہیں اور صوفیا کو نہ ماننے والے برے مسلمان ہوتے ہیں۔ پھر صوفیا کے مزاروں پر حملے شروع ہو گئے۔ حملے کرنے والوں کا دعویٰ تھا کہ صوفیا کے مزاروں پر بدعت ہوتی ہے۔ لوگ اللہ سے نہیں مانگتے قبر سے مانگتے ہیں۔ یہ صرف جہالت اور کم علمی تھی۔ اصلی صوفی وہی ہے جو حضرت علی ہجویری اور شیخ جنید بغدادی کی طرح شریعت کے راستے پر چلتا ہے۔ پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی نے ان صوفیا اور عام



مسلمانوں میں فرق بھی بیان کیا ہے اور فرق کی وجہ بھی لکھ دی ہے۔ صوفی کرامت کر سکتا ہے۔ عام مسلمان صرف دعا کر سکتا ہے۔ صوفی کی کرامت کے پیچھے اس کی ریاضت ہوتی ہے۔ صوفی قرآن پاک کی کسی آیت کا ورد کرے تو اس میں بھی اس آیت کے الفاظ کی طاقت آجاتی ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ کو آیت کے الفاظ کا مطلب بھی معلوم ہو۔ ''اسرارِ روحانیت'' میں پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی نے کچھ اپنے تجربات بھی بیان کیے ہیں۔ انہوں نے کلام پاک کی طاقت سے کچھ کرامتیں کر دکھائیں لیکن میں ان کرامتوں کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ کرامتیں اس کتاب میں پڑھیں کیونکہ اس کتاب میں صوفیا کی تعلیمات کی روشنی میں کہا گیا ہے کہ تکبر سے بچو، خدا کے سامنے جھکنے سے انکار کو اپنے لیے عار سمجھنا بھی تکبر ہے۔ اس کتاب میں کہا گیا ہے کہ انسان کے دل میں حسد اور ایمان اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ حسد سے بچو، جھوٹ مت بولو، ظلم نہ کرو۔ اس کتاب میں عجلت پسندی سے پرہیز کو بھی صوفیا کی صفت قرار دیا گیا ہے کیونکہ قرآن پاک بھی عجلت پسندی کی مذمت کرتا ہے۔ سب سے اہم صفت خوفِ خدا ہے، دل میں خوفِ خدا آجائے تو انسان کئی برائیوں سے بچ جاتا ہے۔ صوفیا کے اسلام اور قرآن کی تعلیمات میں کوئی فرق نہیں۔ پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی اپنی تحقیق اور تلاش پر مبارکباد کے ساتھ ساتھ شکریے کے مستحق ہیں۔ انہوں نے ''اسرارِ روحانیت'' کے ذریعے ہمیں بتایا کہ ہم تو غلاموں کے غلام ہیں۔ ہمارے حکمران بیرونی طاقتوں کے غلام اور بیرونی طاقتیں شیطان کی غلام۔ اگر ہم روحانی قوت حاصل کر لیں تو اس غلامی سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ روحانی قوت اللہ اور اس کے نبیؐ کی غلامی میں ہے۔

حامد میر

◆◆◆◆◆

[illegible] ولی مان لیا لیکن پروفیسر صاحب کا کہنا نہ صرف دیواریں مانتی ہیں بلکہ ظالم اور جابر قسم کے [illegible] تائب ہو کر بھاگ اٹھتے ہیں جنہوں نے خلقِ خدا کا جینا حرام کر رکھا ہوتا ہے۔ نابینے دیکھنے اور [illegible] لگتے ہیں اور یہ صرف ان کی روحانی قوت کا کرشمہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی اور ان کے مرشد کی [illegible] ارزانی کی گئی ہے۔ وہ بیماروں کو شفا دیتے اور وہ تھوڑے ہی عرصے میں بھلے چنگے ہو جاتے ہیں۔ [illegible] طالبِ دعا اور حاجت مندوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ علامہ اقبال ٹاؤن میں ان کی رہائش گاہ پر لگے رہتے ہیں [illegible] کوئی معاوضہ طلب یا قبول نہیں کرتے۔

[illegible] رسائی کی پوری داستان انہوں نے اپنی کتاب ''اسرارِ روحانیت'' میں تفصیل سے بیان کی [illegible] ایک دعوت نامہ ہے کہ کس طرح آپ اپنی زندگی کو قرآنی احکامات کے مطابق گزار سکتے ہیں اور [illegible] کی سیڑھیاں چڑھ سکتے ہیں اور کس طرح وہ عظیم قوت حاصل کر سکتے ہیں جو بظاہر انسانی عقل و فہم [illegible] اور جس کا واحد مقصد بھی خلقِ خدا کی خدمت اور ان کے دکھ درد بانٹنا ہے۔

[illegible] کے آغاز میں عطاء الحق قاسمی، ڈاکٹر اجمل نیازی، طارق اسماعیل ساگر، بانو قدسیہ اور دیگران نے [illegible] کے ساتھ اپنی ملاقات کا احوال بیان کیا ہے بلکہ اس تحفہ کتاب پر اپنے اپنے انداز میں سیر حاصل تبصرہ بھی [illegible] پروفیسر صاحب کے روحانیات کے اس پراسرار سفر سے لطف اندوز اور مستفید ہوئے ہیں۔ یہ سعادت [illegible] الرحمٰن شامی نے بھی حاصل کی ہے اور پچھلے دنوں شائع ہونے والے اپنے کالم میں پروفیسر صاحب [illegible] کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کیے ہیں جبکہ یہ کتاب اس سے پہلے چھپ چکی تھی؛ ورنہ ان کی وہ انتہائی [illegible] مطالعہ تحریر بھی اس تصنیفِ لطیف میں شامل ہوتی۔ تاہم، یہ ایک صدقہ جاریہ ہے اور ابھی بے شمار اہلِ قلم و [illegible] حاصل کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ!

[illegible] عجیب و غریب کتاب ہے، جس کے اوصاف حمیدہ کا احاطہ کسی مختصر تحریر میں نہیں کیا جا سکتا اور جس کا سب [illegible] نہ صرف آدمی خود یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ محض اپنی کوتاہی کے باعث اتنی بڑی نعمت سے محروم رہا بلکہ اس [illegible] کے مطالعہ سے خود اس کے اندر اس بیش بہا سفر کی تمنا پیدا ہوتی ہے، جس کے مراحل اس میں نہایت خوبی [illegible] ہیں حتیٰ کہ اگر وہ پختہ ارادے اور تھوڑی سی ہمت سے بھی کام لے تو وہ خود سفر کا آغاز کر کے اپنی [illegible] کی تلاش کر سکتا ہے، آخر اس سے بڑا کرشمہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

[illegible] دلچسپ حقیقت ہے کہ پروفیسر صاحب کے اس مبارک روحانی سفر کی ابتدا علم الاعداد اور پامسٹری وغیرہ [illegible] اگر آپ چاہیں تو وہ آپ سے تاریخِ پیدائش پوچھ کر نہ صرف آپ کی عمرِ گزشتہ کھول کر بیان کر دیں گے [illegible] آنے والے دیگر واقعات سے بھی پردہ اٹھا دیں گے اور جن میں کچھ ایسے واقعات بھی شامل ہوں گے جنہیں [illegible] ہو کر رہ جائیں۔ اس لیے آپ کے ماضی کا اس تفصیل کے ساتھ کریدا جانا اور اس طرح آپ کی [illegible] آپ کے لیے بھی پشیمانی اور ندامت کا باعث ہو، اسی لیے اکثر حضرات درمیان میں ہی حوصلہ

# ''آئیے پیدا ہو جائیں''

ظفر اقبال (نامور شاعر)

ہمارے عہد کے اقوالِ زریں میں سے ایک یہ ہے کہ جس نے لاہور نہیں دیکھا، وہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ تاہم اس میں ایک مزید قولِ زریں کا اضافہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ جس نے (لاہور میں رہتے ہوئے بھی) پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کی زیارت نہیں کی، اس کا بھی ابھی تک پیدا ہونا مشکوک ہی ہے اور جن میں، خود میں بھی شامل ہوں، لہٰذا ہم سب لوگوں کو اس صحیح معنوں میں پیدا ہونے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

کہتے ہیں کہ ولی را ولی می شناسد، اس لیے کہ وہ ولی حتی الامکان پردۂ اخفا میں رہتا ہے اور کسی پر ظاہر نہیں ہوتا اور اس سے روشناس ہونے کے لیے خود ولی ہونا ضروری ہے، لیکن ہمارا پروفیسر ایک وکھری ٹائپ کا ولی ہے جو دوسروں کو علی الاعلان دعوتِ فیض دیتا ہے، ورنہ جن ''اولیائے کرام'' سے اب تک ہمیں رسائی حاصل رہی ہے، ان میں شاعر ولی دکنی اور اسفندیار ولی ہی ہمیں دستیاب ہو سکے ہیں۔ ولی دکنی نے اردو شاعری کی بنیاد رکھی اور اسفندیار ولی اپنے علاقہ کے لوگوں کو سیاسی رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

کچھ مثالیں اور بھی ہیں مثلاً جولاہوں کے ایک گاؤں میں (جولاہے حضرات سے معذرت کے ساتھ کہ آج کل ٹیکسٹائل مل مالکان کو بھی ماڈرن جولاہے ہی قرار دیا جاتا ہے) ایک شخص نے صبح سویرے چوک میں ساری آبادی کو جمع کیا اور کہا میں ولی ہو گیا ہوں، اس لیے مجھ پر ''ایمان لاؤ'' لوگوں نے کہا کہ تم اپنی کوئی کرامات دکھاؤ تا کہ تمہیں ولی مانا جا سکے۔ اس پر موصوف نے کہا کہ یہ جو سامنے دیوار ہے، اگر میں اسے کہوں کہ چل کر میرے پاس آئے اور اگر وہ واقعی چل کر میرے پاس آ جائے تو کیا تم مجھے ولی مان لو گے؟ جس پر لوگوں نے کہا کہ یقیناً مان لیں گے۔ چنانچہ اس نے دیوار کو حکم دیا کہ وہ چل کر اس کے پاس آئے لیکن دیوار ٹس سے مس نہ ہوئی۔ اس نے دوسری بار حکم دیا تو پھر بھی دیوار پر کوئی اثر نہ ہوا۔ جب تیسری بار حکم دینے پر بھی دیوار چل کر اس کے پاس نہ آئی تو وہ بولا کہ جو سچا ولی ہوتا ہے، اس میں غصہ نہیں ہوتا۔ اگر دیوار چل کر میرے پاس نہیں آئی تو کوئی بات نہیں، میں خود اس کے پاس چل کر چلا جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ چل کر دیوار کے

چھوڑ جاتے ہیں اور یہ سلسلہ بند کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔

اس کتاب کو پڑھ کر پہلا تاثر یہ قائم ہوتا ہے کہ ہم اب تک ایک جعلی زندگی بسر کرتے چلے آئے ہیں جبکہ اصلی زندگی کا آغاز کرنے کا طریقہ اس میں کمالِ صراحت سے بیان کر دیا گیا ہے۔ نیز یہ احساس ہوتا ہے کہ اب بھی صحیح معنوں میں جینے کا آغاز کیا جا سکتا ہے اور جس کے لیے کسی طرح کی رہبانیت اور ترکِ دنیا کی بھی ضرورت نہیں اور دنیا میں رہ کر بھی اس راستے پر شروعات کی جا سکتی ہیں۔ اس سفر کے مراحل میں نے کھول کر بیان اس لیے نہیں کیے کہ آپ اس گلزارِ نجات میں خود داخل ہو کر اس کے فیوض و برکات کا اندازہ لگائیں اور دیکھیں کہ یہ آپ کے ذوق و شوق کو مہمیز کس طرح سے لگاتی ہے۔ پروفیسر صاحب نے یہ کتاب تصنیف کر کے راہ سے بھٹکی ہوئی قوم کی رہنمائی کس خوبصورت انداز میں کی ہے۔

مجھے بھی رزق مل جاتا ہے اکثر میرے حصے کا
وہ کیڑا ہوں ظفر، جو پیار کے پتھر میں رہتا ہے

ظفر اقبال

◆◆◆◆◆



# روحانیت اور میرا تجربہ

بانو قدسیہ

روحانیت کے بارے میں میرا علم کتابی نہیں ہے تھوڑا بہت اکتسابی ہے۔ اس لیے اس بات سے متعلق میرا علم کوئی گہرا اور یقینی نہیں بن پایا جیسے کہ یہ تکون کچھ یوں بنتی ہے۔ سالک، مرشد اور خالق۔ پھر لاکھوں اور کروڑوں سالکوں میں سے کوئی ایک ہی ایسا ہوتا ہے جو اس مقام تک پہنچتا ہے جہاں سالک اور خالق کے درمیان مرشد کی ذات بھی حائل نہیں رہتی۔ میرے علم کا پہلا پڑاؤ اشفاق صاحب' دوسرا پڑاؤ بابا جی نور والوں کا ڈیرہ پاک' اور جو کچھ وہاں دیکھا اور سیکھا اس کی وضاحت کیلئے مجھے پھر سے اشفاق صاحب ہی کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا کیونکہ عورت عارفِ دنیا ہوتی ہے۔ اس لیے جب میں نے بابا جی نور والوں کے ڈیرے پر یہ منظر دیکھا کہ بابا جی لنگر پکاتے ہیں اور آنے والے معزز مہمانوں کو کھانا تقسیم کرتے ہیں تو میرے دل و دماغ پر روحانیت کی جو سادہ سی تصویر بنی وہ کچھ ایسی ہی تھی اور میں سمجھا کرتی تھی کہ شاید لوگ مخلوقِ خدا کی خدمت کے لیے وقف کر دینے کو ہی روحانیت کہتے ہیں۔ جب میں نے خاں صاحب سے پوچھا تو وہ اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہنے لگے قدسیہ مخلوق کی تواضع بھی خالق کی رضا کے حصول کا ایک بہترین شارٹ کٹ ہے بابا جی نور والوں کے ڈیرے پر تصوف کا جو رنگ ہمیں نظر آیا وہ یہ تھا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے' سب مریدین نماز کے لیے تیار بیٹھے ہیں اور مرشد کا انتظار کر رہے ہیں اور مرشد ایک مہمان کو کھانا کھلانے میں مشغول ہیں اور اپنے مریدین سے فرما رہے ہیں کہ بیٹا آپ لوگ نماز پڑھو میں مہمان کو کھانا کھلا رہا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ مہمان کھانا کھا رہا ہے اور بابا جی پاس کھڑے ہیں' مہمان بولا بابا جی آپ جائیں نماز پڑھیں میں خود کھانا کھا لوں گا تو آپ فرماتے ہیں نہیں بیٹا! آپ آرام سے کھانا کھاؤ نماز کی قضا تو ہے خدمت کی کوئی قضا نہیں ہوتی۔ درسِ تصوف کے سلسلے میں جو اہم ترین نقطہ میری سمجھ میں آیا وہ کچھ اس طرح ہے' ایک بار اشفاق صاحب نے بابا جی نور والوں سے پوچھا بابا جی اگر آپ اجازت دیں تو ہم ایک مدرسہ بنانا چاہتے ہیں بابا جی نے پوچھا وہاں آپ کیا کریں گے؟ خاں صاحب بولے بابا جی ہم نے جو اچھی باتیں آپ سے سنی اور سیکھی ہیں وہ تمام باتیں مدرسے کے بچوں کو بتائیں گے اور ان کو سمجھانے کی کوشش کریں گے۔

یہ سن کر باباجی فرمانے لگے نہ بچہ اس کی ضرورت نہیں۔

خاں صاحب نے پوچھا وہ کیوں باباجی؟ بابا سرکار بولے بیٹا دوسروں کو کچھ نہیں بتانا خود کو بتانا ہے‘ کسی کو نہیں سکھانا بلکہ خود سیکھنا ہے۔ جب میں نے خاں صاحب سے باباجی کی اس بات کی وضاحت چاہی تو انہوں نے کہا قدسیہ باباجی کی اس بات کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان دوسروں کو بتانے اور سکھانے میں مصروف ہوجاتا ہے تو پھر اپنی ذات پر سے اس کی توجہ بالکل ہٹ جاتی ہے اور وہ لاشعوری طور پر یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میں سیکھ گیا ہوں اب مجھے دوسروں کو سکھانا چاہیے۔

جب کہ حقیقت تو یہ ہے کہ سیکھنے کا عمل تو ساری زندگی جاری رہتا ہے۔ پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کی کتاب ’’اسرارِ روحانیت‘‘ کے پہلے حصہ میں پروفیسر صاحب نے اپنے روحانی سفر کو بیان کیا ہے۔ اس سفر میں جو اہم بات ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ کہ پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کو روحانی سفر میں کامیابی حاصل کرنے کے سلسلے میں بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کا سب سے بڑا سبب خود انہوں نے ہی بیان کر دیا ہے کہ انہیں باوجود کوشش کے کوئی مرشد نہیں مل سکا جو ان کی سلوک کے راستے میں مشکل مقامات پر راہنمائی کرتا۔ وہ کئی مواقع پر مرشد کی کمی محسوس کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ کاش میرا کوئی مرشد ہوتا جس کو میں اپنے حال سے آگاہ کرتا اور وہ میری راہنمائی کرتا۔ اس مشکل سفر میں یقیناً اللہ کی ذات ان کی راہنمائی کر رہی تھی جس کی وجہ سے پروفیسر صاحب ہمت اور استقامت سے اپنے روحانی سفر میں آگے بڑھتے رہے لیکن پروفیسر صاحب کی اس بات سے مرشد کی اہمیت بھی اجاگر ہوتی ہے کہ انہیں ہر سالک‘ صوفی اور کتاب مرشد مرشد پکارتی نظر آتی ہے۔

گزارش یہ ہے کہ روحانیت کو جاننے اور سمجھنے والے اور مستقل پڑھنے والوں کیلئے ان باتوں میں کوئی ابہام نہیں ہے لیکن وہ قاری جو پہلی بار روحانیت پر کوئی کتاب پڑھے گا وہ جب اس مقام پر پہنچے گا جہاں پروفیسر صاحب فرماتے ہیں میں اس سلسلے میں بہت سارے بزرگوں سے ملا اور ملک کے دور دراز علاقوں میں بزرگوں سے ملاقاتیں بھی کیں لیکن دو چار ملاقاتوں کے بعد دل بھر جاتا مطمئن نہ ہوتا جو تصور میرے دل میں مرشد کا تھا کوئی بھی ویسا نہ تھا۔ بے شمار بزرگوں اور گدی نشینوں سے ملا لالچ اور جھوٹ ہی نظر آیا۔ اس مقام پر پہنچ کر قاری کو ایک استاد کی ضرورت محسوس ہوگی جس سے وہ سمجھ سکے اور پوچھنے کی جسارت کر سکے کہ یہ دنیا واقعی اللہ کے دوستوں سے خالی ہوگئی ہے اور کیا اب ہر طرف لالچ اور جھوٹ ہی رہ گیا ہے۔ پھر استاد اسے جواب دے گا ایسا نہیں ہے‘ یہ دنیا کبھی بھی اللہ کے دوستوں سے خالی نہیں ہوتی‘ ہر دور میں اللہ کے پیارے موجود ہوتے ہیں اور اپنی اپنی ڈیوٹی پر موجود ہوتے ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ سالک اگر اپنے دل میں صدق پیدا کرلے تو مرشد خود چل کر اس کے دروازے پر پہنچ جائے گا۔ گویا سالک کا صدق اس کو تلاش کی دشواریوں سے بچائے گا۔

اس کتاب میں سالکوں کے لیے بہت کچھ ہے جیسے روحانیت اور عصرِ حاضر کے باب میں آج کے انسان کی دین سے دوری کے اسباب بڑے مفصل انداز میں بیان کردیے گئے جو ہمارے لیے فکر کا کافی سامان مہیا کرتے ہیں۔

یہاں پر ایک خوبصورت مثال بھی ہے آگ اور پانی کی کہ جب ہم پانی کو گرم کرنا چاہتے ہیں تو کسی برتن میں ڈال کر آگ پر رکھنا پڑتا ہے بغیر برتن کے وسیلے کے پانی کو آگ پر گرم نہیں کیا جاسکتا۔ اس سے بھی مرشد کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اس کتاب میں Quick & Visionable Return کی بات بھی بیان کی گئی ہے اس سلسلے میں بھی ایک واقعہ بیان کرنا چاہتی ہوں۔ ایک شخص قبرستان میں جا بیٹھا۔ اس نے اپنے سامنے کسی درخت کی ایک سوکھی شاخ زمین میں گاڑ دی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور اللہ اللہ کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد کسی دوسرے شخص کا وہاں سے گزر ہوا تو اس نے پوچھا آپ یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہیں۔ وہ بولا میں اللہ کا ذکر کر رہا ہوں اور میں نے اپنے سامنے زمین میں سوکھی شاخ لگا دی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے ذکر کی قبولیت ہوگی تو یہ شاخ ہری ہوجائے گی۔

دوسرے شخص نے بھی ایک سوکھی شاخ لی اور زمین میں دبا کر بیٹھ گیا کچھ دیر بعد کسی طرف سے آواز آئی جیسے کسی پیاسے کی پکار ہو پانی پلا دو پانی پلا دو یہ آواز سن کر پہلا شخص ویسے ہی بیٹھا رہا جب کہ دوسرا شخص فوراً اٹھا اور آواز کی جانب چل پڑا اور پانی پلا کر واپس آکر پھر سے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوگیا کچھ ہی دیر گزری تھی کہ دوسرے شخص نے دیکھا کہ اس کی سوکھی شاخ ہری ہوچکی ہے۔ میں امید کرتی ہوں کہ عبداللہ بھٹی صاحب نے ہمیں روحانیت کے ان شارٹ کٹ سے آگاہ کیا ہے روحانیت کے طالب علم ان پر عمل پیرا ہوکر کامیابیاں حاصل کریں گے اور عبداللہ بھٹی کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ’’اسرارِ روحانیت‘‘ ایک خوبصورت اور علمی کتاب ہے اور سالکین کے لیے وہ سب بکھرا پڑا ہے جن پر عمل پیرا ہوکر وہ روحانی ترقی کرسکتے ہیں۔ اللہ آپ کو آسانیاں عطا فرمائے اور آسانیاں تقسیم کرنے کا ظرف عطا فرمائے۔

**بانو قدسیہ**
داستان سرائے‘ ماڈل ٹاؤن‘ لاہور

◆◆◆◆◆

# حالات بدلنے کے لیے خیالات کا بدلنا ضروری ہے

ڈاکٹر اجمل نیازی

پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب نے دین و دنیا کی یکجائی سے یکتائی پائی ہے۔ رحمت اللعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخرت میں جنت کا وعدہ لے کر آئے تھے وہ اس دنیا کو بھی جنت بنانے آئے تھے۔ وہ جنت انہوں نے بنا کر بھی دکھائی مگر آج کے مسلمان دوزخ میں ہی رہنا چاہتے ہیں۔ قبلہ پروفیسر صاحب لوگوں کو روحانی اسرار سے آشنا کر کے اسی جنت گم گشتہ میں لے جانا چاہتے ہیں۔ یہ کھوئی ہوئی جنت ہر آدمی کے اپنے پاس ہے بس وہ دین وہ دنیا کے معاملات میں یکسانیت لا کے زندگی گزارنے کا ارادہ کرے۔

محترم پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب سے ملیں جو شب و روز دکھی انسانیت کی بے لوث خدمت کر رہے ہیں۔ موجودہ دور مادہ پرستی کا دور ہے۔ ہر بندہ اپنے مفادات کے پیچھے دوڑ رہا ہے لیکن اس دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے پروفیسر صاحب جیسے لوگ پیدا کیے ہیں جو تفرقہ بازی سے آزاد ہو کر لوگوں کی خدمت کر رہے ہیں خوش قسمت ہیں وہ لوگ اور معاشرہ جہاں پر پروفیسر صاحب جیسے لوگ موجود ہیں۔ پروفیسر صاحب کی صحبت میسر نہ ہو تو ان کی یہ کتاب پڑھیں، پھر معرکۂ روح و بدن میں وہ مقام آئے گا کہ آدمی کے حالات ضرور بدلیں گے۔

حالات بدلنے کے لیے خیالات کا بدلنا ضروری ہے قبلہ پروفیسر صاحب کی کتاب خیالات بدلے گی اور پھر حالات خود بخود بدل جائیں گے۔ معروف دانشور صوفی واصف صاحب نے کہا کہ:

لوگ جنت میں جانا چاہتے ہیں مگر مرنا نہیں چاہتے۔ جو مرنا نہیں چاہتے وہ اس زندگی کو جنت بنا لیں پھر وہ مرنے سے نہیں ڈریں گے۔ مرنا بھی ایک طرح کی زندگی ہی ہے، زندگی کے بعد ایک ایسی زندگی جس کی جھلک اس زندگی میں دیکھی جا سکتی ہے۔ تصوف کے مختلف مراحل ہیں کئی مراقبے کرنے پڑتے ہیں۔

پروفیسر صاحب نے بھی کئی مراقبے کیے۔ قبلہ کی کتاب میں آپ کا تلاشِ حق کے سفر میں مراقبہ اور مراقبہ میں کیفیات اور مشاہدات قابلِ دید ہیں۔ ایک مراقبہ یہ بھی ہے "موتوا قبل ان تموتوا" مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ جو اس اسرار بھری حقیقت کو پا لیتا ہے پھر اس کے لیے جینا مرنا ایک جیسا ہو جاتا ہے پھر وہ مرنے کے بعد بھی نہیں مرتا۔ یقین نہیں



آتا تو داتا گنج بخشؒ کے مزار پر چلے جاؤ وہ قبر میں بھی زندہ ہیں اور ہم چلتی پھرتی لاشیں۔

باھو اتھے اوہو جیندے
قبر جنہاں دی جیوے ہو

پھر بھی یقین نہیں آتا تو قبلہ بھٹی صاحب کے پاس دو گھڑیاں گزار لو ورنہ ان کی کتاب "اسرارِ روحانیت" پڑھ لو تو آپ سے اس طرح ملاقات ہوگی کہ موت بھی آپ پر رشک کرے گی۔

قبلہ بھٹی صاحب کی کتاب بہت سادہ اسلوب میں لکھی گئی۔ آپ کے شاگردوں نے آپ کے لیکچرز کو خوبصورتی سے اکٹھا کیا ہے۔

ایسا محبوب اسلوب بھی اسی کو ملتا ہے جو محبتوں کی خوشبو پھیلاتا ہے، لوگوں کے دکھوں کو کم کرنے کا جتن کرتا ہے۔ دکھوں کو پیغمبر اور ولی بھی ختم نہ کر سکے مگر انہوں نے ایسا سلیقہ تو دیا کہ دکھ بانٹنے کس طرح ہیں۔ دکھوں میں شریک ہونا بھی دکھوں کو سکھوں میں بدلنے کے مترادف ہے۔ ہم کبھی دکھ کو الگ سے بیان نہیں کرتے یہ ہمیشہ کہتے ہیں کہ وہ ہمارے دکھ سکھ کا ساتھی ہے۔ ایسا ساتھی اب ملتا نہیں مگر مل جاتے ہیں ایسے لوگ، ڈھونڈو تو سہی۔ پروفیسر صاحب کی ذات اور ان کی کتاب تو ایسا وصف ہے جو دکھ سکھ کا ساتھی ہے۔ مجھے ان کی کتاب میں بہت ساری کیفیتیں مل گئیں ہیں۔

زندگی دو چیزوں کا مرکب ہے۔

Mysteries (اسرار) اور Miseries (دکھ) جو چیز پراسرار نہیں وہ پرکشش بھی نہیں۔

صوفیا کی کوشش اور خواہش یہی ہے کہ رازوں کی حفاظت کی جائے، راز تو دو آدمیوں کے پاس نہیں ہوتا۔ راز کو فروغ کس طرح دیا جائے صوفیا نے کہا کہ دوسروں کو اپنا ہمراز بنا لو اور جو ہمراز بنے گا وہ ہمسفر بھی ہوگا۔ قبلہ پروفیسر صاحب نے لوگوں کو اسرار والے کی کمائی ہے جو اس مقام تک آتا ہے وہ ہمسفر بھی بن جاتا ہے اور جو قبلہ پروفیسر صاحب کا ہمدم بن گیا اسے دنیا میں اقبال کی۔ دکھ پھر دکھ نہیں رہتے دکھ سکھ بن جاتے ہیں۔ قبلہ پروفیسر صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ منتخب کر کے دنیا میں بھیجتا ہے۔ ایسے لوگ غنیمت ہیں اور نعمت ہیں جو اسرار کو انوار بناتے ہیں۔ اس طرح روحانیت کی روشنی پھیلتی ہے۔ قبلہ بھٹی صاحب سے جب بھی ملاقات ہوئی محبت و اخلاص احترام کی خوشبو آئی۔ کسی فقیر سے پوچھیں جو روحانیت اور رومانیت کو رلا ملا کر عشق بنا تا ہے عشق والوں کو کبھی کوئی غم نہیں ہوتا۔ زندگی میں عشق و مستی کی بہار لانے کیلئے دل والوں سے ملنا ضروری ہے۔

تو بسم اللہ کیجئے قبلہ پروفیسر صاحب سے ملیں جو علامہ اقبال ٹاؤن میں شب و روز دکھی انسانیت کی بلا معاوضہ خدمت کر رہے ہیں۔

روزانہ بے شمار روحانی و جسمانی امراض لے کر لوگ قبلہ پروفیسر صاحب کے پاس آتے ہیں اور اپنا دامن خوشیوں سے بھر کر واپس جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبلہ بھٹی صاحب کو اور ہمت اور صحت دے تا کہ وہ دکھی انسانیت کی مزید خدمت کر سکیں۔ جو لوگ مل نہیں سکتے وہ پروفیسر صاحب کی کتاب "اسرارِ روحانیت" ضرور پڑھیں۔

ڈاکٹر اجمل نیازی
ممتاز دانشور و کالم نگار روزنامہ نوائے وقت

◆◆◆◆◆

# خوبصورت ملاقات

طارق اسمٰعیل ساگر

تصوف کیا ہے؟ روحانیت کسے کہتے ہیں؟ دین سے ان کا کیا تعلق ہے؟ اسلام میں تصوف کی حدود کیا ہیں؟ اور کیا تصوف کو صرف اسلام تک محدود کیا جاسکتا ہے' دیگر مذاہب میں کیا اس کا تصور موجود نہیں؟ یہ اور ایسے بہت سارے سوالات کبھی کبھی میرے دل ودماغ میں بھی جنم لیتے ہیں لیکن میں خود کو یہ تھپکی دے کر سلا دیتا ہوں کہ میرا ان باتوں سے کیا لینا دینا' حقوق اللہ اپنی ہمت کے مطابق پورے کرو' حقوق العباد کو حرزِ جان بناؤ اللہ اللہ خیری سلا۔ کبھی کسی اللہ والے کی صحبت نصیب ہو جائے تو اپنی مراد کے لئے ہاتھ پھیلاؤ۔ قسمت میں ہوا تو وسیلہ کارگر ہو جائے گا ورنہ جیسے تیسے زندگی چل رہی ہے۔

ٹھہرے ہوئے پانی میں ایک روز زور کا چھناکا ہوا جب مجتبیٰ شاہ صاحب میرے پاس تشریف لائے۔ ٹائپ شدہ کاغذات کا پلندہ میرے حوالے کیا اور اپنے مرشد جناب پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کا حکم سنایا کہ ان کی اس کتاب ''اسرار روحانیت'' پر تبصرہ لکھوں۔ میں زندگی میں اس سے پہلے کبھی مجتبیٰ شاہ یا پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب سے نہیں ملا۔ میرا روحانیت سے دور دور تک کوئی علاقہ نہیں رہا لیکن یہ ''ڈیوٹی'' لگانے والے نابغۂ روزگار اور صاحبِ امر ہوں تو مجھ ایسے نالائق کا چونکنا لازم تھا۔ اللہ والوں کی کوئی بات اور حرکت حکمت سے خالی نہیں ہوتی لہٰذا میں نے عبداللہ بھٹی صاحب کی کتاب کا مطالعہ شروع کیا' میں نے پورا الرٹ ہو کر مطالعہ شروع کیا۔ کتاب کا پہلا حصہ ''تلاشِ حق'' عبداللہ بھٹی صاحب کی روحانی آپ بیتی پر مشتمل ہے۔ میں جیسے جیسے قبلہ بھٹی صاحب کا روحانی سفرنامہ پڑھتا گیا ایک سحر میں مبتلا ہوتا گیا قبلہ بھٹی صاحب جن حالات وکیفیات اور مشاہدات سے گزرے ہیں وہ قابلِ حیرت ہیں۔ آپ کی روحانی کیفیات اور مشاہدات ایسے تھے کہ میں بری طرح سحر میں مبتلا ہو گیا۔ آگے باقی کتاب کا مطالعہ کیا تو قبلہ بھٹی صاحب کے مطالعہ علم، روحانیت اور تصوف کا نہ صرف میں قائل ہو چکا تھا بلکہ قبلہ بھٹی صاحب کے سحر اور عشق میں مبتلا ہو چکا تھا کیونکہ ''اسرار روحانیت'' معلومات کا ایک انمول خزانہ ہے۔



میرے اندر شدید خواہش بیدار ہو چکی تھی کہ فوری طور پر قبلہ پروفیسر صاحب سے ملاقات ہو لہٰذا میں نے مجتبیٰ شاہ سے فون پر درخواست کی کہ میں پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ دو دن بعد مجتبیٰ شاہ کا فون آیا کہ میں پروفیسر صاحب کو لے کر آ رہا ہوں۔

میں شدت سے قبلہ بھٹی صاحب کا انتظار کر رہا تھا۔ آخر کار انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور شاہ صاحب ایک نوجوان کے ساتھ جو پینٹ شرٹ میں ملبوس تھا میرے کمرے میں داخل ہوئے۔ میں ان کے پیچھے دیکھ رہا تھا کہ وہ باریش بزرگ عبداللہ بھٹی صاحب کدھر ہیں؟ میرے سامنے کھڑے نوجوان بولے ساگر صاحب! جن کو آپ ڈھونڈ رہے ہیں وہ عبداللہ بھٹی میں ہوں' اکثر لوگوں کو مجھ سے مل کہ حیرت اور مایوسی ہوتی ہے۔ میں حیرت سے یہی سب سن رہا تھا کیونکہ میں کسی باریش بزرگ کے انتظار میں تھا۔

ہم بیٹھ گئے پروفیسر صاحب نے کہا ساگر صاحب آپ سے الگ ملنا چاہتا ہوں لہٰذا شاہ صاحب کو دوسرے کمرے میں بیٹھا دیا گیا۔ بھٹی صاحب نے میرا نام تاریخ پیدائش اور والدہ کا نام پوچھا۔ چند لمحے خاموشی کے بعد جب بھٹی صاحب بولے تو میری حیرت تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔

بھٹی صاحب نے میرے جسمانی عوارض، مالی معاملات، اولاد، ماضی اور حال کو اس طرح بیان کیا جیسے میرے ساتھ ان کا پرانا تعلق ہو۔ میرے ناول، ٹی وی ڈراموں اور فلموں تک تفصیلاً بات چیت کی۔ میں شروع میں حیرت زدہ پھر اور آخر میں خوف زدہ اور ان کی روحانیت کا قائل ہو چکا تھا۔

کیونکہ بھٹی صاحب نے وہ باتیں بھی کیں جو صرف میں جانتا تھا۔ یہ ہماری پہلی ملاقات تھی اس کے بعد اب کئی بار ملاقات ہو چکی ہے اور میں کئی بار پروفیسر صاحب کے اقبال ٹاؤن میں گھر کے اوپر آستانہ پر بھی جا چکا ہوں جہاں پر جمعہ کے روز پورے پاکستان بلکہ بیرونِ ملک سے سیکڑوں لوگ اپنے روحانی اور جسمانی مسائل کے سلسلے میں آتے ہیں اور اپنی جھولیاں خوشی سے بھر کر واپس جاتے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ بھٹی صاحب کو اور توفیق دے خدمت کی کیونکہ ایسے لوگوں کی ہمارے معاشرے کو سخت ضرورت ہے۔

عبداللہ بھٹی صاحب کے حکم پر یہ عرضداشت پیشِ خدمت ہے۔ میرے ناقص مطالعے کے مطابق خواہشات نفس اور شیطانی راہ سے بچ کر اللہ تعالیٰ کے قرب، وصال کی راہ تلاش کرنا اصطلاحِ تصوف میں طریقت کہلاتا ہے چنانچہ سلوک میں سالک سب سے پہلے مرشد کامل تلاش کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا رازدان اور امانتِ حق کا متحمل ہوتا ہے وہ سلوک و طریقت میں ماہرِ اسرار و رموزِ طریقت سے واقف اور عارف ہوتا ہے۔

ابوبکر الکتانی (233ھ) نے فرمایا:

تصوف خلق کا نام ہے جو خُلق میں تجھ سے بہتر ہوگا وہ صفا میں بھی تجھ سے بڑھا ہوگا۔

ابومحمد الجریری (311ھ) نے فرمایا:

ہر اعلیٰ اور عمدہ خلق میں داخل ہونا اور ہر رذیل عادت سے باہر نکلنا تصوف ہے۔ ابوالحسنین النوری فرماتے ہیں:

تصوف نہ رسم ہے نہ علم بلکہ خُلق کا نام ہے' پھر فرمایا۔ تصوف دراصل حریت کرم، بے تکلفی اور سخاوت کا نام ہے۔

ابوبکر الکتانی کا یہ قول تصوف کی تعریف اور جامعیت کا شاہکار ہے' آپ نے فرمایا ہے:

تصوف صفا یعنی تزکیہ اور مشاہدہ کا نام ہے۔

اِس قولِ فیصل میں پہلی بات (صفا) سبب ہے اور دوسری بات (مشاہدہ) غایت اور مدعا ہے۔ یہ بڑی جامع تعریف ہے جس میں سالک کی منزل کا بھی ذکر ہے اور اس راستے کا بھی جو سالک کو منزل تک لے جاتا ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا۔ اس منزل کا راستہ یہ ہے کہ پہلے مجاہدہ کرے' صفاتِ مذمومہ کو مٹائے' تمام تعلقات کو توڑ ڈالے اور پوری طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہو جائے۔ جب یہ سعادت حاصل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حل کا متولی بن جاتا ہے اور علم کے انوار سے اس کو منور کرنیکا ذمہ لے لیتا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ تصوف دراصل معرفت کی چابی ہے۔ عرفان، باطنی کشف اور الہام کے ذریعے حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کا نام ہے۔ یہ وہ کوشش اور جستجو ہے جو تمام اقوامِ عالم، مذاہب اور تمام انسانی نسلوں میں قدیم ترین زمانہ سے چلی آ رہی ہے۔ تصوف ایک عظیم باطنی لہر کی طرح تمام مذاہب میں جاری و ساری ہے۔ وسیع تر مفہوم کے لحاظ سے ہم اسے حقیقتِ مطلق کے شعور سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں البتہ اگر چاہیں تو ہم اسے دانش، نور یا عشق قرار دیں یا کوئی اور نام دیں۔ آج کے انسان کو جس شدت سے اپنی باطنی اصلاح درکار ہے شاید ماضی میں کبھی نہ تھی۔ پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کی یہ تصنیف بلاشبہ تصوف اور روحانی علوم پر انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے اور انہوں نے جدید دور میں اس حوالے سے ہونے والی تبدیلیوں اور قباحتوں کا بھرپور محاسبہ کیا ہے۔ روحانی مسافروں کو عبداللہ بھٹی صاحب سے ضرور ملنا چاہیے یا پروفیسر صاحب کی کتاب (اسرارِ روحانیت) کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے جس کی تلاش میں روحانی مسافر رہتے ہیں۔

پروفیسر صاحب کی یہ مساعی جمیلہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور اس سے سالکینِ تصوف کو راہنمائی نصیب ہو۔

**طارق اسمٰعیل ساگر**

ممتاز دانشور، مصنف، ناول نگار و کالم نگار

◆◆◆◆◆



# جاوید چوہدری

نامور کالم نگار، ٹی وی اینکر

عبداللہ بھٹی صاحب سے میری ملاقات میرے عزیز ترین دوست عرفان جاوید کے ذریعے ہوئی۔ عرفان روحانیت پامسٹری اور آسٹرالوجی میں خصوصی دلچسپی رکھتا ہے چنانچہ اسے جہاں بھی کوئی ایسا شخص نظر آتا ہے جس کے بال الجھے ہوئے ہوں' داڑھی ناتراشیدہ اور بے ترتیب ہو' جس نے میلے کچیلے کپڑے پہن رکھے ہوں اور جس کی قمیص کی [illegible] پر مٹی لگی ہو یہ اسے فوراً پیر مان لیتا ہے' اس کے بعد اس کی ولایت کا اشتہار بن جاتا ہے۔ عرفان نے عبداللہ بھٹی صاحب کی بھی اسی جذبے اور ولولے کے ساتھ تعریف کی جیسے یہ ماضی کے اولیائے کرام کی کیا کرتا تھا میں ان دنوں ٹینشن کے دور سے گزر رہا تھا مجھے کوئی جھوٹا سچا سہارا چاہیے تھا میں اس سہارے کی تلاش میں عبداللہ بھٹی صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ حیرت مجھے اس وقت ہوئی جب عبداللہ بھٹی صاحب نے چند سیکنڈ میں میرا مرض بتا دیا' میں ان کی ریڈنگ پر حیران رہ گیا۔ پہلی ملاقات اتنی بھرپور اور شاندار تھی کہ میرا ان کے ساتھ تعلق استوار ہو گیا۔ عبداللہ بھٹی صاحب صوفی ہیں یا نہیں میں اس کا فیصلہ نہیں کر سکتا کیونکہ ایمان کی طرح تصوف بھی بندے اور خدا کا سیکرٹ ہوتا ہے اور کسی شخص کو اس سیکرٹ میں [illegible] اور رائے دینے کا حق نہیں لہٰذا میں بھی اس سیکرٹ کے بارے میں کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ لیکن جہاں تک عبداللہ بھٹی صاحب کی اس کتاب کا تعلق ہے روحانیت اور تصوف کے طالبعلم کے لئے یہ یقیناً مفید اور معاون ثابت ہوگی کیونکہ یہ ایک علمی کتاب ہے۔

تصوف ایک راز ہے اور اس راز کا راز دان اسے عام لوگوں کے سامنے نہیں کھول سکتا۔ خاموشی صوفیائے کرام کا کوڈ آف کنڈیکٹ ہے اور جو صوفی اس ضابطۂ اخلاق کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ بھاری سزا کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے لیکن تصوف راز کے ساتھ ساتھ علم بھی ہے اور عالم کے لیے علم چھپانا اتنا ہی مشکل ہے جتنا عورت کے لئے آٹھ نو ماہ کا حمل پوشیدہ رکھنا چنانچہ صوفی تصوف میں جوں جوں ترقی کرتا جاتا ہے یہ صاف چھپتے بھی نہیں اور سامنے آتے بھی نہیں جیسی [illegible] کا شکار ہو جاتا ہے۔ بولنا اس کی علمی مجبوری بن جاتا ہے اور خاموش رہنا ضابطۂ اخلاق' یہ لوگ مجبوری کے اس دور

میں واقعات کا سہارا لیتے ہیں۔ یہ علم بانٹنے کیلئے قصے کہانیوں اور ضرب الامثال کی مدد لیتے ہیں۔ یہ تصوف کے گہرے راز کو واقعات میں چھپاتے ہیں اور یہ واقعات لوگوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں تا کہ سمجھنے والے سمجھ جائیں اور نا سمجھ اسے کہانی سمجھ کر پڑھیں اور بھول جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ تصوف کی 99 فیصد کتابیں، قصوں، کہانیوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ عبداللہ بھٹی صاحب کی کتاب واقعاتی ہے لیکن ان واقعات میں انتہائی گہرے راز چھپے ہیں۔ آپ میں سے کون ان رازوں تک پہنچتا ہے اور کون اس کتاب کی سطح پر تیر کر گھر واپس چلا جاتا ہے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا یا پھر آپ لوگ۔

میں بس اتنا جانتا ہوں کہ جو لوگ خدمتِ خلق اور دکھی لوگوں کا دکھ کم کر دیتے ہیں وہ اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور یہ کام عبداللہ بھٹی صاحب عرصہ دراز سے کر رہے ہیں اور روزانہ درجنوں پریشان لوگوں کو ان کے دکھوں اور ٹینشنوں سے نکالتے ہیں۔

**جاوید چوہدری**

اینکر پرسن ایکسپریس چینل

و

کالم نگار روزنامہ ایکسپریس

◆◆◆◆◆



# روحانی مسائل کا حل باطنی علوم سے

## غیب کا علم صرف اللہ کو ہے، یہ حساب انسانی کاوش ہے

علامہ عظیم جی (روزنامہ جنگ، لندن)

تمام حمد و ثناء رب اللعالمین مالک یوم الدین قادر و قدیر کے لیے ہیں۔ شایانِ شان درود سلام حبیبِ کبیریا رحمۃ اللعالمین ختم المرسلینؐ کے لیے ہیں۔

میرے قارئین کرام کی ایک بڑی تعداد نے روحانیت کے سلسلے میں اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کے افعال اور ان کے تصرفات کے بارے میں سوال کیا ہے اور بعض اولیائے کرام خصوصاً حضرت عبدالقادر جیلانیؒ سے منسوب بعض روایات پر تبصرہ کرنے اور دورِ حاضر کے اولیائے کرام پر روشنی کے لیے پوچھا ہے۔ ہم آخر میں اپنے محترم قارئین کے نام درج کریں گے۔ جواباً عرض ہے کہ جیسا کہ کئی کالموں میں روحانیت اور روح کے بارے میں تفصیلات بیان کی جاتی رہی ہیں کہ روح کیا ہے اور روحانیت سے کیا مراد لی جاتی ہے۔ چونکہ علم ایک نہایت گہرے سمندر کی طرح ہے اس میں غوطہ لگانے والے اپنے اپنے تجربات اور علمی معلومات اور پھر اپنی عقل و دانش کے دائرے کے اندر رہ کر لکھتے اور بیان کرتے ہیں۔ اس سے کسی ایک پوائنٹ پر متفق ہونا بعید از قیاس ہے۔ اسی طرح مختلف ادوار کے اولیائے کرام کے علمی اور معرفتِ الٰہی تک رسائی کا پیمانہ مختلف ہوتا ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی کی ابتدائی زندگی سچائی اور علم کے حصول کی لگن میں مجاہدے اور مشاہدات میں گزری اور آپ نے چالیس برس تک قرآن و حدیث، فقہ اور طریقت کے علوم سے سیرابی حاصل کی اور اعلیٰ درجہ کے پاکیزہ اور بلند ترین بزرگی اور روحانی فیض کے حاملان سے فیضِ روحانی کو ظاہر، باطنی علوم کی مدارل طے کیں۔ آپ کرامات کے بجائے تمام عمر شریعت مطہر قرآن و سنت کے سخت پابند رہے حتیٰ کہ تارکِ صلوٰۃ (نماز) کو درجہ کفر میں تصور فرماتے رہے۔ تاہم سخت سے سخت اور بڑے سے بڑے گنہگار نے جیسے ہی دامن تھاما اور توجہ کے لیے عرض کیا اسے اسفل سافلین سے اٹھا کر ''احسنِ تقویم'' اور یقین کی منزل پر لا کھڑا کیا۔ اسی سلسلہ میں الگ مضامین سے استفادہ کریں۔ تاہم قارئین نے دورِ حاضر میں اولیائے کرام کی ڈیوٹیوں کے بارے میں پوچھا ہے۔ خاص طور پر کئی

دوست جن میں چوہدری لال حسین لندن، محمد اسلم لندن، محمد معروف لنکا شائر، دوست محمد فریڈ فورڈ، آمنہ سعید برمنگھم
چوہدری محمد شریف برمنگھم اور جنید علی خان برمنگھم میاں مشتاق احمد مانچسٹر نے پوچھا ہے کہ لاہور میں آج کل پروفیسر عبداللہ
بھٹی کی شہرت عام ہے اور ان کے بارے میں معروف کالم نگار عطاء الحق قاسمی اور سینئر صحافی ٹی وی اینکر حامد میر نے اپنے
کالم میں اہم انکشافات کیے ہیں اور اسی طرح ارضِ وطن کے ممتاز دانشوروں اور کالم نگاروں، علمائے کرام نے بڑی قیمتی اور
خوبصورت آراء کا اظہار کیا ہے۔ پھر مجھ ناچیز سے رائے طلب کی ہے۔ اگرچہ خود کو اس قابل تصور نہیں کرتا کہ میں عطاء الحق
قاسمی، بانو قدسیہ، مفتی سیالوی، مفتی راغب حسین نعیمی، پروفیسر صوفی غلام سرور، میاں قادری جیسے قابلِ احترام صاحبانِ علم و
دانش کی رائے کے بعد اپنی حقیر رائے دوں۔ انگلینڈ میں بے شمار لوگوں کی زبان پر عبداللہ بھٹی صاحب کا ذکر تھا لہٰذا میرے
دل میں بھی بہت زیادہ اشتیاق پیدا ہوا اور میں پاکستان جا کر ان سے ملا بھی، ان سے ملاقات کے بعد اب میں بھی پورے
یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ عبداللہ بھٹی صاحب واقعی ایک درویش انسان ہیں جو خدمتِ خلق کے عظیم مشن پر شب و روز
دُکھی، بیمار لوگوں کی خدمت اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر ادا کر رہے ہیں۔ میں جب بھی پاکستان جاتا ہوں تو انہیں خدمتِ خلق میں
ہی مصروف پاتا ہوں۔ یہی خدمتِ خلق ہی ان کے روحانی مقام کا اظہار کرتی ہے کہ وہ موجودہ دور کے ولیٔ کامل درویش
ہیں۔ تاہم اتنا ضرور عرض کروں گا کہ قرآن وحدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی بندہ اپنے ربِّ کریم کا ہو جاتا ہے، اس کا اٹھنا
بیٹھنا، پڑھنا لکھنا، سونا جاگنا قرآنی احکامات پر چل کر ایسا ہو جائے کہ وہ خود کو فنا و گم کر دے اور اپنے ربِّ کریم کو یا حی یا قیوم
لفظاً نہیں عملاً اور منزلِ یقین سے تسلیم کرے تو پھر اس کی آنکھ اس کا ہاتھ کان ناک زبان نقارۂ خدائے عزوجل بن جاتا ہے
جس سے پھر وہ دیکھتا یا بولتا ہے۔ جو کہتا ہے وہ اللہ ہی کی مرضی بن جاتی ہے جیسا کہ تاجدارِ انبیاء فخر الرسل ختم المرسلین کو
قرآن پاک میں ارشاد فرمایا کہ میں بھی بشر ہوں، گویا کہ انسان کامل جو اللہ کی بات اور احکامات سنائے مگر وہی کہے جو کہ
وحی الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتا، اس کی روشنی میں اگر کوئی اللہ کا بندہ قرآن کریم پر اتنا بڑا یقین
پیدا کرے کہ آگ کا کام جلانا ہے لیکن اللہ کے حکم کے بغیر نہیں اور جب زمین و آسمان تک پھیلی ہوئی آگ کو اللہ کے خلیل
کے لیے حکم مل جائے، وہ پھر آگ نہیں سلامتی بن جاتی ہے۔ بس اسی طرح عبداللہ بھٹی صاحب کے بارے میں جو
معلومات حاصل ہوئیں ان کی شہرۂ آفاق کتاب ''اسرارِ روحانیت'' کا مطالعہ کیا' وہ اللہ پاک کے نام یا حی یا قیوم میں فنا
ہوئے اور پھر انہیں روحانیت کا گوہرِ کیمیا نصیب ہو گیا جس کی وجہ سے جلتے ہوئے سرخ لوہے کا تیز دھار آلہ ان کے ہاتھ
میں آ کر ''سلامتی'' بن جاتا ہے۔ بے نور آنکھ روشن و تاباں ہو جاتی ہے اور اپاہج، مجبور معذور صحت مند و توانا ہو کر چلنے لگ
جاتے ہیں۔ یہی وقتِ روحانی کا فیضِ خدمت خلق کے لیے پروفیسر عبداللہ بھٹی کو نصیب ہو چکا ہے اور وہ اس فیض و کرم رب
ذوالجلال کو اپنی ذات کے بجائے مخلوقِ خدا کی خدمت کے لیے وقف کر کے نقشِ اولیائے کرام بزرگان دین کے طریق پر
داتا کی نگری شہر لاہور میں دن رات لاعلاج مریضوں کا مداوا فرما رہے ہیں۔ دورِ حاضر میں اسلامی روحانیت کے نکھرتے
ہوئے چہرے کی مانند ہیں اور فی زمانہ بدعمل پیروں اور عاملوں نے خود ساختہ رسم و رواج پیدا کر کے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔
ان سے نجات دلاتے ہیں اور پھر خاص و عام چھوٹے بڑے امیر غریب کو نگاہِ شفقت سے دیکھتے ہیں اور روحانی بیماریوں



[illegible] ظلم، غیبت، بخل، حسد، کبر اور لالچ ہے، کا قلع قمع فرما کر ایک نہایت ہی زیرک حکیم اور مصلح کا کردار ادا کر رہے
[illegible] لوگوں کو اصلاح نفس اور توبہ، صبر، حسنِ خلق، خوفِ خدا، قناعت، توکل علی اللہ، اکلِ حلال، صدقِ مقال، ذکرِ الٰہی،
[illegible] الٰہی اور روحانیت کی منازل کی طرف رغبت دلاتے ہیں اور یہ تمام کام وہ اپنی مختصر سی ملاقات میں اپنی نگاہوں اور پیار
[illegible] دعاؤں سے جیسا کہ آپ ہمیشہ فرماتے رہتے ہیں، اللہ کرم کرے گا، وہ بڑا کریم ہے یا حی یا قیوم، یا ذوالجلال
[illegible] کرام۔ چونکہ پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب سے بھی وہ مردِ کامل کی نگاہ سے راہِ سلوک پر چل پڑے تھے اور روحانی تربیت
[illegible] ساتھ جدید علوم کی اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کی اور دوسرے باطنی پراسرار علوم سے بھی جن میں پامسٹری علم الاعداد اور
[illegible] میں بھی کمال حاصل کیا جس کی وجہ سے وہ ماڈرن اور روشن خیال لوگوں کے لیے بھی باعثِ کشش
[illegible] اللہ کریم نے ہر دور میں اپنے خاص بندے پیدا فرمائے ہیں۔ پروفیسر عبداللہ بھٹی پر بھی اللہ کا بڑا خاص کرم ہے۔ اللہ
[illegible] ان کی ہر شیطان و حاسد سے حفاظت فرمائے اور وہ بندگانِ خدا کی خدمت کرتے رہیں۔ میری روحانیت کے دلدادہ
[illegible] اور راہِ سلوک کے مسافروں سے گزارش ہے کہ وہ مرشد کامل اور اولیاء اللہ کی' قرآن وسنت کی پیروی اور اللہ کے
[illegible] کو اللہ کے نام پر اللہ سے ملانے کی جستجو کرنے والے اور مخلوقِ خدا کی خدمت کرنے والوں کی صحبت اختیار کریں اور
[illegible] بھی ایسے جاہل، بے عمل' اپنی ذات کے شہرت کے دلدادہ یا اللہ کے نام پر لوگوں کو اپنی واہ واہ کے لیے راغب کرنے اور
[illegible] سے مالی استفادہ کا لالچ رکھنے والے سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے اور ایسے روحانیت کے ماہرین جن کا مقصد قرآن
[illegible] اور دنیا میں بھی لوگوں کے دکھ درد میں معاون ہوں، کا قرب حاصل کرنا ان سے دعا کرانا چاہیے۔

**علامہ عظیم جی**
**روزنامہ جنگ، لندن**

◆◆◆◆◆

# روحانی کتب میں خوبصورت اضافہ

مفتی محمد راغب حسین نعیمی

کتاب مستطاب ''اسرارِ روحانیت'' جناب پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کی خوبصورت کتاب ہے جو کہ پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کی روحانی آپ بیتی اور مختلف روحانی محافل میں روحانی دروس پر مشتمل ہے۔

پروفیسر صاحب نے روحانیت کے اسرار ورموز کو اس کتاب میں خوبصورت اور آسان پیرائے میں بیان کیا ہے، روحانیت کی حقیقت سے پردہ اٹھا کر قارئین کی نگاہوں اور سوچ کو ایک نئے طرزِ فکر سے روشناس کرانے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب میں روحانیت کی حقیقت اور تعریف بھی ہے تو روحانیتِ اسلام کا دیگر مذاہب میں موجود نظریات سے تقابل بھی ہے۔ پروفیسر صاحب نے کتاب میں اسلام میں موجود مختلف صوفیا اور ان کے سلاسل کا ذکرِ لطیف بھی کیا ہے۔ پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب سے میری پہلی ملاقات عزیزم نور رانجھا صاحب کے ساتھ ہوئی۔ میں نے عام کتاب سمجھ کر رکھ لی لیکن جیسے جیسے میں اس کو پڑھتا گیا مجھے خوشگوار حیرت ہوئی کہ یہ کتاب انتہائی جامع، معلومات سے بھرپور اور اردو میں روحانیت اور تصوف پر اپنی نوعیت کی خاص کتاب ہے جو روحانی مسافروں کیلئے مشعلِ راہ ہوگی۔ اس میں پروفیسر صاحب نے روحانیت کے حصول میں کئے جانے والے دشوار سفر کے مختلف مراحل کو بیان کیا ہے اور حقیقتِ حال بھی یہی ہے کہ رسولِ کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کے جن بنیادی مسائل کو حل کرنے کا پیغام دیا ہے اس کی ابتدا بھی احوالِ نفس کی اصلاح سے ہوتی ہے۔ نفس کی اس اصلاح کا طریقۂ کار اور انسانی ذات میں موجود مادے جو انسان کے وجود کو ثقیل بنا دیتے ہیں کی تفصیل بھی بیان کی گئی ہے مثلاً تکبر، غیبت، ظلم، بخل، غصہ، حسد، جھوٹ، لالچ، ریاکاری، عجلت پسندی ایسے مادے انسانی شخصیت کو داغ دار کر دیتے ہیں۔ جبکہ اس کے مقابل اخلاص، صدق، صبر، حسنِ خلق، خوفِ خدا، زہد، بھوک وترکِ خواہش اور قناعت ایسی صفات انسان کی شخصیت کو لازوال بنا دیتی ہیں جو کہ منشاء سفرِ روحانیت ہے۔ سفرِ روحانیت کسی مرشد کے بغیر کیا جائے تو ایسے ہے کہ صحرا میں کوئی بھولا بھٹکا مسافر راستے کی تلاش میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہو روحانیت کا یہ سفر اگر کسی مرشد کے زیرِ سایہ اس کے ارشادات اور نگاہ پُرتاثیر کے زیرِ اثر ہو تو یقیناً مرادِ سفر ذاتِ الوہیت کا



حصول ہو جاتا ہے۔ میرے خیال میں حقیقتاً اس روحانی سفر کے مختلف پڑاؤ ہمیں اس کتاب میں نظر آتے ہیں جو مسافرِ عشقِ الٰہی پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب نے اپنی روح کی پیاس بجھانے کے لیے اختیار کی۔ پروفیسر صاحب کے روحانی مشاہدات، [illegible] روحانی مسافروں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ پروفیسر صاحب شب وروز دکھی انسانیت کی خدمت بلا معاوضہ کرتے [illegible] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کا ان پر خاص کرم وفضل ہے۔ آج کل کا مادی دور جس میں ہر نفس ظاہری آسائش اور [illegible] زندگی کے حصول میں نفسِ امارہ کا تابع نظر آتا ہے اور اس کے راستے میں آنے والی تمام رُکاوٹوں کو ظلماً ہٹانے سے [illegible] بھی نہیں کرتا بلکہ انسان بری طرح شیطانی جال میں پھنس چکا ہے لہٰذا ان حالات میں خانقاہی نظام ہی اس اصلاح کی [illegible] رکھتا ہے۔ مگر خانقاہی نظام چلانے والے خود غلبۂ نفس کا شکار ہو کر مادی آسائشات اور لذات میں پڑ گئے ہیں۔ لہٰذا پروفیسر عبداللہ بھٹی جیسے لوگ اس مادیت سے دُور ہیں اندھیرے میں روشنی کی کرن کی مانند ہیں جو بیمار، لاچار اور دکھی لوگوں کی [illegible] خدمت عبادت سمجھ کر کر رہے ہیں۔ اللہ پروفیسر صاحب کو مزید ہمت اور استقامت دے اور وہ لوگوں کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرتے رہیں۔ یقیناً پروفیسر صاحب کی یہ کتاب راہِ حق کے مسافروں اور متلاشیوں کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوگی۔

فخرِ اہلسنّت، عکسِ شہیدِ پاکستان

**محمد راغب حسین نعیمی**

ناظمِ اعلیٰ جامعہ نعیمہ، لاہور

◆◆◆◆◆

# اسرارِ روحانیت ایک عظیم کتاب

مفتی رمضان سیالوی صاحب

دبلے پتلے جسم کے حامل مگر چست و توانا، حسبِ موقع مختصر مگر جامع اور مدلل گفتگو، بے لاگ تبصرہ، دکھی دلوں کا محرمِ راز، مجسمۂ اخلاص و وفا، حالاتِ حاضرہ پر گہری نظر رکھنے والا مگر کلین شیو پینٹ شرٹ میں ملبوس سنجیدہ لیکن ہر وقت مسکراتا چہرہ رکھنے والے کسی شخص کے بارے میں سوچنے پر ایک سوشل اور متحرک فرد کا خاکہ تو ذہن میں ابھر سکتا ہے لیکن جب ملاقات ہو جائے اور یہ تمام صفات اس میں نظر بھی آجائیں اور یہ ملاقات بھی پہلی ہو تو کون کہہ سکتا ہے کہ ان صفات کا حامل عملیات، روحانیات اور تصوف پر اتنی گہری نظر اور تحقیق بھی رکھتا ہے۔ اور جب آپ اپنا نام اور تاریخ پیدائش بتائیں تو وہ آپ کے ماضی، حال اور مستقبل کے بارے میں انتہائی ٹھیک معلومات اور آپ کے جسمانی عوارض کی نشاندہی بھی کرے تو ملنے والا شدید حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اس بندۂ خدا پر اللہ کا کتنا احسان ہے' انسانی جسم، لطائف اور روحانی کیفیات اور مشاہدات پر گفتگو سن کے یا کر کے مزید خوشگوار حیرت ہوتی ہے۔ عبداللہ بھٹی صاحب سے میری پہلی ملاقات میرے قریبی دوست نور رانجھا صاحب کے دفتر میں ہوئی۔ پہلی ملاقات کے بعد اب بے شمار ملاقاتیں ہو چکی ہیں' ہر بار روحانیت اور تصوف پر انتہائی معلومات سے بھرپور گفتگو ہوئی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ان سے جو بھی ملا جس نے بھی ان کو دیکھا اور ان کے بارے میں سنا اسے اس بات کا اعتراف کئے بغیر چارہ نہ رہا کہ ہاں پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب ان صفات کے حامل ایک سحر انگیز فرد ہی نہیں متعدد اسماءِ الٰہی کے عامل' تصوف اور روحانیت کا گہرا مطالعہ رکھنے والی ایک عبقری شخصیت کا نام ہے۔ جو دن رات دکھی اور پریشان حال لوگوں کے جسمانی و روحانی امراض کا علاج فی سبیل اللہ کر رہے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس میدان کے عام لوگ پرانے حکیموں اور سنیاسیوں کی طرح اپنے تجربات اور عملیات کو عام کرنے میں بالخصوص انہیں تحریری صورت میں منظرِ عام پر لانے سے ہمیشہ گریز کرتے ہیں' مگر یہ سوائے اخلاص اور مخلوق خدا کی خدمت کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ "اسرارِ روحانیت" کی تحریر اور اشاعت نے پروفیسر عبداللہ بھٹی کو بخیل نہیں بلکہ سخی اور علم کی خیرات بانٹنے والا بھی ثابت کر دیا ہے۔ پروفیسر صاحب کے روحانی سفر کے مشاہدات اور کیفیات روحانی مسافروں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

اسرارِ روحانیت کیا ہے؟ علمِ روحانیات، روح، جسمِ لطیف' عالمِ مثال کے اسرار سے پردہ کشائی کی عظیم تحریر ہے۔



روحانیت اور مذاہبِ عالم کے ذکر کے ساتھ اسلام اور روحانیت کے ضمن میں صحیح اسلامی روحانیت کا نکھرتا ہوا چہرہ نمایاں کیا گیا ہے جس پر فی زمانہ بدعمل پیروں اور عاملوں نے خود ساختہ رسوم و رواج کی دبیز تہہ جما دی ہے۔ فقر' تصوف' صوفی' معرفت کی ذیلی ابحاث ہوں یا پہلی صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک کے صوفیا کے تذکرے پروفیسر صاحب نے معلومات کے ذخیرے کو جمع کرنے کے ساتھ ساتھ کاملین کے تذکروں اور سلاسلِ تصوف کی خوبصورت لڑی نے کتاب کو مزید بابرکت کرنے کے ساتھ ساتھ ایک تاریخی دستاویز بھی بنا دیا ہے۔ نفس اور اس کی ترجیحات کیا ہیں' ہوائے نفس سے کیا مراد ہے' محاسبۂ نفس کیوں ضروری ہے' نیز مہلکاتِ نفس افعال اور صفات کے ذکر میں تکبر، ظلم، غیبت، بخل، غصہ، حسد، جھوٹ، لالچ، ریاکاری، عجلت جیسے رذائل و باطنی امراض اور افعال سے بچنا جہاں انسان کو خود اپنے اندر جھانکنے اور اپنی اصلاح کی دعوت دیتے ہیں تو دوسری طرف ان پر گفتگو کر کے پروفیسر صاحب نے ایک مدبر اور حکیم کا کردار ادا کرتے ہوئے ایک مصلح کی ذمہ داری کو بھی خوب نبھایا ہے۔ کاملین اور مخلصین کی صفات کے تذکرے مثلاً صدق، صبر، رجا، حسنِ خلق، خوفِ خدا، زہد فی الدنیا، قناعت، توکل علی اللہ' اکلِ حلال، قلت النوم، عزلت، ذکرِ الٰہی، اسمِ اعظم، رہبانیت اور عشقِ الٰہی اور مرشدِ کامل کے بیان نے عصرِ حاضر میں اس میدان کے راہ وارد کے لیے اطاعتِ خدا اور اتباعِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں چمکتے دمکتے روشن چراغوں کا تعین کیا ہے۔

کتاب کی جان اور روح وہ جدید عنوانات اور ابحاث ہیں جن سے اردو میں تصوف اور روحانیت پر لکھی جانے والی کتب یا تو بالکل خالی ہیں یا وہ معلومات الگ الگ فنون اور علوم کی صورت میں مختلف کتابوں میں بکھری ہوئی ہیں۔ ان ابحاث کا تعلق اگرچہ صحیح تصوف سے یا تو ہے ہی نہیں اور اگر ہے تو محض عبادات سے ہے' لیکن فی زمانہ ان کا علم لوگوں کے احوال کو جاننے کا ایک عام ذریعہ ضرور ہیں مثلاً ارتکاز، علمِ جفر، علم العملیات، علم التعویذات، بلور بینی، ٹیلی پیتھی اور دیگر علوم ہیں البتہ مراقبہ اور اس کے مدارج و فوائد کے بیان کے بعد حبسِ دم اور روحانی پرواز کے مراحل کا بیان اس راہ کے مسافروں کے مختلف نشان ہائے منزل کو ظاہر کرتا ہے۔

کتاب "اسرارِ روحانیت" کے مطالعہ کے بعد میں نے اپنے فکر و شعور کو مجتمع کر کے جب اس کتاب کے بارے میں رائے قائم کرنا چاہی تو وہ کچھ اس طرح بنی کہ یہ کتاب نہ صرف یہ کہ علمِ روحانیت کے حوالے سے معلومات کا ایک عظیم ذخیرہ ہے بلکہ اصلاحِ نفس، اصلاحِ احوال اور اصلاحِ اُمت کے لیے جس درد و سوز، جدوجہد اور اخلاص کی ضرورت ہے اس کتاب کا ہر جملہ اس جذبۂ دروں کو پیدا کرنے کے لیے اپنے اندر معنی و معارف کا عظیم خزینہ سموئے ہوئے ہے۔

رب کریم اس کتاب کو متلاشیانِ راہِ حقیقت کے لیے زادِ راہ اور حقیقی راہنما بنا کر پروفیسر صاحب کے لیے دائمی صدقہ جاریہ فرما دے۔ آمین ثم آمین۔

محققِ دوراں، سلطان العلما

**مفتی محمد رمضان سیالوی**

خطیب جامع مسجد داتا دربار لاہور

ممبر اتحاد بین المسلمین کمیٹی پنجاب

پرنسپل جامعہ نور الاسلام آمنہ پارک' ملتان روڈ' لاہور

◆◆◆◆◆

# ”روحانیت کے اسرار و رموز اسرارِ روحانیت میں“

سیّد انتظار حسین شاہ زنجانی

میں اپنی خوش بختی پر جتنا بھی ناز کروں وہ کم ہے کہ مجھے یہ سعادت نصیب ہو رہی ہے کہ میں نابغۂ روزگار پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کی کتاب ”اسرارِ روحانیت“ پر اپنی کم علمی کے ساتھ الفاظ لکھوں۔

جیسے رب العالمین ہے ایسے ہی روح اور روحانیات کا بھی ہر مذہب و ملت سے تعلق ہے۔ ہم خوش نصیب ہیں کہ ہر قوم کی راہنمائی کیلئے انبیاء مبعوث کئے گئے اور ہمارے لئے سردار الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ

”میں علم کا شہر ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہے۔“

یہی سبب و حقیقت ہے کہ زیادہ تر روحانی سلاسل دائرہ اسلام میں رہتے ہوئے درِ مولا تک جا پہنچے ہیں۔ جو روحانی سلسلہ راستے میں ہی کھو جائے وہ سلسلہ، سلسلہ روحانیت نہیں کہلاتا ”اسرارِ روحانیت“ پر ایسی ہی کاوش عبداللہ بھٹی نے کی ہے اور ”اسرارِ روحانیت“ میں روحانیات کے اسرار و رموز آسان الفاظ میں افشا کئے گئے ہیں۔

یقیناً پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب موجودہ دور کے ایک معروف روحانی سکالر اور معالج ہیں جو شب و روز دکھی انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں۔

فاضل اساتذہ سے لے کر مکتب روحانیت کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی پروفیسر صاحب کی کتابی شکل میں موجود روحانی اسرار و معارف کے اس گلدستہ ہائے عنبرین سے اپنی روح کو معطر کر کے تشفی و تسکین دے سکتا ہے۔ پروفیسر صاحب نے اس کتاب میں ایک اور کمال کیا ہے کہ اس میں روحانیات اور مذاہبِ عالم کو شامل کر کے اس کتاب کو بین الاقوامی بنا دیا ہے۔ یوں بھی روحانیات کا دائرہ اختیار مکاں سے لامکاں تک ہے۔ اسلام میں تصوف اور روحانیات کے تمام سلاسل کا ذکر اس کتاب کی اہمیت میں اضافہ کر رہا ہے۔ پہلی صدی سے عصرِ حاضر تک کے روحانی سلاسل نہایت خوبصورتی سے بیان کیے گئے ہیں جو پروفیسر صاحب کے علمی مقام کو بھی بیان کرتے ہیں۔



عشق ہی معراجِ روحانیت ہے، اب یہ عشقِ حقیقی کیسے پایا جائے۔ اسرارِ روحانیت اس سلسلے میں مبتدی کی طریق راہنمائی کرنے کے لیے موجود ہے آج کل زمانے کے انداز بدل رہے ہیں، انٹرنیٹ اور سی ڈی سسٹم نے کتب بین کم کر دیے ہیں جبکہ منبعِ روحانیات نور اللہ نور نے جب اپنے پوشیدہ خزانہ کے راز آشکار کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنے نور سے پنجتن پاک کو خلق کیا۔ سبھی صاحب شریعت انبیاء کو انسانی فلاح و ہدایت کیلئے کتب دی گئیں۔ کتب ہی دراصل راہنمائی کا اصل ہیں، ہر شے اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کی ذاتِ مبارکہ روحانی طالبین کے لیے اللہ کا انعام ہے ”اسرارِ روحانیت“ پڑھ کر ہر فرد اپنی روحانی پیاس بجھا سکتا ہے اور اپنی روحانیت بڑھا سکتا ہے۔ روح کی غذا ذکرِ الٰہی ہے، بے شک ذکرِ الٰہی سے ہی دل آرام پاتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب اس شمع کی مانند ہے جس سے لاکھوں چراغ روشن کیے جا سکتے ہیں۔

ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ”اسرارِ روحانیت“ اپنے مواد کے لحاظ سے منفرد نوعیت کی کتاب ہے اور روحانی کتب میں خوبصورت اضافہ ہے۔

میری دعا ہے کہ صاحبِ کتاب کی کاوش نورِ ولایت علیؑ منبعِ روحانیت سے ہوتی ہوئی آپ کو عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عشقِ الٰہی کی معراج پر پہنچا دے۔ آمین۔

**شہزادہ سیّد انتظار حسین شاہ زنجانی**

ایڈیٹر ماہنامہ آئینہ قسمت و زنجانی جنتری

◆◆◆◆◆

# فنا و بقا

شہریار احمد خان

یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے کہ جب کوئی قوم زوال کا شکار ہوتو اس کے تمام ادارے زوال پذیر ہو جاتے ہیں۔ قوم کا ایک بڑا حصہ اخلاقی اقدار سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔ مکاری، عیاری، ریاکاری لوگوں کا وطیرہ بن جاتا ہے۔ مسلم معاشرہ گزشتہ کئی عشروں سے جس زوال کا شکار چلا آ رہا ہے اس سے تصوف جیسا خوبصورت ادارہ بھی نہ بچ سکا۔ تصوف دراصل نام ہے اپنی ہستی کم مایہ کو اس ذاتِ بیکراں کے ساتھ ملانے کا جو ازل سے ہے اور تا ابد رہے گا۔ اس ذاتِ اعلیٰ کی قربت، اس کی رضا پھر اس کی ذات میں گم ہو کر اپنی ہستی کو بظاہر مٹاتے ہوئے قطرے سے سمندر بن جانے کا۔ روح کی سربلندی کا، اپنے باطن کی گہرائیوں کے مشاہدے کا۔ اگرچہ تصوف کو ہر دور میں قبولِ عام کی سند حاصل رہی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مسئلۂ تصوف ہر عہد میں متنازعہ بھی رہا ہے جس کی بڑی وجہ تصوف کے بارے میں پائے جانے والے غیر حقیقی تصورات کی بھرمار اور نام نہاد صوفیا اور بہروپیوں کا وہ گروہ ہے جو تصوف کا خرقہ پہن کر عوام الناس کو بے وقوف بنانے میں مصروف ہیں۔

راقم کو اپنی زندگی میں اب تک بے شمار بزرگوں سے ملاقات کا مشرف حاصل ہو چکا ہے لیکن گزشتہ دنوں ہماری ملاقات ایک ایسے مردِ قلندر سے ہوئی جسے دیکھ کر بے اختیار برٹرینڈ رسل کا وہ قول یاد آ گیا کہ بہترین انسانی خوبیوں کا اظہار صرف تصوف ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کے روحانی مرتبے کا اندازہ لگانے کے لیے میں اس واقعے کا سہارا لوں گا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی نے ایک سو بیس بزرگوں کی خدمت کی لیکن وہ لذت آشنائی سے محروم رہے۔ آخر کار حضرت امام جعفر صادق کی نگاہِ کرم نے انہیں وہ بلند مرتبہ عطا کر دیا جس کی بدولت حضرت بایزید بسطامی سلطان العارفین کہلاتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح پروفیسر صاحب کو مل کر یہ احساس ہوا کہ ان کی صحبت میں بیٹھ کر لذت آشنائی کی وہ دولت لازوال حاصل کی جا سکتی ہے جس کی اب تک تلاش تھی۔ یوں تو پروفیسر صاحب اپنی وضع قطع اور اپنے لباس کے لحاظ سے ایک دنیادار انسان دکھائی دیتے ہیں لیکن درحقیقت اپنی تعلیمات کی روشنی میں اور اپنی عملی زندگی میں اس



[illegible] صوفی ہیں۔ ہمارے محبوب اشفاق احمد خان کہا کرتے تھے کہ ایک سچی روحانی شخصیت وہ ہوتی ہے جو دنیا [illegible] ہوئے دنیا سے دور رہے یعنی اس کا دل دنیا کی محبت سے خالی رہے۔ قبلہ پروفیسر صاحب اشفاق صاحب کے [illegible] دکھائی دیتے ہیں۔

پروفیسر صاحب گزشتہ کئی برسوں سے ایک طرف تو دکھی انسانیت میں اپنا فیض بانٹ رہے ہیں تو دوسری [illegible] کے میدان میں راہ سلوک کے مسافروں کی راہنمائی و ہدایت کے لیے کئی کتابیں بھی تحریر فرما رہے ہیں۔ غلط [illegible] اور روایات کی وجہ سے جس تصوف کو عوام الناس کے لیے ایک معمہ بنا دیا گیا ہے اس معمے کے حل کے لیے پروفیسر [illegible] اس شاندار طریقے سے قلمی جہاد میں مصروف ہیں، اس کا تازہ نمونہ ان کی معرکتہ الآراء کتاب ''اسرارِ روحانیت'' کی [illegible] ہمارے سامنے موجود ہے۔ انہوں نے تصوف کے بارے میں پائے جانے والے فرسودہ تصورات، غلط [illegible] باطل نظریات و قیاسات کو رد کرتے ہوئے نہایت منطقی اور خوبصورت انداز میں تصوف کی اہمیت اور انسانی [illegible] اس کے اثرات پر جو سیر حاصل بحث کی ہے اس سے یقیناً راہِ سلوک کے مسافر اور طالبانِ حق ہمیشہ مستفید [illegible] رہیں گے۔ آپ روحانیت اور تصوف کو ایک عالمگیر سچائی بھی سمجھتے ہیں لیکن شریعت کی حدود سے باہر بھی نہیں [illegible] آپ نے اپنی تعلیمات اور اپنی اس تصنیف کے ذریعے قاری کو اور عوام الناس کو دلائل و براہین کی قوت سے یہ [illegible] کی کوشش کی ہے کہ تصوف اور شریعت کوئی الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ یہ ایک ہی سکے کے دو رُخ ہیں۔ گویا [illegible] ہے کہ ہم اللہ کی عبادت کریں لیکن تصوف یا روحانیت یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات کا مشاہدہ بھی [illegible] ہمیں ہماری عبادات کو سند قبولیت عطا ہو۔

کہا جاتا ہے کہ تصنیف کے پردے میں ہم مصنف کی شخصیت کا عکس بخوبی دیکھ سکتے ہیں کیونکہ درحقیقت [illegible] مصنف کی سیرت، اس کی خوبیوں، اس کے نظریات کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس قول کی روشنی میں قبلہ پروفیسر [illegible] اپنی کتاب ''اسرار روحانیت'' اور اپنی تعلیمات کے پردے میں ہمیں فکر و دانش کے امین بھی دکھائی دیتے ہیں اور [illegible] صوفی بھی، ایک عاشقِ صادق بھی اور ایک نہایت مہربان انسان بھی، میدانِ تصوف کے ایک حقیقت پسند مجدد بھی [illegible] انشاء پرداز بھی، ایک محقق بھی اور ایک ادیب و شاعر بھی کہ ان کی نثر کہیں کہیں شاعری کا آہنگ لیے [illegible] ہے۔ پروفیسر صاحب اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ ''میں کوئی شاعر یا ادیب نہیں کہ اپنی کیفیات کو بیان کر [illegible]'' لیکن جس خوبصورت اور سادہ پُراثر انداز میں انہوں نے زیارتِ رسولِ اکرمؐ اور زیارتِ حضرت علیؓ کا حال [illegible] وہ بڑے سے بڑا ادیب بھی اتنے مختصر الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ آپ جب زیارتِ رسول پاکؐ کا احوال [illegible] ہوئے کہتے ہیں کہ:

''بس میری ساری محنتوں اور کوششوں کا صلہ مجھے اس رات مل گیا۔ میں دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان بن [illegible] بھاگ جاگ گئے، میں امر ہو گیا۔'' تو وہ ایک بہت بڑے عاشقِ رسولؐ کے طور پر سامنے آتے ہیں جو رسولِ [illegible] کی ایک جھلک کو اپنے لیے سرمایۂ حیات تصور کرتا ہو۔ پروفیسر صاحب اپنی اس کتاب میں جب راہِ سلوک کی منازل

طے کرنے کے دوران خود کو درپیش واقعات کا ذکر کرتے ہیں تو ماحول پر ایک سحر طاری ہو جاتا ہے جو قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ قاری پر ایک ہیبت طاری ہو جاتی ہے اور وہ خود کو اس ماحول کا حصہ سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔

قبلہ پروفیسر صاحب کی ایک خوبی اور ان کے ایک سچا صوفی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ کتاب میں درج مختلف واقعات کا ذکر کرتے ہوئے اپنی ذات کو نمایاں کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ ہر جگہ اپنے فیض پر اللہ تعالیٰ کا نہایت عاجزی کے ساتھ شکر ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ نابینا لڑکے کی بینائی واپس آنے کا ذکر ہو یا پاگل لڑکے کے ٹھیک ہونے کا واقعہ، زیارتِ رسول پاک کا ذکر ہو یا زیارتِ علیؓ کا، پروفیسر صاحب ہر جگہ اس انعام پر بارگاہِ ایزدی میں اپنا سر جھکائے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ عشقِ الٰہی کا پرچار کرتی یہ کتاب درحقیقت مکاں سے لامکاں تک کا سفر ہے۔ پروفیسر صاحب کی تعلیمات میں ہمیں جا بجا یہ درس ملتا ہے کہ کس طرح ہم اپنے نفس کو خود غرضی، کینہ، ہوس، لالچ، طمع، نفس پرستی، شہوت، تکبر، جھوٹ، حسد، تعصب، نفرت، حقارت، خیانت اور تنگ نظری کی غلامی سے نجات دلا سکتے ہیں۔ کس طرح ہم قربِ الٰہی، صبر، شکر، توکل، رضا، عفو و درگزر، عجز و انکسار، ایثار، نرمی، تقویٰ، پاکیزگی، حسنِ سیرت، احسان اور یقینِ محکم جیسی اوصافِ حمیدہ سے اپنی ذات کو متصف کر سکتے ہیں۔

محترم قارئین! اگر کوئی راہِ حق کا مسافر سلوک کی منازل تیزی سے طے کرنے کا طلبگار ہے، اگر کوئی علم و عرفان کی منزل سر کرنے کا خواہش مند ہے، اگر کوئی ابدی و سرمدی حقیقتوں سے آشنائی کا طلبگار ہے، اگر کوئی دنیا کے جھمیلوں میں رہتے ہوئے بھی اسرارِ روحانیت کو اپنے دل پر منکشف کرنے کا خواہش مند ہے، اگر کوئی رازِ حق جاننے کا متمنی ہے، اگر کوئی زہد و تقویٰ کا حقیقی مفہوم سمجھ کر اسے اپنی عملی زندگی میں نافذ کرنے کا خواہش مند ہے، اگر کوئی اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی محبت سے اپنے قلب و ذہن کو معطر کرنا چاہتا ہے، اگر ایک عاشقِ صادق کی طرح اپنے رب سے ہم کلام ہونا چاہتا ہے، اگر اپنی روح کو عشقِ سرمدی کی شیرینی میں گوندھ کر اسے امر کرنے کا خواہش مند ہے، اگر عشقِ سرمدی کی بے باک و توانا لہروں میں ڈوب کر سراغِ زندگی پانے کا متمنی ہے، اگر فقر و مستی کی دولتِ لازوال اور عشقِ حقیقی کی لذتِ بے مثال میں ڈوب کر بقا کی منزل کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے پروفیسر صاحب سے ملاقات اور ان کی کتاب ''اسرارِ روحانیت'' کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

کوئی لمحہ ہو تیرے ساتھ کا جو میری عمر بھر کو سمیٹ لے

میں فنا و بقا کے سبھی سفر اسی ایک پل میں گزار دوں

**شہریار احمد خان**

ممتاز کالم نگار (روزنامہ پاکستان)

◆◆◆◆◆



# روحانیت کا گلدستہ

**زمرد نقوی**

زندگی شاید اتفاقات ہی کا نام ہے۔ آج سے بیس سال پہلے ایسا ہی اتفاق میری زندگی میں ہوا کہ جب مجھ پر انکشاف ہوا کہ غیب المطلق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے لیکن اُس نے اُس کا کچھ تھوڑا سا حصہ اپنے بندوں میں بھی تقسیم کر دیا ہے تا کہ اُس کی مخلوق کی رہنمائی ہوتی رہے۔ جس طرح اس مادی دنیا میں ہر کوئی نہ ڈاکٹر بن سکتا ہے نہ انجینئر یا کسی اور شعبے میں جا سکتا ہے جب تک پیدائشی طور پر وہ مخصوص رجحانات کا حامل (جینیٹک کوڈ) نہ ہو۔ اسی طرح روحانیت بھی ایسا ہی شعبہ ہے جس میں کوئی اُس وقت تک دسترس حاصل نہیں کر سکتا جب تک پیدائشی طور پر ان رجحانات کا حامل نہ ہو۔ کوئلے کی کان میں ہیرا پیدا نہیں ہوتا۔ جوہری ہیرے کو تراش کر اُس کی خوبصورتی میں تو اضافہ کر سکتا ہے لیکن ہیرا تخلیق نہیں کر سکتا۔ ہیرا تو لاکھوں کروڑوں سال کانوں میں قدرتی عمل سے گزر کر وجود میں آتا ہے۔

دوسرا اتفاق زندگی میں روحانیت کے حوالے سے ہوا۔ کیوں کہ اس شعبے کے حوالے سے بدگمانیاں تھیں جو شاید ٹھیک ہی تھیں۔ اس شعبے میں بھی مادی فائدے کے لیے بے تحاشا وہ لوگ بھی گھس آئے ہیں جن کا روحانیت سے دور دور کا بھی واسطہ نہ تھا لیکن پروفیسر عبداللہ بھٹی سے ملنے کے بعد یہ تمام بدگمانیاں دور ہو گئیں۔

ان سے ملاقات کے بعد میرے دل میں آپ کی ذات کے حوالے سے ایک ارادت کی فضا نے جنم لیا چنانچہ اسی ارادت مندی کے ساتھ میں نے ''اسرارِ روحانیت'' کا مطالعہ کیا تو مجھے ایسا لگا کہ یہ کتاب علومِ روحانیات کا وہ گلدستہ ہے کہ اس میں روحانی معلومات کے وہ تمام پھول اور کلیاں اکٹھی کر دی گئی ہیں جس سے ہر کوئی بقدرِ ظرف اپنے مشامِ جاں کو معطر کر سکتا ہے۔ مادیت کے حصار میں جکڑے ہوئے انسان کو یہ کتاب علوم و روحانیت کے اندر پائے جانے والے سکون و طمانیت کے منبعِ عظیم سے آشنا کرواتی ہے۔

آج کے انسان کے تمام مسائل کا حل جس چیز میں پنہاں ہے یہ اُس کا تعارف کراتی ہے۔ یہ اپنے قاری کے اندر یہ طلب پیدا کرتی ہے کہ وہ اپنے من کی دنیا کو بیدار کر کے قطرے سے گہر بننے کا سفر طے کرے۔ روحانی معارف کے

حوالے سے اس سے پہلے جو بھی کام ہوا وہ عام قاری کو بحرِ روحانیات کے ساحل پر لانے میں ناکام نظر آتا [illegible]
پروفیسر عبداللہ صاحب نے یہ بیڑا اٹھایا ہے کہ ہر خاص و عام کو وہ روحانیت کی کرنوں سے فیض یاب کریں۔ سیّد مجتبیٰ شاہ [illegible]
ان کے دوسرے شاگردوں نے اپنے مرشدِ کریم کے ارشادات و تعلیمات کو جس خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے اس [illegible]
قابلِ تحسین ہیں۔

پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کی ذات اتحاد بین المسلمین کا باعث بھی ہے۔ اس دَورِ پُرفتن میں جہاں [illegible]
و مسلک کے اختلاف پر مسجدوں' مزاروں اور نماز جنازہ پر خودکش دھماکے ہوتے ہوں اور اسی پر لوگوں کو گردنوں [illegible]
کبھی سامنے سے تو کبھی پشت سے ذبح کیا جا رہا ہو' صوفیانہ تعلیمات اشد ضرورت بن گئی ہیں۔ جو انسانوں [illegible]
رواداری برداشت اور بھائی چارے کو فروغ دیتے ہوئے ہماری دنیا کو امن کا گہوارہ بنا دیں۔ بنی نوع انسان [illegible]
انفرادی اور اجتماعی مسائل کا حل اسرارِ روحانیت کے مطالعہ میں پوشیدہ ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کتاب
کے مطالعے کے بعد آپ میری رائے کی تائید کریں گے اور یہ کہتے نظر آئیں گے کہ کتاب ''اسرارِ روحانیت'' آج کے
دور کی اشد ضرورت ہے۔

**زمرد نقوی**
**ممتاز کالم نگار (روزنامہ ایکسپریس)**

◆◆◆◆◆



# منفرد روحانی شخصیت

**اسلم کھوکھر (بیورو چیف روزنامہ اوصاف)**

''اسرارِ روحانیت'' تو آج منصۂ شہود پر آئی ہے مگر مجھ پر روحانیت کی الجھی ہوئی گتھیاں اس وقت ہی کھل گئیں تھیں
[illegible] سال پہلے مری میں اپنی نوعیت کی منفرد اور روایت سے ہٹ کر روحانی شخصیت جناب عبداللہ بھٹی صاحب
[illegible] شرف حاصل ہوا۔ میری زندگی کے عظیم ترین انقلابات یا حیرت انگیز تبدیلیوں میں ایک وہ دن تھا کہ جب میں
[illegible] فیض اکتساب کیا۔ ان دنوں مری میں پروفیسر صاحب کا شہرہ تھا' ہر زبان پر آپ کا نام تھا' اہلِ مری بری طرح
[illegible] ہو چکے تھے۔ ہر طرف آپ کا چرچا تھا' ہزاروں کا مجمع ہوتا' ہر زبان پر پروفیسر صاحب کا نام تھا۔ جب میری
[illegible] پہلی ملاقات ہوئی تو میں نے آزمانے کے لیے ان کے ہر سوال کا الٹ جواب دینا شروع کر دیا لیکن انہوں
[illegible] بعد مجھے ماضی حال ہی نہیں مستقبل کا آئینہ بھی دکھا دیا۔ میں حیرت' تجسس اور خوف میں مبتلا ہو چکا تھا۔ اس
[illegible] کبھی بھی کسی دست شناس یا پھر علم الاعداد کے ماہر کے ہنر کو تسلیم نہیں کیا تھا لیکن پروفیسر صاحب کی مسکراتی ہوئی
[illegible] پر گویا طلسم ہوش ربا کے تمام در وا کر دیئے روحانیت کیا تھی؟ اور اس دنیا کے انسان کی ظاہری زندگی پر اس کے
[illegible] کرامت بھی انہی کے بدست ہوئی کہ میری روحانی اور جسمانی مشکلات کا تدارک بھی انہوں نے کیا۔ گویا
[illegible] ایسے ہی تھا کہ جیسے کسی لاچار مریض کو ماہر معالج یہ بتا دے کہ تم فلاں وقت فلاں چیز کھاؤ اور اب تم اس دوا سے بہتر
[illegible] فلاں روز تم ''کدا ڑے'' مارتے ہوئے تندرست و توانا ہو جاؤ گے۔ یہ وارداتِ قلبی مجھ پر بیت چکی ہے اور میں نے
[illegible] اور قربِ الٰہی کا بہترین گر اور ہنر ان کے چرن چھو کر سیکھا ہے۔ اللہ کے ذکر کے ذریعے آپ کے قلب پر پڑی
[illegible] زنگ آلود دل کے آئینے کو وہی چمکا سکتا ہے جس کی نظر وہاں تک پہنچ سکے۔ اور میں اس کا کریڈٹ عبداللہ بھٹی
[illegible] زندگی کے ہر مشکل دور میں اور مصیبت میں' مَیں جب بھی میں ان کے پاس گیا شفایاب اور کامیاب واپس
[illegible] ذکرِ الٰہی سے مصیبت دور کر کے اللہ کے غیظ و غضب کو کم کرنے کا سلیقہ اور طریقہ آ جائے تو اگلے جہاں کی جنت تو
[illegible] بن جاتی ہے۔

یہ زمین شیطان صفت طاقتوں، غاصبوں، ظالموں، بے رحم سنگدل لوگوں نے جہنم بنا رکھی ہے۔ شیطا[illegible]
پیروکاروں شمر، نمرود، شداد کے وفاداروں نے اس زمین کو آتش فشاں بنا رکھا ہے۔ اسے گہوارۂ امن و آشتی [illegible]
سائبان دینے والے ہی دراصل اللہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات، صحابہ کرامؓ کے طریقہ اور [illegible]
بیت اور اولیائے کرام کے اس نقشِ قدم کے پیروکار ہیں کہ جس پر چل کر ہی دنیا اور آخرت میں کامیابی وکامرانی حا[illegible]
سکتی ہے۔ اور اس کام میں محترم ومکرم عبداللہ بھٹی صاحب اپنے تئیں مقدور بھر کوشش کر رہے ہیں۔ جب سے اللہ [illegible]
اس مقام سے نوازا ہے روزانہ سیکڑوں لوگ چشمۂ روحانیت سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ علم الاسرار اور روحانیت [illegible]
حاصل کرنے کے لیے پروفیسر صاحب نے مری میں طویل عرصہ محنت کی۔ روحانی سفر میں کتنے کشٹ کاٹے، جنگل [illegible]
چھاننے کے بعد روحانی مقام پر فائز ہوئے۔ اس کے بعد کئی سال مری میں ہزاروں مسائل زدہ بیمار ولاچار اور دیگر [illegible]
روحانی مسائل کے شکار خواتین وحضرات روزانہ پروفیسر صاحب کے پاس آتے اور فیض حاصل کرتے۔ روحانی
منازل طے کرنے اور اس قدر مخلوقِ خدا کی خدمت میں مشغول رہنے کی وجہ سے بھٹی صاحب نے بہت کم وقت اپنے
بچوں کو دیا۔ میں سمجھتا ہوں عرفانِ الٰہی اور خدمتِ خلق کا اجر ہماری بہن بھٹی صاحب کی اہلیہ کو بھی ملے گا۔ اب جب [illegible]
صاحب لاہور شفٹ ہو چکے ہیں ہم اہلِ مری رات کا سفر کر کے صبح صبح جب سرکار کے آستانہ پر آتے ہیں تو سب کو [illegible]
کھانا ہماری بہن نے ہمیشہ شوق اور خدمت سمجھ کے ہمیشہ خندہ پیشانی سے دیا جس کیلئے ہم سب اہلِ مری ان کے مشکور [illegible]
اب بھٹی صاحب جب بھی مری آتے ہیں تو ان کے چاہنے والے سیکڑوں کی تعداد میں ان کے پاس حاضر ہوتے ہیں ا[illegible]
حاصل کرتے ہیں۔

بھٹی صاحب سے جو بھی ملا اور مستقبل میں ملے گا اس کو پختہ یقین ہو جائے گا کہ تاریخ میں ایک بھٹی تھا جس [illegible]
شر اور کفر کی حکومت کو للکارا تھا اور یہ آج کے روحانیت اور اسرارِ روحانی کے عبداللہ بھٹی ہیں جو اس دور میں جبکہ شر انگیز[illegible]
لادینیت شیطان کی اولاد کی طرح پھیلتی جا رہی ہے پروفیسر صاحب ان شیطانی طاقتوں کا روحانی ہتھیار کے ذریعے [illegible]
کر رہے ہیں۔

کسی بھی معاشرے کیلئے ایسے لوگ اللہ کا انعام ہوتے ہیں جو کہ دکھی دلوں کو سینے سے لگاتے ہیں، ان کی [illegible]
جوئی کرتے ہیں۔ بلا امتیاز امیر غریب، فرقہ بندی سے آزاد سب کی خدمت مسکراہٹ کے ساتھ کرتے ہیں۔
دعا ہے کہ روحانی مسافر عبداللہ بھٹی صاحب کی کتاب اسرارِ روحانیت سے بھرپور استفادہ حاصل کریں اور [illegible]
روحانی پیاس بجھائیں۔

**اسلم کھوکھر**
ممتاز دانشور و کالم نگار

◆◆◆◆◆

# تلاشِ حق کا مسافر

**پیر صوفی غلام سرور شباب قا[illegible]**

"اسرارِ روحانیت" جناب محترم پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کے لیکچرز اور مختلف محافل میں خصوصی نشستوں [illegible]
[illegible] کی روحانی گفت وشنید کا ایک خوبصورت گلدستہ ہے۔ پروفیسر عبداللہ صاحب ایک نابغۂ روزگار [illegible]
[illegible] پروفیسر عبداللہ صاحب سے ہمارا تعلق بہت پرانا ہے۔
ہمارا یہ تعلق کم وبیش ایک عشرے پر محیط ہے۔ جب بھی کبھی ان کی صحبت میسر آئی ان کے ارشادات وملفوظات
[illegible] اور طریقت کے دقیق معارف سے آشنائی کا موقع ملتا۔ یہ بات میرے لیے باعثِ فخر ہے کہ دکھی انسانیت [illegible]
[illegible] اکثر مجھے میسر رہی۔
اگر طلب سچی اور جذبے صادق ہوں تو آخر ایک دن منزل مل ہی جاتی ہے۔ ہمارے رُوحانی بھائی پروفیسر
[illegible] بھی ایک ایسی ہی شخصیت ہیں جنہوں نے کوہساروں کی ملکہ مری کے اندر طویل روحانی ریاضتیں کیں،
[illegible] کے سلسلہ کو جاری رکھا اور ملک کے طول وعرض میں طویل سفر کیے۔ صوفی سالکوں، درویشوں، فقیروں
[illegible] سے ملاقاتیں کیں۔ اولیائے کرام کے مزارات پر حاضریاں دیں، طلبِ حقیقی اور صادق جذبوں کے
[illegible] کی اور بالآخر اپنی منزل کو پا کر خود کو دریافت کر لیا۔
آپ کو مختلف اولیائے عظام سے باطریق اویسیہ رُوحانی فیض حاصل ہوا، جن میں خاص طور پر حضرت بری امام
[illegible]، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ سے موصوف باطنی طور پر فیض یاب ہوئے ہیں۔ اس کے
[illegible] اولیائے کرام کی باطنی سرپرستی کا فیضان بھی حاصل ہوا۔
قدرتِ کاملہ نے آپ کی راہنمائی فرمائی۔ دراصل اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے سے کوئی خاص کام لینا چاہتا ہے
[illegible] مراحل سے گزارتا ہے اور جب منتخب شدہ بندہ اِن تمام مراحل کو طے کر لیتا ہے تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اُس بندے
[illegible] خلق کی خدمت کا عظیم کام سونپ دیتا ہے۔ ایسا ہی ہمارے بھائی پروفیسر عبداللہ صاحب کے ساتھ ہوا۔

دراصل صوفیائے کرام کا مشن بھی یہی رہا ہے اور صوفیائے کرام سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کا
خدمتِ خلق بن گیا۔ آج موصوف بھی جذبہ خدمتِ خلق سے سرشار ہیں اور ایک زمانہ آپ کی رُوحانی خدمات سے
یاب ہو رہا ہے۔

یہ سچ بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جب قطرہ سمندر میں مل جاتا ہے تو وہ سمندر بن جاتا ہے اور جب
محدود عقل و علم رکھنے والا انسان لامحدود ہستی سے واصل ہو جاتا ہے تو اس کے اندر بھی لامحدود صفات پیدا ہو کر ظا
شروع ہو جاتی ہیں۔ میری اس تحریر کی صداقت کے لیے آپ پروفیسر صاحب کا مضمون ''تلاشِ حق'' ضرور پڑھیں۔ جو
کتاب کے پہلے حصے میں دیا گیا ہے۔ جس میں موصوف نے اپنے روحانی سفر کی تمام تر روداد تفصیلاً تحریر فرمائی ہے
سفر میں وہ کن کن مشکلات سے گزرے اور کون کون سے مراحل طے کیے، مکمل تفصیل درج ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ تصوف اور روحانیت کے اسرار و رموز کا خزانہ نظر آتا ہے۔ پہلے باب میں روحانیت او
کی افادیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرے باب میں حقیقتِ روح اور اس کے قرآنی مصادیق اور عالمِ مثال کی تفصیل
گئی ہے۔ جبکہ تیسرے باب میں دینِ اسلام سمیت مذاہبِ عالم کی روحانیت کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے اور چوتھے باب
فقر و تصوف کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ پانچویں باب میں پہلی صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک کے صوفیائے
کا مختصر سا تعارف اور صوفیائے کرام کے تقریباً تمام رُوحانی سلاسل کا مختصر سا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ چھٹا باب معرف
اور تعلیمِ تصوف پر مرتب کیا گیا ہے۔ ساتویں باب میں صوفیائے کرام کی اصل تعلیمات علم الیقین، عین الیقین، حق ال
اور توکل جیسے عنوانات کو موضوعِ تحریر بنایا گیا ہے۔ اور آٹھویں باب میں ذکرِ الٰہی کی رُوحانی طاقت اور اسمِ اعظم
موضوعات پر تفصیل دی گئی ہے۔ نویں باب میں رُوحانیت اور عشقِ الٰہی، عشقِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی، عشقِ الٰہی اور قر
خداوندی جیسے جامع مضامین درج کیے گئے ہیں۔ دسویں باب میں مرشدِ کامل کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ گیارہویں
میں روحانیت کے قواعد و ضوابط بیان کیے گئے ہیں۔ بارہواں باب رُوحانیت کی پہلی سیڑھی مراقبہ پر ترتیب دیا گیا
تیرہویں باب میں لطائفِ ستّہ اور حبسِ دَم پر مشتاقین کو آگاہی دی گئی ہے اور چودھواں باب روحانی پرواز پر مشتمل ہے
''اسرارِ رُوحانیت'' کا مختصر سا تعارف تھا، مگر اصل کتاب پڑھنے اور پڑھ کر عمل کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔ تصو
رُوحانیت پر ایک اہم دستاویز ہے۔

**پیر صوفی غلام سرور شباب قادری**
حکیم، روحانی معالج اور کالم نگار

◆◆◆◆◆

# حصہ اوّل

# تلاشِ حق

[illegible] اس خالقِ لم یزل کے لیے کہ جو لائقِ حمد ہے اور کروڑوں درود و سلام ہوں حبیبِ کبریاؐ پر کہ جن کا [illegible] گناہ گاروں کے لیے باعثِ شفاعت ہے۔ امابعد

[illegible] خاکسار، عاجز، مسکین فقیر نمانا اپنی جنبشِ قلم سے باتوفیق الٰہی ان حقیقتوں کا اظہار کرنے کی کوشش کرنے جا [illegible] کے بارے میں میرے دوست احباب اور ارادتمند اکثر استفسار کرتے ہیں وہ سوالات جو اکثر مجھ سے پوچھے [illegible] طرح سے ہیں کہ آپ کا روحانیت کی طرف میلان کیسے بنا؟ آپ کا مرشد کون ہے؟ آپ نے سیرِ سلوک [illegible] کیسے طے کیں؟ یہ اور اس طرح کے بہت سے سوالات میرے احباب اکثر مجھ سے پوچھتے رہتے ہیں جن کا [illegible] دیتا ہوں کہ مجھے جو بھی مقام ملا اور میں جس منزل پر بھی ہوں یہ اللہ کے فضل اور گنبدِ خضریٰ کے توسّل [illegible] ہوا ہے۔ فی الحقیقت اصل سچائی تو یہی ہے۔

لیکن چونکہ انسان فطرتاً متجسس ہے اس لیے محض ایک جملے کا جواب اسے مطمئن کرنے کے لیے ناکافی ہے کھوج [illegible] کی تہہ تک جانا انسانی فطرت ہے۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ سرشتۂ قلم و قرطاس کے ذریعے برسہا برس [illegible] دوستوں اور ارادتمندوں کو اپنی زندگی کی وہ ''کتھا'' اور داستان سناؤں کہ جس کو جاننے کے لیے وہ [illegible] پاس آتے رہتے ہیں۔

دوستانِ محترم! اگر ہم تاریخِ آدمیت پر نگاہ دوڑائیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ یہ مزاجِ پروردگار ہے کہ اس قادر و [illegible] اپنی قدرتِ کاملہ کے اظہار کے لیے اکثر یہ کیا کہ فرعون کے گھر میں موسیٰؑ کی کفالت کروائی۔ اگر ہم بنظرِ غائر [illegible] تک جائیں تو ہمیں پتا چلے گا کہ یہ محض ایک تمثیل نہیں ہے بلکہ تاریخی تسلسل میں دیکھا جائے تو ہر دور میں اس [illegible] مثال موجود رہی ہے۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔

میری پیدائش جس گاؤں میں ہوئی وہاں پر ہمارے خاندان کے علاوہ ایک بھی انسان ایسا نہیں تھا جو روحانیت [illegible] عشقِ الٰہی یا عشقِ رسول اللہؐ سے واقف ہو۔ آج بھی میرے گاؤں کے حالات یہ ہیں کہ وہاں روحانیت، [illegible] درویشوں، فقیروں کو نہ صرف غلط سمجھا جاتا ہے بلکہ روحانیت اور فقیری کی باتوں کو شرک و بدعت سے تعبیر کیا

جاتا ہے۔ بات یہیں نہیں رکتی روحانیت اور پیری مریدی کی مخالفت جہاد سمجھ کر کی جاتی ہے اور یہ جہاد ان کے نزدیک [illegible] بڑی عبادت ہے۔

میرے آباؤ اجداد بزرگانِ دین کے ماننے والے تھے اور یہ ہیڈ بلوکی سے آگے دریائے راوی کے کنارے رہتے تھے۔ میری پیدائش سے پہلے ہی شدید سیلاب آیا اور پورے کا پورا گاؤں سیلاب میں بہہ گیا تو ہمارا خاندان اس گاؤں میں آ کر آباد ہو گیا۔ یہ گاؤں پھول نگر کے ساتھ ہی ہیڈ بلوکی روڈ پر واقع ہے۔ اس گاؤں میں لوگ سادہ اور مخلص ہیں۔ میری پیدائش اسی گاؤں میں ہوئی۔ اس گاؤں میں اس وقت اور آج بھی روحانیت اور صوفی ازم کو گناہ سمجھا جاتا ہے۔ ویسے یہ ایک پرسکون اور امن والا گاؤں ہے اور عمومی طور پر اس گاؤں کے لوگ نہایت سادہ اور محنتی ہیں۔ امن و آشتی فطرتاً خالقِ بے نیاز نے ان کے مزاج میں ودیعت کی ہے۔ باہمی اخوت اور بھائی چارے کے حوالے سے گاؤں کی فضا بہت مثالی ہے فکری اور نظری اختلاف کے باوجود رواداری اور محبت و الفت اس گاؤں کے ہر فرد میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

دینی شعور و مذہبی تعلیم اور طب و حکمت کی طرف میلان ہمارے خاندان کے مزاج پر غالب تھا، اس کی وجہ میرے نانا جی اور تایا جی تھے۔ نانا جی مولوی احمد دین صاحب نے تقسیمِ ہند سے قبل دہلی سے علومِ دینیہ کی تکمیل کے بعد طب و حکمت میں کمال حاصل کیا، پھر واپس آ کر اپنے علاقے میں مسجد میں امامت کے ساتھ ساتھ حکمت کا آغاز کیا۔ تایا جی بھی بہت بڑے حکیم اور عالمِ دین تھے۔ ان دو جید شخصیات کی وجہ سے ہمارے خاندان کے اکثر نوجوان دینی تعلیم اور طب و حکمت کی طرف راغب ہوئے۔

جب نانا جی نے اوکاڑہ کے قریب رینالہ خورد میں مسجد میں امامت شروع کی تو ساتھ ہی 1880ء میں حکمت کی دکان بھی کھولی جو آج رشید دواخانہ کے نام سے پورے ملک میں یرقان کے حوالے سے مثالی اور قابلِ اعتبار دواخانہ کے نام سے مشہور ہے۔ نانا جی کے بعد ان کے روحانی جانشین اور حکمت کے وارث ہمارے ماموں جان ہارون رشید نے ان کی حکمت کی دکان اور روحانیت کے نظام کو سنبھالا۔

ہمارے ماموں جی کو بچپن سے ہی صوفیائے کرام سے عشق تھا جس نیک بزرگ کا بھی پتا چلتا اس سے ملنے جاتے اور اپنی دکان پر لا کر خدمت کرتے اور دعا کرواتے۔ نانا جی کی کشف و کرامات اور تایا جی اور ماموں جی کے روحانی فیضان کو آج بھی لوگ تسلیم کرتے ہیں۔

ماموں جی کی وفات کے بعد آج کل اِن کے دونوں فرزندانِ باکمال حاجی عبداللہ رشید اور حکیم ساجد رشید نے اپنے اسلاف کی خدمتِ خلق کی روایت کو عبادت سمجھتے ہوئے آج بھی زندہ رکھا ہوا ہے۔ بالخصوص حاجی عبداللہ رشید صاحب کی شخصیت میں تو ماموں جی قبلہ کا پورا عکس نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف حاجی صاحب طب و حکمت میں اپنے علاقے میں لاثانی ہیں بلکہ روحانیت کی بھی اعلیٰ منازل پر فائز ہیں۔ پرائمری کے بعد تین سال مَیں بھی ماموں جی کے گھر حصولِ علم کی غرض سے رہا۔ اس زمانے میں انہوں نے جس محبت و شفقت کا مظاہرہ کیا اس کی یاد آج بھی تسکینِ قلب و جاں کا سامان فراہم کرتی ہے۔ ماموں جی سورۂ مزمل اور اسمِ ذات کے عامل تھے۔ نبض شناسی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے،



[illegible] اور صاحبِ دل بزرگ تھے۔ غریب بچیوں کی شادی، بیواؤں، یتیموں کی پرورش ان کا شیوہ تھا۔ ماموں جی [illegible] اور ان کی دعائیں آج بھی میرے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ ماموں جی کے علاوہ تایا جی کی دعائیں اور [illegible] شفقت بھی آج تک میرے ساتھ ہے۔ نانا جی مولوی احمد دین صاحب نے اس دور میں [illegible] مشتمل کتاب لکھی اور چھپائی بھی۔ اُس کتاب کے بہت سارے ذکر و اذکار میرے خاندان کے [illegible] میں سے تھے اور میری وظائف پر مشتمل کتاب ''سرمایۂ درویش'' میں بہت سارے وظائف میں [illegible] بابا جمال دین اور نانا جی کے شامل کیے ہیں۔ ہزاروں لوگ ان وظائف سے فائدہ اٹھا کر [illegible] ہیں۔

[illegible] مختلف خاندانوں سے مختلف کام لیتی ہے، شاید ہمارے خاندان سے یہ خدمت کہ لوگوں کی روحانی و [illegible]۔ [illegible] میں نے جن بزرگوں کا ذکر کیا یہ تمام میرے بچپن میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ اب ہمارا [illegible] روحانی خدمت کر رہا تھا کچھ عرصہ یہ سلسلہ بند رہا۔ پھر ان تمام بزرگوں کی دعاؤں کا ثمر کہ آگے [illegible] یہ سعادت مجھے دی کہ میں لوگوں کی خدمت کر سکوں۔

[illegible] والد صاحب، تایا جی، نانا جی اور ماموں جی یہ سب لوگ روحانیت پر یقین رکھنے کے ساتھ ساتھ [illegible] تھے اور سلوک کی منازل بھی طے کر چکے تھے۔ تایا جی، نانا جی اور ماموں جی کے ہزاروں مرید تھے، [illegible] بزرگ تھے۔ میری والدہ ماجدہ اِن تمام بزرگوں کی کرامات اکثر بتاتی ہیں اور ان کے پرانے مرید اکثر [illegible] ہیں۔

یہ تمام نیک لوگ دنیا سے جا چکے ہیں لیکن ان کی باتیں اور کرامات آج بھی لوگ یاد کرتے ہیں۔ اب میری [illegible] ماحول میں ہوئی جہاں روحانیت اور تصوف کو خلافِ شرع سمجھا جاتا تھا بلکہ شدید مخالفت کی جاتی۔ اسی ماحول [illegible] ہوا تو مجھے روحانیت کا بالکل پتہ نہیں تھا۔ اللہ نے اچھی یادداشت دی تھی، کئی مضامین میں ایم اے [illegible] کے بعد بطور لیکچرار میری پوسٹنگ کوہ مری ہوئی۔ شاید مشیت الٰہی یہ تھی کہ ذاتِ واجب نے مجھے اس ماحول سے [illegible] اگر میں وہیں رہتا تو کبھی بھی عشقِ الٰہی، عشقِ رسول و پنجتن پاکؑ اور بزرگانِ دین کی محبت اور مقام سے [illegible]۔ میں بہت خوش قسمت ہوں کہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے اپنا عشق دیا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ انسان کچھ [illegible] اور کیونکہ ربِ ذوالجلال اس کائنات کا خالق و مالک ہے جس نے معاشرے کے توازن کے لیے ہر [illegible] کے لوگ پیدا کیے ہیں۔ اگر آپ انسانوں کا قریب سے مشاہدہ کریں تو آپ کو ہر انسان میں اللہ کی کوئی [illegible] نظر آئے گی۔ حکیم، ڈاکٹر، انجینئر، شاعر، ادیب، لیڈر، سائنسدان، کم ذہن اور بہت ذہین لوگ دنیا اور [illegible] کی ضرورت کے مطابق اللہ انسان پیدا کر دیتا ہے جو اُس معاشرے کی ضرورت پوری کرتے ہیں کیونکہ ایک [illegible] معاشرے کے قیام کے لیے ہر طرح کے لوگ ضروری ہیں۔ مادیت، فرسٹریشن، مایوسی، خوف، ذہنی امراض، [illegible] روحانی بیماریاں ہر دور کے معاشرے میں موجود رہی ہیں۔ چونکہ میرے رب کی تخلیق اور کائنات انتہائی مکمل اور

جامع ہے اس لیے ہر مسئلے کے حل کے لیے اللہ نے ہر طرح کے انسانوں کو پیدا کیا۔

اسی فلسفے کے تحت اللہ نے اہلِ تصوف، صوفی، درویش پیدا کیے جو مایوس، لاچار، دکھی و ذہنی امراض اور روحانی مسائل میں الجھے ہوئے لوگوں کو گلے سے لگاتے ہیں، پیار محبت اور امن کا درس دیتے ہیں۔ فرقہ بندی اور حدود و قیود سے آزاد یہ مخلص لوگ خدمت کے جذبے سے سرشار دن رات دکھی انسانیت کی خدمت میں کوشاں رہتے ہیں۔

مری میں میرا کالج اور گھر انتہائی خوبصورت وادی میں تھا جہاں ہر طرف سبزہ پھول اور اونچے درختوں کے ساتھ قدرتی حسن اپنی تمام رنگینیوں کے ساتھ وہاں پر جلوہ افروز تھا۔

بچپن سے مجھے ہر نئی چیز سیکھنے کا شوق اور جنون تھا۔ مختلف مضامین میں ایم اے کیا۔ پھر ہومیوپیتھی کی حکمت اور کشتہ سازی کو سیکھا۔

کیونکہ میں مری میں پردیسی تھا، وقت ہی وقت تھا، سوشل لائف بالکل نہیں تھی، سیکھنے کا جنون مجھے علم نجوم، پامسٹری، علم الاعداد اور آسٹرالوجی کی طرف لے گیا۔ ان موضوعات پر ہر طرح کی کتابیں پڑھ ڈالیں۔ ان علوم کے ماہرین کے پیچھے بہت سا وقت ضائع کیا اور بہت کچھ سیکھا بھی۔ اتنا کچھ کرنے کے باوجود تشنگی، بے قراری اور بے چینی جاری تھی، تلاش تھی کہ ختم ہی نہیں ہو رہی تھی۔ پتہ نہیں میں کیا چاہتا تھا ایک سے بڑھ کر ایک کام کرتا جا رہا تھا۔ اس سے پہلے جب میں ایم اے میں تھا تو ٹی وی کے جنرل نالج، سیرت النبی، مطالعۂ پاکستان اور اقبالیات کے کئی کوئز پروگراموں میں حصہ لے چکا تھا۔ مذاہبِ عالم اور ادب کی بے شمار کتابیں اور کوئز پروگراموں کی تیاری اور حصہ لینے کے بعد بہت کچھ جان چکا تھا لیکن پیاس جاری تھی۔ علم پامسٹری سیکھنے کے بعد بہت سارے لوگ میرے پاس آنا شروع ہو گئے تھے کیونکہ اللہ نے اچھی یادداشت دی تھی اس لیے علمِ نجوم سیکھ کر اب عملی پریکٹس کر رہا تھا۔ فیس ریڈنگ، پامسٹری اور علمِ نجوم کو استعمال کر رہا تھا۔ لیکن میں ان سے بھی مطمئن نہیں تھا۔ کئی مضامین میں ایم اے اور دنیا جہاں کی کتابیں اور علوم سیکھنے کے بعد بھی تشنگی اور بے چینی جاری تھی۔ میرے اندر خلا یعنی خالی پن کا احساس تھا۔ ابھی بھی تلاش اور کھوج جاری تھی۔ پتہ نہیں میں کیا چاہتا تھا اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی تلاش اور جستجو جاری تھی۔ پتہ نہیں میں اور میری روح کس کی تلاش میں تھے تلاش تھی کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ کتابوں کے ساتھ ساتھ میں مختلف کھیلوں میں بھی حصہ لیتا رہا۔ کرکٹ، والی بال، فٹ بال، بیڈمنٹن، ٹیبل ٹینس، خوب کھیلا اور اچھا کھیلا لیکن سکون نہیں ملا، تلاش جاری تھی۔ کبھی کبھی دل کرتا کہ سب کچھ چھوڑ کر جنگل یا دریا کے کنارے چلا جاؤں میں کیا چاہتا تھا؟ میری منزل کیا ہے یہ میں بھی نہیں جانتا تھا۔

# روحانیت کی طرف

میری تلاش جاری تھی کہ آخر میرے رب میرے خالق کو مجھ پر ترس آیا اور میری زندگی میں وہ موڑ آیا جب میں روحانیت کی طرف آیا۔ پامسٹری کے سلسلے میں بہت سارے لوگ میرے پاس آنا شروع ہو گئے تھے۔



بھی ان کے مسائل بتاتا کہ آپ کی لکیریں یا اعداد یا ستارے یہ کہتے ہیں تو لوگ ان مسائل کا حل بھی پوچھتے کہ تنگیٔ رزق یا بیماری کا علاج کیا ہے؟ اسی طرح دوسرے مسائل کا حل پوچھتے۔ میرے پاس اُن مسائل کا حل نہیں تھا۔ تب مجھے یہ سارے علوم بھی نامکمل لگے کہ حساب تو لگ جاتا ہے، مسئلوں کا حل نہیں ہے۔ اندر سے میں ان علوم سے بھی [illegible] ہو چکا تھا اور ایک نئی تلاش میں تھا۔

انہی دنوں میرے گاؤں سے میرا کزن میرے پاس آیا ہوا تھا وہ کسی جڑی بوٹی کی تلاش میں آیا تھا اور ہمارے [illegible] بزرگ کی حکمت اور عملیات کی ذاتی بیاض بھی ساتھ لایا تھا۔ اُس میں بہت سی بیماریوں کا علاج اور جڑی بوٹیوں کا [illegible] کے ساتھ مختلف اذکار اور وظائف بھی تھے۔

میں نے اپنے کزن کو سمجھایا کہ تم کیوں اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔ یہ سب جھوٹ اور خیالی باتیں ہیں جن کا [illegible] کوئی تعلق نہیں ہے۔ کوئی ڈھنگ کا کام کرو۔ خوابوں کی اس دنیا سے باہر آؤ۔ میرا یہ کزن پچھلے کئی سالوں [illegible] سونا بنانے کے چکر میں لگا ہوا تھا۔ بیوی بچوں کی کوئی پروا نہیں ساری زندگی سنیاسی ملنگوں اور حکیموں کے پیچھے [illegible] چکا تھا۔ جب میں نے اسے بہت سمجھایا تو وہ کہنے لگا جن کی یہ ڈائری ہے وہ اللہ کے بہت پہنچے ہوئے بزرگ تھے۔ سارا زمانہ ان کو ولی مانتا تھا۔ اور آج بھی انکو ولی مانتا ہے اور تم بھی ان بابا جی کو اچھی طرح جانتے ہو۔ میں نے کہا کون بابا جی تو اس نے کہا بابا جمال کی ڈائری ہے۔ کیا؟ میں حیرت سے اچھل پڑا واقعی یہ بابا جمال الدین صاحب کی ڈائری ہے۔ تمہارے پاس یہ کہاں سے آئی۔ میں نے حیرت اور تجسس میں اس طرح کے کئی سوال اس پر داغ [illegible] اس نے مجھے مطمئن کرنے کے لیے میرے ہر سوال کا جواب دیا۔ بقول اس کے بابا جی کی وفات کے بعد انکا [illegible] یہ ڈائری لے کر میرے پاس آیا تھا۔ کیونکہ میں بھی عرصۂ دراز سے سونا بنانے کے چکر میں تھا۔ بابا جی کی ڈائری میں ایسے نسخے تھے۔ اسی وجہ سے میری نیت خراب ہو گئی اور میں نے یہ ڈائری دبا لی۔ اس میں حکمت کے نسخوں کے ساتھ ساتھ سونا بنانے کے نسخے بھی لکھے ہوئے ہیں۔ تمہارے پاس آنے کی میری غرض بھی یہی ہے کہ مری کے پہاڑوں پر تم ان جڑی بوٹیوں کو تلاش کرنے میں میری مدد کرو جن کا بابا جی نے ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد ہم بہت دیر تک بابا جی کی باتیں کرتے رہے۔ وہ تھکا ہوا تھا اس لیے وہ سونے کی تیاری کرنے لگا۔ میں یہاں پر تھوڑا اساذکر بابا جمال الدین صاحب کا کرتا چلوں یہ ہمارے خاندان کے سب سے نیک اور صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ حکمت کے بادشاہ تھے، ایک سو دس سال کی عمر میں وفات پائی، اپنی موت کا دن اور وقت پہلے ہی بتا دیا تھا۔ میرا بچپن کا بہت سارا وقت ان کے ساتھ گزرا تھا۔ میرا عشق بابا جی کے ساتھ جنونی تھا، وہ بھی مجھ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ بابا جی کے ساتھ گزرا ہوا وقت آج بھی مجھے یاد ہے، ان کی روح بیدار تھی اور کیمرہ آن تھا۔ میں نے بابا جی کی ڈائری پڑھنی شروع کر دی۔ ڈائری میں مختلف عملیات اور ذکر اذکار درج تھے۔ مجھے ایسے لگ رہا تھا جیسے مجھے قارون کا خزانہ مل گیا ہو۔ میں تجسس اور خوشی سے پڑھ رہا تھا کہ میری نظر ایک جگہ پر آ کر ٹھہر گئی۔ بابا جی یاحیُّ یا قیوم کے عامل تھے۔ اور مجھے بھی بچپن میں اس اسمِ اعظم کو پڑھنے کا کہتے۔ بابا جی اکثر کہا کرتے تھے کہ بیٹا جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو تم میری

لائن پر آ جاؤ گے۔ میں اسوقت بچہ تھا مجھے اندازہ نہ تھا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔

بابا جی اپنے دوست مست شاہ سے اکثر ملنے جاتے تھے۔ بابا مست بہت بڑے بزرگ تھے۔ ان کے ساتھ ا
دریا پر نہاتے تھے کیونکہ وہ دریا کے قریب رہتے تھے۔ بابا مست نے کئی بار مجھے اپنے منہ کا نوالا کھلایا۔ بابا مست اکثر
لے لنگر کھا۔ اور میں جب بھی لنگر کھا کر آتا عجیب وغریب مستی محسوس کرتا۔ ان دو بابوں کے قرب میں رہنے کی وجہ
میری ملاقات اور بھی کئی بزرگوں سے ہوئی۔ جن کا تفصیلی ذکر کسی اور کتاب میں کرونگا۔

وہ رات کو سو گیا مجھے فراغت میسر تھی۔ رات کو مطالعہ میری عادت تھی لہذا اپنی کھوج اور جستجو کی عادت سے مجبور
کر اُس ڈائری کو پڑھنا شروع کر دیا۔ اُس ڈائری میں حکمت کشتہ سازی اور وظائف تھے، پڑھتے پڑھتے ایک مضمون
آ کر میں ٹھہر گیا۔

بابا جی نے اسمِ اعظم کا ذکر کیا تھا۔ اُن کے بقول انہوں نے شرائط چلہ کے ساتھ اللہ کے کسی نام کا ورد سوا
کروڑ کیا تھا۔ چلہ کشی کے ایام میں اپنے ساتھ ہونے والے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ آخری رات
میں دریا کے کنارے بیٹھا تھا اور اپنا ورد کر رہا تھا کہ آسمان سے تیز روشنی کی لہر آئی، میرے سینے سے ٹکرائی، میرا وزن کم
ہو گیا، پردے اٹھ گئے، سینہ روشن ہو گیا، زمان ومکان سے آزاد ہو گیا، آسمان تک ملائکہ، جن اور ارواح نظر آنی شروع
ہو گئیں اور زمین کی تہہ تک سب کچھ نظر آنے لگا، میلوں دور تک میں دیکھ رہا تھا۔ میں جس تلاش میں تھا وہ مجھے اُس رات
مل گیا۔ اُس رات میں نے روحانی پرواز کی، وہ میرے روحانی سفر کی ابتدا تھی، چاروں طرف نور ہی نور تھا۔ اس کے
بعد میری دعائیں قبول ہونا شروع ہو گئیں، میں سیفِ زبان ہو گیا، سرور اور نشے میں ڈوب گیا۔ مجھے جس کی تلاش تھی
میں نے اُس رات پا لیا۔ میں نے خدا کو پا لیا، میری ترسی روح کو سکون مل گیا، بے چینی بے قراری تشنگی ختم ہو گئی، میں
نے سمندر کو پا لیا، میں قطرہ تھا سمندر کا حصہ بن گیا، میری تلاش ختم ہو گئی، میرے اندر وہ قوتیں پیدا ہو گئیں جو پہلے نہ
تھیں، میں حیرت اور تجسس سے یہ سب پڑھ رہا تھا۔

انہوں نے تمام شرائط اور پرہیز بھی لکھے تھے اور طریقۂ کار بھی کس طرح سوا کروڑ کا چلہ پورا کیا۔ میں بچپن
سے اُن بزرگوں کے بارے میں اپنی والدۂ ماجدہ سے سنتا آ رہا تھا بقول والدۂ محترمہ جو وہ کہتے تھے پورا ہوتا تھا، اُن کو
آنے والے واقعات کا پتہ ہوتا تھا، وہ پہلے ہی بتا دیتے تھے مصیبت اور خوشی پہلے ہی بتا دیتے تھے، اُن کے بے شمار
واقعات اور کرامات تھیں، وہ حکمت اور دم کرتے تھے، اُن کے بے شمار مرید اور چاہنے والے تھے، اُن کے چاہنے
والے ان کو صاحبِ کرامت اور اللہ کا ولی مانتے تھے۔ مرنے سے پہلے انہوں نے اپنی موت کا دن بتا دیا تھا کہ آج میرا
آخری دن ہے، آج میرے لیے کھانا نہ بنانا، آج میں نے اللہ کے پاس چلے جانا ہے۔ میں بچپن سے ان کے بارے
میں سنتا آ رہا تھا لیکن کبھی دھیان نہ دیا بلکہ افسانوی باتیں ہی سمجھیں، لیکن بعد میں جب میں نے والدہ اور بزرگوں سے
اُن کے بارے میں پوچھا تو واقعی وہ ایک درویش اور صاحبِ کرامت بزرگ تھے، اللہ کا اُن پر خاص کرم تھا۔ میں یہ
سب پڑھ کر ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو گیا۔ ایک عجیب سی خوشی اور تجسس کی لہر میرے جسم میں دوڑ گئی۔ بابا جی نے اسمِ اعظم



کی بارے میں جو تفصیلات لکھیں۔ اس میں شرائط اور طریقہ کار بھی درج ہیں۔

# اسمِ اعظم کی تلاش

میں نے زندگی میں پہلی بار اسمِ اعظم کا نام سنا تھا روحانی سفر، تبدیلیاں، مشاہدات یہ سب مذاق، فراڈ، سراب
اور دھوکہ سمجھتا تھا، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، یہ صرف باتیں ہی سمجھتا تھا کیونکہ بچپن سے کھوج، تلاش، جستجو، جاننا
میری فطرت میں تھا لہذا مجھے لگا یہ میری منزل ہے مجھے اس کی تلاش ہے۔

اب میں نے روحانیت کی مختلف کتب پڑھنا شروع کر دیں۔ روحانیت، تصوف، سلوک، درویش، قلندر،
اولیاء، اوراد، روحانی سلسلے پڑھنا شروع کر دیے اور بزرگوں سے ملنا شروع کر دیا۔ پاکستانی کتابوں کے علاوہ ہندوازم
اور بدھ مت کی یوگا، ارتکاز توجہ اور سانس کی مشقوں کے بارے میں جو کتاب ملتی پڑھنا شروع کر دیں، ایک نیا جنون طاری
ہوا۔ اسمِ اعظم کے حوالے سے اکثر کتابوں میں آصف بن برخیا کا ذکر آیا کہ اُس نے پلک جھپکتے شہزادی بلقیس کا تخت منگوا
لیا۔ اب مجھے اسمِ اعظم جاننے کا جنون ہو گیا۔ نام نہاد بابوں ملنگوں، صوفیوں کے پیچھے بھاگتا رہا، کوئی کچھ کوئی کچھ بتا رہا
تھا۔ کتابیں بھی کنفیوژ کر رہی تھیں، ہر بزرگ نے اپنا الگ ہی تجربہ بیان کیا تھا۔

مختلف کتابوں اور بزرگوں سے ملنے کے بعد میری عقل وفکر ان وظائف پر ٹھہر گئی کہ ان میں سے کوئی
ایک ہوگا۔

| | |
|---|---|
| صرف اسم "یا اللہ" | درودشریف کی کثرت |
| یا پھر "اللہ ھو" یا حیی یا قیوم | یا ذوالجلال والاکرام |

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

یا پھر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَّبٍ رَحِیْمٍ

| | | |
|---|---|---|
| سات سلام | سورۃ اخلاص | سورۃ مزمل |
| سورۃ یٰسین | سورۃ حشر | سورۃ مومنون کی آیات |
| سورۃ بقرہ کی آیات | | سورۃ رحمن کی آیات |

ان کے علاوہ اور بھی کئی اللہ کے نام اور قرآن پاک کی سورتیں اور آیات کئی بزرگوں سے ملنے اور بے شمار
اسلامی روحانی کتب کے مطالعہ کے بعد میرا دل اور دماغ ان پر آ کر ٹھہر گیا کہ ان میں سے کوئی اسمِ اعظم ہے۔ سب

سے زیادہ یا حیی یا قیوم اور یا ذوالجلال والاکرام پر دل جما کیونکہ یہی وہ ورد تھا جو بابا جمال دین سرکار
بچپن میں کرواتے تھے۔

## درود شریف کی کثرت

بے شمار کتب کے مطالعہ اور بزرگوں سے ملنے کے بعد میں اچھی طرح یہ جان چکا تھا کہ روحانی ذکرواذکار یا روحانی مشقیں کسی کامل بزرگ یعنی مرشد کی زیرنگرانی کرنی چاہئیں اسم اعظم کے بعد اگلی تلاش اور منزل مرشد کی شروع ہوگئی کیونکہ میں جس ماحول میں پلا بڑھا تھا وہاں مرشد یا بزرگ کا تصور نہیں تھا اور نہ ہی کوئی مانتا تھا لیکن ہر سالک صوفی اور کتاب مرشد مرشد پکار رہی تھی۔ اب میں درود شریف کثرت سے پڑھ رہا تھا اور اللہ سے دعا بھی کرتا کہ مجھے مرشد مل جائے۔ میں نے مختلف بزرگوں کے پاس جانا شروع کر دیا ملک کے دور دراز شہروں میں جہاں کسی کا نام سنتا چلا جاتا۔ جو بھی کسی بزرگ کی تعریف کرتا میں اُس سے کہتا مجھے اپنے مرشد سے ملاؤ جو ملنگ بابا ملتا اُس کے پیچھے پڑ جاتا۔

کئی نام نہاد بزرگوں اور گدی نشینوں سے ملا لیکن دو چار ملاقاتوں کے بعد دل بھر جاتا، مطمئن نہ ہوتا۔ جو تصور میرے دل میں مرشد کا تھا کوئی بھی ویسا نہ تھا۔ بے شمار بزرگوں سے ملا، لالچ اور جھوٹ ہی نظر آیا۔ میں بابا جمال دین سرکار کو بہت یاد کرتا کاش وہ ہوتے۔

اسی دوران جہلم میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی وہ بیمار تھے، انہوں نے درود شریف بتایا، پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ عرصے بعد وہ فوت ہو گئے دوبارہ کبھی ان سے بھی ملاقات نہ ہوئی، مرشد کی تلاش میں بھاگ بھاگ کر تھک گیا۔

## عملِ حصار

جب بہت تلاش کے بعد بھی مرشد نہ ملا تو اللہ سے بہت دعا کی۔ اسی دوران ایک نیک بندہ ملا اُس نے کہا اگر مرشد نہیں ملتا تو کوئی بات نہیں آپ حصار کا وظیفہ کر لیں، پھر جو مرضی پڑھیں کچھ الٹا اثر نہ ہوگا، کوئی رجعت نہیں ہوگی، آپ اللہ کی حفاظت میں رہیں گے۔ انہوں نے حصار کے کئی اعمال بتائے لیکن مجھے سب سے زیادہ الرقیب (بڑا نگہبان) پسند آیا لہٰذا میں نے دو رکعت نوافل پڑھ کر اللہ کے حضور رُو رُو کر دعا کی کہ اے میرے رب میں نے پوری کوشش کی مرشد کو پانے کی مگر مجھے مرشد نہیں ملا، لہٰذا میں آج اے اللہ تجھ کو اپنا مرشد بناتا ہوں، خود کو تیری حفاظت میں دیتا ہوں، اب تو میری حفاظت فرما اور مجھے اس قابل بنا کہ میں اس چلے کو مکمل کر سکوں۔ سفید



رنگ کا نیا سوٹ پہنا اور خوشبو لگا کر خالی کمرے میں بروز جمعرات بعد نماز عشاء اول آخر گیارہ بار درود شریف پڑھ کر یا رقیب کو پانچ ہزار بار پڑھنا شروع کر دیا۔ میں روزانہ مقررہ وقت پر پورے اہتمام کے ساتھ پڑھتا رہا۔ اللہ کے فضل و کرم سے میں نے ایک ہی جگہ پر اکتالیس دن پورے کیے۔ آخری دن میں نے دو نوافل شکرانے کے پڑھے اور مٹھائی پاس رکھی اور صبح بچوں اور لوگوں کو وہ مٹھائی کھلا دی۔ یہ وظیفہ مکمل ہوا تو میرے اندر سکون اور اعتماد کی کیفیت پیدا ہو چکی تھی کہ مجھے کچھ بھی نہیں ہوا اور وظیفہ بھی مکمل ہو گیا۔ یہ میرا پہلا چلہ یا وظیفہ تھا جو میں نے مری کی ایک اور ٹھنڈی راتوں میں کیا اور مکمل بھی ہو گیا۔

## اِسمِ اعظم کا ورد

بے شمار کتابوں اور بزرگوں سے ملنے کے بعد میرا دل یا حیی یا قیوم اور یا ذوالجلال والاکرام پر ٹھہر چکا تھا کیونکہ بابا جمال دین کا بھی یہی وظیفہ تھا۔ لہٰذا میں نے

ایک ہزار درود شریف — دو ہزار یا حیی یا قیوم

پہلا کلمہ ایک ہزار — یا اللہ ایک ہزار — سورۃ اخلاص 108 بار

دو رکعت نوافل پڑھ کر اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ میں ورد شروع کر رہا ہوں مجھے ہمت اور استقامت دے تاکہ میں یا حیی یا قیوم کی سوا کروڑ تعداد مکمل کر سکوں۔ جب ایک ہفتہ سکون سے گزر گیا تو مجھے حوصلہ ہوا اور یہ خیال بھی کہ اس طرح تو سوا کروڑ مکمل ہونے میں بہت دیر ہو جائے گی تب میں نے یا حیی یا قیوم کی تعداد کو آٹھ ہزار کر دیا اور یا ذوالجلال والاکرام 4100 کر دیا۔ ایک مہینہ میں اسی طرح کرتا رہا۔ مزا آنا شروع ہوا تو مجھے احساس ہوا کہ اس طرح بھی دیر ہو جائے گی لہٰذا میں نے یا حیی یا قیوم ساڑھے بارہ ہزار کر دیا، تین ہزار رات کو کرتا باقی دن میں پورا کر لیتا۔

دو ماہ کے بعد میں یا حیی یا قیوم اور باقی سارے ذکر اذکار دن میں ہی مکمل کر لیتا اور رات کو مختلف اسماء الحسنٰی اور قرآنی سورتوں کے وظیفے اور چلے شروع کر دیئے۔ مختلف بزرگوں اور کتابوں سے جو اچھے وظیفے ملے وہ کرتا رہا۔

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ اکتالیس دن اکتالیس سو مرتبہ شرائط کے ساتھ کیا۔ اس میں بہت خوشبوئیں اور مزہ آیا۔ جب مجھے ورد کرتے ہوئے دو ماہ ہو گئے تو مجھے لگا ابھی تو کچھ بھی نہیں ہوا بغیر کسی نور یا روشنی کے مشاہدہ کے پڑھے جا رہا ہوں۔ میں نے دوبارہ خود کو چیک کیا کہ میں کیا غلطی کر رہا ہوں۔ میں نے پھر مختلف بزرگوں کے پاس جانا شروع کر دیا کہ میں کیا کروں؟ ایک بزرگ سادہ اور معصوم تھے جب میں ان کے بہت پیچھے پڑا تو وہ مجھے کہنے لگے میرا نشانہ پکاؤ۔ یعنی میرا تصور کرو۔ میں نے بہت کوشش کی بابا جی سے کہا آپ کا تصور مجھ سے نہیں ہوتا تو انہوں نے مجھے کہا کسی لڑکی سے عشق کرو اُس کا نشانہ پکاؤ۔ میں نے یہ کوشش

بھی کی لیکن کسی لڑکی سے عشق نہ ہوا۔

# ایک سیّد سے ملاقات

اسی دوران کسی نے مجھے ایک ایسے سید کا بتایا جس کے پاس ہزاروں لوگ ملاقات کے لیے آتے اور حیران جاتے۔ مشہور تھا کہ وہ ہر چیز بتا دیتے ہیں۔ میں بھی اپنے دوست کے ہمراہ ان کے آستانے پر چلا گیا بہت رش تھا۔ جب سب لوگ چلے گئے رات کا وقت تھا وہ بزرگ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔

میں نے کہا شاہ صاحب میں پانچ سو کلومیٹر کا سفر کر کے مری سے آیا ہوں کچھ ہمیں بھی بتائیں۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ میں اُن کو بغور دیکھ رہا تھا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے کسی کاغذ پر کچھ لکھا اور اپنے سامنے پڑے ہوئے حقے میں جو وہ پی رہے تھے اُس میں پھینک دیا۔

میں نے غیر ارادی طور پر سات بار یا رقیب پڑھ کر کمرے کا حصار کر دیا۔

انہوں نے تین بار کاغذ پر کچھ لکھا اور حقہ کی آگ میں ڈالا۔ وہ کچھ پریشان نظر آ رہے تھے، میں بھی حیرت اور تجسس سے اُن کو دیکھ رہا تھا، ایک دم وہ اٹھے اور باہر چلے گئے۔ پانچ منٹ بعد واپس آئے، بہت زور سے ہنسے کہنے لگے، مزہ آ گیا آج کتنے سالوں بعد کوئی آیا ہے۔ میں نے درخواست کی حضور کچھ تو بتائیں۔ کہنے لگے پروفیسر صاحب جانے دیں کیوں مذاق کرتے ہیں۔ میں نے کہا میں سمجھا نہیں۔ کہنے لگے حصار اچھا لگا یا مزہ آیا، پروفیسر صاحب مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ میں نے بتایا دو ماہ سے پڑھ رہا ہوں، اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ انہوں نے مجھے یا عزیز کی باموکل پڑھائی دی اور کہا کہ میرا تصور جا کر پکاؤ، جب پک جائے میرے پاس آ جانا۔ میں مری جا کر اُن کی پڑھائی رات میں کرتا اور اُن کا تصور پکانا شروع کر دیا۔

جب ایک ماہ گزر گیا تو کچھ بھی نہیں ہوا، میں شاہ صاحب سے ملنے گیا۔ بس سے اترتے ہی اُن کو فون کیا فون اُن کی بیٹی نے اٹھایا۔ میں نے پوچھا شاہ صاحب کدھر ہیں۔ وہ بولی آپ نہیں جانتے۔ میں نے کہا نہیں۔ وہ رو کر بولی دس دن پہلے وہ وفات پا گئے ہیں۔

میں کتنی دیر گم سم وہیں کھڑا رہا، کچھ سمجھ نہ آئے کیا کروں، آخر مایوس پریشان واپس مری آ گیا۔

اب میں بھی پریشان کہ اب کیا کروں اب میری سوچ شاہ صاحب یعنی تصورِ شیخ پر اٹک گئی کہ یہ کیا ہے؟

اس حوالے سے شاہ صاحب سے میری مختصر گفتگو ہوئی تھی لیکن اس مختصر وقت میں بھی انہوں نے ایسے جامع اور مدلل انداز میں اس کی وضاحت کی تھی کہ یہ بات میرے ذہن میں بیٹھ گئی کہ تصورِ شیخ روحانیت میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن تصورِ شیخ کے حوالے سے ابھی ایسے بہت سے سوالات تھے جو میرے ذہن میں کلبلا رہے تھے۔ شاہ صاحب تو اس دنیا میں تھے نہیں جنہوں نے تصورِ شیخ کی بات میرے ذہن میں ڈالی تھی، اب میں ان سوالات کے جوابات کہاں سے




لیتا اور تو کچھ نہ بن پڑا میں نے کتابوں کا مطالعہ پھر شروع کر دیا۔

سفر سلوک کے سالک کو ایسے بھی راہنمائی مل سکتی ہے..........؟ بظاہر تو یہ اچنبھے کی بات ہے۔ لیکن اگر ذاتِ باری تعالیٰ آپ کی حامی و ناصر اور اس کے حبیب کا لطف و کرم آپ کے شامل حال ہو تو پھر معمولی بات سے بھی عظیم معارف کا انکشاف کوئی حیرت کی بات نہیں۔ میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔

یوگا، ارتکاز وغیرہ کی عام سطحی سی کتابوں نے مجھ پر تصورِ شیخ کے اندر چھپے ہوئے روحانی اسرار اور ان کی فلاسفی کو واضح کر دیا۔ مجھے سمجھ میں آ گیا کہ تصورِ شیخ فی الحقیقت کیا ہے؟ یہ کیوں ضروری ہے؟ اور اس کے اصل مقاصد کیا ہیں؟ اس کے ساتھ ساتھ مجھے اعلیٰ روحانی منازل تک رسائی کے حصول میں معاونت فراہم کرنے والی اہم چیز مراقبہ کا بھی پتہ چلا۔ اور یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ مراقبہ ہی وہ سیڑھی ہے کہ جس کو بروئے کار لا کر انسان روحانی منازل کے سفر کو طے کرتا ہے۔

# مراقبہ

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اب میرے فکر و شعور میں مراقبہ کا Concept بالکل واضح ہو گیا تھا اور میں مراقبہ کی اہمیت اور افادیت کو بھی جان چکا تھا کہ روحانی بیداری کے لیے ذکر و اذکار کے ساتھ مراقبہ بہت ضروری ہے۔ مراقبہ کی مختلف کتب کے مطالعہ کے بعد مراقبہ کا طریقہ کار سمجھنے کے بعد میں نے دل پر سنہرے حروف میں لکھے اللہ کا تصور رکھتے ہوئے اللہ پڑھنے کا مراقبہ شروع کر دیا۔ مراقبے پر تفصیلی بیان دوسرے حصے میں موجود ہے۔

ساتھ ہی یا حیی یا قیوم کو 22 ہزار مرتبہ روزانہ پڑھنا شروع کر دیا۔

کیونکہ میں نے قرآن پاک کی آیت پڑھ لی تھی۔

ترجمہ: میرا ذکر کثرت سے کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

لہٰذا میں 22 ہزار ختم ہونے کے بعد بھی کھلا پڑھتا رہا۔ ساتھ ساتھ باقی اذکار بھی جاری تھے۔

# ارتکازِ توجہ

میں مراقبہ اور ذکر و اذکار کر رہا تھا کہ میرے، پاس ملتان سے ایک بزرگ آئے۔ جب مجھے پتہ چلا کہ وہ بزرگ ہیں تو میں ان سے ملا اور رہنمائی مانگی کہ میرا مراقبہ کھل نہیں رہا نہ ہی اللہ کا تصور پکا ہو رہا ہے۔ اُنہوں نے مجھے نیا طریقہ بتایا جو میں پہلے ہی مختلف کتابوں میں بھی پڑھ چکا تھا کہ سفید پیپر پر روپے کے سکے برابر گول دائرہ بنا کر کالا کر کے پیپر کو دیوار پر لگا کر بلا پلک جھپکے دیکھنے کی مشق کرو۔ سارا طریقہ بھی سمجھا دیا۔ اب رات کو مراقبہ اور دن میں گول سیاہ دائرے کو بلا پلک جھپکے دیکھنے کی مشق شروع کر دی۔ شروع میں آنکھوں سے بہت پانی آتا لیکن میں جنونی تھا لگا رہا آہستہ آہستہ میری نظر بڑھنی شروع ہو گئی۔

ایک ماہ بعد اس مشق میں مزا آنا شروع ہو گیا بلکہ اکثر دائرہ نظروں کے سامنے سے غائب ہو جاتا دماغ پر فالجی کیفیت نیم خوابیدگی سی طاری ہونا شروع ہو گئی۔ آہستہ آہستہ جب میری یہ مشق ایک گھنٹہ پر پہنچ گئی تو اکثر کیفیت طاری ہوتی تو دائرہ نظروں سے اوجھل ہو جاتا۔

# ترکِ حیوانات

ملتان والے بزرگ نے مجھے ترکِ حیوانات کا مشورہ بھی دیا کہ جب تک تم گوشت انڈہ وغیرہ نہیں چھوڑو گے کبھی بھی روحانی تبدیلیاں رونما نہیں ہونگی، روح کو ہلکا کرنے کے لیے ترکِ حیوانات اور میٹھا کھانا بند کر دو، میٹھا اور گوشت کھانے سے روح بھاری ہو جاتی ہے۔

اب میں نے سختی سے ترکِ حیوانات اور میٹھے کا پرہیز کرنا شروع کر دیا اتنا پرہیز کہ روحانی بیداری کے بعد گوشت نہ کھاتا، اسی وجہ سے میں دال والا پیر مشہور ہو گیا چونکہ لوگوں کو پتہ ہوتا تھا کہ میں گوشت نہیں کھاتا اس لیے دال چاول بناتے بلکہ میں اتنا جنونی تھا کہ جسم سے گوشت اور میٹھا کم کرنے کے لیے میلوں پہاڑوں پر چلتا تا کہ جسم سے گوشت کے اثرات اور میٹھا کم ہو جائے۔ کھانے میں زیادہ تر ابلے چاول، رس اور ڈبل روٹی کھاتا۔ بلکہ میٹھا اور گوشت مجھے ایسے لگتے، میرا یہ پرہیز بہت دیر تک چلا۔

# "حبسِ دم" سانس ہی زندگی ہے

میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ ربِ ذوالجلال مجھے راستہ دکھا رہے تھے اور میں اُس پر چلتا جا رہا تھا۔ میں آج بھی یہ کہتا ہوں کہ جس وقت مجھے راہنمائی کی ضرورت پڑی ہے اللہ نے کسی کتاب یا کسی بزرگ کے ذریعے میری راہنمائی کی۔ مجھے ذکرواذکار کرتے اور مراقبہ کرتے اور ترکِ حیوانات کیئے ہوئے تقریباً ایک سال ہو گیا تھا اور میں ابھی بھی اندھا تھا، سکون اور مزہ تھا لیکن اندھیرا ہی اندھیرا۔ انہی دنوں ایک فیملی دبئ سے میرے دوست کے گھر آئی وہ فیملی میرے پاس ہاتھ دکھانے آ گئی، میں ان کے ہاتھ دیکھ رہا تھا۔ اس فیملی سے گپ شپ بھی ہو رہی تھی تو وہ خاتون بولی پروفیسر صاحب میرے میاں کو بھی یوگا کی بیماری ہے، یہ کسی ہندو کے شاگرد ہیں۔ میں ایک دم الرٹ ہو گیا میرا شوق جاگ اُٹھا میں نے تفصیلاً ان سے پوچھا تو انہوں نے مجھے سانس کی مختلف مشقیں، طریقۂ کار اور اوقات بتائے۔ میں دو دن اُن سے گفتگو کرتا رہا اور معلومات لیتا رہا۔ مجھے جو چیز سب سے زیادہ اچھی لگی اور جس کے بارے میں مختلف کتابوں اور بزرگوں سے سن بھی رکھا تھا لیکن کبھی سنجیدگی سے نہیں لیا وہ تھی حبسِ دم۔ یعنی سانس کو روکنا یا سانس کو سینے کے اندر قید کرنا اور میٹھی گولیوں کی طرح چوسنا۔ اُس بندے نے حبسِ دم پر لمبا اور معلومات سے بھرپور لیکچر دیا کہ کس طرح درجہ بدرجہ سانس کو قید کر کے دکھ



اس نے بتایا حبسِ دم کے بغیر آپ کے لطائف یعنی روحانی یونٹس کبھی بھی آن نہیں ہو سکتے۔ مراقبہ بھی اُسی وقت کامیاب ہوگا اگر آپ سانس کی مشقوں کو پابندی سے کر سکیں۔ انہوں نے اتنے فائدے بتائے کہ میں جنون کی حد تک حبسِ دم پر تیار ہو گیا

انہوں نے مجھے سارا طریقہ بتایا اور جا کر مجھے کتاب بھی بھیجی بلکہ وہ نوٹس تھے سانس اور حبسِ دم پر۔ اب میں ذکر اور مراقبہ کے ساتھ خالی پیٹ طلوعِ آفتاب سے پہلے اور رات کو سانس کی مشقیں اور مراقبہ کرتا جنگل اور دریا کے کنارے جا کر۔

یہاں میں روحانی مسافروں کو الرٹ کروں گا کہ ذکرواذکار و مراقبہ وغیرہ آپ خود کر سکتے ہیں لیکن سانس اور حبسِ دم کی مشقیں کسی استاد کی زیرِ نگرانی کی جائیں تا کہ خوف بھی نہ ہو اور رزلٹ بھی جلدی اور بہتر آتا ہے۔ اب مجھے ایک راستہ مل گیا تھا، میں نے سانس کی مختلف مشقیں کرنی شروع کر دیں اور آخر میں مراقبہ اور حبسِ دم کرتا ایک ماہ کے اندر اندر کافی دیر تک سانس روک لیتا تھا۔ سانس کو لمبا ناک کے راستے اندر کھینچ کر سانس کو روک لینے میں بڑا مزہ آتا اور آج بھی بہت مزہ آتا ہے۔ ایک دفعہ میں دبئ میں اپنی فیملی کے ساتھ تھا، میں نے سوئمنگ پول میں نیچے جا کر سانس روک لی، جب کافی دیر تک باہر نہ آیا تو بیوی بچوں نے رونا اور چلانا شروع کر دیا، آخر ہوٹل کی انتظامیہ نے تالاب کے اندر آ کر مجھے باہر نکالا جب میں باہر آیا اور سب کی جان میں جان آئی۔ سانس روکنے کا ٹائم ایک سال تک کافی بڑھ چکا تھا۔ سانس اور حبسِ دم پر الگ کتاب لکھوں گا جس میں تمام معلومات درج کروں گا انشاءاللہ۔

اب میں نے یا حیی یا قیوم بائیس ہزار روزانہ سے بھی زیادہ کر دیا تھا۔ دورد شریف، یا ذوالجلال والاکرام اور باقی اذکار کے ساتھ، رات کے مختلف اوقات میں پڑھتا تھا اور مجھے ترکِ حیوانات کیئے ہوئے ایک سال سے اوپر ہو چکا تھا۔

# مختلف مزارات پر حاضری

مختلف ذکرواذکار، مراقبہ، ترکِ حیوانات اور حبسِ دم کرتے ہوئے بھی جب ایک مدت گزر گئی تو میں نے محسوس کیا کہ ان ریاضتوں کے باوجود میں ابھی تک کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکا۔ میرے باطن کی تاریکی جوں کی توں تھی اور میں گھپ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا تھا، منزل تو دور کی بات ہے کسی نشانِ منزل سے آشنائی بھی میرے مقدر میں نہ آئی۔ میں نے اپنا محاسبہ شروع کیا کہ میں آخر کون سی ایسی بنیادی غلطی کر رہا ہوں جس کی وجہ سے میری تمام ریاضت ابھی تک بے ثمر ہے؟ جب میں نے اپنا محاسبہ کیا تو مجھے پتا چلا کہ میں بنیادی غلطی یہ کر رہا تھا کہ شاہراہِ طریقت کا مسافر تو بنا لیکن راہِ طریقت کے مزاراتِ مقدسہ پر حاضری سے گریزاں تھا۔ اگر چہ کہ میری پرورش اور تربیت نہایت روحانی ماحول میں ہوئی تھی لیکن اس گریز کی وجہ میرے گاؤں کا وہ ماحول تھا جس میں مَیں پلا بڑھا۔ جب مجھے اپنی غلطی کا احساس

ہوا تو میں نے مختلف مزارات پر جانا شروع کر دیا۔ پہلے مری کے گردونواح میں پیدل سلام کرنے جانا شروع کیا اکثر بیس کلومیٹر بلکہ اس سے بھی زیادہ پیدل سفر کرتا یہاں تک کہ طالب علموں اور لوگوں نے میرے ساتھ جانا چھوڑ دیا کہ مجھے لگتا تھا کہ پیدل جاؤں گا تو لنگر ملے گا۔

مری کے بعد لاہور و ملتان اور دور دراز کے مزارات پر جنونیوں کی طرح حاضری دیتا رہا وہاں مراقبہ کرتا سرشاری ضرور بڑھتی لیکن روشنی نہ ملی۔ بے شمار مزارات پر حاضری دی، جس مزار سے مجھے روشنی اور روحانیت کا لنگر ملا وہاں نہ گیا بلکہ وہاں بعد میں جانا ہوا۔

## داتا حضور کے در پر

اِس میں کوئی شک نہیں کہ سرکار مدینہ کے بعد میرا دیوانگی اور جنون کی حد تک عشق شہنشاہ کوہسار بری امام اور شہنشاہِ اجمیر خواجہ غریب نواز سلطان الہندؒ سے ہے اور میں بار بار بری سرکار اور بھارت میں اجمیر شریف جاتا ہوں لیکن لاہور میں شہنشاہِ لاہور داتا علی ہجویری سرکار کا بھی اپنا ہی نشہ اور سرور ہے۔ اور آپ واقعی شہنشاہِ لاہور ہیں کیونکہ خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی سرکار نے بھی یہاں پر چلہ کاٹا اور سلوک کی کئی منازل طے کیں۔ اِسی طرح شہنشاہِ پاک پتن بابا فریدؒ نے بھی یہاں پر حاضری دی اور چلہ کاٹا۔ اِن کے علاوہ ہر دور کے بزرگ، صوفی درویش نے داتا حضور حاضری دی اور اپنا باطن انوارات سے بھر کر لے گئے۔ راہِ سلوک کی وہ منازل جو طے نہیں ہوتیں داتا حضور کے کرم سے سالکین یہاں سے فیض پاتے ہیں۔

باقی سالکین کی طرح میں بھی بے شمار دفعہ داتا حضور کے در پر سلام کر چکا ہوں اور ہمیشہ ہی سرکار نے اپنا کرم اور فیض دیا۔

## ریلوے اسٹیشن راولپنڈی کا مزدور درویش

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں مری میں تھا۔ مراقبے اور باقی روحانی مشقوں میں لگا ہوا تھا۔ تلاشِ حق میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ ایک بار میں لاہور آنے کے لیے راولپنڈی اسٹیشن پر اترا۔ میرے پاس سامان زیادہ تھا۔ ایک قلی کو بلایا۔ وہ میرا سامان اندر لے گیا۔ اُس کو بیٹھا کر میں ٹکٹ لینے چلا گیا۔ واپس آ کر مزدور سے پیسے پوچھے تو اُس نے بہت مناسب بلکہ کم پیسے مانگے۔ مجھے خوشی ہوئی کہ اتنا ایماندار بندہ ہے۔ اُس کے پاس بیٹھ کر گپ شپ لگانے لگا تا کہ ٹائم پاس کر سکوں۔ اچانک مزدور مجھ سے کہنے لگا کہ جناب آپ لاہور جا رہے ہیں نا۔ میں نے کہا ہاں، تو وہ بولا جناب داتا حضور میرا سلام کہنا۔ میرا بہت دل کرتا ہے کہ میں بھی جاؤں۔ جب داتا صاحب اجازت دیں گے میں بھی سلام




کرنے جاؤں گا۔

اجازت کے نام پر میں چونکا۔

میں نے اُس کا نام پوچھا تو اُس نے بتایا کہ میرا نام قادر بخش ہے۔ آپ نے میرا نام لے کر سلام دینا ہے۔ میں نے کہا ضرور دوں گا لیکن پتہ نہیں وہ قبول کرتے ہیں یا نہیں تو وہ بولا آپ یہ پڑھ کر سلام دیں گے تو وہ ضرور جواب دیں گے۔ قادر بخش کی بات پر میں چونکا۔ وہ کہنے لگا جناب بزرگوں کو سلام کا طریقہ ہوتا ہے۔ خاص کوڈ ہوتا ہے جس کے لگانے سے جواب آتا ہے۔ کیونکہ یہ میرا فیورٹ Topic تھا لہٰذا میں شوق سے سن رہا تھا۔ آخر ٹرین آ گئی اور میں بیٹھ کر لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ سارے راستے قادر بخش کی باتیں میرے ذہن میں گھومتی رہیں۔ میں شدت سے اِنتظار کر رہا تھا کہ جلدی لاہور پہنچ جاؤں اور داتا حضور کو سلام کروں۔

آخر کافی سفر اور انتظار کے بعد میں لاہور پہنچا تو گاؤں جانے کے بجائے میں داتا حضور پہنچا۔ سرکار کا دربار اور وہاں پہنچ کر ایک سکون اور نشے کا احساس ہونے لگا۔

میں تیزی سے دربار پر پہنچا۔ قادر بخش کے بتائے طریقے کی طرح سلام کیا اور مجھے شدید حیرت اور خوشی اُس وقت ہوئی جب مجھے واضح طور پر محسوس ہوا کہ داتا حضور نے جواب دیا اور کرم فرمایا ہے۔ میں کافی دیر اُسی سرور اور نشے کی کیفیت میں رہا۔ آخر کسی کے ہلانے پر میں واپس ہوش و حواس میں آ گیا۔ مجھے آج پہلی دفعہ احساس ہوا کہ داتا حضور نے میرے سلام کا جواب دیا ہے۔

اب میں بہت خوش تھا کہ مجھے داتا حضور کو سلام کرنے کا کوڈ مل گیا ہے۔ میں گاؤں چلا گیا۔ چند دن بعد واپس آتے ہوئے پھر داتا حضور پر حاضری دی اور قادر بخش کے طریقے کے مطابق سلام کیا لیکن میں کافی دیر سلام کرتا رہا لیکن جواب نہیں آیا۔ میں مری واپس چلا گیا۔ میری خوشی مایوسی میں بدل چکی تھی کہ پتہ نہیں کیا غلطی یا گستاخی ہوئی ہے۔ اس کے بعد میں دو تین بار دوبارہ بھی داتا حضور گیا اور راولپنڈی اسٹیشن پر قادر بخش کو بہت ڈھونڈا لیکن مجھے قادر بخش نہ ملا اور نہ ہی داتا حضور پر سلام کا جواب۔

## کراچی کے صوفی بہار دین کا داتا حضور کو سلام

میں بار بار داتا حضور پر سلام کر چکا تھا اور جواب نہیں آ رہا تھا۔ بار بار اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کر رہا تھا کہ اللہ میاں کوئی راہ روشن کر دے۔ حجاب اٹھا دے۔ میری آنکھ کھول دے تا کہ میں باطنی دنیا دیکھ سکوں اور صاحبِ مزار سے رابطہ کر سکوں۔ کشفِ قبور اور صاحبِ مزار سے رابطہ کے مجرب وظائف میری کتاب ''سرمایۂ درویش'' میں موجود ہیں سالکین اس سے بااجازت مستفید ہو سکتے ہیں۔

آخر میرے ربّ کو ہمیشہ کی طرح مجھ پر ترس آ گیا۔

ایک دن کراچی سے میرے دوست کا فون آیا کہ تم کہاں ہو۔ میں نے کہا داتا حضور سلام کرنے آیا ہوں
بہت خوش ہوا کہ میرا بھی سلام دینا اور ساتھ ہی کہا کہ میں اپنے مرشد صوفی بہار دین صاحب کے پاس بیٹھا ہوں۔ ان
بھی بات کرلوں۔ میں نے ادب واحترام سے سلام کیا اور دعا کی درخواست کی۔ انہوں نے بہت ساری دعائیں دیں
کہ داتا حضور کو میرا بھی سلام دیں تو میں نے کہا سرکار کوڈ بھی بتا دیں۔ میں کیا پڑھوں انہوں نے بتایا کہ یہ پڑھو میں
دوبارہ کہا۔ حضور میرے لیے بھی اجازت لے دیں تاکہ میں بھی سلام کرلیا کروں تو صوفی بہار دین صاحب نے مجھے
اجازت دے دی۔ صوفی بہار دین صاحب کی اجازت کے بعد میں خوشی خوشی داتا حضور کے دربار کی طرف گیا اور
سلام کیا اور صوفی صاحب کی بتائی ہوئی پڑھائی شروع کی، جلد ہی کیفیت اور غنودگی طاری ہونا شروع ہوگئی۔ اسی کیفیت
میں مجھے احساس ہوا کہ سرکار داتا حضور مسکرا رہے ہیں اور سلام کا جواب بھی دے رہے ہیں۔ میرے اوپر سرور اور
کیفیت طاری تھی اور کافی دیر سرکار داتا حضور کے سلام کرتا رہا۔

# گستاخ چرسی ملنگ

کیونکہ میں جب بھی مری سے لاہور آتا تو داتا حضور کو سلام ضرور کرتا۔ اِسی طرح ایک بار میں داتا حضور
آیا ہوا تھا کیونکہ کھوج، تجسس، میری فطرت کا حصہ ہے اِس لیے میں جب بھی داتا صاحب یا کسی اور دربار پر جاتا
ہوں تو وہاں پر آئے ہوئے لوگوں کو بغور دیکھتا ہوں۔ رنگ برنگے ملنگ، درویش صوفی اور سالکین اور قربِ الٰہی
کے مسافر مختلف رنگوں اور بھیسوں میں نظر آتے ہیں۔ میں اِن سب کو سہیلیاں یا دوست کہتا ہوں کیونکہ جب
ایک ہو تو دوستی اور قربت بن جاتی ہے۔ میں اِن کو اپنی ذات اور قبیلے کے لوگ سمجھتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ دربار پر
بہت رش تھا۔ میں پورے دربار کا چکر لگا رہا تھا، اکثر جو مجھے اچھا لگتا اس کے پاس بیٹھ بھی جاتا۔ اِسی طرح میں گھوم
رہا تھا کہ ایک جگہ پر ایک ہٹا کٹا مضبوط ملنگ اپنے مریدوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ انگلیوں میں چرس سے بھرے ہوئے
سگریٹ لگے ہوئے تھے اور وہ پی رہا تھا۔ مرید اُس کو دبا رہے تھے اور وہ بہت غرور، تمکنت اور اکڑ کے بیٹھا ہوا تھا۔
اُس کا مزاج بتا رہا تھا کہ جیسے قلندرِ اعظم وہی ہو اور کن فیکون کے مقام پر ہے۔ مجھے پہلے دن سے ایک چیز سے
سخت نفرت ہے کہ بہت سارے فقیر، ملنگ، روحانی کیفیت یعنی ارتکار، یکسوئی، مراقباتی کیفیت کے لیے چرس،
بھنگ، بوٹی اور دوسرے نشے استعمال کرتے ہیں۔ جب نشے کی بدولت یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ
حجاب اٹھ گئے، پردے سرک گئے، سینہ روشن ہوگیا۔ اور مریدوں کو نشہ کرا کے نظارے دکھاتے ہیں۔ میں کئی بار
ایسے نام نہاد ملنگوں سے الجھ چکا ہوں کہ قربِ الٰہی کے لیے نشے کی ضرورت نہیں۔ آپ ذکر سے وہ نشہ حاصل
کرسکتے ہیں یا دل پر ضرب لگا کر ذکر کریں تو لمحوں میں کیفیت بن جاتی ہے۔ کیونکہ یہ ملنگ بھی چرس پی رہا تھا اور
اپنے مریدوں میں بیٹھی دو نوجوان لڑکیوں کو کھا جانے والی نظروں بلکہ گندی حریص نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ



[illegible] کی ماری اس زعم میں مبتلا کہ بابا پاک نظروں سے دیکھ رہے ہیں، مسکرا رہی تھیں۔ میرے ساتھ میرا
[illegible] میں نے اُسے کہا یار میں پنگا لینے لگا ہوں۔ میرے دوست نے مجھے بہت روکا لیکن جس طرح وہ
[illegible] حضور کے دربار پر بچیوں کو دیکھ رہا تھا میرا دماغ خراب ہو چکا تھا۔ میں مصنوعی عقیدت کا اظہار
[illegible] پاس بیٹھ گیا اور کہا سرکار سلام، بہت پریشاں ہوں، مجھ پر کرم کریں۔ وہ فاتحانہ نظروں سے مریدوں
[illegible] کہ میری نظر سے یہ زیر ہوا ہے۔ بتاؤ کیا مسئلہ ہے ابھی حل کردیتے ہیں۔ میں نے کہا جناب داتا
[illegible] کرنے آتا ہوں لیکن جواب نہیں ملتا نہ ہی ملاقات ہوتی ہے۔ ملنگ میری طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا
[illegible] صاحب اٹھ کر میرے پاس آجائیں۔ میرا دماغ گھوم گیا اور میں بولا: تیرے جیسا چرسی، زانی اور بدکردار
[illegible] کا کام نہیں۔ میرے بدلے ہوئے لہجے سے ملنگ کو شدت سے توہین اور گستاخی کا احساس ہوا کیونکہ وہ
[illegible] بیٹھا تھا اور مریدوں کے سامنے کوئی اُس کی تذلیل اور گستاخی کرے۔ وہ غصے سے بپھر گیا اور ایک دم کھڑا ہوگیا
[illegible] ایڑی ماروں تو زلزلہ آجائے۔ میں بولا تیری ایڑی کی ایسی کی تیسی، چرسی! تو داتا حضور کی شان میں گستاخی کرتا
[illegible] مرید بھی مشتعل ہو رہے تھے کہ یہ کون اُن کے مرشد کی گستاخی کر رہا ہے۔ میرے دوست نے ان کو ٹھنڈا کیا۔
[illegible] ملنگ ایک دم زمین پر بیٹھ گیا اور بولا بیٹھو میرے سامنے، میں ابھی تم کو بتاتا ہوں کہ میں کیا ہوں۔ اب اُس نے
[illegible] مجھے گھورنا شروع کردیا۔ مرید بولنے لگے، اب دیکھنا مرشد کی نظر کی تاب یہ نہیں لا سکے گا۔
کیونکہ میں بھی عرصۂ دراز سے ارتکاز، توجہ کی مشقیں کر رہا تھا، میں نے بھی اُس کو گھورنا شروع کردیا بلکہ
[illegible] اس کو دیکھنے لگا۔ اِس میں کوئی شک نہیں ملنگ توجہ کرنا جانتا تھا۔ مجھے حرارت کا احساس ہونے لگا لیکن میں
[illegible] "یا رقیب" کا حصار کیا اور مراقباتی کیفیت میں خیال کے ساتھ اللہ اللہ پڑھنے لگا۔ ملنگ فل زور لگا رہا تھا اور میں
[illegible] بیٹھا تھا کیونکہ میرے ربّ ذوالجلال کی مدد میرے ساتھ تھی۔ جب کافی دیر کے بعد وہ تھک گیا تو تھوڑا سا
[illegible] نظر آنے لگا۔ اب ایک مرید بار بار میرے دوست کے ساتھ بدتمیزی کر رہا تھا کہ باباجی بہت بڑے بزرگ
[illegible] مجھے دھکے دینے لگا کہ جاؤ یہاں سے، یہ ہمارے مرشد ہیں اور پورے پنجاب پر اِن کی روحانی حکومت ہے۔
[illegible] یہ بدکردار، زانی اور مریدوں کی عورتوں کی عزت سے کھیلتا ہے۔ میری اور اُس مرید کی تلخی بڑھتی جا رہی
[illegible] بولا کس سے زنا کرتا ہے۔ کیا ثبوت ہے تمہارے پاس، اچانک میرے منہ سے نکلا تمہاری بیوی سے، پتہ
[illegible] میرے منہ سے یہ نکل گیا۔ وہ تیزی سے مارنے کے لیے میری طرف بڑھا۔ چند لوگ اکٹھے ہوگئے تھے جو یہ
[illegible] تھے۔ انہوں نے اُس مشتعل مرید کو پکڑ لیا۔ مرید غصے سے بولا کیا ثبوت ہے تمہارے پاس، تم بتاؤ میری
[illegible] ہے؟ میں نے وہاں موجود عورتوں کی طرف دیکھا تو ایک عورت کے چہرے کا رنگ فق ہو چکا تھا اور وہ شدید
[illegible] ہوئی تھی۔ میں نے اُس کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہے تمہاری بیوی اور یہ اِس کے ساتھ زنا کرتا ہے۔ میرا اللہ میری
[illegible] رہا تھا۔ میں اُس عورت سے مخاطب ہوا تم داتا حضور کے دربار پر کھڑی ہو، جھوٹ بولو گی تو برباد ہو جاؤ گی۔ سچ بتاؤ
[illegible] ساتھ بدکاری کرتا ہے کہ نہیں۔ وہ عورت بری طرح ڈر چکی تھی۔ اُس نے اقرار میں سر ہلایا کہ ہاں یہ سچ ہے

کہ اِس نے کئی بار میرے ساتھ گناہ کیا ہے۔

میرے اللہ نے کس طرح میری مدد اور اُس زانی کا پول کھول دیا، مرید کا غصہ ٹھنڈا ہو چکا تھا اور چرسی ملنگ نظریں جھکائے کھڑا تھا۔

لوگوں نے ملنگ کو جوتے مارنے شروع کر دیئے۔ میں اور میرا دوست وہاں سے آگے چل دیئے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ درباروں، مزاروں پر بعض نام نہاد چرسی، بھنگی، ملنگ آتے ہیں جو عقیدت مندوں کی عزت سے کھیلتے ہیں اور لوگوں کو لوٹتے ہیں جبکہ اصل بزرگ درویش صاحبِ مزار سے روحانی فیض لینے آتے ہیں اور بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور غریبوں میں پیسے بھی بانٹتے ہیں۔ رنگ رنگ کے لوگ اِن جگہوں پر آتے ہیں۔

# بدکردار زانی بابا

ذکر ہو رہا ہے بدکردار بابوں کا تو میں ایک ایسے زانی بابے کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ مریدین اور عقیدت مندوں کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ بہتر فیصلے کر سکیں۔ جمعہ کا دن تھا، میں اپنے آستانے پر لوگوں سے مل رہا تھا جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ جمعہ کو میں سارا دن حاجت مندوں سے ملتا ہوں کیونکہ لوگ بہت ہوتے ہیں اور میں سارا دن اور رات 3 بجے تک لوگوں سے ملتا ہوں۔ اُس دن بھی میں لوگوں سے مل رہا تھا۔ ایک خوبصورت عورت کی باری جب آئی تو وہ بولی کہ پروفیسر صاحب میں آخر میں باری لوں گی۔ میں نے کہا باجی! آپ بہت لیٹ ہو جائیں گی۔ وہ بولی کوئی بات نہیں۔ آخر جب سب لوگ چلے گئے تو میں اُس عورت سے مخاطب ہوا جی بہن بتائیں کیا مسئلہ ہے تو وہ عورت رونے لگی کہ پروفیسر صاحب میں بہت مشکل میں ہوں، پلیز میری مدد کریں۔ میں بہت مجبور ہوں خدارا میری مدد کریں۔ میرے پوچھنے پر اس نے ایک خط میری طرف بڑھایا کہ آپ یہ پڑھ لیں میں بتا نہیں سکتی میں نے اُس کا خط پڑھنا شروع کیا جس میں لکھا تھا:

میرے خاوند صاحب اپنے مرشد سے دیوانہ وار عشق کرتے ہیں۔ مرشد کا حکم اُن کے لیے سب سے بڑھ کر ہے۔ جو مرشد نے کہنا ہے انہوں نے وہی کرنا ہے۔ اللہ نے ہم کو سب کچھ دیا ہوا ہے صرف اولاد نہیں ہے، اِس کے لیے ہم دربدر بے شمار بابوں کے پاس گئے ہیں۔ اِسی دوران ہم اِس بابے کے پاس گئے۔ اِس بابے نے میرے خاوند کو ایسے سہانے خواب دکھائے کہ میرا خاوند اِن کا مرید ہو گیا اور مجھے بھی اِن کا مرید کرا دیا۔ اب اِس بابے نے پتہ نہیں میرے خاوند پر کیا جادو کر دیا ہے کہ میرا خاوند دیوانہ وار باباجی کو مانتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر بابا کہہ دیں کہ اپنی عورت کو چھوڑ دے تو یہ مجھے بھی چھوڑ دے۔ اب باباجی نے ہمارے گھر آنا شروع کر دیا کہ آپ کے گھر میں پڑھائی کرنی ہے، یہاں پر جنات اور جادو بہت ہے، اِس کا علاج کرنا ہے۔ میرے گھر آنا جانا اتنا زیادہ ہوا کہ اکثر رات بھی باباجی ہمارے گھر گزارتے۔ میرے میاں کو بزنس کے سلسلے میں اکثر کراچی اور دوبئی جانا پڑتا ہے۔ اِسی طرح وہ ایک بار کراچی گئے ہوئے تھے کہ باباجی



گھر کی حفاظت کے لیے گھر میں چھوڑ گئے۔

میں نے رات کو باباجی کو کھانا دیا تو باباجی بولے: رات کو میرے کمرے میں آنا پڑھائی کرنی ہے۔ میں رات کو چلی گئی۔ باباجی پہلے تو میرے اوپر دم کرتے رہے پھر بولے: میں تھک گیا ہوں مجھے دباؤ۔ میں نے دل نہ چاہتے ہوئے بھی دبانا شروع کر دیا۔

باباجی کہنے لگے تمہارے میاں میں مسئلہ ہے لہٰذا اولاد نہیں ہو سکتی۔ اب اگر اولاد نہیں ہوگی تو وہ تم کو طلاق دے دے گا لہٰذا تم مجھ سے نکاح کر لو۔ میں نے کہا باباجی کیسا نکاح وہ آپ کا مرید ہے۔ میں اُس کو کبھی نہیں چھوڑوں گی۔ بابا بولا میں نے کب کہا اُس کو چھوڑو۔ یہ ایک اور قسم کا نکاح ہوتا ہے تم بیوی اُس کی رہو گی اور میرے ساتھ بھی تعلقات بنا لو۔ اگر تم میری بات نہیں مانو گی تو تم جانتی ہو وہ میری کتنی بات مانتا ہے۔ میں جب چاہوں تم کو طلاق دلا دوں گا۔ میں اچھی طرح جانتی تھی کہ میں اگر اپنے خاوند کو بتاؤں گی تو میرا خاوند کبھی نہیں مانے گا۔ وہ بابا کے کہنے پر مجھے چھوڑ دے گا لہٰذا میں اپنا گھر بچانے کے لیے گناہ پر مجبوراً آمادہ ہو گئی۔ اب جب بھی میرا خاوند شہر سے باہر جاتا ہے بابا رات کو میرے ساتھ گناہ کرتا ہے۔ میں گناہ اور ضمیر کی ملامت سے تنگ آ کر آپ کے پاس آئی ہوں کہ خدارا میری اِس زانی بابے سے جان چھڑائیں، میں مزید گناہ نہیں کرنا چاہتی۔ میرا گھر بچا لیں۔ مجھے اور میرے خاوند کو اِس زانی بابا سے نجات دلائیں، میری مدد کریں۔ میں شدید حیرت اور دُکھ سے اُس بچاری عورت کا خط پڑھ رہا تھا اور وہ رو رہی تھی اور بتا رہی تھی کہ میرے ماں باپ فوت ہو گئے ہیں۔ ہم صرف دو بہنیں ہیں۔ میں کسی کے پاس جا بھی نہیں سکتی۔ مجھے مظلوم عورت کا خط پڑھ کر بہت دکھ اور غصہ آیا۔ میں نے کہا بتاؤ بہن میں کیا کر سکتا ہوں۔ وہ بولی پروفیسر صاحب اِسی لیے تو آپ کے پاس آئی ہوں۔ بابا کہتا ہے میرے پاس جن ہیں، میں عمل کر کے تجھے برباد کر دوں گا۔ میں نے عورت کو حوصلہ دیا بہن! اُس کے پاس کچھ نہیں ہے نہ وہ کچھ کر سکتا ہے۔ میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے آپ کسی دن باباجی سے فون پر بات کرو اور کہو کہ باباجی! مجھے اب گناہ سے ڈر لگتا ہے، میں نے توبہ کرنی ہے، خدا کے لیے اب آپ میرے ساتھ ایسے نہ کرو، اور گفتگو ریکارڈ کر لو۔ عورت نے اسی طرح کیا اور باباجی کی گفتگو ریکارڈ کر لی۔

میں وہ ریکارڈنگ اور اپنے ایک پولیس آفیسر اور چند سپاہی لے کر باباجی کے پاس گیا اور علیحدگی میں باباجی کو سنا دی اور بتایا کہ ہمارے پاس تمہارے گندے کرتوتوں کے اور بھی ثبوت ہیں۔ آج کے بعد اگر تم کبھی بھی اس شہر یا اُس عورت یا خاوند کی زندگی میں نظر آئے تو تمہارا حشر بُرا کروں گا۔ باباجی بری طرح ڈر گئے اور اگلے دن ہی شہر چھوڑ کر بھاگ گئے اور آج تک واپس نہیں آئے۔

یہاں یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد صرف اتنا تھا کہ خدارا کبھی بھی اپنی غیر موجودگی میں کسی پیر یا بابے کو گھر میں نہ آنے دیں اور نہ ہی خالی کمرے میں اکیلی عورت کو دم یا علاج کرائیں۔ بلکہ ساتھ کسی مرد کا ہونا بہت ضروری ہے، نام نہاد بابوں اور ملنگوں پر خدارا یقین نہ کریں اور کھلی آنکھوں سے دیکھ کر پرکھ کر کسی کو مرشد یا پیر بنائیں۔

# کبوتر کی آہ

بدکردار زانی بابے کے انجام سے مجھے بہت خوشی اور اطمینان تھا۔ اب میرے اندر ایک اعتماد تھا کہ اس طر کے بدکردار اور ڈاکو لٹیروں کا مقابلہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔

کیونکہ روحانی مسافر اور عاملین حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ روحانی دنیا میں آپ کا واسطہ رنگ برنگ کے عاملوں، ملنگوں اور نام نہاد پیروں، جوتشیوں اور غیر مرئی طاقتوں کے حامل حضرات سے پڑتا ہے جو طاقت اور غرور کے نشے میں انسانوں کو کیڑے مکوڑے سمجھ کر ان کو مسل رہے ہوتے ہیں اور لوگوں کی غیرتوں سے بھی سرِعام کھیل رہے ہوتے ہیں۔ کسی کو جرأت نہیں ہوتی کہ ان ظالموں کا مقابلہ کر سکے۔ یہ اپنی شیطانی طاقتوں کے بل بوتے پر فرعون بنے نظر آتے ہیں اور خود کو مقدر کا سکندر کہتے ہیں کہ ہم جس کو چاہیں آسمان پر لے جائیں اور جس کو چاہیں زمین میں دفن کر دیں۔

یہ واقعہ بھی ایک ایسے ہی ظالم عامل کا ہے جو شیطانی طاقتوں کے بل بوتے پر فرعون بنا ہوا تھا اور دعویدار تھا کہ کوئی میرا مقابلہ یا سامنا نہیں کر سکتا۔ میری صرف جیت ہی ہے، میں جس کو چاہوں جیت دے دوں جس کو چاہوں ہار دے دوں۔ میرا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔

اُن دنوں میں مری میں تھا کہ ایک دن میرا ایک کلاس فیلو اپنے کسی دوست کو لے کر میرے پاس آیا اور آ کر کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ تم بھی پیر بن گئے ہو۔ کیونکہ میں پیری فقیری کو نہیں مانتا لیکن تم کو اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم فراڈ جھوٹ نہیں بول سکتے اِس لیے یہ Case لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ امید ہے کہ تم میرے دوست کی مدد کرو گے یا کوئی اچھا مشورہ دو گے۔ میرے پوچھنے پر میرے کلاس فیلو کے دوست نے بتایا کہ وہ اچھا خاصا زمیندار ہے۔ گاؤں میں رہتا ہے۔ بڑے زمینداروں کی طرح اس نے بھی کچھ شوق پال رکھے ہیں۔ اُن میں سے ایک شوق کبوتر بازی ہے۔ ہم دیہات کے لوگ جیت ہار کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ ہم ہر سال جون کے مہینے میں کبوتروں کا مقابلہ کراتے ہیں۔ پورے پنجاب سے لوگ اِس مقابلے میں حصہ لینے اور دیکھنے آتے ہیں۔ ہم پورا سال اِس مقابلے کی تیاری کرتے ہیں۔ اس مقابلے کی انعامی رقم بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ہمارے ساتھ کے گاؤں والوں سے ہمارا مقابلہ ہوتا ہے۔ پہلے تو یہ مقابلہ کبھی ہم اور کبھی وہ جیت جاتے تھے لیکن پچھلے تین سال سے یہ مقابلہ ہمارے مخالفین جیت جاتے ہیں۔ ہار جیت کھیل کا حصہ ہوتی ہے۔ ہم اپنے مخالفین کا مقابلہ تو کر ہی رہے تھے اب ہمیں شک ہے کہ ہمارے کبوتروں پر کوئی جادو کر دیتا ہے یا جنات ہمارے کبوتروں کو پکڑ کر لے جاتے ہیں یا غائب کر دیتے ہیں۔ اُس کی بات سن کر میں ہنس پڑا کہ کس وہم اور شک کی بات کر رہے ہو۔ یہ کس طرح ممکن ہے، ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن وہ بضد تھا کہ وہ کسی ملنگ جادوگر کو لاتے ہیں وہ کچھ پڑھائی کرتا ہے جس سے ہمارے کبوتر پرواز جاری نہیں رکھ پاتے اور اس طرح ہمارے مخالفین جیت جاتے ہیں۔ اُس نے بتایا کہ



پہلے ہی شک تھا کہ یہ اپنے کبوتروں کو کوئی خاص خوراک یا نسخہ کھلاتے ہیں۔ اس کو جاننے کے لیے ہم نے مخالفین کے ... اچھا خاصا پیسہ دیا تو اُس نے بتایا کہ نسخہ وغیرہ کچھ نہیں ہے، اِن کے پاس سندھ سے ایک ملنگ آتا ہے جو بھنگ اور ... ہے اور کوئی پڑھائی بھی کرتا ہے، اُس کی پڑھائی یا عمل کی وجہ سے اُن کے کبوتر جیت جاتے ہیں۔ میرے بار بار ... کے بعد جب یہ Clear ہو گیا کہ واقعی کوئی ایسی بات ہے تو میری دلچسپی بھی اِس Case میں بہت زیادہ بڑھ گئی ... نے اُن سے کہا کہ کسی طرح مجھے اُن کے گاؤں پہنچا دو۔ تو وہ بولے یہ تو بہت مشکل کام ہے لیکن پھر بھی ہم کوشش ... ہیں۔ اب فیصلہ یہ ہوا کہ اِس تمام معاملے کو انتہائی خفیہ رکھا جائے گا اور کسی طرح اُن کے نوکر کے ذریعے مقابلے ... یا ایک دن پہلے مجھے اُس گاؤں میں اُن کے ڈیرے پر کسی طرح پہنچایا جائے۔ میں بہت زیادہ Excited ہو چکا ... مجھے شدت سے اُس بندے عامل یا ملنگ سے ملنے کا اشتیاق تھا۔

کیونکہ ایسی ہی شیطانی قوتوں کے حامل شخص سے میں بھی ایک بار مل چکا تھا۔ مری میں ہی میرے ایک دوست ... صاحب کے شہر سے ایک عامل آیا، اُس کا رنگ کالا سیاہ تھا۔ وہ کالے جادو کا ماہر اور شیطانی قوتوں کا مالک تھا۔ اُس ... اولاد بھی نہیں تھی۔ وہ کئی شادیاں کر چکا تھا۔ اُس کے چہرے کو دیکھ کر خوف آتا تھا۔ کالا سیاہ رنگ اور انتہائی تیز اور ناگوار ... خوشبو ہر وقت وہ لگا کر رہتا۔ میں نے اُسے کہا کہ کوئی ایسا کام کرو کہ پتہ چل جائے کہ تمہارے پاس کوئی خاص طاقت ... اُس نے کہا میں آگ کو باندھ سکتا ہوں۔ ہمارے کہنے پر اُس نے چند پتھر کی کنکریوں پر کچھ پڑھ کر آگ میں پھینک ... ہم نے جنگل میں جا کر چولہا بنایا۔ اُس میں اُس نے کنکریاں ڈال دیں۔ اب ایک گھنٹہ تک ہم آگ جلاتے رہے۔ آگ کے اوپر دیگچہ پانی والا رکھ دیا۔ آگ جل بھی رہی تھی لیکن پانی گرم نہیں ہو رہا تھا۔ ہم بار بار پانی کو چیک کر رہے تھے اور وہ کالا عامل اپنے اس کارنامے پر خوش ہو رہا تھا اور مغرورانہ انداز سے اپنے کارنامے بیان کر رہا تھا کہ اِس عمل سے کسی کی دکان، کاروبار، فیکٹری وغیرہ بھی بند کی جا سکتی ہے۔ وہ اپنے ماضی کے کارنامے، کرامات کے طور پر بیان کر رہا تھا کہ کس طرح وہ لوگوں کے کاروبار وغیرہ بند کرتا ہے اور جب وہ لوگ علاج کے لیے اُس کے پاس آتے ہیں تو وہ اُن کے کاروبار کو کھول دیتا ہے۔ اِس طرح وہ لوگ میرے احسان مند ہو کر میرے مرید بن جاتے ہیں۔ وہ بہت فخریہ انداز سے اپنے ... کارنامے بتا رہا تھا۔ میری بہت منت سماجت اور پیسے لینے کے بعد اُس نے وہ عمل مجھے بھی دے دیا لیکن عمل لینے کے بعد جب میں نے عمل کو پڑھا تو وہ سارے کا سارا شرکیہ الفاظ پر تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے وہ کبھی بھی استعمال نہیں کیا اور نہ ہی ارادہ ہے۔ اب ہم اصل واقعہ کی طرف آتے ہیں۔ میرا کلاس فیلو اور اُس کا دوست پروگرام بتا کر چلے گئے اور کہہ گئے کہ جون سے پہلے ہم آپ کو سارا پروگرام اور طریقہ بھی بتا دیں گے۔ وہ چلے گئے اور میں شدت سے جون کا انتظار کرنے لگا۔ جس طرح سپیرے کو اگر پتہ چلے کہ فلاں علاقے یا جگہ پر کوئی خاص قسم کا سانپ ہے تو وہ خوشی اور جوش سے اُس کو پکڑنے جاتا ہے۔ میری بھی ایسی ہی حالت تھی کہ کب وہ وقت آئے گا جب اُس ملنگ سے ٹاکرا ہو گا۔ مجھے اپنے اللہ پر پورا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ میری ضرور مدد کریں گے۔

آخر کار جون آ گیا اور میرے کلاس فیلو اور دوست نے آ کر مجھے سارا پلان سمجھایا کہ کس طرح میں نے وہاں

جانا ہے۔انہوں نے کسی طرح اُس ملنگ کا ایڈریس لیا اور ایک اپنے بندے کو اُس کے پاس بھیجا۔وہ بندہ کئی بار اُس [illegible] کے پاس گیا۔اُس کو کافی پیسہ بھی دیا اور اس کا مصنوعی شاگرد بن گیا۔اِس بندے کو مخالفین نہیں جانتے تھے۔وہ بندہ ان [illegible] ساتھ مری میرے پاس آیا اور مجھ سے مل کر سارا پلان بنا گیا کہ میں نے ملنگ سے کہا ہے کہ میرا ایک کزن ہے وہ بہت [illegible] ہے، وہ بھی آپ کا شاگرد بننا چاہتا ہے۔مقابلے والے دن وہ بھی آپ سے ملنے آئے گا۔ملنگ کے ساتھ اِس بندے کی دوستی ہو چکی تھی۔اب ہم سب شدت سے مقابلے کی تاریخ کا انتظار کرنے لگے۔مقررہ دن صبح سویرے میں اُس گاؤں [illegible] گیا جہاں پر کبوتر بازی کا مقابلہ ہو رہا تھا۔کیونکہ میرا تعلق گاؤں سے ہے اِس لیے میں پہلے سے ہی گاؤں کے کلچر کو اچھی طرح جانتا تھا اس لیے مجھے زیادہ مشکل پیش نہیں آئی۔ملنگ اور اس کا نام نہاد شاگرد گاؤں سے باہر ایک ٹیوب ویل پر [illegible] کے گھنے درخت کے نیچے چار پائیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔میں آسانی سے اُس بندے کے بتائے ہوئے مقام پر پہنچ گیا۔ ملنگ بابا اور اُس کے پاس بیٹھے ہوئے لڑکے چرس کے سگریٹ پی رہے تھے۔چاروں طرف چرس کی مخصوص بو پھیلی ہوئی تھی۔دو لڑکے ملنگ کی ٹانگوں کو دبا رہے تھے اور دو لڑکے بھنگ گھوٹ رہے تھے۔بھنگ کے پیالے پاس پڑے ہوئے تھے۔بھنگ گھوٹنے والے ڈنڈے کے ساتھ گھنگرو بندھے ہوئے تھے جن کی جھنکار، چرس کی بو اور ملنگ کا بادشاہ سلامت کی طرح رنگین پائیوں والی چار پائی پر گاؤ تکیوں کے سہارے لیٹنا، پورا ماحول بنا ہوا تھا۔تھوڑی دور کوئی دیہاتی عورت دیسی مرغوں کا سالن بنا رہی تھی۔دیسی مرغوں کے بھوننے کی خوشبو نے ماحول کو اور بھی خاص بنا دیا تھا۔اُس بندے نے میرا تعارف ملنگ سے کرایا۔ملنگ کی بڑی بڑی سرمے لگی آنکھوں سے نشے کی سرخی واضح نظر آ رہی تھی۔لمبے بالوں کی لٹوں کو خوب تیل سے چمکایا ہوا تھا۔تھوڑا دور چولہے پر دیہاتی عورت اور اُس کی بیٹی کھانا پکانے میں مصروف تھیں۔ملنگ کو نشہ چڑھا ہوا تھا۔وہ حریصانہ اور ہوس بھری نظروں سے اُن عورتوں کو دیکھ رہا تھا۔ملنگ کو دیکھ کر مجھے مغل بادشاہ رنگیلا شاہ یاد آ گیا جس کی عیاشی کی داستانیں آج تک لوگوں کو یاد ہیں۔میں نے مصنوعی عقیدت اور احترام کا اظہار کیا کہ میری خوش قسمتی ہے جو وقت کے بہت بڑے آدمی سے مل رہا ہوں۔ملنگ میری طرف بہت مغرور اور متکبرانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا اور میں عقیدتمندوں کی طرح سر جھکائے سامنے بیٹھا تھا۔لیکن میرے اندر نفرت اور غصے کا لاوا ابلنے کو بے تاب تھا۔میرا بس نہیں چل رہا تھا۔وہ فقیری اور درویشی کی باتیں کر رہا تھا اور اپنے چلوں اور ریاضتوں کی باتیں کہ یہ بہت مشکل کام ہے، ہر کوئی نہیں کر سکتا۔میں ہاں میں ہاں ملا رہا تھا۔اِس وقت میں اُس کی بکواس سننے پر مجبور تھا۔وہ بادشاہ سلامت بن کر تخت پر بیٹھا تھا اور ہم نوکروں کی طرح سر جھکائے بیٹھے تھے۔اِس دوران بھنگ تیار ہو گئی۔ہم رفعِ حاجت کا بہانا بنا کر اٹھ کر فصلوں کی جانب چلے گئے۔مجھے ڈر تھا کہ کہیں مجھے بھی بھنگ کی آفر نہ کر دے اور میرا انکار اُسے ناگوار نہ گزرے۔جب میں نے دیکھا کہ ملنگ نے بھنگ پی لی ہے تو واپس اُس کے پاس آ کر عقیدت مندوں کی طرح بیٹھ گیا۔چرس اور بھنگ کا نشہ اب اُس کو چڑھ رہا تھا اور وہ اول فول بک رہا تھا اور میں سن رہا تھا۔دوپہر کے بعد گاؤں سے ایک بندہ آیا اور اُس نے آ کر کہا کہ ملنگ بابا جی! کبوتروں کا مقابلہ جاری ہے، اب آپ اپنا عمل شروع کر دیں۔لہٰذا اب ملنگ نشے میں دھت چار پائی سے اترا اور کھیتوں کی جانب چلنا شروع ہو گیا۔ملنگ نے مجھے بھی اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔اب ملنگ میں اور وہ بندہ جواب



[illegible] تھا اور میں ملنگ کا شاگرد بننے جا رہا تھا۔ملنگ مجھے اپنی قوت دکھانا چاہتا تھا۔وہ اپنی پراسرار قوتوں کی دھاک [illegible] چاہتا تھا اور میں پچھلے کئی مہینوں سے اِس وقت کا انتظار کر رہا تھا۔کھیتوں اور فصلوں میں اُس کے آنے کا [illegible] وہ اپنا یہ عمل راز رکھنا چاہتا تھا کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔وہ نشے سے لڑکھڑاتا ہوا فصلوں کے درمیان پگڈنڈی پر [illegible] چلتا جا رہا تھا اور ہم اُس کے پیچھے پیچھے عقیدتمندوں کی طرح چل رہے تھے۔آخر کافی دور آ کر وہ ایسی جگہ بیٹھ [illegible] فصلیں بہت اونچی تھیں۔ہم کسی کو بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔میری طرف دیکھ کر مغرور لہجے میں بولا تم نے آج [illegible] نہیں دیکھا ہوگا جو میں تم کو دکھاؤں گا۔وہ آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔وہ شاید کسی کبوتر کی تلاش میں تھا۔آخر [illegible] کبوتر آسمان کی بہت اونچی بلندیوں میں نظر آ گیا۔اُس نے میری طرف دیکھا اور بولا وہ کبوتر تمہیں نظر آ رہا ہے؟ [illegible] اُس کی انگلی کے اشارے کی طرف دیکھا تو مجھے بھی بہت بلند آسمان کی وسعتوں میں کبوتر اڑتا ہوا نظر آیا جو بہت [illegible] نظر آ رہا تھا۔اُس کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے اُس نے پڑھائی شروع کر دی۔وہ بلند آواز سے پڑھ رہا تھا اور [illegible] گرج دار آواز میں پڑھ رہا تھا۔وہ غیر مسلم شیطانی قوتوں کو مدد کے لیے پکار رہا تھا۔جدھر کبوتر پرواز کرتے [illegible] جا رہا تھا اُس کی انگلی اور نظر بھی اُدھر ہی جا رہی تھی۔میں نے غور کیا تو مجھے لگا کہ کبوتر اب نیچے کی طرف آ رہا ہے۔ [illegible] کی قوت دیکھ کر میں ششدر رہ گیا کہ میلوں دور کبوتر اُس کے سحر میں آ چکا تھا۔اب وہ اُس کی انگلی کے اشارے [illegible] گرج دار آواز میں پڑھ رہا تھا یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اُس کے اندر کوئی بدروح یا شیطانی قوت حلول کر گئی ہو۔ [illegible] اُس نے انگلی کو ایک دم زور سے ایک جھٹکے کے ساتھ نیچے کیا کیونکہ کبوتر پہلے ہی اُس کے ٹرانس میں آ چکا تھا، [illegible] کی رفتار سے آسمان کی بلندیوں سے ہم سے کچھ دور نیچے گر پڑا۔جس انداز سے کبوتر نیچے گرا اُس سے اندازہ [illegible] وہ شاید اب زندہ نہیں ہے۔جدھر کبوتر گرا تھا ہم دوڑ کے اُس طرف گئے وہاں پر جو منظر تھا اُس نے میری روح کو [illegible] ادھیڑ کر رکھ دیا۔

کبوتر نیم مردہ پڑا تھا اُس کی چونچ خون آلود تھی اور آنکھوں میں شدید خوف اور موت کے سائے لہرا رہے تھے۔

کبوتر کا نیم مردہ جسم، خون آلود چونچ اور بے بسی سے ہماری طرف دیکھنا' نے مجھے ہلا کے رکھ دیا۔ملنگ نے [illegible] کبوتر اٹھا لیا اور مغرور فاتحانہ نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا کہ اِس کو عمل کہتے ہیں۔خدا ہوں جس کو چاہوں [illegible] دوں جس کو چاہوں موت۔میں سپاٹ نظروں سے اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔وہ میری طرف اِس طرح دیکھ رہا تھا کہ [illegible] اُس کی واہ واہ کروں گا۔عقیدت و احترام سے اُس کے قدموں میں گر جاؤں گا اُس کو اپنا مرشد تسلیم کر لوں گا۔وہ داد [illegible] نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔جیسے سرکس کا کھلاڑی کوئی کرتب دکھا کر لوگوں سے داد وصول کرتا ہے۔انہی [illegible] نظروں سے وہ میری طرف دیکھ رہا تھا۔پہلے تو میری نظریں سپاٹ اور خالی تھیں لیکن اب آہستہ آہستہ میری آنکھوں [illegible] پر نفرت کے تاثرات آ رہے تھے۔میری کنپٹیوں میں آگ لگ چکی تھی۔اُس کو میرے اِس Re-action کی [illegible] توقع نہیں تھی۔وہ بولا جناب ڈر گئے ہو آپ کا دل اتنا کمزور ہے۔کبوتر کو مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکے۔اپنے شاگرد [illegible] یار یہ بندہ تو بہت بزدل اور ہلکے دل کا ہے۔اُس کی بکواس سن کر مجھے اور بھی غصہ آ گیا۔اب میری باری تھی۔

میں نے اللہ کا نام لے کر اپنا حصار کیا اور وہ عمل شروع کر دیا جو مجھے بابا اللہ دتہ صاحب نے دیا تھا کہ کس طرح ظالم عاملوں
اُن کے شیطانی عمل سے محروم کرنا ہے۔ میں سپاٹ نظروں سے اِس کی طرف بڑھا اور بولا واہ جی واہ! کیا بات ہے۔ اور
جا کر جپھی ڈالی۔ اُس کی کمر پر تین بار ہاتھ مارا۔ وہ Process پورا کیا جس سے کسی کی روحانی قوتیں سلب کی جا سکتی ہیں۔
میرے عجیب وغریب رویے سے کچھ حیران اور پریشان لگ رہا تھا۔ اُسے میری سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ میں گلے مل کر پیچھے ہٹ
گیا۔ مجھے اپنے اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ تھا کہ اُس کا شیطانی عمل ختم ہو گیا ہے کیونکہ اِس سے پہلے یہی عمل میں زانی بدکردار
پر آزما چکا تھا۔ یقین کے لیے میں بولا بابا جی! یہ تو ہو گیا اب باقی کبوتروں کو بھی گراؤ تو اُس نے پھر ایک کبوتر کو نظر میں لا کر
آسمان کی طرف کر کے گرج دار آواز میں پڑھائی شروع کر دی۔ جب اُس کو پڑھائی کرتے ہوئے کافی دیر ہو گئی اور کبوتر اُس
کے ٹرانس میں نہیں آ رہا تھا تو وہ تھوڑا سا پریشان اور گھبرایا ہوا لگ رہا تھا۔ لیکن وہ بار بار نئے سرے سے پڑھائی شروع کرتا۔
ہر بار اِس یقین کے ساتھ کرتا کہ وہ کامیاب ہو جائے گا۔ جب وہ کامیاب نہیں ہو رہا تھا تو ساتھ آیا ہوا میرے کلاس فیلو کا
اب میری طرف تحسین آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اُسے بھی اب یقین ہو رہا تھا کہ اُس کا شیطانی اور ظالمانہ عمل اب ختم
ہو چکا ہے اور وہ پوری کوشش کر رہا تھا لیکن بار بار کی پڑھائی کے باوجود کبوتر اب اُس کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔

اُس کو اپنے عمل پر پورا یقین تھا۔ اِس عمل کو وہ کئی بار آزما چکا تھا۔ اُسے کبھی بھی ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔
آج زندگی میں پہلی بار اُس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا اور وہ ایسی ناکامی کا بالکل عادی نہیں تھا۔ اُس کا سارا نشہ ہرن
ہو چکا تھا۔ بلکہ اب وہ بہت پریشان ہو رہا تھا۔ وہ بار بار پڑھ رہا تھا اور سوچ بھی رہا تھا۔ اچانک جیسے اُس کے دماغ میں کوئی
خیال آیا۔ وہ ایک دم حیران نظروں سے میری طرف دیکھنے لگا۔ اُس کو شاید میرا پراسرار رویہ، اُس کی طرف کچھ پڑھتے
ہوئے جانا اور اُس کو گلے مل کر اُس کی کمر پر تین بار ہاتھ مارنا۔ وہ اپنے شاگرد سے مخاطب ہوا اور میری طرف اشارہ کر کے
بولا یہ کون بندہ ہے، کہاں سے آیا ہے اور یہ کیا کرتا ہے۔

وہ اُس سے بات کر رہا تھا کہ میں اُس کے پاس گیا۔ اُس کو کندھے سے پکڑ کر اپنی طرف متوجہ کیا اور اُس کی
آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا: تم سانپ تھے میں نے تمہارا سارا زہر نکال دیا ہے، اب یہ زہر تم کبھی استعمال نہیں کر سکو
گے۔ تمہارا عمل ختم ہو چکا ہے۔ اب تم کبھی بھی کسی معصوم کبوتر کو بے گناہ قتل نہیں کرو گے۔ کسی کا کاروبار تباہ و برباد نہیں کرو
گے۔ وہ حیران اور پریشان نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اُس کو میری باتوں کا یقین نہیں آ رہا تھا۔

اِسی دوران پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت میرا دوست موٹر سائیکل لے کر اُس جگہ پہنچ چکا تھا۔ میں اُس کو
حیران پریشان چھوڑ کر اپنے دوست کے ساتھ بیٹھ کر روڈ تک آیا اور بس میں بیٹھ کر مری کی طرف روانہ ہو گیا۔ بعد میں پتہ
چلا کہ وہ شام تک بار بار اپنے عمل کو آزماتا رہا لیکن ہر بار ناکامی اُس کا مقدر بنتی رہی۔ وہ اپنے شاگرد سے میرے بارے
میں بہت پوچھتا رہا۔ اُس نے بتایا کہ اُس کے دور کے رشتہ داروں میں سے ہے۔ ملنگ بار بار مجھ سے ملنے کا کہہ رہا تھا
لیکن وہ مختلف بہانوں سے اُس کو ٹرخا رہا تھا۔ یہ ہمارا پہلے سے پلان تھا کہ میں اِس سارے منظر میں ایک پراسرار اجنبی کے
طور پر آؤں گا اور اپنا کام کر کے نامعلوم منزل کی طرف چلا جاؤں گا۔ میرے اللہ نے یہاں بھی مجھ پر اپنا کرم خاص کیا اور



اب ہر جگہ میرے بارے میں اشتہار کی طرح کہتا ہے کہ اُس پر واقعی ہی اللہ کا کرم ہو چکا ہے۔

# خدا کی تلاش

اب جو واقعہ میں بیان کرنے جا رہا ہوں، میں بڑا عرصہ کنفیوز رہا کہ اس کو لکھوں کہ نہ لکھوں کیونکہ اس سے گمراہ لوگوں کا پردہ چاک ہو جاتا ہے، لیکن چونکہ میں نے یہ تمام واقعات خلوصِ نیت کے ساتھ اس لیے لکھے ہیں کہ راہِ حق کے مسافر ان واقعات سے ترغیب اور راہنمائی لے سکیں، تلاشِ حق کے دوران جن حالات سے میں گزرا ہوں میرے پڑھنے والے ان سے نہ گزریں۔

اللہ تعالیٰ کی اس کائنات میں ہمیں تنوع اور ورائٹی نظر آتی ہے۔ وہی اس کا اصل حسن اور خوبصورتی ہے۔ یہ تنوع انسانوں میں بھی نظر آتا ہے۔ اگر ہم انسانوں کا بغور مطالعہ کریں تو یہ مختلف مزاج اور جسمانی و ذہنی استعداد رکھتے ہیں۔ ہر انسان اپنے مزاج کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے یعنی ان لوگوں کے پاس جانا اور وقت گزارنا پسند کرتا ہے۔ انسانوں کے ان گروپوں میں ایک ایسا گروپ یا طبقہ بھی ہوتا ہے جو خالقِ کائنات کے عشق میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی بنائی ہوئی ہر چیز سے محبت کرتا ہے کیونکہ بفضلِ خدا میں بھی قربِ الٰہی کا مسافر ہوں تو تلاشِ حق کا جذبہ اور ایسے لوگوں میں فطری طور پر ودیعت کر دیا جاتا ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایسے جذبے سے نوازتا ہے وہ کائنات کے خوش قسمت ترین انسانوں میں شامل ہوتے ہیں۔ یہ طبقہ پوری دنیا میں ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔ ایسے لوگ مراقبہ، روحانیت اور ریاضت، مجاہدے اور تلاشِ حق یا خدا کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں کیونکہ یہ فطری جذبہ ہے۔ یہ اپنی اس تلاش میں مجبور ہوتے ہیں، یہ نہ چاہتے ہوئے بھی خدا کی تلاش میں اِدھر اُدھر گھومتے رہتے ہیں۔ اس تلاش کے دوران نازک مرحلہ اس وقت آتا ہے جب یہ لوگ نام نہاد، جھوٹے پیروں، فقیروں، جوتشیوں اور غیر مرئی قوتوں کے حامل جاہل لوگوں کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں۔ یہ وہ نازک مرحلہ اور انتہائی توجہ طلب نقطہ ہے جو میں یہاں پر خاص طور پر ان بھائیوں کے لیے لکھ رہا ہوں جو خدا کی تلاش میں جگہ جگہ پھرتے ہیں اور آخرکار غلط بندوں کے قابو میں آ کر برباد کرتے ہیں۔ ایسے تمام روحانی طالب علم جو تلاشِ حق میں عرصہ دراز سے سرگرداں ہیں، وہ اس کو بغور پڑھیں، امید ہے انہیں مفید معلومات ملیں گی جو ان کے تلاشِ خدا کے سفر کو آسان بنا دیں گی۔

ان دنوں میں کوہ مری میں تھا اور میری روحانی زندگی کے ابتدائی دن تھے، مجھے خود بھی ابھی زیادہ پتہ نہیں تھا۔ میں بھی تلاش میں ہی تھا لیکن کچھ لوگ میرے پاس آنا شروع ہو گئے تھے۔ انہی لوگوں میں ایک ماں اور اس کا بیس سالہ بیٹا بھی آتا۔ ماں اپنے بچوں کی شادی اور اپنی صحت کے لیے فکرمند تھی۔ اس لیے دم وغیرہ کروا جاتیں اور ماں کا بیٹا ہر بار مجھے کہتا میں نے خدا کے نور کو دیکھنا ہے۔ خدا سے ملاقات کرنی ہے، مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتا دیں کہ میری خدا سے ملاقات ہو جائے۔ بقول اس کے اس کام کے لیے وہ بے شمار بابوں، بزرگوں اور مزارات پر جا چکا ہے لیکن ابھی تک اپنے مقصد میں

کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس تلاش میں وہ کبھی کبھار میرے پاس بھی آجاتا تھا کیونکہ مجھے خود بھی اتنا زیادہ پتہ نہیں تھا اس لیے کہتا کہ تم اپنی کوشش جاری رکھو، اللہ تعالیٰ ایک دن ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ وہ بچہ پانچ وقت کا نمازی اور چہرے پر داڑھی مبارک رکھی ہوئی تھی اور گھر میں بھی اسلام نافذ کیا ہوا تھا۔ یہ دونوں ماں بیٹا کچھ عرصہ تو میرے پاس آتے رہے، پھر یہ اچانک آنا بند ہو گئے اور تقریباً ایک سال کے بعد وہ بوڑھی ماں پھر میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے ایک بات کرنی ہے، لہٰذا میں رش سے دور جا کر بوڑھی ماں کے پاس بیٹھ گیا اور کہا، جی ماں جی، حکم کریں۔ خیر ہے نا تو وہ بوڑھی ماں بولی، اسی لیے تو آپ کو ادھر لے کر آئی ہوں، وہ آج کل ایک پیر کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے خدا مل گیا ہے۔ تو ماں جی تو بہت اچھا ہوا کہ اسے خدا مل گیا، اسے اور کیا چاہیے تھا، وہ تو اسی تلاش میں تھا، تو وہ روتے ہوئے بولی، خدا نہیں اس کو شیطان مل گیا ہے۔ کیا؟ میں حیرت سے بولا۔ ماں جی! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ تو وہ بولی کہ وہ جب سے آپ کے پاس نہیں آ رہا، وہ ایک پیر کے پاس جا رہا ہے۔ اس کا پیر جو بھی الٹے سیدھے کام کہتا ہے، یہ غلاموں کی طرح کرتا جا رہا تھا لیکن اب جو حرکت اس نے کی ہے اس کے بعد ہی میں پریشان ہو کر آپ کے پاس آئی ہوں۔ بات دلچسپ مرحلے میں داخل ہو گئی تھی۔ میں بھی جاننا چاہتا تھا کہ اصل ماجرا کیا ہے تو وہ ماں بولی ''اس کے مرشد نے اس کی داڑھی منڈوا دی ہے اور نماز روزہ بھی بند کر دیا ہے کہ نماز روزہ عام مسلمانوں کے لیے ہے، کیونکہ تم نے مشاہدۂ حق یا خدا کا نور دیکھ لیا ہے اب تم پر شریعت لاگو نہیں ہوتی۔'' پہلے تو ہم اس کو برداشت کرتے رہے لیکن اب وہ ہمیں بھی نماز، روزے سے روکتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا مرشد خدا کا روپ ہے۔ آپ بھی سب گھر والے ابھی اس کو خدا مانیں۔ جب ہم نے انکار کیا تو وہ مار پیٹ پر اتر آیا کہ میرے مرشد کا حکم آپ سب کو ماننا ہوگا۔ اس کو ہم سب گھر والوں نے بہت سمجھایا تو جب وہ نہیں مانا تو ہم نے امام مسجد کی مدد لی۔ اس نے بھی بہت سمجھایا بلکہ وہ امام صاحب ایک دن اس کے مرشد کے پاس گئے تا کہ ان کو سمجھا سکیں کہ آپ داڑھی مبارک کے کیوں خلاف ہیں اور نماز روزے سے کیوں روکتے ہیں؟ تو پتہ نہیں مرشد نے مولوی صاحب کو کیا جلوہ دکھایا کہ اس نے بھی داڑھی مبارک صاف کرا دی اور نمازیں چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے اس کے پاس چلا گیا۔ یہ کہتا ہے کہ جو نظارہ میں نے وہاں دیکھا یہ کہیں اور نہیں دیکھا۔ یہ بات سن کر میں بھی بہت حیران ہوا۔ ماں بتا رہی تھی کہ ''ہمارے علاقے کے کافی لوگ اس کے مرید بنتے جا رہے ہیں جو اس کے پاس جاتا ہے، اسی کا ہو جاتا ہے۔ پتہ نہیں اس کے پاس کیا جادو ہے۔ کئی لوگ اس کے پاس غصے میں گئے لیکن اس کے قدموں میں بیٹھے نظر آتے ہیں۔ پروفیسر صاحب اگر آپ کچھ کر سکتے ہیں تو ضرور کریں۔'' ماں کی ساری بات سننے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ معاملہ سنجیدہ نوعیت کا ہے، یہ عام قسم کا پیر یا ملنگ نہیں ہے اس کے پاس کچھ نہ کچھ تو ہے جس کی وجہ سے جو کوئی بھی اس کے پاس جاتا ہے، اسی کا اسیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ اب میں نے فیصلہ کیا کہ اس کے پاس جایا جائے لیکن اس سے پہلے اس کے بارے میں پتہ کروایا جائے تا کہ پتہ چل سکے کہ وہ کیا ہے اور وہ کونسا روحانی ٹوٹکا یا تصرف استعمال کرتا ہے کہ ہر کوئی آنکھیں بند کر کے اس کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور سچ پوچھیں تو میں بھی کسی حد تک اس سے ڈر گیا تھا۔ میں نے اس کے شہر میں اپنے کسی چاہنے والے کی ڈیوٹی لگائی تو اس نے اس کا جو ڈیٹا (Data) دیا، وہ اس طرح تھا کہ وہ اس سے پہلے بھی دو شہر چھوڑ چکا ہے بلکہ دونوں شہروں



اب اس نے نماز روزے بند کرائے تو لوگوں نے مار پیٹ کر کے اسے شہر سے نکال دیا لیکن دونوں شہروں میں اس کے مرید اس پر اپنی جان دینے کو تیار تھے۔ اب انہوں نے اس شہر کے باہر آ کر زمین خرید کر آستانہ بنا لیا اور اب وہ یہاں ... بانٹ رہا ہے اور لوگ دیوانہ وار اس کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو رہے ہیں۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ اب اس کے ... ارادت میں کچھ بڑے سیاستدان اور اعلیٰ افسران بھی داخل ہیں۔ اس لیے اس سے لوگ اب ڈرتے ہیں۔ اس لیے ... خلاف کسی بھی قسم کا ایکشن لینے سے گھبراتے ہیں۔

کیس کی نوعیت کافی سنجیدہ تھی، لہٰذا اس لیے میں نے بابا یوسف مجذوب کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔ بابا جی ... ہر وقت شہر در شہر گھومتے رہتے تھے، کافی تگ و دو کے بعد بابا جی کا پتہ چلا تو میں ان کے پاس چلا گیا اور جا کر ساری ... تو بابا جی بولے ''ماسٹر یہ کوئی نئی بات نہیں، وہ توجہ اور ارتکاز کا ماسٹر ہے۔ وہ کسی بھی کمزور اعصاب کے بندے کو ... کی قوت کے اندر لا کر کچھ بھی دکھا سکتا ہے۔'' بابا جی نے مجھے تمام طریقہ بتا دیا کہ اس کے پاس جا کر کیا کرنا ہے۔ بابا ... کے بعد میں اس پیر سے ملنے اور مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔ آج جب میں یہ واقعہ لکھ رہا ہوں تو مجھے بابا جی کا ... اور معصوم چہرہ یاد آتا ہے۔ کاش میں ان کی صحبت میں زیادہ وقت گزار سکتا۔ بہرحال بابا جی سے ہدایات لے کر میں ... مری آ گیا اور اگلے ہی دن اس نوجوان اور ماں کے گھر چلا گیا۔ وہ مجھے اپنے گھر دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ میں نے ... کی ماں سے الگ جا کر کہا کہ آپ پریشان نہ ہوں۔ میں آپ کے بیٹے کے ساتھ جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ ہماری مدد ضرور ... گا۔ میں نے جوان سے کہا کہ میں نے تمہارے مرشد کی بہت تعریف سنی ہے۔ میرا بھی بہت دل کرتا ہے کہ تمہارے ... کے درشن کر سکوں، تو وہ جوان بہت خوش ہوا اور اپنے مرشد کی کرامات اور روحانی مقام بتانے لگا۔ میں مصنوعی دلچسپی ... ساتھ اس جوان اور اس کے مرشد کی باتیں سنتا رہا۔

اس سے جانے کا دن مقرر کر کے میں واپس مری آ گیا۔ مقررہ دن جوان میرے پاس آ گیا۔ وہ بہت خوش تھا ... پروفیسر صاحب کو اپنے مرشد کا مرید بنا کر وہ بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے گا۔ مرشد بھی بہت خوش ہوگا اور پروفیسر صاحب کے پاس جو لوگ آتے ہیں، وہ بھی مرشد کے مرید ہو جائیں گے۔ وہ اپنی چال میں تھا اور میں اپنی چال میں۔ وہ ... پھنسا رہا تھا اور میں اس کو پھنسا رہا تھا۔ ہم دونوں اُس بس میں بیٹھ کر اس شہر کی طرف روانہ ہو گئے جہاں پر اس کا مرشد ... ہوئے فیوض و برکات بانٹ رہا تھا۔ سارے راستے وہ اپنے مرشد کے کارنامے اور روحانی تصرف کی کرامات بڑھا ... بیان کرتا جا رہا تھا اور یہ بھی کہا کہ یہ میرے مرشد کی روحانی طاقت ہے کہ پروفیسر صاحب آپ کے دل میں ان ... کا خیال آیا۔ وہ جس کو پسند کرتے ہیں، اپنا مرید بنا لیتے ہیں۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ پتہ نہیں وہ ... مرید ہوتے ہیں کہ میں ان کا مرید۔ خیالوں کے انہی تانوں بانوں میں آخر کار ہم اس شہر پہنچ گئے۔ کیونکہ پیر کا ... شہر سے باہر تھا، لہٰذا اب ہم شہر کے باہر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ہی مَیں نے جوان کو بتا دیا کہ بعض اوقات ... اوپر کوئی چیز حاضر ہو جاتی ہے تو اگر میں پیر صاحب کی شان میں کوئی گستاخی یا بے ادبی کروں تو تم پریشان نہ ہونا۔ ... صاحب خود ہی مجھے ٹھیک کر دیں گے۔ سورج غروب ہو گیا تھا اور شام کے سائے تیزی سے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے

رہے تھے۔ بہر حال تاریکی ہونے سے پہلے ہی ہم جھوٹے مرشدِ کامل کے آستانہ عالیہ پر پہنچ گئے۔ کیونکہ جوان یہاں اکثر حاضری دیتا تھا اس لیے لوگوں سے اس کی پرانی آشنائی لگ رہی تھی۔ صحن کو کراس کرتے ہوئے ہم ایک ہال کمرے میں داخل ہوئے۔ فرش پر دبیز مہنگا قالین بچھا ہوا تھا اور تقریباً پچیس کے قریب مریدین بیٹھے ہوئے آپس میں گپ بازیوں میں مصروف تھے۔ میں بھی جا کر آرام سے ایک سائیڈ پر بیٹھ گیا۔ جوان اپنے پیر بھائیوں سے ملنے لگا اور حال احوال پوچھنے لگا۔

میں وہاں پر موجود چہروں اور کمرے کے دَر و دیوار کو دیکھنے لگا۔ کمرے میں چرس کے دھویں کی بو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی بلکہ زیادہ تر لوگ ابھی بھی چرس پی رہے تھے۔ میں پچھلے صفحات میں بتا چکا ہوں کہ روحانی طالب علم اور یکسوئی کے لیے بہت سارے جتن کرتے ہیں۔ اسی بھاگ دوڑ میں یہ چرس بھی پینی شروع کر دیتے ہیں۔ اس کی یہ لوگ یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہ فقیری نشہ ہے اور مظفر آباد کشمیر میں ایک دربار پر چرس کی بھینٹ یا نذرانہ دیا جاتا ہے اور وہاں پر لال شاہ مجذوب مری والے کے دربار اور عرس کے موقعوں پر سرِ عام چرس پی جاتی ہے اور چاروں طرف چرس اور ملنگوں کی بھرمار ہوتی ہے جو لوگ بھی چرس کے عادی ہوتے ہیں، یہ میلے کچیلے کپڑے پہنتے ہیں۔ سالوں یہ لوگ نہ تو نہاتے ہیں اور نہ ہی کپڑے تبدیل کرتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر ملنگوں کا روپ دھار لیتے ہیں۔ لمبے بال لٹوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کے سر اور جسموں پر میل یعنی گند کی تہیں جمی ہوتی ہیں۔ ان کے لباس، جسموں اور سر کی لٹوں سے عجیب قسم کی بدبو ہر وقت ملنے والوں کو ناگوار بدبو کا احساس دلاتی رہتی ہے لیکن یہ اسی گندے ماحول کے عادی ہوتے ہیں اس لیے ان کو اس کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ اب اگر کوئی چرسی ان کے کمرے اور ماحول میں جب داخل ہوتا ہے تو اس پر اس ماحول اور بدبو کا سحر طاری ہو جاتا ہے اور اگر میرے جیسا کوئی بھولا بسرا آ جائے تو وہ پریشان اور الجھن کا شکار ہو جاتا ہے اور میں اس وقت اسی بے قراری کا شکار تھا اور مَیں انتظار میں تھا کہ کب گورو جی اپنا درشن کراتے ہیں۔ آخر کافی دیر کے بعد کسی ملنگ نے ہال کے آخری کونے میں بنے دروازے کے اندر جھانکا اور نعرہ مستانہ بلند کیا کہ مرشد لجپال تشریف لا رہے ہیں۔ اب سب مرید لائن میں بیٹھ گئے۔ پورے ادب اور احترام کے ساتھ یہ دو لائنوں میں بیٹھے تھے۔ درمیان میں پڑے ہوئے تخت پر مرشد نے جلوہ افروز ہونا تھا۔ آخر کار ایک بھاری بھر کم کلین شیو تقریباً ساٹھ سال کا شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے اندر آتے ہی تمام مریدوں نے بآواز بلند ایک نعرہ لگایا جس کی مجھے سمجھ نہیں آئی کہ انہوں نے کیا کہا اور تمام کے تمام سجدے میں گر گئے۔ پہلے میں بھی نیچے جھکا لیکن جب وہ تمام سجدے میں چلے گئے تو میں رک گیا۔ اسی دوران مرشد صاحب تخت پر آ کر براجمان ہو گئے اور ان کے ساتھ آئے ہوئے خادموں نے ان کی ٹانگیں دبانی شروع کر دیں کیونکہ کمرے میں موجود تمام لوگ سجدے میں پڑے تھے اور صرف میں اکیلا ہی گستاخی کا مرتکب ہو رہا تھا۔ مرید پتہ نہیں سجدے میں کیا کیا بکواس اور نعرے مار رہے تھے کیونکہ میں بیٹھا ہوا تھا اور یہ ان کے قریب گستاخی اور بے ادبی تھی، لہٰذا جو ملنگ مرشد کے پاؤں دبا رہے تھے ان میں سے ایک دوڑ کے میری طرف لپکا اور مجھے گردن سے پکڑ کر سجدے میں گرا دیا۔ یہ کارروائی ڈال کر وہ واپس مرید کے قدموں میں چلا گیا۔ میں پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے پھر میری طرف آنے کی کوشش کی تو مرشد نے اس کو





... مرشد غور سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ مرشد نے مجھے اپنے پاس بلایا اور اشارہ کیا کہ اِدھر بیٹھ جاؤ۔ اسی دوران ... سجدے کا وقت پورا ہو گیا تو وہ تمام اٹھ گئے اور باری باری مرشد کے پاس آتے، سجدہ کرتے اور پاؤں کو چوم کر ... اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے۔ اسی دوران میں نے مرشد کی طرف دیکھا تو وہ ٹکٹکی باندھے میری طرف غور سے دیکھ رہا ... نے بھی بابا یوسف کے بتائے ہوئے طریقے پر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھورنا شروع کر دیا۔ مجھے دو یا ... جسم اور دماغ میں چکر یا لرزش کا احساس ہوا لیکن میں اپنے ہوش و حواس میں رہا۔ اس نے کسی کو اشارہ کیا تو اس ... چرس والا سگریٹ اس کو پیش کیا۔ اس نے سگریٹ کے لمبے لمبے کش لیے، وہ تیزی سے سگریٹ پھونک رہا تھا۔ جیسے ہی ... ختم ہوا ایک اور اس کو پیش کر دیا گیا۔ اب اس کی آنکھوں اور چہرے سے نشے کا احساس ہو رہا تھا۔ شاید اس نے خود ... کیا تھا۔ اس نے مجھے اشارہ کیا کہ میں اس کے اور قریب آ جاؤں لیکن میں نہ گیا تو اس کے مریدوں نے مجھے اٹھایا ... کے سامنے لا کر بٹھا دیا۔ اب وہ اور غور سے میری طرف گھور رہا تھا۔ وہ کافی دیر مجھے گھورتا رہا۔ پتہ نہیں وہ کیا کرنا چاہ ... اس نے اشارہ کیا تو کسی نے ڈیک پر قوالی لگا دی اور سب نے اٹھ کر ناچنا بلکہ دھمال شروع کر دی۔ مرشد خود بھی ... ناچنا شروع ہو گیا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ قوالی کی دھمال میں وہ جذب و سکر کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ پھر ہر ... اس کے اشارے پر ناچتا ہے۔ وہ خدائی روپ دھار لیتا ہے۔ وہ جس کو اشارہ کرتا ہے، وہ اس کے قدموں میں ڈھیر ہو ... قوالی کی گرج دار آواز، ملنگوں کی دیوانہ وار دھمال اور چرس کی بو نے ایک خاص ماحول اور سحر طاری کر دیا تھا۔ ... جس کی طرف اشارہ کرتا وہ تڑپنا شروع کر دیتا۔ کمرے میں موجود ہر بندہ اُس کے اشارے پر ناچ رہا تھا۔ وہ مالک ... اس کے غلام۔ ہر کوئی گر رہا تھا، ناچ رہا تھا، تڑپ رہا تھا۔ وحشت کا ماحول طاری ہو چکا تھا۔ جب اس نے محسوس ... اپنے روحانی عروج پر پہنچ گیا ہے تو اس نے ایک جھٹکے سے میری طرف اشارہ کیا کہ تم ابھی تک کیوں بیٹھے ہو، آؤ ... دھمال میں تم بھی شامل ہو جاؤ۔ میں اس سے پہلے بھی ایسی ہی دھمال میں شامل ہو چکا تھا لیکن وہ داتا حضور کے ... اور قرب الٰہی کے مسافر تھے۔ انہوں نے خود خدائی کا دعویٰ نہیں کیا تھا جبکہ یہ تو خود ہی خدا ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔

میرے اوپر بھی ایک مخصوص جذبی کیفیت طاری تھی۔ یا رقیب کا دل میں ورد کرتے ہوئے میں اس کے پاس ... اس نے مجھے پکڑا اور مجھے بھی دھمال میں گھمانے کی کوشش کی کیونکہ میں اس کے ٹرانس میں نہیں تھا، البتہ وہ نشے میں ... وہ دیوانہ وار دھمال ڈال رہا تھا اور اب مجھے بھی اسی دھمال کا حصہ بنانا چاہتا تھا کیونکہ وہ تمام ایک دوسرے سے ... ناچ اور گھوم رہے تھے۔ میں نے مرشد جو گھوم رہا تھا اور کوشش کر رہا تھا کہ میں بھی گھوموں، اس کے پاؤں میں اپنا پیر ... اس طرح کہ یہ اتفاقیہ معلوم ہو۔ کیونکہ وہ نشے میں تھا، اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا اور دھڑام سے نیچے گر پڑا۔ ملنگوں کو جیسے ... اس حادثۂ عظیم کا احساس ہوا، وہ تمام رک گئے اور لپک کر مرشد کو اٹھانے کی کوشش کی۔ انہیں بالکل بھی احساس نہ ہوا کہ ... حرکت میں نے کی ہے کیونکہ تمام ملنگ چرس کے نشے میں دھت تھے۔ اس لیے آہستہ آہستہ نارمل ہو رہے تھے۔ انہوں ... مرشد کو پکڑ کر تخت پر ڈال دیا۔ مرشد حیرت اور شدید غصے سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ نہ تھا ... اچانک ہو گیا۔ وہ چند لمحے تو میری طرف حیران پریشان نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے تمام ملنگوں سے کہا کہ سب باہر

چلے جاؤ۔ جب ہم سب باہر جانے لگے تو اس نے اشارے سے مجھے اپنی طرف بلایا۔ جب تمام ملنگ باہر چلے گئے تو اس کے دو خاص خادم جو اُس کو دبا رہے تھے، وہ اور میں کمرے میں رہ گئے۔ اس نے اپنے خادم کو کرسی آگے لانے کا اشارہ کیا اور میں اس کے بالکل سامنے بیٹھ گیا۔ وہ غور سے میری طرف دیکھتا رہا اور بولا، کون ہو تم؟ اور کس کے کہنے پر تم یہاں آئے ہو؟ تم میرا جھٹکا برداشت نہیں کر سکو گے۔ تم مجھے جانتے نہیں ہو۔ اگر میں نے تمہیں ٹھوکر ماردی تو ساری عمر جنگلوں ویرانوں میں پاگلوں کی طرح پھرتے رہو گے۔ گندی نالیوں کا پانی پینا تمہارا مقدر بن جائے گا۔ لوگ پاگل سمجھ کر تمہیں پتھر مار مار کر لہولہان کر دیں گے۔ تم کسی کام کے نہیں رہو گے۔ تمہیں جرأت کس طرح ہوئی میرے سامنے آ کر بے ادبی کرنے کی۔ میں تمہارا وہ حال کر دوں گا کہ تمہاری زندگی موت اور دوزخ سے بدتر ہو جائے گی۔ وہ قہر آلود نظروں سے میری طرف گھور رہا تھا۔ مقدر میرے پاؤں کی ٹھوکر ہے جس کو چاہوں بادشاہ بنا دوں، جس کو چاہوں پتھر کر دوں۔ زندگی، موت، عروج و زوال میری ایک ٹھوکر کی نوک پر ہے۔ میں تمہارا وہ حال کروں گا کہ دوبارہ کبھی تم میری بے ادبی اور بے عزتی کا سوچ بھی نہیں سکو گے۔

وہ بہت زیادہ بکواس اور خدائی دعویٰ کر رہا تھا کیونکہ میں خود بھی ایک خاص حالت یا کیفیت میں تھا۔ کوئی باطنی قوت یا تو بیدار تھی یا کوئی قوت میرے اندر حلول کر گئی تھی۔ غصہ، نفرت یا جلال، میری آنکھوں سے بھی شعلے ابل رہے تھے۔ وہ میری طرف جھک کر بات کر رہا تھا۔ میں نے اس کا گریبان پکڑ لیا اور جھٹکے سے پھاڑ دیا اور کھینچ کر زمین پر گرا دیا اور اس کے اوپر بیٹھ کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا ''پاگل، کتے، بکواس بند کرو۔'' اس کے خادموں نے دوڑ کر مجھے اس سے الگ کرنے کی کوشش کی اور اسے اٹھا کر تخت پر بٹھا دیا۔ خادم اس صورتحال کے لیے بالکل تیار نہیں تھے۔ ان کے حواس جواب دے گئے تھے۔ پتہ نہیں میری آنکھوں اور آواز میں کیا تھا یا میرے پیچھے کوئی روحانی قوت۔ پتہ نہیں اللہ تعالیٰ کی کیا خاص مدد تھی کہ اس کی آنکھوں میں خوف اور دہشت نظر آ رہی تھی۔ اس کا سارا کروفر، غرور، تکبر اور غصہ ختم ہو چکا تھا۔ وہ خوفزدہ نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا کیونکہ میں ابھی بھی اُسی حالت میں تھا۔ میرا جسم پتہ نہیں پتھر کا یا فالج کا پتہ نہیں کیا تھا۔ میں اُسی حالت میں اس کو گھورے جا رہا تھا کیونکہ اس کی زندگی میں پہلی بار کسی نے اُس کے ساتھ ایسی بدتمیزی یا گستاخی کی تھی جس کا وہ بالکل عادی نہیں تھا۔ پہلے تو وہ کافی دیر خاموشی سے میری طرف دیکھتا رہا اور پھر خوفزدہ اور مریل آواز میں بولا ''تم مجھ سے کیا چاہتے ہو، کیوں آئے ہو میرے پاس؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ تم نے ہی تو میرا، میرے پیارے آقا سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرے رب کعبہ کا بگاڑنے کی کوشش کی ہے۔ بگاڑ تو تمہارے جیسا کیڑا مکوڑہ کسی کا بھی کچھ نہیں سکتا۔ آج تو میں اکیلا آیا ہوں اگر دوبارہ کبھی تم نے پنگا لینے کی کوشش کی تو میں پولیس لے کر آؤں گا اور تیرا یہ کنجر خانہ ہمیشہ کے لیے بند کرا دوں گا۔ دوسرا تم اور تمہاری شیطانی قوتیں اچھی طرح جان گئی ہیں کہ میرے اللہ کے فضل و کرم سے میرے اوپر ان کا کوئی اثر نہیں ہوا، میری شرط یہی ہے کہ آئندہ تم کسی کو نماز، روزے سے نہیں روکو گے اور آخری بات ابھی میں جس جوان کے ساتھ یہاں آیا ہوں جس کو ایک سال سے تم نے اپنے چنگل میں پھنسایا ہوا ہے اس کو ابھی یہاں بلاؤ اور اسے آزاد کر دو، دوبارہ اس کو کبھی یہاں نہ بلانا کیونکہ وہ بہت خوفزدہ تھا۔ اس نے اپنے خادم کو اشارہ کیا



کہ اس جوان کو بلا کر لاؤ۔ جب وہ اندر آیا تو اسے کہا کہ آج سے تمہارے مرشد یہ ہیں (میری طرف اشارہ کر کے) وہ نوجوان حیرت اور پریشانی سے ہم دونوں کو دیکھ رہا تھا جس طرح پیر صاحب میرے سامنے بیٹھے تھے اُس سے اسے صورتحال کا اندازہ ہو گیا۔

اب یہاں وقت برباد کرنے سے بہتر تھا کہ واپس مری جایا جائے، لہٰذا میں اُسی جوان کے ساتھ مری کی طرف روانہ ہوا اور راستے میں اندر ہال میں ہونے والے واقعات بتائے اور کہا کہ ان تمام واقعات کے چشم دید گواہ اُس جھوٹے پیر کے خادم ہیں۔ وہ بیچارہ حیرت سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کو میری باتوں پر یقین آ گیا تھا۔

آج جب میں پندرہ سال بعد یہ واقعہ لکھ رہا ہوں تو میں سوچتا ہوں کہ میں کس طرح نڈر ہو کر اُس پیر کے آستانے پر چلا گیا، وہ میرے ساتھ کچھ بھی کر سکتا تھا لیکن میرے پیارے خدا پاک نے ہمیشہ میری مدد اور حفاظت کی اور مجھے اس شیطانی ملنگ پیر کے سامنے سرخروئی عطا کی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ہی وہ پیر علاقہ چھوڑ کر کسی اور شہر چلا گیا اور خدا کی تلاش میں پھرنے والا مرید جتنا عرصہ میں مری رہا، میرے پاس آتا جاتا رہا اور ہر بار اپنے کیے پر شرمندہ ہوتا کہ کس طرح وہ اس چرسی اور بھنگی ملنگ کے ہاتھ لگ کر اللہ تعالیٰ اور نبی پاکؐ سے دور ہو گیا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ خدا کی تلاش کے مسافروں کو سچے مرشد سے جلدی ملا دے۔ (آمین)

# بنگالی بابا کی پٹائی

لاہور میں اور پاکستان کے باقی بڑے شہروں میں نام نہاد، دھوکے باز بنگالی بابوں کا راج ہے۔ روحانیت اور تصوف کی یہ الف ب نہیں جانتے۔ یہ بہت چالاکی اور منصوبے کے ساتھ لوگوں کو لوٹتے ہیں بلکہ ایسے فراڈ بابوں نے کئی عورتیں اور مرد رکھے ہوئے ہیں جو تیس سے پچاس فیصد پر ان کے لیے لوگوں کو پھنسا کر ان کے پاس لے جاتے ہیں۔ مجھے اس کا اس وقت پتہ چلا جب میں نیا نیا لاہور آیا تھا۔ ایک بہت امیر خاتون اپنے ڈرائیور کے ساتھ میرے گھر پر آئی اور بولی کہ میں نے اپنی بہو کو طلاق دلانی ہے۔ میں نے اس عورت کو صاف صاف کہہ دیا کہ میں ایسے غلط کام نہیں کرتا اور نہ ہی کروں گا۔ اب جب میں نے انکار کیا تو اس نے مجھے پیسوں کا لالچ دینا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس نے مجھے دس لاکھ کی آفر کر دی۔ تو میں نے کہا ''بی بی جاؤ میں ایسے کام نہیں کرتا۔'' جب میں بالکل نہ مانا تو اس کا ڈرائیور مجھے ایک طرف لے گیا اور بولا ''جناب کیوں گھر آئی دولت کو ٹھکرا رہے ہیں۔ یہ بی بی بے شمار بابوں کے پاس جا چکی ہے۔ ان سب کے گھر دولت سے بھرنے کے بعد اب یہ آپ کے پاس آئی ہے۔ میں بھی اسی لالچ میں اس کی نوکری کرتا ہوں۔ آپ پلیز مان جائیں، مان جائیں خود بھی خوب پیسے لیں اور مجھے بھی میرا حصہ دیں۔ میں آپ کا بھرپور ساتھ دوں گا۔'' میں اس کی باتیں حیرت سے سن رہا تھا۔ تم میرا کیا ساتھ دو گے تو وہ بولا ''ان کے گھر میں مختلف جگہوں پر تعویذ رکھ دوں گا۔ پودوں میں، گملوں میں دبا دوں گا یا تعویذ اور ہڈیاں یا گڈے بنا کر دبا دوں گا۔ آپ کو بتا دیا کروں گا۔ جب آپ آ کر وہی چیزیں نکالیں

گے تو یہ بی بی پاگل ہو جائے گی اور آپ کی دیوانی بھی کہ پیر صاحب تو بہت پہنچے ہوئے ہیں۔ میں اس ڈرائیور کی ہمت
جرأت کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ لوگ کس کس طرح سے فراڈ کرتے ہیں۔ میں نے اسے انکار کیا تو وہ جاتے جاتے پھر کہہ
گیا ”پروفیسر صاحب! آپ اچھی طرح سوچ کر مجھے فون کر دینا، میں بیگم صاحبہ کو لے کر آ جاؤں گا۔“ اسی طرح ایک دن
ایک عورت میرے پاس آئی کہ سر آپ کسی کے گھر جا کر دم وغیرہ کرتے ہیں۔ تو میں آپ کو ہر وزٹ کا دس ہزار دوں گی جن
میں سے چار ہزار میرے ہوں گے۔ میں نے کہا بی بی میں تو لیتا ہی نہیں، تم کیسے دو گی؟ تو وہ بولی آپ نے کچھ بھی نہیں کرنا
میں گھر والوں کو سمجھا دوں گی، آپ نے صرف لفافہ پکڑنا ہے جو گھر والے آپ کو دیں گے۔ میں بعد میں آ کر اپنا حصہ
کمیشن لے لوں گی۔ میں حیرت سے اس عورت کا چہرہ دیکھ رہا تھا کہ یہ مجھے کتنے آرام سے حرام کھانے کی دعوت دے رہی
ہے۔ اس کے بعد بھی مجھے بے شمار ایسی عورتیں اور مرد مل چکے ہیں جو مختلف جعلی پیروں اور بنگالی بابوں کے لیے کمیشن پر کام
کرتے ہیں۔ طریقہ واردات ان کا یہ ہوتا ہے کہ یہ مختلف گھروں میں کام کرتے ہیں اور معصوم عورتوں کو جعلی پیروں کی جھوٹی
کرامتیں بیان کرتی ہیں کہ فلاں کا مشکل کام فلاں پیر نے کیا، وہ بہت پہنچے ہوئے، بڑے مقام کے پیر صاحب ہیں۔ میں
جب بھی کسی کو لے کر ان کے پاس گئی ہوں، ہمیشہ کام ہوا ہے۔ ظلم کی حد تو اس وقت ہوتی ہے جب یہ عورتیں نوجوان
لڑکیوں کو پیروں کے پاس لے جاتی ہیں اور ان سے کہتی ہیں کہ اگر پیر صاحب تمہارے ننگے جسم پر تعویذ لکھنا چاہیں تو انکار
نہیں کرنا۔ اگر تم پیر صاحب کو راضی کر دو گی تو تمہارا کام فوری ہو جائے گا۔ میرے پاس بے شمار ایسی نوجوان لڑکیاں آ چکی
ہیں جن کے ساتھ ان عیاش پیروں نے زنا کیے اور برباد کیا۔ میرے پاس ایک میاں بیوی آئے۔ میں نے جب کہا کہ
فلاں پیر کی تمہاری بیوی پر بری نظر ہے تو وہ مجھ سے ناراض ہو گیا کہ وہ تو قطب ہیں، ابدال ہیں۔ خدا کے لیے ان جعلی
پیروں، فقیروں کو جاگتی آنکھوں سے دیکھا کریں اور اندھا یقین نہ کریں۔ اللہ کا شکر ہے، میں نے ہمیشہ ان پیروں کے
ایجنٹوں کو اپنے سے دور ہی رکھا۔ اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ ہم بات کر رہے تھے بنگالی بابا کی۔ میں
لاہور میں ایک ایسے بنگالی بابا کو بھی جانتا ہوں جو پانچ مختلف جگہوں پر مختلف ناموں کے ساتھ بیٹھتا ہے اور سر عام لوگوں کو
لوٹ رہا ہے۔ ہمارے لوگوں کی ذہنی حالت کا اندازہ اس بات سے لگا لیں کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے اوپر کالا جادو ہوا
ہے، یہ نوری علم یعنی قرآن پاک سے ختم یا علاج نہیں ہو سکتا، اس کا توڑ بھی کوئی بنگالی بابا یا عیسائی ہی کر سکتا ہے، لہٰذا وہ مجھ
سے بھی پوچھتے ہیں کہ آپ کسی پہنچے ہوئے بنگالی بابا یا عیسائی کو جانتے ہیں یا ایسے کالے علم والے کو جو کالے علم کا توڑ کر سکتا ہو
یا یہ کہتا کہ پروفیسر صاحب نوری علم سے کالے علم یا کالے جادو کا علاج ہو سکتا ہے اور ایسے نام نہاد بابوں کے پاس جا کر
لاکھوں روپے لٹاتے ہیں اور خواتین اپنی عزتیں گنواتی ہیں۔ اللہ ہی ایسے بے وقوف لوگوں کو سمجھائے کہ اگر وہ بنگالی بابا یا
عیسائی اتنے ہی ماہر یا پہنچے ہوئے ہوں تو سب سے پہلے اپنا پیٹ بھریں۔ یہ اعزاز تو اللہ والوں، صوفیوں، فقیروں،
درویشوں کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ جو کسی بھی قسم کے لالچ سے آزاد ہو کر صرف قربِ الٰہی اور خدمتِ خلق کے جذبے سے
سرشار دکھی انسانیت اور پریشاں حال لوگوں کی خدمت کرتے ہیں۔

ایسے ہی جھوٹے بنگالی بابوں میں سے ایک کا میں یہاں ذکر کر رہا ہوں تا کہ قارئین اس سے سبق حاصل



کریں۔ میں ایک دن اپنے آفس میں بیٹھا تھا، بہت سارے لوگ ملنے کے لیے آئے ہوئے تھے کہ میرا کالج فیلو اپنے کسی
[illegible] کو لے کر میرے کمرے میں داخل ہوا اور مجھے کہا کہ پروفیسر صاحب! ذرا باہر آ کر ہماری بات سنیں۔ کیونکہ وہ میرا
کلاس فیلو اور بے تکلف دوست تھا، اس لیے میں سب کو چھوڑ کر فوری طور پر ان کے ساتھ باہر گراؤنڈ میں آ گیا۔ میرا دوست
بولا ”پروفیسر صاحب، یہ میرا رشتے دار ہے۔ اس کے گھر والوں کو ایک بنگالی بابا لوٹ گیا ہے اور اب بھی تنگ کر رہا ہے۔
مجھے بنگالی بابوں پر یقین نہیں ہے۔ اس لیے میں اسے لے کر تمہارے پاس آ گیا ہوں۔ اب تم بتاؤ کہ تم ہماری مدد کر سکتے ہو
یا نہیں؟“ میرے پوچھنے پر ساتھ آئے لڑکے نے جو داستان سنائی وہ اس طرح ہے۔ اسی کی زبانی سنیں:

”پروفیسر صاحب میں دبئی میں کام کرتا ہوں۔ محنت مزدوری کر کے پیسے گھر بھیجتا ہوں۔ میری ماں کو شروع
سے ہی پیروں فقیروں کے پاس جانے کی عادت ہے۔ ہم بچپن سے دیکھتے آ رہے ہیں کہ اس نے کوئی بھی پیر فقیر نہیں
چھوڑا۔ جہاں کسی پیر یا بابے کا پتہ چلا یہ اس سے ملنے چلی جاتی ہے۔ کچھ عرصہ قبل ہماری نوکرانی کی شادی ہو گئی تو میری
ماں نے نئی نوکرانی رکھ لی جو کسی بنگالی بابا کی ایجنٹ تھی۔ اس نے آتے ہی اس بنگالی بابا کی کرامتیں اور بے شمار واقعات
سنانے شروع کر دیے کہ اس کی دعا سے یہ ہو گیا، وہ ہو گیا۔ میری ماں تو پہلے ہی پیروں کی دیوانی تھی۔ وہ بہت جلد نوکرانی
کی باتوں میں آ گئی، لہٰذا یہ نوکرانی میری ماں کو لے کر بنگالی بابا کے ڈیرے پر لے گئی۔ وہاں پر پہلے سے بنگالی بابا کے
ایجنٹ موجود تھے۔ انہوں نے بھی بنگالی بابا کی خوب کرامتیں بتائیں کہ اس وقت اس بنگالی کے پائے کا بابا پورے پاکستان
[illegible] ہے۔ پوری دنیا سے لوگ اس کے پاس آتے ہیں۔ وہاں پر تصویریں، خشبویات، بخورات جلائے ہوئے تھے۔
[illegible] ماحول بنا ہوا تھا۔ میری ماں کو بنگالی بابا کے مخصوص کمرے میں لے جایا گیا۔ جہاں پر بابا سر پر تاج پہنے ملنگی لباس میں
[illegible] پر جلوہ افروز تھے۔ میری ماں نے اس شان و شوکت اور جاہ و جلال والا پیر پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ دیکھتے ہی متاثر اور
قائل ہو گئی کہ یہ اصل بابا ہے جس کے قبضے میں ہزاروں جنات اور پریاں ہیں، یہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ کیونکہ نوکرانی پہلے
سے ہی بنگالی بابا کو میری ماں اور میرے گھر والوں کے سارے حالات بتا چکی تھی۔ اس لیے بنگالی نے فر فر سارے
حالات، بیماریاں اور پریشانیاں میری ماں کو بتا دیں۔ میری ماں تو پہلے ہی متاثر ہو چکی تھی۔ اب رہی سہی کسر بھی پوری ہو
گئی۔ میری ماں نذر نیاز دے کر واپس آ گئی اور بہت خوش تھی کہ جس ولی کامل کی مجھے تلاش تھی، وہ اب مل گیا جو میرا ہر
[illegible] بجا کر حل کر دے گا۔ میری ماں کو یہ بتایا گیا تھا کہ ہمارے گھر میں لاکھوں جنات کا ڈیرہ ہے اور وہ ناراض ہیں
اس لیے وہ کوئی بھی کام نہیں ہونے دیتے، لہٰذا پہلے ان جنوں کو گھر سے نکالنا ہوگا۔ جب جنات گھر چھوڑ جائیں گے تو پھر
[illegible] گھر کے حالات ٹھیک ہو جائیں گے، لہٰذا اب مختلف صدقات، بکرے، کستوری، زعفران، پرفیوم اور بہت سارے
[illegible] شروع کر دیے۔

میری ماں کے پاس جب پیسے ختم ہو گئے تو اس نے اپنے زیورات بیچنے شروع کر دیے۔ جب بنگالی بابا بہت
[illegible] تو اس نے آخری چال یہ چلی کہ چالیس ہزار والے پانچ پرائز بانڈ لے کر آؤ، میں ان کو دم کر کے دوں گا اور
[illegible] حاصل کروں گا اور تمہارا پہلا اور دوسرا انعام لگ جائے گا۔ ساری عمر کے لیے روپے کی تنگی ختم ہو جائے گی۔ کروڑوں

روپے آجائیں گے۔ ساتھ ہی بنگالی بابا نے یہ بھی حوصلہ دیا کہ پرائز بانڈ میرے پاس نہیں ہوں گے۔ یہ تمہارے پاس ہوں گے۔ تم دم کرا کے اپنے گھر لے جانا۔ جب انعام نکلے گا تو جا کر کیش کرا لینا۔ میری ماں خوشی خوشی گھر آئی اور میری بہن کی شادی کے زیورات جو گھر میں پڑے تھے، وہ بیچ کر پرائز بانڈ لے کر بنگالی بابا کے پاس چلی گئی۔ بنگالی بابا نے پہلے سے منصوبہ تیار کیا ہوا تھا۔ ایک پلاسٹک کے پائپ میں جعلی بانڈ رول کر کے رکھے ہوئے تھے۔ میری ماں نے جب اصل بانڈ بابا جی کو دیئے تو اس نے میری ماں کے سامنے ایک پلاسٹک کے پائپ میں ڈالے اور باتوں باتوں میں وہ پائپ تبدیل کر کے جعلی بانڈوں والا پائپ میری امی کو پکڑا دیا اور کہا کہ اس کے اندر دیکھیں، بانڈ موجود ہیں۔ میری ماں نے دیکھا اور تسلی کر لی۔ اب بنگالی بابا نے کہا، اس پائپ کے ٹکڑے اور بانڈوں کو اپنے دوپٹے میں باندھ لو اور آج کے بعد ان کو کھول کر نہیں دیکھنا۔ جس دن قرعہ اندازی ہوگی، ان کو نکال کر دیکھ لینا۔ پہلے اور دوسرے نمبر کے انعام نکل چکے ہوں گے۔ میری ماں خوشی خوشی گھر آ گئی اور شدت سے اس دن کا انتظار کرنے لگی جس دن انعام نکلنا تھا۔ بنگالی بابا نے سارا ڈراما اس طرح رچایا تھا کہ میری ماں کو سو فیصد یقین تھا کہ اب ہمارے مسائل حل ہوں گے۔ غربت دور ہو جائے گی۔ گھر میں روپے پیسے کی فراوانی ہوگی۔ اب میری ماں شدت سے انتظار کر رہی تھی۔ بنگالی بابا کے بتائے ہوئے وظیفے بھی جاری تھے۔ آخر خدا خدا کر کے قرعہ اندازی کا دن آیا۔ میری ماں نے ساری رات عبادت اور ذکر اذکار میں گزاری اور صبح جا کر قرعہ اندازی کی لسٹ لی اور گھر آ کر بانڈ نکالے تو میری ماں کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کیونکہ بانڈ ز جل کر خاک ہو چکے تھے۔ بانڈ کی جگہ اب راکھ تھی اور بانڈوں کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ میری ماں دوڑ کر بنگالی بابا کے آستانہ پر پہنچی تو پتہ چلا کہ بنگالی بابا کسی دریا پر چلّہ کرنے گئے ہیں، 10 دن بعد آئیں گے۔ روتے تڑپتے میری ماں گھر آ گئی اور بنگالی بابا کا انتظار کرنے لگی۔ آخر دس دن کے بعد بنگالی بابا آ گیا۔ میری ماں نے جا کر اسے مسیحا سمجھ کر پوری کہانی سنائی کہ قرعہ اندازی والے دن جب میں نے بانڈ ز نکالے تو بانڈوں کی جگہ راکھ ملی اور بانڈ ز جل چکے تھے۔ بنگالی بابا نے حساب لگانے کا ڈراما کیا اور کہا تم نے پڑھائی ٹھیک نہیں کی اور میں بھی اپنا چلّہ کرنے گیا ہوا تھا۔ جنات نے تمہارے بانڈ ز جلا دیئے ہیں کیونکہ جنات نہیں چاہتے کہ تمہارے گھر خوشحالی آئے۔ اس لیے انہوں نے بانڈوں کو جلا دیا۔ میں نے تو تمہارے سامنے بانڈ رکھے تھے۔ اب اگلی قرعہ اندازی پر تم پھر بانڈ لانا، میں اپنے پاس رکھوں گا اور ان پر پہرہ بھی دوں گا۔ میری ماں بنگالی بابا کی باتوں میں پھر آ گئی اور گھر آ گئی۔ اسی دوران میں دبئی سے چھٹی پر گھر آیا تو ماں سے کہا کہ بہن کی شادی کرنی ہے۔ زیورات کدھر ہیں۔ پہلے تو میری ماں ٹال مٹول کرتی رہی لیکن جب میں نے زیادہ پوچھا تو بھی ماں نے نہ بتایا تو ہماری لڑائی شروع ہو گئی۔ جب ہماری لڑائی بہت بڑھ گئی تو میری بہن نے ایک دن چپکے سے مجھے بتایا کہ زیورات گھر میں نہیں ہیں۔ وہ ماں نے کسی کو دے دیئے ہیں یا بیچ دیئے ہیں۔ جب مجھے اس بات کا پتہ چلا تو مجھے بہت زیادہ دکھ اور غصہ بھی آیا اور تنگ آ کر میں نے اپنی ماں کو اپنی قسم دی کہ زیورات اور پیسے کدھر ہیں؟ تو ڈرتے ڈرتے میری ماں نے بنگالی بابا والی ساری کہانی سنائی۔ میری ماں اب بھی پر امید تھی کہ بنگالی بابا ہمارے گھر کے حالات بدل دے گا اور دوبارہ قرعہ اندازی میں ہمارا پہلا انعام لگ جائے گا۔ بنگالی بابا بہت پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس لاکھوں



[illegible] ہیں جن کی مدد سے وہ ہر کام کر سکتے ہیں۔ میں نے اپنی ماں کو بہت سمجھایا لیکن وہ بنگالی بابا کے خلاف کوئی بھی بات [illegible] تیار نہیں۔ میں نے اپنے دوستوں کے ساتھ بنگالی بابا کے بارے میں جا کر پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ بہت فراڈی [illegible] باز ہے۔ کئی بار مار کھا چکا ہے اور جیل بھی جا چکا ہے۔ یہ ساری کہانی میرے کلاس فیلو کے ساتھ آئے ہوئے [illegible] نے سنائی۔ میرا کلاس فیلو ایسے ماحول میں رہا تھا جہاں پر پیروں فقیروں کو خاص طور پر جعلی پیروں کو بالکل نہیں مانا [illegible] وہ بہت غصے میں تھا اور بنگالی بابا کو گالیاں دے رہا تھا۔ وہ مجھ سے بولا ''پروفیسر صاحب آپ مجھے صرف یہ بتائیں [illegible] بنگالی بابے میں کچھ ہے بھی یا کہ نہیں۔ جنات وغیرہ اس کے پاس ہیں یا فراڈ اور جھوٹ بولتا ہے۔'' میں نے اس [illegible] پوچھا ''تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟'' تو وہ بولا ''میں نے تو یہ پروگرام بنایا ہے کہ کسی بہانے یا لالچ دے کر بنگالی بابے کو [illegible] گاؤں، اپنی زمینوں پر لے جاتے ہیں، وہاں اس کو باندھ دیتے ہیں۔ جب تک یہ یا اس کے ساتھی ہمارے پیسے [illegible] نہیں کرتے، اس کو چھوڑیں گے نہیں۔ یہ تو کیا اس کا باپ بھی پیسے واپس کرے گا۔ پروفیسر صاحب! آپ صرف یہ [illegible] ہیں، اگر میں بنگالی بابا کو بہلا پھسلا کر لالچ دے کر لے جاتا ہوں تو یہ اپنے علم سے یا جنات سے میرا تو کوئی نقصان نہیں [illegible] گا۔ اگر میں جا کر اس کے کپڑے اتار کر خوب پٹائی کروں تو مجھے تو کچھ نہیں ہوگا نا۔'' میں نے اسے حوصلہ دیا کہ یہ تو [illegible] کرو گے۔ اس طرح تم بہت سارے معصوم لوگوں کا بھلا کرو گے۔ وہ بار بار مجھ سے پوچھ رہا تھا۔ پروفیسر صاحب [illegible] ہے۔ آپ نے میرا خیال رکھنا ہے۔ میں نے کہا ''میرے اللہ پاک نے ہم سب کا خیال کرنا ہے۔'' لہٰذا میرے [illegible] جانے سے میرا دوست اور اس کے ساتھ آیا ہوا لڑکا چلے گئے اور جاتے جاتے مجھے کہہ گئے، ہم آپ سے رابطے [illegible] گے۔ اب جا کر میرے کلاس فیلو نے بنگالی بابا کے پاس جا کر بڑی عقیدت کا اظہار کیا۔ پیسے بھی دیئے اور کہا [illegible] میرے گھر میں بہت جادو اور جنات ہیں۔ آپ کسی دن میرے ساتھ چلیں۔ میں گاڑی پر لے جاؤں گا اور جو [illegible] آپ مانگیں گے، وہ بھی دوں گا۔'' بنگالی بابا تو پہلے ہی لالچی تھا، اس کی چال میں پھنس گیا اور ایک دن کار میں بیٹھ کر [illegible] کے ساتھ چلا گیا اور وہ اسے اپنی زمینوں پر گاؤں سے باہر جنگل میں لے گیا تا کہ کوئی دیکھ بھی نہ سکے۔ جاتے ہی بنگالی [illegible] موبائل چھین لیا اور اس کو مارنا شروع کر دیا کیونکہ مارنے کے لیے نوجوان لڑکے پہلے سے موجود تھے، بنگالی بابا نے [illegible] ڈرانے کی بہت کوشش کی کہ ابھی میرے جنات تم سب کو مار دیں گے۔ آگ لگا دیں گے، جلا کر بھسم کر دوں گا۔ [illegible] کلاس فیلو مجھے فون کرتا اور کہتا پروفیسر کہیں واقعی اس کے جن ہمیں مار نہ دیں۔ پکی بات ہے نا، اس کے پاس کچھ نہیں [illegible] میرے حوصلہ دینے سے وہ اس کو خوب مارتے رہے۔ آخر کار بنگالی بابا ڈر گیا اور سارا غرور، اکڑ ختم اور کہنے لگا۔ [illegible] فون دیں، میں آپ کے پیسے منگواتا ہوں، لہٰذا بنگالی بابا نے لاہور فون کر کے سارے پیسے دے دیئے اور معافی مانگی [illegible] اب کبھی کسی کو تنگ یا لوٹ مار نہیں کروں گا۔ میرے کلاس فیلو اور اس کے دوستوں نے اس کا منہ کالا کر کے کپڑے اتار [illegible] اس کی فلم بھی بنائی اور خوب مارا پیٹا بھی اور فون پر اس نے دوست کی ماں سے معافی بھی مانگی اور یہ بھی کہا کہ میں کوئی [illegible] نہیں ہوں۔ جھوٹا اور فراڈی ہوں۔ میرے دوست نے پیسے لینے کے بعد بھی کئی دن بنگالی بابا کو اپنے پاس رکھا اور [illegible] کھیتی باڑی کا کام کرواتے اور رات کو باندھ دیتے۔ آخر بنگالی بابا نے وعدہ کیا کہ اب کبھی اس شہر میں نہیں آؤں گا

تو بنگالی بابا کی جان چھوٹی۔ وہ اس کے بعد کبھی نظر نہیں آیا۔

# پیر کی گدی خطرے میں

ہمارے معاشرے میں نام نہاد عامل اور گدی نشین سرِ عام لوگوں کو لوٹ رہے ہیں۔ عام اور سادہ مزاج لوگ جو اولیائے کرام اور بزرگوں کو ماننے والے ہیں، وہ دیوانہ وار لٹ رہے ہیں۔ یہ واقعہ بھی ایسے ہی نام نہاد جعلی گدی نشین اور پیر صاحب کا ہے۔ یہ بھی میرے مری میں قیام کے دوران ابتدائی واقعات میں سے ایک ہے۔ جب اللہ پاک کی ذات بابرکت تیزی سے میری شہرت پھیلا رہی تھی اور لوگ دیوانہ وار میرے پاس آرہے تھے تو ظاہر ہے، پہلے سے موجود جعلی پیروں کو خطرے کا احساس ہوا۔ مری کی سرزمین نیک اولیائے کرام کے حوالے سے بہت زرخیز ہے۔ وہاں پر کئی نیک بزرگ آئے اور قیام کیا۔ ان کے مزارات آج بھی روحانی فیوض و برکات بانٹ رہے ہیں۔

لیکن جس طرح ہر معاشرے میں نیک اور برے لوگ موجود ہیں اسی طرح مری میں بھی ایک جعل ساز لالچی پیر موجود تھا جو مری سے دور تھا۔ اس کا طریقۂ واردات بہت چالاکی پر مبنی تھا کہ بڑے سے بڑا عقل مند اور ہوشیار بھی اس کے قبضے میں آجاتا بلکہ اگر میرے قارئین میں سے بھی کوئی ایسے پیر کے پاس جائے تو شاید قابو میں آجائے اور متاثر ہو کر مریدی اختیار کرلے۔ وہ پیر صاحب یہ کرتے تھے کہ جب بھی کوئی سائل یا ملاقاتی ان سے ملنے آتا تو وہ اسے کہتا کہ اپنی قمیص، چادر اتار کر میز پر یا فرش پر رکھ دو۔ کچھ دیر پڑھ کر وہ پھونکتا اور جب چادر یا قمیص اٹھاتا تو اس میں سے پرانی ہڈیاں، بال، پرانے تعویزات، کبھی روئی یا کپڑے کے گُڈے بنے ہوتے اور پیر صاحب کہتے کہ آپ پر جادو ہوا ہے اور میں نے یہ چیزیں منگوائی ہیں۔ اب یہ اتنا بڑا عمل ہے کہ بڑے سے بڑا بندہ ڈر جاتا ہے اور متاثر ہو جاتا ہے جبکہ یہ بھی سارا جھوٹ اور فراڈ پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ ساری چیزیں پہلے سے اس نے بنا رکھی ہوتی تھیں۔ بعض اوقات تو وہ نام بھی لکھے ہوتے ہیں جن پر سائل کو شک ہوتا ہے، لہٰذا جیسے ہی سائل وہ نام دیکھتا ہے تو فوری طور پر قائل ہو جاتا ہے۔ اب وہ پیر صاحب اس کارروائی کے پانچ سو روپے لیتے تھے اور لوگ خوشی خوشی دیتے تھے۔ جب لوگوں نے میری طرف آنا شروع کیا تو انہیں اپنی بادشاہت، روزی روٹی اور لوٹ مار خطرے میں محسوس ہوئی، لہٰذا انہوں نے میرے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا۔

اتفاق سے ایک شادی میں وہ پیر صاحب اور میں اکٹھے ہو گئے۔ میرے دوست فاروق عباسی، شعیب عباسی وغیرہ میرے ساتھ تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ پیر صاحب بھی آئے ہوئے ہیں۔ میزبان نے ہمیں اور ان پیر صاحب کو الگ کمرے میں خصوصی انتظام کر کے بٹھا دیا تا کہ ہماری بہتر طور پر میزبانی ہو سکے۔ آج اللہ تعالیٰ نے موقع دے دیا تھا۔ مجھے بابا یوسف مجذوب صاحب کا وہ عمل یاد تھا کہ کسی بھی شیطانی عامل کے عمل کو ختم کیسے کرنا ہے، لہٰذا میں ان پیر صاحب سے گلے ملا اور طریقے کے تحت کارروائی کی اور جعلی پیر صاحب اپنے عمل سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اللہ پاک نے یہاں بھی میری مدد کی۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو پیر صاحب بہت مغرور انداز سے مخاطب ہوئے۔ ''پروفیسر صاحب! کبھی آئیں نا ہمارے



ہم پرانے استادوں میں سے ہیں۔ کوئی گُر آپ کو بھی سکھا دیں گے۔ آپ ہمارے علاقے میں مہمان ہیں۔ کبھی ہمیں بھی میزبانی کا موقع دیں۔'' تو میں نے بھی اخلاقاً کہا کہ جناب کبھی آپ بھی مجھ فقیر کے آستانے پر آئیں تو وہ بولے: ''پروفیسر صاحب اگر میں آپ کے آستانے پر آ گیا تو آپ کا آستانہ بند ہو جائے گا۔ یہ سارے مرید ہمارے ہی لوگ آپ کے پاس آتے ہیں شغل میلہ دیکھنے اور ہم کبھی کسی کے پاس نہیں گئے۔ لوگ اور بڑے بڑے روحانی عامل ہمارے آستانے پر آتے ہیں اور بہت کچھ لے کر جاتے ہیں۔'' ٹھیک ہے جناب کبھی موقع ملا تو ضرور آؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ اپنے گھر اور میں کالج آ گیا۔ میرے مقامی ساتھی بہت غصے میں تھے کہ اس نے غلط باتیں کی ہیں۔ پروفیسر صاحب اس کو آپ کے پاس چل کر آنا چاہیے۔ یہاں پر میں ایک ایسی بات کا ذکر کرنے جا رہا ہوں جو بہت سے قارئین کے لیے باعث حیرت ہوگی لیکن یہ سچا واقعہ ہے۔ میں نے جن مقامی دوستوں کا ذکر کیا ہے، آپ ان سے تصدیق کر سکتے ہیں۔

پیر صاحب کا طریقہ واردات یہ تھا کہ وہ تمام چیزیں پرانے کاغذات، ہڈیاں، بال اور تعویزات وغیرہ بنا کر پہلے سے اندر رکھتے تھے۔ جب کوئی سائل آتا تو وہ اندر کی چیزیں ان کا قابو کردہ جن یا موکل سائل کی چادر یا قمیص میں ڈال دیتا کیونکہ وہ چیزیں جن لاتا تھا اس لیے کسی کو نظر نہ آتیں۔ یہ عمل پیر صاحب کا اتنا اثر انگیز تھا کہ ہر سائل حیران رہ جاتا اور پیر صاحب کی کرامت کا قائل ہو جاتا۔ اب جب پیر صاحب کا یہ عمل ختم ہو گیا تو ان کی دکانداری بھی بند ہو گئی اور وہ بہت پریشان ہو گئے۔ یہاں پر اللہ پاک نے ایک اور بہت بڑا کرم کیا مجھ فقیر پر کہ اس جن کا نام رنگا تھا۔ جب پیر صاحب نے بار بار اُس کو بلایا تو وہ ایک بار آیا اور کہا کہ پروفیسر صاحب نے تمہارے عمل کو ختم کر دیا ہے۔ اب اگر مجھے واپس لانا چاہتے ہو تو پہلے جا کر پروفیسر صاحب سے اجازت لو، میں پھر واپس آؤں گا ورنہ نہیں۔ میرے پاس آنا پیر صاحب کے لیے موت کے برابر تھا جو وہ کسی بھی صورت نہیں آنا چاہتا تھا۔ پہلے تو وہ اپنی ضد پر قائم رہا کہ کسی بھی صورت میرے پاس نہیں آئے گا لیکن جو مرید یا ملاقاتی آتے، وہ پیر صاحب سے کہتے کہ ماضی کی طرح ہمارے تعویذ نکالیں۔ پہلے تو پیر صاحب ٹال مٹول کرتے رہے۔ مختلف بہانے بناتے رہے۔ اب کیونکہ پیر صاحب کے پاس بس یہی ایک ہتھیار ٹوٹکا تھا اور کچھ تو پیر صاحب کو آتا نہیں تھا۔ اب پیر صاحب کے بہانے اور ٹال مٹول لمبی ہو گئی تو تنگ آ کر مریدوں نے آنا چھوڑ دیا۔ اب جب لوگوں نے آنا چھوڑ دیا تو پیر صاحب کی جان پر بن گئی کیونکہ عرصہ دراز سے پیر صاحب کی کمائی بلکہ لوٹ مار کا یہی ایک ذریعہ تھا۔ حرام کی کمائی کیونکہ بہت زیادہ آتی تھی اس لیے پیر صاحب اور ان کے گھر والے خوب عیاشی کرتے۔ اب جب خرچہ بند ہوا تو پیر صاحب کے گھر والوں خصوصاً ان کی بیگم نے کہا کہ پروفیسر صاحب کے پاس جاؤ اور صلح کر لو لیکن میرے پاس آنا تو پیر صاحب کے لیے کھلی شکست یا موت تھی۔ انہوں نے میرے پاس آنے کے بجائے میرے مقامی دوستوں کو بیچ میں ڈالا کہ پروفیسر صاحب کا ہم کھانا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ان کو لے کر آئیں۔ جو لوگ اس واقعے کی صداقت پر شک کریں، وہ میرے ان مقامی دوستوں سے مل کر تصدیق بھی کر سکتے ہیں۔ اب میرے ان مقامی دوستوں نے مجھے کہنا شروع کر دیا کہ سر وہ آپ کی دعوت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا کیا ارادہ ہے؟ میں نے رضامندی ظاہر کی لیکن میرے مقامی دوستوں کا ارادہ خود ہی بدل گیا کہ سر ان پیر صاحب کو آپ سے کام ہے، لہٰذا ان کو چل کر آپ کے پاس آنا چاہیے۔ کچھ دیر تو بات چیت چلتی رہی۔ پیر صاحب آخری دم

تک میرے پاس آنے سے انکار کر رہے تھے۔ ان کی ہر ممکن یہ کوشش تھی کہ وہ میرے پاس نہ آئیں، لہٰذا اب انہوں نے چال چلی کہ مال روڈ پر دعوت کر دیتے ہیں۔ پروفیسر صاحب وہاں پر آ جائیں۔ میں تو پہلے سے ہی تیار تھا۔ اب پیر صاحب نے مجھے ایک اور لالچ دیا کہ پروفیسر صاحب کو مکان کے لیے پلاٹ دیتے ہیں یا بنا بنایا مکان لے لیں بلکہ پروفیسر صاحب آستانہ بنا دیتے ہیں۔ وہ لوگوں کی خدمت ہمارے ساتھ مل کر کریں۔ میرے مقامی دوستوں نے کہا، ہماری ساری زمینیں پروفیسر صاحب کی ہیں۔ وہ جہاں پسند کریں، اپنا گھر بنالیں اور یہ سچ ہے کہ مری میں بے شمار دوستوں نے مجھے ہمیشہ پلاٹ اور زمینوں کی آفر کی بلکہ کچھ دوستوں نے تو مجھے جگہ بھی دکھائی کہ جناب یہ آپ کی ہے۔ میں ہمیشہ مسکرا دیتا کہ یہ ساری زمین کائنات، میرے رب کی ہے۔ مجھے کسی پلاٹ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔

آخر میں اور میرے دوست ان کے گھر دعوت کھانے گئے۔ انہوں نے بے شمار کھانے کھلائے اور خوب خاطر مدارات کی اور بہت سارے لالچ بھی دیئے کیونکہ ان کے مطالبات ناجائز تھے، اس لیے میں گول مول بات کر کے واپس آ گیا۔ اب جب انہوں نے دیکھا کہ دعوت سے بھی بات نہیں بنی تو وہ رات کے اندھیرے میں میرے پاس آتے اور کئی بار معافی بھی مانگی اور کہتے کہ آپ ہمارا عمل واپس کر دیں۔ جب کئی بار رات کو آئے اور بات نہ بنی تو اب انہوں نے دن کے اجالے میں بھی آنا شروع کر دیا۔ اب بہت سارے لوگ جو انہیں جانتے تھے، ان کے سامنے شرمندہ بھی ہوتے کیونکہ پیر صاحب کا آستانہ اور دھندہ بند ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ ہر صورت میں اپنا آستانہ اور دھندہ چلانا چاہتے تھے۔ جب انہوں نے بہت بار آ کر منتیں کیں تو ایک دن میں نے پیر صاحب کو بٹھایا اور کہا، پیر صاحب یہ سب آپ کا دھوکا، فراڈ اور ڈراما تھا جس سے آپ کی آخرت خراب ہو جائے گی۔ آپ اس ڈرامابازی کو چھوڑیں اور میں آپ کو کچھ ایسے اعمال دیتا ہوں جن سے آپ لوگوں کی خدمت کر سکیں۔ خدمتِ خلق سے دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی لیکن ان کو میری یہ باتیں سمجھ نہ آئیں۔ آخر میں نے کہا، میں اب خود بھی چاہوں تو آپ کا عمل جاری نہیں کر سکتا لیکن وہ بضد رہے۔ میں جتنا عرصہ بھی مری رہا وہ اپنا عمل جاری کرانے آتے۔ میں پھر لاہور آ گیا۔ پتہ نہیں میرے آنے کے بعد بھی وہ صراطِ مستقیم پر آئے یا نہیں۔

## شہنشاہ لاہور داتا حضورؒ کے در پر

پچھلے صفحات میں نام نہاد جھوٹے فراڈی، زانی بابوں کا ذکر ہوا۔ اب مردِ درویش قلندر جن سے میری ملاقات داتا حضور لاہور میں ہوئی، کا پُرکیف ذکر بھی سنیئے۔

## قلندری دھمال اور مولوی صاحب

میں حسب معمول مری سے لاہور آیا ہوا تھا اور جمعرات کی رات داتا صاحب گزارنے کا ارادہ تھا کہ آج ساری



رات دربار پر گزارنی ہے اور لنگر بھی دربار سے کھاؤں گا۔ ایک جگہ پر نان چنے مل رہے تھے وہ کھالیا لیکن بھوک ابھی بھی تھی اور میری نظر چاولوں پر تھی کہ پلاؤ مل جائے تو کیا بات ہے۔ رات کے 12 بج چکے تھے اور میں اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا کہ سامنے میں چند لوگ ایک دیگ کے ساتھ بیٹھے نظر آئے کیونکہ میں بھی لنگر کی تلاش میں تھا وہاں بیٹھ گیا اور پہلے ایک شخص سے پوچھا لنگر کب ملے گا تو وہ بولا ہمارے مرشد قلندر آنے والے ہیں اُن کے آنے کے بعد لنگر تقسیم ہوگا۔ میں نے پوچھا ابھی بابا جی کدھر ہیں تو وہ بتانے لگا کہ وہ لاہور کے سارے درباروں پر حاضری دینے کے بعد 12 بجے کے بعد یہاں داتا دربار آتے ہیں اور یہاں پر فائنل حاضری دیتے ہیں۔ وہ بابا جی کی کرامتیں اور خوبیاں بتانے لگا۔ میں بھی سن رہا تھا۔ اُس کی باتوں سے میرے دل میں بھی بے پناہ اشتیاق جاگ اٹھا کہ قلندر بابا کی زیارت اور ملا جائے۔ آخر کار انتظار کے بعد بابا جی چھن چھن کرتے بڑا سا کالا کمبل اوڑھے آ گئے۔ تمام مرید اُن کے ہاتھ چومنے لگے اور ملنے لگے۔ میں نے بھی بابا جی کو سلام کیا۔ بابا جی نے پاؤں میں گھنگھرو باندھے ہوئے تھے۔ لمبی زلفیں اور لمبی داڑھی، ہاتھوں میں بڑی بڑی انگوٹھیاں اور گلے میں بھی بہت ساری مالائیں بنی ہوئی تھیں۔ کیونکہ میں پامسٹری جانتا ہوں بابا جی کے ہاتھ کی انگلیاں مخروطی تھیں۔ ان کی ساخت سے پتہ لگ رہا تھا کہ بابا جی فطری طور پر روحانی مزاج رکھتے ہیں۔ لطافت کی مقدار ان میں زیادہ تھی۔ جسم بھی بتا رہا تھا کہ اُن کا جسم طویل روحانی ریاضتوں اور مجاہدوں سے گزرا ہے۔ روحانیت اور لطافت بابا جی میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے لہٰذا بابا جی کا پہلا امپریشن اچھا پڑا اور بابا جی مجھے اچھے لگے۔ جب ان کے مریدوں نے بابا جی کو بٹھا لیا تو بابا جی ستون سے ٹیک لگا کر دربار کی طرف نیم وا آنکھوں سے دیکھنے لگے۔ میں نے بابا جی کو اکیلا پا کر سلام کرنے کے لیے اُن کی طرف پاس جا کر بیٹھ گیا، سلام کیا اور کہا بابا جی میں کوہ مری سے سلام کرنے آیا ہوں۔ دنیاوی لنگر تو کھا لیا اب کچھ روحانی لنگر بھی جاری کر دیں تھوڑا سا کرنٹ مجھے بھی لگا دیں، تھوڑی مستی سرور اِدھر بھی جاری کر دیں۔ جب میں بابا جی سے باتیں کر رہا تھا تو ایک مولوی صاحب بھی پاس آ کر بیٹھ گئے اور وہ بھی شوق اور تجسس سے میری باتیں سن رہے تھے اور وہ بھی روحانیت اور فقیری کی تلاش میں پھر رہے تھے۔ انہوں نے بھی اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ جناب کوئی ورد اسم کو بھی کراؤ بلکہ مولوی صاحب شاید طنزیہ گفتگو بھی کر رہے تھے کہ تم بھی نام نہاد ملنگ ہو اور کچھ نہیں کر سکتے۔ جب مولوی صاحب کی گفتگو اور سوال جواب گستاخی کی حدوں کو چھونے لگے تو بابا جی کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات آنے شروع ہو گئے۔ میں خاموش ہو گیا اور خاموشی اور تجسس سے بابا جی اور مولوی صاحب کی گفتگو سننے لگا۔ مجھے لگ رہا تھا کہ مولوی کی گفتگو اور طنز سے یقیناً بابا جی جلال اور غصے یا لہر میں آ کر کچھ نہ کچھ ضرور کریں گے۔ مولوی صاحب کے شدید اصرار اور گستاخی کے بعد آخر بابا جی بولے۔ مولوی صاحب ہم سے کچھ لینا ہے تو عشق نماز پڑھنی پڑے گی۔ جس طرح میرے مرشد نے مجھ پاپی پر کرم کیا وہ تم کو بھی کرنا پڑے گا۔ عشق نماز سن کے میری تمام حسیں بھی بیدار ہو گئیں کہ اب بابا جی موڈ میں آ گئے ہیں اور روحانیت کا کوئی راز افشا کرنے لگے ہیں۔ مولوی صاحب بولے تو پڑھاؤ نا نماز۔ وہ تو میں ویسے بھی روز پڑھتا ہوں۔ بابا جی بولے اگر روز پڑھتے ہو تو میرے پاس کیا لینے آئے ہو۔ تمہاری تلاش ختم کیوں نہیں ہوئی۔ مولوی صاحب تم عشق نماز کی بات کرتے ہو تم نے عشق کا پیالہ پینا تو دور کی بات ہے ابھی اُس باغ سے تمہارا گزر بھی نہیں ہوا جہاں

عشق وسرور کی نہریں بہتی ہیں۔ تو بابا جی! وہ پیالہ ہم کو بھی پلاؤ مولوی صاحب بولے۔

کیونکہ مولوی صاحب کی گفتگو ادب و احترام کی حدود سے نکل کر گستاخی میں داخل ہو چکی تھی لہٰذا اب بابا جی کا ایک مرید آگے آیا اور مولوی صاحب سے بولا مولوی صاحب! اگر آپ نے عشق پیالہ پینا ہے تو آپ اس جگہ پر فلاں دن آجانا اور بابا جی نے بھی اجازت دے دی۔ موقع غنیمت جانتے ہوئے میں نے بھی احترام سے بابا جی سے درخواست کی کہ سرکار مجھ غریب پر بھی کرم کر دیں اور آنے کی اجازت دیں۔ بابا جی نے پیار سے میری کمر پر تھپکی دی اور مسکرائے، کاکا تم بھی آجانا اور اپنا حصہ لے جانا۔ ویسے تیرا فیض میرے پاس نہیں ہے لیکن تھوڑا سا حصہ جو میرے پاس ہے وہ تجھے مل جائے گا۔

میں شدت سے اُس دن کا انتظار کر رہا تھا جب بابا جی کے پاس جانا تھا۔ آخر خدا خدا کر کے وہ دن آیا اور میں مقررہ جگہ پر پہنچ گیا۔ یہ شہر سے باہر ایک دربار تھا جو جا کر پتہ چلا کہ بابا جی کے مرشد پاک کا ہے اور ہر ماہ مقررہ تاریخ کو بابا جی اپنے مریدوں کے ساتھ یہاں آتے ہیں۔

بابا جی ابھی نہیں آئے تھے، تھوڑی دیر میں مولوی صاحب بھی آگئے، انہوں نے مجھے پہچان لیا اور میرے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے کہ مجھے یقین تو نہیں ہے لیکن میں چیک کرنے آگیا ہوں کہ یہ کیا کرتے ہیں۔ میں اور مولوی صاحب اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ آخر کار بابا جی اپنے مریدوں کے ساتھ آگئے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔

پہلے ہماری لنگر سے تواضع کی گئی لیکن مجھے تو شدت سے روحانی لنگر کا انتظار تھا۔ کچھ دیر بعد ڈھول والے بھی آگئے۔ ڈھول والوں کو دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی کہ یہاں کوئی فنکشن ہونے والا ہے۔ ڈھول والوں کا رویہ بتا رہا تھا کہ وہ ریگولر یہاں آتے ہیں۔ شام کا تاریک سایہ تیزی سے اجالے کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔ جب سارے مرید آگئے تو آخر کار طویل انتظار کے بعد ایک مرید ہماری طرف آیا کہ تیار ہو جائیں۔ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ نماز کا وقت تو گزر چکا ہے اب تیاری کس چیز کی ہے۔

لیکن میں اُس وقت حیرت سے اُچھل پڑا جب ایک مرید ہمارے پاس آیا اور گھنگھرو دیتے ہوئے بولا کہ یہ پہن لیں تا کہ عشق نماز پڑھیں۔ مولوی صاحب تو پاگل ہونے والے ہو گئے اور لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے کہ تم لوگ پاگل ہو، میں کنجر ہوں، ہیجڑا ہوں، میں کبھی نہیں باندھوں گا گھنگھرو۔ مولوی صاحب کا شدید مزاحمتی رویہ دیکھ کر بابا جی نے مداخلت کی اور اپنے مرید کو روک دیا۔

بابا جی اور تمام مریدوں نے اپنے پاؤں میں گھنگھرو پہن لیے اور لان میں اکٹھے ہو گئے۔ اب ڈھول والے نے ڈھول بجانا شروع کر دیا۔ بہت سارے لوگ راقم الحروف کی اِس بات کی تائید کریں گے کہ ڈھول کی آواز میں ایک عجیب سحر اور پراسراریت ہے۔ میں بچپن سے جب بھی ڈھول کی آواز سنتا ہوں تو مجھے بہت اچھا لگتا ہے کیونکہ خواجہ غریب نواز سلطان الہند شاہِ اجمیر اور اُن کے تمام مریدین قوالی سماع کے دیوانے ہیں اور میں بھی بہت شوق سے نعتِ رسول مقبولؐ اور



منقبت سنتا ہوں تو قوالوں کو پتہ ہے لہٰذا وہ ڈھول کو خوب بجاتے ہیں۔ اب یہاں پر ڈھول والا اپنے فن میں ماہر لگ رہا تھا۔ ڈھول والا ردھم میں آچکا تھا، بابا جی اور تمام مریدین جذب، مستی، سرور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ڈھول کی تاپ پر دیوانہ وار رقص کر رہے تھے اور میرے اوپر بھی ڈھول کا سحر اپنا رنگ جما رہا تھا۔ میرے دل و دماغ اور روح پر عجب سرور، نشہ اور مستی طاری ہو چکی تھی۔ ڈھول اور بابا جی کی قلندری دھمال اپنے جوبن پر تھی، اچانک بابا جی نے مجھے اشارہ کیا اور اپنے پاس بلایا میں ہپناٹائز ہو چکا تھا اُس پورے ماحول، دھمال اور ڈھول کی آواز کا سحر میرے دل و دماغ پر طاری تھا۔ میں ایک سحر زدہ کی طرح بابا جی کی طرف بڑھا۔ بابا جی کی آنکھوں میں عجیب پراسرار نشہ، سرور اور مخصوص چمک تھی۔ بابا جی روحانی طور پر بیدار ہو چکے تھے یا فل آف کرنٹ تھے۔ میں جیسے ہی بابا جی کے قریب پہنچا بابا جی نے مجھے تھپکی دی اور کہا شروع ہو جا۔ مجھے لگا جیسے بابا جی نے میرے اوپر کوئی سحر پھونک دیا ہے یا کرنٹ لگا دیا ہے۔ میں نے بھی دھمال شروع کر دی۔ میرا جسم کسی بجلی سے گزر رہا تھا یا تو میرے اوپر کوئی چیز وارد ہو گئی تھی یا روح نے انگڑائی لی یا جیسے باطن سے کچھ نمودار ہونے کی کوشش کر رہا ہو۔ اسی دھمال کے دوران میں نے دیکھا بابا جی نے مولوی صاحب کو دھمال کے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ بابا جی پتہ نہیں اُس وقت کس حالت میں تھے لگ رہا تھا اُس وقت اُس پورے ماحول اور جگہ پر بابا جی ہی خدا کے بعد حکمران ہوں۔ بادشاہ تھے، وہ ساحر تھے اور سب اُن کے سامنے مسحور، سب بابا جی کے سحر میں ہپناٹائز ہو چکے تھے۔ سب لوگوں نے شعوری، لاشعوری اور جسمانی مزاحمت ترک کر دی تھی اور اپنا آپ بابا جی کے حوالے کر دیا تھا اور شاید بابا جی کو مسیحا مان لیا تھا۔ اب مولوی صاحب بھی بابا جی کے سحر میں مسحور ہو چکے تھے وہ بھی تابعدار معمول کی طرح جیسے بابا جی کے غلام ہوں، آگے بڑھے اور دھمال شروع کر دی۔ ڈھول کی تھاپ، بابا جی کا سنگ اور مریدوں کی دیوانہ وار دھمال، ساتھ ہی بابا جی اور مریدوں نے شہباز قلندر کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ قلندری دھمال اور بابا جی کی نظر کی وجہ سے مجھے لگا میرا وزن ختم ہو گیا ہے اور میں ہوا میں اڑنا چاہوں تو اڑ سکتا ہوں۔ عجیب سرور، نشہ مستی ایک دم مجھے لگا شاید ہم سب روحانی طور پر شہباز قلندر سرکار کے دربار پر ہیں اور وہاں سب دیوانہ وار دھمال اور رقص کر رہے ہیں اور مجھے لگ رہا تھا شاید میری روح اور جسم کسی تبدیلی سے گزر رہے ہیں یا شاید میرا روحانی جنم ہو رہا ہے۔ پتہ نہیں کوئی بہت سپیشل کیفیت تھی جو لفظوں سے باہر تھی۔ مولوی صاحب دنیا و مافیہا سے بے خبر دیوانہ وار دھمال ڈال رہے تھے بلکہ مولوی صاحب کو حال پڑ گیا، وہ خود سے بے گانہ ہو چکے تھے اور اُن پر اب وحشت اور جنوں طاری ہو چکا تھا۔ وہ دیوانہ وار ہاتھ پاؤں مار رہے تھے اور آخر بابا جی کی ٹانگوں میں گر گئے۔ مولوی صاحب کی غیر حالت دیکھ کر بابا جی بیٹھ چکے تھے اور مولوی صاحب بابا جی کے قدموں میں بابا جی کو دیوانہ وار چوم رہے تھے اور بابا جی مولوی صاحب کو حوصلہ اور تھپکی دے رہے تھے۔ مولوی صاحب کے منہ سے بار بار یہ ہی نکل رہا تھا بابا جی میں عرصہ سے جس نظارے اور کیفیت کا متلاشی تھا آج آپ نے نظارہ کرا دیا۔ میں در بدر جس تلاش میں تھا وہ آج مجھے مل گیا۔ مولوی صاحب نے جو بعد میں بتایا میں اگر یہاں اظہار کروں گا تو بہت سارے لوگ اختلاف کریں گے لہٰذا میں نہیں بتاتا۔ دھمال کے بعد میں واپس آگیا۔ بابا جی نے مجھے کہا تمہارا فیض یہاں نہیں جب موقع آئے گا مل جائے گا۔ بابا جی شریعتِ محمدیؐ کے سختی سے قائل تھے اور تمام قسم کے نشوں کے خلاف تھے۔ بابا جی کے مرشد شہباز قلندر کے

مزار پر بہت عرصہ ڈیوٹی دیتے رہے کیونکہ بابا جی کے مرشد قلندری دھمال ڈالتے تھے اس لیے یہ بھی اپنے مرشد کے
میں قلندری دھمال ڈالتے۔ میں بعد میں بھی قلندری بابا سے ملتا رہا اور مولوی صاحب سے بھی وہاں ملاقات ہوتی رہی
اب با قاعدہ بابا جی کی مریدی میں آ چکے تھے اور بقول مولوی صاحب کے مجھے جس کی تلاش تھی وہ مجھے قلندری بابا جی سے مل
گیا۔ لیکن میری تلاش ابھی بھی جاری تھی اور میں انتظار میں تھا کہ کب میری باری آئے گی۔

## بابا بلھے شاہ ؒ کے در پر

کیونکہ میری پیدائش پھول نگر (بھائی پھیرو) میں ہوئی جو ضلع قصور کا شہر ہے۔ بلھے شاہ کیونکہ شانِ قصور ہیں اور
بلھے شاہ نے مرشد سے عشق اور سیّد زادہ ہو کر عنایت قادری سرکار سے عشق و تابعداری کی انتہا کر دی۔ لہٰذا میں بھی کئی بار
بلھے شاہ کو سلام کرنے قصور گیا اور ہمیشہ بابا بلھے شاہ کے دربار پر ایک خاص نشہ اور کیفیت کا احساس ہوا۔ بابا بلھے شاہ کی
شاعری میں جو بانک پن اور عشقِ الٰہی ہے اُس کی کیا بات ہے۔ ایک دفعہ میں سلام کرنے بابا بلھے شاہ گیا ہوا تھا تو وہاں
موجود متولی سے پوچھا کہ یہاں پر کوئی ایسا درویش آتا ہے جس میں کرنٹ ہو جو با کمال ہو۔ تو اُس نے مجھے بتایا کہ ایک
نانگا بابا آتا ہے عرس پر وہ اپنے مریدوں کو دھمالیں ڈلاتا ہے اور آسمانی، زمینی سیر بھی کراتا ہے۔ اُس کے مرید دعوے دار
ہیں کہ ناننگا بابا کن فیکون کے مقام پر ہو تو جو اُس کے منہ سے نکل جائے وہ پورا ہوتا ہے۔ اُس ناننگے بابے کے بہت
سارے مرید ہیں اور لوگ اُس کا انتظار کرتے ہیں۔ یہ ناننگا کلچر بھی بابوں ملنگوں میں ہے۔ اصل میں یہ ہندوؤں سے آیا
ہے اور تقسیمِ ہند کے بعد وہی کلچر پاکستان میں بھی آ گیا۔ کیونکہ تجسس اور کھوج میری فطرت کا حصہ ہے تو میں نے متولی کا
فون لیا اور کہا کہ جیسے ہی وہ بابا ناننگا آئے مجھے ضرور بتانا۔

## گستاخ بھنگی بابا

میں مری جا کر مصروف ہو گیا لیکن میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ بات تھی کہ بابا ناننگا سے جا کر ملنا ہے اور
دیکھنا ہے کہ اُس میں کیا روحانی تصرف یا قوت ہے اور وہ بے نمازی اور شریعت سے ہٹ کر بھی روحانی طاقت اور تصرفات
کیوں رکھتا ہے اور یہ سوال عام قارئین کے ذہن میں بھی آتا ہوگا کہ ملنگ بابے جو مذہب سے دور ہوتے ہیں وہ روحانی
کمالات کس طرح دکھاتے ہیں؟ اِس واقعے سے یقیناً آپ کو بات سمجھ آ جائے گی کیونکہ اصل درویشی، فقیری اور صوفی ازم
یہی ہے کہ سرکارِ مدینہ آقائے دو جہاں کی غلامی، آپ ؐ کی شریعت پر پوری پابندی اور عشقِ الٰہی۔ اگر آپ شریعت اور غلامیِ
رسول ؐ سے ذرّہ بھی دور ہیں تو آپ غلط ہیں۔ آپ حقیقت کے بجائے سراب کے مسافر ہیں۔ آخر ایک دن مجھے بابا بلھے شاہ
کے متولی کا فون آیا کہ پروفیسر صاحب سرکار کا عرس شروع ہو گیا ہے اور بابا ناننگا بھی اپنے مریدوں کے ساتھ جلوہ افروز



لہٰذا میں نے فوری چھٹی لی اور قصور کی طرف روانہ ہو گیا۔ سارا دن سفر کر کے شام تک میں قصور میں بابا بلھے شاہ
پہنچ گیا۔ رش بہت زیادہ تھا کیونکہ میں متولی سے رابطے میں تھا لہٰذا مجھے زیادہ دِقت نہیں ہوئی اور وہ مجھے اُس جگہ
لے گیا جہاں پر ناننگا بابا صرف لنگوٹ پہنے مریدوں کے ہجوم میں بیٹھا تھا۔ بابا آسمان کی طرف گھور رہا تھا۔ اُس کے مرید
بھنگ گھوٹ رہے تھے اور پیالے بھر بھر کر پی رہے تھے اور پلا بھی رہے تھے۔ میرے ساتھ میرا دوست بھی آیا ہوا
تھا ... لوگوں کو نہیں مانتا تھا۔ اب رش زیادہ تھا اور حالات ایسے تھے کہ بابا جی سے ملاقات مشکل لگ رہی تھی اور ویسے بھی
... پی کر استغراقی یا مراقباتی کیفیت میں تھے۔ بھنگ، چرس، افیم، شراب یہ تمام نشے حرام ہیں بلکہ یہاں میں
... کا ذکر ضرور کرنا چاہوں گا پھر بابے ناننگے کی داستان سناؤں گا۔

## ماڈرن چرسی، فنکشن اور ڈانس

عرصہ دراز سے انسانوں کا بگڑا ہوا طبقہ بلکہ عیاش طبقہ اپنا دکھ، خوف دور کرنے کے لیے اور بعض اوقات عادتاً
... کا سہارا لیتا ہے۔ ایک مخصوص ذہنی حالت اور کیفیت حاصل کرنے کے لیے مختلف نشہ آور چیزیں استعمال کی
... ایک دن میں آفس میں تھا کہ نور رانجھا جو میرا مرید بھی ہے اپنے ساتھ اپنے کسی دوست کو لے کر آیا اور کہا بھائی
... میرا دوست ہے اور اپنے چھوٹے بھائی کی وجہ سے بہت سخت پریشان ہے۔ میرے پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ میرا
... بھائی ایک ایسے گروپ کا حصہ ہے جو weekend پر کسی مخصوص جگہ پر ملتے ہیں اور مل کر نشہ کرتے ہیں۔ گروپ کا نام
... strange تھا جو میں مصلحتاً یہاں نہیں بتا سکتا۔ اِس میں انتہائی ماڈرن امیر زادے اور امیر زادیاں شامل ہیں۔
... یورپ اور باہر کے ممالک سے پڑھ کر پاکستان آئے ہیں۔ انہوں نے باریاں باندھی ہوئی ہیں، کسی نا کسی گھر یہ
... ہیں اور جی بھر کے چرس پیتے ہیں اور ڈانس کرتے ہیں اور ایک مہنگی گولی بھی کھاتے ہیں جو تقریباً تین ہزار
... کی آتی ہے اور پھر دیوانہ وار رقص کرتے ہیں اور کارٹون بن جاتے ہیں۔ اُس گولی کی وجہ سے ایک خاص ذہنی حالت
... میں چلے جاتے ہیں اور جو تصور کرتے ہیں وہ ذہنی طور پر بن جاتے ہیں۔ کوئی بزنس مین، کوئی فلم اسٹار، کوئی ٹاپ کھلاڑی،
... ڈانس کرتے ہیں اور بھی بہت ساری باتیں۔ کیونکہ میں کافی عرصے سے اِسی چیز پر ریسرچ کر رہا تھا کہ لوگ چرس
... نشے روحانیت کے لیے کیوں استعمال کرتے ہیں، اُس کی باتیں سن کر میری فطرت کا ازلی تجسس بیدار ہو چکا تھا۔
... اس سے پوچھا آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں تو وہ بولا پروفیسر صاحب! کل رات میرے گھر اُس نے پارٹی رکھی ہے
... سارے ہی ماڈرن زادے وہاں آئیں گے۔ ویسے تو میرا بھائی کبھی آپ کے پاس نہیں آئے گا۔ آپ اگر رات
... گھر آ جائیں تو آپ اُس سے مل کر غیر محسوس طریقے سے اُس کو دم وغیرہ کریں تا کہ وہ بری صحبت سے بچ جائے۔
... اس کی باتیں مجھے راغب کر چکی تھیں لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ میں جاؤں گا اور دیکھوں گا کہ یہ کیا گولی ہے اور کیسا ڈانس اور
... کی کیا کیفیت ہے۔ اگلی رات میں اور نور رانجھا مقررہ جگہ پر رات 12 بجے پہنچ گئے۔ سکیورٹی کے فل انتظامات تھے۔

وہاں گیٹ پر جا کر پتہ چلا کہ 5000 روپے کا ٹکٹ ہے اور دوسری شرط یہ کہ جوڑا ہو یعنی کوئی بھی مرد اکیلا اندر داخل نہیں ہوسکتا۔ نور نے اندر کسی کو فون کیا تو اُس کا میزبان دوست فوراً باہر آیا اور ہمیں اندر لے گیا۔ اُس کا بہت بڑا لان تھا جس میں صوفے لگے تھے۔ ابھی چند ہی لوگ آئے تھے۔ اب یہاں ایک اور چیز کا ذکر کرتا چلوں کہ جو لوگ آ رہے تھے وہ انتہائی ماڈرن اور ہر عمر کے تھے۔ مجھے اُس وقت شدید حیرت ہوئی جب 50 سال سے اوپر کے جوڑے یا مرد نو جوان لڑکیوں کے ساتھ اندر آ رہے تھے۔ جدید اور فیشن ایبل کپڑوں میں مصنوعی جنت کی تلاش میں۔ وہاں پر مختلف قسم کے ڈرنکس چل رہے تھے۔ روشنی کم تھی۔ جوڑے مختلف جگہوں پر سرگوشیوں میں مشغول تھے اور میں شدید حیرت اور دکھ میں مبتلا تھا کہ نئی نسل کیا کر رہی ہے۔ یہ لوگ شاید اپنے ہوش میں نہیں ہیں۔ میں نے میزبان سے کہا کہ جو بندہ یہ پروگرام Arrange کرتا ہے اُس کو بلاؤ۔ اُس نے ایک لڑکے کو بلایا جو کسی اور ہی سیارے کی مخلوق لگ رہا تھا۔ بالوں میں Jell اور عجیب تنگ کپڑے، شاید ہیجڑا۔ میزبان نے اُس سے کہا کہ یہ میرے بھائی جان ہیں ان کو بتاؤ یہ کیا ہے۔ اُس نے بتایا کہ سر یہ گروپس پوری دنیا میں موجود ہیں۔ پہلے یہ گروپ یہاں پر نہیں تھے تو وہ نوجوان لڑکے لڑکیاں جو باہر سے پڑھ کر آتے ہیں اور وہاں سے عادی ہو کر آتے ہیں وہ اِس عادت کو پورا کرنے کے لیے ہانگ کانگ، سنگاپور یا یورپ جاتے تھے۔ اب یہ گروپ یہاں بھی آ گئے ہیں۔ میں نے پوچھا کیوں کرتے ہیں ایسے؟ سر! یہ سارے چرس اور دوسرے نشوں کے عادی ہوتے ہیں لیکن اصل نشہ وہ گولی ہے جو یہ کھاتے ہیں۔ آپ نے کیبل یا Dish پر بہت سارے ڈانس پروگرام دیکھے ہوں گے جن میں کسی تالاب کے کنارے یا سمندر کے کنارے یا کسی لان میں بہت سارے لڑکے لڑکیاں دیوانہ وار ناچ رہے ہوتے ہیں۔ نان سٹاپ دنیا و مافیہا سے بے خبر ناچ رہے ہوتے ہیں اور تھکتے بھی نہیں۔ وہ اُس گولی کی وجہ سے بلا تھکاوٹ ناچ رہے ہوتے ہیں۔ ساتھ میں تیز میوزک بہت ضروری ہوتا ہے۔ اگر میوزک بند کر دیں تو یہ روتے چیختے ہیں کہ کیوں نشہ خراب کر رہے ہو۔ میوزک چلاؤ کیونکہ وہ گولی چند گھنٹوں کے لیے فل انرجی دیتی ہے اور دماغ کو سن یا خاص حالت میں لے جاتی ہے۔ اب یہ اُس گولی کی وجہ سے کارٹون بن جاتے ہیں جو اِن کا ڈریم ہوتا ہے یا جس سے متاثر ہوتے ہیں کوئی جہاز چلا رہا ہوتا ہے، کوئی فلم کا ہیرو تو کوئی کھلاڑی، کوئی دنیا کا ٹاپ کا بزنس مین۔ اِن کے دماغ میں کوئی ایسی مصنوعی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ دنیا سے بے خبر ہو کر اپنا Dream جیتے ہیں۔ اپنی خیالی دنیا میں اپنی پسند کا رول ادا کرتے ہیں۔ جب سارے مہمان آ گئے تو میزبان بولا آئیں، اب آپ کو اصل کھیل دکھاتا ہوں۔ وہ ہمیں ایک بند کمرے میں لے گیا جو مخصوص ساخت کا تھا اور ڈانس کے لیے ہی تیار تھا۔ جب ہم اُس کمرے میں داخل ہوئے تو مارے شرم کے میں جلد ہی واپس آ گیا۔ اندر بہت تیز میوزک کہ دل و کان جیسے پھٹ جائیں گے اور بیس کے قریب جوڑے ایک دوسرے کے سامنے دیوانہ وار ڈانس کر رہے ہیں۔ کسی کو کسی کی کوئی خبر نہیں تھی، وہ اپنی ہی دنیا میں گم تھے اور اپنے من پسند کریکٹر میں گم ناچ رہے تھے۔ جب میں تیزی سے نکل رہا تھا تو میزبان بولا سر! ایک منٹ۔ اس نے میوزک بند کر دیا تو سب نے چیخنا شروع کر دیا کس نے بند کر دیا چلاؤ میوزک نشہ خراب ہو رہا ہے، جلدی کرو جلدی کرو نشہ خراب ہو رہا ہے۔ جیسے ہی میوزک دوبارہ آن ہوا وہ سب دوبارہ کٹھ پتلیوں کی طرح ناچ رہے تھے دنیا سے بے خبر۔ ہم جلدی سے اس کمرے سے باہر آ گئے۔ میرا دل بہت تیزی سے





[illegible] رہا تھا کہ یہ پاگل کیا کر رہے ہیں۔ بہت بڑے گھروں کی لڑکیاں اپنے آپ سے بے خبر ناچ رہی تھیں۔ میزبان [illegible] کہ اس گروپ کے بعد دوسرے گروپ کی باری آئے گی اور یہ باری باری اِس بے حیائی اور بے شرمی کے ڈانس [illegible] رہیں گے۔ میں نے پوچھا ان کو کوئی پکڑتا نہیں۔ وہ بولا یہ شہر کے بڑوں کی اولادیں ہیں کوئی نہیں پکڑتا اِن کو۔ [illegible] نے اور بھی اِس چرسی گروپ کے باتیں بتائیں جو یہاں لکھنے کے قابل نہیں ہیں۔

یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بہت سارے نفسیاتی اور خیالی دنیا میں رہنے والے لوگ ایک خاص حالت اور کیفیت کے ہیں، کس کس طرح کے نشے کرتے ہیں اور ساری عمر اِس مصنوعی دنیا میں ہی اپنی زندگی برباد [illegible] ہیں۔

میں نے میزبان کے بھائی کو بلایا اور تھوڑی سی کمپنی بھی دی اور چند ایسی باتیں بتائیں کہ وہ کافی متاثر ہو گیا۔ مجھ [illegible] نمبر لیا اور دو دن بعد مجھ سے ملنے آ گیا۔ میں نے اللہ کا نام لے کر اُس پر توجہ کی، ذکر اذکار اور مراقبہ شروع کیا۔ کچھ [illegible] کے بعد ہی اُس کو سرور آنا شروع ہو گیا اور اللہ کی مدد سے آہستہ آہستہ وہ اُس گروپ سے نکل گیا اور آج کل نارمل [illegible] گزار رہا ہے اور اکثر میرے پاس آتا ہے اور اپنی ماضی کی زندگی پر شرمسار بھی ہوتا ہے۔

اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ بابا بلھے شاہ کے دربار پر ننگا بابا جو لوگوں کو سرِ عام بھنگ اور [illegible] پلا رہا تھا، میں نے دربار پر موجود اپنے میزبان سے کہا یہاں تو ملاقات مشکل ہے کوئی طریقہ نکالو تو وہ بولا: یہاں تو مشکل ہے، آپ ایسا کریں صبح 11 بجے آئیں میں آپ کو اُس گھر لے جاؤں گا جہاں پہ ٹھہرا ہوا ہے۔ اِس کا کوئی [illegible] اُس کے گھر پر ٹھہرا ہوا ہے۔ وہاں رش نہیں ہوتا۔ آپ تسلی سے وہاں جا کر مل لینا۔ مجھے اُس کی یہ تجویز پسند آئی اور [illegible] اس کی بتائی ہوئی مقررہ جگہ پر پہنچ گیا۔ متولی وہاں پر موجود تھا۔ متولی کی باباجی کے مرید سے پہلے ہی بات ہو چکی تھی [illegible] باباجی سے ملنے کے لیے مری سے ایک بندہ آیا ہوا ہے جو باباجی سے ملنا چاہتا ہے۔ لہٰذا ہمیں زیادہ دقت نہیں ہوئی ہم [illegible] سے گزر کر کمرے میں داخل ہوئے تو باباجی اپنے چند مریدوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ میں نے اور میرے دوست نے [illegible] عقیدت کا اظہار کیا اور باباجی کے پاس بیٹھ گئے۔ یہاں پر باباجی کچھ نارمل لگ رہے تھے۔ شاید ابھی بھنگ نہیں پی [illegible] ابھی مرید تیار کر رہے تھے اور دو مرید باباجی کو دبا رہے تھے۔

سلام دعا کے بعد میں نے باباجی سے درخواست کی باباجی! میں عرصہ دراز سے بے شمار بابوں، ملنگوں، فقیروں [illegible] مل چکا ہوں۔ بے شمار لوگوں، بابوں کی خدمت بھی کی لیکن آج تک کوئی روشنی یا نظارہ نہیں ہوا۔ میرے باطن کا اندھیرا [illegible] ویسا ہے، خدا نے آپ کو نور اور روشنی سے نوازا ہے کچھ لنگر مجھے بھی دیں۔ میرے من کی کالک بھی ختم کریں۔

ننگا بابا میری بات سن کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور بولا کرنٹ وہ دے گا جس کے پاس ہوگا جو خود خالی ہوگا وہ کسی کو کیا دے گا۔ باباجی نے اپنی کرامتیں بتانی شروع کر دیں۔ اپنے مجاہدے اور ریاضتیں، میں باباجی کی خرافات اور بکواس آرام سے سنتا رہا۔

جب باباجی نے اپنی بکواس بند کی تو میں بولا باباجی! اب ہم کو بھی کچھ دو تو باباجی بولے: لاؤ پیالہ اور اِس کو پلاؤ۔

مرید پیالہ بھر کر میرے اور دوست کے پاس آئے اور بولے: لو، جنت کی سیر کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اب تم آسمانوں کی
کرو گے۔ آج تم ایک مردِ قلندر کے پاس آئے ہو آج باباجی کے ہاتھ سے جام پیو اور زمینی اور آسمانی سیر کرو۔ میں
ڈرتے ڈرتے کہا باباجی! یہ نشہ ہے اور ہمارے پیارے نبی پاکؐ نے ہر قسم کے نشے سے منع کیا ہے، یہ حرام ہے۔
میرے اُس جواب کی بالکل توقع نہیں تھی انہیں لگا میں نے ان کو گالی دی ہے۔ گستاخیٔ عظیم کر دی ہے۔ ان کو حرام زادہ
ہے بولے مولوی بکواس کرتے ہیں۔ یہ جنت کا پودا ہے جو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ کے
خصوصی طور پر جنت سے زمین پر اتارا گیا ہے، یہ جنتی نشہ ہے اور اسی میں فقیری رنگ ہے۔ اُس کی بکواس سن کر میں بھی
میں آ گیا۔ باباجی اگر سارا نشہ اِس پیالے میں ہے تو آپ نے کیا کیا؟ آپ کا کیا کمال ہے؟ آپ کا روحانی تصرف کہاں
گیا۔ آپ کا روحانی لنگر آپ کی نظر اور توجہ کدھر ہے؟ یہ نشہ سرور تو شراب اور چرس میں بھی ہے تو بندہ وہ پی لے اور
سیر کر لے۔ باباجی کو بالکل توقع نہیں تھی کہ میں اِس طرح کروں گا۔ وہ بالکل تیار نہیں تھے۔ بولے یہ میرے مرشد کا
لنگر ہے۔ میں نے کہا آپ کے مرشد کا نہیں یہ بھنگ کا نشہ ہے۔ شرم کرو حرام چیز پلا کر روحانیت کا دعویٰ کرتے ہو۔ اگر
تمہارے اندر کچھ ہے تو وہ دکھاؤ۔ پیالہ نہیں۔ مریدوں کو میری گستاخی بالکل اچھی نہیں لگی۔ وہ میرے ساتھ بدتمیزی کرنے
لگے۔ میں نے جھوٹ بولا کہ SP پولیس میرے کزن ہیں۔ اگر آپ لوگوں نے میرے ساتھ کوئی زیادتی کی تو ابھی پولیس
بلا لوں گا۔ میری بات سن کر باباجی ڈر گئے اور اپنے مریدوں سے کہا تم باہر جاؤ۔ مریدوں کے جانے کے بعد مجھ سے مخاطب
ہوا۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ جاؤ کسی نیک بندے کے پاس اگر کوئی مل جائے تو مجھے بھی بتانا۔ کیوں مجھے ذلیل کر رہے
ہو، جاؤ اور کسی نیک بندے کی صحبت اختیار کرو۔ بابا مجھے معاف کرو میرا دھندہ خراب نہ کرو۔ لہٰذا میں ننگے بابے کو چھوڑ کر
واپس مری آ گیا۔ ایک ایسا فراڈ بابا جو بھنگ کے پیالے میں روحانیت کا فیض بانٹ رہا تھا۔

## آگ (مچ) کا پجاری بابا

جیسا کہ میں پچھلے صفحات میں چرسی اور بھنگی بابوں کا ذکر کر چکا ہوں اِسی طرح کے ایک بابے کا ذکر کرتا ہوں۔
اُن دِنوں میں مری میں تھا کہ میرے دوست فاروق عباسی صاحب میرے پاس آئے کہ میرے کزن کے گھر اُس کا مرشد آیا
ہے اور وہ کئی دن اپنے مریدوں کے ساتھ رہتا ہے اور بکواس کرتا ہے کہ قرآن پاک میں نماز کا ذکر نہیں ہے اور نماز نہیں پڑھنی
چاہیے۔ مجھے بہت حیرت ہوئی کہ پاکستان میں رہ کر اُس کے اندر اتنی جرأت کہاں سے آ گئی کہ نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ میرے
دوست نے بتایا کہ وہ جتنا عرصہ بھی رہتا ہے آگ جلا کر اُس کے سامنے بیٹھا رہتا ہے اور آگ بجھنے نہیں دیتا۔
میری وہی بیماری کھوج، تجسس کہ یہ فقیری کا کون سا رنگ ہے۔ آگ کے سامنے کیا ہے۔ ارتکاز، توجہ یا کچھ اور
میں اپنے دوست کے کزن سے ملا۔ اُس سے باباجی کے بارے میں پوچھا تو اس نے اور بھی حیران کیا کہ باباجی کو ہر بات
کی خبر اور پتہ چل جاتا ہے۔ جو دل میں ہوتا ہے وہ بھی بتا دیتے ہیں۔ ان کی زبان سے نکلا ہر لفظ پورا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے وہ



اس لیے بے شمار واقعات اور کرامتیں بیان کرنے لگا۔ مرید کی باتیں سننے کے بعد اشتیاق اور تجسس اور بھی بڑھ گیا
اُسے کہا جب بھی باباجی آئیں مجھے ضرور ملانا۔ اور میں شدت سے بابا کا انتظار کرنے لگا۔ آخر کار مجھے بتایا گیا
والا بابا اپنے مریدوں کے ساتھ آ گیا ہے اور آگ کا الاؤ یا مچ جلا کر لنگوٹ پہن کر اُس کے سامنے بیٹھا ہے اور
باباجی کے سنگ آگ کی پوجا کر رہے ہیں اور میزبان مرید نشے میں خدمت کر رہا تھا کہ کامل ولی میرے گھر میں
لوگ دھڑا دھڑ آ رہے تھے کہ باباجی لوگوں کو فیض بانٹ رہے ہیں۔ میں نے اپنے دو دوستوں کو بھیجا کہ پتہ کر کے
وہ دوست باباجی سے مل کر واپس آئے تو بہت خوف زدہ ہو چکے تھے کہ باباجی نے ہمارے بارے میں سب کچھ
ہم جو کھا پی کر گئے تھے۔ باباجی نے وہ اور اولاد، بہن بھائی سب کچھ بتا دیا ہے بلکہ میرے دوست مجھے مشورہ دینے
بابا بہت پہنچا ہوا ہے اور آپ کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ دوستوں کی حالت اور باتیں سن کر مجھے بھی شدید حیرت
ایک بے نمازی اور بے شرع بندہ کس طرح یہ روحانی صلاحیتیں حاصل کر سکتا ہے۔ حیرت اور تجسس بہت بڑھ گیا تھا
باباجی سے ملا جائے۔ میرے دوستوں نے مجھے بہت سمجھایا کہ بابے سے پنگا نہ لو۔ لیکن مجھے غصہ تھا کہ یہ کون ہوتا ہے
والا کہ نماز کا قرآن پاک میں ذکر نہیں ہے۔ مری سے 15 کلومیٹر دور گاؤں میں ہم شام ڈھلے پہنچ گئے اور آخر اُس
گئے جہاں پر باباجی اپنے مریدوں کے ساتھ جلوہ افروز تھے۔ باباجی کا میزبان مرید ہمیں احترام سے ملا اور باباجی
طرف لے گیا۔ میں نے ہمیشہ کی طرح جاتے ہی اپنا اور اپنے دوستوں کا ''یا رقیب'' سے اللہ کا نام لے کر حصار کر دیا
ہم اللہ پاک کی حفاظت میں رہیں۔ ننگا بابا پورے انہماک اور دھیان سے آگ کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے آگ ہی
اس کا مرشد یا خدا ہو۔ ہم بھی جا کر پاس بیٹھ گئے اور انتظار کرنے لگے کہ باباجی فارغ ہوں تو اُن سے بات کریں۔ آخر
لوگ جب چلے گئے تو میزبان نے باباجی سے کہا کہ پروفیسر صاحب بھی روحانیت کا شوق رکھتے ہیں اور آپ سے ملنا
ہیں۔ باباجی نے میری طرف دیکھا، تھوڑی دیر بعد باباجی تھوڑے سے پریشان نظر آئے۔ پھر وہ میرے دوستوں کی
طرف دیکھنے لگے۔ اب وہ اور بھی پریشان نظر آئے۔ شاید میں اور میرے دوست ''یا رقیب'' اور اللہ کے کرم سے اُن کے
نہیں آ رہے تھے یا وہ ہماری خبر نہیں لے پا رہے تھے۔ بابا کچھ پریشان نظر آ رہا تھا۔ مجھے لگا کہ باباجی ہماری خبر نہیں لے
تھے۔ وہ پریشان تھے کہ یہ کس سیارے سے آ گئے ہیں۔
میں نے کہا باباجی! کچھ ہمارے بارے میں بھی بتائیں ہم کیا کھا کر آئے ہیں۔ ہم کون لوگ ہیں؟ کیونکہ میں باباجی
کی پریشانی دیکھ چکا تھا اور مجھے اللہ کی مدد کا اندازہ ہو چکا تھا۔ باباجی بار بار آگ اور ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ اب اس کی
پریشانی شرمندگی میں بدل رہی تھی۔ باباجی کا میزبان مرید بھی پریشان اور شرمندہ نظر آ رہا تھا۔ اب میرے دوستوں میں بھی ہمت
اور جرأت آ گئی تھی۔ وہ بولے باباجی، صبح تو آپ ٹر ٹر بول اور بتا رہے تھے اب بتاؤ۔ باباجی کا رویہ معذوری کا اظہار کر رہا تھا۔
اب میں اصل سوال کی طرف آیا کہ تم جو بکواس کرتے ہو نماز کہاں ہے تو قرآن پاک میں جو یہ ہے کہ رکوع کرو
رکوع کرنے والوں کے ساتھ تو رکوع تو نماز میں ہوتا ہے اور چودہ سو سال سے جو مسجدیں اور محرابیں بنی ہیں یہ کس لیے ہیں؟
پڑھا لکھا نہیں تھا۔ جب میں نے قرآن و حدیث میں نماز کی افادیت بتائی تو وہ چپ بیٹھا تھا شرمندہ ہو کر باباجی کی

شکست اور خاموشی دیکھ کر اُس کے مریدوں نے رونا شروع کر دیا۔ میں نے ان کو بتایا کہ آگ کو پوجا غیر مسلم کرتے ہیں ہم مسلمان ہیں جو صرف اللہ کی عبادت اور نبی پاکؐ کی غلامی کرتے ہیں۔ مریدوں کو میری باتوں کی سمجھ آ گئی۔ اگلے دن مجھے بتایا گیا کہ بابا واپس چلا گیا ہے اور اس کے مرید بعد میں بابا جی سے بہت لڑے کہ آپ نے پروفیسر صاحب اور ان کے دوستوں کی رپورٹ کیوں نہیں دی، تم جھوٹے ہو۔ اب ہم تمہاری اور آگ کی پوجا کے بجائے ربّ کی عبادت کریں گے۔ یہاں بھی میرے ربّ پاک نے میری عزت رکھی اور میری مدد کی۔

## بابا لال شاہ مری کے در پر

کیونکہ میرا زیادہ عرصہ مری میں گزرا ہے۔ فقیری، ریاضت اور مجاہدے زیادہ تر مری میں ہوئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی قابل بنایا اور مخلوق کا رجوع میری طرف ہوا تو مجھے بہت سارے بوڑھے بزرگ ایسے ملے جنہوں نے بہت سارا وقت بابا لال شاہ کے ساتھ گزارا۔ بابا لال شاہ مجذوب بزرگ تھے۔ صدرِ پاکستان ایوب خان اور جنرل ضیاء الحق اپنے کپتانی کے دور میں بابا جی کے پاس گئے اور بابا جی نے دونوں کو بادشاہت کی خوشخبری سنائی۔ کیونکہ بابا جی میں نور کی تجلی یا کرنٹ اتنا زیادہ آ جاتا تھا کہ اکثر جذب اور سکر کی حالت میں رہتے۔ اکثر لوگوں کو مارتے بھی لیکن جس کو بھی مار پڑ جاتی اُس کی کایا پلٹ گئی۔ بے شمار لوگوں نے بابا جی کو شیر پر سواری کرتے اور شیر کا آپ کو سلام کرتے دیکھا۔

## بابا لال شاہ کا مرید بابا

مری میں جب اللہ پاک کا مجھ فقیر پر کرم ہوا اور ہزاروں لوگ روزانہ مجھے ملنے آتے تو ان لوگوں میں ایک بزرگ بوڑھے آدمی بھی میرے پاس آتے۔ انہیں مجھ سے کوئی کام نہیں تھا۔ وہ کہتے مجھے فقیروں درویشوں سے ملنے کا شوق ہے۔ بس باقی اللہ تعالیٰ کا کرم خاص ہے۔ میں نے ایک دن ان سے پوچھا کہ آپ کو بزرگوں سے ملنے کا شوق کیوں ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں بچپن میں جب دس سال کا تھا تو میری ماں اکثر مجھے لے کر بابا لال شاہ کے پاس جاتی تھی۔ یہ بابا جی واقعی قلندر مجذوب تھے۔ آج بھی ان کی بے شمار کرامات کا ذکر اہلِ مری کرتے ہیں اور ان کی صحبت میں رہنے والے بے شمار لوگ مجھ سے آ کر ملتے اور بابا لال شاہ کا ذکر بھی کرتے اور بے شمار لوگوں نے اپنی آنکھوں سے بابا جی کو شیر کی سواری کرتے دیکھا۔

یہ بابا جی جو میرے پاس آتے تھے، کہنے لگے، میری ماں بابا جی کی بہت بڑی مرید اور عقیدت مند تھی۔ میں اور میری ماں سارا سارا دن بابا جی کے پاس گزارتے کیونکہ بابا جی مجذوب تھے، اس لیے بعض اوقات اپنے کپڑے بھی اتار دیتے۔ ایک دن حسبِ معمول میں اور میری ماں بابا لال شاہ کے پاس گئے ہوئے تھے۔ بے شمار لوگ آئے ہوئے تھے۔



بابا جی اپنی مستی اور جذب و سکر میں دنیا سے بے خبر بیٹھے تھے تو میں نے دل میں سوچا کہ مسجد کے امام مسجد تو کہہ رہے ہیں کہ مسلمان پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے اور جو نماز نہیں پڑھتا، وہ مسلمان نہیں، کافر ہے تو یہ بابا جی تو پاگلوں والی حرکتیں کرتے ہیں۔ ان کو تو اپنی ہوش نہیں ہے تو یہ دوسروں کو کیا دے سکتے ہیں۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ بابا جی نے میری طرف دیکھا اور اشارے سے مجھے اپنے پاس بلایا کیونکہ بابا جی اکثر لوگوں کو مارتے تھے۔ کسی کو مکوں سے کسی کو ڈنڈوں سے اس لیے میں ڈر رہا تھا کہ بابا جی مجھے بھی نہ ماریں۔ لیکن بابا جی نے دوبارہ پھر مجھے اشارہ کیا تو میری ماں نے کہا کہ جاؤ بابا جی کے پاس جاؤ، لہٰذا میں ڈرتے ڈرتے بابا جی کے پاس گیا۔ میں جیسے ہی بابا جی کے پاس گیا تو بابا جی نے مجھے جھپٹ کر پکڑا اور میری گردن پکڑ کر اپنے بازو کے نیچے دے دی اور پہاڑی زبان میں کہا، میں بے نمازی نہیں ہوں۔ یہ دیکھو میں نماز پڑھ رہا ہوں۔ بابا جی کے کہنے پر جب میں نے دیکھا تو سامنے خانہ کعبہ کا منظر تھا اور بابا جی وہاں پر صاف ستھرے لباس پہن کر پورے ہوش و حواس کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ بابا جی نے دو تین بار میری گردن دبائی اور کہا، دیکھو غور سے دیکھو اور اس کے بعد مجھے دھکا دے کر واپس میری ماں کی طرف دھکیل دیا۔ بابا جی یہاں بھی اور وہاں بھی، میں بری طرح خوفزدہ ہو چکا تھا بلکہ دہشت زدہ۔ میں حیرت، تجسس کی وجہ سے کپکپا رہا تھا۔ میں اپنے حواس میں نہیں تھا۔ میری ماں بھی ڈر گئی تھی، لہٰذا وہ مجھے لے کر گھر کی طرف بھاگی۔ گھر جاتے ہی مجھے تیز بخار ہو گیا۔ دو تین دن تو میری ماں نے انتظار کیا لیکن جب بخار نہ اترا تو وہ مجھے ڈاکٹروں، حکیموں کے پاس لے جانا شروع ہو گئی لیکن میرا بخار اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ میری ماں میری وجہ سے بہت پریشان تھی جبکہ مجھے کوئی تکلیف بھی نہیں تھی بلکہ میں تو سردی، گرمی ہر قسم کے احساس سے آزاد ہو چکا تھا۔ ایک میٹھا نشہ اور سُرور ہر وقت میرے اوپر طاری رہتا۔ میں پیاس، بھوک اور موسموں کے اثرات سے آزاد ایک عالمی کیفیت میرے اوپر طاری تھی۔ میری ماں اسی طرح ایک ماہ تک مجھے ڈاکٹروں، حکیموں کے پاس لے کر جاتی رہی لیکن میرا بخار نہ اترا تو کسی نے میری ماں کو مشورہ دیا کہ اس کو پھر بابا لال شاہ کے پاس لے چلو اور ان سے معافی مانگو اور دعا کراؤ۔ لہٰذا میری ماں مجھے لے کر بابا لال شاہ کے پاس آ گئی۔ بابا جی دنیا سے بے خبر ایک پتھر پر بیٹھے تھے۔ لوگ ان سے اور مختلف ٹولیوں میں بیٹھے تھے۔ میں اور میری ماں بھی جا کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد جب بابا جی کی نظر ہماری طرف اٹھی تو میری ماں نے ہاتھ جوڑ کر کہا ''بابا جی اس کو معاف کر دیں۔'' بابا جی نے اشارے سے مجھے اپنے پاس بلایا تو میری ماں بھی بابا جی کے پاس آ گئی اور بابا جی سے کہا ''باوا جی، یہ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ یہ مجھے واپس کر دیں۔'' بابا جی ہر وقت جنوں میں رہتے تھے، مجھے پکڑا اور دو تھپڑ لگائے اور مجھے میری ماں کی طرف دھکیل دیا۔ بابا جی کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ جس کو تھپڑ مار دیں اس کا کام ہو جاتا ہے۔ میری ماں مطمئن ہو گئی کہ اب میرا بخار اتر جائے گا۔ اس کے بعد میری ماں مجھے گھر لے آ گئی۔ میں صبح اٹھا تو میرا بخار اتر چکا تھا۔ مجھے لگا جیسے میرے وجود سے کوئی چیز نکل گئی ہے۔ ایک بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ دوران بخار مجھے بہت سرور، نشہ اور مستی اور سچے خواب آتے۔ جسم تیز گرم تھا لیکن درد وغیرہ نہیں تھا۔ میں گرمی سردی کے احساس سے عاری تھا۔ اس کے بعد بھی میں عرصہ دراز تک بابا جی کے پاس جاتا رہا اور دور دور سے سلام کر کے آ جاتا۔

پروفیسر صاحب کیوں کہ میں بچہ تھا اس لیے نہیں جانتا تھا کہ انہوں نے میرے ساتھ کیا کر دیا تھا۔ ایک ماہ عرصہ میں بخار میں رہا، وہ سرور، مستی اور نشہ مجھے آج بھی یاد ہے۔ اس کیفیت کا اظہار میں لفظوں میں نہیں کر سکتا۔ سارے لوگ میرے پاس بھی آتے ہیں، میں ان کو دم وغیرہ کر دیتا ہوں اور اکثر لوگوں کو شفا بھی مل جاتی ہے۔ یہ سارا بابا لال شاہ سرکار کا ہے۔ میں جتنا عرصہ بھی مری رہا یہ بابا جی کبھی کبھار مجھ سے ملنے آجاتے اور بابا لال شاہ کی باتیں کرامات کا ذکر بہت محبت اور عقیدت سے کرتے۔

میں نے بابا جی کے مرید سے کہا آپ میرے پاس کیوں آتے ہیں تو وہ بولے اُس بخار میں جو سرور، مستی تھی لینے آتا ہوں۔ بابا جی اکثر میرے پاس آتے۔ میں ہمیشہ بابا جی سے دعا کی درخواست کرتا اور وہ کرتے بھی۔ میں اُن کے ساتھ بابا لال شاہ کی چلہ گاہ اور مزار پر بھی اکثر جاتا۔ ہم اکثر پیدل سفر کرتے۔

## چرسی گروپ کا مقابلہ

بابا لال شاہ کے عرس پر پورے پاکستان سے بے شمار لوگ آتے ہیں کیونکہ مری کا موسم شاندار اور ٹھنڈا ہوتا ہے۔ جن دنوں میں مری تھا ان دنوں بابا جی کا عرس بھی گرمی کے موسم میں ہوتا تھا اور شاید آج بھی گرمی میں ہوتا ہے۔

یہ عرس کافی دن رہتا ہے۔ پورے ملک سے عقیدت مند آتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر لوگ عقیدت اور عشق میں آتے ہیں لیکن کچھ لوگ چرسی بھی آتے ہیں جنہوں نے اپنے خیمے لگائے ہوتے ہیں اور دھڑا دھڑ چرس اور باقی نشے کر رہے ہوتے ہیں۔

اِسی طرح ایک بار بابا جی کا عرس تھا۔ میں اور بابا لال شاہ کا مرید بابا بھی عرس پر آئے ہوئے تھے۔ بابا جی مجھے اپنے بچپن کے واقعات بتا رہے تھے کہ بابا جی کہاں بیٹھتے تھے اور مسجد کیسی تھی۔ اس وقت وہ سارا منظر بتا رہے تھے اور مجھے مختلف جگہوں سے گزار کر بابا جی کے مزار کی طرف لے کر جا رہے تھے۔ چلتے چلتے ہم ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں پر دو ملنگ، آمنے سامنے بیٹھے تھے اور ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔ دونوں ملنگوں کے پیچھے ان کے مرید بھی بیٹھے تھے۔ دونوں ملنگوں کے دونوں ہاتھ چرس سے بھرے ہوئے سگریٹوں سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ بار بار بے شمار سگریٹوں کا دھواں اندر کھینچ کر باہر نکال رہے تھے۔ فضا میں چرس کی بو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی اور چرس کے دیوانے اِس ماحول کو جنت بنا کر بیٹھے تھے۔ دونوں ملنگ فل آف چرس تھے اور گھور کر توجہ یا ارتکاز کی قوت دکھا رہے تھے یا ایک دوسرے کو زیر کر رہے تھے۔ میں اور بابا جی یہ منظر دیکھ کر ٹھہر گئے۔ ابھی ہمیں کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک ملنگ نے ہماری طرف دیکھا اور کہا بھاگ جاؤ یہاں سے یہ دو درویشوں کا مقابلہ ہے۔ یہ سن کر میرے بابا جی کو شدید غصہ اور جلال آ گیا جیسے اُن پر کسی روح کی حاضری ہو گئی۔ غصے میں دونوں ملنگوں کے سروں کو پکڑ کر کہا میری طرف دیکھو۔ پتہ نہیں بابا جی کی آنکھوں میں کیا تھا۔ دونوں ملنگوں نے رونا شروع کر دیا اور بابا جی سے معافی مانگنے لگے۔ بابا جی غصے میں تھے۔ بولے کتو! چرس پی کر فقیری دکھاتے ہو۔ ملنگوں



کے مرید بھی ڈر چکے تھے۔ وہ بھی بابا جی سے معافی مانگنے لگے۔ بابا جی کا غصہ جب نارمل ہوا تو میں نے ڈرتے ڈرتے کہا بابا جی آج آپ جلال میں ہو تھوڑا لنگر مجھے بھی دے دو۔ بابا جی مسکرا پڑے۔ پروفیسر آپ کا حصہ آپ کو مل چکا ہے۔ ہم نے جا کر بابا لال شاہ کے مزار پر حاضری دی اور واپس آ گئے۔ بعد میں بابا جی کا انتقال ہو گیا لیکن میں اکثر آج بھی بابا جی کو یاد کرتا ہوں کہ ان پر ایک مرد قلندر کی نظر پڑی تھی۔

## پاک پتن بابا فرید کے در پر

اولیائے کرام سے محبت اور عقیدت رکھنے والے تمام لوگوں کو بابا فرید صاحب کے مقام و رتبے کا بخوبی احساس ہے۔ ہر بزرگ کا اپنا مقام اور سرور و مستی کا طریقہ ہے۔ بے شمار لوگ پاک پتن سلام کرنے جاتے ہیں۔ کیونکہ خواجہ غریب نواز شاہ اجمیر کے ساتھ میرا عشق انتہا کا ہے تو اُسی نسبت سے بابا فرید کے ساتھ بھی خصوصی عشق وعقیدت ہے۔ جب کبھی بھی موقع ملتا ہے میں ضرور پاک پتن جاتا ہوں اور اپنی روح کو Charg کر کے آتا ہوں۔ پاک پتن کا بھی اپنا ہی نشہ ہے۔ آئی جی پنجاب پولیس حاجی حبیب الرحمن صاحب بچپن سے اولیائے اکرام سے بہت عقیدت اور عشق کرتے ہیں اور اولیائے کرام سے بھی محبت کرتے ہیں۔ جب وہ پنجاب کے آئی جی ہوئے تو مجھے کہنے لگے پروفیسر! پاک پتن شریف اکٹھے حاضری دینی ہے۔ کیونکہ میں بھی بہت شوقین ہوں لہٰذا ہم دونوں نے چادر تیار کرائی اور پاک پتن کی طرف روانہ ہوئے۔ میں جب کبھی بھی کسی بزرگ یا مزار کے پاس جاتا ہوں تو راستے میں ہی کیفیت سی شروع ہو جاتی ہے۔ نشہ سرور چھانے لگتا ہے۔ ابھی ہم آدھے راستے میں ہی تھے کہ جذب و سرور طاری ہونے لگا اور قوالی کی آواز اور تیز خوشبو آنا شروع ہو گئی۔ یہ کیفیت اتنی شدید اور واضح تھی کہ قوالی کے بول تک کلیئر ہونے لگے۔ ''ہو کرم کی نظر چشت کے تاجور'' خواجہ غریب نواز کی شان میں قوالی کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ میں خوش تھا کہ سرکار ہماری آمد سے آگاہ ہیں اور نظر کر رہے ہیں۔ اِسی سرور و مستی میں ہم دربار پر پہنچے جیسے ہی صابر کلیر کے حجرے کو کراس کیا تو قوال وہی قوالی سنا رہے تھے جو میں راستے میں سنتا آ رہا تھا۔ صابر کلیر سرکار کے حجرے پر حاضری کے بعد بابا فرید سرکار کی طرف جب وہاں حاضری دی تو ایک دم پردے اٹھ گئے اور مجھے بہت سارے اولیائے کرام کے ساتھ بابا یوسف نظر آئے۔

## مجذوب بابا یوسف کے چائے رس

مجذوب بابا یوسف دنیا سے پردہ کر گئے تھے اور پہلی بار مجھے یہیں سے بابا جی کا پتہ چلا تھا۔ کافی عرصہ پہلے جب میں مری میں تھا اور میں تلاشِ حق اور روحانیت کی تلاش میں نگر نگر کی خاک چھان رہا تھا اور اِسی طرح جب میں پاک پتن سلام کرنے آیا ہوا تھا اور میں حاضری کے بعد ایک طرف بیٹھ کر ذکر کر رہا تھا اور میری آنکھ لگ گئی تھی تو اونگھ میں

خواب میں مجھے کھیت دکھائے گئے اور شہر کا نام بھی اور کھیتوں میں ایک بابا جی مالٹے رنگ کے درویشی لباس میں لیٹے ہوئے تھے اور پاس چند مرید بیٹھے تھے جو چائے رس پی اور کھا رہے تھے۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو خواب اتنا صاف اور واضح تھا کہ ہر بات اور منظر مجھے یاد تھا۔ وہ جگہ میرے گاؤں سے زیادہ دور نہیں تھی۔ لہٰذا میں نے واپس گاؤں آ کر ایک ایسے کلاس فیلو کو پکڑا جو اولیائے کرام سے شدید محبت کرتا تھا اور ساتھ والے گاؤں میں رہتا تھا۔ اُس کو ملنے کا فائدہ یہ تھا کہ وہ بچپن سے علاقے کے تمام بزرگوں اور درویشوں کو جانتا اور خدمت کرتا تھا۔ میں نے اُس سے مل کر اپنا خواب کا ذکر کیا اور کہا کہ خواب میں مجھے یہ علاقہ دکھایا گیا ہے۔ وہ بولا ایسا درویش تو ہمارے علاقے میں نہیں ہے لیکن میں اس کی موٹر سائیکل کے پیچھے بیٹھا اور ہم نے اُس گاؤں جا کر بابا جی کی تلاش شروع کر دی۔ پہلے دن تو ہم ناکام واپس آئے۔ اگلے دن بھی پوری تلاش کے باوجود بابا جی کا پتہ نہ چلا۔ آخر تنگ آ کر میں نے تانگے والوں سے پوچھنا شروع کر دیا کہ یہ گاؤں گاؤں گھومتے ہیں شاید اِن کو بابا جی کا پتہ ہو۔ تو تانگے والوں نے بتایا کہ فلاں تانگے والا بزرگوں درویشوں کی ڈکشنری ہے وہ آپ کو بتا سکتا ہے۔ جب ہم اُس سے ملے تو اُس نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ جب ہم واپس جانے لگے تو تانگے والا بولا: ایک دن میں ایک ایسی سواری کو فلاں جگہ اتار کر آیا تھا اُس کے پاس بہت سارے رس تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ بابا جی کے لنگر میں حصہ ڈالنا ہے۔ میں اُس بندے کو جانتا ہوں۔ ہم اُس کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچے تو وہ بندہ گھر پر نہیں تھا کسی دوسرے شہر میں گیا ہوا تھا۔ اتنی زیادہ تلاش اور جستجو کے بعد بابا جی سے ملنے کا اشتیاق اور جنون آخری حدوں تک پہنچ گیا تھا۔ میرے دوست نے بہت کہا کہ واپس جاتے ہیں لیکن میں نے کہا: نہیں مل کر جائیں گے۔ بہت انتظار کے بعد وہ بندہ واپس آیا تو ہم نے اُس سے بابا جی کا پوچھا تو اُس نے کہا کہ مجھے پاک پتن سے میرے رشتہ دار نے فون کیا تھا کہ فلاں جگہ پر ایک درویش ہے اُس کو رس دے کر آؤ لہٰذا میں ایک بار ہی گیا تھا۔ اب پتہ نہیں وہ بابا آپ والا ہے اور اُسی جگہ پر ہے؟ میں صبح آپ کو اُس جگہ پر لے جاؤں گا۔ رات بہت ہو چکی تھی لہٰذا ہم گھروں کو آ گئے اور صبح سویرے اُس بندے کے گھر پہنچ گئے، وہ تیار تھا۔ مجھے کہنے لگا میں مری آؤں گا تو آپ کے گھر ٹھہروں گا۔ میں نے کہا بسم اللہ اب ہم تینوں موٹر سائیکل پر سوار اُس طرف جا رہے تھے جدھر بابا یوسف کا قیام تھا۔ آخر کار ہم اُس علاقے میں پہنچ گئے۔ یہ گاؤں سے باہر ایک لکڑی کا آرا تھا جہاں پر لکڑیاں کاٹی جاتی تھیں اور ساتھ ہی زمینوں کے کھیت تھے۔ بابا جی یہاں پر ایک جھونپڑی میں لیٹے تھے اور ان کے پاس چند ملنے والے بھی بیٹھے تھے اور سامنے وہی کھیت تھے جو مجھے پاک پتن شریف دکھائے گئے تھے۔ میں نے جاتے ہی بابا جی کو پہچان لیا۔ یہ وہی بابا جی تھے جو مجھے پاک پتن شریف خواب میں نظر آئے تھے۔ یہاں پر مجھے پتہ چلا کہ بابا جی کا نام یوسف ہے۔ بابا جی مجھے آتا دیکھ کر مسکرائے۔ اُن کی آنکھوں میں آشنائی کی چمک تھی۔ میں نے جا کر بابا جی کو سلام کیا اور اُن کے ہاتھوں کو چوما۔ بابا جی بولے ماسٹر آ گیا ایں۔ سرکاراں نے تینوں بھیج دیا ہے۔ جی بابا میرے بھاگ جاگ گئے جو آپ سے ملاقات ہوگئی۔ میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے اور میں خوشی سے رونے لگا۔ بابا جی بولے او ماسٹر کو چائے رس دو جو بابا جی کا خاص لنگر تھا۔ یہ میری بابا یوسف سے پہلی ملاقات تھی۔ بابا جی میاں چنوں ملتان کے علاقے کے رہنے والے تھے۔ 20 سال پہلے فقیری میں پڑ



گئے اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر پاک پتن آ گئے۔ اُس کے بعد کبھی واپس نہیں گئے۔ بیوی بچے ایک دو بار آئے بھی لیکن بابا جی نے کہا اب میں آپ کے کام کا نہیں رہا۔ بابا جی فقیری میں جب پڑے تو گاؤں گاؤں گھومتے، لوگوں سے روٹی مانگ کر کھاتے، اِسی طرح اِس گاؤں سے گزر رہے تھے کہ چودھری صاحب کی بیٹی کی شادی تھی۔ بابا جی بھی کھانا کھانے کے لیے غریبوں میں بیٹھے تھے۔ بارات کی رخصتی کا جب وقت آیا تو شور مچ گیا کہ دلہن بے ہوش ہوگئی ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہوگئے ہیں۔ اُس پر کوئی جن حاضر ہے۔ مولوی صاحب نے بہت زور لگایا لیکن دلہن کی حالت نہیں سنبھلی۔ اسی دوران چودھری صاحب نے فقیروں کو بیٹھے دیکھا تو اِن سے درخواست کی۔ فقیرو! دعا کرو میری بیٹی ٹھیک ہو جائے۔ بابا یوسف بولے دلہن کدھر ہے؟ چودھری صاحب بابا جی کو دلہن کے کمرے میں لے گئے۔ بابا جی نے صرف اتنا کہا او کنجرا [illegible] کر، ورنہ میں تیرے بڑوں کو تیری شکایت لگاؤں گا۔ بابا جی کا اتنا کہنا تھا کہ آسیب یا جن نے رونا شروع کر دیا اور معافی مانگ کر دلہن کی جان چھوڑ گیا اور دلہن ٹھیک ہو گئی۔ یہ منظر سارا گاؤں دیکھ رہا تھا۔ فطرت نے گاؤں والوں کو بابا جی کا مقام اور روحانی مرتبہ دکھا دیا۔ لوگ اور چودھری صاحب تحسین آمیز اور عقیدت بھری نظروں سے بابا جی کو دیکھ رہے تھے۔ بارات والے خوشی خوشی دلہن کو لے کر چلے گئے تو چودھری صاحب اور دیہاتی بابا جی کے قدموں میں بیٹھے تھے اور بابا جی سے درخواست کر رہے تھے کہ خدا کے لیے ہمارے پاس ہی قیام فرمائیں، ہمارے لیے یہ بہت بڑی سعادت ہوگی اگر آپ ہمیں خدمت کا موقع دیں گے۔ کیونکہ یہ سارا واقعہ مشیتِ الٰہی کے تحت ہوا تھا لہٰذا بابا جی نے چودھری صاحب کی زمینوں پر جو گاؤں سے باہر تھیں وہاں پر ڈیرا جما لیا۔ بابا جی کی شادی میں دلہن والی کرامت بہت سارے لوگ دیکھ چکے تھے اس لیے بابا جی کا عقیدت کا حلقہ قائم ہوگیا۔ بابا جو زیادہ تر اپنی مستی اور جذب میں رہتے زیادہ تر خاموش رہتے۔ عقیدت مند حاضری دیتے اور دُعائیں لیتے۔ بابا یوسف کے بارے میں یہ ساری باتیں مجھے یہاں آ کر پتہ چلیں۔ کیونکہ میں سردیوں کی چھٹیوں میں گاؤں آیا ہوا تھا اِس لیے میں اکثر بابا جی کے پاس حاضری دیتا رہا۔ بابا جی کی الائچی والی چائے اور رس جنت کا مشروب لگتے۔ ایک رات بابا جی اکیلے تھے، میں اور میرا دوست پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں اور میرا دوست بابا جی کے پاؤں دبا رہے تھے۔ بابا جی بولے ماسٹر تم کیوں آئے ہو میرے پاس' اتنے دن ہوگئے تم کو میرے پاس آئے ہوئے بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ میں نے بابا جی کو موڈ میں دیکھ کر ہمت کی: بابا تھوڑا کرنٹ مجھے بھی لگا دیں، خود تو فقیری کی مستی Enjoy کرتے ہیں بابا جی تھوڑی مستی مجھے بھی دے دیں۔ بابا جی بولے ماسٹر! بڑا مشکل راستہ ہے، اگر میں نے تجھے اپنی لائن پر لگا لیا تو تیرے گھر والے مجھے گالیاں دیں گے۔ میرا سفر بہت مشکل ہے۔ میں جس راستے کا مسافر ہوں اس میں بہت مشکل گھاٹیاں ہیں۔ لیکن میں پھر بھی منتیں کرتا رہا۔ تیرا لنگر میرے پاس نہیں ہے جو تھوڑا سا تیرا حصہ میرے پاس ہے وہ آج تمہیں مل جائے گا۔ بابا جی نے اپنی جھوٹی چائے جو وہ پی رہے تھے مجھے دی، لو پی لو۔ بابا جی کی چائے میں ساری دنیا کے ذائقے اور مٹھاس تھی۔ کوئی دنیا دار ہوتا تو شاید پینے سے پہلے سوچتا کیونکہ بابا جی میلے کچیلے کپڑوں میں لپٹے ہوئے تھے لیکن میرے لیے تو یہ ساری دنیا میں سب سے قیمتی اور مزے دار مشروب تھا۔ بابا جی کی چائے پینے کے بعد میرے اندر عجیب سا سکون اور مستی کا احساس بیدار ہو گیا تھا۔ اُس رات میں ساری رات خواب میں

ہواؤں میں پہاڑوں پر اڑتا رہا، کبھی اِدھر کبھی اُدھر۔ یہاں میں ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ روحانی مسافر جب
ذکر اذکار، عبادت، ریاضت، مجاہدے کرتے ہیں یا صاحبِ امر کی توجہ ہوتی ہے تو شروع میں خوابوں کا سلسلہ شروع ہوتا
ہے یا بندہ ساری رات اڑتا ہے۔ مجھے کئی لوگ آ کر کہتے ہیں کہ میں خواب میں اڑتا ہوں۔ اِس کو ہم روحانیت کی پہلی
حالت یا ابتدا کہہ سکتے ہیں۔ اِس کے بعد بھی میں اکثر بابا جی کے پاس جاتا رہا۔ مجھے بڑا سکون ملتا اور بابا جی بھی بہت
محبت اور شفقت فرماتے۔ راہِ حق کی تلاش کے مسافر اس بات سے اتفاق کریں گے کہ کسی درویش یا اصل بزرگ کا مل
جانا اور اُس کی صحبت میں چند گھڑیاں گزارنا اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام ہے۔ خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جن کو کسی
صاحبِ امر بزرگ کی صحبت یا خدمت کا موقع ملتا ہے بلکہ ایسے نیک لوگ اُس معاشرے گاؤں یا شہر کے لیے بھی باعث
راحت ہوتے ہیں۔ اِن کی صحبت میں ایک لمحہ سالوں کی عبادت سے بہتر ہوتا ہے۔ میں عرصہ تک بابا یوسف کے پاس
جاتا رہا۔ چند سال بعد میں مری میں تھا جب میرے دوست کا فون آیا کہ بابا یوسف علاقہ چھوڑ کر وہاں سے نامعلوم منزل
کی طرف چلے گئے ہیں۔

## مجذوب بابا بشیر کا قہوہ اور بلاوا

جس طرح بابا یوسف نے میرے اوپر بہت شفقت اور محبت کی اِسی طرح میری روحانی زندگی میں ایک اور
مجذوب بابا بشیر بھی تھے جنہوں نے بہت شفقت اور محبت کی۔ میں بچپن میں اپنے ماموں اور بابا جمال کے ساتھ ایک بابا
مست کے پاس جایا کرتا تھا۔ بابا بشیر اُسی بابا مست کے مرید تھے اور لوگوں اور باقی مریدوں کے بقول بابا مست کے
روحانی وارث بابا بشیر ہیں اور بابا مست اپنا سارا روحانی تصرف اور لنگر بابا بشیر کو دے گئے ہیں۔ بابا مست کے دنیا سے
جانے کے بعد اب سارے مریدین اور بابا مست کے چاہنے والے بابا بشیر کے پاس جاتے ہیں۔

میں سردیوں کی چھٹیوں میں گاؤں آیا ہوا تھا۔ تو میرے پاس میرا ایک دوست جو بزرگوں کو ماننے والا تھا آیا اور
کہا کہ آپ کو بابا بشیر نے بلایا ہے۔ میں نے کہا کون بابا بشیر؟ تو وہ بولا: میں عرصے سے ایک مجذوب بابا جی کے پاس جاتا
ہوں، اِس بار گیا تو میں نے تمہارا ذکر کیا کہ بابا جی میرا ایک دوست عبداللہ بھٹی جو پہلے بالکل بزرگوں کو نہیں مانتا تھا آج کل
بزرگوں سے عقیدت اور پیار کا اظہار کرتا ہے، ذرا اس کی رپورٹ تو لیں اُس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ تو بابا جی بولے وہ تو بچپن
سے مانتا ہے۔ درمیان میں مشیتِ الٰہی کے تحت کچھ عرصہ دور رہا اب اپنی اصل لائن اور حقیقت کی طرف آ رہا ہے۔ اُس کو
کسی دن میرے پاس لے کر آؤ۔ کیونکہ اُن دِنوں میری تلاش بھی جنوں کی آخری حدوں کو چھو رہی تھی مجھے بہت حیرت،
خوشی اور تجسس ہوا کہ ایک درویش مجھے بلا رہا ہے۔ میرے دوست نے بتایا کہ بابا جی کی عمر 100 سال سے اوپر ہو چکی ہے۔
بیٹھ بیٹھ کر کبڑے ہو گئے ہیں ہر وقت مراقبے میں رہتے ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ بابا جی ہر وقت سوئے رہتے ہیں۔ لوگوں کا
ہجوم بابا کے اردگرد رہتا ہے۔ جب بابا جی کا موڈ ہوتا ہے وہ کسی سے بات کر لیتے ہیں ورنہ اپنی مستی اور سرور میں ڈوبے



رہتے ہیں۔ میرا دوست بابا بشیر کی بہت ساری کرامات اور واقعات بتا رہا تھا کہ وہ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ ان کی زبان
سے نکلی ہوئی بات پوری ہوتی ہے اور میرا دوست شدید حیرت میں تھا کہ اُنہوں نے مجھے کیوں بلایا ہے۔ وہ تو ساری دنیا سے
بے نیاز ہیں۔ اُنہیں تو کسی سے کوئی غرض یا لالچ نہیں ہے۔ وہ بتا رہا تھا کہ ہم تو ترستے رہتے ہیں کہ بابا جی ہم کو بلائیں لیکن
انہوں نے تم کو بلایا ہے۔ اپنے دوست کی باتیں سن کر میرے اندر بھی بابا جی سے ملاقات کا شدید شوق بیدار ہو گیا تھا۔ وہ
کہنے لگا کہ ہم بابا جی کے پاس اُس وقت جائیں گے جب بابا جی کے پاس رش نہیں ہوگا۔ لہٰذا اگلے ہی دن مغرب
کے بعد ہم بابا جی کے گاؤں کی طرف جا رہے تھے۔ بابا جی کا گاؤں مین سڑک سے 10 کلومیٹر اندر تھا۔ رات کے سائے
پھیل رہے تھے۔ ہم مین سڑک سے نیچے کچی سڑک پر ایک گھنے جنگل میں داخل ہو چکے تھے۔ گھنا جنگل، رات کا
اندھیرا اور بابا جی سے ملنے کا شوق، واہ۔ حیرت، تجسس اور شوق کے جذبات میرے رگ و پے میں دوڑ رہے تھے اور میں اپنی
منزل کی طرف جا رہا تھا۔ جو لوگ روحانی مسافر ہیں وہ میری ایسی کیفیت اور جذبات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ جب بھی
سالک اپنے مرشد کے آستانے کی طرف جاتا ہے تو گھر سے نکلتے ہی وہ روحانی کیفیات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ دنیا کا
سب سے بڑا نشہ ہے تلاش کی آگ کا نشہ۔ میں اِسی نشے میں لبریز بابا جی کے گاؤں کی طرف جا رہا تھا اور میرا دوست بابا جی
کی کرامات اور واقعات سنائے جا رہا تھا۔ آخر کار ہم ایک بہت چھوٹی بستی کے قریب پہنچ گئے جو چند گھروں پر مشتمل تھی،
رات کا اندھیرا، کچے مکانات اور پراسرار پرانے درخت اور بابا جی کا احساس میرے اوپر سحر طاری ہو چکا تھا۔ بستی میں داخل
ہو کر ہم اس گھر میں داخل ہوئے جہاں پر بابا بشیر کا قیام تھا۔ گھر والے میرے دوست سے اچھی طرح واقف تھے۔ سلام دعا
کے بعد ہم بابا جی کے کمرے میں داخل ہوئے۔ بابا جی اپنے بستر پر گٹھڑی بن کے یعنی اکٹھے ہو کر بیٹھے یا لیٹے ہوئے تھے۔
گھر والوں نے بابا جی کو ہماری آمد کا بتایا۔ کمرے میں لالٹین کی مدھم روشنی میں بابا جی کا پُراسرار سراپا سحر پھونک چکا تھا۔
مجھے اپنے تایا جی بابا جمال دین اور ماموں جی بہت یاد آئے اور بابا مست کا نوالا جو انہوں نے مجھے کھلایا تھا۔ بابا جی نے
ہاتھ کے اشارے سے مجھے اپنے پاس بلایا، وہ چارپائی پر بیٹھے تھے۔ میں نیچے بیٹھ گیا اور بابا جی کی ٹانگوں اور پاؤں کو دبانا
شروع کر دیا۔ بابا جی نے جذب و سرور اور نشیلی آنکھوں سے میری طرف دیکھا۔ پتہ نہیں اُن کی آنکھوں میں کتنے ہزار
وولٹ کا کرنٹ تھا۔ میرے اندر تک بجلیاں کوندنے کا احساس ہوا جیسے میری روح کے ساتھ کوئی واردات یا عمل ہو گیا ہو۔
میں نے ایک سحر زدہ انسان یا معمول کی طرح اپنا سر بابا جی کے سامنے جھکا دیا۔ بابا جی بولے آ گیا ایں۔ بابا جی پنجابی میں
بات کر رہے تھے۔ جی بابا جی آپ نے بلایا میں آ گیا۔ بابا جی کو اپنے مرشد بابا مست سے قہوہ لنگر کا حکم جاری ہوا تھا لہٰذا
تمام آنے والوں کو قہوہ جس میں چینی کی جگہ گڑ کی مٹھاس ہوتی پیش کیا جاتا۔ وہاں جا کر پتہ چلا کہ بابا جی جس پر مہربان
ہو جاتے اُس کو 3 دن اپنے پاس رکھتے۔ اُس کو صرف قہوہ رس دیتے جاتے اور پھر 3 دن بعد روحانی توجہ کر کے اُس کے
باطن کے یعنی پردے اٹھا دیتے یا تیسری آنکھ کھول دیتے باطن بیدار کر دیتے۔ یہ حکم مجھے بھی دیا گیا کہ اب تم 3 دن اِدھر ہی
رہو گے۔ میں نے اپنے دوست سے کہا کہ میرے گھر جا کر بتا دینا کہ میں 3 دن بعد آؤں گا تا کہ گھر والے پریشان نہ
ہوں۔ میرا دوست چلا گیا۔ میں اُدھر ہی ٹھہر گیا۔ رات کو بابا جی نے مجھے قرآن پاک کی اُس آیت کا مراقبہ بتایا جس میں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ تم جہاں ہوتے ہو میں تمہارے ساتھ ہوتا ہوں۔ دن کو میرا دوست بھی آ جاتا۔ اِس دوران ا
باباجی نہر پر نہانے گئے۔ میں اور میرا دوست بھی ساتھ تھے۔ ہم دونوں باباجی کو نہلا رہے تھے۔ آپ سب جانتے ہیں
کا پانی صاف نہیں ہوتا اچانک باباجی نے مٹی کا پیالہ نہر سے بھرا اور میری طرف کر دیا لو بیٹا یہ پی لو۔ میں نے بلا سوچے
پیالہ منہ سے لگالیا کیونکہ باباجی کا حکم تھا۔ جب میں پی رہا تھا تو مجھے پتہ نہیں چلا لیکن جب پی لیا تو مجھے احساس ہوا کہ
نے نہر کے پانی سے پیالہ بھرا تھا لیکن جو میں نے پیا وہ تو کوئی بہت ہی مزیدار شربت تھا جو میں نے آج تک نہیں
میں نے حیرت اور خوشی سے باباجی کی طرف دیکھا، باباجی میری حیرت کو بھانپ چکے تھے۔ صرف مسکرائے اور نہانا
کر دیا۔ کیونکہ باباجی آج خوش تھے وہ اپنے مرشد بابا مست کے ساتھ گزرے لمحات کو یاد کر رہے تھے اور ہمیں اُن کی
بتا رہے تھے۔ نہا کر ہم واپس آ گئے۔ مجھے باباجی نے اپنے پاس رکھا اور تیسری رات مجھے کچھ ذکر اذکار بھی دیے اور
سامنے بیٹھا کر روحانی توجہ بھی دی۔ اُس رات مجھے بہت شاندار خواب آئے اور میں ساری رات آسمانوں کی سیر کر
باباجی کے ساتھ 3 دن اور 3 راتیں آج بھی مجھے بہت یاد آتی ہیں۔ میں خوش قسمت تھا کہ باباجی نے مجھے اپنے پاس
پیار کیا، مراقبے کا طریقہ بتایا اور ایسے وظائف بتائے جو باباجی کا سرمایہ تھے۔ ان کی اصل جمع پونجی تھی۔

کیونکہ باباجی گاؤں میں تھے، کوئی اُن کی باتیں سمجھتا نہیں تھا باباجی روحانیت اور معرفت کی باتیں کر
قرآن مجید میں ان آیات کی نشاندہی کرتے جو عشقِ الٰہی اور اطاعتِ رسول کی آگاہی دیتیں۔ بلاشبہ میں خوش قسمت
بابا نے پاس بلایا۔ محنت کی اور توجہ دی۔ باباجی کے گھر والے اور اہلِ بستی بھی حیران تھے کہ باباجی کسی سے بات کر
نہیں اِس لڑکے کے ساتھ تنہائی میں ڈھیروں باتیں کرتے ہیں۔ میں 3 دن گزار کر واپس آ گیا۔ اِس کے بعد بھی میں
باباجی سے ملا اور چند سال بعد باباجی انتقال کر گئے۔ مجھے آج بھی بابا بشیر کا قہوہ یاد ہے اور اُن کی آنکھوں کی پراسرار
جو ایک لمحے میں سالک کو آسمانوں کی سیر کرا دیتی تھی۔

## مجذوب کی سزا

روحانیت سے دل چسپی رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ روحانیت میں بزرگوں یعنی اہلِ نظر کی مختلف
قسمیں ہیں۔ ان تمام قسموں میں مجذوب سب سے الگ اور ننگی تلوار ہوتے ہیں۔ اس لیے اہلِ عقل کہتے ہیں کہ مجذوب
سے دور ہی رہنا چاہیے۔

میں اپنی روحانی زندگی کی ابتدا یعنی تلاشِ حق کے سفر میں بہت سارے بزرگوں سے ملا۔ ان میں کچھ مجذوب
بھی تھے۔ مجذوب کون ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں آپ میری کتاب ''بزمِ درویش'' پڑھ سکتے ہیں۔ انسانی فطرت
ہے کہ وہ اپنے مزاج اور شوق کے لوگوں سے دوستی رکھتا ہے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کے ایسے لوگوں سے ملتا بھی ہے۔

میرا ایک بچپن کا دوست ہے جو میرے گاؤں کے ساتھ والے گاؤں میں رہتا ہے۔ اس کو بزرگوں



[بزرگ]وں اور مجذوبوں سے ملنے کا بہت زیادہ شوق ہے۔ میں جب بھی کبھی چھٹیوں میں گاؤں جاتا ہوں تو اس نے نئے
[والے] بزرگوں کی لسٹ بنائی ہوتی ہے اور ہر بزرگ کی کرامات بھی اسے ازبر ہوتی ہیں۔ ایک بار جو میں گاؤں گیا تو
[وہ ایک مجذ]وب کی بہت زیادہ تعریفیں کر رہا تھا کہ وہ بہت کمال کے بزرگ ہیں بلکہ کن فیکون کے مقام پر ہیں۔ وہ
[...] ہیں، ان کے منہ سے جو بھی نکل جاتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ وہ ان کی بہت ساری باتیں کر رہا تھا۔ اس نے
[...] کی اتنی باتیں کیں کہ ان سے ملنے کی تڑپ میرے اندر بہت بڑھ گئی اور اگلے ہی دن میں اُس کی
[...] کے پیچھے بیٹھا اس مجذوب کی طرف جا رہا تھا۔ میرا دوست باباجی کی باتیں نان سٹاپ کرتا جا رہا تھا۔ وہ بتا
[رہا تھا کہ با]باجی ملتان والی سائیڈ کے رہنے والے ہیں۔ اس وقت ان کی عمر 80 سال کے قریب ہے۔ چالیس سال
[...] بار اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی۔ اپنے مرشد کے عشق میں کافی عرصہ ان کے ساتھ گزارا۔ بیس
[س]ال پہلے مرشد وفات پا گئے تو یہ گاؤں گاؤں گھومنے والے فقیروں میں شامل ہو گئے۔ گھومتے گھومتے یہ فقیروں کا
[...] چند دن یہاں ٹھہرا تو یہ باباجی کی ٹانگ میں زخم بہت خراب ہو گیا تھا۔ اس گاؤں میں کمپوڈر ڈاکٹر نے باباجی کی
[...] ڈاکٹر کی دکان سارا دن مریضوں سے بھری رہی تو ڈاکٹر کو باباجی سے بہت پیار ہو گیا تو باباجی کو ڈاکٹر صاحب
[...] منت سماجت کر کے علاج کے بہانے یہاں رکھ لیا۔ کیونکہ باباجی کی ٹانگ کی حالت بہت خراب تھی جس کی وجہ سے
[با]باجی کا چلنا بھی مشکل تھا۔ فقیروں نے باباجی کو یہیں چھوڑا اور وہ چلے گئے۔ ڈاکٹر صاحب دن رات باباجی کی مرہم پٹی
[...] کرتا رہا۔ اسی دوران ڈاکٹر صاحب کا کلینک خوب چلنے لگا۔ اسی دوران گاؤں کے ایک آدمی کی بیوی کو مرگی کی بیماری
[...] باباجی کی وجہ سے مرگی سے شفا پا گئی۔ اس عورت کی شفایابی کے بعد بہت سارے لوگوں نے باباجی کے پاس آنا
[ش]روع کر دیا لیکن بابا جو بہت موڈی تھے، لہر میں آ گئے تو دیکھ لیا ورنہ کسی کی طرف دیکھتے بھی نہیں تھے۔ جس آدمی کی
[بی]وی کو شفا ملی، باباجی اس کی بیٹھک نما گھر میں قیام فرماتے تھے۔ اس گاؤں میں ستر فیصد آبادی روحانیت کے خلاف تھی۔
[بہ]ت کم لوگ باباجی کی عزت کرتے، اطراف کے اکثر دیہات میں باباجی کی شہرت آہستہ آہستہ پھیل رہی تھی۔ بزرگوں
[...] والوں کو پتا چلتا تو وہ عقیدت سے ملنے آتے تو گاؤں کا وہ طبقہ جو بزرگوں کے خلاف تھا وہ اکثر اعتراض اور
[آنے] والوں کو بھی تنگ کرتے۔ باباجی کی داستان سناتے سناتے وقت کا پتہ ہی نہیں چلا اور ہم باباجی کے گاؤں میں
داخل ہو گئے۔ گاؤں ایک ٹیلے پر تھا۔ گاؤں کی تنگ، ٹیڑھی میڑھی ناہموار گلیوں سے ہوتے ہوئے آخرکار ہم ایک
[بو]سیدہ مکان کے پاس جا کر رک گئے۔ کچا مکان کچی مٹی کی دیواریں جو بہت بوسیدہ ہو چکی تھیں، کا پرانا اور شکستہ دروازہ
کھول کر ہم ایک چھوٹے سے صحن میں داخل ہو گئے۔ صحن میں کیکر کے درخت کے تلے دو چار پائیاں اور چند مُوڑھے
[پڑ]ے تھے۔ سردیوں کے دن تھے۔ باباجی گرم چادر تانے سو رہے تھے اور دو دیہاتی آدمی آرام سے حقہ پی رہے تھے۔
ہم نے دونوں کو سلام کیا تو دونوں نے روایتی دیہاتی وضع داری کا اظہار کیا اور اٹھ کر گلے ملے اور ہم خالی چارپائی پر
[بیٹھ] گئے۔ میرے دوست کی دونوں دیہاتیوں سے آشنائی نظر آ رہی تھی۔ جس طرح تپاک سے دونوں ملے اور حال
احوال پوچھا اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ پہلے بھی آپس میں مل چکے ہیں۔ دونوں دیہاتیوں میں سے ایک یہ کہہ کر باہر

چلا گیا کہ میں چائے لے کر آتا ہوں اور دوسرے دیہاتی نے بابا جی کو اطلاع یا اٹھانے کی کوشش کی اور میرے دوست نے بابا جی کے پاؤں کی طرف بیٹھ کر ان کی ٹانگ اور پاؤں کو دبانا شروع کر دیا۔ میرے دوست کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ بابا جی کا بہت زیادہ عقیدت مند ہے کیونکہ اس کی آنکھوں، چہرے اور دبانے کے انداز سے بے پناہ عقیدت کا اظہار ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر تو بابا جی اسی طرح ہی بیٹھے رہے۔ پھر انہوں نے ہماری طرف کروٹ لی تو میرے دوست نے انہیں ادب سے سلام کیا اور میرا تعارف بھی کرایا کہ پروفیسر صاحب آپ سے مری سے ملنے آئے ہیں۔ بابا جی مری کے نام سے تھوڑے سے چوکنے ہو گئے اور بابا لال شاہ اور پیر مہر علی شاہ صاحب کا ذکر بڑے احترام سے کرنے لگے۔ بابا جی کا قد تقریباً ساڑھے چھ فٹ کے قریب لگ رہا تھا۔ جوانی میں یقیناً مضبوط اور پہلوانوں والا جسم ہوتا ہوگا۔ بابا جی کی داڑھی مبارک، سر کے بال اور جسم کے خدوخال سے لگ رہا تھا کہ بابا جی نے سالوں سے اپنا خیال رکھنا چھوڑ دیا ہے۔ بابا جی کا جسم اور کپڑے واضح طور پر عدم توجہ کا اظہار کر رہے تھے۔ ایک عجیب سی بے ترتیبی اور پراسراریت کا احساس ہو رہا تھا۔ بابا جی کے پورے سراپے سے ایک مخصوص تاثر ابھر رہا تھا کہ بابا جی نارمل انسان نہیں لگ رہے تھے۔ ان میں کوئی انوکھی بات یا کشش تھی جو مدِمقابل کو اپنے سحر میں لے لیتی تھی۔ وہ نارمل اور ابنارمل کا عجیب امتزاج نظر آ رہے تھے۔ ان کے چہرے کے تاثرات اور آنکھوں میں روحانیت اور ہیبت کا پراسرار تاثر ابھر رہا تھا۔ میں ان کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے جب غور سے میری آنکھوں میں جھانکا تو میرے جسم نے ایک جھرجھری سی لی اور مجھے لگ رہا تھا کہ ان میں کچھ خاص ہے۔

میرا دوست بابا جی کو دبا رہا تھا اور میں دونوں کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک دو دیہاتی لڑکے اندر آئے۔ ان میں سے ایک بہت غصے میں لگ رہا تھا۔ اس نے سونے کی انگوٹھیاں اور گلے میں سونے کی چین پہنی ہوئی تھی۔ وہ پان کھا رہا تھا۔ گلے میں سونے کے کئی لاکٹ پہنے ہوئے تھے۔ بوسکی کا سلکی سوٹ ہاتھ میں راڈو کی گھڑی پاؤں میں زری کا سنہرا کھسہ پہنا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر تکبر اور غرور کے واضح تاثرات تھے۔ ایسے لوگ دیہات میں اکثر ہوتے ہیں۔ وہ یقیناً کسی چوہدری یا بڑے زمیندار کی اولاد تھا جو گاؤں کے غریبوں کو اپنے غلام سمجھتے ہیں۔

جس موٹر سائیکل پر ہم لوگ آئے تھے، وہ ہم دروازے کے باہر کھڑا کر آئے تھے۔ اس کا غصہ تھا کہ اس موٹر سائیکل نے لوگوں کا راستہ روکا ہوا ہے۔ اصل میں بہانہ بنا کر بابا جی یا ہماری بے عزتی کرنا چاہ رہا تھا۔ اسی دوران جو دیہاتی چائے لینے گیا تھا وہ بھی چائے پیالے میں لے کر آ گیا۔ اس نے آتے ہی اس لڑکے سے معافی مانگی کہ جناب مہمان آئے ہیں، ان کی موٹر سائیکل ہے، آئندہ ایسی غلطی پھر نہیں ہوگی۔ لیکن وہ جوان ماننے کے بجائے معاملے کو طول دے رہا تھا۔ اب وہ ہم دونوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ جناب آپ تو پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہیں۔ آپ اس پاگل بڈھے کے پاس کیا لینے آئے ہیں۔ جس بڈھے کو اپنی خبر اور ہوش نہیں ہے، وہ دوسروں کو کیا دے سکتا ہے۔ بڈھا بہت بڑا ڈراما باز ہے۔ اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، آپ اپنا وقت یہاں کیوں برباد کرنے آئے ہیں۔ میرے دوست نے اس نوجوان سے نرمی سے کہا کہ جناب یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ ہماری جو مرضی کریں، آپ کو اس میں دخل اندازی نہیں کرنی



چاہیے۔ یہ بات اس نوجوان کو بہت ناگوار گزری بلکہ اس کی شان میں شاید کوئی گستاخی ہو گئی ہو، وہ غصے سے آگ بگولا ہو کر بابا جی سے مخاطب ہوا اور بولا ''او پاگل بڈھے تجھے اپنی خبر تو ہے نہیں تو دوسروں کو کیوں بے وقوف بناتا ہے۔'' میرا دوست پھر بولا، بابا بہت بڑی ہستی ہیں۔ بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ نوجوان انتہائی حقارت آمیز لہجے میں بولا ''میرے بارے میں کوئی بات بتا، تاکہ میں بھی تجھے مان جاؤں۔'' بابا جی آرام سے لیٹے ہوئے تھے۔ نوجوان نے بابا جی کا ہاتھ پکڑ لیا اور اٹھا دیا۔ بابا جی اٹھ کر بیٹھ گئے۔ جاہل نوجوان باز نہیں آ رہا تھا۔ اچانک بابا جی بولے اور کہا ''میں تم کو نہیں جانتا۔ میں یہ جانتا ہوں کہ تو جس سے شادی کرنا چاہتا ہے وہ کسی اور سے شادی کرے گی اور تو اتنا کر کے اس شادی کو روک نہیں پائے گا۔ تیری زندگی میں ہی تیری منگیتر کسی اور کی دوہٹی بن کر چلی جائے گی اور تو کچھ نہیں کر پائے گا۔'' نوجوان تھوڑا سا گھبرا گیا لیکن وہ اب بھی ہمت ہارنے کو تیار نہیں تھا۔ اس نے ایک اور وار کیا اور کہا ''اگر تم پیر ہو تو بتاؤ کہ میری منگیتر کا نام کیا ہے تو میں یہ اپنی راڈو گھڑی تم کو ابھی انعام میں دے دوں گا۔'' بابا جی پورے آن میں تھے، وہ بولے ''اس لڑکی کا نام، اس کی ماں کا، باپ کا اور تمہارے ماں باپ کا یہ نام ہے اور کتے بے غیرت تو اُس نام کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔'' بابا جی نان سٹاپ بولے جا رہے تھے۔ اس کے گندے کرتوتوں اور کالے کرتوتوں کو سب کے سامنے کھلی کتاب کی طرح عیاں کرتے جا رہے تھے۔

پورے ماحول پر سناٹا طاری تھا۔ نوجوان کے چہرے سے تکبر، غرور غائب ہو چکا تھا بلکہ اب وہ شدید پریشان اور شرمندہ نظر آ رہا تھا۔ بابا جی ایک دم اُٹھے اور آسمان کی طرف منہ کر کے گھورنے لگے کچھ ایسی باتیں ان کے منہ سے نکل رہی تھیں جو میں یہاں بیان نہیں کر سکتا۔ وہ آسمان کی طرف منہ کر کے سورج کو گھور رہے تھے۔ بابا جی صحن میں موجود تمام لوگوں سے بے خبر سورج اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ بابا جی کا ٹرانسفارمر مکمل طور پر آن ہو چکا تھا۔ بابا جی اس وقت کن فیکون کے مقام پر تھے۔ بابا جی کا میزبان اس نوجوان کو پکڑ کر باہر چھوڑ آیا جو بہت شرمندہ اور گھبرایا ہوا لگ رہا تھا۔ اس کو باہر نکالنے کے بعد وہ ہمارے قریب آ گیا اور بولا ''اس وقت بابا فل جلال میں ہیں۔ اب بابا جی دو دھاری ننگی تلوار ہیں۔ اب یہ جو کچھ بھی کہیں گے، وہ پورا ہوگا۔'' بابا جی جس حالت میں تھے، وہ الفاظ میں نہیں بتائی جا سکتی۔ پتہ نہیں وہ رب ذوالجلال کے ساتھ کیا شکوے کر رہے تھے۔ کبھی اشارے کرتے، کبھی شکوہ کرتے۔ پتہ نہیں وہ غصے میں تھے کہ جلال میں، بہرحال وہ نارمل نہیں لگ رہے تھے۔ بابا جی ایک گھنٹے سے زیادہ اسی حالت میں رہے۔ پھر تقریباً بے جان ہو کر گرنے لگے تو دیہاتی نے ان کو پکڑ کر چارپائی پر لٹا دیا اور ان کے اوپر چادر ڈال دی اور ہمیں اشارے سے کہا کہ آپ لوگ باہر آ جاؤ، لہٰذا ہم لوگ بھی جو سکتے کے عالم میں تھے، بابا جی کو عقیدت اور محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے باہر آ گئے۔ کچھ دیر اس دیہاتی سے باتیں کرنے کے بعد ہم لوگ موٹر سائیکل پر بیٹھ کر اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس نوجوان نے کسی کو قتل کر دیا اور وہ جیل چلا گیا۔ وہ جیل میں ہی تھا تو اس کی منگیتر کی شادی کسی اور کے ساتھ کر دی گئی۔ اس نوجوان نے بابا جی کے پاس اپنے گھر والوں کو معافی کے لیے بھیجا اور خود بھی بار بار معافی کا پیغام بھیجا۔ جیل میں اُس سے ملنے جو بھی جاتا تو وہ رو رو کر ایک

ہی بات کرتا کہ مجھے باباجی سے معافی دلا دیں۔ میں نے ایک درویش سے بدتمیزی کی ہے۔ وہ اپنے کیے پر شرمندہ اور نادم تھا لیکن اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

# مجذوب کی تلاش

اہلِ نظر اور روحانی سالکین مجذوب کے مقام سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔ ویسے تو صوفی، ولی، درویش، قلندر تمام کے تمام اپنی اپنی شان میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں لیکن ''مجذوب'' سب سے الگ اور نرالی شان اور مقام کے مالک ہوتے ہیں۔

بہر حال یہاں پر مختصر یہ کہ جب کسی روحانی سالک پر تجلی وارد ہوتی ہے تو نور اور کرنٹ کی شدت سے سالک اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے یا توجہ اور کرنٹ کی زیادتی اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ سالک سے برداشت نہیں ہوتی یا ایسا روحانی سالک جو اِس دنیا اور اُس دنیا کے درمیان ہوتا ہے یا قطرہ جب سمندر کا حصہ بنتا ہے تو اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے۔ کیونکہ مجذوب فل آف کرنٹ ہوتا ہے۔ اِس لیے ننگی تلوار کی مانند ہوتا ہے جو منہ سے نکل گیا وہ پورا ہو گیا۔ کرنٹ کی زیادتی کی وجہ سے یہ لوگ اکثر شدید اضطراب میں ہوتے ہیں اور اُس جنونی اور اضطراری حالت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ موسموں کے اثرات سے بھی آزاد ہوتے ہیں۔ اہلِ نظر بزرگوں کے بقول کیونکہ یہ لوگ ننگی تلوار اور کن فیکون کے مقام پر ہوتے ہیں اِس لیے ان سے دور ہی رہنا چاہیے اور اِن سے پنگا لینے والی حماقت تو کبھی بھی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اِن کی بددعا سے آپ کی آنے والی کئی نسلیں برباد ہو سکتی ہیں اور اِن کی دعا سے کئی آنے والی نسلوں کے بھاگ جاگ جاتے ہیں۔

اِن کی طاقت کا اندازہ ایک چھوٹے سے واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں کئی بار بابا یوسف کی خدمت کرنے اور صحبت میں بیٹھنے کا اعزاز حاصل ہے وہ بھی اکثر جذب کے عالم میں ہوتے تھے۔

ایک دن میں اُن کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور اُن کے پاؤں، بہت احترام، شوق اور محبت سے دبا رہا تھا اور اُن کو انگور بھی کھلا رہا تھا کیونکہ وہ انگور اور گلاب جامن شوق سے کھاتے تھے کہ چند لوگ ایک نوجوان کو پکڑ کر لائے، انہوں نے اس نوجوان کے بازو باندھے ہوئے تھے۔ اُن کے بقول یہ پاگل یا مجذوب ہے اور بغیر کپڑوں کے ننگا پھرتا رہتا ہے۔ جب بابا یوسف کو یہ بات بتائی گئی تو آپ مسکرائے، آپ سر کار لیٹے ہوئے تھے۔ یہ سن کر آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آنے والوں کو کہا کہ اِس کے بازو کھول دو، اُنہوں نے ایسا ہی کیا تو بابا یوسف اٹھ کر اُس کے پاس گئے پہلے تو وہ نوجوان بے چین ہو کر بھاگنے لگا لیکن پتہ نہیں بابا یوسف کی نظر میں کیا تاثیر تھی، باباجی بولے نہیں پتر آرام سے بیٹھو۔ وہ نوجوان پہلے تو حیران ہو کر باباجی کو دیکھتا رہا پھر آہستہ آہستہ نارمل ہوتا گیا تو باباجی نے اُس کو کپڑے بھی پہنائے اور کہا اب تم بڑے ہو گئے ہو لہٰذا اب کپڑے نہیں اتارنا۔ اُس نوجوان کا جنون اور پاگل پن ختم ہو چکا تھا۔ لہٰذا اُس کے گھر والے اس کو لے کر چلے گئے۔ بعد



بالکل ٹھیک ہو چکا کہ اُس دن کے بعد اُس نے کپڑے نہیں اتارے اب وہ نارمل انسانوں کی طرح زندگی گزار رہا تھا۔

لیکن یہاں میں ایک اور مجذوب کا ذکر کرنے جا رہا ہوں۔

اُن دنوں میں مری میں تھا، جب اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں نابینے کو بینائی اور گونگے کو گویائی دی تو ہر طرف میری شہرت کا چرچا پھیلا ہوا تھا۔ بہت سارے بلکہ ہزاروں لوگ میرے پاس روزانہ آتے کیونکہ مری کی آبادی روحانیت اور بزرگوں کو نہ ماننے والی ہے اس لیے جہاں بہت سارے لوگ میرے پاس آ رہے تھے وہاں پر بہت سارے لوگ میرے مخالف بھی ہو گئے تھے جو بعد میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مخالفت چھوڑ کر میرے قائل ہو گئے۔

ایک دن میں کالج میں بیٹھا سورج کی تپش کو Enjoy کر رہا تھا کہ ایک درمیانی عمر کا سادہ وضع قطع کا لوکل آدمی میرے پاس آیا اور کہا کہ پروفیسر صاحب! مجھے آپ سے کوئی کام نہیں ہے۔ بس چند منٹ آپ کا دیدار اور چند باتیں کر کے چلا جاؤں گا۔ میں کسی کام سے نہیں آیا۔ وہ ادب واحترام سے بات کر رہا تھا لہٰذا میں نے ساتھ پڑی کرسی پر اُس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اُس کی طرف متوجہ ہو کر کہا جناب حکم کریں، خیر سے ملنے آئے ہیں۔ تو وہ بولا جناب پروفیسر صاحب میں اِدھر مری میں دکاندار ہوں۔ میرے پاس دو دو دکانیں ہیں اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کسی بھی چیز کی کمی نہیں ہے۔ بچے بھی سکولوں میں پڑھ رہے ہیں اور میں ایک خوشحال اور مطمئن زندگی گزار رہا ہوں۔ جب سے وہ اندھا بچہ دیکھنے لگا ہے تو ہر گلی اور دکان اور جگہ پر آپ ہی کی باتیں ہوتی ہیں۔ اکثریت آپ کی معترف اور حمایتی ہیں اور کچھ شر پسند لوگ آپ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ کیونکہ میں مقامی ہوں اور میری یہاں پر برادری ہے اس لیے اگر آپ کو کوئی زیادہ تنگ کرے تو آپ مجھے اپنا بھائی سمجھ کر آواز دینی ہے۔ کیونکہ آپ یہاں پر پردیسی ہیں اس لیے میں انشاء اللہ ہر مشکل گھڑی میں آپ کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔ میرے کچھ دوست آپ کے پاس آتے ہیں اس لیے میں اُن سے آپ کے بارے میں تمام معلومات لے چکا ہوں کہ آپ یہ سب کچھ خدمتِ خلق کے تحت کر رہے ہیں اس لیے ہم تمام دوست آپ کے ساتھ ہیں۔ پروفیسر صاحب میں بھی مری والوں کی طرح ایک وقت تھا جب میں بھی کسی بزرگ ولی کو نہیں مانتا تھا۔ لیکن پھر میری زندگی میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ مجھے ماننا پڑا کہ ولی اور بزرگ اللہ تعالیٰ کے دوست اور نمائندے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اِن کو بہت بلند مقام اور قوتیں دی ہوتی ہیں۔

اُس نے جو واقعہ سنایا وہ قارئین کی نذر ہے تا کہ آپ کو بھی مجذوب کے مقام اور روحانی تصرف کا اندازہ ہو سکے۔

پروفیسر صاحب آج سے دس سال پہلے میں اسلام آباد میں ایک سرکاری محکمے میں جاب کرتا تھا اور بزرگوں کو بالکل بھی نہیں مانتا تھا بلکہ جہاں بھی کوئی بابا یا بزرگ دیکھتا اُس کی بے عزتی اور گستاخی کرتا۔ آج جب مجھے وہ وقت یاد آتا ہے تو بہت دکھ اور شرمندگی ہوتی ہے کہ میں کس جہالت اور نام نہاد غرور اور تکبر کا شکار تھا۔

اُن دنوں ابھی میری شادی بھی نہیں ہوئی تھی اور میں اسلام آباد نوکری کر رہا تھا۔ اکثر لنچ بریک پر میں اور میرا دوست کھانے کے لیے باہر آ جاتے۔ ایک دن اسی طرح بریک کے وقت ہم باہر آئے ہوئے تھے۔ ہم مارکیٹ کی طرف

جار ہے تھے کہ ایک جگہ پر ایک ہجوم لگا ہوا تھا۔ ابھی ہمارے پاس بھی وقت تھا لہٰذا ہم بھی وقت گزاری کے لیے [illegible]
طرف بڑھے۔ کافی زیادہ لوگوں کا مجمع تھا۔ سب لوگ کیوں جمع تھے اس کا پتہ نہیں تھا لہٰذا پتہ چلانے کے لیے کہ یہاں [illegible]
کیوں جمع ہیں ہم دونوں ہجوم کو چیرتے ہوئے آگے کی طرف بڑھے۔ آگے جا کر عجیب منظر دیکھا ایک پاگل مجذوب [illegible]
بیٹھا لوگوں کو گالیاں دے رہا تھا۔ کبھی وہ چپ ہو جاتا، کبھی ہوا میں کسی سے باتیں شروع کر دیتا۔ کچھ لوگ اُس کے [illegible]
والے لگ رہے تھے جو بہت عقیدت سے اُس کو دیکھ رہے تھے اور آپس میں سرگوشیاں بھی کر رہے تھے کہ بابا جی کے [illegible]
جو بھی نکل جائے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ بابا جی سیلانی طبیعت کے مالک ہیں۔ کبھی کبھی اِدھر کا چکر لگاتے ہیں اور چلے جا [illegible]
مہینوں غائب ہو جاتے ہیں پھر اِدھر کا چکر بھی نہیں لگاتے۔ کچھ دکاندار بابا جی کی کرامتوں سے واقف تھے آج [illegible]
اِدھر آئے تو اس لیے لوگ اکٹھے ہو گئے تھے۔ بابا جی کو اپنی بالکل خبر نہیں تھی۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا میں کسی سے [illegible]
کر رہے تھے۔ اب وہ سر جھکائے چُپ بیٹھے تھے۔ اُس کے کپڑے اور بالوں کی حالت بنا رہی تھی کہ بابا جی مہینوں [illegible]
سالوں سے نہیں نہائے۔

کیونکہ میں بالکل بھی بزرگوں کو نہیں مانتا تھا لہٰذا مجھے وہاں پر کھڑے تمام لوگوں کی عقل پر ماتم کرنے کو دل [illegible]
تھا کہ جس انسان کو اپنی خبر نہیں اور جس کو پاکیزگی اور طہارت کا بھی پتہ نہیں وہ کسی کو کیا کچھ دے سکتا ہے۔ یہ تو ایک پاگل [illegible]
مجنوں شخص ہے جو اپنے حال سے بھی بے خبر ہے۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک بابا جی نے سر کو اُوپر اٹھایا اور میری طرف [illegible]
قہر آلود غصے والی نظروں سے دیکھنے لگا اور با آواز بلند میرا نام لے کر کہا کہ اِدھر آؤ تم مری سے آئے ہو۔ تمہارے باپ [illegible]
نام ہے اور تم اس محکمے میں نوکری کرتے ہو۔ جب اُس نے یہ ساری باتیں کیں تو میرا تو ہوش ہی اڑ گیا کیونکہ میں تو اُن [illegible]
پہلی دفعہ دیکھ رہا تھا اور وہ میرے بارے میں سب کچھ جانتا تھا۔ میں اس کی روحانی قوت اور بزرگی کا قائل ہو چکا تھا [illegible]
دہشت زدہ ہو گیا تھا۔ اُس نے مجھے اشارے سے اپنی طرف بلایا اور کہا کہ میں پاگل نہیں ہوں۔ میں تمہارے بارے [illegible]
سب کچھ جانتا ہوں۔ وہ مجھے اپنی طرف بلا رہا تھا اور میں ڈر رہا تھا تو میرے دوست نے مجھے پکڑا اور بابا جی کے سا[illegible]
دھکیل دیا۔ میں جیسے ہی بابا جی کے قریب گیا تو انہوں نے مجھے گردن سے پکڑ کر نیچے کیا اور میری کمر پر دو چھڑیاں ماریں [illegible]
اُس کے ہاتھ میں تھیں اور پیچھے دھکا دے دیا اور کہا آج سے تمہاری نوکری ختم تم جتنی بھی کوشش کرو گے نوکری آج ہی [illegible]
پانچ سال کے اندر اندر تمہارے پاس دو دکانیں ہوں گی اور شادی کے بعد دو بیٹے ہوں گے۔ تیسری دکان لینے کی کوشش [illegible]
کرنا۔ جب بھی تیسری دکان لو گے نقصان ہوگا۔ جب یہ سب کچھ ہو جائے تو تمہیں پتہ چلے گا کہ فقیر لوگ پاگل نہیں ہو[illegible]
وہ سچے اور کھرے لوگ ہوتے ہیں۔ اتنی باتیں کرنے کے بعد وہ بابا جی پھر اپنی مجذوبیت اور پاگل پن میں چلے
گئے۔ میرے ساتھ جو کچھ پچھلے چند منٹوں میں ہو گیا تھا میں اِس کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھا۔ میں ہکا بکا بابا جی اور لوگوں [illegible]
دیکھ رہا تھا۔ میں شدید خوف اور دہشت کا شکار تھا۔ آہستہ آہستہ میرے حواس نارمل ہوئے تو اپنے دوست کے ساتھ اپنے
دفتر کی طرف چل پڑا۔ دفتر جاتے ہی پہلا جھٹکا لگا۔ میرے باس نے میرے ساتھ بدتمیزی کی اور میں بھی الجھ پڑا تو مجھے
کھڑے کھڑے نوکری سے برطرف کر دیا گیا۔ میں نے بہت معافیاں مانگیں لیکن باس راضی نہ ہوا۔ دو تین دن تو میں اپنا



[illegible] کی کوشش کرتا رہا پھر گھر والوں کے خوف سے کراچی چلا گیا۔ کراچی جا کر منڈی میں مزدوری شروع کی۔ ایک
[illegible] مل گیا۔ اُس نے اپنا بیٹا بنا لیا۔ تین سال میں میرے پاس کافی پیسے جمع ہو گئے۔ واپس آ کر ایک دکان لی اور گھر
[illegible] شادی بھی کر دی۔ دو سالوں میں اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے بھی دے دیئے اور اتنے پیسے اور کہ ایک اور یعنی دوسری
[illegible] لے لی۔ پانچ سال پہلے میں واپس مری واپس آ گیا۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے میرا خوب کاروبار چلایا اِس دوران
[illegible] تیسری دکان لے کر کام کرنے کی کوشش کی تو گھاٹا کھایا لہٰذا اب تیسری دکان سے توبہ کر لی ہے۔

واپس آنے کے بعد میں کئی بار اسلام آباد اُس جگہ پر بابا جی کی تلاش میں جا چکا ہوں اور وہاں پر اہلِ بازار سے
[illegible] پوچھ چکا ہوں لیکن وہ کہتے ہیں کہ تین سال سے بابا جی اِدھر نہیں آ رہے۔

کراچی سے واپس آنے کے بعد مجھے جب بھی کسی پیر، فقیر یا مجذوب کا پتہ چلتا ہے میں بابا جی کے لالچ میں
[illegible] کہ شاید میری دوبارہ بابا جی سے ملاقات ہو جائے لیکن میری نظریں ترس گئی ہیں اُس عظیم بزرگ کے دیدار کے
[illegible] کے منہ سے نکلی ہر بات پوری ہوئی۔ اُس نے جو کہا بالکل ویسے ہی ہوا۔

میں بے شمار میلوں اور مزاروں پر جا چکا ہوں لیکن مجھے بابا جی نہیں ملے۔ پتہ نہیں میری تلاش کب ختم ہو گی اور
[illegible] بابا جی سے مل سکوں گا۔

# بزرگوں سے فیض کیسے ملتا ہے؟

میں تلاشِ حق کے لیے بے شمار لوگوں، بزرگوں، درویشوں سے ملا ہوں اور ربِ ذوالجلال نے ہمیشہ میری مدد
[illegible] کی اور مجھے ایسے ایسے گوہرِ نایاب اور شاندار اہلِ تصوف سے ملایا کہ میں ساری عمر بھی اپنا سر سجدے میں رکھ دوں تو
[illegible] نہیں کر سکتا کیونکہ ہر درویش، صوفی، مجذوب، قلندر کی اپنی ہی بہار اور مستی تھی، الگ ہی نشہ تھا۔ میں جن پر اسرار
[illegible] زیادہ ملا اور جنہوں نے سب سے زیادہ مجھ سے پیار کیا اور راستہ دکھایا بلکہ تربیت کی، اُن بزرگوں میں سے
[illegible] بھی تھے۔ یہ اپنے مزاج کے الگ ہی درویش تھے۔ اپنا ہی مزاج اور موڈ، دنیا سے مکمل کنارہ کش ہو چکے
[illegible] روحانی طور پر بہت بلند مقام اور اہلِ تصرف میں سے تھے۔ اکثر کُن فَیکون کے مقام پر ہوتے تھے۔ میں نے بہت
[illegible] بزرگوں کو اُن کے ہم پلہ پایا۔ وہ سالکین جو راہِ حق کے مسافر اور تلاش کے سفر پر چل رہے ہیں اُن کے لیے بہت
[illegible] اسرار و رموز کے جوابات بھی بابا جی کے حالات میں مل جائیں گے اور یہ بھی کہ اہل اللہ سے فیض یا دعا کیسے لی
[illegible] اور ان شہنشاہوں کے قریب کیسے ہوا جا سکتا ہے۔ اِن کو منایا کیسے جا سکتا ہے۔

[illegible] میرے بہت ہی ابتدائی دنوں کی بات ہے جب میں پامسٹری اور علمِ نجوم میں پڑا ہوا تھا اور نیا نیا روحانیت اور
[illegible] کی طرف آیا تھا اور مجھے روحانیت، تصوف اور اہل اللہ بزرگوں کا بالکل پتہ نہیں تھا۔ آپ لوگ اچھی طرح سے
[illegible] ہیں کہ جو لوگ بھی روحانیت میں ہیں اور لوگ مسائل کے لیے ان کے پاس آتے ہیں تو بنیادی مسائل میں ایک بڑا

مسئلہ حُب کا ہوتا ہے۔ مثلاً میاں بیوی کی ناراضگی ہو جائے یا کوئی کسی سے شادی کرنا چاہتا ہے یا کسی بندے کو اپنی طرف متوجہ کرنا یا پیچھے لگانا۔ ہر عامل، فقیر ساری عمر اسی تلاش میں رہتا ہے کہ کسی طرح مجھے حُب کا ایسا عمل مل جائے کہ میں جس کو چاہوں اپنے پاس بلالوں اور اپنے پیچھے لگالوں کیونکہ حُب کے عمل کے بعد آپ تسخیر کے مالک ہوتے ہیں اور زمانہ آپ کے پیچھے پیچھے۔ کوئی افسر تنگ کرتا ہے یا کوئی ظالم تو ایسے معاملات میں عاملین، حضرات حُب کے عمل کو استعمال کرتے ہیں۔

جب اپنے ابتدائی دنوں میں مَیں بھی بہت سارے بزرگوں بابوں سے ملا تو ہر کوئی حُب یا عملِ محبت کی تلاش میں تھا اور مجھے بھی جلد ہی اس بات کا احساس ہو گیا کہ آستانے یا پیری فقیری کی اصل جان عملِ حُب ہے۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ محبت کا عمل کہاں سے ملے۔ اب میں نے نام نہاد بابوں کے پاس جا کر عملِ محبت کی فرمائش شروع کر دی۔ ہر بابے نے خوب ذلیل کیا اور کوئی نہ کوئی عمل بھی دیا اور کیونکہ میں نوجوان تھا جسم میں جان تھی پاگلوں کی طرح اس عمل کے پیچھے ایک بابے سے دوسرے بابے کی منتیں کر رہا تھا۔ کیونکہ زیادہ تر بابے لالچی اور دنیا دار ہوتے ہیں اُن بابوں کی مالی مدد اور مطالبے بھی پورے کرتا لیکن کہیں سے عملِ حُب نہ ملا۔ میں اِسی بھاگ دوڑ میں تھا اور ہمیشہ کی طرح میرے سوہنے ربّ پاک کو مجھ پر ترس آیا اور مجھے عملِ حُب کے استاد بابا اللہ دتہ صاحب سے ملایا۔ میں ان دنوں مری میں ہی تھا کہ میرے ایک پروفیسر دوست نے فون کیا کہ میرا ایک کزن ہے اس کی نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ وہ اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ مری آنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں بھیج دو تو وہ میاں بیوی میرے پاس آ گئے۔ دونوں کو دیکھ کر مجھے Real جھٹکا لگا، بیوی بہت ہی نوجوان اور خوبصورت اور میاں صاحب انتہائی عام شکل وصورت کے۔ جب مجھے یہ پتہ چلا کہ خاوند صاحب میٹرک پاس اور کلرک ہیں اور دلہن MBBS ڈاکٹر ہیں تو میری حیرت سو گنا بڑھ گئی۔ سب سے اہم بات میاں بیوی بہت خوش تھے اور باتوں کے دوران پتہ چلا کہ دلہن بہت خوش ہے اور اُسے اِس شادی کا کوئی ملال یا پچھتاوا نہیں ہے بلکہ بیوی کے رویے سے لگ رہا تھا کہ وہ بہت خوش ہے کیونکہ دلہن کے چہرے پر قوسِ قزح کے رنگ بکھرے تھے۔ اس کی ہر ادا سے خوشی اور سرشاری چھلک رہی تھی۔ شاید میں بھی خاوند کے مقدر پر رشک یا حسد کرنے لگا تھا۔ میں نے دونوں کو الگ کمرہ دے دیا کیونکہ اُن دنوں موبائل فون ابھی نیا نیا تھا۔ عام لوگوں کے پاس ابھی موبائل فون نہیں تھے۔ خاوند صاحب رات کو میرے کمرے میں آئے کہ پروفیسر صاحب میں نے اپنے مرشد پاک کو فون کرنا ہے کیونکہ باہر بہت بارش ہو رہی ہے اِس لیے میں مال روڈ پر نہیں جا سکتا لہٰذا برائے مہربانی مجھے ایک فون کرا دیں۔ جب میں نے نمبر ملا کر دیا تو وہ کسی سے بات کرنے لگا کہ بابا جی کو جا کر بتا دینا ہم خیریت سے پہنچ گئے ہیں اور آپ کی دعاؤں کے طلبگار ہیں۔ وہ اپنے کسی دوست سے بات کر رہا تھا کہ بابا جی کو جا کر پیغام دے دو۔ بابا جی کے نام پر میرے کان بھی کھڑے ہو چکے تھے۔ اُس کی جب بات ختم ہوئی تو میں نے پوچھا بابا جی کے گھر فون نہیں لگا آپ ڈائریکٹ اُن کو کر لیں۔ تو وہ بولا وہ درویش آدمی ہیں اور ابھی ان کے گاؤں میں فون لگا بھی نہیں۔ کیونکہ اُن دنوں میں بھی بابوں کی تلاش میں تھا۔ اِس لیے خاوند صاحب سے بابا جی کے بارے میں پوچھا تو وہ تو پہلے ہی بابا جی کے نشے میں تھا شاید، بابا جی کے واقعات اور کرامات بتانا شروع کر دیں اور بولا: پروفیسر صاحب! ایک کلرک سے ڈاکٹر لڑکی کبھی شادی کر سکتی ہے بھلا، یہ صرف بابا جی کی دعاؤں سے ہی ممکن ہوا ہے، ورنہ میں کہاں اور ڈاکٹر لڑکی کہاں،



[illegible] بابا جی کا کمال ہے۔ میرے پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ میں ایک ہسپتال میں کلرک ہوں۔ یہ میری بیگم نئی نئی میرے [illegible] میں آئی۔ میری ڈیوٹی اِس کے ساتھ لگی۔ یہ بہت مغرور اور خود سر ڈاکٹر تھی۔ میں نے غلطی سے ایک دن مذاق کر دیا۔ [illegible] تو آسمان سر پر اٹھالیا اور مجھے بہت زیادہ تنگ کرنے لگی۔ میں نے معافی بھی مانگی لیکن مجھے معافی نہ ملی یہاں تک کہ [illegible] نوکری بھی خطرے میں پڑ گئی۔ لہٰذا میں نے کئی سفارشیں بھی کرائیں لیکن ڈاکٹر صاحبہ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ لہٰذا اب میں [illegible] گنڈے، دم جھاڑے کی طرف آ گیا اور بابوں کے پاس جانا شروع ہو گیا۔ اِسی دوران میرا ایک کزن جو بابا جی کا پرانا [illegible] مجھے بہت پریشان دیکھ کر بابا اللہ دتہ صاحب کے پاس لے گیا۔ اِس طرح میری بابا اللہ دتہ صاحب سے پہلی [illegible] ہوئی۔ بابا جی نے ایسی محبت اور پیار کیا کہ ڈاکٹر صاحبہ نفرت اور غصہ چھوڑ کر ایسی مہربان ہوئیں کہ اللہ تعالیٰ نے [illegible] ڈاکٹر صاحبہ سے شادی کرا دی۔ اگر کوئی بیوی ناراض ہو کر بیٹھ جائے یا شوہر تنگ کرتا ہو تو بابا جی کے عمل سے مسئلہ حل [illegible] ہے اور بہت سارے گھر اجڑنے سے بچ گئے۔ کیونکہ خاوند صاحب کو بابا جی سے فیض مل چکا تھا اِس لیے وہ بابا جی کی [illegible] اور واقعات عقیدت و احترام سے سنا رہا تھا۔ کیونکہ اُن دِنوں میں بھی عملِ حُب کی تلاش میں تھا لہٰذا اِن میاں بیوی [illegible] میرے پاس آنا مجھے اللہ تعالیٰ کی خاص مدد لگی۔ میں نے اُس سے درخواست کی کہ میں نے تمہارے بابا جی سے ملنا ہے۔ [illegible] کہا بابا زمینداری کرتے ہیں اور بہت زیادہ موڈی ہیں۔ دل کرے تو ملتے ہیں ورنہ نہیں۔ میں جا کر اُن سے بات [illegible] گا اگر وہ مان گئے تو میں ضرور ملاؤں گا۔ چند دنوں بعد وہ دونوں خوشی خوشی واپس چلے گئے اور میں شدت سے بابا اللہ [illegible] صاحب کی اجازت کا انتظار کرنے لگا۔ آخر ایک روز مجھے فون آیا کہ پروفیسر صاحب آپ فلاں دن فلاں جگہ پر [illegible] آجائیں۔ میرے لیے یہ خبر عید کے چاند کی طرح تھی۔ میں خوشی خوشی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچ گیا۔ بابا جی کا خاوند مرید میرے [illegible] انتظار میں تھا لہٰذا ہم خوشی خوشی بابا جی کے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ بابا جی کا گاؤں مری سے 400 کلومیٹر کے فاصلے پر [illegible] راستے میں مجھے پتہ چلا کہ بابا جی نے دو شادیاں کی ہوئی ہیں اور بابا جی زمینداری کرتے ہیں۔ میں خوشی، تجسس اور [illegible] سے گاؤں کی طرف جا رہا تھا۔ بابا جی کا گھر گاؤں کے شروع میں ہی تھا۔ ہم جا کر بابا جی کی بیٹھک میں بیٹھ گئے۔ [illegible] ایک پرانی چٹائی نما جانماز بچھی تھی۔ اس پر مٹی کا پیالہ اور ایک ہزار دانوں والی تسبیح بھی پڑی تھی۔ اگر بتیوں کی خوشبو [illegible] ہوئی تھی اور حقہ بھی پڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک 50 سال کا انسان اندر داخل ہوا۔ مجھے لگا بابا جی کا کوئی عزیز ہے [illegible] میرے ساتھ آنے والے نے دوڑ کر بابا جی کو سلام کیا اور ہاتھ چومے اور مجھے کہا بابا جی آ گئے۔ مجھے حیرت جس بات پر [illegible] یہ کہ بابا جی کی داڑھی نہیں تھی اور وہ دھوتی کرتے میں ملبوس تھے اور سر پر گاؤں کی سادہ پگڑی بھی تھی جبکہ میں داڑھی [illegible] چولے اور منکوں والے بابا جی انتظار کر رہا تھا۔ بابا جی نے آتے ہی حقہ پینا شروع کر دیا اور میری طرف معنی خیز [illegible] میں مسکراتے ہوئے دیکھا اور بولے "سنا ہے مری میں بہت ٹھنڈ پڑتی ہے۔" بابا جی کی شخصیت ایسی تھی کہ میں بہت [illegible] مرعوب ہو گیا تھا۔ میرے دل میں یہ خیال آ رہا تھا کہ بابا جی میری ہر بات سے واقف ہیں۔ اِسی دوران گڑ والی چائے [illegible] پیالوں میں جو ہم نے پینی شروع کر دی۔ اِسی دوران کوئی مریضہ آ گئی جس کو شدید دورہ پڑا ہوا تھا۔ وہ جیسے ہی کمرے [illegible] داخل ہوئی بابا جی نے کہا وہ گھڑا پڑا ہے اس میں سے اس کو پانی پلاؤ۔ انہوں نے پانی پلایا اور منہ پر چھینٹے بھی مارے،

خوشگوار حیرت اس وقت ہوئی جب مریضہ چند لمحوں میں ہی ٹھیک ہوگئی۔ حیرت والی بات یہ تھی کہ باباجی نے کوئی پڑھائی دم بھی نہیں کیا۔ صرف دیکھا اور مریضہ ٹھیک ہوگئی۔ بعد میں بھی میں نے کئی بار یہ مشاہدہ کیا کہ جو بھی مریض آتا باباجی کہا اُس گھڑے سے پانی پی لو اور جاؤ۔ بعد میں مَیں نے یہ بھی محسوس کیا کہ باباجی لوگوں سے بالکل نہیں ملتے تھے بلکہ گھر میں ہوتے ہوئے کہہ دیتے کہ میں گھر پر نہیں ہوں۔ دنیا سے مکمل کنارہ کشی کی ہوئی تھی۔ تھوڑی سی زمین اور چند مویشی پال رکھے تھے اور بہت چند مرید تھے جن کو آنے کی اجازت تھی۔ میرے ساتھ آنے والے مرید نے باباجی سے کہا کہ پروفیسر صاحب آپ کے مرید ہونے آئے ہیں۔ آپ کی شاگردی میں آنا چاہتے ہیں۔ باباجی بولے میں نے مرید بنانا کر دیئے ہیں۔

نہ ہی یہ میرا مرید ہے۔ لیکن میری بہت زیادہ منت سماجت کے بعد باباجی نے کہا چلو جا کر یہ سبق پڑھو تمہارا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ یہاں میں ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ جب روحانی مسافر شروع شروع میں اس لائن کی طرف آتے ہیں تو نشے کی طرح وظائف کا جنون ہوتا ہے۔ جدھر سے بھی کوئی الٹا سیدھا وظیفہ ملتا ہے شروع کردیتے ہیں لہٰذا میں نے بھی خوشی خوشی جا کر وظیفہ شروع کردیا۔ 41 دن کا وظیفہ تھا جو میں بعد نماز عشاء شرائط کے ساتھ کرتا۔ میں پورے جوش، محبت اور ولولے کے ساتھ مری کی یخ ٹھنڈی اور تاریک راتوں میں باباجی کا بتایا ہوا عمل کررہا تھا۔ خدا خدا کرکے 41 دن پورے ہوئے تو میں نے باباجی کے بتائے ہوئے طریقے پر استعمال کیا تو کچھ بھی نہ ہوا۔ میں پریشانی میں باباجی کے پاس گیا کہ باباجی میں نے آپ کا بتایا ہوا عمل کیا لیکن اُس میں سے کوئی بھی فرق نہیں پڑا۔ باباجی بولے کس طرح پڑھا ہے۔ میں نے بتایا تو بولے اونہیں یہ تم نے غلط پڑھا ہے جاؤ اور اب اس طرح پڑھو۔ لہٰذا میں خوشی خوشی جا کر پھر 41 دن پڑھتا رہا۔ نتیجہ پھر صفر۔ باباجی کے پاس گیا باباجی بولے کس طرح پڑھا۔ میں نے بتایا تو بولے پروفیسر تم کو عقل نہیں اس طرح نہیں پڑھنا اِس طرح پڑھو۔ میں دبی زبان میں بولا باباجی آپ نے اسی طرح کہا تھا۔ باباجی بولے نہیں تم غلط کہہ رہے ہو۔ جاؤ اور اس طرح پڑھو۔ میں نے جا کر پھر پڑھنا شروع کردیا۔ جب وظیفہ پورا ہونے میں 2 دن رہ گئے تو باباجی کے مرید کا فون آیا کہ پڑھنا بند کردو۔ میں پھر پریشان ہوکر باباجی کے پاس گیا۔ باباجی گھر پر ہی تھے اور کہا کہ پروفیسر کہو 10 دن بعد آئے ابھی میں مصروف ہوں۔ میں دس دن بعد جب گیا تو باباجی ملے اور بولے ابھی میں فری نہیں ہوں جاؤ اور 10 دن بعد آؤ۔ میں پھر خاموشی سے واپس مری آگیا۔ 10 دن بعد پھر باباجی کے پاس گیا تو باباجی بولے جاؤ شہر اور یہ بل جمع کرادینا اور یہ چیزیں لیتے آنا۔ میں نے باباجی کے حکم کی تعمیل کی۔ باباجی نے کہا جاؤ اور 5 دن بعد آنا۔ میں پھر گیا۔ باباجی بولے میرے خاندان میں کسی لڑکی کی شادی ہے مجھے 10 ہزار روپے دو میں واپس مری گیا اور پیسے لاکر باباجی کو دے دیئے۔ میرا خیال تھا باباجی پیسے لے کر مجھ سے راضی ہوکر مجھے میرا مطلوبہ عمل دے دیں گے۔ باباجی نے کہا کہ پروفیسر صاحب جاؤ اور نوچندی جمعرات کو آنا۔ میں چلا گیا اور بابا کے بتائے ہوئے دن پھر باباجی کے گھر پر پہنچ گیا۔ باباجی لیٹے ہوئے تھے۔ میری طرف دیکھا بھی نہیں اور بولے میری طبیعت خراب ہے جاؤ پھر کسی دن آنا۔ میں نے پوچھا کب۔ تو بولے جب میں کہوں گا اُس دن آجانا۔ میں پھر واپس آگیا۔ یہاں میں ایک بات کا ذکر ضرور کروں گا کہ میں کئی مہینوں



باباجی کے پاس آرہا تھا اور باباجی مجھے واضح طور پر ٹرخا رہے تھے لیکن مجھے کبھی بھی غصہ یا مایوسی نہیں ہوئی بلکہ میرا پیار باباجی سے بڑھتا جارہا تھا۔

ایک دن میں باباجی کے بلاوے پر گیا تو باباجی کھیتوں میں کام کررہے تھے۔

باباجی بولے پروفیسر صاحب سنا ہے تمہارے پاس بہت سارے بڑے لوگ ہاتھ دکھانے آتے ہیں۔ یہ لے جاؤ اور میرے عزیز کا مسئلہ حل کراؤ اور باباجی نے کچھ پیسے بھی مانگے جو میں نے دے دیئے۔

اسی طرح میں باباجی کے پاس بار بار جاتا رہا۔ باباجی کبھی ملتے اور کبھی نہ ملتے۔ اکثر کہتے واپس جاؤ پھر کسی دن آنا اور میں ہر بار باباجی کے کہنے پر چلا جاتا۔ کبھی بحث یا گستاخی نہیں کی۔ باباجی اکثر مجھے کہتے پروفیسر تم کو میرے اوپر غصہ نہیں آتا' میں کہتا نہیں باباجی۔ تو وہ حیرت کا اظہار کرتے۔ اِسی طرح مجھے باباجی کے پاس جاتے ہوئے ایک سال کا عرصہ ہو گیا تھا اور میری جھولی بے شمار وظائف کرنے کے باوجود خالی تھی۔ مجھے خود بھی پتہ نہیں تھا کہ میں کیوں بار بار باباجی کے پاس جاتا ہوں۔ شاید باباجی عملِ محبت کے عامل تھے۔ انہوں نے مجھے بھی اپنے پیچھے لگالیا تھا کہ میں ایک سحر زدہ کی طرح لٹوؤں کی طرح باباجی کی طرف جاتا اور میرا دل کہتا کہ باباجی اصل اور نیک بزرگ ہیں۔ مجھے ایک نہ ایک دن باباجی سے کچھ ضرور ملے گا۔

## باباجی کو ترس آ ہی گیا

مجھے باباجی کے پاس آتے ہوئے ایک سال سے زیادہ کا عرصہ ہوگیا تھا۔ میں کافی سارے پیسے اور تحفے تحائف بھی باباجی کی نذر کرچکا تھا لیکن میری جھولی ابھی بھی خالی کی خالی تھی۔ آخر میرے ربّ پاک اور باباجی کو مجھ پر ترس اور رحم آ گیا۔

ایک دن باباجی کے بلانے پر میں باباجی کے گاؤں پہنچ گیا۔ باباجی مجھے گاؤں سے باہر اپنے کھیتوں میں ہی مل گئے۔ میں سلام کرکے باباجی کے پاس بیٹھ گیا اور گلاب جامن باباجی کے سامنے رکھ دیئے جو وہ شوق سے کھاتے تھے۔ باباجی میری طرف غور سے دیکھ رہے تھے۔ کافی دیر دیکھنے کے بعد بولے پروفیسر تم تھکتے نہیں' بار بار مجھ سے کیا لینے آتے ہو۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ میں ایک ناکام اور بے کار آدمی ہوں۔ میرے پاس تم کیوں بار بار آتے ہو نہ آیا کرو۔ میں نے بہت کوشش کی کہ تم بھاگ جاؤ میرے پاس نہ آؤ لیکن پتہ نہیں تم کس مٹی کے بنے ہو بار بار آجاتے ہو۔ آج میں خود تم سے کہتا ہوں کہ آج کے بعد تم نے میرے پاس نہیں آنا۔ میں ایک جھوٹا اور فراڈی آدمی ہوں۔ میرے پاس فقیری تو کیا فقیری کی خوشبو یا ذرہ بھی نہیں جاؤ کسی اور کو ڈھونڈو۔ میرے پاس تم نے آج کے بعد نہیں آنا۔ اپنا وقت برباد نہ کرو۔ میں تم کو کچھ بھی نہیں دے سکتا نہ ہی میرے پاس کچھ ہے۔ باباجی یہ کہہ کر بغور میرے چہرے کے تاثرات دیکھ رہے تھے لیکن میں اب بھی عقیدت اور احترام سے باباجی کو دیکھ رہا تھا۔ آخر میں بولا باباجی! آپ کا حکم سر آنکھوں پر میں آج کے

بعد پیری فقیری یا درویشی وغیرہ کے چکر میں نہیں آؤں گا۔ شاید یہ میرے مقدر میں ہی نہیں ہے۔ میں بلا وجہ آپ کو بھی آ کر تنگ کرتا ہوں لیکن بابا جی میں کیا کروں آپ کو دیکھ کر مجھے سکون اور راحت ملتی ہے۔ مجھے صرف ایک اجازت دیں کہ میں روحانیت یا عملِ حُب کے لیے نہیں آؤں گا صرف آپ کا دیدار اور ملنے کبھی کبھی آیا کروں گا۔ صرف مل کر دیکھ کر چلا جایا کروں گا۔ میں نے عقیدت سے بابا جی کی ٹانگوں کو چھوا اور ہاتھوں کو چوم کر بابا جی کو دیکھا۔ میری آنکھوں میں آنسو بابا جی کو بھی نظر آ گئے تھے۔ بابا جی بولے او پروفیسر! رو کیوں رہے ہو۔ میں بولا بابا جی آپ سے جدائی کا دکھ اور آپ کو میرے آنے سے تکلیف ہوتی ہے اِس لیے آنکھیں نمناک ہو گئی ہیں۔

میں نے بابا جی کو سلام کیا اور واپسی کی طرف چل پڑا۔ ابھی میں تھوڑی دور ہی گیا ہوں گا کہ کوئی چیز میری کمر سے آ کر لگی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک شاپر لفافہ تھا جس میں کاغذات وغیرہ تھے۔ وہ بابا جی نے میری طرف پھینکے تھے۔ میں نے شاپر کھول کر دیکھا تو اس میں روپے تھے۔ میں نے سوالیہ نظروں سے بابا جی کو دیکھا تو بابا جی بولے پروفیسر تم لے آج تک جتنے بھی پیسے مجھے دیئے وہ یہ ہیں۔ یہ ساتھ لے جاؤ میں اتنا بھی غریب اور کمینہ نہیں کہ تیرے پیسے کھاؤں گا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ تم بھاگ جاؤ اور میرے پاس نہ آؤ لیکن تم بہت پکے اور ڈھیٹ ہو' باز نہیں آئے۔ جاؤ یہ اپنے پیسے لے جاؤ۔ میں نے پیسے بابا جی کو دینے چاہے لیکن بابا جی نے سختی سے منع کر دیا۔ لہٰذا میں نے روپے پکڑے اور واپسی کی طرف پھر چل دیا۔ ابھی میں تھوڑی دور ہی گیا ہوں گا کہ مجھے پھر بابا جی کی آواز آئی۔ او پروفیسر تمہیں یاد ہے میں نے پہلی بار جب تم آئے تھے تو تم کو کون سا وظیفہ دیا تھا۔ میں مڑ کر بولا جی بابا جی۔ وہ بولے آج رات جا کر 4100 بار نہیں صرف ایک تسبیح پڑھ لینا تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تم جس تلاش میں میرے پاس آئے تھے وہ تمہیں مل جائے گا اور ہاں کبھی غلط جگہ پر استعمال نہ کرنا اور کبھی کسی سے پیسے یا لالچ نہ کرنا۔ میرے پاس تمہارا بس اتنا ہی لنگر تھا جو تمہیں آج رات مل جائے گا۔ میں نے حیرت اور تجسس میں مری پہنچ کر رات کو وظیفہ شروع کیا ابھی آدھی تسبیح ہی کی ہو گی کہ تیز خوشبوئیں اور وزن کا احساس ہوا۔ صبح اٹھ کر میں نے استعمال کیا اور مثبت اثرات بھی آ گئے اور عملِ حُب میں اللہ پاک نے مجھے کامیابی دی۔ بزرگوں کی عقیدت' ادب واحترام میں ہی سب کچھ ہے۔ باادب بامراد' بے ادب بے مراد۔

# بابا اللہ دتہ اور گورو نانک جی

میری روحانی زندگی میں بہت سارے پراسرار بابے آئے جن میں بابا اللہ دتہ بھی شامل تھے۔ مری میں میرے ذکر اذکار' مجاہدے اور ریاضت جاری تھی کہ ایک رات میں بابا جی کا ذکر کر کے مراقبہ کر رہا تھا کہ مجھے لگا میں جائے نماز پر ہی سو گیا ہوں اور شاید مجھے نیند آ گئی تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا کمرہ دودھیا نور یا روشنی سے بھرا ہوا ہے اور اچانک پردۂ غیب سے بابا اللہ دتہ صاحب ایک بہت ہی نورانی بزرگ کے ساتھ میرے کمرے میں آئے ہیں۔ میں نے خوشی خوشی بابا جی کو سلام کیا۔ مجھے بہت خوشی ہو رہی تھی کہ بابا جی میرے کمرے میں آئے ہیں۔ میں نے بابا جی کا شکریہ ادا کیا کہ سرکار



[illegible] گھر تشریف لائے ہیں۔ بابا جی نے اپنے ساتھ آئے ہوئے بزرگ سے میرا تعارف کروایا اور ساتھ آئے [illegible] کے ہاتھ میں عصا (ڈنڈا) تھا۔ انہوں نے اپنا عصا میری طرف بڑھایا اور کہا یہ لو اِس کو اٹھاؤ۔ میں نے آگے بڑھ کر [illegible] عصا پکڑ لیا لیکن مجھے شدید حیرت اس وقت ہوئی جب میں نے پوری قوت لگائی لیکن میں عصا کو اٹھا نہیں سکا۔ میں [illegible] کوشش کی لیکن مجھ سے نہ اٹھایا گیا۔ تو وہ بزرگ بابا اللہ دتہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ تیرا بچہ ابھی نامکمل ہے، ابھی [illegible] اور ریاضت کی ضرورت ہے۔ اِسی دوران اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ کمرے کی خوشبو بتا رہی تھی کہ بابا اللہ دتہ اور [illegible] بزرگ ابھی ابھی یہاں سے گئے ہیں۔ میں ابھی تک خواب اور دونوں بزرگوں کے سحر میں تھا۔ ساری رات اِسی [illegible] میں گزر گئی کہ بابا جی کے ساتھ جو بزرگ تھے یہ کون تھے اور اِس خواب کا مطلب کیا ہے اور خوشی یہ تھی کہ بابا جی [illegible] خواب میں آئے' اپنا دیدار کرایا لیکن ساتھ بابا جی کون تھے۔ خدا خدا کر کے رات ختم ہوئی تو میں اگلے دن بابا اللہ دتہ [illegible] کہا۔ اب میرے دل میں یہ بھی وسوسہ تھا کہ بابا کو اِس خواب کا پتہ ہے یا نہیں۔ لیکن مجھے شدید خوشگوار حیرت [illegible] ہوئی جب بابا جی نے ملنے کے بعد کہا او ماسٹر! تم نے رات کو مجھے شرمندہ کرا دیا۔ تم سے ایک معمولی ڈنڈا نہیں [illegible] فقیری کا وزن کیسے اٹھاؤ گے۔ میں نے خوشی سے بابا جی کے ہاتھ پکڑ لیے اور بولا بابا جی آپ مجھے بھر دیں نا۔ مجھے [illegible] دیں نا۔ بابا جی مسکرائے اور بولے پتہ ہے وہ بزرگ کون تھا۔ وہ بابا گورونانک تھا۔ کیا میں حیرت سے اچھل پڑا۔ [illegible] ہو سکتا ہے۔ ہم مسلمان' وہ آپ کے ساتھ کیسے تو بابا جی بولے فقیر کا مذہب صرف اللہ اور نبی پاکؐ سے عشق ہوتا [illegible] بابا گورونانک دونوں کو مانتا ہے اور وہ مسلمان تھا۔ یہ تو اس کے چیلوں نے مذہب بنا لیا۔ میں حیرت سے بابا جی کی [illegible] رہا تھا۔ بابا جی سے باتیں کرنے کے بعد بابا جی نے مجھے آیت کریمہ کا وظیفہ بتایا کہ جاؤ یہ کرو۔ اِس کے بعد تم ڈنڈا [illegible] لو گے۔ ساتھ ہی بابا جی نے حکم لگایا کہ ننکانہ صاحب بابا گرونانک کو سلام کر کے جانا۔ کیونکہ میں بابا اللہ دتہ سے بہت [illegible] حکم عدول نہ کرتے ہوئے بھی اگلے دن ننکانہ صاحب سلام کرنے چلا گیا۔ وہاں پر میری ایک درویش سکھ سے بھی [illegible] ہوئی جو میری آمد سے باخبر تھا کہ میں آ رہا ہوں۔ میں سارا دن وہاں پر رہا۔ مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ سکون [illegible] کی کیفیت میرے اندر تھی۔ میری کیفیت بتا رہی تھی کہ مجھے روحانی طور پر یہاں سے کچھ ملا ہے کیونکہ روح میں عجیب [illegible] اور طمانیت کی کیفیت تھی۔ سارا دن گزار کر میں واپس مری چلا گیا اور جا کر بابا اللہ دتہ صاحب کے بتائے ہوئے [illegible] پر آیت کریمہ کا وظیفہ کیا۔ یہ 41 دن کا عمل تھا روزانہ چار گھنٹے لگتے تھے۔ یہ وظیفہ میں نے اِسی وظائف کی کتاب [illegible] میں تفصیل سے دیا ہے۔ جو لوگ روحانیت کے منکر ہیں یا جن کا سینہ روشن نہیں ہوتا' حجاب نہیں اٹھتے ایک بار [illegible] ضرور کریں۔ شاندار اور باکمال عمل ہے۔ روحانی طاقت بہت زیادہ ہے۔ عمل مکمل ہو گیا اور دورانِ وظیفہ مجھے لگتا تھا [illegible] جسم کے ساتھ کچھ روحانی طور پر ہو رہا ہے اور مجھے کسی روحانی ہستی کی موجودگی کا احساس ہوتا۔ وظیفہ مکمل ہونے [illegible] آج تک میں وہ وظیفہ تھوڑی تعداد میں کرتا ہوں۔ چند دن بعد ہی میں ذکر' مراقبہ اور حبسِ دم کی مشقیں کر کے سویا [illegible] بابا اللہ دتہ' بابا گورونانک کے ساتھ میرے خواب میں آئے۔ پورے کمرے میں دودھیا نور پھیلا ہوا تھا۔ لگ [illegible] میرا کمرا نور کے سمندر میں بدل گیا ہے اور میرے چاروں طرف نور ہی نور ہے۔ میں نے دونوں بزرگوں کو سلام

کیا۔ دونوں بزرگ پیار بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ بابا اللہ دتہ جی نے مجھے اشارہ کیا کہ بابا گورو نانک جی کا عصا اٹھاؤ میں نہایت ادب واحترام سے بڑھتا ہوں اور آسانی سے عصا کو اٹھا لیتا ہوں۔ مجھے بہت خوشی اور طمانیت تھی کہ آج میں نے باباجی کا عصا مبارک اٹھا لیا ہے۔ بابا گورو نانک جی نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور گلے سے لگا کر پیار کیا۔ میں خوشی سے رو پڑا۔ اِسی دوران میری آنکھ کھل گئی۔ جاگنے کے بعد بھی میری آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں صبح ہوتے ہی بابا اللہ دتہ کے پاس پہنچ گیا۔ باباجی مجھے دیکھ کر مسکرائے اور بولے ماسٹر میرے پاس تمہارے لیے اتنا ہی لنگر تھا۔ تیرا مرشد کوئی اور ہے جو وقت آنے پر تجھے مل جائے گا۔ میں کافی دیر باباجی سے باتیں کر کے واپس مری آ گیا اور اللہ سے دعا کی جلدی مجھے مرشد سے ملا دے۔

# مرشد کی ناراضی

اہلِ روحانیت اور تصوف' فقیری سے لگاؤ رکھنے والے تمام احباب اِس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اگر کسی کا مرشد ناراض ہو جائے تو مرید کس طرح مرغِ بسمل کی طرح تڑپتا ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ کوہِ مری میں بھی پیش آیا۔

میں مری میں جب لوگوں کی خدمت کے لیے بیٹھتا تو ایک اُداس' پریشان' کمزور سا نوجوان اکثر آتا۔ مجھے ملتا اور صرف یہ کہہ کر چلا جاتا کہ پروفیسر میرے لیے دُعا کریں۔ میں دُعا دیتا اور وہ چلا جاتا۔ جب کئی بار وہ نوجوان میرے پاس آیا اور بِنا بات چیت یا مسئلہ بتائے واپس چلا گیا۔ ہر بار انتہائی عقیدت احترام سے ملتا۔ اُس کی بات چیت اور رکھ رکھاؤ سے پتہ چلتا تھا کہ اولیائے کرام کے پاس اِس نے کافی وقت گزارا ہوا ہے۔ اُس کے بار بار آنے اور جانے سے مجھے بھی اس سے اُنس اور پیار سا ہو گیا تھا۔ اِسی طرح وہ ایک دن آیا ہوا تھا جب وہ سلام کر کے جانے لگا تو میں نے اُس کو روک کر کہا کہ آج تو بہت رش ہے تم نے کل 10 بجے آ کر اکیلے میں مجھے ملنا ہے۔ وہ انتہائی عقیدت سے بولا ٹھیک ہے سرکار آپ کا حکم ہے تو میں ضرور حاضر ہو جاؤں گا۔

لہٰذا اگلے دن وہ وقتِ مقرر پر آ گیا اور احترام سے سلام کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے اُس سے پوچھا بھائی آپ اتنی بار میرے پاس آ چکے ہو' سلام کر کے چلے جاتے ہو بتاؤ کیوں آتے ہو۔ کیا دُعا کراتے ہو۔ آج اپنے دل کی بات بتاؤ۔ وہ بولا پروفیسر آپ کی مہربانی آپ نے پوچھا۔ اصل میں مَیں نافرمانی سے ڈرتا ہوں۔ کہیں میری کسی بات یا حرکت سے آپ ناراض نہ ہو جائیں کیونکہ میں پہلے ہی اپنے مرشد کی نافرمانی کر چکا ہوں اور اُس کی شدید سزا ابھی بھگت رہا ہوں اور میں اس انتظار میں تھا کہ کب آپ کو مجھ پر ترس آئے گا' جب آپ کی مرضی ہو گی آپ پوچھیں گے تو بتا بھی دوں گا۔ آج آپ نے بلایا تو آپ کی اجازت سے میں آپ کو اپنی بدقسمتی کی داستان سناتا ہوں۔ پروفیسر صاحب میرے مرشد سرکار مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ میں پانچ سال سے اُن کے پاس جا رہا تھا انہوں نے مجھ سے بہت شفقت اور محبت بھی کی۔ مجھے عمل حُب بھی عطا کیا اور روحانی منازل بھی طے کرائیں۔ میں نے سرکار سے جو مانگا سرکار نے مجھے دیا۔ میرا اپنے مرشد پاک



[illegible]ق اور تعلق مثالی تھا۔ میرے گھر والے پہلے دن سے ہی میرے مرشد کے خلاف تھے۔ میرے گھر والوں نے ایک [illegible] گیا اور میں اپنے گھر والوں کی سازش کا شکار ہو کر اپنے مرشد کو غلط سمجھ کر ان کو چھوڑ کر گھر آ گیا۔ لیکن جلد ہی میرے [illegible] اپنے روحانی تصرف سے میرے گھر والوں کی سازش ناکام بنا دی اور مجھے اصل حقائق کا پتہ جب چلا تو میں بہت [illegible] ہوا۔ جا کر اپنے مرشد پاک سے معافی مانگی' پاؤں پکڑے لیکن مرشد پاک نے کہا کہ اب تم کبھی میرے پاس نہیں آؤ [illegible] اور نہ ہی تم کو معافی ملے گی۔ میں نے ایک دو بار ملنے کی کوشش کی لیکن باباجی نے سختی سے منع کیا اور کہا کہ اگر اب تم [illegible] پاس آؤ گے تو مجھے شدید دکھ دو گے۔ کبھی نہ آنا۔ پروفیسر صاحب اب مجھے مرشد سے دور ہوئے ایک سال سے [illegible] عرصہ ہو گیا ہے۔ میرے جسم و روح میں جو نشہ سرور مستی تھی وہ ساری ختم ہو گئی ہے۔ اب میری روح خالی ہے جیسے [illegible] اندر سے کوئی چیز نکل گئی ہو۔ کیونکہ پہلے مرشد کا فیض میرے ساتھ تھا میں جو کہتا وہ ہو جاتا۔ بے شمار لوگ میرے پاس [illegible] مرادیں لے کر آتے اور اپنی خالی جھولیاں بھر کر جاتے۔ اب کیونکہ مرشد کی توجہ کا سایہ میرے سر پر نہیں ہے لہٰذا اب نہ تو [illegible] کا کام ہوتا ہے اور نہ ہی لوگ اب میرے پاس آتے ہیں۔ مجھے لوگوں کی پروا نہیں ہے بلکہ میں تو اس سرور' مستی کی [illegible] میں ہوں جو ہر وقت میرے جسم و روح میں دوڑتی تھی۔ خدا کے لیے پروفیسر صاحب کچھ ایسا کریں کہ میرا مرشد مجھ [illegible] راضی ہو جائے۔ اُس نوجوان نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ اُس نے روتے روتے میرے پاؤں بھی پکڑ لیے کہ [illegible] صاحب مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں کہ میرا مرشد مجھ پر دوبارہ مہربان ہو جائے۔ مجھ سے راضی ہو جائے۔ اُس کی حالت [illegible] میں بھی پریشان ہو گیا۔ اہلِ روحانیت اِس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ مرشد کی ناراضی کا کیا مطلب ہے۔ دنیا [illegible] گری بن جاتی ہے۔ وہ اِس شدت سے رو رہا تھا کہ لگ رہا تھا کہیں شدتِ غم یا مرشد کی جدائی اُس کے لیے جان لیوا ہی [illegible] میں نے اُس کو حوصلہ دیا کہ تم پریشان نہ ہو۔ میں بھی اللہ سے دُعا کرتا ہوں اور کوئی راستہ بھی نکالتا ہوں۔

یہاں پر میں اپنے قارئین کو ایک بات بتاتا چلوں کہ میرے پاس جب بھی کوئی سائل یا دکھی اپنے مسائل لے کر [illegible] اور جب یہ بھی بتاتا ہے کہ میں فلاں پیر صاحب یا سلسلے میں باقاعدہ بیعت بھی ہوں تو میں اکثر اُن سے کہتا ہوں کہ [illegible] اپنے مرشد کے پاس یا مرشد خانہ پر جائیں وہ ہی آپ کی مدد کریں گے۔ لیکن جب کوئی ایسا مرید بہت ضد کرے تو پھر [illegible] باقاعدہ اُس کے مرشد سے اجازت مانگتا ہوں اور التماس کرتا ہوں کہ مجھے اجازت دیں میں آپ کے مرید کی اللہ تعالیٰ [illegible] فضل و کرم سے کچھ مدد کرنے کی سعی کروں یا رات کو روحانی طور پر متعلقہ بزرگ سے رابطہ کر کے اجازت لیتا ہوں۔ لہٰذا [illegible] یہاں بھی میں نے دکھی نوجوان سے پوچھا کہ آپ کے مرشد کون ہیں۔ اُن کا آستانہ کہاں ہے اور میں کیسے اُن تک جا سکتا [illegible] لہٰذا اُس نوجوان نے مجھے اپنے مرشد کے بارے میں تمام تفصیلات اور جگہ بتا دی۔ اب میں نے نوجوان سے ایک [illegible] کہا کہ آپ کو لے کر میں تمہارے مرشد کے پاس جاؤں گا اور اِس طرح مقرر کردہ دن میں اُس نوجوان کے ساتھ [illegible] کے ناراض مرشد کی طرف رواں دواں تھا۔ خوف میرے اندر بھی تھا کہ مرشد زیادہ ہی جلالی نہ ہو۔ اللہ کرے وہ میری [illegible] جائے۔ طویل سفر کے بعد ہم اُس جگہ پہنچ گئے جہاں پر وہ نیک بزرگ قیام فرما تھے۔ کیونکہ وہ نوجوان بہت بری [illegible] ڈرا ہوا تھا اس لیے وہ راستے میں ہی رک گیا اور مجھے کہا کہ پروفیسر صاحب! آپ میرے مرشد سرکار کے پاس

جائیں۔ اگر وہ راضی ہو جائیں تو مجھے بھی بلا لیجیے گا' میں دوڑتا ہوا سر کے بل آؤں گا۔ اُس نے دور سے ہی مجھے اپنا [illegible] کے آستانے کی نشاندہی کرادی تھی۔ میں اُس کی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچ گیا۔ باباجی کی عمر 80 سال سے زیادہ تھی۔ [illegible] چند مریدوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں آرام سے سلام کر کے بیٹھ گیا۔ باباجی نے غور سے میری طرف دیکھا اور [illegible] ہوئے لوگوں میں مصروف ہو گئے۔ اُن کے مرید نے آ کر مجھ سے لنگر کھانے کا پوچھا تو میں نے ہاں میں جواب دیا۔ [illegible] میری یہ شروع سے ہی عادت ہے کہ میں جب بھی کسی بزرگ کے پاس جاتا ہوں تو میری یہ شدید کوشش اور خواہش [illegible] ہے کہ میں لنگر ضرور کھاؤں۔ یہ بات تمام لوگ جانتے ہیں کہ اِن پُراسرار بابوں کے لنگر میں بھی خاص قسم کا فیض [illegible] سرور ہوتا ہے۔ تندور کی روٹیاں اور آلو گوشت میرے سامنے لا کر رکھ دیا گیا جو میں نے بہت شوق سے کھایا۔ اکثر در [illegible] پر دال بھی ملتی ہے جو اپنے ذائقے میں بے نظیر ہوتی ہے۔ کھانے کے بعد گرما گرم چائے آ گئی جس نے نشہ [illegible] کر دیا۔ اکثر اوقات ایسی جگہوں پر جا کر میرا دل کرتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر اِسی جگہ پر رہ جاؤں اور ساری عمر [illegible] آنے والے لوگوں کی خدمت کروں لیکن یہ میری حسرت ہی رہی۔ شاید کبھی اللہ مجھے بھی ایسا موقع دے کہ میں پردیسی لوگوں کی جی بھر کے خدمت کر سکوں۔ بہت سارے لوگ باباجی سے مل کر واپس جا چکے تھے اور میں انتظار میں تھا کہ کب [illegible] اکیلے ہوں تو میں باباجی سے درخواست کروں۔ جب باباجی اکیلے ہوئے تو میں سرک کر باباجی کے قریب ہو گیا۔ [illegible] دیہاتی کرسی نما کسی چیز پر بیٹھے تھے اور حقہ پی رہے تھے۔ باباجی کا حقہ دیکھ کر مجھے اپنے والد صاحب، تایا جی، بابا جمال [illegible] صاحب شدت سے یاد آئے کیونکہ میں بچپن میں اکثر مندرجہ بالا بزرگوں کے لیے حقہ بھرتا تھا، آگ جلاتا تھا اور خود بھی [illegible] دفعہ کش لگاتا تھا۔ میں نے باباجی کی ٹانگیں دبانی شروع کر دیں۔ مجھے شدت سے اِس کمی کا احساس ہوتا ہے کہ کاش [illegible] میرے والد صاحب ہوتے تو میں بار بار اُن کی خدمت کرتا۔ اُن کے پاؤں دباتا اور وہ ساری چیزیں انہیں مہیا کرتا جن کو [illegible] پسند کرتے تھے۔ میں آرام اور پیار سے باباجی کی ٹانگیں دبا رہا تھا اور باباجی بھی پیار بھری نظروں سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ باباجی نے ایک دو بار مجھے روکنے کی کوشش کی لیکن میں نے درخواست کی کہ باباجی میں اپنی خوشی سے [illegible] ہوں لہٰذا وہ خاموش ہو گئے۔ باباجی بولے بیٹا پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو اور کسی اچھے خاندان سے بھی معلوم ہوتے ہو۔ [illegible] باباجی آپ نے کہہ دیا تو میں پڑھا لکھا ہو گیا۔ آپ کی ہر بات حق اور سچ ہے۔ باباجی بولے بولو بیٹا کیا چاہتے ہو۔ میں [illegible] باباجی آپ کی اور ربّ پاک کی خوشی اور تاجدارِ مدینہ سرکارِ دو عالم کی غلامی۔ باباجی میرے جواب سے خوش ہوئے۔ [illegible] دعا کریں کہ میں مرنے سے پہلے ویسا ہو جاؤں جیسا میرا ربّ پاک چاہتا ہے۔ میرے سارے گناہ قصور مرنے سے پہلے دُھل جائیں۔ باباجی نے پھر مجھے دُعائیں دیں۔ کچھ دیر بعد باباجی بولے مجھے پتہ ہے تم اپنے کسی کام سے میرے پاس نہیں آئے اور نہ ہی کبھی تم نے میرے پاس آنا تھا اور ہاں جو تم لوگوں کی خدمت کر رہے ہو اُس کو اِسی طرح بلا معاوضہ جاری رکھنا یہ اللہ پاک کا نور ہے جو تم لوگوں میں بانٹ رہے ہو۔ تم قسمت والے ہو کہ اللہ پاک نے تمہاری یہ ڈیوٹی لگائی ہے۔ اب تم میرے پاس کچھ لینے تو نہیں آئے لیکن پھر بھی کیونکہ تم ایک درویش کے پاس آئے ہو تو کچھ لیتے جاؤ۔ لہٰذا باباجی نے مجھے کچھ نادر و نایاب قسم کے عمل اور حکمت کے نسخے بھی دیئے کہ لوگوں کی خدمت میں یہ بھی شامل کر لو اور کبھی بھی



[illegible] پیسہ نہ لینا۔ میں نے باباجی سے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ ایسے ہی ہو گا آپ ہمیشہ میرے لیے دعا کرتے رہیے گا اور [illegible] نظروں میں بھی رکھیے گا۔ باباجی مسکرائے اور میرے سر پر بوسہ دیا اور بولے جا تم کو ہر قسم کی خیر ہو گی۔ اب باباجی [illegible] کے لیے چپ ہو گئے اور میری طرف خاموشی سے پیار بھری نظروں سے دیکھتے رہے اور میری کمر پر ہلکی سی تھپکی دی [illegible] جاؤ اُس نافرمان کو لے آؤ جس کی وجہ سے تمہارا دیدار ہوا ورنہ تم نے کہاں مجھ فقیر کے پاس آنا تھا۔ میں نے خوشی [illegible] باباجی کے ہاتھوں کو چوما کیونکہ میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ پتہ نہیں باباجی کی روح کی کیا فریکوئنسی تھی کہ [illegible] کے پاس آ کر بہت مسرور، شاداں اور خوش تھا۔ دل تھا کہ باباجی کی طرف کھنچا جا رہا تھا اور یہ بھی کہ ساری عمر باباجی [illegible] گزار دوں۔ جاؤ اور اُس کو لے آؤ جس کو تم راستے میں بٹھا آئے۔ لہٰذا میں خوشی خوشی اُس نوجوان کی طرف گیا۔ وہ [illegible] میرا انتظار کر رہا تھا کہ پتہ نہیں باباجی مانتے ہیں کہ نہیں۔ میں نے جب اُس کو جا کر بتایا کہ باباجی مان گئے ہیں اور [illegible] مجھے خود کہا ہے کہ جا کر اُس کو لے آؤ تو وہ خوشی سے میرے ساتھ لپٹ گیا اور بار بار میرا شکریہ ادا کرنے لگا۔ اب ہم [illegible] خوشی خوشی تیزی سے چلتے ہوئے دوبارہ باباجی کے پاس پہنچے۔ نوجوان جاتے ہی باباجی کے قدموں میں گر گیا اور باباجی کے [illegible] زار و قطار رونے لگا۔ جب وہ اچھی طرح رو چکا تو باباجی نے کہا بس کرو۔ باباجی نے کسی سے کہا اِس کو کھانا کھلاؤ۔ اس [illegible] کھایا۔ کھانے کے بعد باباجی بولے پروفیسر صاحب کی وجہ سے تمہیں معافی تو مل گئی ہے لیکن اب تمہیں چھوٹی سی سزا [illegible] دی۔ اگر تم نے سزا کا عرصہ اچھے طریقے سے گزارا تو تمہاری معافی بھی پکی ہو گی اور تمہاری پرانی روحانی حالت اور مقام [illegible] بحال ہو جائے گا۔ نوجوان بولا باباجی میں ساری عمر سزا سہنے کو تیار ہوں آپ حکم کریں مجھے کیا کرنا ہو گا۔

## مرشد کی انوکھی سزا

باباجی نے بہت ہی مشکل اور انوکھی سزا اپنے مرید کو سنائی اور مجھے اس وقت شدید خوشگوار حیرت ہوئی جب [illegible] نے بہت خوشی سے باباجی کی سزا قبول کی۔ باباجی نے سزا یہ سنائی کہ اب تم پورا ایک سال پھٹے پرانے کپڑے پہنو [illegible] اور اس لباس کو پورا سال تم دھو نہیں سکتے اور گلے میں روزانہ پھٹے پرانے جوتوں کا ہار بھی پہننا ہو گا اور کھانا لوگوں سے [illegible] زمین پر بچا کھچا گرا ہوا کھانا اٹھا کر کھاؤ گے کسی سے کسی قسم کے پیسے نہیں لو گے اور نہ ہی ایک سال تک تم اپنے گھر [illegible] کے پاس جاؤ گے اور نہ ہی میرے پاس رہو گے۔ آخری شرط سب سے سخت تھی کہ ایک سال تم بال نہیں کٹاؤ گے اور [illegible] وغیرہ سے اپنے جسم کو صاف کرو گے۔ اِس طرح کی اور بھی شرطیں جو نوجوان نے خوشی سے قبول کیں۔ میں نے [illegible] بولنے کی کوشش کی لیکن باباجی نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا لہٰذا میں اور وہ نوجوان خاموشی سے [illegible] باتیں سنتے رہے کیونکہ رات کافی ہو چکی تھی لہٰذا باباجی نے حکم دیا کہ پروفیسر صاحب آپ رات کو اِدھر ہی سو جائیں [illegible] آستانے کے لیے آپ کا سونا بابرکت ہو گا۔ باباجی کیسی بات کرتے ہیں یہ میرے لیے بہت بڑی سعادت کی بات [illegible] آپ جیسے بزرگ کو دیکھنا، آپ سے باتیں کرنا، آپ کا لنگر کھانا اور آپ کے آستانے پر کچھ سانس لینا اور گھڑیاں

گزارنا۔ میں اور نوجوان مرید کافی دیر باباجی کے پاس بیٹھے رہے اور باباجی کی حکمت و دانائی سے بھرپور باتیں بھی سنتے رہے۔ آخر کار آدھی رات کے بعد ہم سونے کے لیے الگ کمرے میں چلے گئے۔ نوجوان مرید بہت خوش تھا اور بار بار شکریہ بھی ادا کر رہا تھا۔ صبح ہم نمازِ فجر کے لیے اُٹھے اور نماز پڑھ کر پھر سو گئے کیونکہ رات کو ہم کافی دیر تک جاگتے رہے تھے اور طویل سفر بھی ہم نے کیا تھا اِس لیے میں کافی دیر تک سوتا رہا۔ جب میں اٹھا تو نوجوان کا بستر خالی تھا۔ میں نے باہر دیکھا تو باباجی چند لوگوں کے ساتھ بیٹھے ان سے باتیں کر رہے تھے۔ باباجی میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا پروفیسر صاحب آپ کو ناشتہ کرنے کے بعد اکیلا ہی واپس جانا ہوگا کیونکہ اُس کی ڈیوٹی شروع ہو گئی ہے اور وہ اپنی ڈیوٹی پر چلا گیا ہے۔ اب وہ ایک سال کے بعد ہی یہاں واپس آئے گا البتہ کبھی کبھی تم سے ملنے آجایا کرے گا اِس کی اجازت اُس کو ہے۔ میں حیرت سے باباجی کی باتیں سن رہا تھا۔ میں نے ناشتہ کیا تو باباجی نے اپنے کسی مرید کی ڈیوٹی لگائی کہ مجھے روڈ تک چھوڑ آئے۔ باباجی نے مجھے بہت پیار اور محبت سے الوداع کیا اور میں باباجی کی ڈھیر ساری محبتیں دل میں سمیٹے مری واپس آ گیا اور آ کر اپنے روزمرہ کے معمولات میں مصروف ہو گیا۔ چھ ماہ بعد کی بات ہے ایک دن ہزاروں لوگ میرے پاس آئے ہوئے تھے کہ کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی مجذوب دیوانہ پھٹے پرانے کپڑوں میں بال اور شیو بڑھی ہوئی ہے نیچے سے اوپر کی طرف آ رہا ہے۔ بہت سارے بچے اس کے ساتھ تھے جو اس کے پراسرار حلیے کی وجہ سے اُس کے ساتھ تھے بلکہ اُس کو تنگ کر رہے تھے لیکن وہ لوگوں سے بے نیاز پہاڑی چڑھ رہا تھا۔ وہ ہجوم کو چیرتا ہوا تیزی سے میری طرف بڑھ رہا تھا۔ لوگوں نے اُس کو روکنے کی کوشش کی لیکن جب میں نے اشارہ کیا کہ اُسے آنے دیا جائے تو کسی نے بھی اُس کو نہ روکا۔ جب وہ میرے بہت قریب آیا تو مجھے لگا کہ میں نے اِس کو کہیں نہ کہیں دیکھا ہے۔ جب وہ میرے بہت قریب آیا تو بولا پروفیسر صاحب دیوانے کو قریب آنے دیں تو میرے دل و دماغ میں آشنائی کی لہر چمکی اور یہ تو وہی نوجوان ہے جس کا مرشد ناراض ہو گیا تھا اور مرشد نے اُس کو ایک سال کی سزا سنائی تھی اور یہ سزا کا عرصہ گزار رہا ہے کیونکہ اُس واقعہ کو چھ ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا اور آج یہ پھٹے پرانے کپڑوں میں خوشی اور مستی سے پھر رہا تھا۔ اِس کا مطلب یہ تھا کہ مرید اپنے مرشد کو راضی کرنے کے لیے اُس کی بتائی ہوئی سزا خوشی خوشی سہہ رہا تھا۔

وہ قریب آ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ میں بھی بہت خوشی اور گرم جوشی سے ملا۔ ہجوم شدید حیرت میں تھا کہ یہ کون VIP شخصیت ہے جس سے پروفیسر صاحب اتنی خوشی اور گرم جوشی سے ملے ہیں کیونکہ اُس کا حلیہ ایسا تھا کہ کوئی بھی بندہ اُسے گلے لگانے کو تیار نہیں تھا۔ میں اُس کو لے کر ایک طرف ہو گیا اور کسی کو کہا کہ شربت بنا کر لاؤ۔ اس دوران وہ اپنی داستان سنانے لگا کہ مرشد کی اِس سزا میں جو نشہ اور سرور ہے وہ کہیں اور نہیں ہے۔ میرے گھر والوں نے میرا بہت پیچھا کیا اور سمجھایا بھی لیکن میں نے اب گھر والوں کی بات نہیں مانی۔ اب میں ایک سال کا عرصہ پورا کر کے ہی واپس باباجی کے پاس جاؤں گا کیونکہ پروفیسر صاحب آپ نے ہی مجھے باباجی سے معافی لے کر دی تھی۔ اِس لیے دل کیا آپ سے مل لوں لہٰذا آج آ گیا۔ اس طرح کی اور بھی بہت ساری باتیں کر کے وہ چلا گیا اور جاتے ہوئے یہ وعدہ بھی کر گیا کہ جب سال پورا ہوگا تو آپ سے مل کر باباجی کے پاس جاؤں گا اور جب اُس کی سزا کا وقت پورا ہوا تو وہ پھر مجھ سے ملنے آیا۔ وہ بہت ہی خوش تھا اب وہ اپنے مرشد کے قدموں میں باقی زندگی گزار سکے گا۔



# حبیب کبریا سرکارِ رسالت مآبؐ کی زیارت

محترم قارئین پیارے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بلاشبہ اس کائنات کا سب سے بڑا انعام ہے اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ میں ہر روز اس انعام کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھ جیسے گنہگار خوش نصیب میں بھی یہ عظیم ترین رات اور سعادت آئی کہ جب مجھ سیاہ کار، خطا کار اور گنہگار پر بھی سرکارِ دو عالم، شہنشاہِ مدینہؐ نے کرم خاص کیا اور اپنی زیارت نصیب فرمائی اور دنیا میں ہی مجھے جنتی کر دیا۔ مجھے عبادات، مجاہدے ذکر اذکار، ریاضت اور وظائف و اعمال کرتے ہوئے جب پونے دو سال ہو گئے، میرا یا حیی یا قیوم کا ورد 80 لاکھ ہو چکا، تھارات کے کئی چلے بھی ہو چکے تھے، میں نتائج نظر نہ آنے کے باوجود جنونیوں کی طرح لگا ہوا تھا، یہ ہمت اور استقامت مجھے اللہ نے دی ورنہ میں کب کا بھاگ چکا ہوتا اُس کے کرم سے میں لگا ہوا تھا۔ بے شمار ذکر و اذکار، مراقبہ حبسِ دم، ترکِ حیوانات اور مزارات پر حاضری کے بعد بھی جب میں خالی تھا۔ اللہ نے میرے دل و دماغ میں یہ بات ڈالی تب میں نے آقائے دو جہاں رسول پاک ﷺ کو روزانہ رات کو درخواست بھیجنی شروع کر دی کہ سرکار مجھ گناہ گار پر کرم کریں مجھے اپنی غلامی میں لے لیں درود پاک بھی کثرت سے پڑھنا شروع کر دیا۔ نوافل بھی کثرت سے پڑھ رہا تھا۔

آخر وہ عظیم رات میری زندگی میں آئی جب مجھ گناہ گار کا مقدر سب سے اوپر چلا گیا۔ میں ذکر و اذکار کرنے کے بعد سانس کی مشقیں کر کے سو گیا اور مجھے اُس رات رسول پاک ﷺ سرکار دو جہاںؐ کی پہلی بار زیارت ہوئی کیا دیکھا ... ہوئی بس میری ساری محنت اور کوششوں کا صلہ مجھے اُس رات مل گیا، میں دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان بن گیا میرے بھاگ جاگ گئے، میں امر ہو گیا۔ میں صبح جب جاگا پہلے مجھے یقین ہی نہیں آیا یہ میرا وہم تھا یا واقعی خواب تھا، پھر مجھے ساری تفصیل یاد آئی تو میرے اوپر عجیب خوشی، مسرت، ندامت، حیرت کی کیفیت طاری تھی۔ مجھ گناہ گار پر اتنا بڑا کرم ہو چکا ہے میں اُن خوش قسمت انسانوں میں شامل ہو گیا ہوں جن پر آقائے دو جہاںؐ نے کرم کیا ہے۔

اب مجھے سمجھ نہ آئے کہ میں بتاؤں یا نہ بتاؤں کیا کروں؟ آخر میں ایک بزرگ کے پاس گیا جن سے میں اکثر روحانیت پر گفتگو کرتا رہتا تھا۔ میں نے اُن کو زیارت آقائے دو جہاںؐ کے بارے میں بتایا۔ وہ بھی بہت خوش ہوئے اور مجھے کہا کہ شکرانے کے نوافل پڑھو اور مٹھائی بانٹو لہٰذا میں بڑے ہی شوق، عشق اور عقیدت سے مٹھائی لایا اور بچوں اور بڑوں میں بانٹی اور کئی دن تک شکرانے کے نوافل پڑھتا رہا۔

سرکارؐ کی زیارت کے بعد میرے اندر سکون اور نشے کی کیفیت آ گئی تھی۔ میں بہت مسرور اور خوش تھا۔ اب اور بھی دل سے مراقبہ اور ذکر و اذکار کرنے لگا مستی اور سرور آنا شروع ہو گیا تھا۔

# حضرت علیؓ حیدرِ کرّار کی زیارت

روحانیت میں مولا علی کرم اللہ وجہہ کا جو مقام ہے وہ کم و بیش تمام سالکین جانتے ہیں۔ مسلم بزرگوں کے علاوہ نان مسلم روحانی مسافر تاجدارِ ولایت مولا علی سرکار کو ہی مانتے ہیں۔ دوبئ اور بھارت میں جہاں بھی گیا وہاں پر نان مسلم بزرگوں سے ملاقات اور گفتگو ہوئی تو سب ہی آپ کو شہنشاہِ ولایت مانتے ہیں۔

کیونکہ آقائے دو جہاں رسول کریم ﷺ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ ''میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اُس کا دروازہ ہے۔''

مولا علیؓ سرکار کی شانِ ولایت اور مقام مجھ جیسا حقیر کیا بیان کر سکتا ہے لیکن کسی اور کتاب میں تفصیل سے [illegible] کی کوشش کروں گا۔ جب میں روحانی دنیا میں آیا بے شمار بزرگوں سے ملا بے شمار روحانی کتب کا مطالعہ کیا تو ایک بات اچھی طرح سمجھ آ گئی کہ روحانیت میں بادشاہت مولا علیؓ سرکار کی ہے۔

جب تک مولا علیؓ کی غلامی میں نہیں جاؤں گا کچھ نہیں ہوگا لہٰذا میں مختلف بزرگوں اور سیدوں سے ملا اور درخواست کی کہ کوئی ایسا عمل دیا جائے کہ مجھے سرکار کی غلامی اور دیدار نصیب ہو جائے۔ شاید یہی وہ جذبۂ عشق و محبت تھا کہ اس کے ساتھ سرکار اور آپ کی آل سے عشق بھی بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ جنون اور دیوانگی کی حد تک ہو گیا۔

ایک بزرگ نے مجھے یَا حَیُّ یَا قَیُّوم بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن 4100 بار 41 دن بعد نماز عشاء پڑھنے کے لئے دیا تھا۔ شرائط کے ساتھ میں نے پورے اہتمام سے کیا۔ بہت خوشبوئیں آئیں لیکن سرکار کا دیدار نہ ہوا میں اپنی کوشش میں لگا رہا۔ پھر کسی نے نادِ علیؓ صغیر کا وظیفہ دیا جو آج تک میرے اذکار کا حصہ ہے۔ جنات شیاطین منفی قوتوں کے علاج میں اس سے اچھا شاید ہی کوئی عمل ہو۔

جب آقائے دو جہاںؐ کی زیارت ہوئی تو اُس کے کچھ ہی عرصہ بعد میری یہ دیرینہ خواہش بھی پوری ہوئی۔ مری میں ہی تھا جب مولا علی کرم اللہ وجہہ سرکار کی زیارت ہوئی سرکار کا مقام اور شان قابلِ دید تھی اُس پہلی ملاقات اور زیارت کا مزہ اور نشہ آج بھی ہے۔

میں بہت صبح اٹھ گیا اور اپنے مکان کے پیچھے پہاڑی کے اوپر چلا گیا اور گم صم بیٹھ گیا مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میری برسوں کی خواہش اور مراد پوری ہو چکی ہے۔ میں بار بار خود کو چٹکی کاٹتا کہ میں واقعی جاگ رہا ہوں یہ واقعی میں ہوں اور مجھ پر کرم ہو چکا ہے۔

میں ادیب یا شاعر نہیں ہوں اس لیے اپنی کیفیات، احساسات اور مشاہدہ بیان نہیں کر سکتا لیکن یہ اس دنیا و مافیہا سے اوپر کی کوئی بات تھی، مستی اور سرور کی لہریں میری رگ رگ میں دوڑ رہی تھیں، مستی نے مجھے گھیرا ہوا تھا نشہ چڑھا ہوا تھا



[illegible] اس راتوں کے بعد مجھے لگا یا تو کوئی توانائی اور نشہ میرے اندر حلول کر گیا ہے یا اندر سے بیدار ہو گیا ہے۔

# روحانی کیفیات شروع

ایک طویل عرصے سے روحانی ذکر و اذکار، روحانی مشقوں اور بے پناہ دعاؤں کے بعد آخر فطرت کو مجھ پر رحم آ ہی گیا اور روحانی مشاہدات، کیفیات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا تو آج تک جاری ہے۔

## No Body خالی ذہن

مولا علیؓ سرکار کی زیارت کے بعد مجھے لگا میں اندر سے خالی ہو گیا ہوں، کبھی مستی و سرور کبھی خالی پن کا احساس۔ [illegible] اور مراقبے کی وجہ سے لاشعوری مزاحمت ختم ہو چکی تھی۔ اب مجھے خیالات تنگ نہیں کرتے تھے بلکہ جس چیز پر توجہ لگاتا [illegible] خالی ذہن خالی تھا ایک خلا تھا جو میرے اندر تھا۔ میں گھنٹوں آنکھیں بند کر کے بیٹھا رہتا جیسے کسی کا انتظار ہو شاید میرے [illegible] کچھ نمودار ہونے والا ہو یا باہر سے کسی نے آنا ہو۔ عجیب کیفیت طاری تھی کبھی احساس ہوتا کہ میرا وجود EXIST نہیں کرتا۔ رات کو گھنٹوں ستاروں کو تکتا رہتا تنہائی کے ساتھ دوستی ہو گئی تھی۔

[illegible] کمرے یا جنگل میں خاموشی سے بیٹھا رہتا لوگ مجھے پاگل کہتے۔ میں عدم وجود یا خالی پن کی طرف جا رہا تھا دنیا [illegible] سے میرا رابطہ نہ ہونے کے برابر ہوتا۔ کئی کئی دن شیو نہ کرنی، کپڑے نہ بدلنا جوتے کبھی بھی پالش نہ کرانا جن کپڑوں میں [illegible] میں کالج چلا جاتا سٹوڈنٹ مذاق کرتے کہ سر رات والے کپڑوں میں ہی آ جاتے ہیں میں ہر چیز سے بے خبر تھا۔

پتہ نہیں کیا جنون تھا میں اپنے اندر جانا چاہتا تھا یا کہیں اور تلاش جنون جاری تھا۔

ایک مقناطیسی کشش تھی جو مجھے مراقبے میں اندر لے جانے کی کوشش کرتی تھی اور میں جا رہا تھا اکثر مجھے لگتا شاید [illegible] گھر کا راستہ بھول چکا ہوں، کسی اور گھر اور منزل کی طرف جا رہا ہوں۔ تلاش ابھی بھی جاری تھی میری زندگی تلاش، کھوج [illegible] بن چکی تھی۔ میں خالی الذہنی (NO Mind) کی دنیا میں داخل ہو گیا تھا یا پاگل پن کی طرف جا رہا تھا میرا شعور [illegible] اور جسم کسی بڑی تبدیلی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

مولا علیؓ سرکار کی زیارت کے بعد مجھے اکثر احساس ہوتا کہ میرا جسم کسی واردات حادثہ یا تبدیلی کے مراحل سے گزر گیا [illegible] رہا ہے میرے اندر کوئی بیرونی قوت حلول کر رہی ہے یا کوئی قوت باطن سے نمودار ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔

طویل مراقبہ، ذکر و اذکار، کم سونا، ترکِ حیوانات اور حبسِ دم کے اثرات میرے جسم پر پڑنا شروع ہو گئے [illegible] کسی تبدیلی سے گزر رہا تھا۔

میں روح اور اندر کی تاریکی میں اترتا جا رہا تھا۔ کوئی تاریک غار یا پائپ تھا اور میں اُس میں اترتا جا رہا تھا۔ پتہ

نہیں میں کس منزل کی طرف جارہا تھا یا پاگل پن کی طرف۔ پتہ نہیں زندگی کی طرف یا موت کی طرف کوئی قوت مجھے جارہی تھی اور میں اَن دیکھی کشتی کا سوار بن چکا تھا۔ پتہ نہیں کہاں اور کیوں جارہا تھا۔

لاذہنی کی حالت میں خوف بھی تھا تجسس بھی خوشی، حیرت، ڈر، عجیب کیفیات اور محسوسات تھے لیکن میں [illegible] تھا یہاں میرے ساتھ یہ مسئلہ تھا کہ میرا مرشد کوئی نہیں تھا جو مجھے بتاتا، جس سے Share کرتا، حوصلہ اور راہنمائی لیتا۔ اس حالت میں پیچھے نہ جا سکتا تھا بلکہ مجھے آگے ہی جانا تھا۔ میں درمیان میں تھا اس دنیا اور باطن کی دنیا کے درمیان میں تھا۔ اگلی دنیا میں جانے کے لیے۔ ایسی حالت میں مرشد کامل نعمت ہوتا ہے۔ میں دروازے پر دستک دے رہا تھا، میرا مرشد نہیں تھا لہٰذا میں فطرت کے ہاتھوں میں تھا اور شاید میں قریب پہنچ رہا تھا۔

## قبض اور بسط

یہاں میں یہ عرض کرتا چلوں کہ روحانی لوگوں کو بار بار دو نفسی کیفیتوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

کبھی لگتا ہے کہ روحانی ترقی رک گئی ہے۔ سرور، مستی اور نشہ ختم ہو گیا ہے۔ مایوسی، اندھیرا، خاموشی، بے زاری، بے کیفی جیسے تمام روحانی صلاحیتیں سلب ہو گئی ہیں۔ کچھ بھی نہیں رہا سب کچھ چھن گیا ہے۔ اور یہ کیفیت کئی دن تک ہوتی ہے اس حالت کو قبض کی کیفیت یا حالت کہتے ہیں۔ کبھی جب روحانیت کھلتی تو لگتا چاروں طرف روشنی اندر باہر نورانی روشنی، روحانی کیفیات، جوش وجذبہ، نشہ وسرور، استغراقی حالت اور مراقباتی کیفیت جلدی بن جاتی ہے اور روحانی پرواز شروع ہو جاتی ہے، تمام عالموں کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات لگتا ہے کہ نور ذاتِ الٰہی میں جذب ہو گئے ہیں قطرہ سمندر میں مل گیا ہے خوب اچھے خواب اور خوابوں میں اڑنا پہاڑوں سرسبز شاداب کھیتوں کے اوپر پرواز پہاڑوں اور اونچی عمارتوں کے اوپر پرواز مزارات پر حاضری اس کو بسط کی حالت کہتے ہیں۔ یہ دونوں کیفیات اکثر میرے اوپر بھی طاری ہوتی ہیں اس وقت بھی اور آج بھی طاری ہوتی رہتی ہیں۔ کیونکہ قبض کے بعد بسط کا اپنا ہی سرور ہے اور قبض ختم کرنے کے لیے سالک اور بھی محنت کرتا ہے۔

## روشنیاں اور جھٹکے

ارتکاز اور حبسِ دم میں مزہ آتا ایک رات جیسے ہی مراقبہ شروع کیا تو محویت کامل کی حالت طاری ہو گئی گرد و نواح سے غافل ہو گیا، استغراقی اور جذب کی حالت طاری ہو گئی، فالجی کیفیت طاری ہو چکی تھی، کامل استغراق اور محویت میں تھا جسم بے وزن ہو گیا ہے، پشت میں سرسراہٹ اور گرمی کا احساس ہو رہا تھا جیسے کوئی کمر پر ہاتھ پھیر رہا ہے، جسم پر کپکپی کی حالت طاری تھی، کمر سے درد کی لہریں نکلنے کا احساس بھی ہو رہا تھا، سرور اور مستی کی لہریں نکل کر دماغ میں پھیل رہی تھیں، [illegible]



[illegible] عمل جاری تھا، میں نے خود کو اس کیفیت کے حوالے کر دیا تھا، میں اُس مدہوش کیفیت کو بیان نہیں کر سکتا۔ ابھی مجھے اس حالت کو Enjoy کرتے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مجھے سر میں شدید درد اور کنپٹیاں گرم ہونے کا احساس ہوا [illegible] چلنے لگی ہیں اور لگا آنکھوں کے سامنے دھماکے ہونا شروع ہو گئے ہیں، ایک دم میں نے اپنے اندر جانا شروع کر دیا ایک اندھیرے میں مختلف روشنیاں کبھی سبز، کبھی زرد، کبھی جامنی، کبھی کوئی اچانک روشنیوں کے فوارے پھوٹنے [illegible] بہت تیز تھی میں حیرت وتجسس اور خوف میں مبتلا تھا ابھی یہ کیفیت طاری تھی کہ اچانک ایسا زوردار جھٹکا لگا کہ میں [illegible] گیا اور گیا لگا کوئی چیز کمر سے اوپر دماغ کی طرف گئی ہے۔ میں نے ڈر کے آنکھیں کھول دیں۔

مری کی یخ سردی کے باوجود میں پسینے سے شرابور تھا، میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا جیسے باہر آجائے گا، [illegible] حالت طاری تھی، میں خوف میں مبتلا تھا، اب کیا کروں سمجھ نہیں آرہی تھی۔

اسی حالت میں اللہ کو التجا شروع کر دی یا رقیب پڑھنا شروع کر دیا، یہاں پر اللہ کے بعد مرشد ہی سنبھال سکتا ہے اس سے حوصلہ ہوتا ہے جو راہنمائی کرتا ہے۔ کیونکہ میرا استاد یا مرشد کوئی نہیں تھا لہٰذا میں فطرت اور الرقیب کے حوالے تھا ایسی حالت میں مرشدِ کامل اللہ کا انعام اور نعمت ہوتا ہے۔

میں کئی بار مرشد ڈھونڈنے کی کوشش کر چکا تھا لیکن ملا ہی نہیں۔ مرشدِ کامل شاذ و نادر ہی ملتا ہے جو سلوک کی منازل طے کرا سکے، جو سلوک کی مختلف منازل سے واقف ہو، جو دروازے سے گزار سکے، جو پردے ہٹا سکے، جو باطن [illegible] سکے، جو سمندر سے ملا سکے، باطن کی تاریکی کو روشنی میں بدل سکے، یہ بہت دشوار گھڑی ہوتی ہے۔

جب کبھی میرے جیسا مسافر مرشد کے بغیر سفر کرتا ہے تو سفر آلام ومصائب سے بھرا ہوتا ہے میں کتنے مہینوں سے اس حالت میں تھا ترکِ حیوانات، کم سونا، کم کھانے کی وجہ سے خود کو زندہ رکھنا بھی دشوار تھا نہ پیاس تھی نہ بھوک۔ کچھ کھانے پینے کے لیے بھی خود پر جبر کرنا پڑتا۔ ارتکاز مجھے حاصل ہو چکا تھا، مراقبہ میں کر رہا تھا، کوئی بتانے والا نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں؟ اور کہاں جا رہا ہوں؟ میری منزل کیا ہے؟ کیا واقع ہونے والا ہے؟

میں کچھ نہیں کر رہا تھا۔ کوئی مجھ سے کروا رہا تھا میں بے خبری میں کچھ ایسا کر رہا تھا جو شاید مجھے بھی نہیں پتہ تھا۔ میں ڈر گیا تھا۔ مجھے لگا شاید جنات وغیرہ نے میرے اوپر حملہ کر دیا لیکن یہ سچ نہیں تھا یہ تو میرے اندر کچھ ہوا تھا۔ میں کمرے سے باہر آ گیا آدھی رات سے زیادہ کا وقت تھا چاند تارے روشن تھے میں نے بے بسی ولاچارگی اور محبت سے اللہ کو پکارنا شروع کر دیا پلیز Help me مجھے راستہ دکھائیں راہنمائی کریں کافی دیر بعد جب حالت سنبھلی تو کمرے میں جا کر سونے کی کوشش کی۔ جیسے ہی سونے کی کوشش کرتا آنکھوں کے سامنے عجیب چیزیں اور چہروں کا احساس ہوتا۔ ابھی سویا ہی تھا کہ مجھے احساس ہوا میرے اوپر بہت وزن پڑ گیا کوئی چیز میرے اوپر آ کر بیٹھ گئی ہے میں پوری کوشش کر رہا تھا وہ وزن ختم ہو جائے، یا رقیب کا ورد کر رہا تھا زور کا جھٹکا لگا اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں ڈرا ہوا تھا کمر میں شدید درد تھا خوف طاری تھا شدید گھبراہٹ طاری تھی بھاگ کر کمرے سے نکل گیا اور لان میں جا کر بیٹھ گیا یا رقیب کا ورد جاری تھا۔

مجھے لگ رہا تھا کہ کوئی چیز میرے جسم میں داخل ہو گئی ہے یا اندر سے کوئی چیز نمودار ہوئی ہے۔ میرے جسم کے

ساتھ کچھ ہوا تھا۔

کافی دیر ذکر کرتا رہا اور اللہ سے دعا بھی۔ پھر نوافل پڑھنے شروع کر دیئے۔ اس طرح صبح ہو گئی۔ سارا دن حیرت اور خوف میں مبتلا رہا سارا دن سوچتا رہا کہ میں اب مراقبہ نہیں کروں گا اور یہ سب کچھ چھوڑ دیتا ہوں کہیں میں پاگل ہو جاؤں یا مر نہ جاؤں لہٰذا یہ فیصلہ کر کے میں Relax ہو گیا سارا دن مصروف رہا البتہ ذکر و اذکار کرتا رہا۔ یہاں میں ایک بات کا ذکر کرتا چلوں کہ اُس دن سے لے کر آج تک جھٹکے جاری ہیں اُس رات کے بعد ایک سال تک مجھے شدید جھٹکے بعض اوقات ۔گر جاتا لگتا کوئی چیز کمر میں داخل ہوتی ہے یا نکلتی ہے کوئی روحانی ٹیکہ لگتا ہے یا کوئی پردہ ہٹتا ہے۔ کئی بار خوانی یا قرآن پاک کی کسی آیت پر یا کسی روحانی یا اسلامی واقعہ پر اچانک جھٹکا لگتا ہے جیسے روح کے ساتھ کوئی کاروائی ہو ہے۔ یہ جھٹکے اکثر روحانی مسافروں کو لگتے ہیں ان جھٹکوں کا تعلق روح یا لطیفہ زیرناف سے ہو سکتا ہے جو کمر اور ناف کے قریب ہے۔ اُس رات کے بعد دوسری تبدیلی یہ آئی کہ مجھے سوتے جاگتے چلتے پھرتے روشنی کے جگنو نظر آنے شروع ہو گئے۔

بعض اوقات اتنی تیز روشنی ہوتی کہ لحاف کے اندر یا باہر ہر جگہ روشنی ہوتی آنکھیں کھلی ہوں یا بند مجھے پھرتے کھڑے بیٹھے اپنے اطراف میں روشنی کے جگنو نظر آتے۔ حیرت مجھے اُس وقت ہوتی جب واش روم میں بھی روشنی دیوار پر یا کہیں بھی نظر آتی۔ یہ روشنیاں شاید میرے باطن سے پھوٹ رہی تھیں یا تیسری آنکھ بیدار ہو رہی تھی یا سینہ روشن چکا تھا اور پردے ہٹ رہے تھے۔ ڈیڑھ سال مجھے یہ روشنیاں اطراف میں نظر آتی رہیں جو صرف مجھے نظر آتی تھیں اور مراقبہ میں بھی مختلف رنگ اور روشنیاں نظر آتیں۔ مراقبہ کرتے وقت اکثر بے وزن ہونے کا احساس ہوتا اور جھٹکے بھی لگتے پشت میں سرسراہٹ اور گرمی کا احساس ہوتا۔

یا حیی یا قیوم کا ورد ذکر و اذکار، عالم استغراق و مدہوشی اور مراقبہ کے ساتھ سانس کی مشقیں جاری تھیں اور میں ایک خودکار سسٹم کی طرح یہ سب کر رہا تھا میں رات کو اللہ کے ناموں اور قرآن پاک کی سورتوں کے وظیفے کر چکا تھا۔

لیکن میری اصل توجہ یا حیی یا قیوم پر تھی کہ کب سوا کروڑ پورا ہو گا جو میں بہت پہلے سے کرتا آ رہا تھا۔ جب آخری دس دن رہ گئے تو مجھے بہت خوشی تھی کہ اللہ کی توفیق سے میں اپنی منزل کی طرف جا رہا ہوں، کتنے مہینوں سے میں کر رہا تھا اللہ کا کرم کہ ایک بھی ناغہ نہ ہوا بلکہ ربِ ذوالجلال کا یہ کرم شامل حال رہا اور مسلسل آٹھ سال میں ایک بھی ناغہ نہ ہوا۔

جب آخری تین دن رہ گئے تو مجھے خوشی کے ساتھ اداسی بھی شروع ہو گئی کیونکہ مجھے یا حیی یا قیوم کی عادت ہو گئی تھی یہ میری زندگی اور وجود کا حصہ بن چکا تھا مجھے اداسی تھی کہ اب یہ ختم ہو جائے گا تو میں کیا کروں گا۔ کافی سوچ بچار کے بعد آخری دن سے پہلے ہی میں نے فیصلہ کیا کہ میں اب یا حیی یا قیوم کو پانچ کروڑ تک لے کے جاؤں گا۔ بعد میں جب پانچ کروڑ ہو گیا تو میں نے فیصلہ کیا کہ دس کروڑ تک۔ پھر جب دس کروڑ ہوا تو سوچا اب بیس کروڑ۔ جب الحمدللہ بفضل خدا کچھ عرصہ پہلے بیس کروڑ ہو گیا تو اب یہ فیصلہ کیا کہ اب گنتی بند، آخری سانس تک اب مرنے تک یا حیی یا قیوم کھلا پڑھنا ہے اور جو الحمدللہ آج بھی جاری ہے اور ہزاروں دوست احباب بہن بھائی بھی دنیا جہاں میں کر رہے ہیں ربِ ذوالجلال کا شکر ہے اُسی کی مدد سے یہ سب ممکن ہے۔

مجھے یاد ہے وہ دن بہت خوبصورت تھا جب میرا یا حیی یا قیوم کا ورد سوا کروڑ ہوا۔ یہی وہ ورد تھا جس نے مجھے وہ سب کچھ دیا میں جس کی تلاش میں تھا۔ شکرانے کے نوافل پڑھے مٹھائی تقسیم کی اور رب کا شکر ادا کیا یا حیی یا قیوم سوا کروڑ ترکِ حیوانات، ارتکازِ توجہ، حبسِ دم کے اثرات شروع ہو گئے۔ مجھے سانس کی مشقوں اور مراقبے کے دوران مجھ پر استغراق اور ڈوب جانے کی حالت طاری ہو جاتی، دنیا سے لاتعلقی بڑھ گئی تھی کیونکہ لاشعوری مزاحمت ختم ہو گئی تھی، مراقبہ کا مزہ آتا۔

مجھے کچھ پتہ نہ چلتا کہاں ہوں؟ کدھر ہوں؟ کیوں ہوں؟ کیا کر رہا ہوں؟ اکثر کشفی صلاحیتوں کا احساس ہوتا کسی کو دیکھتا اور میرے ذہن میں آتا وہ سچ ہوتا۔

محویت اور استغراق کے علاوہ کمر سے لہریں نکلتیں، جھٹکے لگتے، سرور کی لہریں، جسم اور دماغ میں دوڑتی نظر آتیں، ہلکی اور جسم ہلکا پھلکا وزن ختم نشیلی لہریں جسم میں دوڑتیں۔ مجھے اس نشہ میں لذت محسوس ہوتی کمبل میں لیٹا اس حالت کو محسوس کرتا ایک عجیب عالمِ مدہوشی اور سرور اسی نشہ اور کیفیات کو پانے کے لیے مراقبہ کرتا اکثر سانس اور مراقبے کے دوران میں سرور میں غرق ہو جاتا، استغراقی حالت طاری ہو جاتی، آنکھوں کے سامنے کبھی کبھی روشنی کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا مختلف رنگ آتے جاتے، رگ رگ میں کبھی بجلیاں کودنے کا احساس ہوتا۔ جسم اتنا ہلکا ہو جاتا کہ خود کو چھو کر چٹکی کاٹتا کہ میں ہی ہوں جاگ رہا ہوں یا سو رہا ہوں رگ و پے میں برقی رو کے دوڑنے کا احساس ہوتا ایسا سرور و مستی اور نشہ کہ اس کیفیت سے نکلنے کو دل نہ کرتا۔ میں گھنٹوں آنکھیں بند کئے اس کیفیت کو میٹھی گولیوں کی طرح چوستا رات، تنہائی، کمرہ یا باہر چاند ستارے یہی دنیا تھی یہی کیفیت تھی مراقبہ ہی میری زندگی اور جینے کی آرزو تھی۔ ہر وقت دل کرتا مراقبہ کروں سرور اور نشیلی کیفیت سے نکلنے کو دل نہ کرتا۔ یہ عجیب کیفیت تھی نشہ، سرور اور دیوانگی کا وقت تھا میں پہاڑوں پر تیز رفتاری سے اوپر چڑھتا۔ دوست کہتے کہ سر کے ساتھ جنات ہیں جو اڑا کر اوپر لے جا رہے ہیں بیس بیس اکثر تیس کلومیٹر پیدل چلتا اور مزہ آتا۔ ایک جنون دیوانگی میرے اوپر طاری تھا ایک قوت تھی جو مجھے چلا رہی تھی سارا سارا دن پیدل جنگل میں چلتا۔ مختلف مزارات پر پیدل جاتا مجھے کرنٹ لگ چکا تھا میرا جسم ایک کرنٹ سا بن گیا تھا یا تبدیلی کے عمل سے گزر رہا تھا یا میرے جسم میں باطن سے برقی رو کی لہریں پھیل رہی تھیں۔ کچھ نئی چیزیں جسم میں آ گئی تھیں اور میں حیرت دیوانگی سے اس حالت سے گزر رہا تھا میں کچھ بھی نہیں کر رہا تھا یہ تو فطرت ہی میرے ساتھ کر رہی تھی۔ میں اپنی ہر حرکت کو خوف، تجسس اور حیرت سے دیکھ رہا تھا اور چلا جا رہا تھا۔ میں اس چیز کا اقرار کرتا ہوں کہ جا ہے میرا مرشد کوئی نہیں تھا لیکن ربِ ذوالجلال نے مختلف کتابوں بزرگوں اور واقعات سے میری بھرپور رہنمائی کی اور آج تک جاری ہے۔ یہ سب میرے رب کا کرم ہے۔ میں تو کٹھ پتلی ہوں جو اس کے اشارے پر چلی جا رہی ہے۔

# عشقِ الٰہی

یہاں ایک بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ کب مجھے خالقِ کائنات سے دیوانگی کی

حد تک عشق ہو گیا تھا میں نے ہر وقت اب کائنات، فطرت، زمین، آسمان درخت، پھول، دریا، سمندر، ستارے، چاند، سورج، بادل، انسانوں کا عروج و زوال، انبیاء کرام اور عظیم بزرگوں کے بارے میں سوچنا، رب اور رب کی تخلیق کے بارے میں یہ سوچنا کہ میرا رب کتنا عقل والا اور مکمل ہے اُس کی تخلیق کتنی مکمل ہے اور انسان کیا چیز ہے انسان کے اندرونی سسٹم کے بارے میں غور کرنا۔

کبھی کبھی ورد کرتے کرتے میرا دل کرتا کپڑے پھاڑ دوں، جنگل میں بھاگ جاؤں، اسی دوران میں پہلا کلمہ ضرب کے ساتھ ورد کرتا تھا، دورانِ ورد جنون طاری ہو جاتا۔ وحشت، نشہ دیوانگی ایک حال کی کیفیت طاری ہو جاتی پن جنوں۔ میرا دل کرتا میں پھٹ جاؤں۔ ہر چیز چھوڑ کر جنگلوں صحراؤں میں چلا جاؤں کھو جاؤں۔ باطن کی بیداری کے لیے ضرب کے ساتھ پہلے کلمے کا ورد کمال ہے۔ کبھی اللہ اللہ کرتے حال طاری ہو جاتا کئی بار جنگل میں جا کر ورد کیا اور حال کی کیفیت کو طاری ہونے دیا ایسے میں کپڑے پھاڑ ڈالنے کو دل کرتا کہ میرے ساتھ اب جو ہونا ہے ہو جائے۔ مجھے لگا شاید کوئی چیز میرے باطن سے باہر آنا چاہتی ہے پتہ نہیں کیا ہو رہا تھا لیکن مجھے ورد کرتے کرتے حال پڑ جاتا۔

# قرآنِ مجید سرچشمۂ فیض

محترم قارئین! میں جیسا کہ بار بار اقرار کرتا آیا ہوں کہ میں تلاشِ حق کے اِس عظیم سفر پر بغیر مرشد کے رواں دواں تھا اور اس کٹھن سفر میں بار بار مجھے استاد اور مرشد کی کمی شدت سے محسوس ہوتی تھی۔ لیکن یہ بات بھی یقینی اور اٹل تھی کہ میں جس ذاتِ حق کی تلاش میں تھا وہی ربِّ ذوالجلال بار بار ہر مشکل مرحلے پر میری مدد اور رہنمائی کر رہا تھا۔ سب سے بڑی بات بغیر کامیابی اور مشاہدے کے بھی میں جس مستقل مزاجی اور جنون کے ساتھ اس سفر پر چلا جا رہا تھا یہ جذبہ اور استقامت مجھے میرے دلبر جانی اللہ تعالیٰ نے ہی دی تھی۔ وگرنہ میں کب کا تھک ہار کر اس سفر کو ترک کر چکا ہوتا۔

مجھے آج بھی یاد ہے جب میں بھاگ بھاگ کر تھک چکا تھا تو اچانک ایک دن میرے دل و دماغ میں ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح چمکا اور مجھے سرشار کر گیا وہ یہ کہ جس خالقِ کائنات کے عشق اور تلاش میں تم کتنے عرصے سے سرگرداں ہو اُس کے کلام کو تم نے دھیان سے پڑھا ہی نہیں کہ ربِّ کائنات نے اپنی اس عظیم ترین کتاب میں کیا پیغام دیا ہے۔

لہٰذا میں نے ترجمے کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا اور جیسے جیسے میں قرآن مجید کو پڑھتا گیا ویسے ویسے علم و عرفان کی برسات میرے فہم و عقل پر ہوتی گئی اور میرے من کا اندھیرا دور اور بہت ساری الجھنیں دور ہوتی گئیں اور مجھے آگے کا راستہ نظر آتا گیا۔

ویسے تو قرآن مجید کا ایک ایک لفظ اپنے اندر سمندروں کی وسعت رکھتا ہے لیکن مجھے جن آیاتِ مبارکہ نے بہت زیادہ متاثر کیا ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

سب سے پہلے جس آیتِ مقدس نے مجھے اپنے سحر میں جکڑا وہ سورۃ البقرہ کی یہ آیت تھی جس میں اللہ تعالیٰ



فرماتے ہیں:

فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿152﴾

ترجمہ: اس لیے تم میرا ذکر کرو میں بھی تمہیں یاد کروں گا۔ میری شکر گزاری کرو اور ناشکری سے بچو۔

کیونکہ میں راستے کی تلاش میں تھا تو مجھے اشارہ اور راستہ نظر آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر کہا ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ لہٰذا اب مجھے یہ سمجھ آئی کہ جس کی تلاش میں تم ہو وہ ہی عظیم ہستی کہہ رہی ہے کہ اگر تم مجھے یاد کرو گے تو میں تمہیں یاد کروں گا۔ میں کافی دن اور آج تک اِس آیت مبارکہ کے بارے میں جب بھی سوچتا ہوں تو ایک عجیب سی سرشاری کا احساس ہوتا ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہوں تو وہ مجھے بھی کرتا ہے جو تمام جہانوں کا مالک ہے جس کے قبضۂ قدرت میں تمام انسانوں کی زندگی، موت اور مقدر ہے لہٰذا میں نے شدت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا شروع کر دیا۔

اس آیت کے بعد جس آیت نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا اور مجھے حوصلہ اور استقامت بھی دی کیونکہ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات نے تمام مسائل کا حل بھی بتا دیا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿10﴾

ترجمہ: اور یاد کرو اللہ کو بہت زیادہ تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔ (سورۃ الجمعۃ آیت نمبر 10)

کیونکہ میں عرصۂ دراز سے کامیابی کے لیے در بدر بھٹک رہا تھا اور مجھے کوئی منزل نظر نہیں آ رہی تھی اور یہاں میرا ربِّ پاک واضح طور پر کہہ رہا تھا کہ کامیابی چاہتے ہو تو میرا ذکر کثرت کے ساتھ کرو لہٰذا اس فرمانِ پاک کو میں نے اپنے پلے باندھا اور دن رات کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نام اور قرآن مجید کی آیاتِ مبارکہ اور سورتیں پڑھنا شروع کر دیں اور یہ عادت اور جنون پہلے دن سے آج تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے جاری و ساری ہے۔ یہاں میں روحانی طالب علموں سے بھی التماس کرتا ہوں کہ جب بھی آپ خود کو ناکام محسوس کریں تو قرآنِ مجید اور اللہ تعالیٰ کے بابرکت ناموں کا ورد کثرت سے کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو بھی میرا ذکر کثرت سے کرے گا وہ کامیاب ضرور ہو گا۔

اسی دوران ایک اور آیتِ مبارکہ نے مجھے اپنے سحر میں جکڑ لیا اور میں کتنے دن اس کے سحر میں کھویا رہا۔ سورۃ الحدید کی پہلی آیت مبارکہ میں بیان ہے:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿1﴾

آسمانوں اور زمین میں جو ہے (سب) اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں۔ وہ زبردست با حکمت ہے۔

بہت سارے لوگ جو تسبیح کرنے پر اعتراض کرتے ہیں ان کے لیے واضح نشانی ہے کہ انسان ہی نہیں کائنات کی ہر چیز اس ذات پاک کی حمد و ثنا میں مشغول اور تسبیح کر رہی ہے۔

مری میں جہاں میرا گھر تھا وہاں پر فطرت اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ جلوہ افروز تھی تو میں جب بھی پہاڑی پر یا

جنگل میں یادِ حق میں مشغول ہوتا یا مری کی یخ ٹھنڈی اور تاریک راتوں میں جب ذکر اذکار کرتا تو مجھے ہر چیز اُس ذات [illegible] ذکر میں نظر آتی۔ مجھے لگتا ہر چیز اللہ تعالیٰ کا ہی ذکر کر رہی ہے اور میں اپنی قسمت پر بہت زیادہ شاکر ہوتا کہ میں بھی کا [illegible] میں جو بھی لوگ یا چیزیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہی ہیں ان میں شامل ہوں تو میری اداسی اور مایوسی دور ہو جاتی اور میں مزید [illegible] وجذبے کے ساتھ ذکر اذکار کرتا اور بہت زیادہ مزہ آتا۔

اور پھر جب میری نظر سورۃ الاعراف کی ان آیات پر پڑی جہاں پر پروردگار فرماتے ہیں:

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿180﴾

اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو (1) اور ایسے لوگوں سے تعلق [illegible] نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں (2) ان لوگوں کو ان کے کیے کی ضرور سزا ملے گی۔

کیونکہ میں خالقِ کائنات کے عشق میں بری طرح مبتلا ہو چکا تھا تو جب میں نے یہ آیت مبارکہ پڑی تو مجھے اللہ [illegible] کے پاک ناموں سے بہت زیادہ عشق ہو گیا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی تھا لہٰذا میں زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ناموں [illegible] ورد کرنے لگا۔ بلکہ میں یہاں ایک بات ضرور کروں گا کہ جب بھی میں اللہ تعالیٰ کے ناموں کو دیکھتا ہوں تو ہر نام کی خوبیاں اتنی زیادہ نظر آتی ہیں کہ کبھی دل کرتا یہ پڑھوں، کبھی دل کرتا وہ پڑھوں، میرے اللہ کا ہر نام ہی باکمال اور عظیم ترین [illegible] مجھے اللہ تعالیٰ کے تمام ناموں سے عشق ہو گیا۔ مجھے جب بھی موقع ملتا میں کوئی نہ کوئی اللہ کا نام پڑھنا شروع کر دیتا۔ کیونکہ میرا اصل وظیفہ یا حیی یا قیوم یا ذوالجلال والاکرام تھا باقی نام میں تھوڑے تھوڑے پڑھتا۔ اکثر میرا دل کرتا کہ میرے جسم کے اربوں حصے ہوں اور میری کھربوں زبانیں ہوں تو میں اللہ تعالیٰ کا ہر صفاتی نام کثرت سے پڑھوں۔ پھر میں یہ سوچتا کہ اس دنیا میں تو ممکن نہیں لیکن جنت میں جا کر میں اپنی یہ خواہش ضرور پوری کروں گا اگر اس گنہگار کو اللہ تعالیٰ کے کرمِ خاص سے جنت ملی۔ سرکارِ مدینہ کے نعلین پاک کے صدقے میں اس خواہش کو بعد میں مَیں نے اس طرح بھی پورا کیا کہ جب ہزاروں لوگ میرے پاس آنا شروع ہو گئے تو میں نے مختلف لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے مختلف نام ورد کرنے کے لیے دینا شروع کر دیئے تا کہ میرے اللہ کا ذکر زیادہ سے زیادہ ہر نام کا ہو اور میری یہ عادت اور کوشش آج بھی ہے کہ میں اپنے پاس آنے والوں کو مختلف نام بتاتا ہوں تا کہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کی تسبیح ہو سکے۔ ریاضت اور مجاہدوں کے دور میں جب من کی اداسی شدت اختیار کر جاتی، جب من کا اندھیرا دورنہ ہوتا، جب طویل ذکر اذکار، مراقبہ اور ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد بھی ناکامی ملتی تو مجھے سورۃ الرعد کی آیت مبارکہ پڑھ کر بہت سکون ملتا۔ جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿28﴾

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یادرکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔ (1)





یہاں پر ایک اور وضاحت بہت ضروری ہے موجودہ دور میں مایوسی، خوف اور ڈیپریشن کے امراض بڑھتے [illegible] ہیں تو میں ڈیپریشن اور خوف وہم کے مریضوں کو جب اللہ تعالیٰ کے مخصوص نام ورد کرنے کے لیے دیتا ہوں تو [illegible] کا وہم، خوف اور ڈیپریشن دور ہو جاتا ہے۔

اہل اللہ نفس مطمئنہ کی جس دولت سے مالا مال ہوتے ہیں کوئی اور نہیں۔ بلاشبہ موجودہ دور فرسٹریشن اور مایوسی کا [illegible] اور مایوسی جب انسانوں کا مقدر بن چکی ہے تو دلوں کا اطمینان تو صرف اللہ کے ذکر میں ہی ہے۔ باقی آیاتِ [illegible] کی طرح مجھے اس آیتِ مبارکہ نے بھی بہت زیادہ متاثر کیا اور اُداسی اور ناکامی کے دور سے نکلنے میں مجھے بہت مدد [illegible] روحانی سالکین جب روحانی سفر کے دوران قبض کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی قبض کی کیفیت کو [illegible] کی سرشاری عطا کرتا ہے۔ جب بھی روحانی سفر کا سرور اور مستی کم ہو جاتی ہے یا انوارات اور مشاہدات کم [illegible] ہیں تو وہ زیادہ سے زیادہ ورد کر کے اُس مایوسی کی کیفیت سے نکلتا ہے۔

تلاشِ حق کے مسافر جب دنیا جہاں کے کام کر کے تھک جاتے ہیں یا جدائی کا زہر ان کو بہت زیادہ تکلیف اور [illegible] دوچار کر دیتا ہے تو انہیں سکونِ قلب کی دولت ذکر سے ہی نصیب ہوتی ہے۔ ہجر کے مسافروں کی بے چینیاں [illegible] قراریاں جب حد سے بڑھ جاتی ہیں تو ذاتِ حق کے ذکر سے ہی بے قراریوں کو سکون اور قرار ملتا ہے کیونکہ اُس [illegible] کے ذکر کے بعد جو نشہ، سرور اور مستی سالک کو ملتی ہے اُس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔

اسی دوران قرآن مجید کی ایک ایسی آیتِ مبارکہ جس نے میری بہت ساری الجھنیں دور کر دیں اور اِس آیتِ [illegible] کا ایک نشہ تھا جو میرے حواس پر چھا گیا۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 138 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿138﴾

ترجمہ: اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ سے اچھا رنگ کس کا ہوگا۔ (1) ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

واہ! کیا بات، قرآن مجید کا ایک ایک لفظ لعل و جواہرات کے بڑے خزانوں سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ میں کئی [illegible] اس آیتِ مبارکہ کی پراسرار سرشاری میں کھویا رہا کہ اللہ تعالیٰ کا رنگ سب سے اچھا ہے کیونکہ محبوب کی ہر ادا اور [illegible] اچھی لگتی ہے اب میری فکر و نظر اس آیتِ مبارکہ پر آ کر ٹھہر گئی۔ اب میرے جیسے کم عقل طالب علم کو یہ بات سمجھ آئی کہ [illegible] تعالیٰ کی ہر بات کو اندر باہر سے پوری طرح ماننا ہے اور خود کو الٰہی رنگ میں ڈھالنا ہے۔ ہر وہ کام جس کا اللہ تعالیٰ نے [illegible] کا حکم دیا وہ کرنا ہے اور جس کام سے روکا ہے اُس سے رک جانا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہر چیز اور انسان سے [illegible] کرنی ہے۔ اپنے جسم اور روح کو اُن تمام امراض اور رذائل سے پاک کرنا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ان [illegible] ؤں کو اپنے وجود کا حصہ بنانا ہے جو اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو ہی اللہ تعالیٰ کا رنگِ عقل و شعور جسم پر چڑھے [illegible] اللہ تعالیٰ کی ذات کو ترجیحِ اول رکھنا ہے۔ باقی تمام رشتے بعد میں، اول اور پہلے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی [illegible] اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کو اپنی ذات پر لاگو کر دینے میں مجھے جو بنیادی بات سمجھ آئی وہ یہ تھی کہ نفرت کسی سے بھی [illegible] کرنی۔ محبت اور خدمت سب سے تمام حدود و قیود یا تعصبات سے پاک ہو کر کرنی ہے۔ اس کے بعد مجھے کبھی بھی کوئی

برا نہیں لگا کیوں کہ مجھے ہر چیز اور انسان میں خالقِ کائنات کا رنگ یاد آ جاتا ہے کہ اس کا بنانے والا کون ہے۔ جب تک تمام روحانی طالب علم اس فلسفے یا سوچ کو نہیں اپنائیں گے ان کا عشق یا تلاشِ حق کا سفر پورا نہیں ہوگا۔

یہاں پر میں سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 165 کا بھی ذکر کرتا چلوں جہاں میرے مولا نے فرمایا:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۚ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۗ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿165﴾

ترجمہ: بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے شریک اوروں کو ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیے (1) اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں (2) کاش کہ مشرک لوگ جانتے جب کہ اللہ کے عذاب کو دیکھ کر (جان لیں گے) کہ تمام طاقت اللہ ہی کو ہے اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (تو ہرگز شرک نہ کرتے)۔

یہاں پر مجھے شدت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خالص محبت کا احساس ہوتا کہ کسی بھی سالک کا عشق اُس وقت تک ادھورا ہے جب تک وہ تمام رشتوں اور تعلقات کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہی نہ رکھے اور اگر کوئی سالک اللہ تعالیٰ کے بجائے اوروں کو اللہ تعالیٰ کا مقام دینا شروع کر دے گا تو ایسے لوگوں کے لیے عذابِ الٰہی ہے۔ توحید اور عشق صرف اور صرف اللہ سے، کسی سے بھی نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ شراکت اور شرک پسند نہیں کرتا۔ جب ہم معاشرے میں با اثر لوگوں کو یا اعلیٰ افسران کو اپنا خدا مان لیتے ہیں کہ یہی لوگ نفع و نقصان کے ذمہ دار ہیں یا اگر کوئی بڑا آفیسر ہم پر مہربان ہے تو ہم کامیاب ہیں ورنہ ناکام تو اللہ تعالیٰ کی ذات اس بات کو بالکل بھی پسند نہیں کرتی۔ اس آیت مبارکہ کے بعد مجھے اپنی ذات کی بہت ساری کمزوریوں کا احساس ہوا تو میں نے اپنا قبلہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف کر لیا۔ میری تربیت میں اِس آیتِ مبارکہ نے بھی بہت بڑا کردار ادا کیا۔ یہاں پر میں سورۃ حدید کی آیت 3 کا بھی ذکر کروں گا جہاں پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿3﴾

ترجمہ: وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے، وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔

قرآن مجید کی اس آیتِ مبارکہ نے بڑا عرصہ تک میرے اوپر ایک سحر اور وجدانی کیفیت طاری رکھی کہ اول و آخر اور ظاہر و باطن وہی ذات ہے باقی ہر چیز نے فنا ہو جانا ہے۔ پوری کائنات ریت کے ذروں کی طرح بکھر جائے گی اور کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ یہاں پر میرا مالک اپنی شان کا اظہار کر رہا ہے کہ پوری کہکشاں اور زمین آسمان فنا ہو جائے گا۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ ذات ہر چیز ظاہر و باطن اور اول و آخر سے واقف بھی ہے۔ وہی ہے جو سب کچھ جانتا ہے۔ کوئی چیز بھی اُس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ سب کچھ جو بھی ہے اُس سے بخوبی واقف ہے وہ اول آخر ظاہر باطن ہے۔

یہاں پر میں سورۃ حدید کی آیت مبارکہ 4 کا بھی ذکر کروں گا۔ جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:


اسرارِ روحانیت

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿4﴾

ترجمہ: اور جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے (4) اور جو تم کر رہے ہو وہ اللہ دیکھ رہا ہے۔

میں پہلی بار جب بابا بشیر مجذوب جو بابا مست کے خلیفۂ خاص تھے کے پاس گیا اور انہوں نے مجھے اس آیت کا مراقبہ کرایا اور کہا کہ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہیں وہ دیکھ رہا ہے۔ جب بھی میں اس آیت کا مراقبہ کرتا تو اللہ تعالیٰ کی موجودگی کو Feel کرتا۔ مری کی وادیوں میں، پہاڑوں پر اور ٹھنڈی راتوں میں آسمان کو دیکھتے جب اس آیت مبارکہ کو محسوس کرتا تو وجدانی سرشاری اور سحر انگیز مدہوشی کا شکار ہو جاتا۔

اکثر میں اپنے دائیں بائیں محسوس کرتا کہ میرا دلبر جانی میرا اللہ تعالیٰ یہیں کہیں ہے۔ مجھے یاد ہے پہاڑی پر یا اپنے خاص کمرے میں مجھے ایک خاص خوشبو اور لمس یا موجودگی کا احساس ہوتا کہ میرا اللہ میرے پاس ہے۔ بعض اوقات مدہوشی اور سرور ملتا کہ میں اللہ تعالیٰ سے باتیں شروع کر دیتا۔ ایسی ایسی باتیں کرتا کہ اگر میں یہاں لکھ دوں تو بہت سے لوگ شاید مجھے گستاخ اور پاگل قرار دے دیں گے کیونکہ اللہ سامنے نہیں آتا تھا تو میں بہت منتیں ترلے کرتا اور یہ کہتا کہ اے اللہ تعالیٰ تو مجھے دیکھ رہا ہے، میں ہوا، خوشبو، پہاڑوں، صحراؤں درختوں، پھولوں، آبشاروں، دریاؤں، سمندروں، زمین آسمان، چاند تاروں، سورج آسمان کی بلندیوں، بارش کے قطروں، بادلوں میں اور انسانوں میں اُس کا عکس دیکھتا اور محسوس کرتا۔ مجھے ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی موجودگی کا احساس ہوتا اکثر میں مسکراتا اور کہتا کہ اے اللہ اور کتنا ترسائے گا، کب سامنے آئے گا۔ کب میں دیدار کروں گا۔ دن رات ہر وقت ڈھیروں کیفیات اور باتیں کرتا رہتا۔ جو لوگ تلاشِ حق کے Process سے نہیں گزرے یا جو عشقِ الٰہی میں مبتلا نہیں ہوئے یا جن کی فطرت میں روحانیت اور تصوف سے لگاؤ یا رجحان نہیں ہے وہ میری ان باتوں کو پاگل پن یا گستاخی قرار دیں گے۔ ان لوگوں سے میری یہی گزارش ہے کہ جس تن لاگے وہ ہی جانے۔ جو بیمارِ عشق ہے وہ ہی بہتر جان سکتا ہے دوسرا نہیں۔

اب میں اُن آیات کا ذکر ضرور کروں گا جنہوں نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ بلکہ ان آیات نے میرے اوپر دہشت اور ہیبت طاری کر دی۔ اکثر ایک ہیبت اور خوف کا عالم میرے اوپر طاری ہو جاتا۔ سورۃ الذاریات کی آیت مبارکہ 21:

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿21﴾

ترجمہ: اور خود تمہاری ذات میں بھی تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔

اور سورۃ ق کی آیت مبارکہ 16:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ښ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿16﴾

ترجمہ: ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں ان سے ہم واقف ہیں (1) اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔ (2)

محترم قارئین! درج بالا آیات مبارکہ نے تو میرے اوپر ہیبت اور دہشت طاری کر دی کہ وہ جس کی میں تلاش

میں ہوں یا ساری کائنات کا خالق مالک میرے اتنا قریب ہے میں اکثر جب میرے اوپر مدہوشی اور استغراقی حالت طا
ہوتی تو اپنی شاہ رگ پر ہاتھ رکھ لیتا یا اپنے جسم کو چٹکی سے دباتا یا آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر کتنی دیر دیکھتا کہ مجھے میر
نے بنایا ہے اور وہ میری شہ رگ سے بھی قریب ہے اور وہ میری تمام سوچوں اور خیالوں سے پوری طرح واقف ہے
ابھی جو خیالات میرے دل و دماغ میں نہیں آئے وہ ان سے بھی واقف ہے۔

میں جیسے جیسے غور کرتا جاتا میرے اوپر ایک خاص قسم کی حالت بلکہ کامل استغراقی حالت طاری ہو جاتی اور
نیم فالجی حالت میں چلا جاتا اور کئی بار یہ استغراقی حالت نقطۂ عروج تک پہنچ جاتی تو میں مدہوشی کی انتہا میں تقریباً نیم
ہوش ہو کر بے سدھ ہو کر پڑا یا بیٹھا رہتا بلکہ یہ استغراق آج تک بھی اکثر میرے اوپر طاری ہو جاتا ہے۔ ان دنوں جب
پہلی بار میں ان آیات کے سحر میں ڈوبا یا مجھے یہ ادراک ہوا کہ میرا ربّ میرے اتنا قریب ہے تو میں اِس سے کبھی تو ار
اور کبھی Enjoy کرتا رہتا۔ آج بھی اکثر جب یہ استغراقی حالت میرے اوپر طاری ہوتی ہے تو پھر کوئی بھی کام کرنے کو دل
نہیں کرتا۔ میں جس حالت میں ہوتا ہوں دل کرتا ہے اسی طرح اور اِسی کیفیت میں بیٹھا رہوں۔ اگر کوئی سائل یا د
میرے پاس ہو تو وہ اپنی باتیں کر رہا ہوتا ہے اور میں اپنی اِس حالت میں۔ بعض اوقات ملنے والے آپس میں اعتراض بھی
کرتے ہیں کہ بھٹی صاحب نے اس فیملی یا شخص کو بہت زیادہ وقت کیوں دیا تو میں انہیں کیا بتاؤں کہ اُس وقت میں اپنے
Senses میں نہیں ہوتا۔ پتہ نہیں میرے جسم کے اندر یعنی باطن میں کیا تغیرات ہوتے ہیں یا مخصوص رطوبتیں خارج ہوتی
ہیں یا روحانی یونٹس بھی لطائف کوئی خاص قسم کی انرجی خارج کرتے ہیں کہ مراقباتی حالت یا استغراقِ کامل میرے اوپر
طاری ہو جاتا ہے اور میرے جسم و جان میں عجیب سرور انگیز کیفیات بیدار ہو جاتی ہیں اور میرا دل کرتا ہے میں اسی طرح
بیٹھا یا لیٹا رہوں اور مجھے کوئی بھی اس حالت سے نہ نکالے۔ اکثر ایسی حالت میں کی گئی کئی دعائیں فوری قبول ہو جاتی
ہیں۔ پتہ نہیں باہر سے کوئی چیز یا روح میرے اندر حلول کر جاتی ہے یا میرے باطن سے کوئی توانائی بیدار ہو کر میرے
جسم کو اپنے سحر میں جکڑ لیتی ہے لیکن یہ کیفیت یا استغراق مستی اور نشے سے بھرپور ہوتا ہے۔ ایسی حالت جب بھی
طاری ہوتی ہے تو دل کرتا ہے یہ ساری دنیا چھوڑ چھاڑ کر کسی تنہا جزیرے سمندر کے کنارے جنگل میں یا دریا کے
کنارے چلا جاؤں اور کبھی واپس نہ آؤں۔

بعض اوقات ایسی حالت سے پہلے جمائیاں بھی آتی ہیں اُس کے بعد یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ میں آدھا
اِس دنیا میں ہوتا ہوں اور آدھا کسی اور دنیا میں یا میرا جسم تو یہاں ہوتا ہے لیکن میری روح شاید کسی اور ہی دنیا میں محو
پرواز ہوتی ہے اور میں نشے اور سرور کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہوں۔

درج بالا جن آیاتِ مبارکہ کا میں نے ذکر کیا ان کے علاوہ بھی بے شمار اللہ تعالیٰ کے نام اور قرآنی سورتیں
اور آیات ایسی ہیں جن کو پڑھ کر یا ان میں ڈوب کر روحانیت، تصوف، شریعت، طریقت، معرفت کے ان اسرار و رموز سے
آگاہی نصیب ہوئی جن سے میں بہت دور تھا۔

اگر ان تمام اللہ کے ناموں اور قرآنی آیات کا میں یہاں ذکر کروں گا تو کتاب بہت زیادہ طوالت کا شکار



...گی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے تمام ناموں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام ناموں اور قرآن پاک کی تمام
... پوری تفصیل کے ساتھ میں نے اپنی کتاب وظائف کا انسائیکلوپیڈیا ''سرمایۂ درویش'' میں لکھ دیا ہے۔ روحانی
... اور شوقین خواتین و حضرات اس کو پڑھ کر اپنی پیاس بجھا سکتے ہیں۔

# صوفیانہ شاعری

کیونکہ میرا لڑکپن اور جوانی ایسے ماحول میں گزری تھی جہاں پر دور دور تک روحانیت کا نام و نشاں نہ تھا۔ مجھے
... گی اور ندامت کا احساس ہوتا ہے کیونکہ اُس دور میں اگر کبھی قوالی یا نعت سن لیتی تو مذاق اُڑنا کہ پتہ نہیں کون
... لوگ ہیں جو ان کو سنتے ہیں ذرا بھی دلچسپی محسوس نہ ہونا۔ یہاں پر میں ایک اور بات ضرور Share کروں گا کہ ایک بار
... میرے پاس سلطان العارفین جناب سلطان باہو کی مشہورِ زمانہ چھوٹی سی کتاب ''چنبے دی بوٹی'' چھوڑ گیا تو
... پڑھنے کی کوشش کی تو مجھے بالکل بھی سمجھ نہ آئی اور یہ سوچ کر رکھ دی کہ پتہ نہیں کون لوگ کیوں اِس کو پڑھتے ہیں۔
... بعد میں تلاشِ حق کی کھوج کا سفر شروع ہوا اور عشقِ حقیقی کا احساس ہوا تو یقین مانئے دوبارہ میں نے اس کتاب کو
... اور ایک ایک شعر اور لفظ نے میرے اوپر وجدانی کیفیت طاری کر دی۔ کیونکہ روحانیت کے جو اسرار و رموز سلطان
... بیان کر گئے ہیں اُن کی مثال نہیں ملتی۔ یہی حال مولانا روم کی مثنوی کا ہے۔ میں جب بھی معرفت کی اس عظیم ترین
... کا مطالعہ کرتا ہوں تو کمال درجے کا سحر طاری ہو جاتا ہے اور بعض شعروں کو پڑھ کر تو میرے اندر اتنی زیادہ تبدیلی یا
... آتے کہ میں نیم بے ہوش ہو کر گر جاتا ہوں۔ بلاشبہ مثنوی روم معرفت کا وہ خزانہ اور سمندر ہے کہ صدیوں سے
... حق اس میں غوطہ زن ہیں اور اپنی اپنی بساط کے مطابق فیض یاب ہو رہے ہیں اور اپنے دامن ہیرے جواہرات
... ہیں۔ اسی طرح بابا فرید کی شاعری اور ان کی عبادت، ریاضت اور مجاہدوں کا ذکر پڑھ کر بھی بندہ حیرت کے
... میں گم ہو جاتا ہے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی اور رحمان بابا کی شاعری بھی اپنے کلچر اور عشقِ الٰہی کا خوبصورت مجموعہ
... شاہ حسین کی شاعری میں جو سوز و گداز ہے وہ بھی سالکین کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ میاں محمد بخش کی شاعری کو کون بھول سکتا
... انہوں نے جس داستان کو بیان کیا حالانکہ وہ ہمارے کلچر سے نہیں ملتی لیکن جہاں بھی میاں صاحب پند و نصیحت یا عشقِ
... ذکر کرتے ہیں تو ایک وجد اور سرشاری کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ پنجابی زبان کے شیکسپیئر وارث شاہ کی کیا بات
... وارث شاہ سے پہلے بہت سارے لوگوں نے ہیر وارث شاہ لکھی۔ لیکن جب ایک صوفی نے لکھی تو اُس کمال پر لے گیا
... بڑے سے بڑے ادب کے سامنے فخر کے ساتھ ہیر وارث شاہ کو پیش کیا جا سکتا ہے اور وارث شاہ کے بعد کسی
... کی جرأت نہیں ہوئی کہ دوبارہ ہیر رانجھا لکھ سکے۔

اب میں نے اس عظیم کتاب کا مطالعہ کیا تو سرور و مستی کی بہت ساری کیفیات کو Enjoy کیا جس طرح وارث
... کی خوبصورتی کو بیان کیا ہے یہ اُس دنیا سے اوپر کی بات ہے۔

جہاں پر ہیر اور قاضی کا مکالمہ ہے وہاں پر بھی وارث شاہ اپنے فن کے عروج پر نظر آتے ہیں۔ ہیر ماورال [illegible] اور ایک شاہکار بن جاتی ہے۔ ہیر وارث کا ہر مصرع بہتی ندی اور لفظ لہروں کی مانند نظر آتے ہیں۔

جب سہتی اور رانجھے کا مکالمہ ہوتا ہے تو وارث شاہ کی دانائی اور بصیرت کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔

اور پھر وہ شاعر جس نے میری چولیں ہلا کر رکھ دیں وہ ہیں بلھے شاہ۔ جس طرح عشقِ حقیقی کے راز [illegible] اور نڈر انداز سے بلھے شاہ نے بیاں کیے کسی نے نہیں کیے۔ بلھے شاہ نے جس دبنگ اور بلند آواز کے ساتھ وحدت [illegible] کے خالصتاً صوفیانہ معاملے کو طشت از بام کیا ہے وہ جرأت کسی اور کو کم کم ہی نصیب ہوئی ہے۔ بلکہ بلھے شاہ نے [illegible] اور فلسفہ کو اکٹھا کر دیا ہے اور بلھے شاہ یقیناً پنجاب کے رومی ہیں۔ اپنے مرشد عنایت قادری کے پرستش میں بلھے شاہ [illegible] مریدوں حتیٰ کہ امیر خسرو سے بھی آگے نظر آتے ہیں۔ بلاشبہ بلھے شاہ جیسا اور کوئی نہیں ہے۔

میں تلاشِ حق میں جب عشقِ الٰہی کا مسافر بنا تو مجھے وہ تمام لوگ بہت اچھے لگتے جو اِس راستے پر چلے اور [illegible] کیفیات اور مشاہدات بیان کرتے گئے۔ میں سارا سارا دن مراقبہ اور ذکراذکار کرتا اور جب بھی موقع ملتا تو ان [illegible] شاعروں کی شاعری سے لطف اندوز ہوتا۔ یہ سارے شاعر ہی اپنی اداسی، تلاش اور ہجر کا بہت اچھے طریقے سے [illegible] کرتے۔ یہ بھی اُسی آگ میں سلگتے تھے جس میں اُن دنوں میں سلگ رہا تھا۔ یہی شاعری جب جوانی میں مجھے [illegible] سمجھ نہیں آتی تھی آج ایک ایک لفظ میں نشے اور سرور کے ساتھ Enjoy کرتا اور کچھ شعروں پر تو میں تڑپنا شروع کر [illegible] شدید جھٹکے لگتے اور میں گر جاتا۔

میں بہت ساری نعتیں، حمد اور قوالیاں بھی سنتا۔ ایک قوالی نے تو مجھے پاگل بنا کر رکھ دیا۔ آج بھی جب میں [illegible] کو سنتا ہوں تو آؤٹ آف کنٹرول ہو جاتا ہوں۔

بلھے شاہ اور کچھ اشعار کسی دوسرے شاعر کے ہیں ایسی باتیں بلھے شاہ ہی کر سکتا ہے۔

قوالی کے بول یہ تھے:

بے حد رمزاں دسدا میرا ڈھولن ماہی
وڈی "ب" نا دس ملاّں
او الف سیدھا کم خط آیا

او یار کلوٹنی رات والا، بھیس وٹا اک وٹ آیا
سوہنا "م" دا گھونگھٹ پا کے ویکھ
انہا زلفاں دے گنجل کڈھ آیا

کتھے شیعہ اے کتھے سنّی اے کتھے جٹادار کتھے مُنّی اے
کتھے پتہ کعبے دا دسدا بت خانے وچ کدھرے وسدا



[illegible] ظاہر آپے باطن آپے لُک لُک بہیندا اے
[illegible] لُکدا، آپے دسدا، آپے دھوم مچیندا اے
[illegible] "قرالہی" دس کے جانی ہن کیوں مکھ چھپایا ای
[illegible] دے کپڑے جو جھڑیا سو پایا ای
[illegible] ذات الٰہی سجدہ کس کروایا ای
لازم بات ادب دی اے
وچ صورت رب دی اے
ویکھ کہ صورت دلبر دی
ع عرب بناں م احمد
صورت وچ صورت دے
سامنے شیشہ وحدت دا
صورت دے رب نئیں لبھدا
لے اوہندا، نہ رب ہُندا
گل کوئی یار خطاوی نئیں
احمد بن کے حمد کرائے
طالب تے مطلوب آپے
اپنے ہجر وچھوڑے دی
مدھ قدیماں گلّا ہے
خود ہو کے دیکھ میاں
کامل نہ اے بھید کُھلا
صورت صورت بن آیا
روح مثال تے جسم ہویا
اکھیاں دتیاں مرشد نے
مومن ہو کے مندا اے
کردا نی کی کردا دلبر کی کردا
[illegible] نماز گزارے بُت خانے جا وڑ دا
[illegible] دل دیکھاں اُت دل اوہو ہر دی سنگت کردا

آپے ملاّں، آپے قاضی، آپے علم پڑھیندا اے
بلھا شاہ عنایت مینوں پل پل درشن دیندا اے
میں ڈھولن وچ فرق نہ کائی "اَیْنَمَا" فرمایا ای
منصور کولوں گُجھ ظاہر ہویا سولی چڑھایا ای
بلھے شاہ دا حکم نہ منیا، شیطان خوار کرایا ای
سانوں بات معلوم سب دی اے
کتھے ظاہر اے کتھے چھپدی اے
اج بے صورت نوں جان گئے
اساں یار نوں خوب پہچان گئے
بن آپ محمد آیا اے
اج رب نے یار سجایا اے
اودہی شکل نورانی مکھ رب دا
"لولاک" خدا فرمایا اے
جے خدا او نئیں تے جدا وی نئیں
تے محمد نام رکھایا اے
آپے آپ اپنا محبوب آپے
تقریر سنائی جاندی اے
کوئی غیر نئیں اللہ ہی اللہ اے
جیہدی بستی اے اوہ وسدا اے
اے کلمہ کوئی نہ دسدا اے
خود آپ محافظ صورت دا
آپ ہر ہر دے وچ وسدا اے
ہر دیکھیا ہر ہر شان اندر
کتھے کافر ہو کے نسدا اے
اکے گھر وچ وسد یار سدیاں نئیں ہند اوچ پردہ
آپ اکوئی لکھ گراں دے مالک سب گھر گھر دا
موسیٰ تے فرعون بنا کے دوہو کہ کیوں لڑدا

حاضر ناظر ہر تھاں اوہو کیہڑا کس نوں کھڑدا        کی کردا نی کی کردا دلبر کی کردا
کتھے رومی کتھے شامی اے        کتھے صاحب کتھے غلامی اے
کتھے خاصاں وچ کتھے عامی اے        او آپ ہی آپ تمامی اے
''م'' دے اولے وچ وسدا میرا ڈھولن ماہی        احد دے وچ ''م'' رلایا
ہن میں ہی لکھایا سوہنا یار        جس دے حُسن دا گرم بازار
''م'' دے اولے وچ وسدا        پیارا پہن پوشاکاں آیا
آدم اپنا نام دھرایا        احد بن احمد آیا
نبیاں دا سردار        کارن پپت میت بن آیا
م دا گھونگھٹ مکھ تے پایا        احد توں احمد نام دھرایا
آپے نور وجود و شہود آپے        آپے آپ سارے روپ دھارے دا اے
اوہ محبوب آپے۔ آپے ہو عاشق        اپنے آپ توں جند وار دا اے
او دیوا نے آم محمدی چوں        پیا الف آپے چمکاں مار دا اے
کراں کی بے حد تعریف اُس دی        اوہ تاں لنگھ بے حد چوں حد آیا
بی بی آمنہ دے گھر ہن اِداں        دیکھو کفر تے شرک دا رَدّ آیا
او دیوا نے آدم دا کنڈا پا کے        صورت وچ اللہ الصمد آیا
م دے اولے وسدا میرا ڈھولن ماہی        بے حد رمزاں دسدا میرا ڈھولن ماہی
اولیا شاہ منصور کہاوے        رمز انا الحق آپ سناوے
آپے آپ نوں سُولی چڑھاوے        کول کھلو کے ہسدا میرا ڈھولن ماہی
بے حد رمزاں دسدا میرا ڈھولن ماہی

کیونکہ میں فطری طور پر جنونی ہوں اس لیے بازار میں جتنی بھی صوفیا کی شاعری کی کتابیں دستیاب تھیں وہ میں نے اکٹھی کرلیں اور ان کو پڑھتا رہا۔ اسی دوران میں نے بے شمار جگہوں سے تصوف کی کتابیں اکٹھی کیں اور ان کو پڑھنا شروع کردیا۔ جب میں نے یہ کتابیں پڑھیں تو حیرتوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ کیسے کیسے لوگ اس دنیا میں آ کر چلے گئے اور ان کتابوں کو پڑھتے ہوئے میں اکثر سوچتا کہ جو آگ مجھے لگی ہے اسی کیفیت سے اور بھی بہت سارے لوگ بھی گزرے ہیں۔ درج ذیل کتابوں نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا۔

**کتاب رعایۃ لحقوق اللہ:** یہ کتاب حارث محاسبی کی ہے جو قدیم ترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس میں صوفیہ کے اخلاق اور عبادات کا ذکر ملتا ہے۔



**کتاب اللمع فی التصوف:** یہ عربی زبان میں تصوف کی قدیم ترین کتابوں میں سے ایک کتاب ہے۔ اس میں تصوف کی حقیقت، صوفیوں کی اہمیت، طریقت معرفت پر تفصیلی بیان ملتا ہے۔

**قوت القلوب:** اس کتاب نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا۔ شیخ ابو طالب مکی کی کمال کی کتاب کیونکہ طریقت اور ... کے دقیق مسائل اس سے پہلے اسلام میں کسی نے بھی پیش نہیں کیے۔ آپ کی یہ کتاب اردو میں بھی دستیاب ہے۔ ... آنے والی زیادہ تر کتابیں اسی کو ہی دیکھ کر لکھی گئیں۔

**طبقات الصوفیہ:** یہ مشہور زمانہ کتاب ابوعبدالرحمٰن نے لکھی جو تصوف میں حضرت سلمی نیشاپوری کے نام سے ... ابن جوزی جیسے ناقد نے بھی اس کتاب کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔

**رسالہ قشیریہ:** بلاشبہ تصوف کی لاجواب کتاب شیخ ابوالقاسم القشیری نے لکھی۔ پوری دنیا میں یہ کتاب دستیاب ... اور سارے بزرگ اس کا درس دیا کرتے تھے۔ یہ رسالہ ایک مقدمہ اور 13 ابواب پر مشتمل ہے۔ اردو میں بھی ...

**کشف المحجوب:** فارسی زبان کی مشہورِ عالم کتاب جو مرشد کامل کا مقام رکھتی ہے۔ ہر پڑھا لکھا شخص اس ... سے واقف ہے۔ حضرت ابوالحسن علی بن عثمان بن علی کی مشہورِ زمانہ کتاب۔ سرزمین پاکستان پر یہ کتاب تمام تصوف ... کتابوں پر بھاری نظر آتی ہے۔

**احیاء العلوم:** امام غزالی کی مشہورِ زمانہ کتاب۔ تصوف کی دنیا میں امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کو غیر فانی مقام حاصل ... تصوف کی درسی کتب میں شامل ہے۔ اپنی مثال آپ کتاب ہے۔

**کیمیائے سعادت:** اس کتاب کو ہم احیاء العلوم کی تلخیص بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کتاب کو بھی ایک خاص مقام ... اس کتاب نے بہت عرصے تک مجھے اپنے سحر میں جکڑے رکھا۔ تصوف کی اعلیٰ درجے کی کتاب ہے جس میں ... اپنے عروج پر نظر آتے ہیں۔

**فتوح الغیب:** شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی مشہورِ زمانہ کتاب ہے۔ فتوح الغیب آپ کے ... کا مجموعہ ہے۔ اصلاحِ نفس اور تزکیۂ قلب پر آپ کے بیانات روح پرور ہیں۔

**غنیۃ الطالبین:** حضرت سیدنا غوث الاعظم کی لاجواب کتاب ہے۔ شریعت اور طریقت کا اعلیٰ بیان ملتا ہے۔ ... اور باب آداب المریدین پر کیا خوب لکھا ہے۔

**تذکرۃ الاولیا:** شیخ فریدالدین عطار کی مشہور زمانہ کتاب ہے۔ 7 سو سال گزرنے کے بعد بھی اس کتاب کی ... روزِ اول کی طرح قائم و دائم ہے۔ 97 صوفیہ کرام اور مشائخِ عظام کے حالات، سوانح اور اقوال پر مشتمل ہے۔ یہ ... ہر دور میں مقبول رہی ہے۔

**عوارف المعارف:** جناب شہاب الدین سہروردی کی مشہور زمانہ کتاب ہے۔ یہ تصوف کی جامع ترین کتاب ... ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں تصوف کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہر دور میں مقبول رہی ہے۔

**فتوحاتِ مکیہ:** شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی مشہور زمانہ لاثانی کتاب ہے جو چار بڑی جلدوں پر مشتمل [illegible] اس کتاب کو سمجھنے کے لیے راہبرِ کامل کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ گمراہ ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے کی [illegible] کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔ لاجواب بے مثال کتاب ہے۔

**فصوص الحِکم:** یہ بھی شیخ اکبر کی لاثانی اور لاجواب کتاب ہے جو کسی استاد کی زیرِ نگرانی ہی پڑھی جا سکتی [illegible] بعض معاملوں میں یہ فتوحاتِ مکیہ سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ 27 فصوص پر مشتمل علم و معرفت کا خزانہ ہے۔

**مجدد الف ثانی**، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، نظام الدین اولیا، پیر مہر علی شاہ اور بے شمار۔ اگر میں [illegible] کتابوں کا ذکر کروں تو قارئین بور ہو جائیں گے۔ بہر حال میں نے اپنا کمرہ صوفیہ کرام کی شاعری اور کتابوں سے [illegible] اور دن رات اس تلاش میں رہتا کہ انہوں نے کون سا طریقہ استعمال کیا اور یہ اپنی منزل کو پا گئے کیونکہ یہ تمام عظیم تر [illegible] قربِ الٰہی کے مسافر تھے۔ اس لیے مجھے ان کی باتیں اور تعلیمات پڑھ کر بہت مزہ آتا کیونکہ ان کی اور میری منزل ایک [illegible] اور یہ بھی اسی پل صراط سے گزرے تھے جس سے میں گزر رہا تھا۔ کتابیں اور شاعری میں پڑھ تو رہا تھا لیکن ابھی بھی [illegible] دنیا تاریک تھی، ابھی بھی من کا اندھیرا اجالے میں نہیں بدلا تھا لیکن میں کوشش کیے جا رہا تھا۔

# خدا کے ہونے کا احساس

محترم قارئین! اگلے صفحات میں جو واقعات، کیفیات اور مشاہدات میں بیان کرنے لگا ہوں اُن کی وضا[illegible] ضروری ہے۔ اگر تو آپ یہ سمجھیں کہ اِس میں میری ذات کی نمائش یا مجھے شہرت کا شوق ہے تو بخدا ایسی بات نہیں [illegible] کیونکہ اگر مجھے شہرت کا شوق ہوتا تو کبھی بھی کوہِ مری چھوڑ کر لاہور نہ آتا کیونکہ مری میں ہزاروں کا مجمع روزانہ لگتا تھا۔ [illegible] سارے شہر کو فتح کر چکا تھا۔ ساری زندگی عیش و آرام سے گزرنی تھی کیونکہ اس حقیقت کا ادراک مجھے پہلے دن سے [illegible] تک ہے کہ اِس کائنات کا ذرّہ ذرّہ ربّ ذوالجلال کا محتاج ہے۔ میرے جیسے اربوں کیڑے مکوڑے اِس دنیا میں آئے [illegible] وقت گزرنے کے بعد آج اُن کا نام و نشان تک باقی نہیں ہے بلکہ عظیم ترین انسانوں کی قبروں تک کا آج نشان نہیں [illegible] جن کو یہ زعم تھا کہ زندگی موت اُن کے ہاتھ میں ہے۔ ایسے لوگ جن کے ساتھ کروڑوں انسانوں کے دل دھڑ[illegible] تھے۔ آج ایک انسان بھی ان کے بارے میں نہیں سوچتا۔ وقت ہر چیز کو کھا جاتا ہے۔ قارئین صرف 100 سال بعد شا[illegible] میں سے ایک بھی انسان زندہ نہ ہو۔ میں اور آپ یعنی میری اور آپ کی جگہ نئے لوگ ہوں گے۔ [illegible] معاشرے، دیہات، بازار اور شہروں کے شہر اسی طرح زندگی کی گہما گہمی میں دن رات مصروف ہوں گے لیکن سارے [illegible] سارے نئے لوگ۔

میرا اِس کتاب کو لکھنے کا جو سب سے بڑا مقصد تھا وہ یہ کہ وہ روحانی متلاشیانِ حق جن کو راستہ نہیں ملا یا عرصہ [illegible] کے ذکر اذکار کے بعد بھی وہ اندھے ہیں تو گھبرائیں نہ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے میرے من کا اندھیرا دور کیا اُسی طرح [illegible]



[illegible] جاری رکھیں تو ایک دن ضرور وہ آپ کی سنے گا کیونکہ وہ ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے۔

قارئین! میں نے جب یہ روحانی سفر شروع کیا تو عشقِ الٰہی کیا ہے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ میں اِس سفر پر جب [illegible] کہیں میرے دل و دماغ میں بھی طاقت حاصل کرنا تھا کہ میرے پاس کچھ ماورائی قوتیں آ جائیں گی لیکن [illegible] میں اس سفر میں آگے بڑھتا گیا تو غیر محسوس طریقے سے مظاہرِ فطرت سے متاثر ہوتا چلا گیا اور خالقِ [illegible] عشق میں بری طرح مبتلا ہوتا گیا۔ عشق کا یہ جذبہ اتنی شدت اختیار کر گیا کہ میں اپنی زندگی تک دینے کو تیار [illegible] روحانی سفر میں یقیناً میں بہت جان لیوا اور کٹھن مراحل سے گزرا لیکن ہر مشکل اور رکاوٹ کے بعد یہ جذبہ شدت [illegible] گیا۔ جب میں مظاہرِ فطرت پر غور کرتا تو یہ احساس ہوا کہ یہ ہماری زمین اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی وسیع و عریض [illegible] اربوں کہکشاؤں پر مشتمل ہے اور ابھی اور دریافت ہوتی جا رہی ہیں میں ایک نقطے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اتنی بڑی [illegible] ہماری زمین ایک نقطہ ہے۔ اُس نقطے میں اربوں انسان اور باقی مخلوقات موجود ہیں۔ ان اربوں میں اکثر [illegible] ہوا کہ میرا ربّ میرے آس پاس ہے۔

جب خالق کائنات سے میرا عشق جنون اختیار کر گیا اور میں اپنی ذات کو بھی بھول گیا تو میں اکثر سوچتا کہ وہ [illegible] عظیم تر ہے اور میں ایک حقیر ذرّہ بھی نہیں تو شدت سے میرے دل و دماغ میں ایک خیال بار بار آتا کہ [illegible] ایک بار سیکنڈ کے ہزارویں حصے کے لیے بھی صرف میری طرف دیکھ لے یا متوجہ ہو جائے تو مجھے میری تمام [illegible] اور مجاہدوں کا پھل مل جائے گا۔ وہ ایک لمحہ میرے لیے جنتِ فردوس سے بھی بڑھ کر ہو گا۔ میری صدیوں کی تلاش [illegible] کو سکون مل جائے گا اور میں امر ہو جاؤں گا۔ جو لوگ میرے معمولات سے واقف ہیں وہ اکثر پوچھتے بھی ہیں اور [illegible] ہیں کہ بھٹی صاحب جب آپ کسی سے معاوضہ نہیں لیتے تو پھر کیوں اپنی ساری زندگی اس خدمت خلق [illegible] دن رات ہر بندے سے مسکرا کر کیوں ملتے ہیں یا غیر ممالک سے مادیت کے حصار میں جکڑے لوگ جب [illegible] ہیں اور ملاقات کے بعد پیسے دینے کی کوشش کرتے ہیں اور جب میں کہتا ہوں کہ میں اللہ کے لیے کرتا ہوں تو وہ [illegible] سے میری طرف دیکھتے ہیں کہ یہ کیسا پاگل شخص ہے اور بلا معاوضہ یہ کام کس جذبے اور Motivation [illegible] تو اس کا جواب میں یہاں دینے کی کوشش کرتا ہوں۔ جب آپ کو کسی سے عشق ہو جائے تو آپ کو اُس کی بری [illegible] بھی اچھی لگنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس سے متعلقہ چیزوں سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مجھے اپنے ربّ سے بے [illegible] اس لیے مجھے اُس کی بنائی ہوئی ہر چیز سے محبت ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی بیمار یا پریشان حال شخص میرے پاس اپنے دکھوں کے مداوے کے لیے آتا [illegible] کچھ عرصے بعد اللہ تعالیٰ اُس پر کرم کر دیتا ہے اور وہ خوشی سے لبریز ہو کر جب میرے پاس آتا ہے اور خوشی کا [illegible] یا جب اندھے کو بینائی ملی، گونگے نے بولنا شروع کیا، معذور بچہ چلنے لگا، بے اولادوں کی جھولیاں اولاد سے [illegible] لاعلاج مریض صحت کے ساتھ لوٹے، بے روزگار کو روزگار ملا۔ مختصر پریشان حال لوگوں کو پریشانی اور دکھوں سے [illegible] ہے اور ایسے لوگ خوشی اور سرشاری کے ساتھ اپنے چہروں پر مسکراہٹ سجائے میرے پاس آتے ہیں تو مجھے اُس

وقت احساس ہوتا ہے کہ میرے دلبر میرے خداپاک نے ایک لمحے کے لیے میری طرف دیکھا۔ میرے اوپر کرم کیا، خیال میری ساری تھکاوٹ دور کر دیتا ہے اور میری بیٹری دوبارہ چارج ہو جاتی ہے۔

کیونکہ میری عبادات ذکر اذکار اِس قابل نہیں ہیں کہ میرا اللہ مجھے اس درجہ کی عزت سے نوازے تو جب وہ کوتاہیوں اور گناہوں کے باوجود میرے پاس آنے والوں کو دکھوں سے نکالتا ہے اور ان کی زندگیوں میں خوشیاں بھر دیتا ہے تو میں ہمیشہ ندامت سے رو پڑتا ہوں اور شکرانے کے طور پر سجدہ ریز ہو جاتا ہوں۔ اگلے صفحات میں سارے کے سارے واقعات حقیقی ہیں اور وہ لوگ زندہ ہیں۔ ان کو افسانہ سمجھ کر نہ پڑھیے گا بلکہ ربّ ذوالجلال کا کرم خاص سمجھ کر پڑھیے گا۔ اصل ہدف وہ روحانی طالب علم اور متلاشیانِ حق ہیں جو در بدر کی ٹھوکریں کھا کر تھک گئے ہیں اور روحانی سفر کو ترک کر دیا، تصوف اور روحانیت کو خیالی باتیں سمجھ کر فراموش کر دیا ہے۔ وہ اِس یقین کے ساتھ پڑھیں کہ اگر کوئی بھی سالک مسلسل دروازے پر دستک دیتا رہے خلوصِ نیت کے ساتھ تو ایک دن دروازہ کھل جاتا ہے۔ آخر آپ منزل پا جاتے ہیں۔

# پہلا روحانی علاج یا دم

قارئین کے لیے یہ بات انتہائی حیرت کی ہوگی کہ میں مہینوں سے ذکر و اذکار کر رہا تھا اور مراقبہ بھی لیکن ابھی تک کسی کو دم یا روحانی علاج نہ کیا تھا اور نہ ہی ارادہ تھا بلکہ میں دم کے بہت خلاف تھا کہ اس میں صرف نفسیاتی تسلی ہوتی ہے، دم یا روحانی علاج کچھ بھی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی حقیقت ہے۔

انسان کی عقل ہمیشہ سے ناقص اور کمزور ہے اور ربّ ذوالجلال کی ہمیشہ مکمل اور ٹھیک ہے۔ بندہ کچھ سوچتا ہے اور رب کچھ اور میرے منصوبے کچھ تھے اور میرے رب کے کچھ اور ہوتا وہی ہے جو رب اس کا ئنات کا مالک چاہتا ہے۔

میں جو شروع سے دم اور روحانی علاج کے خلاف تھا اب فطرت نے مجھ سے بھی یہی کرانا تھا کیونکہ میرا مرشد کوئی نہیں تھا جو مجھے سمجھاتا لہٰذا یہاں بھی فطرت نے اپنا کردار ادا کیا اور مجھے روحانی علاج پر لگا دیا۔ یہاں میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جب کوئی فقیر یا سالک ذکر و اذکار کرتا ہے اور اُس کے اندر روحانی قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں تو ربِ ذوالجلال پھر معاشرے سے اُس بندے کا تعارف کراتا ہے، لوگوں کو بتاتا ہے کہ یہ میرا بندہ ہے اس کے پاس جاؤ۔ میں کئی مجذوبوں اور مست لوگوں سے مل چکا ہوں جو جذب اور استغراقی حالت میں ہوتے ہیں جن کو اپنی ہوش نہیں ہوتی لیکن مخلوق ان سے فیض یاب ہو رہی ہوتی ہے۔ وہ جس کی طرف نظر کرتے ہیں اس کی زندگی سنوار دیتے ہیں۔ میں جو ساری عمر دم جھاڑ، پیری فقیری کے خلاف رہا اب میں بھی یہی کرنے جا رہا تھا، فطرت مجھے ادھر لے کر جا رہی تھی جس کے لیے مجھے تخلیق کیا تھا۔ واہ میرے سوہنے رب! تیرے کھیل نرالے تو حیرت کدہ ہے، اللہ! I Love you۔

میں دن رات اسی شکر میں رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کام پر لگانا تھا۔



اُس دن بھی میں روزمرہ کی طرح کالج میں آیا ہوا تھا۔ ہم سب دوست پرنسپل صاحب کے کمرے میں بیٹھے تھے کہ اچانک کلاس روم میں بہت شور مچ گیا۔ چوکیدار نے آکر بتایا کہ سر کلاس میں ایک لڑکے کو دورہ پڑ گیا تمام لڑکے اُس کو پکڑ رہے ہیں لیکن وہ کسی کے قابو نہیں آ رہا۔ کرسیاں الٹ پلٹ ہو گئیں تھیں لڑکے اس کو پکڑتے تھے مگر وہ کسی کے قابو نہیں آ رہا تھا۔ اُس کے منہ سے عجیب آوازیں نکل رہی تھیں۔ ہمارا کالج سڑک کنارے تھا ایک بندہ گزر رہا تھا اُس کو پتہ چلا تو وہ اندر آ گیا وہ شاید دم کرتا تھا۔ اُس نے دم کرنے کی کوشش کی تو اُس لڑکے نے اُس کے ساتھ بدتمیزی کی۔ خوف و ہراس طاری تھا کسی کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کریں۔ اُس کے کزن بتا رہے تھے کہ سر اس کو بچپن سے دورہ پڑتا ہے کوئی چڑیل اس پر عاشق ہے۔ جب بھی دورہ پڑتا ہے بہت بُرا پڑتا ہے۔ کئی جگہوں اور بزرگوں سے دم کرایا لیکن آرام نہیں آیا۔ سب پر خوف اور دہشت طاری تھی۔ ایک دو اور بندوں نے دم کرنے کی کوشش کی لیکن اُس نے بدتمیزی کی اور گالیاں دیں۔ اچانک اُس لڑکے نے بولنا شروع کر دیا کہ سر عبداللہ بھٹی کو بلاؤ اُن کو لے کر آؤ ہم اُن سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سب سیکڑوں طالب علموں اور اساتذہ کے سامنے ہو رہا تھا۔ میں ڈر گیا کہ میری خیر نہیں، میں جو پڑھتا رہتا ہوں اس کا پتا لگ گیا مجھے ملنے لگی ہے۔ میرے دوستوں اور پرنسپل صاحب نے کہا بھٹی صاحب جاؤ۔ میں نے کہا نہ سر مجھے الف ب نہیں آتی، مجھے کوئی دم نہیں آتا، میں نے مار کھانی ہے، میں نہیں جاؤں گا۔ مجھ پر خوف اور دہشت طاری ہو چکی تھی کہ یہ مجھے کیوں بلا رہا ہے، یہ طالب علموں کے سامنے میری بے عزتی کرنا چاہتا ہے یا مجھے مار ہی نہ دے۔ جب اُس نے بار بار میرا نام لے کر بلایا تو دوستوں نے کہا کہ سارا دن تسبیح کرتے ہو، جاؤ ڈرتے کیوں ہو۔ آخر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور یا حیی یا قیوم کا ورد کرتے ہوئے میں کمرے میں داخل ہوا اور ڈرتے ڈرتے متاثرہ سٹوڈنٹ کی طرف بڑھا، میں خوف زدہ تھا۔ میں جب اُس کے قریب تک پہنچا جس کو باقی بچوں نے پکڑ رکھا تھا۔ اُس بچے کی عجیب حالت تھی اُس پر بھی وحشت طاری تھی۔ وہ عجیب نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا میں اُس کے سامنے جا کر رک گیا میں یا حیی یا قیوم کا ورد کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہا تھا کہ میری حفاظت فرمانا۔

اُس بچے نے نہایت ادب اور بھرائی آواز میں کہا: ہم آپ کو سلام کرتے ہیں، آج صرف آپ کو سلام کرنا تھا، آپ آ گئے ہیں اب ہم چلے جائیں گے اور آج کے بعد کبھی نہیں آئیں گے، یہ ہماری آخری حاضری ہے، آپ بہت نیک انسان ہیں، آپ کے احترام میں ہمیشہ کے لیے اس لڑکے کو چھوڑ کے جا رہے ہیں ہم آپ کا بہت احترام کرتے ہیں آپ ہمارے لیے قابلِ احترام ہیں، ہمارا سلام قبول ہو، ہمارے لیے دعا کریں اور اس بچے کو دم کریں۔

یہ منظر سیکڑوں سٹوڈنٹ اور کالج کے اساتذہ اور باقی سٹاف ممبران دیکھ رہے تھے، میں اور وہاں پر موجود لوگ حیران ہو رہے تھے، یہ کوئی فلمی سین یا افسانوی ماحول لگ رہا تھا۔ میں نے یا حیی یا قیوم پڑھ کر اُس کو دم کیا۔ بچے نے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر سلام کیا اور وہ بے ہوش ہو گیا جیسے اُس پر قابض چیز اُس کے جسم کو چھوڑ کر جا رہی ہو، چند لمحوں بعد بچہ ہوش میں آ گیا، اب وہ نارمل بچوں کی طرح کھڑا تھا اور شرمندہ بھی، ماحول پر سناٹا طاری تھا، تمام ہال پر خاموشی کی چادر تنی تھی، تمام لوگ حیرت، خوف اور تجسس سے یہ منظر دیکھ رہے تھے، میں بھی حیرت اور خالی ذہن کے ساتھ یہ سب دیکھ رہا تھا کہ یہ کیا

ہے اور واقعی وہ پُراسرار مخلوق جا چکی ہے جو اس بچے پر قابض تھی؟

یہ سارا منظر تمام کالج کے بچے اور کالج سٹاف دیکھ رہا تھا، ہر بندہ مجھ سے متاثر نظر آ رہا تھا، میری قسمت ... تھی، تمام لوگ تحسین آمیز نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے جیسے میں نے کوئی بہت بڑا معرکہ سرانجام دے لیا ہو۔ ... خاص چیز بن گیا ہوں۔ یہ بچے مری کے دور دراز علاقوں سے پڑھنے آتے تھے یہ سارا منظر اُن کے سامنے ہوا تھا لہٰذا ... کی طرح یہ مری کے اطراف میں پھیل گئے۔ کچھ پنجاب کے مختلف شہروں سے بھی ہاسٹل میں تھے لہٰذا دور دراز علاقوں ... یہ واقعہ کرامت کے طور پر بڑھا چڑھا کر سنایا گیا۔

اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو آج بھی میں دم نہ کرتا نہ ہی روحانی علاج کی طرف آتا۔

اس کے بعد میں پانچ سال مری میں رہا وہ بچہ مجھے ملتا رہا۔ مجھے حیرت ہوتی جب وہ بتاتا سر اس دن کے بعد ... کبھی دورہ نہیں پڑا نہ ہی میری طبیعت خراب ہوئی۔ میں پھر لاہور آ گیا چند دن پہلے مجھے اُس بچے کا فون آیا تو میں نے ... سے پوچھا بیٹا کیا حال ہے کہنے لگا سر پندرہ سال سے اللہ کا شکر ہے ٹھیک ہوں کبھی بیمار نہیں ہوا۔ آج کل وہ بچہ پولیس میں ... اور اکثر مری میں ہی ڈیوٹی دیتا ہے۔ چند دن پہلے جب اُس کا فون آیا تو میں نے اُسے کہا: تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا ... تم مجھ سے دم کراتے نہ میں قابو آتا۔ وہ بھی مذاقاً کہتا ہے: سر! میں نے آپ کو پیر بنا دیا آپ کو میرا احسان ماننا چاہیے۔

چشم دید تمام لوگوں اور بچوں نے گھر اور علاقوں میں جا کر یہ واقعہ جب بتایا تو اگلے دن ہی کچھ لوگ پانی کی بوتلیں پکڑے آنا شروع ہو گئے کہ دم کریں۔ میں بالکل تیار نہیں تھا اخلاقاً دم کرنا شروع کر دیا بے دلی اور بے یقینی کے ساتھ مجھے ایک فی صد بھی دم پر یقین نہیں تھا۔ دوست یار یا بچے اپنی فیملی والوں کو لاتے۔ اخلاقاً دم کرتا مجھے حیرت اُس وقت ہوتی جب وہ دوبارہ آ کے کہتے کہ ہم ٹھیک ہو گئے ہیں۔ مجھے بھی حیرت ہوتی کہ واقعی لوگ ٹھیک ہو رہے ہیں۔

## اندھا بچہ ٹھیک ہوا

اسی دوران ایک ایسا واقعہ ہوا کہ میں آج تک حیران ہوں، دن بدن رش میں اضافہ ہو رہا تھا، پھر ہم نے ٹوکن ... شروع کر دیا، اس کے بعد رش سیکڑوں پھر ہزاروں میں چلا گیا مری والے لوگ اور جو لاہور سے وہاں جاتے تھے وہ ... چار بجے ٹوکن لیتے پانچ ہزار بندے روزانہ۔ ہم اس سے زیادہ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ ابھی ابتدائی رش تھا لوگ باری باری آ رہے تھے کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر میرے پاس آئی۔

میرے ساتھ لڑکے جلیل عباسی اور ناصر کشمیری جو آج کل مری میں ٹاپ کلاس وکیل ہے اور بہت ترقی کر ... جو اُس گروپ کا حصہ تھے جو میری مدد کرتے تھے رش اور لوگوں کو ہینڈل کرنے میں۔ اس نے ایک بچہ کو آگے کیا سر اس ... نظر نہیں ہے اندھا ہے۔ اُس کی ماں روتے ہوئے کہنے لگی ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے کہ اس کی آنکھوں میں روشنی نہیں ہے، یہ ٹھیک نہیں ہو سکتا، اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔



میں نے اُسے اور اس کی ماں کو دیکھا، میرے اوپر جذب کی حالت طاری ہونے لگی اُسی حالت میں، میں نے پھر کہا کہ ڈاکٹر بکواس کرتے ہیں یہ تو ٹھیک ہے اندھا نہیں ہے۔ یا حیی یا قیوم پڑھ کر پھونک ماری تم ٹھیک ہو تم ٹھیک ہو۔ مجھے لگا یہ میں نہیں کوئی قوت ہے جو میرے منہ سے یہ کلمے نکال رہی ہے۔

مجھے اور جلیل عباسی کو اُس وقت شدید حیرت ہوئی جب وہ بچہ کہنے لگا مجھے نظر آ رہا ہے۔ میں نے جلیل سے کہا: اسے اُس کی زبان میں پوچھو تو واقعی بچے کی نظر واپس آ گئی تھی۔ جلیل حیرت اور خوشی سے کہنے لگا: سر! یہ تو دیکھ رہا ہے۔ میں نے جلیل سے کہا یہ بات ظاہر نہ کرو لیکن پھر بھی کافی لوگوں کو پتہ چل گیا۔ وہ بچہ کافی عرصہ میرے پاس آتا رہا میں بار بار اس سے اور اُس کی ماں سے کہتا کہ واقعی تم اندھے تھے وہ اقرار کرتے۔ میں حیرت کدے میں تھا کہ واقعی ایسا ہے۔

اصل میں اللہ تعالیٰ کی ذات مجھے لوگوں سے متعارف کرا رہی تھی، اللہ تعالیٰ کی ذات لوگوں کو میری طرف متوجہ کر رہی تھی، اللہ تعالیٰ کی ذات میرے لیے راستہ متعین کر رہی تھی۔

بلکہ جب بھی کوئی سالک جب بیدار ہوتا ہے یا قطرہ سمندر میں ملتا ہے تو اللہ تعالیٰ پھر لوگوں کو بتاتا ہے کہ یہ میرا بندہ ہے اس کی طرف رجوع کرو شاید میرے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔ اس کے بعد واقعات کی ایک چین ہے سیکڑوں واقعات اور سارے لوگ زندہ موجود ہیں یہ قصہ کہانی نہیں۔ آج بھی کامرس کالج مری میں لوگ میری تلاش میں آتے ہیں لیکن میں ایک عرصہ پہلے مری چھوڑ چکا ہوں۔

## معذور کھڑا ہو گیا

یہ بھی میرے بہت ہی ابتدائی دِنوں کی بات ہے۔ جب میں کوہ مری میں ذکر اذکار اور روحانی مجاہدوں میں لگا ہوا تھا اللہ پاک کی ذات لوگوں کو میری طرف متوجہ کر رہی تھی اور میں شدید حیرت سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ یہ واقعہ بھی ابتدائی واقعات میں سے ہے جو مری میں میری شہرت کا باعث بنا۔ مری میں میرے دوستوں میں سے فاروق عباسی اور جلیل عباسی ایک دن میرے پاس آئے کہ سر آج آپ کے پاس ایک معذور نوجوان لانا ہے جو پچھلے پانچ سالوں سے بیماری کی وجہ سے چل نہیں سکتا۔ وہ ایک دن جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہا تھا کہ اچانک درخت سے نیچے گر گیا۔ کئی دن بے ہوش رہا۔ بہت زیادہ علاج کے بعد ہوش میں تو آ گیا ہے لیکن اب پانچ سال سے بستر پر پڑا ہے چل نہیں سکتا۔ شادی شدہ ہے خاندان کا واحد کفیل ہے۔ اُس کے اپاہج ہونے کی وجہ سے گھر میں فاقے پڑے ہوئے ہیں۔ بیوی بچے مانگ کر گزارہ کر رہے ہیں بلکہ اہل گاؤں کی مہربانیوں کی وجہ سے زندہ ہیں۔ مجھے اُس نوجوان کی بیماری اور معذور کا سن کر بہت زیادہ دکھ ہوا اور ہمدردی بھی۔ میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ اُس کے گھر والوں کو روک دو وہ پہلے ہی بہت غریب ہیں وہ اُس کو کیسے لے کر آئیں گے ہم خود کسی دن اُن کے گھر جائیں گے لہٰذا میں اور میرے دوست ایک دن اُس نوجوان کے گھر گئے۔ کافی پیدل سفر کر کے ہم اس کے گھر پہنچے۔ میرے دوست شرمندہ تھے کہ پروفیسر صاحب آپ کو اتنا پیدل چلنا پڑا

لیکن میں نے اُنہیں کہا کہ یہ اصل نیکی ہے، جو آ نہیں سکتا اُس کے گھر جا کر عیادت کی جائے، یہی سب سے بڑی [illegible] ہے۔ کیونکہ گاؤں والوں کو پتہ تھا کہ میں آ رہا ہوں تو چند لوگ پہلے سے وہاں پر موجود تھے، اُن لوگوں میں ایک نوجوان [illegible] بھی تھا جو نیا نیا ڈاکٹر بنا تھا اور پیری مریدی اور روحانی علاج کے شدید خلاف تھا۔ میرا ٹیسٹ لینے کے لیے وہ پہلے [illegible] اور موجود تھا۔ گھر والوں کو پہلے ہی سختی سے بتا دیا گیا تھا کہ کوئی چائے یا کھانا وغیرہ نہیں بنانا کیونکہ اُن بیچاروں کی حالت [illegible] ہی بہت خراب تھی۔ گھر والے بہت تپاک اور خوشی سے ملے۔ اُس معذور جوان کے چار بچے بھی تھے۔ نوجوان اپنی چار [illegible] پر پڑا تھا۔ ہم نے اُس کو سلام کیا اور اس کی چارپائی کے اطراف میں بیٹھ گئے۔ ہمارے روکنے کے باوجود ہمارے [illegible] چائے آ گئی۔ وہ ہم پینے لگے اور میں بیمار نوجوان سے باتیں کرنے لگا کہ کیا ہوا' کیسے ہوا اور ڈاکٹر کیا کہتے ہیں۔ وہ [illegible] تشکر آمیز انداز میں بتا رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا اور اب کتنے عرصے سے وہ بے شمار ڈاکٹروں اور حکیموں کے پاس [illegible] ہے۔ بے شمار بابوں کے پاس بھی گیا ہوں لیکن شاید ابھی تک اللہ پاک کو میری آزمائش مقصود ہے۔ میری جھولی ابھی [illegible] شفا کے خزانے سے خالی ہے۔

اصل میں نوجوان کو گرنے سے کمر میں شدید چوٹ آئی تھی اور اس چوٹ کی وجہ سے اُس کا نچلا دھڑ مفلوج ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا تھا۔ میں اُس کی باتیں غور اور محبت سے سن رہا تھا۔ وہ میری طرف [illegible] طرح دیکھ رہا تھا کہ جیسے میں اُس کو ابھی ٹھیک کر دوں گا اور یقیناً یہی اُمید لے کر وہ بے شمار ڈاکٹروں' حکیموں اور بابوں کے پاس بھی جا چکا تھا۔ میں اُس کو اور اُس کے بیوی بچوں کو بھی دیکھ رہا تھا جو امید بھری نظروں سے میری طرف دیکھ رہے [illegible] کہ پروفیسر صاحب کچھ ایسا چمتکار کریں گے جس سے نوجوان کو صحتِ کاملہ نصیب ہو گی۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں کیا کروں لیکن میرے اندر سے شدید خواہش بیدار ہو چکی تھی کہ میرا سوہنا ربّ اِس غریب کو ہر صورت میں ضرور شفا دے تاکہ یہ گھر جو حسرت و یاس میں گھِر چکا ہے یہاں پر بھی خوشیاں اور رعنائیاں برسیں۔ اس دوران نوجوان ڈاکٹر جو ہم سب کو [illegible] نظروں سے دیکھ رہا تھا بولا پروفیسر صاحب! یہ روحانی علاج میں کوئی صداقت بھی ہے یا آپ نے لوگوں کو خوامخواہ [illegible] پیچھے لگایا ہوا ہے۔ میں اُس کی طنزیہ گفتگو کو بھانپ چکا تھا۔ میں نے کہا ڈاکٹر صاحب شفا میرے اور آپ کے ربّ پاک کے پاس ہے وہ جس کو چاہتا ہے تندرستی عطا کرتا ہے۔ لیکن وہ مسلسل طنزیہ گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے گھر والوں سے کہا مجھے وضو کرا دیں اور جائے نماز دے دیں۔ میں وضو کر کے خالی کمرے میں دو رکعت نفل کے لیے کھڑا ہو گیا اور سجدے میں جا کر اللہ کے حضور خوب رویا' اللہ کو تاجدارِ انبیاء' سرکارِ مدینہ کا واسطہ دیا کہ اِس معذور کو شفا دے۔ روتے روتے مجھے ایک دم سکون اور دعا کی قبولیت کا احساس ہوا۔ میں باہر آ کر نوجوان کے پاس بیٹھ گیا اور ''یا حی یا قیوم'' پڑھ پڑھ کر اس پر پھونکنے لگا۔ نوجوان بولا پروفیسر صاحب! میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔ ڈاکٹر بولا پروفیسر صاحب! دم جھاڑے سے کچھ نہیں ہوتا اور نہ ہی کبھی یہ ٹھیک ہو گا۔ اب اِس کی باقی عمر اِسی طرح گزرے گی۔ مریض نے میری طرف دیکھا' میں بولا تم ٹھیک ہو' تم بیمار نہیں ہو' تم ٹھیک ہو۔ ڈاکٹر بولا اگر ٹھیک ہے تو یہ کھڑا کیوں نہیں ہوتا۔ میں نے مریض سے کہا میرے اللہ پاک کے حکم سے تم ابھی کھڑے ہو گے انشاء اللہ۔ اٹھو تم ٹھیک ہو۔ پتہ نہیں میری آواز میں کیا اثر تھا کہ نوجوان معذور نے اٹھنے کی کوشش کی اور



[illegible] کرم سے وہ کھڑا ہو گیا کیونکہ وہ بڑے عرصے بعد کھڑا ہوا اس لیے وہ لرز رہا تھا۔ میں نے اُس کو سہارا دیا اور وہ [illegible] خوشی سے رو رہا تھا اور میری آنکھیں بھی تشکر سے نم ہو چکی تھیں اور میں بولا ڈاکٹر صاحب کون کہتا ہے کہ میرا [illegible] آتا۔ میرا ربّ دعائیں قبول نہیں کرتا۔ میرے ربّ پاک کے کلام میں اثر نہیں ہے۔ کیونکہ نوجوان بڑے عرصے [illegible] وہ جلدی تھک کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر میں نے اس کو سہارا دیا اور وہ پھر کھڑا ہو گیا۔ اب کی بار اُس نے کسی [illegible] تھوڑا سا پیدل چل کر بھی دکھایا۔ تمام لوگ اور اُس کے گھر والے سحر زدہ ہو چکے تھے۔ بلکہ حیرت' تجسس اور [illegible] انداز سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور میرا رواں رواں خوشی سے جھوم رہا تھا اور اللہ پاک کا شکر ادا کر رہا تھا۔ [illegible] سے اللہ پاک کی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا اور خود پر ندامت اور شرمندگی کا شدید احساس کہ اکثر میں اللہ [illegible] جاتا ہوں، اُس طرح اللہ پاک کی عبادت اور اطاعت نہیں کرتا جس طرح کرنی چاہیے لیکن میرے اللہ نے ہمیشہ [illegible] کرم کیے۔ میرا ربّ پاک واقعی بہت رحم کرنے والا ہے۔ اِس کے بعد میں اور میرے دوست خوشی خوشی واپس [illegible] عرصہ مری رہا وہ نوجوان اکثر میرے پاس آتا تھا۔ کبھی سبزی' کبھی دودھ' کبھی پھل لے کر آتا۔ میں ہمیشہ [illegible] وہ ضد سے کچھ نہ کچھ لے آتا اور پیار سے کہتا پروفیسر آپ نہیں جانتے میں آپ سے کتنا پیار کرتا ہوں۔ [illegible] ساری دنیا کے خزانے آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دوں۔ اور میں ہمیشہ یہی کہتا کہ جو کچھ بھی تم لاتے ہو یہ دنیا [illegible] تحفے ہیں۔ اِس واقعہ کے بعد میری شہرت تیزی سے مری کے گردونواح میں پھیل گئی۔

## زنجیروں میں جکڑا مریض

ہر دور میں روحانیت کو ماننے اور نہ ماننے والے لوگ دنیا میں موجود رہے ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ حیرت [illegible] ہے کہ جو لوگ روحانی علاج پر یقین رکھتے ہیں ان کو شفا بھی روحانی لوگوں سے ہی ملتی ہے۔

اس واقعہ کا کردار بھی زندہ جاوید ہے اور روحانیت کے منکرین اگر اس سے ملنا چاہتے ہوں تو مل بھی سکتے ہیں [illegible] اس کا وجود ہی چلتا پھرتا اشتہار ہے۔ کیونکہ بیماری میں اور شفایاب ہونے کے بعد یہ ساری صحت مند تبدیلی لوگوں [illegible] ہوئی اور آج بھی یہ بندہ صحت مند زندگی گزار رہا ہے۔

[illegible] میں چھٹیوں میں اپنے آبائی گاؤں آیا ہوا تھا کیونکہ لوگوں کو میرے آنے کا پتہ ہوتا تھا اس لیے وہ سارا سال [illegible] کرتے۔ میں جیسے ہی آتا لوگ روزانہ بڑی تعداد میں مجھ سے ملنے آتے۔ ایک دن میرا پرانا مرید اور دوست جو مجھ [illegible] عشق کرتا ہے، ملک ضیاء القمر اس کا اصل نام ہے، ایک نوجوان مریض کو کپڑے سے باندھ کر میرے پاس لایا۔ [illegible] اس کے اس کو جیسے ہی آزاد کرتے ہیں تو یہ گھر بار چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے اور پھر کئی دنوں کے بعد بلکہ بعض اوقات [illegible] بعد بھی بڑی مشکل سے اس کو پکڑ کر لاتے ہیں۔ بقول اس کے اس کو پاگل پن کے دورے یا جنات کا حملہ ہوتا ہے [illegible] اس میں نہیں رہتا۔ یہ پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر بھاگتا ہے۔ جو منہ میں آتا ہے بول دیتا ہے۔ ایک دن بجلی کے

کھمبے (ٹاور) پر چڑھ گیا۔ تاروں کو ہاتھ لگایا تو تڑپ کر نیچے گر پڑا۔ کبھی کبھی درخت پر چڑھ جاتا ہے۔ رات کو اس کو زنجیروں سے باندھ دیا جاتا ہے۔ اگر نہ باندھا جائے تو یہ کسی کو بھی بتائے بغیر نامعلوم منزل کی طرف چلا جاتا ہے۔ اس کو نیند بالکل نہیں آتی، اگر کھانا کھانے پر آئے تو بے تحاشا کھاتا ہے ورنہ کئی کئی دن بھوکا رہتا ہے۔ عورت مرد کی تمیز کھو چکا ہے۔ کئی بار لوگوں سے مار کھا چکا ہے۔ بے شمار بابوں اور ڈاکٹروں کے پاس بے شمار چکر لگا چکا ہے لیکن ابھی تک اس کی بے قراری اور اضطراب کو سکون نہیں ملا۔ یہ کٹی پتنگ کی طرح اِدھر اُدھر گھومتا رہتا ہے۔ کوئی اس کو پاگل تو کوئی اس کو ذہنی مریض قرار دیتا ہے۔ پروفیسر صاحب یہ پچھلے ایک سال سے اس پاگل پن یا جنات کا شکار ہے۔ آج ہم اس کو آپ کے پاس لے کر آئے ہیں۔ نوجوان کے چہرے سے وحشت، بے چینی، بے قراری، بے سکونی، پاگل پن چھلک رہا تھا۔ وہ بالکل اپنے ہوش وحواس میں نہیں تھا۔ اس کی غریب ماں بھی ساتھ آئی تھی۔ نوجوان ہم سب کی موجودگی سے بے نیاز دھن میں اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا جیسے اسے ہماری کوئی پروا یا خبر نہ ہو۔ ایسا مریض جب کبھی بھی آتا ہے تو تماشا دیکھنے والے بہت زیادہ اکٹھے ہو جاتے ہیں کہ یہ کس طرح پروفیسر صاحب کے ساتھ بدتمیزی کرتا ہے کیونکہ ایسے مریض اپنے ہوش میں نہیں ہوتے، اس لیے اکثر یہ عامل یا دم کرنے والے پر حملہ آور بھی ہو جاتے ہیں۔ اس لیے عام لوگ ہر وقت ایسا تماشا دیکھنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ میرا مرید اور اس کی ماں مریض نوجوان کی بے شمار باتیں بتا رہے تھے کہ فلاں بزرگ، فلاں پیر کے ساتھ اس نے اس طرح کی بدتمیزی کی۔ ان کی باتیں سن کر مجمع اور بھی Excited ہو رہا تھا کہ خوب تماشا لگنے والا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں جیسے ہی اس کے قریب آیا، اس نے میرے اوپر تھوکنے کی کوشش کی۔ میں ایک طرف ہو گیا۔ اب میرے دوست اور ایک اور آدمی نے اس کا سر پکڑ کر نیچے کر دیا تو میں اللہ پاک کا نام لے کر قرآن پاک کی آیات پڑھنی شروع کر دیں۔ میں جیسے جیسے پڑھتا جا رہا تھا اس کی بے چینی اور بے قراری میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی وحشت اور جنون میں اور بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ لگ رہا تھا کہ وہ شدید غصے اور خلجان کا شکار ہو رہا ہے۔ دونوں بندوں نے اُس کو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا لیکن اس کے اندر پتہ نہیں کتنے مردوں کی طاقت آ گئی تھی۔ لگ رہا تھا اس کے اندر کوئی چیز حلول کر گئی ہے۔ وہ زور زور سے اپنا سر اِدھر اُدھر کر رہا تھا۔ ایک دم پتہ نہیں اس کے اندر کتنی ہمت آ گئی کہ اس نے دونوں بندوں کو دھکا دے کر نیچے گرا دیا اور تیزی سے میری طرف بڑھا اور میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں اور چہرے سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ وہ قہر آلود نظروں میری طرف دیکھ تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر میرے اوپر بھی جنونی کیفیت طاری ہونا شروع ہو گئی۔ جو اکثر ایسے موقعوں پر ہو جاتی ہے۔ جب مجھے بھی اپنی خبر نہیں ہوتی۔ جب میرا وجود بھی اپنے کنٹرول میں نہیں ہوتا۔ میں نے اُس کو سر کے بالوں سے پکڑا اور زمین پر دے مارا۔ وہ جیسے ہی زمین پر گرا لوٹ پوٹ ہونے لگا۔ وہ کبھی زمین پر کبھی ادھر جا رہا تھا اور کبھی ادھر، وہ اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ زمین سے اچھل اچھل کر گر رہا تھا اور لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ بہت سارے لوگ اکٹھے ہو گئے تھے اور یہ سارا منظر سرکس کا منظر سمجھ کر دیکھ رہے تھے۔ کچھ دیر تو وہ اسی طرح ادھر ادھر جاتا رہا پھر میں نے آگے بڑھ کر اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر دبا دیا تو وہ لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ آہستہ آہستہ اس کی بے قراری اور وحشت میں کمی آتی جا رہی تھی۔ اس کے پاگل پن اور جنون کا خاتمہ ہو



آٹھ دس یا پندرہ منٹ کے بعد وہ بے دم سا ہو کر میرے سامنے بیٹھا تھا۔ میں نے پانی منگوایا اور اس کو پلایا تو اس کی حالت بہتر ہو گئی۔ اس کی ماں اور میرا مرید ضیاء القمر پاس آ کر بیٹھ گئے اور اس سے باتیں کرنا شروع کر دیں۔ اب وہ ہوش مندوں والی باتیں کر رہا تھا اور بالکل نہیں لگ رہا تھا کہ کچھ دیر پہلے یہی مریض چیخ و پکار کر رہا تھا۔ کچھ دیر بیٹھ کر نوجوان کو لے کر چلے گئے۔ اس کے بعد بھی وہ اس کو میرے پاس لاتے رہے۔ اب وہ پرسکون ہوتا تھا اور خاموش سا بیٹھا رہتا۔ میں چھٹیاں گزار کر چلا گیا۔ آج اس واقعہ کو کئی سال ہو چکے ہیں۔ وہ اب بھی میرے پاس آتا ہے تو میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ماشاءاللہ یہ نوجوان اب نارمل اور صحت مند زندگی گزار رہا ہے۔

اس کو پاگل پن تھا کہ آسیبی اثرات تھے لیکن جب بھی وہ میرے سامنے آتا ہے تو مجھے اللہ تعالیٰ کا کرم یاد آ جاتا ہے کہ اُس پاک ذات نے اس غریب نوجوان کو اُس تکلیف، بے قراری اور پاگل پن سے نجات دی اور میرا دوست ایک اشتہار کی طرح سارا دن اس کیس کی تفصیل لوگوں کو بتاتا رہتا ہے اور میں ہر بار کی طرح ربِّ کعبہ کے حضور سجدہ ریز کہ میری کوتاہیوں، گناہوں اور نادانیوں کے باوجود وہ میرے اوپر اپنے کرموں کی بارش کرتا جا رہا ہے۔

## کینسر کی مریضہ کا یقین

اس میں کوئی شک نہیں کہ کینسر ایک لاعلاج مرض ہے اور میں جب بھی کینسر کے مریضوں کو دیکھتا ہوں تو اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ اے میرے پروردگار تو دنیا کو کب کینسر سے پاک کرے گا۔ میڈیکل سائنس کب اس مقام پر پہنچے گی جب کینسر قابلِ علاج ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتدائی سٹیج پر کینسر قابلِ علاج ہے لیکن آخری سٹیج پر مریض صحت یاب نہیں ہوتے۔ جب ڈاکٹر آخری سٹیج کے مریضوں کو جواب دے دیتے ہیں تو یہ بیچارے بزرگوں، فقیروں کے پاس چکر لگاتے ہیں اور میرے پاس بھی آتے ہیں۔ کیونکہ میرے دل میں ہر وقت ایک ہی خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح میرے پاس آنے والے کو خوشی، صحت مل جائے لیکن زیادہ تر مریض جب صحت یاب نہیں ہوتے تو دل بہت دکھی ہوتا ہے۔ مجھے یہ ماننے میں کوئی عار نہیں کہ کینسر کے بہت سارے مریض آئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے شفا نہیں لکھی تھی لیکن میں ہمیشہ دعا گو ہی رہتا ہوں لیکن کچھ کینسر کے لوگوں کو شفا بھی ملی۔ یہ کیس بھی انہی میں سے ایک ہے۔ ان دنوں میں لاہور میں آ چکا تھا اور جمعہ کے دن آستانہ عالیہ پر عام لوگوں سے ملاقات کرتا تھا۔ ایک دن آستانہ رش سے بھرا ہوا تھا۔ ملک کے دور دراز کے علاقوں سے لوگ آئے تھے۔ رش زیادہ ہونے کی وجہ سے اکثر لوگوں کو چھ سے آٹھ گھنٹے انتظار کرنا پڑتا ہے۔ انہی لوگوں میں ایک میاں بیوی بہت دور سے تقریباً دس گھنٹے کا سفر کر کے آئے ہوئے تھے۔ وہ دل ہی دل میں اپنا انتظار کرتے رہے کہ آخر میں ملاقات آسانی سے اور تفصیل سے کریں گے لیکن جب انہیں پتہ چلا کہ یہ رش رات گئے تک جاری رہتا ہے تو ان میاں بیوی میں سے بیوی میرے قریب آئی اور میرے ہاتھ میں ایک چٹ دی جس پر لکھا تھا کہ میں انتظار تو کر لیتی لیکن میرے دماغ میں ٹیومر (کینسر) ہے جس کی وجہ سے میں کسی بھی وقت بے ہوش ہو جاتی

ہوں۔ اس لیے برائے مہربانی آپ مجھے جلدی مل لیں، لہٰذا میں نے فوری ان دونوں کو بلالیا اور دم وغیرہ کر [illegible] ساتھ ذکر اذکار بھی بتادیئے اور سارا طریقہ کار سمجھا دیا۔ دونوں میاں بیوی بہت زیادہ شکر گزار ہو کر چلے گئے اور میں [illegible] رات اُس عورت کے لیے دعا کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ اس کو شفا دے۔ اس واقعہ کو تقریباً ایک سال سے زیادہ ہو گیا اور [illegible] لوگوں کے ہجوم میں اس جوڑے کو بھول گیا۔

چھ ماہ بعد یہ عورت دوبارہ آئی اور دم کرا کے چلی گئی۔ یہ بتائے بغیر کہ کیا بیماری ہے، بس یہ کہا کہ سر آپ [illegible] کردیں۔ آستانہ پر ایک قانون یہ بھی بنا ہوا ہے کہ اگر کسی نے اپنے مسائل پر مکمل بات چیت کرنی ہے تو ٹوکن لے [illegible] لیکن دم والوں کو پوری آزادی ہے کہ وہ کسی بھی وقت آکر بغیر ٹوکن کے اسی وقت دم کرا کے چلے جائیں۔ اس [illegible] سارے لوگ صرف دم کرانے آتے ہیں اور دم کرا کر چلے جاتے ہیں۔

اسی طرح ایک سال کا عرصہ گزر گیا اور یہ میاں بیوی پھر آئے اور آرام سے بیٹھ گئے۔ ان کو جب کافی [illegible] گئے تو میں نے محسوس کیا کہ یہ خاتون آرام سے بیٹھی ہے اور ملنے کے لیے زیادہ زور بھی نہیں لگا رہی تو میں نے کہا [illegible] آؤٹ آف سٹی لگ رہی ہیں اور کافی دیر سے بیٹھے ہیں۔ آپ آکر اپنی بات کرلیں تو وہ عورت بہت مہذب اور شا[illegible] میں بولی ''باباجی آپ جب آسانی سے باری دیں، میں اسی وقت ملوں گی۔'' تو میں نے کہا، آپ آجائیں۔ آپ کو [illegible] ہوگئی ہے تو وہ آکر میرے سامنے بیٹھ گئی اور بولی ''باباجی مجھے دم کردیں'' تو میں بولا، بہن جی اگر آپ نے صرف دم [illegible] تھا تو پہلے کرالیتیں۔ اتنا انتظار کیوں کیا تو وہ بولی میں کسی کی حق تلفی نہیں چاہتی تھی، اس لیے آرام سے بیٹھی ہو[illegible] بہرحال میں نے اُسے دم کیا اور ساتھ یہ بھی پوچھا کہ آپ کو بیماری کیا ہے تو وہ بولی، سر ''میرے سر میں ٹیومر ہے [illegible] ایک سال سے آپ سے یہی دم کرانے آتی ہوں اور جب سے آپ نے مجھے دم کیا ہے، مجھے بے ہوشی کا دورہ نہیں پ[illegible] ہی کبھی سر درد ہوا ہے۔ آپ کے پاس آنے سے پہلے میں اکثر سر درد کی شدت سے بے ہوش ہو جاتی تھی۔ میرے سر [illegible] وقت چکر اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا آجاتا تھا۔ اب مجھے آرام اور سکون ہے۔'' تو میں نے کہا، بہن آپ ٹیسٹ [illegible] کرالیں تاکہ پتہ چلے ٹیومر کا کیا حال ہے تو وہ بولی، مجھے آپ اور اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ ہے۔ اس لیے میں نے [illegible] ایکسرے وغیرہ نہیں کرائے۔ وہ یہ بات کر کے چلی گئی اور میں اس رات بہت سکون سے سویا کہ وہ عورت اب سکون [illegible] آرام سے سوتی ہے۔ اللہ کا شکر ہے۔

## غریب باپ کی کینسر زدہ بیٹی

اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے کہ دکھ یا تکلیف کسی بھی قسم کی ہو، اسے برداشت کرنا مشکل کام ہے [illegible] حضرتِ انسان فطری طور پر جلد باز اور بے صبرا ہے۔ اس لیے چھوٹی چھوٹی باتوں اور مسائل پر رونا پیٹنا شروع کر د[illegible] لیکن کچھ دکھ واقعی ہی ایسے ہوتے ہیں جو جان لیوا اور بہت تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ ان شدید ترین دکھوں میں سے ایک [illegible]



[illegible] کسی غریب بوڑھے باپ کی شادی شدہ بیٹی کو داماد لالچ میں آکر گھر سے نکال دے کیونکہ باپ بیٹی کا رشتہ [illegible] اور لازوال ہے۔ اس رشتے کی مٹھاس ہی الگ ہے۔ باپ کی جان اٹکی ہوتی ہے بیٹی کی خوشیوں میں۔ [illegible] جب بھی کوئی باپ اس روگ کے ساتھ آتا ہے کہ میری بیٹی سسرال میں خوش نہیں ہے یا میرا داماد میری بیٹی کو [illegible] کرتا ہے اور ڈیمانڈ کرتا ہے کہ اپنے والد سے پیسے لے کر آؤ۔ جب ظالم داماد کسی بھی باپ کی بیٹی کو مارتا ہے اور [illegible] معصوم بیٹی باپ کو اپنا مسیحا سمجھ کر بتاتی ہے کہ بابا مجھے وہ روز مارتے ہیں یا کبھی باپ جب اپنی زخمی یا خون آلود بیٹی کو [illegible] اس دکھ کی شدت کو اہلِ دل ہی سمجھ سکتے ہیں۔

میں جب بھی ایسے باپ کو دیکھتا ہوں تو میری جان ہی نکل جاتی ہے اور اگر کبھی کوئی بیٹی بیوہ ہو جائے تو یہ درد [illegible] برداشت ہوتا ہے کیونکہ پیروں، فقیروں کے پاس ایسے ہی کیس آتے ہیں۔ اس لیے میرے پاس اکثر ایسے [illegible] ہیں۔ میں تمام شوہروں کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، ہاتھ جوڑتا ہوں، پاؤں کو ہاتھ لگاتا ہوں، خدارا کبھی کسی [illegible] باپ کو یہ دکھ نہ دیں، باپ کی کمر ٹوٹ جاتی ہے اور عرشِ الٰہی بھی لرز جاتا ہے۔ میں نے کبھی بھی اگر اللہ تعالیٰ سے شکوے [illegible] ایسے ہی کیسوں میں کہ اللہ جی پلیز اس باپ کو اس تکلیف سے نکال دے۔

ان دنوں میں مری میں تھا۔ روزانہ لوگوں کی بڑی تعداد میرے پاس آتی تھی۔ ایک دن میں صبح اٹھا تو مجھے [illegible] باہر کوئی بول رہا ہے۔ ان کے بولنے کی آواز نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ میں نے دروازہ کھولا تو ایک [illegible] سے میری طرف لپکا اور میرے گھٹنوں کو چھونے کی کوشش کی۔ میں حسبِ معمول تیزی سے پیچھے ہٹا [illegible] باباجی نا، مجھے گنہگار نہ کریں۔'' تو وہ بوڑھا آدمی ہاتھ جوڑ کر میرے سامنے کھڑا ہو گیا اور زار و قطار رونے لگا۔ [illegible] وضع قطع سے انتہائی غریب، کمزور اور پریشان حال لگ رہا تھا۔ ''پروفیسر صاحب! میں آپ سے بہت [illegible] ہوں جو صبح سویرے آپ سے ملنے آگیا۔ جناب مجھے پتہ ہے، پھر بہت سارے لوگ آجائیں گے تو مجھ [illegible] غریب کو آپ کے پاس آنے میں مشکل ہوگی اور میں اپنی بات بھی نہیں کر پاؤں گا۔'' میں نے باباجی کو پکڑا اور [illegible] کی سیڑھیوں میں آکر ہم دونوں بیٹھ گئے اور میں بولا ''باباجی آپ پریشان نہ ہوں، آرام سے مجھے اپنی بات [illegible] ساتھ ہی میں نے باآواز گھر والوں سے کہا کہ چائے اور ناشتہ باہر بھیج دیں۔ میرے رویئے سے باباجی کو [illegible] تو انہوں نے دور بیٹھی ایک بیمار، کمزور جوان لڑکی کی طرف اشارہ کیا کہ پروفیسر صاحب یہ میری ایک ہی بیٹی [illegible] اس کی ماں فوت ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ میرا دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے۔ یہی میری زندگی کا سکون و آرام اور [illegible] الگ ہے۔ اس کو کچھ ہو گیا تو میں زندہ نہیں رہ پاؤں گا۔ آپ خدا کے لیے اس کو بچالیں۔ آپ کو اس کا واسطہ [illegible] آپ بہت زیادہ پیار کرتے ہیں۔ شدتِ غم سے بوڑھا باپ پھٹ پڑا اور زار و قطار رونے لگا۔ بوڑھا باپ بتا [illegible] چار سال پہلے میں نے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔ اللہ نے اس کو ایک بیٹا اور ایک بیٹی عطا کی۔ ہم سب خوشی [illegible] گزار رہے تھے کہ ایک سال پہلے میری بیٹی کو تیز بخار رہنے لگا۔ جو عرصہ گزرنے کے ساتھ ساتھ کم ہونے کے [illegible] جا رہا تھا۔ کئی لوکل ڈاکٹروں کے پاس دھکے کھانے کے بعد جب سرکاری ہسپتال گئے تو پتہ چلا کہ میری بیٹی

کو چھاتی کا کینسر ہے۔ میری بیٹی کی بیماری کا سننا تھا کہ میرے داماد اور اس کے گھر والوں کا رویہ ہی بدل گیا
دیہات میں رہتے ہیں، کسی نے سسرالیوں کو یہ وہم ڈال دیا کہ یہ ہے ہی بدنصیب۔ نہ اس کا کوئی بھائی نہ بہن،
مرگئی۔ اب یہ منحوس آپ کے گھر کو برباد کرے گی۔ اس کی بیماری اب سب کو لگ جائے گی۔ سسرالی لوگوں کی
میں آگئے۔ اب انہوں نے بات بات پر طعنے دینے شروع کر دیئے۔ بار بار کہتے کہ اپنے باپ کے پاس چلی جا
بیچاری ان کے طعنے وغیرہ سنتی رہی لیکن خاوند کا گھر نہیں چھوڑا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ نہیں جا رہی تو بات
بہانہ بنا کر مارنا شروع کر دیا۔ یہ مار پیٹ سہہ کر بھی گزارا کرتی رہی تو آخر ایک دن میرا داماد خود میرے گھر
اور بچے اپنے ساتھ واپس لے گیا اور جاتے جاتے یہ کہہ گیا کہ اگر زندہ رہی اور صحت یاب ہوگئی تو میرے گھر
جانا۔ ایک بوڑھا باپ ہچکیاں بھرتے ہوئے رو رو کر اپنا غمِ دل سنا رہا تھا اور مجھے ایک مسیحا سمجھ کر میرے پاس
کیونکہ بوڑھا باپ بہت غریب تھا، اس لیے علاج کی ہمت بھی نہیں رکھتا تھا۔ میں بھی باباجی کی بات سن کر دکھی ہو
کس طرح باباجی اور اس کی بیٹی کو اس دکھ، تکلیف کے جہنم سے نجات دلاؤں۔ بیماری اتنی لاعلاج اور جان لیوا
میں بھی بے بسی کی تصویر بنا بوڑھے باپ کو دیکھ رہا تھا جو امید بھری نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ باباجی کی
بیٹی بھی ہمارے سامنے آکر بیٹھ گئی۔ اس کو بیماری سے زیادہ بچوں کی جدائی کا دکھ تھا۔ بچوں سے جدائی کا کرب اس
چہرے سے عیاں تھا۔ وہ پہاڑی زبان میں ٹوٹے پھوٹے لفظوں سے بولی ''مجھے میرے بچوں سے ملا دیں۔ میں
کی آخری گھڑیاں اپنے بچوں کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں۔ اگر میرے بچے میرے سامنے ہوں گے تو میں آسانی
مرسکوں گی۔'' اس کی آنکھوں میں التجا، دکھ، بے بسی اور بچوں سے جدائی کا درد تھا جو اس کی بیماری کے ساتھ مل کر
اندر ہی اندر سے کھائے جا رہا تھا۔ دونوں باپ بیٹی دکھ، بے بسی کی تصویر بنے میرے سامنے بیٹھے تھے۔ مجھ سے
منظر برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ میرے جسم میں جھرجھری سی ہوئی اور میں نے اٹھ کر لان میں مضطرب ہو کر چلنا شروع
دیا۔ دکھ، غصہ، بے بسی کے ملے جلے جذبات نے میرے اندر ایک ہیجان سا برپا کر دیا تھا کہ دنیا میں اتنے ظالم اور
درد لوگ ہوں گے۔ میرے اللہ کی دھرتی پر فرعونوں کی نسل ابھی بھی اپنے فرعونی حربوں میں مصروفِ عمل ہیں
انسان یا معاشرہ ایسے ظالم سسرالیوں کو روکنے والا نہیں۔ کب تک ظالم ظلم ڈھاتے اور مظلوم ظلم سہتا رہے گا۔
ملک اور معاشرے کی اقدار کب مہذب اور ترقی یافتہ ہوں گی۔ کب ہم توہم پرستی اور جہالت کے اندھے گڑھوں
نکلیں گے۔ کیا اس معاشرے، گاؤں میں اور لوگ نہیں بستے جن کے سامنے یہ قہر ایک غریب باپ پر ڈھایا جا رہا
کیا سسرالیوں اور اس بوڑھے باپ کے رشتہ داروں اور آس پاس کے مکینوں کو یہ ظلم نظر نہیں آرہا کہ کس طرح
غریب باپ بیٹی کی زندگی دکھوں کی تصویر بنی ہوئی ہے اور کسی کے اندر اتنی جرأت نہیں کہ ان ظالموں کو روک سکے۔
بیچاروں کو حوصلہ دے سکے۔ ان کے ساتھ کھڑا ہو سکے۔ کیا غریب پیدا ہونا جرم ہے؟ کیا یہ دنیا اور معاشرے صرف
طاقتوروں کے لیے معرضِ وجود میں آئے ہیں؟ میں انہی سوچوں میں گم اِدھر اُدھر بے قراری سے چل رہا تھا کہ ایک
میرے دماغ میں بابا یوسف کی چٹکی یاد آئی۔ جب باباجی نے کہا تھا کہ جب تم کسی بہت حق دار کو دیکھو، جب کسی کی



آئے تو یہ شفا کی چٹکی اس کو دے دینا۔ میں ایک دن بابا یوسف کے پاس تھا اور ان کی ٹانگیں دبا رہا
''او ماسٹر! آج کل کیا کرتے ہو؟'' تو میں بولا، ''باباجی میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے لیکن لوگ دم
جاتے ہیں۔ میں کر دیتا ہوں۔ آپ مجھے اپنا مرید بھی نہیں کرتے۔'' تو باباجی جذب اور نشے کے عالم
''ماسٹر تیرا مرشد کوئی اور ہے، وہ بھی تجھے جلد ہی مل جائے گا۔'' اور ساتھ ہی سامنے جلتی ہوئی آگ
ایک چٹکی راکھ کی مجھے پکڑ کر دے دی کہ کسی حق دار اور غریب کو دے دینا، میرا مولا اس پر کرم کرے گا۔
میں نے بہت سنبھال کر رکھی ہوئی تھی۔ میں دوڑ کر اندر گیا اور راکھ والی ڈبی لے آیا اور ساری کی ساری
میں ڈال کر پانی پلا دیا اور باباجی سے کہا، لو باباجی میرا اللہ اس کو صحت دے گا۔ کیونکہ میں بابا یوسف کے
اور حالتِ کُن سے واقف تھا، مجھے پکا یقین تھا کہ اب یہ لڑکی صحت مند ہو جائے گی اور ساتھ ہی پڑھنے کو
تاکہ خاوند اور سسرالی ٹھیک ہو جائیں۔
بوڑھا باپ بیٹی دعائیں دیتے ہوئے شکریہ ادا کر کے چلے گئے۔
تقریباً ایک ماہ بعد میں گھر پر ہی تھا کہ نوکر نے تھوڑی سی سبزیاں، سیب اور خوبانی اندر لا کر دی اور کہا کہ باہر ایک
انہوں نے بھیجی ہے۔ میں باہر گیا تو وہی بوڑھا باپ، اس کی صحت مند بیٹی، اس کے بچے اور شاید اس کا خاوند
میں نے فوری ان کو پہچان لیا۔ باباجی تیزی سے میری طرف لپکے۔ وہ خوشی اور عقیدت سے جھوم رہے
پاؤں خوشی سے زمین پر نہیں لگ رہے تھے اور ان کی بیٹی کا چہرہ گلاب کے پھولوں کی طرح تروتازہ اور صحت
نکھرا ہوا تھا۔ دونوں بچے اور نوجوان مرد کا ساتھ ہونا ساری کہانی سنا رہا تھا کہ بیٹی صحت مند ہوگئی اور خاوند کو
احساس ہوا اور خود ہی لینے آگیا اور آج بیٹی اپنے خاوند کے ساتھ میرا شکریہ ادا کر کے اپنے سسرال جا رہی تھی۔
باپ کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو تھے اور میں ہواؤں میں اڑا جا رہا تھا کہ اللہ نے پھر مجھ فقیر پر کرم کر دیا۔ میں
مردانہ اور زنانہ سوٹ لے کر آیا اور مٹھائی کے پیسے ساتھ دے کر اس کے خاوند سے کہا کہ یہ میری بھی بیٹی
کہتا ہے کہ یہ منحوس ہے، اس کا کوئی نہیں تو آج سے ایسا نہیں ہے۔ یہ میری بہن اور میری بیٹی ہے۔ اس کو اکیلا
خاوند شرمندہ اور اپنے سابقہ رویئے پر نادم تھا۔ اس نے وعدہ کیا کہ جناب مجھے اپنی غلطی کا شدت سے
ہے۔ اب آپ کو کبھی بھی شکایت نہیں ہوگی۔ مجھے یہ احساس ہو چکا ہے کہ آج اگر میں کسی کی بیٹی کو تنگ کروں
بہن اور بیٹی بھی سکھی نہیں رہے گی۔ ساری فیملی اور بوڑھے باپ کو خوش دیکھ کر مجھے بھی نشہ سا چڑھ گیا۔ جیسے
لشوں کا نشہ میرے رگ و پے میں دوڑ رہا ہے اور میرے اوپر مدہوشی کی سی کیفیت طاری ہے۔ بوڑھا اور اس
ادا کر کے چلے گئے۔
اس کے بعد اکثر باباجی اور کبھی کبھار اس کی بیٹی اپنے خاوند، بچوں کے ساتھ میں جتنا عرصہ کوہ مری رہا، مجھ سے
ہے۔ باباجی جب بھی آتے تو کبھی لوکل سبزی، کبھی پھل میرے لیے لاتے اور اکثر میرے گھر کے لان میں
میں ہمیشہ انہیں روکتا کہ آپ میرے باپ کی جگہ ہیں تو وہ ہمیشہ کہتے کہ مجھے آپ سے مل کر آپ کے لان

میں کام کر کے سکون ملتا ہے۔ اور میں بھی جب کبھی بابا جی آتے ہیں، سارا کام اور لوگوں کو چھوڑ کر ان کے ساتھ [illegible] کرتا ہوں کیونکہ مجھے بھی ان سے محبت ہو گئی تھی۔

# سِکھ ڈاکٹر کا یقین

میں پچھلے کئی واقعات میں بتا چکا ہوں کہ روحانیت کے ماننے والے دنیا کے ہر خطے میں موجود [illegible] لوگوں کو شفا بھی اکثر روحانی لوگوں سے ہی ملتی ہے۔ یہاں بھی جو واقعہ میں بیان کرنے جا رہا ہوں یہ بھی [illegible] طرح سچا ہے اور حقیقی ہے اور اس کے تمام کردار اب بھی زندہ ہیں اور ان سے ملا بھی جا سکتا ہے۔

یہاں پر میں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ شفا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور جب وہ کسی [illegible] ہوتا ہے تو بہانے بہانے سے اس کی عزت بڑھاتا ہے اور چاروں طرف کیا دور دراز کے ملکوں میں بھی اس بندے [illegible] کراتا ہے۔ میری زندگی تو ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جب میں نے کچھ بھی نہیں کیا اور مدِ مقابل فیض یاب [illegible] اکثر مجھے بھی یقین نہیں آتا کہ یہ کام ہو گیا ہے یا واقعی مریض شفایاب ہو گیا ہے۔

یہ واقعہ بھی ایسے ہی ناقابلِ یقین واقعات میں سے ایک ہے جب مریض مجھ سے ہزاروں میل دور [illegible] تھا، مجھ سے ملا بھی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دے دی۔ ان دنوں میں نیا نیا مری سے لاہور آیا تھا اور لاہور میں [illegible] تعالیٰ کی ذات معاشرے کو میرا تعارف کرا رہی تھی۔

ایک دن میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے آفس کا ایک کلرک میرے پاس آیا اور کہا کہ جناب [illegible] سے کام ہے تو میں نے کہا، حکم کریں تو اس نے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ روحانی علاج بھی کرتے ہیں۔ میں [illegible] آپ مسئلہ بتائیں، میں کوشش کروں گا تو وہ بولا کہ میرا بھائی یورپ میں رہتا ہے۔ وہاں پر اس کا ایک دوست پچھلے [illegible] سے کسی پراسرار بیماری کا شکار ہے۔ پورے یورپ میں وہ بے شمار ڈاکٹروں اور ہسپتالوں کے چکر لگا چکا ہے۔ سارے ٹیسٹ ہمیشہ کلیئر آتے ہیں۔ بیماری کا کچھ پتہ نہیں۔ وہ دن میں کئی بار کھڑے یا بیٹھے بے ہوش ہو جاتا [illegible] اس کو ایمرجنسی میں ہسپتال یا ڈاکٹر کے پاس لے کر جاتے ہیں تو بیماری کا پتہ نہیں چلتا اور جب یہ خود ہی ہوش میں آ [illegible] گھر آ جاتا ہے کیونکہ کیس بہت پراسرار قسم کا ہے، اس لیے وہاں پر ایک باقاعدہ بورڈ تشکیل دیا گیا اور تفصیل سے اس [illegible] Examine کیا گیا۔ مختلف شعبوں کے ماہر ترین ڈاکٹروں نے بھی پوری کوشش کی ہے لیکن کسی کی بھی سمجھ میں [illegible] پراسرار بیماری نہیں آئی۔ ہر کوئی ڈاکٹر تکا بازی کر رہا ہے۔ حتمی نتیجے پر کوئی بھی نہیں پہنچا کہ اصل بیماری کیا ہے اور [illegible] ہوش کیوں ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹروں کے اس پینل میں ایک سکھ ڈاکٹر بھی تھا جو روحانیت پر یقین رکھتا تھا۔ اس نے تشخیص میں [illegible] دیا کہ یہ پراسرار قوتوں کا شکار ہے۔ اس کا ڈاکٹری علاج ممکن نہیں ہے۔ اس کا کسی روحانی معالج سے علاج کروانا [illegible]



[illegible] اس کی تشخیص سے اتفاق نہیں کیا لیکن سکھ ڈاکٹر اپنی بات پر ڈٹا رہا۔ اب مریض کے دوستوں نے پاکستان [illegible] کو کسی روحانی معالج کی تلاش پر لگا دیا۔ اسی تلاش میں یہ میرے تک بھی آ گئے۔ مجھے جب کیس کی ہسٹری [illegible] دلچسپی بھی اس کیس میں بڑھ گئی۔ میری بات اُس مریض سے کرائی گئی تو اس نے یہ تفصیل بتائی کہ میں ایک [illegible] جاب کرتا ہوں یعنی گوشت کی دکان پر۔ ایک سال پہلے اچانک میرے اوپر شدید دباؤ پڑا جیسے میں زمین [illegible] آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا آیا اور پھر مجھے کسی چیز کی ہوش نہیں رہی۔ اس کے بعد تو یہ معمول بن [illegible] دن میں تین تین بار مجھے یہ دورہ پڑ جاتا، میرے کندھے اور سر شدید وزنی ہو جاتے اور میں بے ہوش [illegible] دوست مجھے ہسپتال لے کر جاتے لیکن ڈاکٹروں کو ابھی تک میری بیماری کی سمجھ نہیں آئی۔ کیونکہ میں [illegible] رہا تھا تو آخر کار ڈاکٹروں کا ایک پینل بنایا گیا۔ انہوں نے میرے ساتھ کئی سیشن کیے، بے شمار ٹیسٹ [illegible] لیکن میری بیماری ابھی تک جوں کی توں قائم و دائم ہے۔ مجھے رتی برابر فرق نہیں پڑا بلکہ بار بار بے ہوشی [illegible] اعصاب اور عضلات بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ دن بدن جسمانی، ذہنی کمزوری بڑھتی جا رہی ہے بلکہ [illegible] چکا ہوں کہ یہ بیماری مجھے موت کی دہلیز پر لے کر جائے گی۔ میرا صحت یاب ہونا اب ممکن نہیں ہے۔ وہ [illegible] بیماری کی وجہ سے مایوسی کا شکار ہو چکا تھا لیکن میں نے اس کو حوصلہ دیا اور کہا کہ تم ان شاء اللہ بالکل ٹھیک ہو جاؤ [illegible] اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اُس کا روحانی علاج شروع کیا اور اُسے ایسی پراسرار بیماریوں کے مخصوص وظیفہ جات [illegible] پر اس کو فون پر ہی دم بھی کر دیا۔

اس نے میرے بتائے ہوئے طریقے پر ذکر اذکار شروع کر دیے۔ ایک ہفتے بعد اُس کا فون آیا کہ اُس دن [illegible] اس کو بے ہوشی کا دورہ نہیں پڑا۔ یہ میرے لیے بہت خوشگوار حیرت والی خبر تھی۔ اسی طرح ایک ماہ گزر گیا اور وہ [illegible] ابھی تک بے ہوشی سے محفوظ تھا کیونکہ وہ کسی بھی قسم کی دوائی بالکل نہیں کھا رہا تھا۔ سکھ ڈاکٹر کو اس نے [illegible] روحانی علاج شروع کر دیا ہے کیونکہ سکھ ڈاکٹر اس کیس میں ذاتی دلچسپی لے رہا تھا۔ جب ایک ماہ صحت [illegible] تو اس نے ڈاکٹروں کے پینل کے سامنے مریض کو پیش کیا اور انہیں بتایا اور دکھایا کہ روحانی علاج کے بعد [illegible] ہو چکا ہے۔ ڈاکٹروں نے بہت سارے سوال کیے کیونکہ وہ ابھی تک بھی بیماری کو آسیبی ماننے کو تیار نہیں [illegible] اپنے دعویٰ کی تصدیق کے لیے مریض کو ان کے سامنے بٹھا دیا تھا۔ لمبے چوڑے سوال و جواب کے [illegible] پینل ماننے کو تیار نہیں تھا جبکہ سکھ ڈاکٹر ہر صورت میں انہیں منانا چاہتا تھا۔ اسی دوران ڈاکٹروں کے [illegible] کہا کہ میری پاکستان میں اس روحانی معالج سے بات کرائی جائے جس نے اس مریض کا روحانی علاج [illegible] میری بات سکھ ڈاکٹر سے کرائی گئی تو ڈاکٹر نے بہت عقیدت اور احترام سے پنجابی میں بات کی اور یہ بھی کہا کہ [illegible] ابھی تک روحانی علاج کو ماننے سے انکاری ہیں۔ یہ کوئی ثبوت یا مثال مانگ رہے ہیں۔ اب مجھے بالکل [illegible] تھی کہ میں کون سا ثبوت دوں۔ میں نے بلا سوچے سمجھے ہیڈ ڈاکٹر کا نام پوچھا تو انہوں نے میری اس ہیڈ [illegible] کرا دی۔ اس نے اپنا، اپنا بیوی کا نام بتایا تو اچانک میرے دماغ میں ایک خیال بار بار آنے لگا اور میں نے

ڈاکٹر سے کہا کہ تم لوگوں کا علاج کرتے ہو۔ اپنی بیوی کا علاج کیوں نہیں کرتے جو پچھلے چھ ماہ سے بیڈ پر پڑی ہے، ہل بھی نہیں سکتی۔ اس کی کمر کا 5 اور 6 مہرہ خراب ہو چکا ہے۔ میری یہ بات کرنے کی دیر تھی کہ ڈاکٹر چیخ پڑا "yes you are real saint" وہ باقی ڈاکٹروں کو بھی بتا رہا تھا کہ پاکستان میں جس بندے سے بات کر رہا ہوں، وہ بالکل ٹھیک کر رہا ہے۔ وہ بہت خوشی اور حیرت سے بات کر رہا تھا اور سکھ ڈاکٹر کو بھی کہا کہ تم ٹھیک کہتے ہو، دنیا میں روحانی لوگ موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی مجھ فقیر پر اپنا کرم خاص کیا۔ یہ مریض اس کے بعد کئی بار پاکستان آ کر مجھے ملا۔ اس کے تندرست ہونے کے بعد اس شہر سے بے شمار لوگ میرے پاس آ چکے ہیں کیونکہ وہ مریض ہر جگہ میرا ذکر کرتا ہے۔ آج اس واقعہ کو آٹھ سال گزر چکے ہیں اور اللہ کے فضل سے وہ مریض دوبارہ بے ہوش نہیں ہوا لیکن اس کی صحت کے بعد حسبِ سابق میرا رش اور بھی بڑھ گیا ہے اور میں ہر روز اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ وہ مجھ فقیر پر کرم کرتا جا رہا ہے۔

## کشفی صلاحیتوں کی بیداری

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولا علی کرم اللہ وجہہ کی زیارت کے بعد مجھے اپنے اندر کشفی صلاحیتوں کی بیداری کا شدت سے احساس ہو رہا تھا' کیونکہ مختلف روحانی مشقوں اور حبسِ دم، سانس کی مشقوں اور ارتکازِ توجہ کی وجہ سے شاید میرے لطائف یا روحانی یونٹس میں سے کوئی ایسا روحانی یونٹ بیدار ہو گیا تھا کہ جیسے ہی میں کسی چیز پر دھیان دیتا اطلاعات اور خبریں وائرلیس کی طرح میرے دل و دماغ پر اترنے لگتیں۔

بعض اوقات یہ اطلاعات اتنی مکمل اور جامع ہوتیں ہیں کہ میں اور میرا مدِ مقابل حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔ مجھے ماننے میں کوئی عار نہیں کہ بعض اوقات یہ اطلاعات یا خبریں نہیں ملتیں۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ فطرت جو معلومات ضروری سمجھتی ہے وہ آتی ہیں، جو ضروری نہیں وہ راز میں ہی رہتی ہیں۔ یعنی ربِ ذوالجلال جو بہتر سمجھتے ہیں وہ بتا دیتے ہیں جو بہتر نہیں سمجھتے نہیں بتاتے۔

اکثر اوقات میری پوری کوشش کے بعد بھی خاموشی رہتی ہے جبکہ اکثر اوقات خبریں اطلاعات پوری کی پوری روحانی وائرلیس کی طرح میرے دل و دماغ پر وارد ہوتی ہیں۔ یہاں پر میں مختصر کچھ ایسے واقعات بتاتا ہوں جو میرے ساتھ بیتے' باقی اپنی کسی اور کتاب میں تفصیلاً بتاؤں گا۔

## صدرِ پاکستان کا ڈائریکٹو

بیداری کے اولین دنوں کی بات ہے میں کالج میں بیٹھا تھا کہ مظفر نامی بندہ جو کسی کا ڈرائیور تھا میرے



پاس آیا اور کہا کہ میری بیوی کی ٹرانسفر کی دعا کر دیں میں نے کہا ضرور اللہ کرے گا' تو وہ کہنے لگا میں نے صدرِ پاکستان کا ڈائریکٹو لیا ہے۔ مجھے حیرت ہوئی کہ وزیرِ اعلیٰ کا ڈائریکٹو تو سنا تھا یہ صدرِ پاکستان کا پہلی دفعہ سن رہا ہوں۔ وہ مجھے اصرار کرنے لگا کہ ٹرانسفر کب تک ہو گی میں درود پاک اور یا حیی یا قیوم پڑھ کر جب متوجہ ہوا تو جو جواب آیا میں حیران و پریشان ہو گیا۔ میں نے اُسے کہا اگر تم اپنی بیوی سے کتنا پیار کرتے ہو۔ کہنے لگا بہت زیادہ، میں نے اُسے کہا تم اس کو یا وہ تم کو چھوڑ سکتی ہے؟ کہنے لگا کبھی نہیں، زمین ادھر سے اُدھر ہو جائے، سورج مغرب سے نکل پڑے پھر بھی نہیں۔

میں پھر خود کی طرف متوجہ ہوا تو وہی پہلے والی اطلاعات، میں بھی حیرت اور پریشانی میں تھا۔ پھر میں نے اُسے بتایا کہ میرے کیمرے میں آ رہا ہے کہ تمہاری بیوی تم سے 5 سال بعد شدید لڑائی کرے گی، نفرت کرے گی اور لڑے گی اور تمہاری لڑائی اس حد تک جائے گی کہ یہ عدالت میں جا کر طلاق لے گی، اگر تم نے طلاق نہ دی تو تم پر غلط الزام لگا کر طلاق لے گی۔ اور تم مجھے جیل کے اندر سلاخوں کے پیچھے نظر آ رہے ہو، تم کو جیل ہو گی۔

مظفر کہنے لگا یہ کبھی نہیں ہو گا یہ جھوٹ اور فراڈ ہے میں کبھی طلاق نہیں دوں گا اور نہ ہی وہ میرے ساتھ ایسا سلوک کرے گی۔ پھر میں نے علمِ نجوم، علم الاعداد اور پامسٹری کا سہارا لیا ادھر بھی یہی نظر آ رہا تھا۔ اُس نے وقت اور سال پوچھا تو میں نے بتا دیا۔ یہ ساری بات باقی دوستوں کے سامنے اور موجودگی میں ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد میری لاہور ٹرانسفر ہو گئی لیکن یہ واقعہ میرے دل و دماغ میں تھا اور میں بھی اُس وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں یہ طلاق ہو نہ جائے۔ میں دعا کرتا کہ یہ جھوٹ ہو سچ نہ ہو۔

لاہور آ کر بھی وہی مصروفیت جاری تھی سارا دن لوگ، لوگ اور لوگ۔ چند سالوں بعد میں آفس میں بیٹھا تھا کہ مظفر میری طرف آتا نظر آیا کیونکہ وہ سارا کیس میرے ذہن میں تھا اور میں شدت سے اس انتظار میں تھا کہ کیا ہوتا ہے۔ میں جلدی سے اپنے کمرے سے نکلا اور دوڑ کر اُس کے پاس گیا اور پوچھا کہ مظفر کیا ہوا خیر ہے نا، وہ کہنے لگا خیر نہیں ہے، آپ جیت گئے میں ہار گیا، میں کل رات جیل سے رہا ہوا ہوں اور لوگوں سے پوچھتے پوچھتے آپ تک پہنچا ہوں، اُس نے واقعی مجھ سے طلاق لے لی ہے۔ ہماری لڑائی اس حد تک پہنچی کہ عدالت میں کھڑے ہو کر اُس نے مجھ پر ایسے جھوٹے الزامات لگائے کہ مجھے جیل جانا پڑا، اب جیل کاٹ کے آ رہا ہوں۔

میں حیرت اور تجسس سے اُس کی باتیں سن رہا تھا وہ بے چارہ رو رہا تھا اور بتا رہا تھا کہ سرکار میں نے پوری کوشش کی کہ گھر نہ اجڑے لیکن میں ہار گیا۔ اُس کی باتیں سن کر میں بھی خوف زدہ ہو گیا تھا اور حیرت میں تھا کہ یہ کیا ہے، کیا ہم تقدیر کے ہاتھوں اتنے زیادہ مجبور ہیں۔

## بیس سالہ رفاقت کا خاتمہ

انہی دنوں میرے پاس پنڈی سے میرے جاننے والے ایک پروفیسر صاحب اپنی بیگم کے ساتھ آئے، رات کو

میرے پاس ٹھہرے۔ رات کو تیز بارش ہو رہی تھی، موسم ٹھنڈا تھا جو مری کا معمول ہے، سردی بڑھ چکی تھی۔

پروفیسر صاحب کو اپنی بیوی کی Care اور محبت کا وخت پڑا ہوا تھا، ہم نے اُن کو الگ کمرا دیا ہوا تھا [illegible] صاحب کی شادی کو بیس سال ہو چکے تھے اور انتہائی شاندار ازدواجی زندگی گزار رہے تھے۔ وہ بار بار کمرے سے باہر [illegible] تھے، کمبل دے دو، گرم پانی کر دیں، گرم دودھ دے دیں۔ یہاں تک کہ مجھ سے چھتری مانگی کہ میں مری مال روڈ جا [illegible] ہمارا کالج مال روڈ سے ایک کلومیٹر دور تھا میں نے پوچھا کیا مسئلہ ہے؟ کہنے لگے جرسی لینے جا رہا ہوں میری بیوی کو [illegible] لگ رہی ہے۔ میں نے کہا مجھ سے لے لو، کہنے لگے نہیں نئی، لا کر دیتا ہوں۔ میں بھی اُن کے ساتھ ہو لیا، ان کی [illegible] Care دیکھ کر مجھے حیرت ہو رہی تھی۔ میرے پوچھنے پر انھوں نے بتایا کہ ہماری شادی کو بیس سال ہو چکے ہیں، [illegible] ہیں، بڑی کلاسوں میں پڑھتے ہیں، کبھی لڑائی جھگڑا نہیں ہوا، جاب کے ساتھ سائیڈ بزنس کرتا ہوں اچھا کما لیتا ہوں [illegible] ٹھیک ہے۔ مجھے حیرت ہوئی کہ شادی کے بعد تو محبت قصۂ پارینہ بن جاتی ہے، یہ کیسے میاں بیوی ہیں جو ابھی بھی [illegible] جا رہے ہیں۔ میں حیرت اور تجسس سے اُن کی باتیں سن رہا تھا میں حیران تھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ میں نے اپنی عادت [illegible] مجبور ہو کر اُن دنوں پر کیمرا مارا، نام، تاریخ پیدائش پوچھی اور روحانی طور پر بھی جواب مانگا تو مجھے اُس وقت شدید حیر[illegible] کیونکہ پانچ سال بعد دونوں میں علیحدگی یعنی طلاق نظر آ رہی تھی اور خطرناک بات یہ تھی کہ اس بیوی کے بعد پ[illegible] صاحب کی زندگی میں شادی شدہ زندگی تھی ہی نہیں۔ میں بار بار چیک کر رہا تھا اور نتیجہ وہی آ رہا تھا۔ جرسی لے کر گھر [illegible] میں نے دونوں میاں بیوی کو بٹھا لیا، پامسٹری، علم الاعداد اور مراقبہ میں بہت دیر چیک کرنے کے بعد میں پروفیسر صا[illegible] الگ لے جا کر جب طلاق اور علیحدگی کے بارے میں بتایا وہ بھی ڈرتے ڈرتے، کیونکہ میں لیلیٰ مجنوں کا عشق دیکھ چکا [illegible] جب میں نے پروفیسر صاحب سے یہ گستاخی کی تو انھوں نے پھاڑ کھانے والی نظروں سے مجھے دیکھا جیسے میرے [illegible] سینگ اُگ آئے ہوں یا میں نے اُن کی شلوار اتار دی ہو یا میں کوئی پاگل ہوں۔ کہنے لگے: نہیں تم پاگل ہو، مراقبہ [illegible] تسبیحات سے تم پاگل ہو چکے ہو یا شاید ہماری شاندار ازدواجی زندگی سے حسد کر رہے ہو۔

بہرحال میں نے انہیں جدائی کا سال بھی بتایا۔ انہوں نے شرط لگا لی کہ یہ کبھی نہیں ہوگا۔ بہرحال میں [illegible] اُنہیں کہا کہ اگر آپ کی طلاق نہ ہوئی تو مجھے بہت خوشی ہوگی کہ یہ مراقبہ اور پامسٹری سب فراڈ ہے۔

پروفیسر صاحب مجھے چیلنج کر کے رات گزار کے چلے گئے۔ اس کے بعد بھی جب کبھی ملتے میرا تمسخر اُڑا[illegible] مذاق کرتے کہ یہ پاگل میری طلاق کا دعویٰ کرتا ہے۔

چند سال بعد میں لاہور آ کر یہاں کی زندگی میں مصروف ہو گیا لیکن یہ کہیں میرے ذہن میں محفوظ تھا اور [illegible] بھی کہ یہ بھی جھوٹ نکلے اور طلاق نہ ہو۔

ایک دن میں لوگوں میں حسبِ معمول گھرا ہوا تھا کہ اچانک مجھے پروفیسر صاحب نظر آئے، وہ لوگوں سے [illegible] پوچھ رہے تھے۔ جب انھوں نے مجھے دیکھا تو میں تیزی سے ان کی طرف بھاگا، سر خیریت ہے، کیا حال ہے، آپ خیر[illegible] سے ہیں؟



[illegible] وہ میری آنکھوں کے سوال کو بھانپ چکے تھے، کہنے لگے: تمہاری کالی زبان پوری ہوئی، میرا گھر اُجڑ گیا، اُس [illegible] ہو کے طلاق لی میں نے، میرے بچوں نے، دوستوں نے، اُس کے ماں باپ، بہن بھائیوں نے، [illegible] پاؤں پکڑے وہ نہیں مانی اور طلاق لے لی۔ میں خوف تجسس اور حیرت سے پروفیسر صاحب کی باتیں سن [illegible] کی لہریں میرے رگ و پے میں دوڑ رہی تھیں اور میں خوف زدہ تھا کہ یہ پھر سچ نکلا کیا حیرت کدہ ہے؟ مقدر کے [illegible] بس ہے۔

پروفیسر صاحب کی طلاق کے بعد کھیل ختم نہیں ہوا، پروفیسر صاحب نے اس کے بعد دوسری شادی کی جو چند ماہ [illegible] پروفیسر صاحب مالی طور پر آسودہ ہیں کچھ عرصہ پہلے تیسری شادی کی جو شادی کے بعد شدید ترین فالج کا شکار [illegible] پروفیسر صاحب ریگولر میرے پاس آتے ہیں اور مانتے بھی ہیں۔ میں کئی بار اُن کے آگے ہاتھ جوڑ چکا ہوں کہ [illegible] شادی اور بیویاں مارنا بند کریں لیکن وہ بضد ہیں۔ پتہ نہیں پروفیسر کی ہمت کہاں تک جاتی ہے اور ابھی کتنی [illegible] ہیں لیکن میرے حساب میں اب اُن کو شادی نہیں کرنی چاہیے لیکن پروفیسر صاحب ہمت ہارنے کو تیار نہیں [illegible] کرے۔ اس طرح کے سیکڑوں واقعات اور بھی ہیں جو کسی دوسری کتاب میں بتاؤں گا' انشاءاللہ۔

پروفیسر صاحب اور مظفر ڈرائیور زندہ کردار ہیں اور آپ ان سے مل بھی سکتے ہیں۔

## بیوی کا عاشق خاوند

جنسِ مخالف سے عشق کرنا انسانی فطرت میں ہے اور ہر انسان زندگی میں کبھی نہ کبھی عشق ضرور کرتا ہے۔ میرے [illegible] ایسے نوجوان لڑکے، لڑکیاں آ چکے ہیں جو ایک دوسرے سے دیوانہ وار عشق کرتے تھے۔ گھر والوں کی شدید [illegible] باوجود گھر سے بھاگ کر شادی کر لی یا گھر والوں کو اتنا زیادہ مجبور کیا کہ وہ شادی کروانے پر مجبور ہو گئے۔ بہت [illegible] ایسے نوجوان بھی حساب لگوانے آئے اور جب میں نے کہا کہ تم دونوں کے مزاج مشرق و مغرب ہیں، بالکل نہیں [illegible] اور اگر تم شادی کرو گے تو چند مہینے بھی نہیں چلے گی تو عشق کے اندھے جذبات میں ڈوبے ہوئے نوجوان مجھے چیلنج [illegible] کہ سر ہم ثابت کریں گے کہ ہم سچا اور حقیقی پیار کرتے ہیں اور یہ پیار شادی کے بعد ہماری موت تک جاری و [illegible] رہے گا۔ لیکن شادی کے بعد جب عشق کا بھوت دماغوں سے اترا اور زندگی کی تلخ حقیقتوں سے واسطہ پڑا تو عشق کے [illegible] جھاگ کی طرح بیٹھ گئے اور کچھ جوڑے صرف اس لیے چلتے رہے کہ اب جب گھر اور خاندان والوں کی مخالفت کے [illegible] شادی کی ہے تو نبھانا تو پڑے گی، اب گھر والوں کو کیا منہ دکھائیں گے، یا کچھ لڑکیاں جب عشق کی شادی ناکام ہو گئی تو [illegible] جگہ شادی یا ملک چھوڑ کر چلی گئیں۔ جب ایسے جوڑوں پر عشق سوار ہوتا ہے تو یہ کسی کی بھی بات ماننے پر تیار نہیں [illegible] ان کو اللہ ہی صراطِ مستقیم دکھائے ورنہ یہ کسی کے بھی کنٹرول میں نہیں رہتے اور اپنی مرضی کر کے چھوڑتے ہیں۔

شادی سے پہلے تو عشق و محبت کی داستانیں عام ہیں لیکن شادی کے بعد اگر کسی میاں بیوی میں عشق و محبت نظر

آئے تو یہ واقعی ناممکن اور اس دنیا سے باہر کی بات ہوتی ہے کیونکہ میں نے بارہ سال مری میں گزارے ہیں جو ایک مقام ہے۔ اس لیے بے شمار شادی شدہ جوڑے ہمارے پاس آتے۔ ان میں زیادہ تر نئے نویلے شادی شدہ جوڑے جو لیلیٰ مجنوں کی زندہ تصویر نظر آتے لیکن شادی کے چند مہینوں بعد ہی مارکٹائی اور گالی گلوچ کرتے نظر آتے۔

یہاں جو واقعہ میں بیان کرنے جا رہا ہوں اس جوڑے کی شادی کو پانچ سال ہو چکے تھے اور ان پانچ سالوں کے ہر گزرتے دن کے ساتھ ان کے عشق و محبت کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا بلکہ یہ جوڑا اپنے خاندان اور دوستوں میں ایک مثالی رومانوی جوڑے کے نام پر مشہور تھا۔

ان دنوں میں مری میں تھا کیونکہ مری ایک سیاحتی مقام ہے اس لیے وہاں سارا سال مہمان آتے رہتے ہیں۔ ایک دن میرے ایک کلاس فیلو کا فون آیا کہ اس کے شہر سے تقریباً دس بندے سیر کے لیے مری آ رہے ہیں۔ تین دن مری میں سیر کریں گے۔ اس کے بعد سوات چلے جائیں گے۔ اس نے خاص طور پر کہا کہ تمام بندوں کو ہاسٹل ٹھہرا دینا ان میں سے ایک بھولا نامی اُس کا یار غار تھا، وہ اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے کر آ رہا ہے، اس نے دوستوں کے ساتھ آنے سے انکار کر دیا تھا کہ میں نہیں جاؤں گا۔ دوست اس کی کمزوری سے واقف تھے کہ یہ اپنی بیوی کا دیوانہ اور اندھا عاشق ہے، بیوی کے بغیر ایک دن بھی نہیں رہ سکتا۔ اس لیے انہوں نے خصوصی طور پر مجھے فون کرایا کہ اس لیلیٰ مجنوں کو میں اپنے گھر میں ایک کمرہ دے دوں، باقی گروپ کو ہاسٹل میں ٹھہرا دیں، لہٰذا میں نے ان کے لیے ہاسٹل میں انتظام کرا دیا اور جوڑے کے لیے گھر میں گیسٹ روم تیار کرا دیا۔ مقررہ دن تمام لوگ آ گئے۔ تمام لوگ تو ہاسٹل میں ٹھہر گئے لیکن بھولا صاحب، ان کا اصل نام کچھ اور تھا اور یہ ان کا نِک نیم تھا۔ وہ گھبرائے اور پریشان سے میرے پاس آئے کہ جناب مجھے لیڈیز جوگر چاہئیں کیونکہ میری بیوی پہاڑی راستوں پر چلنے کی عادی نہیں ہے اس لیے ایسے شوز دیں جو پہاڑی راستوں میں بھی آسانی سے چل سکیں۔ میں نے تین چار لیڈیز جوتے اس کے سامنے رکھے۔ وہ سارے ہی لے کر جانے لگا تو میں نے پوچھا، ایک لے جائیں تو وہ بولا پتہ نہیں اسے کون سا پسند آئے۔ اس لیے سارے ہی لے کر جا رہا ہوں۔ وہ جلدی جلدی جوتے لے کر گیا۔ اس کی حرکات سے لگ رہا تھا کہ کسی عظیم مشن پر ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ کندھے پر بیگ لٹکائے بیوی کا ہاتھ پکڑے نظر آیا۔ وہ بہت دھیان سے اسے لا رہا تھا کہ کہیں وہ گر نہ جائے اور اسے چوٹ نہ لگ جائے۔ جب وہ قریب آئے تو میں نے اس کی بیوی کو دیکھا، وہ عام شکل و صورت کی درمیانی عمر کی عورت تھی۔ سلام دعا کے بعد وہ اپنی بیوی کے ساتھ گیسٹ روم میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر بعد باہر نکلا تو بولا، لمبے سفر کی وجہ سے وہ تھک گئی ہے، اس لیے میں نے اسے جوس وغیرہ پلا کر سلا دیا ہے۔ اب میں دوستوں کے پاس جا رہا ہوں۔ جیسے ہی یہ اٹھے گی، میں واپس آ جاؤں گا۔ میں اس کو حیرت اور تجسس سے دیکھ رہا تھا۔ میرے دوست نے ان دونوں کی جو عشقیہ لو سٹوری مجھے بتائی تھی، وہ ویسا ہی نظر آ رہا تھا کیونکہ یہ لوگ ساری رات کا سفر کر کے آئے تھے، اس لیے بیوی تقریباً چھ گھنٹے آرام سے سوئی۔ بھولا صاحب چھ گھنٹے سے پہلے ہی آ کر چائے کی فرمائش کر چکے تھے کہ اس کے اٹھنے سے پہلے ہی چائے وغیرہ تیار ہونی چاہیے، لہٰذا وہ چائے اور بسکٹ وغیرہ لے کر اندر چلا گیا۔ میں ان دنوں گھر میں اکیلا ہی تھا، اس لیے میں نے اسے کہا کہ کچن میں ہر چیز موجود ہے۔ آپ اپنی بیوی کے لیے



جو استعمال کرے خود ہی بنا لے۔ آپ کو مکمل اجازت اور آزادی ہے۔ میں کالج چلا گیا اور جب واپس آیا تو کھانا تیار تھا۔ انہوں نے مجھے بھی کھانا دیا، میں نے اس کی بیوی کا شکریہ ادا کیا تو وہ بولی، بھائی جان کھانا تو بھولا جی نے بنایا ہے۔ میں نے حیرت اور تعریفی نظروں سے بھولا جی کی طرف دیکھا تو وہ بولا، کھانا گھر میں بھی اکثر میں ہی بناتا ہوں۔ برتنوں اور گھر کی صفائی تک بھی میں ہی کرتا ہوں۔ ان کے تین بچے تھے جو کہ دادا دادی کے پاس چھوڑ کر آئے تھے۔ بقول بیوی کے یہ مجھے کوئی کام نہیں کرنے دیتے۔ ان کو ڈر ہے کہ مجھے کچھ ہو نہ جائے۔ اس لیے ہر کام رات کو ہی کر لیتے ہیں۔ صبح کام پر چلے جاتے ہیں۔ واپسی پر پھر کرتے ہیں۔ بھولے کی بیوی اپنے خاوند کے کارناموں اور زن مریدی پر روشنی ڈال رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ بھولا پاگل یا نفسیاتی مریض تو نہیں ہے۔ بیوی باتیں کر رہی تھی اور بھولا محبت عقیدت اور پیار والی نظروں سے بیوی کو دیکھ رہا تھا اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہا تھا کہ ابھی میرے حالات زیادہ اچھے نہیں ہیں۔ جب پیسہ پاس آ جائے تو پھر بیگم تم دیکھنا میں کیا کرتا ہوں۔ میں حیرت اور تجسس سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ بیوی کی باتوں سے لگ رہا تھا کہ وہ بھولے کے اس عشقیہ رویئے سے تنگ آئی ہوئی تھی لیکن وہ اس کو انجوائے بھی کر رہی تھی۔ کیونکہ تجسس اور مشاہدہ میرے اندر بھی بہت زیادہ تھا، میں انسانوں کو ہر وقت سٹڈی کرتا ہوں کہ کون کس مزاج کا مالک ہے اور یہ ایک شاندار کیس تھا جو شادی کے پانچ سال بعد بھی دیوانہ وار عشق ایک نارمل لڑکی کے ساتھ کر رہا تھا۔ اگر بیوی غیر معمولی خوبصورت ہوتی تو بات بنتی بھی تھی لیکن یہ عورت تو بالکل عام شکل و صورت کی تھی تو پھر بھی خاوند عشق بلکہ غلامی کر رہا تھا۔ میں نے دونوں کے نام تاریخ وغیرہ پوچھی اور حساب لگانا شروع کر دیا۔ حساب لگاتے لگاتے میری کشفی کھڑکی بھی کھل گئی۔ جب میں نے پورا حساب وغیرہ لگا لیا تھا، ٹھیک چار ماہ بعد دونوں میں طلاق نظر آ رہی تھی۔ بات طلاق پر ختم نہیں بلکہ بیوی کی جان کو بھی خطرہ تھا اور وہ بھی بھولے کے ہاتھوں۔ کیونکہ میں سارا دن سے دونوں کا لازوال عشق دیکھ رہا تھا اس لیے میں یہ ماننے کو بالکل تیار نہیں ہو رہا تھا کہ ان میں طلاق ہو جائے گی کیونکہ ان میں تو لڑائی کا امکان تک نہیں تھا، طلاق تو ناممکن ہے۔ میں بری طرح کنفیوز ہو چکا تھا۔ لہٰذا رات کو میں نے دونوں کو ذہن میں رکھ کر استخارہ کیا تو مجھے پتہ لگا کہ رات کو خواب میں بھی دونوں کی طلاق اور بیوی کی جان کو خطرہ تھا، اپنے خاوند کے ہاتھوں سے ہی۔ میں اور زیادہ الجھ چکا تھا، اب میں نے اس چیز پر دھیان دیا کہ یہ واقعہ کب رونما ہونے کا خطرہ ہے تو وہی تقریباً چار ماہ بعد یہ سانحہ عظیم ہونے والا تھا۔ جو میں بھی کسی صورت ماننے کو تیار نہیں تھا۔

بہر حال وہ تین دن میرے پاس رہے اور اپنے ہنی مون کو انجوائے کرتے رہے۔ اس دوران میں نے ان کے کئی حساب اور کیس لیکن ہر بار رزلٹ وہی طلاق ہی آ رہی تھی۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ اگر میں تاریخ کے سب سے بڑے عاشق کو یہ بتانے کی گستاخی عظیم کرتا تو یقیناً وہ میرا سر پھاڑ دیتا لیکن مجھ سے رہا نہ گیا۔ جس دن انہوں نے جانا تھا، میں اس کو ایک طرف لے گیا اور کہا کہ مجھے آپ سے بات کرنی ہے تو وہ خوشی خوشی میرے ساتھ چل پڑا کیونکہ وہ تین دن میرے پاس رہ رہا تھا اس لیے وہ میرا احسان مند بھی تھا۔ میں اس کو ساتھ لے کر پہاڑی کے اوپر چلا گیا اور ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد اسے کہا کہ تم اپنی بیوی سے کتنی محبت کرتے ہو تو وہ بولا، دنیا میں میرے جتنی محبت کوئی خاوند اپنی بیوی سے نہیں

کرتا جتنی میں کرتا ہوں۔ کیونکہ میں اس کی اندھی محبت دیکھ چکا تھا اس لیے مجھ میں حوصلہ نہیں ہو رہا تھا کہ کس طرح
اصل بات بتاؤں۔ یہاں میرا بتانے کا مقصد صرف یہ تھا کہ اگر بھولے کی زندگی میں کوئی ایسا لمحہ یا دن آئے کہ
محبوب بیوی کو طلاق دینا پڑے تو وہ Avoid کر جائے۔ کیونکہ اگر بھولا پہلے سے یہ جانتا ہوگا کہ میری زندگی میں کوئی
گھڑی یا صورتحال آ سکتی ہے تو وہ سنبھل جائے اور طلاق نہ دے۔ کیونکہ اگر کسی کو بتا دیا جائے کہ یہ ہو سکتا ہے تو وہ
کوئی نہ کوئی راستہ نکال سکتا ہے، کیونکہ مجھے بہت زیادہ دکھ ہو رہا تھا کہ روئے زمین کے سب سے بڑے مثالی اور
شادی شدہ جوڑے کا یہ انجام ہونے جا رہا ہے، کیونکہ اگر یہ حادثہ نہ ہو تو مجھے بہت زیادہ خوشی ہوگی۔ میں نے
کر کے بھولے کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا کہ تم کبھی اپنی بیوی کو چھوڑنے کے بارے میں سوچ سکتے ہو تو وہ
نہیں۔ مجھے پوری دنیا کے خزانے اور بادشاہت مل جائے تو میں ٹھوکر مار دوں۔ اگر میری جان دے کر بھی میری
جان بچائی جا سکے تو میں اپنی جان دے دوں گا۔ بھولے تم اپنی اس بات پر قائم رہنا کیونکہ ایک دن ایسا آنے والا
کرے یہ نہ آئے کہ تم اپنی بیوی کی جان لینے کی کوشش کرو گے اور تم اپنی بیوی کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہیں کرو گے بلکہ
دے دو گے۔ آخرکار ہمت کر کے میں نے یہ بات دنیا کے عظیم ترین عاشق خاوند سے کہہ دی۔ یہ بات کرنے کے بعد
بھولے کے کسی بھی ردعمل کے لیے تیار تھا کیونکہ میں نے غلطی عظیم کی تھی اور بھولا کچھ بھی ری ایکٹ کر سکتا تھا۔ بھولا
میری طرف خالی نظروں سے دیکھتا رہا، پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں میں غصہ اور وحشت آنی شروع ہو گئی۔ شدید
غصہ اور نفرت سے اس کا جسم کانپنا شروع ہو گیا۔ وہ انتہائی غصے اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا کہ پروفیسر صاحب اگر آپ
نے تین دن ہمیں اپنے گھر مہمان نہ رکھا ہوتا تو یقیناً آج آپ کی جان لے لیتا اور دوبارہ اگر پروفیسر صاحب آپ
ایسی بکواس کی تو میں آپ کے ساتھ بہت برا کروں گا۔ میں نے فوری طور پر Sorry کیا اور بہت پیار اور آرام سے
میں بھی یہ نہیں چاہتا بلکہ میں تو چاہتا ہوں کہ اگر کبھی بھی ایسا موقع آئے تو تم طلاق نہ دینا۔ بھولا جی آپ کو بتانے کا
صرف اور صرف یہ تھا کہ میں آپ دونوں کی مدد کر سکوں۔ ورنہ مجھے تو خود آپ دونوں سے مل کر بہت زیادہ خوشی ہوئی
بھولے کے جسم پر شدتِ جذبات سے لرزہ طاری تھا اور وہ قہر آلود نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا لیکن میری
اور سوری کے بعد وہ کچھ نارمل ہوا اور بولا، پروفیسر صاحب میں یہ پامسٹری اور روحانیت کو بالکل نہیں مانتا۔ یہ سب
بکواس ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوگا۔ آپ پروفیسر صاحب چار ماہ کی بات کرتے ہیں، میں چھ ماہ بعد آپ کے پاس آؤں گا
ثابت کروں گا کہ آپ اور آپ کا سارا علم وغیرہ جھوٹ ہے۔ بہرحال بھولا مجھے چیلنج کر کے اپنی لاڈلی اور محبوب بیوی کو
کر چلا گیا۔ یہاں سے یہ لوگ سوات چلے گئے اور وہاں سیر وغیرہ کر کے یہ لوگ واپس خیریت سے اپنے شہر واپس
گئے۔ میں نے اپنی ڈائری میں اندازاً تاریخ نوٹ کر لی۔ جب یہ حادثہ بلکہ زلزلہ ہونے کا خطرہ تھا۔

میں اپنی زندگی میں مصروف ہو گیا لیکن کبھی کبھار مجھے بھولا اور اس کی بیوی کی دیوانہ وار محبت بہت یاد آتی۔
جب بھی کوئی شادی شدہ جوڑا مری ہمارے ہاں آتا تو مجھے کسی اور ہی سیارے کی مخلوق بھولا اور اس کی بیوی بھی یاد آ جاتی
اور میں اس انتظار میں تھا کہ اللہ کرے وہ ٹائم خیریت سے گزر جائے اور میں بھی ریلیکس ہو جاؤں کہ یہ سب اندازے



سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
میرے سارے قریبی دوست جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کمال کی یادداشت دی ہے۔ کئی سالوں پرانی
تمام جزئیات کے ساتھ یاد ہوتی ہیں۔
دن گزرتے چلے گئے اور آخر وہ دن آ گئے جن دنوں میں خطرہ تھا کہ بھولے کی زندگی میں وہ حادثہ رونما ہونے
میں نے اپنے کلاس فیلو کو فون کیا کہ بھولا کوئی بہت غلط فیصلہ کرنے والا ہے۔ اسے کہو اگلے دو دن اپنی بیوی کے
جائے۔ چھٹی لے کر کہیں چلا جائے، گھر میں نہ رہے تا کہ خطرناک گھڑی ٹل جائے۔ میرے دوست نے بتایا کہ
گھر گیا ہوں، وہ گھر پر نہیں ہے۔ وہ سسرال گیا ہوا ہے تو میں نے اسے کہا کہ اس کے سسرال فون کرو کیونکہ ان
موبائل فون زیادہ نہیں تھے۔ میرے دوست کا بھولے سے رابطہ تو نہ ہوا لیکن اس نے کسی کے ہاتھ میرا پیغام پہنچا
پروفیسر صاحب نے یہ پیغام بھیجا ہے۔ میری چھٹی حس بتا رہی تھی کہ کوئی بڑی گڑبڑ ہونے والی ہے۔ میں نے پوری
لیکن میرا بھولے سے رابطہ نہیں ہوا۔ میں پریشانی میں سو گیا۔ صبح میں جلدی اٹھ کر پہاڑی کے اوپر جا کر ذکر اذکار
کرواتا کرتا تھا کیونکہ فطرت مری میں صبح اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتی تھی۔ میں نے دروازہ کھولا
میں اس کے لیے بالکل تیار نہیں تھا۔ میرے سامنے بھولا بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے سے وحشت نیم مردہ
اور ایک ایسا شخص جو سب کچھ ہار گیا ہو، جس کی ہر چیز لوٹ کر اسے کنگال کر دیا ہو، وہ مجھے بہت عجیب نظروں سے
وہ بے حس و حرکت بیٹھا میری طرف گھور رہا تھا۔ میں اس کے قریب گیا اور شانے سے پکڑ کر ہلایا اور کہا
نہیں میرا پیغام مل گیا؟'' تو وہ شکست خوردہ مُردوں کی آواز سے بولا'' آپ کا پیغام مجھے اس وقت ملا جب میری
برباد ہو چکی تھی۔'' وہ شدتِ غم سے پھٹ پڑا اور بتایا کہ میں نے اپنی محبوب بیوی کو ناجائز حالت میں جس رشتے دار
دیکھا، اس پر کوئی بھی یقین نہیں کرے گا۔ ہر کوئی مجھے ہی قصوروار ٹھہرائے گا اور میری بیوی نے اس بات کا بھی
کہ وہ اس گناہِ عظیم میں پچھلے پانچ سال سے مبتلا ہے، لہٰذا میرے پاس اسے طلاق دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔
بیوی میرے سامنے ڈھیٹ بن گئی تو اس کو مارنے کے سوا میرے پاس کوئی حل نہ تھا۔ میں آپے سے باہر ہو گیا
اس کو بری طرح زخمی بلکہ مرنے کی حد تک کر کے آپ کے پاس آ گیا۔ مجھے جس کا خطرہ تھا، وہ پھر ہو گیا۔ میرے جسم
جان نکل چکی تھی اور میں حیران بلکہ ششدر تھا کہ یہ کشف، چھٹی حس یا روحانی انفارمیشن کیا ہے۔ کبھی تو بالکل نہیں آتی
اس طرح آتی ہے کہ توبہ کیا ہم لوگ تقدیر کے ہاتھوں اتنے زیادہ بے بس ہیں، ہم کتنے بااختیار اور کتنے بے اختیار
میرے اللہ تیرے کھیل تو ہی جانے، ہم تو اندھے کے اندھے ہیں۔

## ایک دن کی دلہن

یہ واقعہ بھی ایسا ہے جس نے مجھے ہلا کے رکھ دیا بلکہ اُدھیڑ کے رکھ دیا۔ ان دنوں میں مری میں ہی تھا۔ علم الاعداد،

پامسٹری اور علمِ نجوم کی بے شمار ملکی وغیر ملکی کتابیں پڑھنے کے بعد اب میں لوگوں کے ہاتھ بہت شوق سے دیکھتا تھا۔ تعالیٰ نے مجھے بہت اچھی یادداشت دی تھی اس لیے میں جس سے بھی ملتا تو تجربہ کرتا کہ فلاں تاریخ پیدائش اور ہاتھ تر تفصیلات میرے دماغ میں محفوظ ہو جاتیں اور میں نے اپنے دماغ میں مختلف گروپس بنا رکھے تھے کہ گروپ گروپ نمبر دو کے لوگوں کا یہ مزاج اور حالات وواقعات ہوتے ہیں۔ عرصہ دراز کے مراقبہ، ذکر اذکار اور روحانی کے نتیجے میں اکثر اوقات بے پناہ کشفی صلاحیتوں کا احساس ہوتا اور جو بھی معلومات ایسی حالت میں میرے شعور ہوتیں، ان کی صداقت دیکھ کر میں بھی اکثر دنگ رہ جاتا۔ یہ واقعہ بھی ایسے ہی واقعات میں سے ایک ہے۔

یہ بھی میرے ابتدائی دنوں کی بات ہے۔ میں اپنے دوست احباب میں پامسٹ اور صوفی کے نام سے چکا تھا۔ اس لیے مجھے اکثر شادیوں یا دوسرے فنکشنوں میں جب بھی بلایا جاتا تو ایک لالچ یہ بھی ہوتا کہ حساب لیں گے۔

میرے بچپن کے ایک دوست کا فون آیا کہ اُس کے چھوٹے بھائی کی شادی ہے اور اتفاق سے تمہارے اسلام آباد میں ہے۔ بھٹی صاحب آپ نے ہر صورت میں آنا ہے۔ میرے چند رشتہ داروں نے بھی آپ سے ملنا میں نے شادی کارڈ آپ کو بھیج دیا ہے۔ میری عزت کا سوال ہے، اس لیے ضرور آنا۔ کیونکہ وہ میرا بچپن کا دوست لیے میں اور میرا ایک دوست ہم دونوں مقررہ دن اسلام آباد شادی ہال میں پہنچ گئے۔ شادی ہال میں مجھ سے ملنے کے میرے دوست کے رشتہ دار موجود تھے اور شدت سے میرا انتظار کر رہے تھے، لہٰذا میں نے ان سے گپ شپ شروع کیونکہ میں پہلے دن سے آج تک الحمدللہ بلا معاوضہ یہ کام کرتا ہوں تو ہر کوئی پیچھے پڑ جاتا ہے، لہٰذا میں اپنی فطری کی وجہ سے سب سے مل رہا تھا اور لوگوں کے سوالوں کے جواب بھی دے رہا تھا۔

اسی دوران نکاح بھی ہوگیا اور نکاح کے بعد دلہن کو شادی ہال میں لایا گیا۔ اب جب بھی دلہن کو شادی ہال لایا جاتا ہے تو ہر کوئی اُس کو بڑے شوق سے دیکھتا ہے۔ میں بھی دیکھنا شروع ہوگیا۔ دلہن اپنی سہیلیوں اور رشتہ داروں ہمراہ آہستہ آہستہ سٹیج کی طرف بڑھ رہی تھی جہاں پر دولہا بھائی اُس کا شدت اور والہانہ پن سے انتظار کر رہے تھے۔ ہال میں موجود تمام لوگوں کی نظریں آنے والی دلہن پر مرکوز تھیں جو عروسی جوڑے اور زیورات میں خوبصورت لگ رہی تھی۔ جیسے ہی دلہن میرے قریب سے گزری تو شاید میری چھٹی حس بیدار ہوگئی یا کشفی یونٹ آن ہوگیا۔ میں بڑے انہماک دلہن کو دیکھ رہا تھا اور دعائیں بھی دے رہا تھا کہ جوڑی کو اللہ نظر بد سے بچائے اور کامیاب ازدواجی زندگی گزاریں۔ ایک میرے دل و دماغ میں ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح لپکا کہ یہ شادی نہیں چلنی۔ یہ فلاپ شادی ہے اور خطرہ یہ ہے کہ شادی شاید چند گھنٹوں میں ہی ٹوٹ جائے۔ میں نے اس خیال کو دماغ سے فوری جھٹک دیا کہ یہ میرا وہم ہے، پاگل ہے۔ میں ہر بات پر تکا بازی شروع کر دیتا ہوں۔ over thinking کی وجہ سے میں ہر ٹھیک بات میں بھی خامیاں تلاش کرتا ہوں لیکن چند گھنٹوں کی دلہن بار بار یہ آ رہا تھا کہ یہ شادی نہیں چلنی، یہ فلاپ ہوگی۔ میں انہی سوچوں اور کشمکش میں گم تھا کہ دولہا بھائی نے بہت محبت اور گرم جوشی سے دلہن کا استقبال کیا۔ دلہن کے



اور شروع ہوگیا۔ باری باری مختلف رشتہ داروں نے دولہا دلہن کے ساتھ تصویریں بنوانا شروع کر دیں۔ میں کے ہاتھوں مجبور تھا اور حقیقت جاننے کا شدت سے خواہش مند بھی تھا بلکہ میرا ایک قسم کا سکون غارت ہو پریشان بھی تھا کہ اللہ نہ کرے یہ شادی فلاپ ہو بلکہ میں شدت سے یہ چاہتا تھا کہ جو خیال یا وہم یا علمِ اعداد کے معلومات ملتی ہیں، یہ سب جھوٹ ہے اور یہ صرف میرا وہم ہے۔ حقیقت جاننے کی فطری خواہش ہر انسان کے لیکن کیونکہ میں علم نجوم اور روحانیت کا طالب علم تھا، اس لیے حقائق تک رسائی میری شدید ترین خواہش بن مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیسے پتہ چلایا جائے کہ جو وہم یا خیال میرے دماغ میں بار بار آ رہا ہے، یہ سچ ہو گا یا انہی سوچوں میں گم تھا کہ اچانک کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ میں نے دیکھا تو دولہا کا بھائی میرا کہہ رہا تھا'' آؤ یار دولہا کے ساتھ تم بھی تصویر بنالو بلکہ دولہا بھائی کی فرمائش ہے کہ بھٹی صاحب کو لے کر آؤ۔'' مجھے جانتے تھے بلکہ کئی دفعہ مجھ سے مل بھی چکے تھے۔ میں اور میرا دوست مہمانوں کے ہجوم کو چیرتے ہوئے اور جیسے ہی موقع ملا، ہم دونوں بھی دولہا اور دلہن کے ساتھ بیٹھ گئے اور تصویریں اور ویڈیو بننا شروع ہوگئی۔ دولہا بھائی مجھ سے مخاطب ہوئے'' بھٹی صاحب میری شادی اور بیوی میرے لیے کتنی قسمت والی ہوگی؟'' دلہن کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولے'' یہ ہمارے بھٹی صاحب بہت پہنچے ہوئے پامسٹ ہیں۔ یہ بہت ہیں۔ ان کو بہت ساری باتوں کا پتہ چل جاتا ہے۔'' میں نے فوراً کہا'' نہیں بیٹی ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ ایویں رہا ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ علمِ غیب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ہم لوگ تو اندازوں سے ہی ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ اگر کسی سے راضی ہو تو وہ اپنے بندوں کو علمِ غیب سے بھی نواز دیتا ہے۔'' اِدھر اُدھر کی باتوں نے سرسری انداز میں کہا'' بیٹی آپ کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟'' نام اور والدہ کا نام بھی پوچھ لیا۔ دلہن نے تو میں نے کہا'' بیٹی اصل تاریخ بتاؤ، کاغذات والی نہیں'' تو اس نے تھوڑا ڈرتے ہوئے اپنی تاریخ پیدائش دوران میں نے محسوس کیا کہ اس کی کاجل لگی آنکھوں میں خوف کا سایہ سا لہرا گیا۔ چند لمحوں کے لیے اُس کے رنگ بھی بدلا اور پھر وہ نارمل ہوگئی اور بولی'' سر میں ویسے ان چیزوں پر یقین نہیں کرتی۔'' جیسے ہی اُس نے اپنی اور نام بتایا تو میرے دماغ کا کمپیوٹر آن ہوگیا۔ چند منٹوں کے اندر ہی جو نتیجہ سامنے آیا۔ میں دہل گیا کیونکہ اب سامنے آئی تھیں، وہ بھی بتا رہی تھیں کہ یہ شادی چند گھنٹوں کی ہے، یہ نہیں چلنی۔ اب میری شدت سے بھی کہ کسی طرح دلہن کا ہاتھ دیکھا جائے۔ یہاں میں ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ میں ان دنوں میں پامسٹری تھا۔ بعد میں جب عشقِ الٰہی اور روحانیت کے راستے پر چلا تو سب کچھ چھوڑ دیا کیونکہ اللہ کے عشق کا رنگ اتنا گہرا ہے کہ کسی اور نشے یا رنگ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ عشقِ حقیقی کے سامنے سب رنگ پھیکے، سارے عشق جھوٹے، پھیکے۔ جس نے بھی عشقِ حقیقی کے جام کا ساغر پی لیا اُس نے سارے زمانے کے سمندر پی لیے۔ اس کو پھر کسی یا رنگ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں نے دولہا بھائی سے کہا'' یار اپنا ہاتھ تو دکھاؤ۔'' دولہا بھائی کے انگ انگ سے مسرتوں کے فوارے پھوٹ رہے تھے۔ وہ بہانے بہانے سے قہقہے لگا رہا تھا۔ قہقہہ لگا کر بولا'' لو پروفیسر صاحب!

بتاؤ پہلا بیٹا ہی ہوگا نا۔'' میں بھی مسکرا پڑا۔ اس کے بعد میں نے کہا ''ہاں، لیکن اس کے لیے مجھے دلہن کا ہاتھ بھی دیکھنا
گا۔'' اس نے دلہن سے کہا۔ دکھاؤ لیکن دلہن تھوڑا سا Avoid کر رہی تھی لیکن دولہا نے زبردستی اس کا ہاتھ پکڑا اور
سامنے کر دیا۔ ہاتھ پر Full مہندی لگی تھی لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو مجھے وہ نظر آ گیا جس کی میں تلاش میں
دست شناسی سے دلچسپی رکھنے والے معمولی طالب علم بھی آسانی سے دیکھ سکتے ہیں کہ لڑکی کنواری ہے یا شادی شدہ
دلہن کا ہاتھ دیکھ کر شدید دھچکا لگا کیونکہ وہ کنواری نہیں تھی۔ اس کی تاریخ پیدائش اور ہاتھ بتا رہا تھا کہ آج کی شادی
جائے گی۔ مجھے شدید دکھ بھی ہو رہا تھا کہ کاش ایسا نہ ہو بلکہ یہ سارا میرا وہم ہو اور یہ شادی کامیاب ہو۔ اس کے بعد
اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد میں اور میرا دوست دولہا اور دلہن کو دعائیں دیتے ہوئے سٹیج سے نیچے اتر آئے لیکن
دماغ میں ایک بھونچال آیا ہوا تھا۔ میں حد سے زیادہ پریشان ہو چکا تھا کہ پتہ نہیں دلہن والے فراڈ، دھوکا کر رہے
وہم ہے۔ میرا دوست میرے چہرے کے تاثرات کو بھانپ چکا تھا۔ وہ مجھے ایک سائیڈ پر لے گیا اور بولا ''یار کیا ہا
تم کچھ پریشان ہو گئے ہو۔ خیر ہے نا۔ کوئی مسئلہ تو نہیں۔'' میں نے اُس سے پہلا سوال یہ کیا کہ بتاؤ یہ رشتہ کس نے کرایا
تو وہ بولا، میری بہن کی بیسٹ دوست نے یہ رشتہ کرایا ہے۔ میں نے اسے کہا، مجھے فوری طور پر اپنی بہن سے ملا
میرے کہنے پر وہ اپنی بہن کو ہجوم میں سے ڈھونڈ کر میرے پاس لے آیا۔ اس کی بہن مجھے پہلے بھی کئی بار مل چکی تھی
دعا کے بعد میں نے دوست کی بہن سے پوچھا ''باجی یہ رشتہ آپ نے کرایا ہے، آپ کی دوست نے؟ کتنے عرصے
دلہن والوں کو جانتی ہے؟'' تو وہ بولی ''بھائی جان، ہم نے پوری تسلی کی ہے۔ بہت اچھے لوگ ہیں۔'' میرے دوست کی
بہت خوش نظر آ رہی تھی کیونکہ دلہن والوں نے اس کو بھی قیمتی تحائف کے ساتھ ساتھ سونے کے زیورات بھی دیئے
اپنے تحفوں میں اور سونے کے کڑوں میں گم خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی۔ وہ ہم دونوں کو یقین دلا کر واپس
طرف چلی گئی اور جاتے جاتے کہہ گئی ''بھائی جان آپ کن چکروں میں پڑ گئے ہیں۔ ہم نے اچھی طرح دیکھ بھال کر
ہے۔ آپ کو اگر کوئی غلط فہمی ہوئی ہے تو وہ دماغ سے نکال دیں، ہم سب بہت خوش ہیں۔'' اسی دوران میں میرے
کے رشتہ دار آ گئے جو مجھ سے ملنا چاہتے تھے، لہٰذا میں ان کے ساتھ مصروف ہو گیا لیکن میرے دل و دماغ میں کوئی
اٹک گئی تھی اور میں مطمئن نہیں ہوا تھا۔ رشتہ داروں سے ملنے کے بعد میں نے بھی اپنے دوست سے چھٹی مانگی اور
مری آ گیا۔

مری آ کر میں اپنی زندگی میں مصروف ہو گیا۔ چند دن بعد میں نے اپنے دوست کو فون کیا اور پوچھا کہ بھائی
شادی کیسی جا رہی ہے تو وہ بولا ''بالکل ٹھیک جا رہی ہے اور کوئی مسئلہ نہیں۔'' میرا دوست مجھے سمجھانے لگا کہ یار تم
کے بارے میں اتنا کیوں سوچتے ہو۔ ہر معاملے میں ٹانگ نہ اڑایا کرو۔ مجھے لگا، میرے دوست کو اس کے بھائی کی
کے بارے میں میری دلچسپی بری لگ رہی تھی اور وہ مجھے سمجھا رہا تھا کہ مجھے لوگوں کے نجی معاملات میں دخل یا دلچسپی نہیں
چاہیے اور نہ ہی روحانیت اور علم نجوم قابلِ اعتبار ہے۔ یہ محض تکے بازی اور اندازوں کا علم ہے اور حقیقت سے اس کا
تعلق نہیں ہے۔ میرے دوست نے مجھے لمبا چوڑا لیکچر دے ڈالا روحانیت اور علم پامسٹری وغیرہ کے خلاف۔ میرے





میں آئندہ بات نہ کروں، لہٰذا میں نے بعد میں
کا خلاصہ یہ تھا کہ میں اس کے بھائی کی ازدواجی زندگی کے بارے
کبھی اس سے یا اس کے خاندان والوں سے کبھی ملاقات ہوئی تو دانستہ طور پر کبھی بات نہ کی کیونکہ اب بھی اگر میں
تو شاید میرا دوست ناراض ہو جاتا یا میری بے عزتی کر دیتا کیونکہ وہ باتوں باتوں میں مجھے اچھی طرح سمجھا اور
تھا کہ میں اُس کے بھائی کی شادی شدہ زندگی پر اب مزید کوئی بات نہ کروں بلکہ میرے دوست نے مجھے غیر محسوس
بھی احساس دلایا تھا کہ اس معاملے میں میری ریڈنگ اور پیش گوئی مکمل طور پر غلط ثابت ہو چکی ہے، لہٰذا اب
بات نہ کی جائے تو بہتر ہے۔

لہٰذا میں نے دوبارہ کبھی اپنے دوست یا اس کے رشتہ داروں سے بات نہ کی لیکن میں اپنے فطری تجسس کے
بہت مجبور تھا۔ میں نے اپنے دوست یا اس کے رشتہ داروں سے تو کبھی بات نہ کی لیکن میرے دل و دماغ سے یہ
واقعہ بالکل نہیں نکلا تھا۔ اسی دوران مجھے پتہ چلا کہ دولہا اور دلہن پاکستان چھوڑ کر برطانیہ چلے گئے ہیں اور وہ دونوں
بہت خوش و خرم ہیں۔ وقت کا پہیہ چلتا رہا اور اس واقعہ کو پانچ سال گزر گئے اور میری ٹرانسفر مری سے لاہور ہو گئی اور
یہاں بھی آ کر بے پناہ مصروف ہو گیا۔ لاہور آنے کے بعد جب مری میں کی گئی بہت ساری پیش گوئیاں سچ ثابت
مجھے یہ واقعہ بھی بہت اچھی طرح یاد تھا بلکہ میں اپنے دل میں اکثر بہت خوش بھی ہوتا کہ یہ کشف اور علم نجوم اتنا بھی
ہے کیونکہ اس واقعہ میں مَیں بری طرح ناکام اور غلط ثابت ہو گیا تھا۔

کیونکہ میں فطری طور پر ایک بہت اچھی یادداشت رکھتا ہوں جو خالقِ کائنات کا بہت سارے احسانوں میں
ایک بہت بڑا احسان ہے۔ پچھلے پانچ سالوں میں بے شمار نئے لوگ میری زندگی میں آئے اور بے شمار نئے واقعات
لیکن کبھی کبھی میں اس واقعہ کے بارے میں ضرور سوچتا کیونکہ میرے دل و دماغ میں سے یہ بات نکلتی نہیں تھی کہ
شادی کامیاب جا رہی ہے بلکہ مجھے یہ بھی پتہ چلا کہ ان کے اب تین بچے بھی ہو گئے ہیں۔ جب مجھے یہ پتہ چلا تو میں خود
شرمندہ اور نادم بھی ہوا کہ اب جان چھوڑ بھی دو اس کیس کی، اب تو بچے بھی ہو گئے ہیں۔

یہاں پر میں اپنے قارئین کے لیے وضاحت کرتا چلوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت اچھی یادداشت دی۔ کوئی بھی
واقعہ بہت عرصہ گزرنے کے بعد بھی پورے کا پورا مجھے یاد ہوتا ہے بلکہ بیس سال کے بعد بھی جب کوئی شخص میرے
سامنے آتا ہے تو اس شخص کی تمام تر تفصیلات پوری کی پوری میرا لاشعور یا یادوں کا خانہ میرے شعور یا دماغ کو دے دیتا ہے
اور اب میں سامنے والے سے اس کی متعلقہ معلومات، خوبیاں، خامیاں اور فیملی کے معاملات شیئر کرتا ہوں تو میرا مدِمقابل
حیران رہ جاتا ہے اور اس کو میری کرامت سمجھتا ہے جبکہ اصل میں کوئی کرامت یا روحانی کرشمہ نہیں ہوتا، یہ صرف اللہ کا
خاص انعام، میری یادداشت کی کارستانی ہوتی ہے اور پروردگارِ عالم کا کرمِ خاص بھی جو ہر مشکل میں میرا ساتھ دیتا ہے
کیونکہ میں پچھلے پانچ سالوں میں اس واقعہ کو بھلا نہیں پایا تھا اور یہ واقعہ ایک اُلجھن اور نامکمل سوال بن کر میرے شعور میں
محفوظ تھا۔ آخر کار خالقِ کائنات نے اس واقعہ کا بھی ڈراپ سین کر دیا اور حقیقت ماضی کے بے شمار واقعات کی طرح
میرے سامنے آ گئی جس نے مجھے چونکا بلکہ ہلا کے رکھ دیا۔

ہر روز کی طرح میں اپنے لاہور کے آفس میں بیٹھا تھا اور لوگوں کا ہجوم بھی۔ انہی لوگوں میں میرا ایک دوست جو انگلینڈ میں رہتا ہے، آج کل چھٹیوں پر پاکستان آیا ہوا تھا۔ رش زیادہ تھا اور اس نے آج ہی واپس برطانیہ جانا تھا میرے پاس آیا اور التجا بھرے لہجے میں بولا ''بھٹی صاحب میری فلائٹ کا وقت ہو رہا ہے اور مجھے لمبی بات کرنی ہے آپ سے برائے مہربانی ایک درخواست ہے۔ آپ پلیز میری بات ضرور مانیں۔ میں نے کبھی آپ کو تنگ نہیں کیا آج میری مان لیں۔'' میں اُٹھ کر روم سے باہر اس کے ساتھ آ گیا اور پوچھا خیر ہے نا؟ تو وہ بولا ''بھٹی صاحب، میں کئی دنوں سے آپ کے گھر کے کئی چکر لگا چکا ہوں۔ آفس بھی کئی بار آ چکا ہوں لیکن آپ کے اردگرد رش دیکھ کر واپس چلا جاتا تھا۔ آج میں نے واپس جانا ہے، آپ پلیز ایئرپورٹ تک میرے ساتھ چلیں۔ میں نے آپ سے دو اہم معاملات پر بات کرنی ہے اور آپ کی راہنمائی بھی لینی ہے۔'' میرا دوست کسی وجہ سے بہت پریشان تھا اور وہ التجائیہ نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا کہ میں اس کو مایوس نہیں کروں گا، لہٰذا میں نے اسے کہا ''او کے، آپ تھوڑا انتظار کریں۔ میں جلدی جلدی ان لوگوں سے مل کر فارغ ہوتا ہوں تو میں آپ کو ایئرپورٹ چھوڑنے جاتا ہوں، میری ایئرپورٹ پروٹوکول والوں سے جان پہچان ہے۔ میں آپ کو جہاز تک چھوڑ کر آؤں گا بلکہ کوئی مرید ایئرہوسٹس ہوئی تو اس سے کہوں گا، میرے دوست کا سارے راستے خیال رکھے۔'' میں نے اس کی پریشانی رفع کرنے کے لیے اُس کو مذاق کیا تاکہ وہ ریلیکس ہو جائے۔ وہ بہت خوش اور پرسکون ہو گیا تھا۔ میں جلدی جلدی لوگوں سے ملا اور اس کے ساتھ ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہو گیا کیونکہ وہ گھر سے ایئرپورٹ کے لیے تیار ہو کر آیا تھا۔ راستے میں میرے دوست نے اپنے بچوں کا مسئلہ بتایا اور اس کی کوئی کزن شدید بیمار تھی، ڈاکٹروں نے اس کو جواب دے دیا تھا۔ وہ اس کے بارے میں پریشان تھا۔ میں نے اس کو حوصلہ دیا کہ اللہ تعالیٰ بہت رحیم کریم ہے، وہ ضرور کرم کرے گا۔ اسی دوران ہم ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ میں اپنے پروٹوکول آفیسر کی مہربانی اور تعاون سے اس کے ساتھ ہی اندر چلا گیا تاکہ بورڈنگ کے بعد جو وقت ملتا ہے، میں اس سے تفصیلاً بات بھی کر لوں اور اس کا ٹائم بھی گزر جائے گا۔ ہم جب اندر گئے تو جاتے ہی میرے دوست نے اپنا بورڈنگ کارڈ امیگریشن کرانی شروع کر دی۔ میں نے اپنے دوست سے کہا، آپ آرام سے بورڈنگ کارڈ بنوا لو۔ میں آپ کا انتظار کرتا ہوں۔ میرا دوست اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور میں وقت گزاری کے لیے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اسی دوران میری نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جس کی وجہ سے میں پچھلے پانچ سے ذہنی کوفت اور خلجان کا شکار تھا بلکہ قدرت میرے پانچ سال پرانے سوال کو جواب بنا کر میرے سامنے لے آئی تھی۔

میں اپنی قابلِ رشک یادداشت کا ذکر آپ سے کر چکا ہوں۔ میرے سامنے پانچ سال پہلے والا دولہا اور اس کی بیوی بچے تھے۔ دولہا نے مجھے نہیں دیکھا تھا، وہ بھی بورڈنگ کارڈ بنوا رہا تھا۔ اب میری نظریں شدت سے اس کی دلہن کو ڈھونڈ رہی تھیں لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ اس کے تین بچے بھی تھے لیکن جو خاتون ساتھ تھی، وہ نہیں تھی۔ میں نے سوچا شاید اس کی کوئی بہن یا سالی وغیرہ ہو۔ وہ بورڈنگ کارڈ لے کر آگے جا کر فلائٹ کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے جب اچھی طرح دیکھ لیا کہ وہ اپنی فیملی کے ساتھ کس جگہ پر بیٹھا ہے تو اپنے دوست کی طرف واپس آ گیا اور



... مجھے صرف دس منٹ دو۔ میں کسی سے مل کر آپ کے پاس واپس آتا ہوں۔ دوست کو بتانے کے بعد میں تیزی ... طرف بڑھا جہاں دولہا بھائی اب اپنی فیملی کے ساتھ بیٹھے تھے۔ میں جب دولہا صاحب کے سامنے پہنچا تو اس نے ... پہچان لیا۔ میرے سلام، بلانے پر وہ اٹھ کر مجھے ملا اور بچوں سے بھی ملایا اور جو خاتون ساتھ تھی، اس کا بھی تعارف ... میری بیوی ہے اور یہ بچے۔ اپنے بیوی بچوں کا تعارف وہ جلد بازی میں کرا رہا تھا جیسے مجھ سے جان چھڑانا چاہ رہا ... مل کر وہ خوش ہونے کے بجائے پریشان اور الجھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ جب اس نے کہا کہ یہ میری بیوی ہے تو میری ... نے پانچ سال پہلے والی بیوی کے تمام نقوش چہرہ اور جسمانی خدوخال میرے سامنے کر دیئے۔ مجھے آج بھی وہ ... آنکھیں یاد تھیں جن میں خوف اور پریشانی کے سائے میں نے دیکھے تھے۔ یہ لڑکی اس لڑکی سے کم از کم 15 سال ... تھی۔ اسی دوران میں نے اس کی بیوی سے تاریخ پیدائش پوچھی تو میری حیرت دوچند ہو گئی بلکہ میرے اوپر حیرتوں ... ٹوٹ پڑے۔ اس کی تاریخ 85ء کی تھی جبکہ اس کی تاریخ پیدائش مجھے حفظ ہو چکی تھی، مجھے اچھی طرح یاد ہے، وہ ... کی تھی اور یہ 85ء بتا رہی تھی۔ اس نے اپنا نام اور والدہ کا نام جو بتایا اس سے ٹوٹلی مختلف تھا۔ اس کا نام اور ... تمام تفصیلات مجھے پوری کی پوری آج بھی ازبر تھیں۔ میرا فطری تجسس، کھوج اور بہت ساری حسیات بیدار ہو ... میرے دماغ کا کمپیوٹر بہت تیزی کے ساتھ معلومات اور تمام تفصیلات کا تبادلہ اور تجزیہ کر رہا تھا۔ چند لمحوں میں ہی ... کو پا چکا تھا کہ یہ وہ لڑکی نہیں ہے۔ جس سوال نے پچھلے پانچ سالوں میں کئی بار مجھے شرمندہ اور پریشان کیا ... حل ہونے جا رہا تھا۔ مجھے خوشی اور حیرت بھی ہو رہی تھی کہ جس سوال نے اور مسئلے نے پچھلے پانچ سالوں میں مجھے پریشان رکھا، آج دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہونے والا تھا۔ دولہا صاحب بہت پریشان اور ... نظر آ رہے تھے۔ میں نے حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے دولہا بھائی سے کہا ''آؤ یار تمہیں اپنے ایک ... ملاتا ہوں۔'' مجھے احساس ہو چکا تھا کہ دلہن شاید پہلی دلہن سے واقف نہیں ہے اور یقیناً دولہا بھائی اس کے ... مانیں گے۔

میں اس کے ساتھ دور ایک کونے میں آ کر بیٹھ گیا اور اس سے مخاطب ہوا ''میرے بھائی یہ وہ لڑکی نہیں ہے۔ ... مجھے سچ بتاؤ، یہ کیا ہے۔''

اب وہ نارمل اور پرسکون ہو چکا تھا بلکہ اب اس کی آنکھوں میں میرے لیے واضح عقیدت اور احترام بھی نظر ... اب وہ اصل حقیقت بتانے پر آمادہ نظر آ رہا تھا، لہٰذا اب اس نے ساری بات بتا دی۔

... اس کے ''بھائی جان میں پہلے بھی آپ کی بہت عزت کرتا تھا اور اس واقعہ کے بعد تو میں اب آپ کا مرید ... ہو چکا ہوں بلکہ میں نے اپنے کئی جاننے والوں کو آپ کے پاس بھیجا ہے۔ کیونکہ میرے بھائی جان اور ... والوں کا میرے اوپر شدید دباؤ تھا کہ میں نے کبھی بھی آپ کو یا کسی کو یہ بات نہیں بتانی لیکن آج شاید تقدیر نے ہمیں ... ہے، لہٰذا اب میرا انکار کرنا بہت غلط ہوگا۔ میری شادی پر آپ نے جو کچھ بھی کہا، وہ حرف بہ حرف سچ ثابت ہوا ... شادی اُسی رات ہی ختم ہو گئی تھی اور آپ نے جو کہا تھا کہ یہ شادی صرف چند گھنٹوں کی ہے، وہ بات بھی سچ ثابت

ہوئی۔ بھٹی صاحب آپ نے جو باتیں بھی سٹیج پر کی تھیں، میں نے بالکل بھی سیریس نہیں لیں بلکہ مذاق ہی سمجھا لیکن سہاگ رات کو اپنی بیوی کے کمرے میں گیا تو مذاقاً اپنی بیوی سے کہا، بھٹی صاحب نے مجھے تمہارے بارے ساری باتیں بتائی ہیں۔ مجھے تمہارے تمام رازوں کا پتہ چل گیا ہے۔ میں تو مذاق کر رہا تھا لیکن میری بیوی بہت گھبرا بولی، بھٹی صاحب نے آپ کو کیا بتانا ہے، میں خود بھی آپ کو ہر بات سچ بتانا چاہتی ہوں۔ سچ یہ ہے کہ میری دوسری شادی ہوئی تھی جو ایک سال پہلے ٹوٹ گئی۔ یہ بات میں نے آپ کی بہن کی دوست کو بتا دی تھی۔ پتہ نہیں اس نے بتائی کہ نہیں۔ جہاں میری پہلی شادی ہوئی تھی، وہ میری لو میرج تھی لیکن ہم دونوں کے خاندانوں نے ہماری اس Accept نہیں کیا تھا، لہٰذا شادی کے بعد بھی دونوں خاندانوں کے دل آپس میں نہیں ملے۔ ساس بہو کے جھگڑے ہوئے۔ میرے میاں نے اپنی ماں کا اور میں نے اپنی ماں کا ساتھ دیا اور وہ شادی طلاق پر آ کر ختم ہوئی۔ میں صاحب حیرت کی تصویر بنا اپنی بیوی کی باتیں سن رہا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا، زمین میرے پیروں کے نیچے سے نکل گئی سارے زمانے کے پہاڑ میرے اوپر ٹوٹ پڑے ہیں۔ میں غم اور غصے سے پاگل ہو گیا اور اپنے سسرال فون کیا ساس نے اٹھایا کیونکہ میں شدید غصے میں تھا، پتہ نہیں کیا اول فول بکواس اور گالیاں دیں۔ میری ساس کو بھی غصہ آ نے بھی مجھے خوب گالیاں دیں کیونکہ میں غصے اور پریشانی میں اپنے ہوش و حواس کھو چکا تھا۔ پاگل پن کی انتہا میں بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ شور سن کر میرے گھر والے میرے کمرے میں آ گئے تو میں نے ان کو ساری بات بتائی بھی کہ میں نے اس کو طلاق دے دی ہے کیونکہ میں شدید غصے میں تھا، میں گھر سے نکل گیا اور گھر والوں سے کہا میرے آنے سے پہلے اس کو اس کی ماں کے پاس چھوڑ آؤ۔ اگر آپ نے اس کو اس کے ماں باپ کے پاس نہ پہنچایا خود کو گولی مار لوں گا۔ یہ کہہ کر میں کار لے کر گھر سے نکل گیا۔ مجھے فون کیا گیا تو میں نے یہی کہا کہ اس کو فوری طور ماں کے پاس چھوڑ آؤ ورنہ میں خودکشی کرنے جا رہا ہوں، لہٰذا میرے بھائی جان جا کر میری بیوی کو اس کے ماں باپ طرف چھوڑ آئے اور میں واپس گھر آ گیا۔ اب سارے گھر والے پریشان کہ صبح ولیمہ ہے، اب کیا ہوگا۔ اگلے دن کینسل کر دیا کہ کسی عزیز کی فوتگی ہو گئی ہے اور میرے بارے میں یہ فیصلہ ہوا کہ فوری طور پر باہر کے ملک چلے جاؤ شادی کر لو اور لوگوں کو بالکل نہ بتاؤ کہ ہمارے ساتھ اتنا بڑا دھوکا یا فراڈ ہوا ہے۔

کیونکہ ہم لوگ پیچھے سے زمیندار ہیں، اس لیے یہ بات ہمارے لیے بہت بدنامی کا باعث ہوتی لہٰذا میں انگلینڈ چلا گیا اور چند مہینوں بعد ہی برطانیہ میں شادی کر لی اور اللہ نے مجھے بچے بھی دے دیئے۔ بھٹی صاحب ہمارے گھر والوں اور چند دوستوں کے علاوہ کسی کو بھی پہلی شادی کا نہیں پتہ اور گھر میں فیصلہ بھی یہی ہوا تھا کہ کسی کو نہیں بتانا۔ لیکن بھٹی صاحب ہمارے گھر میں آج بھی آپ کی شخصیت پر کئی بار بات ہوتی ہے اور آپ کی حیرت انگیز بلکہ پراسرار باتیں اور پیش گوئی پر آج بھی حیران ہوتے ہیں۔ میں پانچ سال بعد پاکستان آیا ہوں۔ بے شمار لوگوں سے ملا ہوں۔ کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ وہ دلہن یا بیوی نہیں ہے لیکن حیرت ہے آپ آج تک وہ بات نہیں بھولے۔ آپ واقعی غیر معمولی انسان بلکہ اللہ کے خاص بندے ہیں۔ مجھے اور میرے گھر والوں کو معاف کر دیں۔" میں دولہا بھائی کی باتیں حیرت سے سن رہا تھا بلکہ حیرت کے



خلاف، الہام، چھٹی حس، پامسٹری، علم الاعداد یہ سب کیا ہے۔ کیا ہم تقدیر کے ہاتھوں اتنا مجبور ہیں۔ کیا لوح ...ل کی۔ میں حیرت اور تجسس کا بت بنا اس کی باتیں سن رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بھی کہ اس نے پانچ سال ...وال کا بھی جواب دے دیا۔ واہ میرے مولا۔

# عشق کا بھوت

ہمارے پاس اور میرے جیسے باقی روحانی لوگوں یا نام نہاد جادوگروں اور عاملوں کے پاس سب سے زیادہ جو ...ہیں وہ یہی عاشق لوگ ہوتے ہیں بلکہ بنگالی جادوگروں اور بازاری ٹھگوں کا کاروبار اگر چل رہا ہے تو انہی کی وجہ سے ہے۔ اخبارات، رسائل اور مختلف ٹی وی کے چینلز پر جو بازاری بابوں اور عاملوں کے مہنگے ترین اشتہارات ...وہ انہی عاشقوں کے طفیل ہی چلتے ہیں۔ دیواروں پر جگہ جگہ عاملوں کے اشتہارات "محبوب آپ کے قدموں ...سنگدل محبوب یا شوہر آپ کے قدموں میں" ان کے عاشقوں کے بعد ہماری معصوم اور بے وقوف بہنیں اور بیٹیاں ...عاملوں کے پاس اپنے محبوبوں یا شوہروں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے لاکھوں روپے لٹاتی ہیں بلکہ ظالم، ...عاملین ان کی عزتوں سے بھی کھیل جاتے ہیں۔ محبوب یا شوہر کے لیے یہ لوگ آخری حدوں کو بھی کراس کر جاتے ...مجھے شدید حیرت اس وقت ہوتی ہے جب نوجوان لڑکیاں یہ کہہ دیتی ہیں کہ میں اسے پانے کے لیے کچھ بھی کرنے کو ...ہوں۔ ایسی ایسی فحش باتیں کہ میری زبان زیب نہیں دیتی اور نہ ہی میں بتا سکتا ہوں کہ کس طرح یا نام نہاد جادوگر اور ...عاملین نوجوان لڑکے لڑکوں کو لوٹتے ہیں اور خاندوں کو قدموں میں لانے والی بیویاں کیا کیا قربانیاں دیتی ہیں۔ اللہ ...ان کو ہوش کے ناخن دے۔ (آمین)

میں اپنی روحانی زندگی کی ابتدا میں جب نیا نیا عشقِ حقیقی کے خوبصورت اور دلکش ترین سحر میں مبتلا ہوا تھا، ہر ...مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات کے جلوے نظر آتے تو جب یہ عاشق کبھی مجھے ملتے اور کہتے کہ میں لڑکی کو پانے کے لیے کچھ ...کر سکتا ہوں۔ شروع میں جب میں رات کو ذکر اذکار کرتا اور مجھے نیند آ جاتی تو مجھے آج بھی یاد ہے ایک نوجوان عاشق ...پاس راولپنڈی سے آتا تھا۔ وہ کسی لڑکی کے عشق میں پاگل اور نفسیاتی مریض بن چکا تھا۔ وہ مجھے اکثر آ کر بتاتا تھا ...اس کو پانے کے لیے زہر اور گولی تک کھا سکتا ہوں۔ اس نے اکثر مجھے کہنا کہ پروفیسر صاحب جس لڑکی سے میں ...کرتا ہوں، وہ رات 12 بجے سے صبح 4 بجے کے درمیان کسی بھی وقت ایک لمحے کے لیے کھڑکی کھول کر اپنا چہرہ دکھاتی ہے ...میں اس ایک دیدار یا لمحے کے لیے 24 گھنٹے انتظار کرتا ہوں۔ وہ جان بوجھ کر مجھے تنگ کرنے یا ٹیسٹ کرنے کے لیے ...کبھی 12، کبھی 1، کبھی 2 اور کبھی 4 بجے کھڑکی میں آتی ہے اور میں ساری رات اس ایک لمحے یا جھلک یا دیدارِ یار کے لیے ...انتظار کرتا ہوں۔ اس کی یہ بات سن کر مجھے شدید جھٹکا لگا کہ یہ مجازی عشق اور دنیاوی لڑکی کے لیے ساری رات جاگتا ہے اور ...رب العالمین سے عشق کا دعویدار ہے اور رات کو سو جاتا ہے، لہٰذا اس دنیاوی عاشق نے میری تربیت کر دی۔ مجھے اس کے

بعد احساس ہوا کہ میرا محبوب تو سب سے بڑھ کر ہے جو اول بھی ہے اور آخر بھی۔ جو ظاہر بھی ہے اور باطن میں بھی ... جہانوں کا مالک ہے۔

اس کے بعد بھی جب یہ عاشق میرے پاس آتے ہیں، میں ان کی تڑپ، کوشش، بے قراری، جنون ... ملنے کی شدید خواہش اور محبوب کو پانے کے لیے موت تک کو گلے لگانے کے لیے تیار ہوتے ہیں تو مجھے ہمیشہ اللہ تعالیٰ ... سامنے شرمندگی ہوتی ہے کہ اے میرے مولا! میں تو ان سے بھی گیا گزرا ہوں۔ مجھ سے اچھے تو یہ ہیں، لہٰذا ہر بار میں ... سے معافی مانگتا ہوں کہ میں تیرے پیار کا حق ادا نہیں کر سکا لیکن اس کا اقرار کرنے میں کوئی انکار نہیں کہ ان عاشقوں ... مجھے عشقِ الٰہی کا طریقہ سکھا دیا۔

ان عاشقوں کے ہزاروں واقعات میرے پاس ہیں۔ اگر ان کو ہی بیان کرنا شروع کردوں تو عرصہ دراز ... لیکن قارئین کی توجہ کے لیے چند واقعات یہاں بیان کرتا ہوں۔ باقی بشرطِ زندگی کسی اور کتاب میں لکھتا رہوں گا۔

## ملتانی عاشقوں کا جوڑا

میں لاہور میں اپنے آفس میں لوگوں کے ہجوم میں گھرا ہوا تھا کہ جو لوگ لاہور میرے آفس آچکے ہیں ... جانتے ہیں کہ میں اکثر کار پارکنگ میں ہی ہوتا ہوں۔ ایک کار سے دوسری کار میں لوگوں سے ملتے ملاتے ہی شام ہو جاتی ہے۔ اسی دوران ایک کار پارکنگ میں آکر رکی۔ اس کار میں سے ایک جانا پہچانا چہرہ برآمد ہوا۔ یہ ملتان سے میرے ... جاننے والے دوست نما مرید تھے۔ وہ تیزی سے میری طرف لپکے۔ ان کا نام جمال تھا، بہت پیارا انسان جو مجھ سے ... زیادہ پیار اور احترام رکھتا تھا۔ وہ بہت جلد بازی اور پریشانی میں لگ رہا تھا۔ پریشانی اور جلد بازی کے تاثرات اس کے چہرے پر نمایاں تھے، لہٰذا میں بھی دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر اس کی طرف بڑھا۔ گلے ملنے کے بعد میں نے اُس سے پوچھا ''جمال بھائی خیریت ہے نا؟'' تو وہ مجھے پکڑ کر ایک طرف لے گئے اور بولے ''خیریت ہی تو نہیں ہے ورنہ میں آپ سے اجازت لے کر اور بتا کر نہ آتا۔ بہت بڑی مصیبت آن پڑی ہے۔ میں اور میرا خاندان زندگی اور موت کے دوراہے پر کھڑے ہیں اور ہمیں شدت سے آپ کی مدد اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔ لوگ ہمارے پیچھے پڑے ہیں اور خطرہ ہے کہ وہ ہمیں جان سے نہ مار دیں۔'' اس کی بات سن کر میں بھی فکر مند ہو گیا۔

میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میرا چھوٹا بھائی کمال ہمارے ہی محلے کی کسی لڑکی کو تین دن پہلے گھر سے بھگا کر لے گیا۔ لڑکی کے گھر والے خونی درندوں کی طرح دونوں کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ لڑکی والے عزت دار زمیندار لوگ ہیں ... چھوٹی چھوٹی باتوں پر قتل و غارت کا بازار گرم کر دیتے ہیں۔ ہم لوگ ان کے مقابلے پر کچھ بھی نہیں ہیں۔ اگر آپ نے اور اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد نہ کی تو ہماری موت یقینی ہے بلکہ مجھے خطرہ ہے کہ یہ لوگ ہمارے گھر کو جلا کر تباہ و برباد کر دیں گے۔ تین دن سے یہ لاہور میں چھپے ہوئے ہیں۔ بڑی مشکل سے میں ان کو ڈھونڈ کر آپ کے پاس لایا ہوں۔ آج ہی ہم کورٹ ...



... نکاح کرنے جا رہے ہیں۔ نکاح کے بعد ان کو کسی پناہ سنٹر میں چھوڑ کر میں ملتان چلا جاؤں گا۔ آپ خدا کے لیے ... کام کر دیں۔ دعا کریں کہ نکاح خیریت سے ہو جائے وگرنہ موت ہمارا یقینی مقدر ہے۔

جمال کی ساری بات سننے کے بعد ہم دونوں کار کی طرف بڑھے جہاں پر عاشقوں کا جوڑا بیٹھا تھا۔ میں اپنی ... کے ہاتھوں مجبور ہوں کہ اتنی شدت ان دونوں میں ہے، یہ انسانوں کے کس گروپ سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ ... کی انتہا پر کھڑے ہیں تو کیوں؟ ملتانی جوڑا پچھلی کار پر بیٹھا تھا۔ میں اور جمال کار کی اگلی نشستوں پر بیٹھ ... عاشقوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح جڑ کر بیٹھے تھے کہ دنیا کی کوئی ... جدا نہیں کر سکتی۔ لڑکی نے پورا نقاب کیا ہوا تھا۔ اس کی صرف آنکھیں ہی نظر آ رہی تھیں۔ چھوٹا بھائی مجھے ایک ... تھا۔ سلام دعا کے بعد میں نے دونوں کی تاریخ پیدائش، نام اور والدہ کے نام پوچھے۔ لڑکی نے MBA جبکہ لڑکا ... پاس تھا۔ یہ عشق کا جنون لڑکی کے دماغ پر سوار تھا۔ وہ خوابوں کی دنیا میں رہ رہی تھی اور زندگی کی ٹھوس اور تلخ ... سے بے خبر تھی یا اس پر عشق کا جنوں اس بری طرح سوار تھا کہ وہ کچھ اور سوچنے کے لیے تیار ہی نہیں تھی۔ لڑکی سے ... کے بعد میرے سامنے جو اس کا ڈیٹا (Data) آیا اس کے مطابق لڑکی بہت ہی ضدی، خودسر، جلد باز، بے چین، بے ... اور گھڑی میں ماشا، گھڑی میں تولہ کا مزاج رکھتی تھی۔ دونوں کا مزاج ایک دوسرے سے ٹوٹل مختلف تھا۔ مشرق مغرب، ... پانی ٹوٹلی دو مختلف مزاجوں کے انسان میرے سامنے بیٹھے تھے۔ یہ تو تھا دنیاوی تجزیہ، اب جب میں نے دونوں کا ... روحانی، پامسٹری اور علم الاعداد کے ذریعے تجزیہ کیا تو ٹھیک چھ ماہ بعد دونوں طلاق لے کر ایک دوسرے الگ نظر ... تھے بلکہ چھ ماہ بعد ایک دوسرے کی جان کے ویری بنے نظر آ رہے تھے۔

اس کیس میں میرا شوق مزید بڑھ گیا۔ میں نے کمال اور جمال سے کہا کہ آپ دونوں تھوڑی دیر کے لیے کار سے اتر جاؤ۔ میں بیٹی سے علیحدہ بات کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا دونوں بھائی کار سے اتر گئے تو میں لڑکی سے مخاطب ہوا۔ ''بیٹی تم ... شادی کیوں کر رہی ہو؟'' کیونکہ لڑکی پر بری طرح عشق سوار تھا، کہنے لگی ''ہم دونوں ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں اور ... ہمیں پوری اجازت اور آزادی دیتی ہے۔ اس لیے میں اپنی مرضی کی شادی کروں گی۔'' ''دیکھو بیٹی! پتہ نہیں تمہاری میرے بارے میں کیا رائے ہے۔ تم مجھے کیا سمجھتی ہو، کاش تم جانتی ہوتی تو ضرور میری بات اور مشورے کو غور سے ... لیکن کیونکہ اس وقت تم محبت کے سحر میں گرفتار ہو، تم میری بات کو ایک کان سے سنو گی، دوسرے سے نکال دو گی لیکن میرا ... فرض بنتا ہے کہ تم کو ایک بار ضرور سمجھاؤں۔ بیٹی کمال جس سے تم شادی کرنے جا رہی ہوں، ذہنی طور پر بالکل میچور (Mature) نہیں ہے۔ تم دونوں کی ذہنی ہم آہنگی بالکل نہیں ہو سکتی۔ آپ دونوں کے خاندان کے رسم و رواج ایک ... سے بالکل مختلف ہیں۔ اس کے بعد میں نے ابھی استخارہ بھی کیا ہے جس میں ناں آئی ہے، لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ تم ... شادی نہ کرو۔ تم اپنی زندگی کا سب سے بڑا غلط فیصلہ کر رہی ہو۔ خدا کے لیے اس شادی سے باز آجاؤ اور جا کر اپنے گھر والوں سے معافی مانگ لو۔ میں شرط لگانے کو تیار ہوں۔ قسم کھانے کو تیار ہوں کہ یہ شادی ٹوٹ جائے گی، لہٰذا یہ غلطی نہ کرو۔'' لڑکی حیرت اور غصے سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ بولی ''پروفیسر صاحب! آپ کیا بات کر رہے ہیں۔ ہم آپ

سے دعا لینے آئے ہیں۔ آپ نے مولویوں کی طرح تقریر شروع کر دی ہے۔"" بیٹی مجھے سو فیصد یقین ہے کہ تم یہ شادی کر کے رہو گی اور میری کوئی بات نہیں مانو گی لیکن مجھے جو کچھ نظر آیا، وہ تم کو بتانا ضروری سمجھا۔ بیٹی ایک بات اور سن لو، کچھ ماہ بعد تم خود طلاق لو گی اور اگر تمہارے اندر ذرا سی بھی اخلاقی جرأت ہے تو مجھے ملنا ضرور لیکن اس وقت تک تم بہت سارے لوگوں کو ذلیل و رسوا کر چکی ہو گی۔ میرا کام تھا تم کو بتانا اور سمجھانا، اب فیصلہ تمہارے اختیار میں ہے۔" میری کسی بات کا بھی اس پر اثر نہ ہوا بلکہ اس نے یہ کہہ کر جان چھڑا لی۔ "پروفیسر صاحب! میں روحانیت وغیرہ پر بالکل یقین نہیں کرتی۔ تقدیر بندے کے اپنے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ بندہ خود اپنی تقدیر بناتا ہے۔" نیا خون، نئی جوانی، نئے خیالات، وہ کسی کی بات سننے کو تیار نہیں تھی۔ وہ کوئی بھی بات سننے کو تیار نہیں تھی۔ میں نے آخری کوشش کی اور اس کے ماضی کے واقعات اور اس کے بارے میں کچھ ایسی باتیں بتائیں تاکہ وہ مجھے یا میرے علم کو مان لے اور میری نصیحت یا مشورے کو سنجیدگی سے لے لیکن میرا یہ وار بھی ناکام گیا اور وہ اپنی بات پر ڈٹی رہی کہ میں یہ شادی بہت سوچ سمجھ کر کر رہی ہوں۔ میں پڑھی لکھی اور بالغ ہوں اور یہ زندگی میری ہے جس کو گزارنے کا مجھے پورا کا پورا حق ہے۔ وہ بپھری شیرنی کی طرح میرے سامنے بیٹھی تھی اور عشق کا K2 سر کرنے کے لیے تیار تھی۔ چلو بیٹی اگر یہ شادی کر لو تو پلیز اس کو نبھانے کی پوری کوشش کرنا اور اپنے مضبوط ارادوں سے اس شادی کو کامیاب کرنا۔ وہ میری طرف مغرور اور تکبرانہ انداز سے دیکھ کر بولی "پروفیسر صاحب! آپ اور آپ کا علم ہمارے معاملے میں جھوٹا ثابت ہو گا اور میں اس شادی کو کامیاب کر کے دکھاؤں گی۔" وہ اور بھی بہت ساری باتیں کرتی رہی اور میں حیرت سے اُس کو دیکھ رہا تھا کہ یہ آنے والے حالات اور حقائق سے بالکل لاعلم ہے۔ زندگی کی تلخ حقیقتوں اور مزاجوں کے فرق سے جب اس کا سامنا ہو گا تو عشق کا بھوت اور جنون تو چند دنوں میں ہی اتر جائے گا۔ اس کے بعد اپنے گھر والوں کو جھوٹا ثابت اور خود کو سچا ثابت کرنے کے لیے پتہ نہیں کتنے دن یا مہینے گزار پائے گی کیونکہ یہ عشق اور شادی چند سالوں نہیں بلکہ چند مہینوں تک ہی چلے گی۔ مجھے دکھ ہو رہا تھا کہ آگ میں کودنے کو تیار تھی۔

یہاں پر میں اپنے قارئین کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا کہ ایسے بے شمار کیسز میری زندگی میں آ چکے ہیں اور میں یہ ماننے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا کہ میں بھی اکثر اوقات ایسے کیسز میں ناکام ہو جاتا ہوں۔ بے شمار مواقعوں پر جب کوئی دوست یا عزیز اپنی اولاد یا بہن بھائیوں کے ہاتھوں ایسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں اور روتے تڑپتے میرے پاس آتے ہیں اور میں ان کو دیکھ دیکھ کر اکثر ایسے عاشقوں کے ساتھ گھنٹوں باتیں، نصیحتیں اور مشورے دیتا ہوں لیکن زیادہ تر بات سننے سے انکار کر دیتے ہیں بلکہ بہت سارے ایسے خاندان جو میرے بہت قریب ہیں اور ایسے بچے جو بچپن سے میری ہر بات مانتے ہیں اور ایسے خاندانوں میں میری عزت پیروں اور مرشد کی طرح کی جاتی ہے۔ جب یہی بچے عشق میں گرفتار ہوتے ہیں تو اگر تو میں ایسے بچوں کی بات مان لوں تو او کے ورنہ یہ مجھ سے دور ہو جاتے ہیں۔ میری عزت و احترام کے بجائے نافرمانی پر اتر آتے ہیں۔

بے شمار کیسوں میں تو میں ان سے کہتا ہوں کہ جس سے تم محبت کرتے ہو، وہ تم سے پہلے بے شمار محبتیں کر چکا ہوا اور اب بھی اس کی لائف میں تمہارے علاوہ بے شمار لڑکیاں یا لڑکے ہیں لیکن یہ مجازی عشق کے اسیر کوئی بھی بات ماننے کو



تیار نہیں ہوتے۔ ہاں جب ان کا مقابل ان سے دغا یا بے وفائی کرتا ہے تو ان کو ہوش آتا ہے اور پھر یہ مجھ سے اور اپنے والدین سے بھی معافیاں مانگتے ہیں۔

اکثر ان کو دیکھ کر مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ کسی پراسرار بیماری یا سحر میں گرفتار ہیں اور پوری دنیا اور والدین بہن بھائیوں، رشتہ داروں سے کٹے ہوئے ہیں۔ میں تو اکثر اللہ تعالیٰ سے بھی سوال کرتا ہوں کہ یقیناً یہ تیری بہت بڑی کوئی حکمت اور دانائی ہے جو یہ جذبہ انسانوں میں رکھ دیا ہے یعنی مخالف جنس سے محبت اور کشش۔ اس میں بندہ غیر محسوس طور پر کسی نادیدہ کشش اور قوت کے زیر اثر دیوانہ وار اپنے محبوب کی طرف بڑھتا ہے۔ ان پر کوئی خوف، ڈر نہیں ہوتا۔ یہ موت کو گلے لگانے کے لیے ہر وقت تیار ہوتے ہیں۔ یہ جذبہ اتنا طاقتور ہے کہ زندگی جیسی عظیم نعمت کو بھی گنوانے پر انسان کو تیار کر دیتا ہے۔ انسان محبوب کے نہ ملنے پر خودکشی کو زندگی پر ترجیح دیتا ہے۔ اللہ ہی ایسے عاشقوں کو روکے تو روکے ورنہ یہ نہیں رکتے بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ خود ان کے سامنے آ کر اگر کہہ دے کہ یہ تمہارے لیے ٹھیک نہیں تو یقیناً یہ خدا کو بھی انکار کر دیں گے۔

یہ لڑکی بھی انہی عاشقوں کی نمائندہ بن کر میرے سامنے بیٹھی تھی اور ہر دیوار اور رکاوٹ عبور کرنے کے لیے اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں کو چھوڑ کر بھاگ کے لاہور آ گئی تھی۔ ایسی لڑکیاں جب ماں بنتی ہیں اور ان کی نوجوان لڑکیاں جب یہی عمل دہراتی ہیں تو ان کو شدت سے اپنی غلطی اور گناہ کا احساس ہوتا ہے لیکن اس وقت حالات ان کی گرفت سے باہر ہو چکے ہوتے ہیں۔ میں نے جب پوری کوشش کر لی اور ماضی کے بے شمار کیسز کی طرح یہاں بھی مجھے ناکامی ہوئی تو میں اس کو دعائیں دیتا ہوا کار سے باہر نکل آیا اور اپنے دوست جمال کی طرف بڑھا اور ایک آخری کوشش کرنے کی کوشش کی اور اسے کہا کہ تم بہت بڑی غلطی بلکہ حماقت کرنے جا رہے ہو، یہ لڑکی بالکل بھی تمہاری بھابھی بننے کے لائق نہیں۔ اس کا مزاج ازدواجی ذمہ داریاں نبھانے کا اہل نہیں ہے۔ وہ بہت پڑھی لکھی اور تمہارا بھائی میٹرک پاس، یہ تم کیا کر رہے ہو تو وہ بولا "بھٹی صاحب! میں پوری کوشش کر چکا ہوں۔ اب ہمارے پاس ان کی شادی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔ آپ ہمارے لیے دعا کریں کہ ہم آج کورٹ میں نکاح کرا دیں کیونکہ اس کے خاندان والے بھوکے کتوں کی طرح ہمارے پیچھے پڑے ہیں۔" وہ مجھ سے مل کر ان کو لے کر چلا گیا لیکن میں نے جاتے جاتے اسے کہہ دیا کہ یہ شادی چھ ماہ سے زیادہ نہیں چلے گی۔ وہ کہنے لگا "سر آپ دعا کریں، رات کو مجھے جمال کا فون آیا کہ بھٹی صاحب آپ کی دعاؤں سے نکاح ہو گیا ہے۔ اب میں ان کو لاہور چھوڑ کر ملتان جا رہا ہوں۔ ایک ماہ بعد مجھے جمال کا فون آیا کہ لڑکی کے گھر والوں سے کچھ دوستوں کو ڈال کر صلح ہو گئی ہے اور اب وہ لڑکی بھابھی بن کر ہمارے گھر آ گئی ہے۔ آپ کی دعاؤں کے طفیل یہ سب کچھ ہوا ہے۔ میں دل میں سوچ رہا تھا کہ میری دعائیں نہیں، تقدیر کے تحت سب کچھ ہو رہا ہے۔ دو ماہ بعد جمال کا فون آیا کہ آپ ٹھیک کہتے تھے۔ بہت زیادہ لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا بلکہ نوبت مار کٹائی تک جا پہنچی ہے۔ لڑائی جھگڑے اتنے زیادہ بڑھے کہ ہمارے گھر کا سکون برباد ہو چکا ہے۔ چوتھے ماہ فون آیا کہ وہ لڑکی نہیں، جن یا کوئی طوفان ہے۔ طلاق لے کر پتہ نہیں کہاں چلی گئی ہے۔ ایک سال بعد مجھے دبئی سے کال آئی کہ پروفیسر صاحب! میں آپ کی پرانی جاننے والی ہوں۔ آپ کی بددعا مجھے لگ گئی۔

میری شادی ختم ہوگئی اور ساتھ ہی میری زندگی بھی برباد ہوگئی ہے۔ میں وہی ملتان والی لڑکی آپ کے دوست جمال کی بھابھی ہوں۔ وہ میرا شوہر واقعی میرے مزاج کا نہیں تھا۔ کاش میں آپ کی بات مان لیتی، کاش میں گھر سے بھاگ کر شادی نہ کرتی۔ کاش میں آپ کی بات مان لیتی۔ آپ خدا کے لیے مجھے معاف کر دیں کیونکہ میں نے آپ کے ساتھ بدتمیزی کی تھی اور گھر والوں کو بھی ذلیل و رسوا کیا تھا۔ میرے اوپر عشق کا بھوت سوار تھا۔ میں بالکل اندھی ہو چکی تھی۔ میری نظر میں پیار محبت زندگی کی پہلی ترجیح تھی۔ وہ رشتے دار جن کے ساتھ میں نے چوبیس سال گزارے جنہوں نے میری تمام جائز ناجائز خواہشوں کو پورا کیا۔ میں نے ایک لمحے میں سب کچھ بھلا دیا۔ ہر رشتے کو ٹھوکر مار کر عشق کی ٹرین پر سوار ہو کر ایک ایسی خوابوں کی دنیا میں جانے کی کوشش کی جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ آپ کو فون کر کے آپ سے معافی مانگنی ہے۔ میرے کرتوت ایسے تھے کہ پاکستان میں رہنا مشکل تھا، لہٰذا میں اب یہاں دبئ آ گئی ہوں۔ یہاں پر ایک بیوٹی پارلر میں کام کرتی ہوں۔ آپ سے درخواست ہے کہ میرے لیے دعا کریں اور مجھے بتائیں کہ میری زندگی کا مشکل ترین جو دور چل رہا ہے، یہ کب تک ہے اور اگر میری طرح کی کوئی پاگل عاشق آپ کے پاس کبھی دوبارہ آئے تو اس کو میرا نمبر ضرور دیجیے گا۔ میں اس کو شاید سمجھا سکوں کہ والدین کی عزت اور احترام والی بچیاں ہی اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم اور احسانات کا حقدار ہوتی ہیں۔ میری زندگی تو برباد ہوگئی ہے، شاید میں کسی اور کو بربادی سے بچا سکوں۔ میں حیرت سے اس کی باتیں سن رہا تھا اور اللہ سے دعا کہ اے میرے رب پاک! ان عاشقوں کو تیرے علاوہ کوئی نہیں سمجھا سکتا۔ تو ہی سب کی عزتوں کا رکھوالا ہے، تو ہی مہربان اور رحیم و کریم ہے۔"

# عاشق باز نہ آیا

یہ واقعہ بھی پچھلے واقعہ سے ملتا جلتا ہے لیکن اس میں اور اس میں ایک فرق یہ ہے کہ یہاں میں نے عاشق کو ٹالنے کی اور سمجھانے کی پوری کوشش کی لیکن وہ باز نہ آیا۔

کوہِ مری میں جب ہر طرف میری شہرت پھیل چکی تھی اور ہزاروں لوگ روزانہ میرے پاس آتے تھے اور ہر معاشرے کی طرح ایک بڑی تعداد ان عاشقوں کی بھی تھی۔ انہی عاشقوں میں سے ایک بہت اچھا لڑکا جس کا نام اسد تھا، میرے پاس آیا اور وہی اپنی دکھ بھری داستان کہ میں ایک لڑکی سے بہت پیار کرتا ہوں لیکن اس کے گھر والے نہیں مانتے، وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی لڑکی کو جان سے مار دیں گے لیکن اُس کی شادی تم سے نہیں کریں گے۔ وہ اپنی تمام کوششیں کر چکا تھا۔ مری کے کئی با اثر لوگوں کو رشتہ کے لیے لڑکی والوں کی طرف بھیج چکا تھا لیکن ہر بار اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا بلکہ ہر بار لڑکی والوں کا موڈ ٹھیک ہونے کے بجائے سخت ہوتا گیا۔ بقول لڑکی والوں کے اس لڑکے نے پورے مری میں ہمارے خاندان کو ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔ یہ دونوں بچپن سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ بچپن کی معصوم محبت اب جوانی کے عشق میں ڈھل چکی تھی۔ میں نے جب دونوں کا نام اور تاریخ وغیرہ پوچھی تو دونوں ہی ضدی، جلد باز اور فطری بے چین روحیں۔



دونوں فطری طور پر ایسا رجحان رکھتے تھے کہ اپنی بات اور ضد پوری کرنے کے لیے تمام حدود کراس کر سکتے تھے۔

یہاں میں لو میرج اکثر جو ناکام ہو جاتی ہے، اس کی وجہ بھی بتانے کی کوشش کرتا ہوں۔ میرے پاس آج تک ہزاروں ایسے کیسز آئے ہیں یہ تمام کے تمام Possesive اور Agresseve ہونے کے ساتھ ساتھ ضدی مزاج رکھتے ہیں اور جو چیز ان کے دل کو بھائے، اس کو حاصل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں صبر اور فطری سکون نہیں ہوتا۔ نہ ہی ایسے لوگوں میں Adjustment کی صلاحیت ہوتی ہے۔ لو میرج کرنے والوں میں سے اکثریت ایسے مرد ہوتے ہیں جو ساری زندگی بار بار کسی کے عشق میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں کیونکہ یہ فطری رومانس پرور ہوتے ہیں جو بھی لڑکی اچھی لگی اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خاوندوں کے ہاتھوں تنگ جو خواتین میرے پاس آتی ہیں۔ ان میں سے اکثر کہتی ہیں کہ ہماری لو میرج ہے۔ اب کیونکہ ایسے شوہر کے مزاج پر رومانس غالب ہوتا ہے۔ اس لیے چند سالوں بعد اسے نیا عشق ہو جاتا ہے اور وہ اپنی فطری ؟ ری کے تحت نئی لڑکی کو بھی پانے کی کوشش کرتا ہے۔

میرے پاس ایک بیوی آئی تو میں نے اسے کہا، آپ کی لو میرج ہے نا تو وہ بولی، ہاں تو میں نے کہا، تمہارا شوہر بہت زیادہ رومانس پرور ہے تو وہ بولی، ہاں مجھے پتہ ہے۔ وہ ہر چھ ماہ کسی نئے عشق میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لیے میں نے اس کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ میں لڑائی جھگڑوں سے تنگ آ گئی ہوں۔ وہ باز نہیں آتا، آپ مجھے صبر کی دعا دیں، اس نے تو باز آنا نہیں۔ یہاں پر میں ایک بات کی وضاحت کر دوں۔ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو ہر حال میں خوش اور Adjust کر جاتے ہیں۔ فطری صبر ایسے لوگوں کی Nature کا حصہ ہوتا ہے اور یہ فطری رومانس پسند نہیں ہوتے مثلاً میری جب مری میں جاب ہوگئی تو میری بہت قابلِ احترام میری بھولی اور سادہ معصوم ماں اکثر مجھے کہتی، کوئی لڑکی بتاؤ جس سے تم شادی کرنا چاہتے ہو تو میں کہتا، میری کوئی پسند نہیں۔ آپ جہاں مرضی میری شادی کر دیں اور جب میری ماں نے میرے لیے لڑکی پسند کی تو مجھے مری میں فون کیا کہ میں نے تمہارے لیے لڑکی پسند کر لی ہے۔ تصویر بھیج دوں تو کیونکہ میرا نیا فقیری کا سفر شروع ہو چکا تھا۔ میں نے کہا، ماں اگر تصویر دیکھ کر شادی کی تو آپ کی بات تو نہ مانی جہاں اور جس سے آپ کا دل کرتا ہے، میری شادی کرا دیں اور مجھے Date بتا دیں۔ میں چھٹی لے کر آ جاؤں گا اور ہوا بھی یہی۔ میں شادی سے تین دن پہلے آیا اور شادی کر کے بیوی کو مری لے گیا۔ اللہ کا شکر ہے میری ماں کی پسند میں برکت پڑ گئی اور اللہ کا شکر ہے آج میں بہت خوش ہوں۔ شادی کے معاملے میں ایک بات طے ہے کہ شادی بہت بڑا جوا ہے، اس کا کوئی طے شدہ فارمولا نہیں ہے۔

میں بے شمار بدصورت مردوں کی انتہائی خوبصورت بیویاں دیکھتا ہوں اور بے شمار ہینڈسم مردوں کی بالکل عام بیوی دیکھتا ہوں اور میاں بیوی بہت خوش ہوتے ہیں۔

جو لوگ ماں باپ کی بات مانتے ہیں اس میں برکت پڑ جاتی ہے۔ اب میں اصل بات کی طرف آتا ہوں۔ میرے سامنے نوجوان عاشق بیٹھا تھا جو پستول ساتھ لے کر پھرتا تھا کہ اگر مجھے لڑکی نہ ملی تو اس کے گھر والوں کو مار کر خود کو بھی مار لوں گا۔ ایسے پستول والے بے شمار عاشق میرے پاس آتے رہتے ہیں۔ میں نے اس کی بات غور سے سنی اور تسبیح بتائی کہ

یہ پڑھو، مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اس سے پہلے میں نے اس کو کافی دیر سمجھایا کہ میرے استخارے میں ٹھیک نہیں آیا۔ تم یہ شادی نہ کرو۔ یہ شادی نہیں بنتی۔ تم دونوں جو مزاج رکھتے ہو، یہ شادی کبھی کامیاب نہیں ہوگی لیکن یہ بھی کوئی بات ماننے کو تیار نہیں تھا۔ اس کے بعد میں تقریباً چھ ماہ مری رہا اور یہ لڑکا بار بار میرے پاس آتا رہا۔ ہر بار بتایا کہ وہ ابھی بھی نہیں مان رہے۔ ساتھ اپنی Efforts بتاتا کہ فلاں بندے کو ان کے گھر بھیجا ہے۔ اب یہ ہو رہا ہے، اب وہ ہو رہا ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ جنونی اور محبت کے روگی ہوتے ہیں اس لیے کوئی بات بھی اپنی مرضی کے خلاف نہیں مانتے۔ یہ لوگ ایک بابے سے دوسرے بابے تک گھومتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بازاری عاملین خوب لوٹتے ہیں بلکہ یہ لوگ بار بار خود آفر کرتے ہیں کہ جتنا مرضی خرچہ ہو جائے ہم تیار ہیں، لہٰذا بازاری عاملوں کی چاندی ہو جاتی ہے۔ یہ لڑکا میرے پاس بھی آتا رہا اور اسی دوران دوسرے بے شمار اخباری بابوں کے پاس بھی جاتا رہا۔ جب کسی بابے سے لٹ جاتا تو مجھے آ کر بتاتا کہ فلاں بابے لے اتنے بکرے اتنے روپے کھا لیے مگر فائدہ نہیں ہوا۔ اسی دوران لڑکی والے اس کی حرکتوں سے تنگ آ کر مری چھوڑ کر کسی اور شہر چلے گئے لیکن جب سے موبائل فون آئے ہیں، یہ عذاب اب خطرناک صورت اختیار کر گیا ہے۔ دونوں میں رابطہ جاری تھا۔ یہ جب بھی میرے پاس آتا، میں ہر بار اس کو سمجھاتا کہ میرا استخارہ ٹھیک نہیں آتا۔ اس کا خیال دل سے نکال دو لیکن وہ میری کسی نصیحت پر کان نہ دھرتا۔ جب دوسرے بابوں سے مایوس ہو جاتا تو پھر میرے پاس آ جاتا۔ اسی دوران میری ٹرانسفر مری سے لاہور ہو گئی۔ آخری دن جب میں لاہور آ رہا تھا تو یہ بہت رویا۔ میری خوب منتیں کیں اور واسطے ڈالے کہ میرا یہ کام کر دیں، میں اس کو حوصلہ دے کر لاہور آ گیا۔

مجھے لاہور آئے ابھی ہفتہ بھی نہیں ہوا تھا کہ یہ لاہور آ گیا۔ میں نے اس کو بہلا پھسلا کر واپس مری بھیج دیا اور کہا کہ یہ ورد کر کے 41 دن بعد آنا، ٹھیک 41 دن بعد یہ پھر لاہور آ گیا۔ اب اس نے نیا کام شروع کر دیا کہ میرے مری کے دوستوں کو ایک ایک کر کے ہر بار ساتھ لاتا، میں ہر بار بہلا پھسلا کر اس کو واپس کرتا رہا۔ سارا دن میرے فون کی شامت آئی رہتی، ہر وقت مجھے فون کرتا۔

آخر کار اس نے نیا کام کیا، میرے مری کے خاص اور قریبی دوستوں کو ویگن میں بھرا اور لاہور آ گیا۔ میں آفس سے جب گھر آیا تو پوری بارات میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے حیرت سے پوچھا ''خیر ہے، آپ بتائے بغیر سارے لاہور آ گئے ہو اور بتایا بھی نہیں۔'' میں نے گھر میں مہمانوں کے لیے کھانے کا کہا اور ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گیا۔ میرے پوچھنے پر میرے دوستوں نے بتایا کہ ہم سب اس کی سفارش لے کر آئے ہیں۔ آج ہم خالی ہاتھ واپس نہیں جائیں گے۔ اس کا کام کر دیں، اس کی شادی کرا دیں۔ میں نے ایک بار پھر سب کو بتایا کہ یہ غلط جگہ شادی کر رہا ہے۔ یہ شادی بری طرح ناکام ہوگی۔ اس کو سمجھائیں لیکن سب نے کہا، آپ ایک بار کرا دیں۔ میں نے بار بار اس کو اور ساتھ آنے والوں کو سمجھایا لیکن وہ کوئی اور بات سننے کو تیار ہی نہیں تھا۔

''چلو اگر یہ اپنی زندگی خراب ہی کرنا چاہتا ہے تو ٹھیک ہے۔'' میں نے اس کو تسبیح بتائی اور خود بھی دعا کرنے کا وعدہ کیا۔ جس لڑکی کو یہ پسند کرتا تھا، اس کے باپ کا ایک دوست میرا مرید تھا، میں نے اس کو بھی فون کیا



کہ لڑکی کے باپ کو سمجھائے، یہ پاگل لڑکی لڑکا مرنے مارنے پر تلے ہیں۔ گھر سے بھاگ جائیں گے۔ لڑکی کے باپ کو سمجھاؤ ان کی شادی کر دیں۔ میں نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور آخر اللہ تعالیٰ نے سن لی اور لڑکی والوں نے اس شرط کے ساتھ کہ دوبارہ کبھی لڑکی یا لڑکا ہمارے گھر میں نہیں آئیں گے اور نہ کبھی لڑکی ہم سے رابطہ کرے گی، ہمارے لیے یہ مر گئی ہے۔

دونوں نے شکرانے کے نوافل پڑھے اور کہا، آپ ہماری شادی کریں، ہمیں آپ کی ہر شرط منظور ہے۔

اس طرح ان دونوں کی شادی ہو گئی۔ لڑکا میرا بہت زیادہ دیوانہ اور مرید بن چکا تھا۔ ہر جگہ میرے ہی چرچے کرتا کہ ''بھٹی صاحب کی کیا بات ہے۔''

وقت کا بے راس گھوڑا دوڑتا رہا اور ایک سال بیت گیا۔ چھ ماہ بعد ہی لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے۔ لڑکی کی لڑکے کے گھر والوں سے نہیں بن رہی تھی۔ لڑکا ماں باپ کا ساتھ دے رہا تھا۔ لڑائی جھگڑے جب حد سے بڑھ گئے تو مار کٹائی شروع ہو گئی۔ ایک سال کے بعد اللہ نے بیٹا بھی دے دیا۔ اب نیا جھگڑا بیوی بچے کو دادا دادی کے پاس نہ بھیجتی۔ اب یہ دونوں اُسی گھر میں اوپر والے پورشن میں شفٹ ہو گئے۔ لڑکا دونوں یعنی ماں باپ اور بیوی کے درمیان رولنگ سٹون بنا ہوا تھا۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر۔ اب پھر مجھ سے رابطہ کہ میری بیوی بہت غصے والی ہے، اس کو ٹھنڈا کریں۔ گھر کے جھگڑے اتنے زیادہ بڑھ گئے کہ اب یہ سارا سارا دن گھر سے باہر رہتا، گھر جانے سے گھبراتا کہ جاتے ہی لڑائی شروع ہو جائے گی۔ بیوی نے دو بار خودکشی کی کوشش کی۔ بیوی کے جھگڑوں سے تنگ آ کر اس نے اس کو مارنا شروع کر دیا کیونکہ بیوی بھی ضدی اور جلد باز تھی، انتقام اس کے بھی مزاج کا حصہ تھا، اس نے اپنے گھر والوں سے رابطہ کر لیا کہ میں یہاں بہت تنگ ہوں۔ لڑکی کے گھر والوں نے تو پہلے دن سے ہی اس شادی کو دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ انہوں نے فوری طور پر اس سے کہا کہ سسرال والوں کو چھوڑ کر جلدی واپس آ جاؤ۔ تھوڑے دن تو بیوی کشمکش میں رہی لیکن جب سسرالیوں کے ساتھ جھگڑے زیادہ ہو گئے تو واپسی کا سوچنا شروع کر دیا۔ کیونکہ ضدی اور جذباتی لوگوں میں صبر کم ہوتا ہے اس لیے یہ ہر وہ بات جو ان کے مزاج کے خلاف ہوتی ہے، اس پر شدید React کرتے ہیں۔ کچھ دن سوچنے کے بعد لڑکی نے واپسی کا ارادہ کر لیا اور ایک دن موقع پا کر واپس اپنے میکے چلی گئی۔ شدید لڑائی جھگڑوں کے بعد اب دونوں کے عشق اور دیوانگی کے جذبات بھی سرد پڑ چکے تھے۔ اس کے جانے کے بعد لڑکا پھر میرے پاس آیا، ایک نئے کیس کے ساتھ کہ میں نے اپنا بیٹا واپس لینا ہے۔ جب لڑکی نے یہ سنا تو وہ غصے سے اور بپھر گئی، کورٹ جا کر طلاق مانگ لی جو اسے چند مہینوں میں مل گئی۔

وہی دو عاشق جو ایک دوسرے کو پانے کے لیے سارے زمانے کو ٹھکرا چکے تھے، آج سارا زمانہ اُن کو سمجھا رہا تھا کہ طلاق نہ لو لیکن ایک دوسرے کے سامنے عدالت میں ایک دوسرے پر الزامات کی بوچھاڑ کر رہے تھے اور میں ایک بار پھر حیران تھا کہ انسان کتنے روپ بدلتا ہے۔ ایک دوسرے پر جان چھڑکنے والے اتنے تھوڑے عرصے میں ایک دوسرے کی جان کے درپے تھے۔ اور میرے مری والے دوست جب بھی ملتے ہیں تو شرمندہ اور معافی مانگتے ہیں کہ ''بھٹی صاحب،

آپ نے اس لڑکے اور ہم سب کو بہت سمجھایا تھا لیکن یہ عاشق باز نہ آیا۔"

# انوکھا عشق

پچھلے صفحات میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکا ہوں کہ میرے پاس آنے والوں میں ایک بڑی تعداد ان عاشقوں کی ہوتی ہے لیکن یہ عاشق صاحب ان تمام سے بہت مختلف تھے اور ان کا عشق بھی انوکھا اور نرالا تھا۔

میں ان دنوں مری میں تھا کہ رات کو میرے نوکر نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ مری کی ایک خاص بات تھی کہ پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے مری میں رات کو بہت سکون ہوتا ہے۔ عشاء کے بعد لوگ ایک دوسرے کی طرف بالکل نہیں جاتے۔ اس میں ایک وجہ ٹریفک کا نہ چلنا بھی ہے تو رات نو بجے کسی کا آنا حیرت والی بات تھی۔ میں نے دروازہ کھولا تو سامنے ہمارے کالج کا نوکر کھڑا تھا اور کچھ گھبرایا ہوا بھی لگ رہا تھا۔ میرے پوچھنے پر کہنے لگا "سر کوئی بہت بڑے آفیسر آئے ہیں۔ کسی بڑی جھنڈے والی گاڑی میں۔" سرکاری ملازمین بیچارے ساری زندگی اپنے اعلیٰ افسران کے خوف اور تابعداری میں ہی گزار دیتے ہیں کیونکہ مری ایک سیاحتی علاقہ ہے جہاں پر سارا سال مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور اعلیٰ افسران بھی مختلف بہانوں سے مری آتے رہتے ہیں لیکن میرا نوکر گھبرایا ہوا اس بات سے تھا کہ یہ کوئی جھنڈے والی گاڑی ہے۔ یہ بتا کر وہ آنے والے مہمان کی اہمیت زیادہ Show کر رہا تھا، لہٰذا میں بھی فوری طور پر سڑک کی طرف گیا جہاں پر گاڑی کھڑی تھی۔ ابھی میں گاڑی سے دور ہی تھا کہ ایک آدمی گاڑی کا دروازہ کھول کر تیزی سے میری طرف بڑھا اور آتے ہی سلام کہہ کر جھک کر میرے گھٹنوں کو احتراماً چھوا جو میں بالکل پسند نہیں کرتا لیکن لوگوں کی خوشی اور اپنی فطری نرم دلی اور وضع داری کی وجہ سے کچھ نہیں کہا۔ مجھے لگا کہ آنے والا کوئی ڈرائیور یا ملازم ہے اور اصل بندہ گاڑی کے اندر موجود ہے۔ اسی دوران میں گاڑی کے قریب پہنچ گیا لیکن مجھے وہاں جا کر حیرت ہوئی کہ گاڑی میں کوئی بھی نہیں تھا۔ اب میں ڈرائیور کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ کس نے مجھ سے ملنا ہے اور آپ کے آفیسر کدھر ہیں تو وہ بولا، سرکار میں نے ہی ملنا ہے۔ اس نے بتایا کہ میں کسی بڑی شخصیت کا ڈرائیور ہوں۔ وہ شخصیت کوئی خاتون تھی۔ سرکار آپ بڑے لوگوں سے تو ملتے ہیں، آج میرے جیسے غریب سے بھی مل لیں۔ میں بہت بری مصیبت میں ہوں اور بڑی امید سے آپ کے پاس آیا ہوں۔ آپ پلیز آرام سے بیٹھ کر پہلے میری بات سن لیں۔ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور ہم گاڑی میں بیٹھ گئے اور میرا نوکر اپنی ڈیوٹی دے کر اپنے کوارٹر میں چلا گیا۔

سرکار! میں صبح اس سڑک سے گزرا تو یہاں پر ہزاروں لوگوں کا ہجوم تھا تو میں نے لوگوں سے آپ کے بارے میں پوچھا تو مجھے لگا کہ آپ ہی میرا مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔ میں کافی عرصے سے ایک ایسی آگ میں جل رہا ہوں کہ میری جان بھی جا سکتی ہے۔ اس نے میرے پاؤں پکڑ لیے۔ میں پیچھے ہٹ گیا اور بولا، مجھے گنہگار نہ کرو۔ پتہ نہیں اسے کیا ہوا، اس نے بلند آواز میں رونا شروع کر دیا۔ سرکار! خدا کے لیے مجھے اس تکلیف سے نجات دلائیں، میرا مسئلہ حل کر دیں۔ میں



اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر وہ مجھے نہ ملی تو میں قسم کھاتا ہوں، خود کو مار لوں گا کیونکہ اب اس سے جدائی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ اس کو پانے کے لیے میں نے در در کی خاک چھانی ہے۔ اس کو پانے کے لیے بے شمار بابوں، عاملوں کے پاس جا چکا ہوں لیکن مجھے میرے من کی مراد کو پانے کا ابھی تک کوئی راستہ نہیں ملا۔ اب میں بہت زیادہ امید اور آس لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ خدا کے لیے آپ مجھے نامراد واپس نہ کریں یا تو مجھے اللہ سے اسے لے دیں یا پھر میری موت کی دعا کریں کیونکہ اس کے بغیر میری زندگی موت سے بھی بدتر ہے۔ اگر آپ نے بھی مجھے نامراد واپس کر دیا تو میں سمجھوں گا کہ یہ بزرگ، فقیر، درویش بھی سب ڈرامابازی ہے۔ لوگوں کے جذبات سے کھیلنے کا ڈراما ہے۔ سرکار اگر میں کوئی گستاخی کر رہا ہوں تو معافی چاہتا ہوں۔ آپ مجھے ہر صورت میں اللہ سے اسے لے کر دیں، میں ساری عمر آپ کی غلامی کروں گا۔

اس کے علاوہ بھی وہ دیر تک اسے پانے کی باتیں کرتا رہا اور میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا کیونکہ ایسے ہی عاشقوں اور ڈپریشن کے مریضوں کی جب تک بات نہ سنی جائے، ان کی تسلی نہیں ہوتی۔ جب وہ اچھی طرح اپنے دل کی بھڑاس نکال چکا تو میں بولا "بتاؤ تم کس سے عشق کرتے ہو کیونکہ تمہاری عمر بتا رہی ہے کہ تم پہلے سے شادی شدہ ہو تو آخر یہ عشق کس سے ہو گیا؟ وہ کون سی حُور ہے جس نے تمہیں پاگل بنا دیا ہے۔ جس کے لیے تم آگ میں کودنے کو تیار ہو۔ موت کو گلے سے لگانے کو تیار ہو؟"

اس کا جواب سن کر مجھے شدید جھٹکا لگا اور میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ "کیا؟" میں حیرت سے بولا۔ "ہاں سرکار، میں اپنی مالکن کے عشق میں گرفتار ہوں۔ مجھے پتہ ہے وہ آسمان کا چاند، میں زمین کا کیڑا، وہ ریشم کا ٹکڑا، میں ٹاٹ کا بوسیدہ ٹکڑا۔ وہ کوہِ نور ہیرا اور میں بنجر پتھر کا ٹکڑا۔" میں جو کافی دیر سے اسے روایتی عاشق سمجھ کر اس کی باتیں سن رہا تھا، اب الرٹ ہو کر بیٹھ گیا کیونکہ اس کی عشقیہ داستان کا یہ موڑ بہت دلچسپ تھا اور میں انسانی فطرت پر غور کر رہا تھا کہ یہ ذات پات اور طبقاتی تقسیم کو اکثر اوقات نہیں مانتی۔ جب اس نے اپنی مالکن کا نام بتایا تو میں اور بھی حیرت زدہ ہو گیا اور انتہائی مصلحت کے تحت میں یہاں اُس کا نام لینے والی غلطی کبھی نہیں کروں گا۔

مجھے اب اس غریب ڈرائیور سے اُنس سا ہو گیا تھا اور مجھے واقعی اب اس پر ترس بھی آ رہا تھا کہ اس نے کتنا بڑا روگ پال لیا ہے۔ کہیں یہ روگ اس کے لیے جان لیوا ثابت نہ ہو۔ مجھے اب اس سے اور اس کی محبت سے دلچسپی ہو گئی تھی کیونکہ اس وقت میرے پاس رش بھی نہیں تھا اور اس کی عشقیہ داستان بھی دلچسپ تھی۔ اس لیے میں پوری توجہ اور دلچسپی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ میرے خیال میں تو وہ خاتون پہلے سے شادی شدہ ہے اور شاید اس کے بچے بھی ہیں تو وہ بولا، "جناب ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن بی بی جی اپنے خاوند سے دو سال پہلے طلاق لے چکی ہیں۔ میں ان کے پاس پچھلے دس سال سے ملازم ہوں اور میں ان کے پاس ملازمت سے پہلے ہی عشق کرتا ہوں اور ان کے پاس ملازمت کرنے کی بڑی وجہ بھی اُس سے محبت تھی۔ کیونکہ وہ پہلے سے شادی شدہ تھیں، اس لیے میں دل ہی دل میں ان کی پوجا کرتا تھا اور یہ بات کبھی بھی زبان پر نہیں لایا لیکن دل ہی دل میں ہمیشہ یہ دعا کی کہ کوئی معجزہ ہو جائے اور بی بی مجھے مل

جائیں۔ آخر کار اللہ پاک نے میری برسوں کی دُعائیں سن لیں اور بی بی جی کی اپنے خاوند سے علیحدگی ہو گئی۔ اب پچھلے دو سال سے میں ہر دربار اور گدی پر بی بی جی کو مانگنے جا چکا ہوں۔''

میں نے اس سے اس کا نام، والدہ کا نام اور تاریخ پیدائش پوچھی اور بی بی جی کی بھی اور استخارہ کرنے کی کوشش کی کیونکہ مجھے ایک فیصد بھی یقین نہیں تھا کہ ان دونوں کا ملاپ ہو سکتا ہے یا یہ اپنی من کی مراد کو پالے گا لیکن مجھے حیرت کا شدید خوشگوار جھٹکا اس وقت لگا جب میرے استخارے میں ہاں آئی۔ میں نے بار بار یہ استخارہ کیا، ہر بار ملن، شادی اور ہاں آرہی تھی۔ اب میں نے علم الاعداد اور اس کا ہاتھ دیکھا تو یہاں بھی جواب مثبت آرہا تھا۔

تقدیر اس ڈرائیور کے ساتھ اس کی زندگی کا سب سے خوبصورت کھیل کھیلنے جا رہی تھی اور اس کی ناممکن خواہش اور مراد پوری ہوتی نظر آرہی تھی۔ میرے پاس جو بھی ذرائع تھے، میں نے سب کو ٹرائی کیا اور ہر جگہ جواب ہاں میں آرہا تھا۔ مجھے حیرت کے ساتھ خوشی بھی ہو رہی تھی کہ مقدر کتنا خوبصورت تحفہ اس کو دینے کے لیے تیار ہے۔ میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا، ''خوش ہو جاؤ، وہ تمہیں ہر صورت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملے گی۔ یہ ایک فقیر کا تم سے وعدہ اور دعا ہے کہ تم اپنی منزل کو جلد پانے والے ہو۔ تمہاری سالوں کی ریاضت اور محنت تمہاری دعاؤں کا ثمر تمہیں جلدی ملنے والا ہے۔''

''سرکار وہ واقعی ہی مجھے ملے گی یا آپ مجھے حوصلہ دے رہے ہیں؟''

''میں حوصلہ نہیں دے رہا بلکہ انشاء اللہ اگلے دس دن میں وہ تمہاری ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی ہے۔''

''سرکار وہ کیسے میری ہو گی؟ میں تو جاہل آدمی ہوں۔ آپ مجھے گائیڈ کریں، میں کیا کروں۔''

''تم صرف تنہائی میں موقع پا کر اس سے اظہارِ محبت کر دو۔ انشاء اللہ وہ ناں نہیں کرے گی۔ جاؤ اور جا کر ہمت کرو، مقدر تمہاری جھولی میں، تمہارے زندگی کی سب سے بڑی خواہش ڈالنے کو تیار ہے۔ جاؤ اظہار کرو اور اس کو پا لو۔''

اس کو میری باتوں کا یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ حیرت اور بے یقینی سے میری طرف دیکھ رہا تھا کہ کیا واقعی میری برسوں کی تپسیا کا انعام مجھے ملنے والا ہے۔ وہ خوفزدہ بھی تھا کہ کہاں وہ اور کہاں میں؟ میں کس طرح اظہارِ محبت کروں۔ وہ ڈر رہا تھا لیکن میرے حوصلہ دینے پر وہ تیار ہو گیا۔ میں نے اسے جاتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا کہ جب بھی اظہارِ محبت کرو تو دو دن انتظار کرنا، انشاء اللہ دو دن تک تمہارے سوال کا جواب ہاں میں مل جائے گا۔ میں نے اس کو ہمت اور حوصلہ دے کر بھیج دیا۔

وہ چلا گیا اور میں بھی اپنے گھر آ گیا۔ گھر آکر میں نے پھر کیس کو چیک کیا اور ہر بار مجھے خوشگوار حیرت ہوئی کہ ان دونوں کا ملاپ نظر آرہا تھا اور میں تقدیر کے نرالے کھیل کے طور پر اس کیس کو بھی دیکھ رہا تھا کہ تقدیر، مقدر، لوحِ محفوظ میں کیسے کیسے اتار چڑھاؤ ہیں۔ انسان کتنا بااختیار اور کتنا بے بس ہے۔ بہر حال جو بھی ہے اس انوکھے عاشق کا عشق پورا ہونے جا رہا تھا۔ اس کی مراد بر آنے والی تھی۔ تقریباً پندرہ دن اس واقعہ کو گزر رہے ہوں گے کہ ایک دن میں مکان کے پیچھے اوپر پہاڑی پر بیٹھا ذکر اذکار اور نظامِ کائنات پر غور کر رہا تھا۔ اس دن مریضوں کا مخصوص دن بھی نہیں تھا۔ مری میں کبھی کبھار ہی سورج دیوتا اپنے درشن کراتے ہیں۔ آج سورج دیوتا پوری طرح اپنا فیض بانٹ رہے تھے اور میں سورج کی Heat کو انجوائے کر رہا تھا کہ مجھے نیچے سے ایک بندہ تیزی سے اپنی طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ میں بھی اپنی مراقباتی کیفیت



سے نکل کر آنے والے کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے جلد ہی اُسے پہچان لیا۔ یہ وہی ڈرائیور تھا جو اپنی مالکن کے عشق میں گرفتار کچھ دن پہلے مجھ سے مل کر گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ اور اس کا جوش و خروش بتا رہا تھا کہ وہ K2 سر کر کے آرہا ہے۔ خوشی اُس کے انگ انگ سے چھلک رہی تھی اور ایک ایسی مسکراہٹ اس کے چہرے پر نظر آرہی تھی کہ جیسے پوری دنیا کے خزانے مل گئے ہوں یا وہ دنیا کے تمام مقابلے جیت کر آرہا ہے۔

جیسے ہی ہماری نظریں ٹکرائیں، اس نے نعرہ مارا ''سرکار زندہ باد، واہ جی واہ۔'' وہ پتہ نہیں خوشی اور نشے میں کیا کیا بولتا ہوا میرے قریب آ گیا اور آتے ہی میری ٹانگیں پکڑ لیں۔ میں نے اسے پکڑ کر گلے سے لگا لیا۔ اس کی حرکتوں اور چہرے پر بکھری مسکراہٹ سارا حال بتا رہی تھی کہ وہ اپنے محبوب کو پا چکا ہے اور اسے صدیوں کی ریاضت کا انعام مل چکا ہے۔ وہ کافی دیر تک اپنی خوشی کا اظہار اور میرا شکریہ اور تعریف کرتا رہا۔ جب وہ نارمل ہوا تو ہم دونوں اُسی پہاڑی پر بیٹھ گئے تو میں نے اس سے پوچھا کہ ''بتاؤ کس طرح تم نے ہمت کر کے اظہارِ محبت کیا؟'' کیونکہ مجھے بھی بہت اشتیاق ہو رہا تھا کہ کس طرح زمین آسمان کا ملاپ ہوا۔ یہ ناممکن کام کس طرح ہوا۔

تو اس نے اپنی داستان اظہارِ محبت اس طرح بتائی کہ یہاں سے جانے کے بعد میں دو دن بہت کنفیوز رہا کہ کس طرح اظہارِ محبت کروں لیکن دو دن کے بعد میں نے آپ کی ہمت دلانے کی وجہ سے فیصلہ کر لیا کہ جیسے ہی مجھے موقع ملے گا تو میں اپنے دل کی بات اپنی مالکن سے کر دوں گا۔ آخر کار ایک ہفتے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ موقع دے دیا۔ ہم لوگ موٹر وے پر سفر کر رہے تھے۔ آسمان بادلوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہلکی ہلکی بونداباندی بھی ہو رہی تھی یعنی موسم بھی خوشگوار اور رومان والا بنا ہوا تھا۔ میں شدید کشمکش میں تھا کہ کیسے بات کروں کہ آخر مجھے کچھ اور جب نہ سوجھا تو میں نے گاڑی ایک ویرانے میں روک دی۔ ہمارے ملازمین کی ایک گاڑی بھی تھی۔ اس گاڑی کے ڈرائیور سے میں پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ میں نے راستے میں بی بی جی سے اپنی کوئی ذاتی بات کرنی ہے، لہٰذا جیسے ہی میں گاڑی روکوں، تم نہیں رکنا یا آگے جا کر روک لینا، لہٰذا جیسے ہی میں نے ویرانے میں گاڑی روکی تو دوسری گاڑی آگے چلی گئی اور میں کار کا بونٹ اٹھا کر دیکھنے لگا۔ اس دوران پوری ہمت اکٹھی کر کے واپس کار میں آکر پستول پکڑا اور بی بی جی سے کہا کہ بی بی جی مجھے آپ گولی مار دیں ورنہ میں ویسے ہی مر جاؤں گا۔ جب میں نے پستول بی بی جی کو پکڑانے کی کوشش کی تو ایک دم اس بات کے لیے کیونکہ وہ تیار نہیں تھیں، حیران ہوتے ہوئے بلکہ مجھے ڈانٹتے ہوئے بولیں ''یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو اور گاڑی کیوں روکی ہے؟ تم کیا چاہتے اور تمہارا اصل ارادہ کیا ہے۔'' میری اس اچانک حرکت سے بی بی جی حیران، پریشان بلکہ اب غصے میں نظر آرہی تھیں۔ میں بی بی جی کے غصے کو نظر انداز کرتے ہوئے پھر بولا ''بی بی جی آپ مجھے گولی مار دیں۔ میں زندہ نہیں رہنا چاہتا۔'' بی بی پریشانی میں بولی۔ ''اگر تم مرنا چاہتے ہو تو خود کو مار لو۔ میں کیوں تم کو ماروں۔ تم پاگل ہو گئے ہو۔ اصل بات بتاؤ، تم یہ کیوں کر رہے ہو؟ مسئلہ کیا ہے۔ مجھے اصل بات بتاؤ۔'' میں نے شدتِ غم سے رونا شروع کر دیا۔'' بی بی میں جو آپ کے پاس اتنے عرصے سے نوکری کر رہا ہوں، یہ صرف آپ کی محبت اور عشق میں کرتا ہوں۔ میں آپ کو دیکھ کر زندہ ہوں۔ آپ کو دیکھ کر میری زندگی کی سانسیں چلتی ہیں۔ میں آپ

سے بے پناہ عشق کرتا ہوں۔ یہ بات مجھے کھائے جا رہی ہے، اب بھی اگر میں یہ بات آپ کو نہ بتاتا تو شاید میں مر جاتا۔'' میں روتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر اپنی دلی کیفیت اور داستانِ عشق سنا رہا تھا اور بی بی حیرت سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ بی بی جی کے خواب وخیال میں بھی نہیں تھا کہ میں ان کے لیے عشق کا روگ دل میں لیے پھر رہا ہوں۔ جب میں نے اپنی ساری بات کر لی تو بی بی بولی'' بکواس بند کرو اور چلاؤ گاڑی۔ میں تمہارا گھر جا کر فیصلہ کرتی ہوں۔ چلاؤ گاڑی۔'' پروفیسر صاحب آپ کے حکم پر اظہارِ محبت میں نے کر دیا۔ بی بی جی کے کہنے پر میں نے دوبارہ گاڑی چلا دی۔ بی بی کافی دیر مجھے ڈانٹتی رہیں اور پھر چپ ہو گئیں۔

اسی دوران ہم گھر پہنچ گئے۔ ایک دن آرام سے گزر گیا۔ میں سرکار آپ کی پیش گوئی کے انتظار میں تھا۔ اگلے دن بی بی جی نے مجھے کہا کہ رات 12 بجے میرے پاس آنا، میں نے تم سے بات کرنی ہے، لہٰذا میں رات کو ڈرتا ہوا بی بی کے کمرے میں داخل ہوا۔ بی بی جی میری طرف غور سے دیکھتی رہی اور بولی، میں تم کو کل نوکری سے نکال رہی ہوں۔ تم پاگل ہو گئے ہو۔ مجھے تم سے خطرہ ہے۔ میں نظریں جھکائے کھڑا تھا اور ہاں یہ ڈراما تمہیں کس نے بتایا تھا؟ میں آج میں تمہیں گولی ماروں گی۔ بی بی نے پستول نکال لیا اور آ کر میری کنپٹی پر رکھ دیا۔ ماروں گی؟'' ہاں مار دیں، آپ کے ہاتھوں مرنا میری خوش نصیبی ہوگی۔'' چند لمحے میں انتظار کرتا رہا۔ آخر بی بی جی کی آواز آئی'' بیٹھ جاؤ صوفے پر۔'' اب ان کے چہرے پر غصے کے بجائے ہلکی مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔ وہ بولیں'' تم واقعی مجھ سے محبت کرتے ہو۔ تم واقعی میرے لیے مر سکتے ہو۔ تمہیں موت سے ڈر نہیں لگتا۔ کیوں مجھ سے اتنا پیار کرتے ہو۔'' بی بی جی یہ میں بھی نہیں جانتا، بس کرتا ہوں، کیوں کرتا ہوں؟ یہ میرا رب جانتا ہے۔ اب بی بی کا لہجہ نارمل تھا۔ انہوں نے مجھے سمجھانا شروع کر دیا، یہ تم غلط کر رہے ہو۔ میرا تمہارا کوئی جوڑ نہیں اور یہ خیال ہمیشہ کے لیے دل سے نکال دو۔ لیکن میں نے انکار کر دیا کہ بی بی جی یہ میرے بس میں نہیں۔ میں کتنے عرصے سے خود سے جنگ لڑ رہا ہوں لیکن میں بے بس ہو گیا ہوں۔ اس لیے اپنے دل کی بات آپ سے کر دی۔ اس کا مطلب ہے، تم باز نہیں آؤ گے۔ اگر میں تمہیں یہاں گولی ماروں گی تو میرے لیے مسئلہ ہو سکتا ہے۔ ٹھہرو میں تمہیں باہر جا کر گولی ماروں گی اور واپس آ جاؤں گی۔ تم دوسرے کمرے میں ایک گھنٹہ انتظار کرو۔ میں تمہارا آج بندوبست کرتی ہوں۔

میں آ کر دوسرے کمرے میں بیٹھ گیا اور دل میں اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کرنی شروع کر دی۔ آخر ایک گھنٹے بعد بی بی جی نے پھر اندر بلایا اور کہا'' تم اب بھی مرنے کے لیے تیار ہو؟'' تو میں نے کہا'' اب بھی، دس سال بعد بھی، سو سال بعد بھی، قیامت تک صرف آپ سے محبت کروں گا۔'' '' اچھا تم باز نہیں آؤ گے۔ باہر جا کر تم کو گولی مارتی ہوں۔'' میں نے کہا، ٹھیک ہے۔ بی بی جی مجھے غور سے دیکھ رہی تھیں۔ بولی، چلو اگر تم مجھ سے اتنا ہی پیار کرتے ہو تو آؤ اپنی ہوس پوری کر لو۔ جو میرے ساتھ کرنا ہے۔ کر لو۔ شاید تم کو سکون مل جائے۔ میں بولا'' نہ بی بی جی نا، کبھی یہ بات سوچنا بھی نہ۔ میں گناہ آپ کے ساتھ سوچ بھی نہیں سکتا۔'' بی بی نے بعد میں بتایا کہ اگر تم میرے ساتھ برائی کرنے کی کوشش کرتے تو میں نے واقعی تمہیں گولی مار دینی تھی، میں صرف تمہیں آزما رہی تھی۔ '' تو تم کیا چاہتے ہو؟'' '' میں آپ کے ساتھ شادی کرنا چاہتا



ہوں، میں گناہ کبھی بھی نہیں کروں گا۔'' میری یہ بات سن کر بی بی جی نے مجھے گلے سے لگا لیا اور کہا'' تم واقعی مجھ سے محبت کرتے ہو۔'' اگلے دن انتہائی رازداری اور تنہائی میں میرا اور بی بی جی کا نکاح ہو گیا۔ اس شرط پر کہ یہ بات کسی بھی صورت ظاہر نہیں ہوگی کیونکہ معاشرہ اس بات کو کبھی بھی قبول نہیں کرے گا۔ پروفیسر صاحب! آخر اللہ نے آپ کی دعاؤں سے میری منزل مجھے دے دی۔ وہ ڈرائیور کافی دیر باتیں کرتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں دیدارِ یار کے بعد کے تاثرات تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ متلاشیانِ حق جب روزِ محشر سرکارِ مدینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور خالق کائنات کا دیدار کریں گے تو اس کا عالم کیا ہوگا۔ مجازی عاشق کی خوشی کے بجائے عشقِ حقیقی کے نظارے اور دیدار کی کیفیت کیا ہوگی۔ واہ میرے مولا واہ، تیرا عشق نرالا، تُو بھی نرالا۔

## حکومت کی تبدیلی

ان دنوں میں مری میں ہی تھا بہت سارے لوگ میرے پاس آنا شروع ہو گئے تھے۔ میں رات کو اپنے لان میں چہل قدمی کر رہا تھا کہ لاہور سے پروفیسر عارف صاحب میرے پاس آئے ہوئے تھے جو آج کل لاہور میں ہی رہتے ہیں، سیاست پر کسی کے ساتھ بحث کر رہے تھے دونوں میں جب بحث بہت بڑھ گئی تو میں نے مداخلت کی کہ آپ کیوں بحث کر رہے ہیں۔ اس لیڈر یا پارٹی کی حکومت فلاں تاریخ کے بعد نہیں ہے۔ ابھی اُس تاریخ میں کئی مہینے باقی تھے وہ دونوں شدید حیرت سے مجھے دیکھنے لگے کہ کوئی ایسے حالات نہیں یہ کیسے ہوگا؟ لیکن مجھے یہی معلومات ملیں کہ فلاں تاریخ کے بعد حکومت نہیں چلے گی۔ بعد میں یہ بات پورے شہر میں پھیل گئی اور آخر جب اس تاریخ کو حکومت ختم ہوئی تو پروفیسر صاحب اور میں بھی شدید حیرت میں تھے اور پروفیسر صاحب آج تک میرے پاس آتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ آپ نے کیسے حساب لگایا۔

اُس پیشین گوئی کا مجھے خمیازہ بھی بھگتنا پڑا۔ بہت سارے بااثر لوگ میرے پیچھے پڑ گئے کہ آپ کس بنیاد پر کہتے تھے کہ حکومت نہیں چلے گی لہٰذا اب سیاسی پیشین گوئی سے میں نے توبہ کر لی ہے۔

## اللہ کی رہنمائی

اس میں ذرّہ برابر بھی شک نہیں ہے کہ انسان کچھ چاہتا ہے اور ربّ کائنات کچھ اور میں اور آپ اگر اپنے ماضی پر نظر دوڑائیں تو یہ حقیقت واضح ہے کہ ہم کچھ چاہتے تھے اور ربّ ذوالجلال کچھ اور، ہوتا وہی ہے جو میرا ربّ چاہتا ہے جو ربّ ذوالجلال کا پلان ہوتا ہے اُس کے اسباب اور حالات بنا دیتا ہے۔

میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ میرا دم یا روحانیت کی طرف آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن وہ بار بار معاشرے کو

میری طرف متوجہ کرتا رہا کہ لوگ میری طرف آئیں ایسے واقعات مجھ سے سرزد کرائے کہ لوگ جوق در جوق میری طرف آئیں، میں ایک پُتلی کی طرح وہی کئے جا رہا ہوں جو وہ چاہتا ہے۔

# خوفناک جناتی کیس

ابتدائی دنوں کی بات ہے کہ طالب علم اور بچے کے ٹھیک ہونے کے بعد بہت سارے لوگ میرے پاس آنا شروع ہو گئے تھے۔

مری اور اطراف میں بھی میرے گاؤں کی طرح نہ ماننے والے لوگوں کی اکثریت ہے۔ جب لوگوں نے میری طرف آنا شروع کیا تو یہ نہ ماننے والا گروپ حرکت میں آ گیا۔ یہاں بھی میرے ربّ ذوالجلال نے ہمیشہ کی طرح میری مدد کی اور اسباب پیدا کئے۔ انہی ابتدائی دنوں میں مری کے اطراف میں فیصل نامی لڑکا تھا جس پر آسیب کا سایہ تھا۔ اس کی شہرت انتہائی خوفناک تھی۔ اُس پر جو آسیب یا جنات تھے وہ اتنے طاقتور اور خوفناک تھے کہ بہت سارے عامل اور نام نہاد صوفی ذلیل ہو کر بھاگ چکے تھے۔ جب وہ بچہ بیمار ہوا تو مری کا نامی گرامی عامل جو خود کو عقلِ کُل اور بہت بڑا عامل سمجھتا تھا اُس کا علاج کرنے گیا۔ اُس عامل صاحب نے جیسے ہی اُس بچے کو دم کرنے کی کوشش کی تو جنات نے اُس کا سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کر دیں۔ یہ واقعہ سب کے سامنے ہوا، یہ حقیقی اور سچا واقعہ ہے۔

بہت منت سماجت کے بعد عامل صاحب کی جان چھوٹی تو عامل صاحب نے کہا میرے مرشد کے پاس لے جائیں لہٰذا اس لڑکے کو جو پندرہ سال کا تھا مرشد پاک کے پاس لے گئے۔ مرشد صاحب نے جیسے ہی دم کیا جنات نے مرشد صاحب کو زمین سے تھوڑا اٹھا کر پورا گول چکر دیا۔ مرشد صاحب بھی ڈر گئے انھوں نے اسے آگے بھیج دیا۔ اس طرح یہ لڑکا کئی عاملوں اور بابوں کو ذلیل کر چکا تھا۔ بہت سارے عامل آئے اپنے جوتے اور بیگ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اللہ کی ذات نے اہلِ مری کو میرا بھرپور تعارف کروانا تھا، لہٰذا اب میری باری آئی۔

ایک دن میرے دوست پروفیسر طارق عباسی نے مجھے کہا کہ ہمارے گاؤں میں یہ لڑکا ہے آپ اس کا علاج کر لیں گے؟ میں نے کہا انشاء اللہ، آپ بچہ لے آئیں۔ اس بچے کی شہرت یہ تھی کہ جو بھی اسے دم کرتا تھا اس عامل کے یا بابا جی کے گلے پڑ جاتا تھا اور زمین پر گرا کر اوپر بیٹھ جاتا تھا، لوگ منت سماجت کر کے جان چھڑاتے۔ اُس دن شام کا وقت تھا میں اپنے گھر کے صحن میں بیٹھا تھا اور مری سے کچھ میرے مخالفین آئے ہوئے تھے کہ آپ یہ دم وغیرہ کیوں کرتے ہیں؟ ثابت کریں کہ اسلام کے مطابق ہے۔ ہم یہ کام یہاں نہیں ہونے دیں گے۔ کیونکہ میں مری میں پردیسی تھا لیکن میرے کچھ دوست شیراز صاحب اور فاروق عباسی صاحب میرے پاس بیٹھے میری حمایت کر رہے تھے۔

میں نے مخالفین سے کہا کہ میں تو خود نہیں چاہتا لوگ آ جاتے ہیں میں، دم کر دیتا ہوں۔ مخالفین میرے دوستوں



سے مباحثہ کر رہے تھے کہ وہی فیصل نامی لڑکا کافی لوگوں کے ساتھ آتا نظر آیا، وہ پہاڑی سے نیچے اتر رہے تھے۔ مجھے کہا کہ آج وہی لڑکا آ رہا ہے جو بے شمار بابوں کو ذلیل کر کے بھگا چکا ہے۔ یہ واقعہ مخالفین کے سامنے اللہ کی ذات پلان کے تحت کرنا چاہتی تھی۔

میں فطرتاً نرم مزاج اور صلح جو ہوں، میرے ملنے والے تمام لوگ اس بات سے متفق ہیں کہ بھٹی صاحب کو کبھی ہنستا مسکراہٹ کے ساتھ ہر ایک سے ملتے ہیں۔ لیکن جب بھی ایسا مریض میرے سامنے آتا ہے تو میرے اندر کوئی روح حلول کر جاتی ہے یا کوئی قوت اندر سے بیدار ہو جاتی ہے، میرا وجود جوش و ولولے سے بھر جاتا ہے اور میرا دل چاہتا ہے شیطانی قوتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔ فیصل جیسے ہی میرے قریب آیا بکواس شروع کر دی، پینٹ والے پیر آج تیری خیر نہیں، ماسٹر (پروفیسر) آج تو بھاگے گا۔ اُس پر وحشت طاری تھی وہ پاگلوں کی طرح دیوانہ وار میری طرف آیا کیونکہ میں بھی جوش سے بھرا ہوا تھا وہ میری طرف دوڑا میں اُس کی طرف۔ مجھے لگا جیسے مجھے کوئی قوت اُس کی طرف لے کر جا رہی ہے یہ تماشا بہت سارے لوگ دیکھ رہے تھے مخالفین گروپ بہت خوش تھا کہ آج پروفیسر کی شامت آئی۔

جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے اُسے پکڑا اور اٹھا کر زمین پر مارا اور اُس کے اوپر بیٹھ گیا وہ بھرپور مزاحمت کر رہا تھا۔ ہم دونوں پر وحشت اور جنون طاری تھا۔ میرے اوپر کوئی قوت سوار تھی جو یہ کر رہی تھی۔ آخر کافی مزاحمت کے بعد اس لڑکے نے مزاحمت چھوڑ دی تو میں نے کہا کہ بتاؤ تم کون ہو کیوں اس لڑکے کو تنگ کر رہے ہو، آخر بھرائی ہوئی آواز میں اس آسیب نے بولنا شروع کیا۔

یہ ساری کارروائی بہت سارے لوگ دیکھ رہے تھے جو آج بھی گواہ کے طور پر موجود ہیں۔ یہاں پر مخالف گروپ کا سربراہ بولا کہ یہ سب جھوٹ اور پاگل پن کا دورہ ہے، کوئی جن آسیب نہیں ہے۔ جب اس نے یہ کہا تو میں لڑکے کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا اور اُن صاحب سے کہا کہ اس کو پکڑے۔ اب جیسے ہی اُس صاحب نے لڑکے کو چھوا تو وہ دور جا گرا، اب اس کے ساتھیوں نے مل کر جب لڑکے کو پکڑنے کی کوشش کی تو سب دور جا گرے۔ اب مخالف گروپ خوف زدہ ہو چکا تھا اور دہشت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ ڈر گئے تو میں آگے بڑھا اور پھر اُس پر سوار ہو گیا تو اُس لڑکے نے پھر مزاحمت ترک کر دی۔ اور اب یہاں پر مخالف گروپ نے آخری کوشش کی کہ کوئی ثبوت دیں کہ یہ واقعی جنات ہیں؟ اب وہ بچہ تھا اور آسیب میرے سامنے زیر ہو چکے تھے اور تعاون پر آمادہ تھے وہ بچہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا کیا ثبوت دوں؟ میں نے کہا برآمدے کا بلب روشن کریں۔ اب یہ سب کے سامنے ہوا کہ اک دم بٹن دبنے کی آواز آئی اور بلب روشن ہو گیا اور بٹن کے قریب کوئی نہیں گیا تھا۔ اسی طرح میرے کہنے پر بلب بند کر دیا گیا۔ اگلا ثبوت یہ دیا کہ گلاب کے پھولوں کی خوشبو چاروں طرف پھیل گئی۔ پھر اُس بچے نے مخالفین گروپ کے سربراہ اور اس کے گھر کے بارے میں ذاتی باتیں بتانا شروع کر دیں۔

اب مخالفین ہار مان چکے تھے کہ پروفیسر صاحب یہ واقعی آسیبی کیس ہے اور آپ ہی اس کا علاج کر سکتے ہیں اور کیونکہ آپ مری میں پردیسی ہیں اس لیے آج سے ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔

اب جنات نے معافی مانگی اور کبھی دوبارہ نہ آنے کا وعدہ کیا اور بچے کو چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ تمام منظر وہاں پر موجود لوگ تحسین آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ بچہ ٹھیک ہوگیا۔ میں جتنا عرصہ مری میں رہا وہ اور اُس کی ماں [illegible] میرے پاس آتے رہے اور ہر بار اُس کی ماں میرا شکریہ ادا کرتی رہی۔

اس واقعہ کو یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کیونکہ ربِّ ذوالجلال نے مری میں مجھ سے روحانی کام لینا تھا اس لیے میری مخالفت ختم کرانے کے لیے اللہ نے اس لڑکے کو ٹھیک کر دیا۔ جب یہ لڑکا ٹھیک ہوا تو مری اور اطراف میں یہ بات پھیل گئی کہ فیصل پروفیسر صاحب کے پاس ٹھیک ہوگیا۔ اب وہ سارے مخالفین اور نام نہاد بابے بھی میرے پاس آئے اور بہت سارے شاگردی کی خواہش لے کر آئے اور مری میں میرا ہجوم جب ہزاروں میں چلا گیا تو یہ لوگ [illegible] مدد کرتے۔

اس واقعہ کے بعد مری میں میری مخالفت ختم ہوگئی کیونکہ میں پہلے دن سے آج تک بلا معاوضہ یہ خدمت کرتا ہوں لہٰذا لوگوں میں میری محبت اور مقبولیت بڑھتی چلی گئی۔

اس کے بعد بے شمار واقعات اور مریض آئے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ٹھیک ہوتے گئے۔

## جلالی گونگے لڑکے کا ٹھیک ہونا

مری سے جب ہم لاہور آ گئے تو میرا اور میری بیوی کا ارادہ یہی بنا کہ یہاں پر دم وغیرہ نہیں کرنا نہ ہی ہجوم اکٹھا کرنا ہے۔ کیونکہ مری میں بے پناہ شہرت اور ہزاروں کے مجمع کی وجہ سے ہماری پرسنل لائف تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ نہ میں بازار جا سکتا تھا نہ ہی کسی جگہ کیونکہ میں جہاں جاتا، پروفیسر صاحب آئے ہیں کا شور مچ جاتا یہاں تک کہ ہم اپنے لان میں چائے بھی نہ پی سکتے، کوئی نہ کوئی آ جاتا۔

یہاں پر میں اپنی شریکِ حیات اور بچوں کا ذکر کرتا چلوں کہ میری بے پناہ مصروفیت میں اکثر میری فیملی متاثر ہوتی ہے اپنی فیملی کو ٹائم نہیں دے سکتا۔ مجھے مری کی وہ راتیں یاد ہیں جب شادی کے بعد بھی میں ساری ساری رات مراقبے اور چلّے وظائف کرتا، ترکِ حیوانات اور پرہیزی کھانے، آفرین ہے میری شریکۂ حیات پر کہ میری ہمہ وقت روحانی مصروفیات پر ایک تو وہ کبھی رنجیدہ خاطر نہیں ہوئی، ایک مغربی دانشور کا قول ہے کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا کردار ہوتا ہے اس بات کو اگر میں اپنی زندگی پر منطبق کروں تو یہ نظریہ سو فیصد درست معلوم ہوتا ہے۔ آج روحانیت میں میری جو بھی ترقی ہے اس میں جہاں میری ماں کی دعائیں شاملِ حال ہیں وہاں میرے روحانی سفر میں میری مونس و غمخوار میری رفیقۂ حیات کے مثالی کردار سے صرفِ نظر کرنا میرے لئے ممکن نہیں۔

جب ہم لاہور منتقل ہوئے تو ہمارا یہ ارادہ تھا اور میرے اللہ کا کچھ اور۔ لاہور میرے لیے نیا شہر تھا۔ یہاں پر خاموشی کے چند دن ہی گزرے تھے کہ ایسا واقعہ پیش آیا جس کے بعد رش شروع ہوگیا۔ شاہ صاحب جو مری سے میرا اسامان



[illegible] تھے وہ اپنے اڈے پر سارا دن میرا اشتہار چلاتے، میری تعریفیں اور خوبیاں بیان کرتے، جب شاہ صاحب [illegible] زیادہ ہی تعریفیں کیں تو جو مخالفین تھے انھوں نے جلنا شروع کر دیا کہ شاہ صاحب جھوٹ بولتے ہیں یہ روحانی علاج [illegible] ہوتا۔ شاہ صاحب کے مخالفین نے پلان بنایا کہ شاہ صاحب کے مرشد کو چیک کرتے ہیں کوئی ایسا کیس لے کر [illegible] ہیں جو بہت مشکل ہو اور کسی سے بھی ٹھیک نہ ہوا ہو۔ تو انہیں پتہ چلا کہ شیخوپورہ روڈ پر گاؤں میں ایک ایسا نوجوان گونگا [illegible] اُس کی زبان بند ہے جنات کی وجہ سے کئی سال سے، وہ جنات اُس لڑکے پر قابض ہیں۔ بے شمار نام نہاد عامل اور [illegible] اُس کا علاج کرنے کی ناکام کوشش کر چکے ہیں لیکن ابھی تک تمام کے تمام ناکام ہو چکے ہیں بلکہ بہت سارے بابے [illegible] ہوتے اور بیگ چھوڑ کر بھاگ چکے ہیں۔

اُس لڑکے کو جیسے ہی کوئی صرف دم کرنے کی کوشش کرتا تو وہ لڑکا عامل یا بابے کو گردن سے پکڑ لیتا تھا اور زمین پر [illegible] مارتا تھا۔ لڑکا نوجوان اور طاقتور تھا اگر عامل خود کو چھڑا کر بھاگ بھی پڑتا تو لڑکا پیچھے ہوتا اور وہ عامل آگے آگے۔ یہ [illegible] گاؤں والے کئی بار دیکھ چکے تھے جب بھی کوئی علاج کرنے کی کوشش کرتا تو دس سے پندرہ بندے موجود ہوتے جو عامل [illegible] کی جان چھڑاتے۔

بہت سارے عامل اور بابوں کو بھاری لالچ دے کر بلایا جاتا اور جب وہ کوشش کرتے تو لڑکا ان کے ساتھ [illegible] کرتا۔ اُس لڑکے پر وحشت اور جنون طاری ہو جاتا اور وہ عامل کو پکڑ کر مارتا۔

شاہ صاحب کے مخالفین کو جب یہ پتہ چلا تو وہ بہت خوش ہوئے کہ یہ وہ کیس ہے جس میں شاہ صاحب اور پروفیسر صاحب کو ٹیسٹ کیا جا سکتا ہے۔ وہ لوگ شاہ صاحب کے پاس گئے کہ ہمارا ایک عزیز لڑکا ہے اُس پر بہت خطرناک جنات قابض ہیں اُس کا علاج کئی عامل کرنے کی کوشش کر چکے ہیں افاقہ نہیں ہوا لہٰذا پلیز آپ اپنے پروفیسر صاحب کے پاس لے چلیں۔ شاہ صاحب کو سوشل کام کرنے کا بہت شوق ہے ڈیرہ ہر وقت آباد رہتا ہے لوگوں کی مدد اور مسائل حل کرنا شاہ صاحب کی پرانی عادت ہے۔ یہ سارے زندہ کردار ہیں اور اللہ کے فضل سے [illegible] ہیں، بلکہ اب میرے پاس بھی اُس گونگے بچے کا موبائل نمبر اور ایڈریس لکھا ہے۔ اگر کوئی ان سے ملنا چاہتا ہے تو مل بھی سکتا ہے۔ جن لوگوں کو اس واقعہ پر ذرا بھی شک ہو، وہ ملتان چونگی پر شاہ صاحب اور اُن لوگوں سے رابطہ کر کے تصدیق کر سکتا ہے۔ یہاں میں ایک بات واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ سب میرے ربّ کا کرم تھا اور ہے، یہ سارے لوگ میرے ربّ نے ٹھیک کیے ہیں۔ بعض لوگ ٹھیک نہیں بھی ہوئے اصل میں میرا ربّ میری عزت بڑھاتا چلا جا رہا ہے اور میں تشکر ندامت اور حیرت سے یہ دیکھ رہا ہوں میں صفر ہوں اور میرے ربّ کا کرم خاص، میں جب بھی مشکل میں ہوتا ہوں اُس نے ہمیشہ میری مدد کی۔

میرے لاہور آنے کے بعد میرا ربّ یہاں بھی لوگوں کو میری طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا اس لئے وہ کوئی ایسا کام کرانا چاہتا تھا کہ لوگوں کو میری روحانیت کا پتہ چلے اور شاید ربِّ ذوالجلال اس لڑکے کو اسی لیے میری طرف لا رہا تھا۔

میں دفتر میں کام کر رہا تھا کہ شاہ صاحب کا مجھے فون آیا کہ جناب کدھر ہیں، میں نے کہا شاہ صاحب خیر

ہے نا، شاہ صاحب: ہمیشہ کی طرح ایک لڑکا بیمار ہے اُس کو آپ کے پاس لانا ہے، آپ گھر کب آئیں گے [illegible] آسکیں؟ میں نے کہا چار بجے تک پہنچ جاؤں گا۔ میں جب گھر پہنچا تو شاہ صاحب بیس بندوں کے ساتھ مجمع [illegible] کھڑے تھے۔ میں نے کہا شاہ صاحب خیر ہے یہ بارات کیوں لے کر آئے ہیں، ساتھ ہی میں نے ڈرائنگ روم کھول کر سب کو اندر بٹھا دیا۔

اُس وقت میرے پاس دو روحانیت سیکھنے والے بھی آئے ہوئے تھے اور دعوے دار بھی تھے کہ ہم جنات [illegible] کے سپیشلسٹ ہیں۔

ڈرائنگ روم مردوں سے کھچا کھچ بھر گیا کچھ لوگ بیٹھ گئے کچھ کھڑے تھے۔ میں نے پوچھا لڑکا کون سا [illegible] مجھے بتایا گیا یہ ہے میں نے جب اُس گونگے لڑکے کی طرف دیکھا تو اُس پر وحشت اور جنوں طاری تھا مضبوط، [illegible] اکڑ کر صوفے پر بیٹھا تھا۔ جیسے سب کو کھا جائے گا۔

میں نے شاہ صاحب سے پوچھا اتنے لوگ ساتھ کیوں آئے ہیں تو شاہ صاحب کے بجائے ساتھ آنے والوں میں سے ایک بندے نے بتایا کہ ہم سب آپ کو چھڑانے کے لیے آئے ہیں، جیسے ہی آپ نے اس کو دم کرنا ہے اس [illegible] آپ کو پکڑ لینا ہے اور پھر ہم آپ کو چھڑا لیں گے۔ وہ لوگ ایک قسم کا مجھے ڈرا رہے تھے کے سوچ لیں علاج کرنا ہے کہ [illegible] مختلف عاملوں کی باتیں کیں کہ کس طرح وہ بھاگے اور ہم نے کس طرح اُن بابوں کی جان چھڑائی۔

میرے پوچھنے پر بتایا گیا کہ کئی سال پہلے کس واقعہ کی وجہ سے اس لڑکے کی زبان بند ہوئی اور آج کتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی یہ ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا۔ ہم دربدر بے شمار مزارات اور بابوں کے پاس جا چکے ہیں لیکن افاقہ نہیں ہوا، کون سا در ہے جہاں ہم لوگ نہیں گئے۔ اب شاہ صاحب نے آپ کا بتایا تو آپ کے پاس آ گئے ہیں۔ لڑکے کا [illegible] باپ یہ سب بتا رہا تھا ساتھ آنے والے ایک دوسرے کو اشارے کر رہے تھے اور طنزیہ مسکراہٹ بھی کہ آج پروفیسر صاحب کی خیر نہیں۔ میں نے لڑکے کی طرف دیکھا جو غصے اور وحشت سے مجھے اور سب کو دیکھ رہا تھا۔ میرے پاس جو روحانیت کے دعوے دار بیٹھے تھے میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ جنات نکالنے اور دم کرنے کے ماہر ہیں آپ میں سے کون اس لڑکے کو دم کرے گا؟ دونوں عامل خوفزدہ تھے۔ ڈر اور خوف ان کے چہروں سے عیاں تھا انھوں نے نہ صرف انکار کیا بلکہ مجھے بھی منع کیا کہ آپ بھی یہ کوشش نہ کریں۔ مخالفین نے ہنسنا شروع کر دیا کہ شاہ صاحب آپ کو تو کہا تھا کہ یہ کام کسی کے بس کا نہیں اور نہ ہی پروفیسر صاحب اس کا علاج کر سکتے ہیں۔ اُن کی طنزیہ مسکراہٹ اور گفتگو سن کر مجھے غصہ اور جوش آ گیا، میرے اوپر وہی کیفیت طاری ہونا شروع ہو گئی جو اکثر مختلف اوقات میں ہو جاتی ہے۔ جوش غصہ میرے وجود پر چھا چکا تھا کسی اور قوت کی موجودگی کا احساس بھی، جیسے مجھے کسی قوت نے اپنے حصار میں لے لیا ہو۔

میں نے بھی جنونی کیفیت میں لڑکے کو دیکھا اور اُس کا بازو پکڑ کر کہا کہ آؤ میرے ساتھ۔ میں اُس کو گھسیٹتا ہوا باہر لایا اور ساتھ والے دوسرے کمرے میں لے جا کر بیڈ پر بٹھایا اور انتہائی غصے سے اُس کی طرف دیکھا، اُس نے بھی مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا کہ میری یہ مجال کہ اُس کو دم کروں۔ اُس نے مجھے پکڑنے کی کوشش کی اچانک مجھے لگا اُس



[illegible] نے دبوچ لیا ہے۔ جیسے ہی وہ میری طرف بڑھا مجھے مارنے اور پکڑنے کی کوشش کی اِک دم گرا اور بے ہوش [illegible] اس پر جو چیز یا بیماری تھی اُس نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا جب وہ گرا تو میں نے اُس کا بازو پکڑ کر کہا، اٹھو اور [illegible] وہ حیرت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا اُس کی وحشت، جنون غصہ، اضطراری حالت ختم ہو چکی تھی۔ وہ [illegible] نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ اُس نے بولنا شروع کیا اور [illegible] تمہارے والد کا کیا نام ہے؟ اُس نے وہ بھی بتایا۔ میں نے اُس کو پکڑا اور واپس ڈرائینگ روم میں لے آیا [illegible] لڑکے کو لے کر دوسرے کمرے میں گیا تو ساتھ آئے لوگوں نے شاہ صاحب کو شرمندہ کیا کہ آپ ہمیں کدھر لے [illegible] یہ پینٹ شرٹ والا بابو اس کا علاج نہیں کر سکتا۔ اللہ خیر کرے، خالی کمرے میں پروفیسر صاحب لڑکے کے [illegible] آج پروفیسر صاحب کی خیر نہیں، خالی کمرے میں ان کو چھڑانے والا بھی کوئی نہیں۔ ابھی وہ یہ باتیں کر ہی [illegible] مشکل چند منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ ہم ڈرائنگ روم میں واپس آ گئے۔ مخالف بندوں میں سے ایک بولا [illegible] ؟ اچھا کیا جو پروفیسر صاحب آپ واپس آ گئے، ورنہ ہم تو ڈر ہی رہے تھے کہ اللہ پروفیسر صاحب کی خیر کرے [illegible] مسکرا کر شاہ صاحب کی طرف دیکھا اور کہا شاہ صاحب اتنا مشکل کیس کہ چند منٹ بھی نہیں لگے۔ اور لڑکے کو [illegible] کہ میرے ربّ کے حکم سے بول، بتا کیا نام ہے تیرا؟ اُس نے اپنا اور اپنے والد کا نام بتایا، لڑکا کئی سالوں کے بعد [illegible] اور خوشی سے رو بھی رہا تھا۔

کمرے میں سناٹا طاری تھا۔ ہر کوئی حیرت تجسس اور خوشی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا اور وہ لڑکا بول رہا تھا۔ اس منظر کو [illegible] شاہ صاحب نے خوشی میں میرے نعرے لگانا شروع کر دیے اور آ کر مجھ سے گلے ملے۔ پھر ساتھ آنے والوں کو کہا [illegible] لڑکا ٹھیک ہوا کہ نہیں۔ یہاں میرے اللہ میاں نے مجھ گناہ گار کی عزت رکھی، بلّے بلّے کرا دی۔ مری کی طرح یہاں [illegible] لوگوں کے سامنے یہ واقعہ ہوا تو یہی لوگ اشتہار بن کر پھیل گئے۔

لیکن میں نے لڑکے اور اُس کے والد سے ایک وعدہ لیا کہ آپ نے گاؤں جا کر کسی کو بھی میرا نہیں بتانا کہ میں [illegible] اس کا علاج کیا ہے بلکہ کہنا کہ داتا صاحب گئے وہاں پر ٹھیک ہو گئے۔

کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ یہ پورے علاقے کا مشہور کیس تھا جس نے بھی سننا تھا اُس نے میری طرف آنا تھا اور رش [illegible] برا حال ہونا تھا۔

میں یہاں ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ یہاں بھی میرے سوہنے ربّ نے میری عزت بنائی اور لوگوں کو [illegible] اس بندے کی طرف رجوع کرو، وہ لڑکا شاہدرہ اور کوٹ عبدالمالک میں رکشہ چلاتا ہے اور اب بھی کبھی کبھی مجھے ملنے [illegible] ہے اور کہتا ہے کہ سرکار! لوگ مجھے اور میرے ابو کو پوچھ پوچھ کر تھک گئے ہیں کہ تم نے کس سے علاج کرایا تھا تو میں [illegible] بھی کہتا ہوں کہ نہیں بتانا۔ میں مذاقاً کہتا ہوں اگر تم نے کسی کو بتایا تو تمہارا جن پھر تم پر چھوڑ دوں گا۔ اللہ اُس کو اسی طرح ٹھیک رکھے، آمین۔

قابلِ غور نکتہ یہاں یہ ہے کہ جب بھی میں نے روحانی علاج سے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی میرے اللہ نے واپس

مجھے اسی کام پر لگا دیا۔

## عیسائی نرس کا ٹھیک ہونا اور پادری کی شکست

مری میں میری رہائش کے سامنے ایک کنیڈین پادری رہتا تھا وہ اردو بھی بولتا تھا، پاکستان میں کام کرنے والے مشنری ادارے نے کوٹھی میرے گھر کے سامنے کرائے پر لی ہوئی تھی۔ جب میرے پاس رش بڑھا تو وہ اکثر مجھے کہا کرتا پروفیسر صاحب یہ آپ کیا کرتے ہیں؟ نفسیاتی لوگ آتے ہیں آپ کے پاس ان سے کہا کریں کہ علاج کرالیں کسی ڈاکٹر سے۔ اکثر اُس پادری سے ہلکی پھلکی نوک جھونک ہوتی رہتی تھی۔

ایک دن کا ذکر ہے بہت سارے لوگ آئے ہوئے تھے مری میں بہت سارے کیس آسیبی آتے تھے۔ شاید پہاڑی علاقہ ہے، سیکڑوں مریض آتے اللہ تعالیٰ کی ذات اُن کو شفا دیتی۔

اُس دن ایک عیسائی خاتون اپنی باری پر میرے پاس آئی اور کہنے لگی میری بچی کو جنات ہیں اور میں دربدر کی ٹھوکریں کھا چکی ہوں لیکن شفا کہیں سے نہیں ملی۔ خطرناک بات اُس نے یہ بتائی کہ اس کی بڑی بہن کو بھی یہی بیماری یا آسیب تھا۔ اور بقول اُس کی ماں کے جنات نے اُس کی بڑی بیٹی کو مار دیا ہے۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے مجھے پادری ڈیوڈ صاحب نظر آئے۔

میں نے پادری صاحب کو بلایا کہ پلیز اِدھر آئیں۔ ڈیوڈ صاحب مزاجاً اچھے انسان تھے۔ وہ تمسخرانہ نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے آ گئے۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ لڑکی عیسائی ہے آپ اس کا علاج کریں تو اُس لڑکی کی ماں بولی: ہم ایک ماہ ان کے ہسپتال میں لڑکی کا علاج کرا چکے ہیں بلکہ اپنی بڑی بیٹی کا علاج بھی کرایا تھا، نہ وہ ٹھیک ہوئی نہ ہی یہ ٹھیک ہوئی۔

ڈیوڈ صاحب تھوڑے پریشان نظر آئے کہ یہ عورت تو ان کو ذلیل کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ وہ عورت مجھے کہنے لگی پروفیسر صاحب آپ میری بیٹی کا علاج کریں، میں ڈیوڈ صاحب کے پاس بڑے عرصے آتی رہی ہوں اور عیسائیوں کے ہسپتال میں علاج بھی کرایا لیکن شفا نہیں ہوئی۔

اب یہاں پر اللہ کی ذات پھر اپنا رول ادا کرنے پر آمادہ تھی اور معاشرے کو میرا ایک اور بھرپور تعارف بھی۔ پادری صاحب کہنے لگے یہ ایک ذہنی مریضہ ہے، میں ٹیسٹ کروا کر اس کا علاج کروں گا۔ تو ماں بولی اگر یہ ذہنی مریضہ ہے تو اس کے کپڑے کیوں کٹ جاتے ہیں کپڑوں کو آگ کیوں لگ جاتی ہے، دورے کے وقت بُری بدبو کیوں آتی ہے، دورانِ دورہ جو یہ باتیں کرتی ہے وہ سچی کیوں ہوتی ہیں؟

اُس بچی کی ماں اور پادری صاحب میں کافی بحث ہوئی، پادری صاحب بضد تھے کہ جسمانی مریضہ ہے ماں بضد کہ جناتی ہے۔



ان کی بحث دیکھ کر میرے اوپر ایک خاص کیفیت طاری ہونے لگی جیسے کوئی قوت میرے اندر سے بیدار ہو رہی [illegible] میرے اندر داخل ہو رہی ہے، میرے رگ و پے میں کرنٹ دوڑنا شروع ہو گیا، یہ کیفیت اکثر خاص حالتوں [illegible] اوپر طاری ہوتی ہے۔ میں نے پادری صاحب سے کہا آپ کیا چاہتے ہیں؟ وہ کہنے لگے یہ ڈاکٹری کیس ہے۔ [illegible] کہا آپ کئی مہینوں سے اس کا علاج کر رہے ہیں یہ ٹھیک کیوں نہیں ہو رہی؟ وہ کہنے لگے کچھ عرصہ لگے گا۔ میں نے [illegible] کہنے لگے تین ماہ، میرے اوپر وحشت، جنوں، غصہ اور جلالی کیفیت طاری ہو چکا تھا مجھے لگا شاید کوئی قوت میرے [illegible] طاری ہو چکی ہے میں نے اُس بچی کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا آج کے بعد یہ بچی بے ہوش نہیں ہوگی اور نہ ہی دوائی [illegible] گی یہ آج سے ٹھیک ہے۔

اب یہ منظر بھی سیکڑوں لوگ دیکھ رہے تھے جو اس کو اسلام اور کفر کی جنگ سمجھ رہے تھے، اس کے بعد وہ بچی چلی گئی، میں نے کہا ہفتہ بعد آنا۔

ڈیوڈ صاحب بھی چلے گئے، ہفتہ بعد جب وہ بچی آئی تو اللہ کا شکر تھا ماں بیٹی بہت خوش تھیں میں نے کہا ایک ماہ [illegible] اب ایک ماہ بعد ماں بیٹی آئیں تو الحمدللہ بچی ٹھیک ہو چکی تھی۔ میں نے ڈیوڈ صاحب کو شرمندگی سے بچانے کے [illegible] بلایا۔ اس بچی کی ماں کہنے لگی پادری صاحب چرچ میں ہمیں مل چکے ہیں اور پوچھ چکے ہیں کہ بچی ٹھیک ہوئی ہے یا [illegible] وہ ماں بیٹی میرے مری میں قیام کے دوران اکثر میرے پاس آتیں۔ اس سے مجھے اور دوستوں کو بھی خوشی ہوئی کہ [illegible] ہے۔

بعد میں مجھے پادری صاحب بھی ملتے رہے اور ایک دن عید پر کھیر اور سویاں بھی بنا کر لائے کہ یہ مسلم کک نے [illegible] ہے۔ انھوں نے بھی روحانیت کا مطالعہ شروع کر دیا تھا اور اکثر آ کر گپ شپ لگاتے۔

میرے اللہ نے یہاں بھی میری عزت کی لاج رکھی، واہ ربا! تیرے کھیل نرالے۔

## دھرم ناتھ کا چیلنج

لاہور کے ابتدائی دنوں میں ایک اور مشہور واقعہ پیش آیا جو انتہائی دلچسپ تھا۔

ایک دن میں دفتر میں بیٹھا تھا کہ اچانک مجھے مجتبیٰ شاہ کا فون آیا کہ پروفیسر صاحب آپ کہاں ہیں؟ ہم بہت بڑی مصیبت میں ہیں، میں نے کہا میں دفتر میں ہوں، وہ کہنے لگا سر! میرے ایک دوست جو خود کو بہت بڑے عامل اور بزرگ کہتے ہیں انھوں نے کسی مریض کو دم کیا ہے تو میرے ان عامل دوست کو خون کی قے شروع ہو گئی ہے ہم بہت مشکل میں ہیں اور آپ کے پاس آ رہے ہیں، میں نے کہا جلدی آؤ۔ مجتبیٰ شاہ اور اس کا دوست شدید خوف زدہ تھے۔

بہر حال کچھ دیر بعد مجتبیٰ شاہ اپنے عامل دوست اور مریض کے ساتھ میرے کمرے میں داخل ہوئے عامل صاحب کی حالت خراب تھی۔ ہم نے فوری طور پر عامل صاحب کو ہسپتال بھیجا اور مریض کو میرے سامنے بٹھا دیا گیا۔

مجھے مجتبیٰ شاہ بتانے لگا یہ مریض پچھلے سات سال سے سندھ ڈھرکی کے قریب ہی گاؤں میں ہندو عامل دھرم ناتھ کے پاس تھا۔ دھرم ناتھ نے اس کو بہت سارے اعمال کروائے' کالے جادو' کالی ماتا اور دوسرے کالے جادو اور ارواح کی حاضریاں اور یہ دھرم ناتھ کا خلیفہ بن کر اُس کے پاس رہتا تھا اور لوگوں پر جادو ٹونے کرتا تھا۔

دھرم ناتھ شراب پی کر عمل کرتا تھا۔ ایک دن اُس نے ایک انتہائی نیک بندے پر جب کالے جادو کا برا عمل کیا تو اس کو دکھ ہوا۔ دوسری طرف گھر والوں کا عرصے سے واپسی کا اصرار بھی تھا لہٰذا اس نے دھرم ناتھ سے واپسی کی اجازت مانگی' دھرم ناتھ کو گستاخی کا احساس ہوا اس نے کہا تم جا تو رہے ہو لیکن جب تک تم میرے پاس نہیں آؤ گے تم ٹھیک نہیں ہو گے۔ تمہارا ٹھیک ہونا تو بعد کی بات ہے، جو تم کو دم یا روحانی علاج کی کوشش کرے گا وہ بھی نہیں بچے گا۔

یہ بندہ توبہ کر چکا تھا اور اس کا ضمیر بھی جاگ گیا تھا اس لیے یہ زبردستی چلا آیا اور جب سے واپس آیا، کاروبار کا ستیاناس، صحت خراب، نیند نہیں آتی، جھٹکے لگتے ہیں، حالت خراب، پاگل پن کے دورے بھی، بے شمار لوگوں کے پاس علاج کے لیے جا چکا ہے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ جو دم کرتا ہے اُس کی بھی شامت آ جاتی ہے۔

اب کوئی اس کا علاج بھی نہیں کرتا۔ یہ کئی بار دھرم ناتھ سے معافی مانگ چکا ہے لیکن اُس کی وہی پرانی شرط کہ واپس میرے پاس آؤ تب معافی ملے گی۔

وہ میرے سامنے کرسی پر بیٹھا تھا، شیو بڑھی ہوئی، الجھے بال، چہرے پر وحشت، دہشت اور خوف واضح نظر آ رہا تھا وہ طنزیہ اور معنی خیز ہنسی کے ساتھ مجھے کہنے لگا، پروفیسر صاحب! بہت سارے لوگ کوشش کر چکے ہیں سوچ لیں مجھے جو بھی دم کرتا ہے دو گھنٹے نہیں نکالتا آج تک کوئی میرا علاج نہیں کر سکا اور نہ کوئی کر سکتا ہے۔

دفتر میں موجود لوگ خوفزدہ ہو چکے تھے بلکہ مجھے منع کیا کہ اس کو آپ دم نہ کریں اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ مریض میرے سامنے بیٹھا تھا وہ مجتبیٰ شاہ سے کہنے لگا شاہ صاحب آپ تو بڑے دعوے کرتے یہاں آئے تھے، تمہارے مرشد بھی بھاگ گئے آؤ واپس چلیں، میرے مقدر میں موت ہے اب مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ وہ مریض جانے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا، مجتبیٰ شاہ بھی میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا کہ ہم بیٹھیں یا واپس جائیں۔

اُس مریض کی باتیں سن کر میرے اوپر غصہ، جوش اور جلالی کیفیت طاری ہونے لگی جو اکثر مواقع پر ہو جاتی ہے۔ میں نے مریض سے کہا بیٹھو اس کائنات کا مالک میرا سوہنا ربّ ہے، دھرم ناتھ نہیں' مریض بولا پتہ نہیں ربّ کدھر ہے؟ مجھ پر کرم کیوں نہیں ہو رہا۔

میں بولا میں اپنے سوہنے ربّ کی دی ہوئی طاقت سے اس یقین کے ساتھ تم کو دم کرنے لگا ہوں کہ جس ربّ نے بچپن سے آج تک میرا ساتھ دیا ہر مشکل وقت پر مدد کی وہ آج بھی یقیناً میرے مدد کرے گا' میرے پاس والی کرسی پر بیٹھا وہ حیرت سے میری طرف دیکھتے ہوئے اٹھا اور میرے ساتھ آ کر بیٹھ گیا' پورے کمرے پر خاموشی کی چادر تنی تھی۔ تمام لوگ خوف' تجسس اور حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

میں نے ہمیشہ کی طرح اللہ کا نام لے کر اُس کو دم کر دیا اور انتہائی غصے سے کہا: تم کہتے ہو نا کہ دھرم ناتھ تم کو سزا



دیتا ہے اور ٹھیک نہیں ہونے دیتا اور ہر علاج کرنے والے کو بیمار کر دیتا ہے۔ اگر گیارہ دن کے اندر اندر دھرم ناتھ نے تم سے معافی مانگ لی تو وہ بچ جائے گا ورنہ اُس کی خیر نہیں۔ یہ میرے ربّ ذوالجلال کی زمین ہے دھرم ناتھ کی نہیں۔

میں نے اُس کو دم کیا اور کہا جا کر سامنے بیٹھ جاؤ۔ صبح کے گیارہ بجے کا وقت تھا، مریض بے یقینی اور حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے باقی آئے ہوئے لوگوں کو دیکھنا شروع کر دیا مجھے مکمل یقین تھا کہ ہمیشہ کی طرح میرا سوہنا ربّ ساتھ ہے اور دھرم ناتھ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

وقت گزر رہا تھا، مریض اور باقی لوگ شدت سے دیکھ رہے تھے کہ کیا ہوتا ہے۔ الحمدللہ دو گھنٹے گزر گئے، مریض حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ پروفیسر صاحب آرام سے بیٹھے ہیں۔ میں نے مریض سے کہا دیکھو میرے اللہ نے میری مدد کی اور دو گھنٹے خیریت سے گزر گئے۔ یہاں تک کہ پانچ گھنٹے خیریت سے گزر گئے، میں نے مجتبیٰ شاہ اور مریض سے کہا اب آپ جاؤ اور دھرم ناتھ کی معافی کا انتظار کرو۔ مریض کو کچھ حوصلہ ہو چکا تھا وہ تشکر آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے اٹھا اور سلام کر کے چلا گیا۔

ساتویں دن میرے اللہ کے کرم سے دھرم ناتھ کا فون اُس مریض کو آ گیا کہ بابا ہم کو معاف کرو ہم کبھی تم کو تنگ نہیں کریں گے۔ مریض خوشی خوشی میرے پاس آیا اور شکریہ ادا کرنے لگا۔ آج دھرم ناتھ والے واقعہ کو پانچ سال گزر چکے ہیں اور وہ مریض اللہ کے شکر سے سلامت ہیں۔ میرے اللہ نے ایک بار پھر میری لاج رکھی اور مدد کی۔ اور دھرم ناتھ کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔

## ہندو ماڈل لڑکی کا خدا کو چیلنج

میری روحانی زندگی میں بہت سارے خوفناک کیس آئے ہیں۔ پچھلے صفحات میں دھرم ناتھ کا خدا کو چیلنج۔ آخر اللہ نے اُس کو کیفرِ کردار تک پہنچایا۔

یہ بھی اسی طرح کا واقعہ ہے جب ایک ہندو ماڈل لڑکی جو ٹی وی کی مشہور ماڈل ہے نے خدا کو چیلنج کر دیا۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ میں حسبِ معمول جمعہ کے دن لوگوں سے مل رہا تھا، آستانہ لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ رش اتنا ہوتا ہے کہ سارا دن اور رات صبح 3 بجے تک میں لوگوں کو ملتا ہوں۔ جب سارے لوگ چلے گئے تو میرا قریبی مرید لڑکا میرے پاس آیا اور کہا کہ سرکار (بچے محبت اور عقیدت سے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں) میرے دوست کا بھائی بہت بیمار ہے میں اس کو آپ کے پاس لانا چاہتا ہوں۔ اُس پر کوئی حیدرآباد کا ہندو عامل شدید جادو کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا کیا ہوتا ہے اس کو تو مجھے بتایا گیا کہ انٹرنیٹ پر اس لڑکے کی کسی لڑکی سے دوستی ہوئی جو کراچی میں رہتی ہے اور ہندو ہے۔ یہ لڑکا پہلے سے شادی شدہ تھا۔ لڑکی نے جب دوستی کے بعد شادی کا اصرار کیا تو لڑکا پیچھے ہٹ گیا۔ لڑکی کیونکہ نفسیاتی مریضہ بھی ہے شدید غصے میں اس کے پیچھے پڑ گئی کہ ہر صورت تم کو حاصل کروں گی۔ کیس بہت دلچسپ تھا میں نے کہا کہ صبح اُس لڑکے کو

لے کر میرے دفتر آؤ۔ میرے اللہ کے حکم سے لڑکا ٹھیک ہوگا۔ انشاء اللہ۔

لہٰذا صبح متاثرہ لڑکا میرے پاس لایا گیا۔ لڑکا جوان اور خوبصورت تھا۔ کئی دن سے سویا نہیں تھا۔ شدید خوف اور گھبراہٹ کا شکار تھا۔ بے شمار بابوں، ملنگوں، عاملوں کے پاس جا چکا تھا لیکن علاج نہ ہوا۔ لڑکے کے ساتھ ہو کیا رہا تھا؟ اُس پر اور اُس کی کار پر خون کے چھینٹے پڑتے، گوشت کے ٹکڑے گرتے، گھر میں آگ لگ جاتی، تیز بدبو آتی، کمروں میں دھواں بھر جاتا، کاروبار کا ستیاناس ہو چکا تھا۔ شدید خوف و ہراس میں مبتلا تھا۔ ہر وقت سر اور کندھوں پر بہت بھاری وزن کا احساس بار بار خودکشی کرنے کو دل کرتا۔ بے شمار عاملوں، بابوں کے پاس جا کر ناکام اور مایوس ہو چکا تھا۔ میرے پوچھنے پر اُس نے جو کہانی سنائی وہ اس طرح ہے:

''کہ مجھے شروع سے نیٹ پر Chat کرنے کی عادت تھی۔ بہت ساری لڑکیوں کے ساتھ گپ شپ لگا... اِنہی لڑکیوں میں ایک ٹی وی ماڈل شیلا بھی تھی جو نفسیاتی مریضہ بھی تھی۔ ایک دن گھر سے ناراض ہو کر سمندر پر خودکشی کرنے جا رہی تھی۔ میں نے اُس کو منع کیا، سمجھایا، حوصلہ دیا کیونکہ لڑکی ڈپریشن کا شکار تھی میں نے اُس کو ڈپریشن سے نکالنے کے لیے دن رات اُس کا ساتھ دیا، خیال رکھا اور وعدہ کیا کہ میں تم سے شادی کروں گا تم خودکشی نہ کرو۔ میں تو اُس کو نارمل کرنا چاہ رہا تھا۔ میری توجہ اور کیئر سے وہ میرے بہت قریب آ گئی۔ جبکہ میں مصنوعی محبت کا اظہار کر رہا تھا لیکن مجھے بالکل بھی احساس نہیں تھا کہ بُری طرح میرے پیچھے پڑ جائے گی۔ جب شیلا کا شادی کا اصرار بہت زیادہ بڑھ گیا تو میں نے اُس کو بتا دیا کہ میں تو پہلے سے شادی شدہ ہوں اور میرے دو بچے بھی ہیں تو شروع میں تو بہت غصہ اور ناراض ہوئی لیکن چند دن بعد پھر میرے پیچھے پڑ گئی کہ میں امریکہ کی شہری ہوں ہم شادی کر کے امریکہ چلے جاتے ہیں۔ میں شروع میں ہاں میں ہاں ملاتا رہا لیکن جب شیلا نے بہت زور دیا کہ میں لاہور آ رہی ہوں تم سے شادی کرنے تو میں گھبرا گیا اور اپنے سارے فون نمبرز بند اور تبدیل کر دیئے تا کہ وہ مجھ تک نہ پہنچ سکے لیکن کیونکہ شیلا نفسیاتی مریض تھی انکار سنتے ہی اُس پر جنونی کیفیت طاری ہو جاتی کہ میں نے ہر صورت میں تم کو پانا ہے۔ اُس نے میرا موبائل نمبر ڈھونڈ لیا اور مجھے دھمکیاں دینا شروع کر دیں کہ تم کو ہر صورت میں مجھ سے شادی کرنا ہوگی ورنہ میں تم کو برباد کر دوں گی اور تم میرے علاوہ کسی کے قابل بھی نہیں رہو گے۔

جیسے جیسے میں انکار کرتا ویسے ویسے وہ جنونی اور پاگل ہو جاتی۔ مجھے بے شمار لالچ اور دھمکیاں دیں جب پھر بھی میں نہ مانا تو اُس نے عاملوں، بابوں کی طرف جانا شروع کر دیا۔ کیونکہ شیلا امیر زادی تھی اُس کے پاس پیسے کی کمی نہیں تھی اِس لیے بے دریغ روپیہ خرچ کر رہی تھی کہ ہر صورت میں مجھ سے شادی کر لے۔ میں کئی بار اپنے نمبرز تبدیل کر چکا تھا لیکن پتہ نہیں کیسے ہر بار وہ میرا نمبر ڈھونڈ نکالتی اور کہتی کہ بھاگ لو آخر تم کو میرے پاس آنا ہے۔

اِسی دوران شیلا کی ملاقات راجندر کمار نامی ہندو عامل سے ہوئی۔ شیلا نے اُس کو بھاری رقم دی کہ ہر صورت میں اس لڑکے کو میرے پاس آنا چاہیے۔ اِس ہندو عامل نے انتہائی طاقتور اور خوفناک عمل کیا کہ میری صحت، کاروبار تباہ و برباد ہو گیا، نیند اڑ گئی، جسم پر کالے نشان اور پانی گرنا، پتھر گرنا، خون کے چھینٹے، دھواں اور بدبو اور شدید وزن میرے اُوپر پڑتا۔



میں بھی بے شمار بابوں، عاملوں کے پاس جانا شروع ہو گیا۔ بے شمار بابوں، عاملوں کو بھاری رقمیں دیں لیکن کسی عامل نے میرا علاج نہیں کیا بلکہ حالات دن بدن خراب ہوتے جا رہے ہیں بلکہ بہت سارے عامل تو اب مجھ سے ملتے بھی نہیں کہ تمہارا علاج ہم نہیں کر سکتے۔ اِس دوران میں نے شیلا سے کئی بار معافی مانگی کہ مجھے معاف کر دو لیکن شیلا ہمیشہ مجھے کہتی ہے کہ راجندر کمار بابا جی کا توڑ تم نہیں کر سکتے میرا بھگوان تگڑا ہے۔ تم اپنے خدا سے کہو تم کو بچا سکتا ہے تو بچا لے۔ جاؤ اپنے خدا سے مدد مانگو۔ تم کو آخر میرے پاس آنا ہوگا۔''

یہ ساری باتیں وہ لڑکا سنا رہا تھا۔ جو انتہائی مایوسی اور خوف کا شکار ہو چکا تھا۔ مجھے کہنے لگا ''جناب پروفیسر صاحب اب آپ کے پاس آیا ہوں خدا کے لیے مجھے اُس لڑکی اور ہندو عامل سے بچا لیں۔''

اُس لڑکے کی خوفناک اور دل ہلا دینے والی باتیں سن کر میں بھی شدید حیرت اور تجسس کا شکار ہو چکا تھا۔ اُس کی اِس بات کہ جاؤ اپنے خدا سے کہو تم کو بچا لے میری ساری حسیں بیدار ہو چکی تھیں۔ غصہ اور جلال میرے اوپر بھی طاری ہو رہا تھا۔ میں نے اُس بچے کو حوصلہ دیا کہ میرا رب بہت رحیم و کریم ہے۔ وہ تمہاری اور میری مدد کرے گا۔ میرے اوپر عجیب سی جذبی کیفیت طاری ہو رہی تھی جیسے اس دنیا سے لاتعلق اور آسٹرل ورلڈ میں داخلہ ہو رہا ہے اور مجھے لگا میں روحانی طور پر شہباز قلندر کے دربار پر ہوں۔ میں نے وہاں پر سلام کیا اور راجندر کمار عامل کی شکایت کی کہ آپ کی نگری میں یہ کیا ہو رہا ہے۔ کچھ دیر میں اِسی کیفیت میں رہا اور پھر واپس آ گیا۔ میں بچے سے مخاطب ہوا یہ دھرتی، کائنات، میرے رب کی ہے ابھی اُس کو فون ملاؤ اور اُس سے کہو کہ تم نے جو کرنا ہے وہ کر لو۔ میرا ربّ مجھے بچائے گا اور تیرے ہندو عامل بابے کو سزا دے گا۔ میں نے ''یا رقیب'' پڑھ کر بچے پر دم اور حصار کیا کہ آج سے میرا ربّ تیرا محافظ ہے۔ اب دنیا کا کوئی عامل تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ وہ رحیم، کریم، رقیب اب تیری حفاظت کرے گا۔

لڑکا بُری طرح ڈرا ہوا تھا کہ میں فون نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا چلو کوئی بات نہیں تم آرام سے گھر جاؤ اور آرام کرو اور تین دن بعد میرے پاس آنا۔

اُس لڑکے کی حالت نارمل ہو چکی تھی جیسے منوں وزنی بوجھ اُس کے سر سے اُتر گیا ہو۔ وہ Relaxe اور حوصلے میں نظر آ رہا تھا۔ وہ چلا گیا اور میں نے ربِ ذوالجلال والاکرام سے دُعا کی کہ میرے ربّ ہمیشہ کی طرح میری مدد کر اور اِس بچے کو صحت دے اور اُس ہندو عامل کے شر سے محفوظ رکھ۔ میں آرام سے گھر آ گیا۔ اگلے دن جب صبح دفتر پہنچا تو وہی لڑکا ہشاش بشاش، خوش و خرم کھڑا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی تیزی سے میری طرف دوڑا، جوش اور خوشی سے بتانے لگا کہ جناب بڑے عرصے کے بعد آج میں آرام کی نیند سویا ہوں۔ میرے گھر میں کوئی بدبو، دھواں نہیں اور میرے اوپر وزن بھی نہیں ہے۔ مجھے بھی بہت خوشی ہوئی اور دل و دماغ ہمیشہ کی طرح خدا کے سامنے سجدہ ریز کہ اُس نے ہمیشہ کی طرح اِس بار بھی گنہگار عبداللہ بھٹی کی لاج رکھی۔ میں نے اُس سے کہا کہ جاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اور ''یا رقیب'' کا ورد کرو وہ خوشی خوشی چلا گیا۔ دو دن بعد واپس آیا تو بہت خوش تھا۔ اب وہ حوصلے میں تھا۔ مجھے آتا دیکھ کر دوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا اور خوشی سے بولنے لگا کہ سر آپ کی دعا سے اللہ نے کرم کر دیا ہے۔ رات کو شیلا کا فون آ گیا وہ بہت شرمندہ تھی اور معافی مانگ رہی تھی

کہ میرے باباجی شدید بیمار ہوگئے ہیں اور انہوں نے مجھے کہا ہے کہ اُس لڑکے کو فون کر کے اُس سے معافی مانگو اور [illegible] کے لیے اُس کا پیچھا چھوڑ دو ورنہ ہم دونوں کی زندگی شدید خطرے میں ہے اور ہمارا زندہ رہنا بھی مشکل ہو سکتا ہے۔ [illegible] اب امریکہ جا رہی ہوں اب کبھی تم کو تنگ نہیں کروں گی۔

وہ لڑکا خوشی اور جوش سے یہ ساری بات بتا رہا تھا اور میں ایک بار پھر ربِّ کعبہ کا شکر گزار کہ ہمیشہ کی طرح اُس نے پھر کرم کر دیا۔ آج وہ لڑکا نارمل صحت مند زندگی گزار رہا ہے اور عشقِ الٰہی کا مسافر ہے۔

## مغرور فلمی اداکارہ کی توبہ

اِس میں کوئی شک نہیں کہ سیّد ہم سب کے لیے بہت زیادہ قابلِ احترام ہیں اور میں بھی ہمیشہ یہ [illegible] کرتا ہوں اور بلاشبہ نبی پاک ﷺ کی اولاد ہونا بہت ہی سعادت کی بات ہے۔

لیکن یہاں یہ المیہ ہے کہ بہت سارے لوگ جعلی سیّد اور آلِ نبی کے دعوے دار ہیں اور ان کو بالکل بھی [illegible] کہ اُن کی ذمہ داری کیا ہے اور ان کو معاشرے کے لیے مثالی کردار ہونا چاہیے۔

اِسی طرح کا واقعہ میرے ساتھ پیش آیا۔ میں لاہور میں اپنے دفتر میں کام کر رہا تھا کہ مجھے بتایا گیا کہ [illegible] رکشہ میں دو عورتیں مجھ سے ملنے آئی ہیں۔ اُن میں سے ایک عورت کی حالت بہت خراب ہے۔ وہ آپ کو بلا رہی ہیں [illegible] میں اُس طرف گیا جدھر رکشہ کھڑا تھا۔ جب میں رکشہ کے قریب گیا تو دیکھا کہ ایک انتہائی خوبصورت لڑکی شاندار [illegible] میں ایک عام عورت کے ساتھ کھڑی تھی جو شاید اُس امیرزادی خوبصورت لڑکی کی ملازمہ لگ رہی تھی۔ جب میں [illegible] امیرزادی کو دیکھا تو مجھے وہ مانوس چہرہ لگا کہ شاید میں اُس کو دیکھ یا مل چکا ہوں۔ غور سے دیکھنے پر پتہ چلا کہ یہ تو مشہور [illegible] اداکارہ ہے۔ رکشہ ڈرائیور مجھے بتانے لگا کہ بی بی جی کی ملازمہ ہے اِس پر کسی جن کا سایہ ہے۔ اکثر اِس پر حاضری ہو جاتی ہے اور کسی سے دم کرانے سے ٹھیک ہو جاتی ہے۔ جن باباجی سے ہم دم کراتے تھے وہ آج کل شہر سے باہر گئے ہوئے [illegible] میں ایک دن کسی مریض کو آپ کے پاس لایا تھا کیونکہ فری علاج کرتے ہیں اور لوگ آپ کی تعریف بھی بہت کرتے [illegible] لہٰذا میں اِن کو آپ کے پاس لے آیا ہوں۔

میں جب بھی خواتین کا رحانی علاج کرتا ہوں تو ایک احتیاط کرتا ہوں کہ کسی نہ کسی کو اپنے ساتھ رکھتا ہوں تاکہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو کہ پروفیسر صاحب اکیلی لڑکی کے پاس پتہ نہیں کیا باتیں کر رہے تھے لہٰذا اُس دن بھی میرا اسسٹنٹ میرے ساتھ تھا۔

مریضہ کی حالت خراب تھی۔ میں نے اللہ کا نام لے کر قرآنی آیات پڑھ کر دم کرنا شروع کیا۔ اللہ [illegible] کرم کیا اور مریضہ کی حالت قدرے بہتر ہونا شروع ہوگئی۔ جب اُس کی حالت بہتر ہوگئی تو وہ واپس جانے لگے تو ملازمہ نے اچانک کہا باباجی! میری بی بی جی کو بھی دم کر دیں۔ میں نے ہمدردی میں جیسے ہی اُس کو دم یا پھونک ماری



[illegible] اداکارہ ایک دم بھڑک اُٹھی جیسے میں نے اُس کو گالی یا تھپڑ مارا ہو۔ انتہائی غصے اور جلال میں بولی تم کون ہوتے [illegible] دم کرنے والے، تم جانتے نہیں ہم سیّد ہیں اور خود پیر ہیں۔ تمہاری یہ ہمت اور اوقات کہ تم، ہم کو دم کرو۔ وہ [illegible] اور جلال سے مجھے ڈانٹ رہی تھی۔ میں نے کہا سوری باجی مجھے آپ کی ملازمہ نے کہا تھا اس لیے یہ [illegible] ہوگئی۔ دوبارہ یہ غلطی نہیں کرتا، معاف کر دیں۔ لیکن اُس کا غصہ نرم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ تم ہمیں [illegible] جیسے اس پر کوئی جن یا آسیب سوار ہو۔ وہ بولی ہم تم کو سزا دیں گے، تم سے ہر چیز چھین لیں گے۔ وہ بپھری [illegible] کی طرح میری طرف بڑھی جیسے مجھے کچا کھا جائے گی جبکہ میرا رویہ مسلسل معذرت خواہانہ تھا۔ مجھے احساس تھا [illegible] دفتر میں ہوں بہت سارے لوگ دیکھ بھی رہے ہیں کہیں تماشا نہ بن جائے لیکن وہ اداکارہ مجھے ذلیل کرنے پر [illegible] اور مجھے گالیاں دینا شروع ہوگئی۔

اب اُس کی بکواس حد سے بڑھ گئی تو میرے اوپر مخصوص کیفیت، غصہ طاری ہونا شروع ہوگیا۔

مجھے لگا جیسے وہ میرا گریبان پکڑ کر مجھے مارے گی۔ اُس پر تو شاید پاگل پن کا دورہ پڑ چکا تھا۔

جیسے ہی وہ میرے قریب آئی تو میں نے زوردار بھرائی ہوئی آواز میں اُسے کہا: رک جاؤ، تیری ایسی کی تیسی، [illegible] بی بی اور سیّد زادی پچھلے نو سالوں میں 5 مرد بدل چکی ہو اور 9 ابارشن کرا چکی ہو۔ پچھلے دو سالوں سے فلاں بندے کے ساتھ بغیر نکاح کے رہ رہی ہو اُس نے تم کو Keep بنا کر رکھا ہوا ہے۔ شاید میرا کوئی کشفی یونٹ آن ہو گیا تھا روحانی [illegible] کی طرح اُس کی انفارمیشن میرے اوپر اتر رہی تھی اور میں اُس کے ماں باپ، بہن بھائیوں اور پچھلے سالوں کا [illegible] اور اس کے گندے کرتوت اُس کو بتا رہا تھا اور ساتھ ساتھ کہہ رہا تھا کہ یہ ہے تمہاری پیری فقیری تمہاری نیکی۔ تم ایک [illegible] جلال اور غصہ دکھاتی ہو اور تم کو شیشہ دکھاؤں تم ہو کیا۔ میرے اسسٹنٹ نے پہلی بار مجھے اتنا غصے میں دیکھا۔ وہ [illegible] رہا تھا کہ سر جانے دیں۔ آپ کو تو غصہ آتا ہی نہیں آج کیوں آ گیا؟

میں پھر اداکارہ سے مخاطب ہوا۔ اب بتاؤں تیرے کرتوت کہ تو کتنی نیک ہے اور بغیر نکاح کے کس کس کے ساتھ رہ رہی ہے۔ اُس اداکارہ کا سارا غصہ غرور ختم ہو چکا تھا۔ وہ شاید مجھ سے ڈر گئی تھی وہ جس بندے کے ساتھ آج کل رہ رہی تھی جب میں نے اُس کو بتایا کہ وہ پہلے سے شادی شدہ ہے اور تمہارے ساتھ Time Pass کر رہا [illegible] دوڑ کے میرے قدموں کو چھونے لگی۔ میں تیزی سے پیچھے ہٹا اور کہا دوڑ جاؤ یہاں سے اور دوبارہ کبھی واپس [illegible] تیرے باقی کرتوت بھی بتا دوں گا۔ میرے اوپر مخصوص کیفیت طاری تھی اور میں بولے جا رہا تھا۔ جاؤ واپس اور ہاں جو تمہارا پیر ہے اُس سے میرا پوچھنا وہ تمہیں میرے بارے میں بہتر بتائے گا۔ یہ کہہ کر میں تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

بعد میں مجھے شدت سے شرمندگی کا احساس ہوا کہ مجھے اِس طرح سرعام اُس کے راز افشا نہیں کرنے چاہیے [illegible] لیکن اُس نے مجھے مجبور کیا تھا۔ مجھے دکھ تھا کہ مجھے اُس پر غصہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اسی طرح چند دن گزر گئے۔ میں ایک [illegible] دفتر سے گھر آیا تو میری بیٹی نے دروازہ کھولتے ہی مجھے کہا کہ بابا آپ سے ملنے ایک آنٹی آئی ہیں۔ انہوں نے پاؤں

میں گھنگھرو باندھے ہیں اور وہ کہتی ہیں آپ کے بابا کو ناچ کے دکھانا ہے۔ میں حیرت سے اُچھل پڑا۔ میں جلدی
ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو اندر کا منظر دیکھ کر میں شدید حیران ہوا۔ وہی فلمی اداکارہ سفید ریشمی لباس، بالوں اور بازوؤں
میں سفید موتیئے کے گجرے، فل میک اپ، زیورات سے لدی ہوئی پاؤں میں گھنگھرو باندھ کے بیٹھی میری بیوی سے باتیں
کررہی ہے۔ مجھے دیکھتے ہی تیزی سے میرے پاؤں کی طرف لپکی۔ میں تیزی سے پیچھے ہٹا۔ بی بی یہ گناہ ہے، عبادت اور
سجدے کے لائق صرف میرا ربّ ہے۔ میں تو بہت گنہگار ہوں۔ وہ بولی سرکار مجھے معاف کردیں۔ میں نے اُس دن آپ
کے ساتھ بدتمیزی اور گستاخی کی تھی۔ مجھے معاف کردیں۔ پلیز وہ منتیں کرنے لگی۔ وہ جو مغرور تھی آج عاجز اور مسکین نظر
آرہی تھی۔ میں نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا وہ نارمل نظر آرہی تھی۔ آج سے یہ میری بھابی ہیں۔ میں اِن کو اور آپ کو سلام
کرنے آیا کروں گی۔ اُس کے پاؤں میں جوتے نہیں تھے۔ تمہارے جوتے کدھر ہیں۔ سرکار وہ تو گلی کے باہر ہی اتار
دیئے ہیں۔ مرشد جی کا حکم تھا کہ ننگے پاؤں جانا ہے اور بلھے شاہ کی طرح دھمال ڈال کے پروفیسر صاحب کو منانا ہے۔ میں
حیرت سے اُس کی باتیں سن رہا تھا۔ بی بی میں ایک گنہگار آدمی ہوں اور نہ ہی مجھے ناچ گانے کا شوق ہے بس ٹھیک ہے
میرے دل میں کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے تم کو اُس دن ہی معاف کردیا تھا اب تم اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور اللہ سے
معافی مانگو۔ اُس نے اپنے مرشد کی بہت ساری باتیں بتائی کہ 10 سال پہلے مرشد بابا جی نے میوزک گانے بجانے کو چھوڑ
دیا اور اب ربّ ربّ کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی اللہ رسول کی باتیں بتاتے ہیں۔

## شاہی محلے کا درویش

وہ اپنے مرشد بابا جی کی باتیں بڑی عقیدت اور احترام سے بتا رہی تھی اور میرے اندر بابا جی سے ملنے کا اشتیاق بڑھتا جا رہا تھا اور میرا دل بھی کہہ رہا تھا کہ یقیناً یہ کوئی قربِ الٰہی کا مسافر لگتا ہے جس پر عشقِ الٰہی کا رنگ چڑھ چکا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ توبہ کرکے ربّ ربّ پر لگا ہے۔

میرے پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ بابا جی نے گانا بجانا 10 سال پہلے چھوڑا لیکن وہ نماز اور تہجد پچھلے 30 سال سے پڑھتے ہیں بلکہ 30 سال سے انہوں نے کبھی بھی تہجد قضا نہیں کی۔ ساری ساری رات ذکرِ الٰہی میں گزار دیتے ہیں اور قرآن پاک سے بہت عشق کرتے ہیں۔

میرا غ۔۔ہ سرد ہو چکا تھا اور اب بابا جی سے ملنے کا اشتیاق بہت بڑھ گیا تھا۔ لہٰذا میں نے بابا جی سے ملنے کی درخواست کی تو وہ بولی کہ بابا جی جمعرات کی رات داتا صاحب حاضری کے بعد آپ سے مل سکتے ہیں۔ باقی دنوں میں اُن کا پتہ نہیں ہوتا وہ کہاں یا کدھر ہیں۔ پہلے وہ شاہی محلے میں رہتے تھے آج کل وہ وہاں نہیں رہتے کسی مزار پر رہتے ہیں۔ وہاں اُن سے ملاقات ہو سکتی ہے۔

لہٰذا میں نے اُس سے فون نمبر لیا تاکہ بابا جی سے ملا جا سکے۔ جمعرات کو مجھے اداکارہ کا فون آیا کہ



بابا جی داتا دربار آ گئے ہیں۔ میں نے آپ کی خواہش کا بتایا تو وہ بہت خوش ہوئے اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا میں فوراً اُس کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچ گیا۔ شہر کے ایک قبرستان کے ساتھ کسی بزرگ کے مزار کے ساتھ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا وہ اداکارہ مجھے باہر ہی مل گئی۔ ادب و احترام سے مجھے سلام کیا اور اُس کمرے کی طرف لے گئی۔

پرانے، بوسیدہ اور خستہ حال کمرے میں ہم داخل ہوئے۔ اندر بہت بوڑھے اور کمزور بابا جی جن کی عمر 100 سال یا زیادہ ہوگی لیٹے ہوئے تھے۔ دو نوجوان لڑکے اُن کو دبا رہے تھے۔ اداکارہ بولی بابا جی پروفیسر صاحب آئے ہیں۔ بابا جی فوری اٹھ کر بہت محبت اور پیار سے ملے اور ہم کو بھی اپنی بوسیدہ اور پرانی چٹائی پر بٹھا دیا۔ بابا جی بہت کمزور اور بوڑھے تھے۔ داڑھی اور سر کے بال بہت لمبے تھے۔ لگ رہا تھا کہ بابا جی نے عرصہ سے اپنی پرواہ نہیں کی اور خود کو فطرت کے ہاتھوں میں دے رکھا ہے۔ جب بابا جی نے مجھے گلے سے لگایا تو مجھے بہت فرحت کا احساس ہوا اور ایک مخصوص خوشبو کا احساس ہوا۔ بابا جی کے کمرے میں بہت سارے قرآن پاک کے نسخے موجود تھے جو مختلف سائز کے تھے۔ کوئی چھوٹا قرآن مجید کوئی بڑا۔ بابا جی کی شاید Hobby تھی ہر طرح کے قرآن مجید اکٹھا کرنے کی۔ بابا جی بتانے لگے میرا ایک ہی شوق ہے قرآن مجید اکٹھے کرنا۔ مجھے جہاں بھی کوئی قرآن مجید نظر آتا ہے میں لے آتا ہوں۔ جب سوہنے ربّ سے عشق ہے تو پھر اس کے کلام سے بھی تو عشق ہونا چاہیے۔ میں جب بھی اداس ہوتا ہوں تو ان قرآن مجید کی صفائی کرنا شروع کر دیتا ہوں۔ اِن کو دیکھنا شروع ہو جاتا ہوں۔ یہی میرا کام اور یہی میرا عشق ہے۔ اس کے ساتھ ہی بابا جی نے مجھے مختلف قسم کے قرآن مجید دکھانا شروع کر دیئے۔ بابا جی جس شوق، محبت اور عقیدت سے مجھے قرآن مجید دکھا رہے تھے تو مجھے شرم اور ندامت ہو رہی تھی کہ جس احترام اور محبت سے بابا جی مجھے قرآن پاک دکھا رہے تھے میرے اندر یہ احترام کا جذبہ کیوں نہیں ہے۔ بابا جی کتنے عرصے سے تہجد پڑھ رہے ہیں۔ یہ بھی اللہ کا ان پر خاص کرم اور احسان تھا۔

بابا جی نے مجھے چائے بھی پلائی۔ میں نے بابا جی کی جھوٹی چائے پی جس کا بہت مزہ آیا۔

میں کافی دیر بابا جی کے پاس بیٹھا رہا۔ اُن کو دباتا بھی رہا اور ان کی باتیں سنتا بھی رہا۔ میرا دل کر رہا تھا کہ کبھی یہاں سے نہ جاؤں اور بابا جی کے پاس ہی رہوں۔ آخر کافی دیر کے بعد میں نے بابا جی سے اجازت چاہی اور واپسی کا سفر شروع کیا۔ کافی عرصے بعد کسی صاحبِ عمل اور نیک بزرگ کی صحبت نصیب ہوئی۔

نیک بزرگ کی ایک نشانی یہ بھی ہوتی ہے کہ آپ کا دل اٹھنے کو نہ کرے اور بار بار اُس بزرگ کے پاس جانے کو دل کرے۔

وہ اداکارہ کافی عرصہ میرے گھر اور دفتر آتی رہی۔ جوتے ہمیشہ باہر اتار کے آتی۔ چند سال پہلے وہ شاید کراچی چلی گئی۔

میرا ربّ کتنا رحیم و کریم ہے۔ جس کو چاہتا ہے اپنا بنا لیتا ہے۔ اپنا عشق عطا کرتا ہے اور سرور و مستی بھی عطا کرتا ہے

کیونکہ جس کو بھی عشقِ الٰہی کا نشہ اور سُرور چڑھ جائے وہ پھر کسی اور کام کا نہیں رہتا۔ وہ شب و روز عشقِ الٰہی کے نشے اور سرور میں ڈوبا رہتا ہے۔

## اعلیٰ سرکاری آفیسر کو جھٹکا

میں جب روحانیت میں نہیں آیا تھا تو یہ سمجھتا تھا کہ روحانیت تصوف کو ماننے والے زیادہ تر دیہات میں رہتے ہیں یا ان پڑھ لوگوں کا شوق ہے لیکن جب بہت سارے لوگ میرے پاس آنا شروع ہوئے تو میرا یہ گمان غلط نکلا کہ کم پڑھا لکھا طبقہ بہت زیادہ روحانیت کو ماننے والا ہے کیونکہ پیروں، فقیروں کے پاس معاشرے کے تمام مکتبہ فکر کے لوگ آتے ہیں جن میں اعلیٰ سرکاری افسران بھی موجود ہوتے ہیں۔ ان سرکاری افسروں میں بھی دو طبقات ہیں۔ پہلا طبقہ تو روحانیت پر یقین رکھتا ہے، وہ سرِعام مزاروں، پیروں، فقیروں کے پاس حاضری دیتا ہے اور سب کے سامنے عقیدت کا اظہار بھی کرتا ہے جبکہ دوسرا طبقہ ایسا ہے جو روحانیت پر یقین تو کرتا ہے لیکن کیونکہ یہ اعلیٰ طبقہ خود کو بہت سپیشل سمجھتا ہے یہ لوگ ہر جگہ پروٹوکول کے ساتھ جاتے ہیں اس لیے آستانوں اور روحانی لوگوں کے پاس بھی پروٹوکول کے ساتھ ہی جانا پسند کرتے ہیں کیونکہ میرے آستانے پر بہت زیادہ رش ہوتا ہے، اس لیے ان کو مشکل پیش آتی ہے۔ یہ پوری کوشش کرتے ہیں کہ رش والے دن کے بجائے کسی اور دن ملاقات کی جائے۔ اب یہاں جو واقعہ میں بیان کرنے جا رہا ہوں وہ بھی ایسا ہی ہے۔ یہ سرکاری افسر مزاجاً شریف النفس اور اچھے اخلاق کے مالک تھے لیکن ان دنوں وہ جس سیٹ پر کام کر رہے تھے وہ خصوصی نوعیت کی تھی۔ اس لیے وہ میرے پاس رش میں آنے سے گریزاں تھے لیکن ان کی بیوی انہیں زبردستی پکڑ کر لے آئی۔ اپنی باری پر جب یہ میرے سامنے آ کر بیٹھے تو کچھ شرمائے اور گھبرائے لگ رہے تھے۔ ان کی بیوی نے کہا کہ میرے میاں اپنی جاب پرابلم کی وجہ سے کئی دن سے سو نہیں رہے۔ جاب میں ان کے بہت سارے لوگ مخالف ہیں یا ان کی پوزیشن سے جلتے ہیں۔ آپ پروفیسر صاحب یہ دیکھ کر بتائیں کہ ان کو نیند کیوں نہیں آتی؟ اور یہ کئی دنوں سے مضطرب کیوں رہتے ہیں۔ ان کو کسی نے جادو تو نہیں کر دیا۔ کون لوگ ہیں جو ان کی صحت اور نوکری کے پیچھے پڑے ہیں؟ کیونکہ خواتین ہر معاملے کی ناکامی، پریشانی کو گھما پھرا کر جادو ٹونے کی طرف لے جاتی ہیں اس لیے یہ بی بی بھی اس خدشے کا اظہار کر رہی تھیں۔ جب میں نے ان کو غور سے دیکھا تو مجھے واقعی ان میں کوئی گڑبڑ لگ رہی تھی، لہٰذا میں نے پوری توجہ اور یکسوئی سے ان پر فوکس کیا تو اچانک مجھے انفرمیشن آنی شروع ہو گئی جو ایک خاص حالت میں آتی ہے۔ اب میں الرٹ ہو کر اطلاعات کو دیکھنے اور پرکھنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں اطلاعات بہت زیادہ واضح اور مکمل آنی شروع ہو گئیں۔ میں نے بار بار دیکھا تو مجھے ایک ہی خیال بار بار آ رہا تھا کہ ان کے سینے میں خوراک والی نالی کے ساتھ کوئی گلٹی بنی ہوئی ہے جو ابھر کر بڑی ہو رہی ہے اور کسی حد تک خوراک کی نالی کو تنگ کرنا یا دبانا شروع ہو گئی ہے۔ یہ گلٹی کینسر کی لگ رہی تھی جو ابھی تو اس سٹیج پر ہے کہ نکال دی جائے تو نقصان یا خطرہ نہیں ہو گا لیکن اگر ایک ہفتہ بھی لیٹ ہو گئے تو جسم کے باقی حصوں کی طرف بھی جا



سکتی ہے۔ تھوڑے دنوں میں ہی یہ جسم کے اہم حصوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی تو پھر آپریشن کرنا یا اس کو نکالنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ ابھی تک گلٹی خطرناک زون میں داخل نہیں ہوئی تھی۔ اب کیونکہ یہ خیال مجھے بار بار آ رہا تھا اس لیے اس خیال کو نظرانداز کرنا ممکن نہ تھا، لہٰذا میں نے بار بار چیک کرنے کے بعد ڈرتے ڈرتے صاحب جی سے کہا کہ میرے خیال میں آپ کے سینے میں اس مقام پر کوئی ایسی گلٹی ہے۔ میں نے ہاتھ لگا کر بتایا یا جو آپ کے لیے آگے جا کر خطرناک ہو سکتی ہے۔ یہ جو ان کو سوتے نہیں ہیں، یہ کوئی جادو وغیرہ نہیں ہے بلکہ ان کے سینے میں کوئی زہریلی چیز بن رہی ہے۔ آپ پلیز ابھی جا کر اس کا الٹرا ساؤنڈ کروائیں اور دیکھیں، یہ کیا ہے۔ اگر ڈاکٹر آپریشن کا کہیں تو ایک منٹ بھی دیر نہ کیجیے گا۔ فوری آپریشن کروائیے گا کیونکہ مجھے آپریشن کا کہا گیا ہے۔ دونوں میاں بیوی حیرت اور پریشانی سے میرا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ وہ دونوں مجھ سے اتفاق کرتے ہوئے چلے گئے۔ اگلے دن ہی مجھے ان کا فون آیا کہ پروفیسر صاحب آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے۔ واقعی میرے سینے میں گلٹی ہے۔ ڈاکٹروں نے اس کو فوری طور پر نکالنے کا مشورہ دیا ہے، لہٰذا میں آج ہسپتال داخل ہو گیا ہوں۔ چند دنوں میں ہی ان کا آپریشن ہو گیا۔ ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق اگر چند دن اور آپریشن نہ ہوتا تو اس کینسر نے لاعلاج بیماری کا روپ دھار لینا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوا ہے جو آپ ٹائم پر آ گئے اور آپریشن کامیاب رہا۔ وہ چند دن ہسپتال رہنے کے بعد گھر شفٹ ہو گئے اور مکمل تندرست ہونے کے بعد مجھے ملنے بھی آئے۔ وہ بہت خوش، حیران اور تجسس میں تھے کہ پروفیسر صاحب آپ کو اس گلٹی کا اور جگہ کہ یہاں پر ہے، کیسے پتہ چل گیا۔ میں کبھی بھی آپ کے پاس نہ آتا، اللہ نے کس طرح بہانہ بنایا۔ میں اپنے کسی عزیز سے ملنے آپ کی گلی میں آیا ہوا تھا، رش دیکھا تو اپنے عزیز سے پوچھا تو اس نے آپ کی بہت تعریف کی اور ہم آپ کے پاس آ گئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ راستہ دکھا دیا۔ وہ بہت ساری باتیں اور شکریہ ادا کر کے چلے گئے۔ آج اس واقعہ کو سات سال گزر چکے ہیں، وہ اکثر اس واقعہ کا اظہار اپنے دوستوں سے کرتے ہیں کہ کس طرح اتفاقاً میں پروفیسر صاحب کے پاس، پھر ڈاکٹر کے پاس گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک جان لیوا بیماری سے بچا لیا۔ اور میں خود بھی جب اس واقعہ کے بارے میں سوچتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے میری اور مریض کی مدد کی۔ کون کہتا ہے کہ اللہ نظر نہیں آتا، وہ تو ہر جگہ ہر وقت نظر آتا ہے، آپ دیکھنے والے تو بنیں۔

## زانی شخص کی توبہ

کوہ مری کیونکہ صحت افزا اور سیاحتی مقام ہے اور پوری دنیا کے لوگ سیر و سیاحت اور چھٹیاں گزارنے مری آتے ہیں۔ مری آنے والوں میں کچھ لوگ ایسے بھی آتے ہیں جو عیاشی اور زنا کے لیے آتے ہیں۔ میں جتنا عرصہ بھی مری رہا ہوں ماشاءاللہ دعا کرتا رہا میرے اللہ پاک اتنی خوبصورت جگہ جو جنت کا ٹکڑا معلوم ہوتی ہے مجھے یہاں پر نبی پاکؐ، مولا علی سرکارؓ کی زیارت، فقیری اور تیرا عشق، قرب، سرور، مستی اور سب کچھ ملا مجھے اس جگہ سے بہت پیار ہے لیکن مری کے ہوٹلوں میں

بدکاری، عیاشی اور زنا کا بازار گرم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِن لوگوں کو راہِ راست پر لا۔ جو لوگ سیر کے لیے مری آتے اور ہمارے کالج کی طرف آتے اور جب ہزاروں لوگوں کا مجمع دیکھتے تو ملنے آ جاتے اور اللہ کی توفیق سے میں نے بے شمار ایسے عیاش لوگوں کو توبہ کرائی، سمجھایا اور اللہ نے اُن کے دلوں کو تبدیل بھی کیا۔ ایسے بہت سارے لوگ مجھے آج بھی ملتے ہیں اور میرا اور اللہ پاک کا شکر ادا کرتے ہیں کہ آپ کی توجہ اور دعا سے ہم نے دوبارہ بدکاری نہیں کی۔ یہ واقعہ بھی ان میں سے ایک ہے۔

اُس دن بھی میں حسبِ معمول کلاس پڑھا کر دھوپ میں بیٹھا سورج کی حرارت کو Enjoy کر رہا تھا کیونکہ مری میں دھوپ کم کم ہی نکلتی ہے۔ اچانک ایک بڑی مہنگی پجارو آ کر رکی اور تین نوجوان گاڑی سے نیچے اترے۔ تینوں نے شاندار کپڑے، گلے میں سونے کی چینیں اور مہنگی گھڑیاں پہنی ہوئی تھیں۔ یعنی دیکھنے میں ہی امیرزادے لگ رہے تھے۔ ان کی چال اور اطوار سے غرور اور تکبر نظر آ رہا تھا کہ جیسے پوری دنیا میں اُن کا ثانی کوئی نہیں۔ ایسے مغرور لوگوں کو دیکھ کر مجھے غصہ آ جاتا ہے کیونکہ آج تک اِس روئے زمین پر جس نے بھی غرور، تکبر کیا میرے اللہ پاک نے اُس کو نشانِ عبرت بنا دیا۔ ایسے لوگوں سے میں ہمیشہ گریز کرتا ہوں، نظرانداز کرتا ہوں اور میری خواہش ہوتی ہے کہ یہ جلدی چلے جائیں۔

جب وہ میرے پاس آئے تو میری طرف یوں دیکھ رہے تھے کہ یہ کون لڑکا سا ہے اور ہم کس کے پاس آ گئے ہیں۔ بولے جناب پروفیسر صاحب ہمیں آپ سے کام ہے اور آپ جتنے پیسے بھی کہیں گے آپ کو مل جائیں گے۔ آپ صرف ہمارا کام کردیں، آپ کو راضی کردیں گے۔ یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جب کوئی امیرزادہ یا کوئی بڑا عہدیدار اپنے غرور میں ملتا ہے تو میرا دماغ بھی گھوم جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ کے کرم سے پہلے دن سے آج تک الحمدللہ کسی سے بھی میں نے کوئی لالچ یا پیسے نہیں لیے اِس کے گواہ وہ تمام لوگ ہیں جو پچھلے کئی سالوں سے میرے پاس آتے ہیں۔ یہ بھی اللہ کا کرم ہے کہ اُس نے مجھے لالچ اور طمع سے دور رکھا۔

ان کا تکبرانہ مزاج دیکھ کر میں نے کہا میں مصروف ہوں نہیں مل سکتا اور نہ ہی آپ کا کام کروں گا، واپس جاؤ کسی اور سے اپنا کام کرالو میں نہیں کروں گا۔ میرے انکار کو انہوں نے توہینِ اعظم سمجھا۔ وہ شاید مجھے روایتی عامل یا پیر سمجھ رہے تھے۔ انہوں نے پھر مجھے خطیر معاوضے کی ترغیب دی۔ جناب آپ جتنے پیسے کہیں گے ہم دیں گے۔ میں بار بار انکار اور وہ بار بار ضد کر رہے تھے کہ آپ ہر صورت ہمارا کام کریں۔ کام ان کا یہ تھا کہ اُن کا کیمرہ چوری ہو گیا تھا۔ وہ امیرزادے تھے مسئلہ کیمرے کا نہیں تھا مسئلہ یہ تھا کہ پورے وزٹ یعنی سیر کی تصویریں بھی اُس کیمرے میں تھیں جو اُن کے لیے بہت قیمتی تھیں اور یہ بھی خطرہ کہ کوئی ان تصویروں کو دیکھ نہ لے۔ وہ ہر صورت میں تصویریں واپس لینا چاہتے تھے۔ کیمرہ اور تصویریں ان کے لیے زندگی، موت کا مسئلہ بن گئی تھیں۔ کیونکہ یہ عیاشی کے لیے لڑکیوں کو ساتھ لائے تھے جو اکثر مری آنے والے کرتے ہیں۔ اِن تینوں میں جو بڑا اور نمایاں تھا وہ شادی شدہ بھی تھا اور اُسے خوف تھا کہ کوئی کیمرہ اور تصویریں اس کی بیوی کو نہ دکھا دے۔ پہلے تو وہ میری منتیں کرتا رہا۔ جب میں نے لفٹ نہ کرائی اور اٹھ کر کالج کے اندر جانے لگا تو اس نے بدتمیزی کی کہ پروفیسر صاحب سیدھی طرح کہو کہ ڈرامہ باز ہو بتا نہیں سکتے۔ میں نے کہا ہاں میں ڈرامے باز ہوں، تو تم کیوں



...و میرے پاس، اپنا اور میرا وقت کیوں برباد کر رہے ہو؟ میں یہ کہہ کر کالج کے اندر جانے لگا تو اُس نے پھر بدتمیزی ... میں مڑا اور بولا او بے شرم بے غیرت تمہاری جان نکلی ہوئی ہے کہ بیوی کو پتہ نہ چل جائے۔ جس ربّ پاک نے تمہیں ... شہرت، دولت اور صحت دی اُس کی تمہیں کوئی پروا نہیں ہے۔ بے شرم آدمی جس لڑکی کے تم عاشق ہو جس کی وجہ سے تم ... وی سے بے وفائی کر رہے ہو، وہ کیمرہ اُسی کے پاس ہے وہ اب تم کو بلیک میل کرے گی، تم سے گھر اپنے نام اور بینک ... دینے کو کہے گی۔ جس کمرے میں تم ٹھہرے ہو، دو کمرے چھوڑ کر اُس کا اصل عاشق ٹھہرا ہوا ہے۔ وہ کیمرہ اب اُس کے پاس ہے جاؤ تلاشی لو مل جائے گا، اگر مل جائے تو توبہ ضرور کرنا۔ بے وفا لوگوں کے لیے اپنی وفادار بیوی سے بے وفائی کر رہے ہو، جاؤ بھاگ جاؤ یہاں سے اور دوبارہ کبھی مجھے اپنی شکل نہ دکھانا مجھے گھن آتی ہے تم جیسے شرابی، زانی لوگوں سے مل کر۔ کیوں وقت برباد کرتے ہو دفع ہو جاؤ۔ وہ اور اس کے دونوں ساتھی حیرت اور بے یقینی سے میری باتیں سن رہے تھے۔ میں یہ کہہ کر کلاس پڑھانے، کلاس روم میں چلا گیا۔ میرے اندر جانے کے بعد وہ تینوں حیران پریشان واپس ہوٹل چلے گئے اور جا کر جب انہوں نے اُس کمرے کی تلاشی لی تو اللہ پاک کے کرم سے وہ کیمرہ اور تصویریں واپس مل گئیں اور جب اس لڑکی پر سختی کی گئی تو وہ بھی ڈر گئی اور اُس نے اپنے جرم اور بے وفائی کا اقرار بھی کیا کہ میں نے لالچ کی وجہ سے یہ سب کیا ہے۔

میں کلاس روم میں ہی تھا کہ نائب قاصد نے آ کر بتایا کہ سر وہ تینوں امیرزادے پھر آ گئے ہیں اور آپ سے ملنا اور معافی مانگنے آئے ہیں۔ میں نے کہا اُنہیں کہو معاف کیا اور جاؤ میں نہیں ملنا چاہتا۔ لیکن وہ بیٹھے رہے۔ میں جب فارغ ہو کر باہر آیا تو تینوں اور وہ جوان کا لیڈر تھا تیزی سے میری طرف بڑھے اور زاروقطار رونا شروع کر دیا۔ میرے گلے لگ کر خوب روئے جا رہے تھے۔ وہ ڈر چکے تھے اور اللہ نے توبہ کرا دی تھی، وہ اتنا زاروقطار رو رہے تھے کہ چپ کرانا مشکل ہو گیا۔

میں نے ان کو سمجھایا کہ اللہ پاک نے آپ لوگوں پر کتنا کرم کیا ہوا ہے اور آپ شکر کے بجائے بغاوت پر اُترے ہوئے ہیں۔ وہ اور رونے لگ گئے۔ آخر بڑی مشکلوں سے وہ چپ ہوئے اور کہا پروفیسر صاحب ہم لڑکیوں کو ہوٹل میں ہی چھوڑ آئے ہیں اور ہم یہاں سے اب ہوٹل کے بجائے واپس اپنے گھروں کو جا رہے ہیں۔ وہ امیرزادے روتے ہوئے واپس اپنے گھروں کو چلے گئے۔ میرے اللہ نے اُن کو برائی اور گناہ سے نکال کر سیدھے راستے پر لگا دیا۔ اِس طرح کے اور بھی کئی جوڑے مری آئے جن کو اللہ نے راہِ راست پر لگا دیا۔

# ڈی ایس پی کی انوکھی سزا

ویسے تو میری زندگی میں ایسے بے شمار کیس ہیں جو عجیب و غریب تھے لیکن یہ کیس اپنی نوعیت کا انوکھا کیس تھا۔ میں اپنے دفتر میں موجود تھا کہ مجھے نمبردار اسلم صاحب کا فون آیا کہ جناب آپ کدھر ہیں، میں ایک مریض لانا چاہتا ہوں،

مریض کی حالت ٹھیک نہیں۔ میرا نمبردار صاحب کے ساتھ پرانا پیار کا تعلق ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ایک DSP صاحب ہیں اُن پر جنات قابض ہیں اور سزا بہت ہی حیرت انگیز اور باعثِ عبرت ہے کہ DSP صاحب کو جنات اکثر مارتے زیادہ تر منہ پر طمانچے مارتے ہیں اور سونے نہیں دیتے۔ مجھے شدید حیرت اور دل چسپی پیدا ہوئی کہ یہ کیا سزا ہے؟ نوعیت کا انوکھا اور الگ ہی کیس تھا، میں نے کہا جلدی لے کر آئیں۔

نمبردار صاحب DSP کو لے کر میرے سامنے آئے جو انتہائی خوفزدہ تھے، ساتھ میں دو سپاہی تھے۔ وہ بھی ڈرے ہوئے تھے۔ میں نے اُن سے خوف کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگے جب DSP صاحب کو مار پڑ رہی ہوتی ہے تو ہم کوئی بات کر دیں تو ہماری شامت آ جاتی ہے اور وہ ہمیں مارنے لگتے ہیں۔

خطرناک بات یہ تھی کہ جب بھی DSP صاحب کسی سے اپنا علاج کرانے گئے مار میں شدت آ جاتی اور عامل کو بھی مار پڑتی۔ کیس اتنا مشہور تھا کہ عامل حضرات DSP صاحب کو دم کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ DSP صاحب نے مجھے بھی خطرناک نتائج سے آگاہ کیا کہ سوچ لیں میرا علاج آپ کو بھی مہنگا پڑ سکتا ہے۔ لیکن میں نے یہاں بھی اللہ پر توکل کر کے DSP صاحب کو دم کیا اور اللہ نے اُن کو شفا دی۔

## راستہ چوڑا یا ٹرک چھوٹا ہو گیا

معاشرے میں میرا تعارف کروانے کے، اللہ کی طرف سے پیدا کردہ متواتر اسباب کی جو ہم بات کر رہے ہیں اس حوالہ سے یہ واقعہ بھی بیان کر رہا ہوں۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب میری ٹرانسفر مری سے لاہور ہوئی۔ میرے ایک چاہنے والے شاہ صاحب جو ٹرانسپورٹ کا کام کرتے ہیں مجھ سے بے پناہ عقیدت اور محبت کرتے ہیں۔ شاہ صاحب عرصہ دراز سے بضد تھے کہ جب بھی آپ کی ٹرانسفر لاہور ہو گی تو آپ کا سامان میں خود لاہور لے کر جاؤں گا۔ جب شاہ صاحب کو پتہ چلا کہ میری ٹرانسفر لاہور ہو گئی ہے تو انھوں نے اپنا ٹرک لا کر کھڑا کر دیا۔ مری کامرس کالج ایسی جگہ پر واقعہ ہے کہ بنک سے سڑک اوپر جاتی ہے۔ اب ٹرک کی چھت اونچی تھی جس کی وجہ سے ٹرک نیچے سے اوپر نہیں جا سکتا تھا لہٰذا ٹرک اوپر سے نیچے آیا جو ایک لمبا راستہ تھا۔ نیچے سڑک کے آغاز میں اطراف میں مکان بنے ہیں ان کے درمیان سے ٹرک نہ اوپر جا سکتا ہے نہ نیچے آ سکتا ہے کیونکہ آغاز میں ہی ایک تنگ موڑ ہے اور اوپر سے بھی جگہ تنگ ہے، ٹرک نہیں گزر سکتا صرف درمیانی اور چھوٹی گاڑیاں گزر سکتی ہیں۔ اب ٹرک اوپر سے نیچے آ کر میری رہائش گاہ کے پاس کھڑا تھا سامان بھر دیا گیا اور کچھ سامان ٹرک کی اونچائی سے بھی اونچا تھا۔

اب ٹرک اوپر سے جس راستے سے آیا تھا واپس اُسی راستے سے ہی واپس جانا تھا، پہاڑی کی چڑھائی تھی اور سامان کا وزن زیادہ تھا، شاہ صاحب نے کئی بار ٹرک کو اوپر چڑھانے کی کوشش کی لیکن کئی بار کی کوشش کے بعد بھی جب ٹرک اوپر نہیں چڑھا تو شاہ صاحب نے ٹرک کا منہ نیچے کی طرف کر دیا۔



ہم سب حیرت اور تجسس سے ٹرک اور شاہ صاحب کو دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ اس موقع پر ... لوگ بھی موجود تھے جو مجھے الوداع کرنے آئے ہوئے تھے اور بہت اداس تھے بلکہ بہت سارے لوگ رو بھی رہے ... ہیں اُن کو چھوڑ کے جا رہا ہوں۔ شاہ صاحب کے ٹرک کو نیچے کی طرف چلانے سے ہم نے سمجھا شاید وہ موڑ کر لانا ... ہیں تاکہ برق رفتاری سے ٹرک اوپر لے جا سکیں، جب ٹرک نیچے بڑھتا چلا گیا تو میں نے آواز دے کر پوچھا کہ شاہ صاحب کیا کر رہے ہیں تو نیچے سے آواز آئی کہ شاہ صاحب کہہ گئے ہیں کہ میں ٹرک کو نیچے والے راستے سے لے کر جا رہا ہوں اور پروفیسر صاحب کو بتا دیں کہ اب خیال اور دعا کریں۔

یہ خبر میرے اور اہلِ علاقہ کے لیے ایک بم کی طرح تھی کہ شاہ صاحب یہ کیا حماقت کر رہے ہیں، یقیناً ٹرک نیچے ... جائے گا، یہ سفر تقریباً آدھا کلومیٹر ہے۔ ہم سب دوڑ کر نیچے گئے کہ شاہ صاحب کو روک سکیں کہ وہ یہ حماقت نہ کریں۔ ... ساتھ میں شدت سے اللہ سے دُعا کر رہا تھا کہ یا اللہ ہماری مدد فرما اور اس مشکل سے نجات دلا۔

ہم سب تیزی سے چلتے ہوئے جب اُس موڑ پر پہنچے تو بہت حیرت ہوئی کہ وہاں ٹرک نہیں ہے، یہ یقینی تھا کہ ... وہاں پھنسا ہو گا کیونکہ یہ تو سب ہی جانتے تھے کہ ٹرک وہاں سے نہیں گزر سکتا۔ جب ٹرک یہاں نہیں تھا تو کدھر گیا۔ ... وہاں پر موجود لوگوں سے ٹرک کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے بتایا کہ ٹرک تو یہاں سے گزر گیا ہے۔ ہم سب ... زدہ تھے اب ہمیں یقین تھا کہ ٹرک کی اونچائی سے اوپر جو سامان تھا وہ مکمل ٹوٹ چکا ہو گا۔

ہم دوڑ کر موڑ کاٹ کر جب ٹرک تک پہنچے تو شاہ صاحب ٹرک کے پاس کھڑے مسکرا رہے تھے اور ٹرک اور سامان بالکل ٹھیک حالت میں تھا۔ میں نے شاہ صاحب سے جاتے ہی پوچھا شاہ صاحب آپ کیسے گزر آئے تو شاہ صاحب نے انتہائی معصومیت سے جواب دیا کہ جب میں تنگ جگہ پر آیا تو آپ کا اور اللہ کا تصور کیا اب یا تو میرا ٹرک چھوٹا ہو گیا یا راستہ کھل گیا اور میں آسانی سے گزر گیا۔

میں اور اہلِ علاقہ شدید حیرت زدہ تھے اور میرا دل و دماغ اور نظریں شکرانے کے طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ... میں پھر سوچ رہا تھا میرے اللہ تیرے کھیل نرالے۔

## بے اولادوں کو اولاد

ویسے تو کسی بھی مریض کو جب شفا ملتی ہے تو مجھے بہت خوشی ملتی ہے لیکن جب مایوس بے اولاد کی جھولی میرا ربّ اولاد جیسی نعمت سے بھرتا ہے تو مجھے بے پناہ خوشی ہوتی ہے۔ بے شمار ایسے لوگ میرے پاس آ چکے ہیں، بہت سارے ایسے ... جن کو ڈاکٹر جواب دے چکے تھے بلکہ کچھ جوڑے ایسے جو کئی بار ٹیسٹ ٹیوب کی کوشش بھی کر چکے تھے یہاں تک کہ ڈاکٹروں نے اُن کو لاعلاج کہہ کر جواب دے دیا تھا اللہ نے اُن کو شفا دی۔

ان جوڑوں میں کچھ ایسے بھی تھے جن کو ڈاکٹروں نے کہا کہ فطرت نے آپ میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت

رکھی ہی نہیں۔ اللہ نے اُن کی جھولی اولاد جیسی نعمت سے بھر دی۔

ایسے کیس تو بے شمار ہیں جن کی شادیوں کو 15 سے 20 سال ہو چکے تھے۔ بلکہ شدید حیرت اُس وقت ہوئی جب چند کیسوں میں خواتین کی عمر 50 سال سے زیادہ تھی۔ اللہ نے جب اُن پر کرم کیا تو مجھے بھی خوشگوار حیرت ہوئی۔

ایسی خواتین جن کے بچے ضائع ہوتے تھے اللہ نے اُن کو بھی شفا بخشی، سورۃ شمس میں اولاد کے حوالے بے پناہ شفا ہے۔

ان میں چند واقعات یہاں پر بیان کر رہا ہوں جب اللہ پاک نے اپنا کرم خاص کیا اور بے اولادوں کی جھولی اولاد کی نعمت سے بھر دی۔

## بکری کے بچوں سے پیار

یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب میں مری سے نیا نیا لاہور آیا تھا۔ جس طرح میں پہلے بھی کئی بار اِس بات کا اظہار کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عزت پر عزت دیتا چلا جاتا ہے۔ جب ہم لاہور آ گئے تو ہمارا یہ بھی فیصلہ تھا کہ اب مریدوں سے زیادہ نہیں ملنا کیونکہ مری میں ہزاروں کا رش ہمیں پریشان کر چکا تھا لیکن بندہ کچھ سوچتا ہے اور ربّ کا کچھ اور۔ میں جب لاہور آیا تو مری سے لوگ مجھ سے ملنے دھڑا دھڑ آتے تھے۔ میرے گھر میں جب میں دفتر سے شام آتا تو کوئی نہ کوئی بندہ پہلے سے انتظار کر رہا ہوتا۔ میرے گھر کے سامنے والا گھر میرے سسرالیوں کا ہے۔ میرے سسرال والوں نے اپنے گھر کے اوپر نیا پورشن بنانا شروع کر دیا۔ اب کیونکہ میں سارا دن دفتر ہوتا تھا اس لیے جو لوگ بھی میری غیر موجودگی میں میرے گھر آتے وہ سامنے مزدوروں اور ٹھیکیدار سے میرا پوچھتے۔ مزدور کام کرتے اور ٹھیکیدار ان لوگوں ملتا بھی، میرے بارے میں لوگوں سے پوچھتا بھی رہتا کہ مری میں پروفیسر کیا کرتے تھے۔

وہ ٹھیکیدار اکثر مجھے سلام کرتا اور اُس کے چہرے کے تاثرات سے لگتا جیسے وہ مجھ سے بات کرنا چاہتا ہو آخر کار اُس نے کہنا شروع کر دیا کہ پروفیسر کسی دن مجھے بھی وقت دیں۔ میں بھی آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ ایک دن دفتر سے میں واپس آیا تو وہ میرے انتظار میں کھڑا تھا اور بولا جناب اگر اجازت ہو تو میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں اُس کے پاس ہی چارپائی پر بیٹھ گیا اور کہا جی کیا بات یا مسئلہ ہے۔ تو ٹھیکیدار بولا جناب میں سارا دن یہاں دیکھتا ہوں سارے لوگ آ کر آپ کا پوچھتے ہیں، مجھے تو آپ کا زیادہ پتہ نہیں تھا لیکن مری سے آنے والے لوگوں سے آپ کے اور مرتبے کا پتہ چلا ہے۔ ہمیں پتہ ہی نہیں تھا کہ ہمارے سامنے اتنی بڑی گنگا بہہ رہی ہے۔ سارے لوگ آپ سے فیض لے رہے ہیں تو میں نے سوچا میں بھی آپ کے فیض سے اپنی برسوں کی خالی جھولی بھر سکوں۔ پروفیسر صاحب کیا آپ غریبوں کا علاج بھی کرتے ہیں اور آپ کی فیس کیا ہے۔

یہاں میں ایک بات پھر Clear کر دوں کہ بہت سارے لوگوں کو ایک بہت بڑی غلط فہمی اکثر ہو جاتی

صرف امیروں کا ہی علاج کرتا ہوں جبکہ ایسی بات بالکل نہیں ہے۔ میں کون ہوتا ہوں کسی کا علاج کرنے والا، یہ تو مالک ربِ ذوالجلال کا کرمِ خاص ہے جو اِس کیکر کے بنجر درخت کو اکثر پھل لگا دیتا ہے یا مجھ جیسے گنہگار کو عزت بخشا ہے۔ رہی بات امیری، غریبی کی تو جو لوگ ریگولر میرے پاس آتے ہیں یا آستانہ پر آتے ہیں تو وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ڈیرے پر کوئی نام نہاد چندہ بکس یا طبقاتی تقسیم نہیں ہے اور نہ ہی کوئی hidden یا Open فیس کا صدقے کا یا جنات کا ڈراما ہے۔ میں تو اکثر ایسے لوگوں سے کہتا ہوں کہ چند مہینے اچھی طرح مشاہدہ کریں پھر کوئی رائے قائم کریں۔

ٹھیکیدار صاحب بھی اِسی غلطی کا شکار تھے جو میں نے رفع کی اور کہا ٹھیکیدار صاحب آپ مسئلہ بتائیں تاکہ میں عرض کرسکوں تو وہ بولا جناب اِس کے لیے آپ کو میرے گھر جانا پڑے گا۔ کیونکہ مریض اب ڈاکٹروں، حکیموں اور ان سے اتنا مایوس ہو چکا ہے وہ کسی سے بھی ملنے کو تیار نہیں ہے تو جناب آپ کے پاس جب بھی وقت ہو گا میں آپ کو اپنے گھر لے کر جانا چاہتا ہوں اور دوسری بات جناب میرے پاس کار وغیرہ نہیں ہے آپ کو میری موٹر سائیکل پر ہی جانا ہوگا۔ اس کی بات سن کر میں ہنس پڑا، ٹھیکیدار صاحب میرے پاس تو موٹر سائیکل بھی نہیں بلکہ سائیکل بھی نہیں ہے۔ میں آپ کے ساتھ موٹر سائیکل پر ہی آپ کے گھر جاؤں گا۔

ایسے لوگوں پر مجھے بہت پیار آتا ہے، میرے جاننے والے اکثر یہ جانتے ہیں کہ میں زیادہ تر لوگوں سے یہی کہتا ہوں کہ میں سبزی خور ہوں گوشت نہیں کھاتا یا اکثر یہ بھی کہتا ہوں کہ مجھے کسی کے گھر سے کچھ کھانے کی اجازت نہیں ہے تاکہ میزبان کا خرچہ بھی نہ ہو اور اُس کا بھرم بھی قائم رہے۔ یہی بات میں نے ٹھیکیدار سے کی اور اُسے کہا نکالو موٹر سائیکل میں ابھی تمہارے ساتھ تمہارے گھر چلتا ہوں۔ اُسے مجھ سے اتنی جلدی تعاون یا جانے کی توقع نہیں تھی۔ وہ بہت خوش ہوا اور میں موٹر سائیکل پر بیٹھ کر اُس کے ساتھ اُس کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ وہ راستے میں بہت خوشی کا اظہار کر رہا تھا اور یہ بھی بتا رہا تھا کہ وہ پاک پتن شریف کا رہنے والا ہے اور محنت مزدوری کے لیے پچھلے پانچ سال سے لاہور میں رہتا ہے۔ میں نے راستے میں پھر اُس سے مسئلہ پوچھا تو وہ پھر گریز کر گیا۔ جناب آپ جا کر دیکھیں گے تو آپ کو خود ہی سمجھ آ جائے گی۔ لہٰذا اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے ہوئے آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد ہم سبزہ زار لاہور کے ایک علاقے میں پہنچ گئے۔ مختلف گلیوں سے گزرتے ہوئے آخر ہم ایک چھوٹے سے گھر کے سامنے پہنچ گئے جہاں پر ٹھیکیدار صاحب رہتے تھے۔ مجھے تجسس بھی تھا کہ ٹھیکیدار اصل بات بتا نہیں رہا اور یہ اتنا سسپنس کیوں Create کر رہا ہے اور اصل بات کیوں نہیں بتا رہا۔ ٹھیکیدار صاحب نے لوہے کے دروازے کو زور زور سے پیٹا کیونکہ میں ساتھ تھا اس لیے وہ چاہ رہا تھا کہ دروازہ جلدی کھل جائے۔ چند منٹوں بعد جب دروازہ کھلا تو میرے سامنے جو منظر تھا میں اِس کے لیے بالکل تیار نہیں تھا۔ ہمارے سامنے تیس سالہ عورت نما لڑکی کھڑی تھی، حیرت مجھے اُس عورت پر نہیں تھی حیرت یہ تھی کہ اُس نے بکری کے دو معصوم اور چھوٹے چھوٹے خوبصورت اور پیارے پیارے بچے اٹھائے ہوئے تھے، اُس کے سر پر دوپٹہ بھی نہیں تھا۔ ٹھیکیدار کے ساتھ ایک اجنبی کو دیکھ کر وہ تیزی سے واپس دوپٹہ لینے کمرے کی طرف بھاگی۔ اِسی دوران ہم گھر کے اندر داخل ہو گئے۔ اندر چھوٹے سے

صحن کا منظر بھی لاجواب اور حیران کرنے والا تھا۔ کیونکہ ہمارے سامنے 15 سے 20 کے درمیان بکریاں اور چھوٹے چھوٹے خوبصورت بچے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ کیونکہ میرا تعلق بھی دیہاتی علاقے سے ہے اور ہماری بھی زرعی زمینیں ہیں اِس وجہ سے میں دیہاتی کلچر کو بہتر طور پر جانتا بھی ہوں اور پیار بھی کرتا ہوں۔

مجھے بھیڑ بکریوں سے بہت زیادہ پیار بلکہ عشق ہے اور میری یہ شدید ترین خواہش کہ میں بہت ساری بھیڑ بکریاں رکھوں اور اُن کی خدمت اور ان کے ساتھ وقت گزاروں کیونکہ مجھے رشک آتا ہے اُن بھیڑ بکریوں پر جن کے ساتھ شہنشاہِ دوعالم میرے پیارے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بچپن کا بہت سارا وقت گزارا۔ آسمان، سورج، پہاڑ، ہوائیں، درخت اور وہ پاک دھرتی کتنی محبت اور پیار سے سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تکتی ہوگی۔

اگر مجھے سرکارِ مدینہ کے طفیل اور خالقِ کائنات کے کرمِ خاص سے جنت ملی تو میری اولین خواہشوں میں ایک یہ بھی ہے کہ میں خالقِ کائنات سے درخواست کروں کہ مجھے نبی پاک پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وہ منظر دیکھنے کی عظیم سعادت مل جائے جب آپ بی بی حلیمہ سعدیہؓ کے گھر پر تھے اور جب آپ کائنات کی عظیم اور خوش قسمت ترین بکریوں کے ساتھ وقت گزارا کرتے تھے، کاش ایسا ہو، کاش ایسا ہو۔ لاہور شہر میں آپ کسی کے گھر جائیں اور صحن بکریوں اور ان کے بچوں سے بھرا ہو تو یقیناً یہ منظر آپ کو بھی حیران کر دے گا۔

ہم دونوں بکریوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے چھوٹے سے برآمدے میں پہلے سے موجود چارپائیوں پر جا کر بیٹھ گئے۔ ٹھیکیدار مجھے بٹھا کر خود کمرے میں گھس گیا اور اپنی بیوی کو چائے وغیرہ کا کہہ کر اور شاید میرا تعارف کرا کر واپس میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اس دوران میں گھر اور بکریوں کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد چائے آ گئی۔ گرم گرم چائے پیتے ہوئے ٹھیکیدار صاحب نے بات شروع کر دی۔ پروفیسر صاحب میرا تعلق بہت غریب خاندان سے ہے۔ میرا گاؤں پاک پتن کے قریب ہے۔ یہ میری محبت کی شادی ہے۔ 12 سال پہلے دونوں خاندانوں کی مخالفت کے باوجود ہم دونوں نے شادی کر لی۔ کیونکہ ہم دونوں کے گھر والے اِس شادی کے خلاف تھے اِس لیے پہلے دن سے آج تک دونوں خاندانوں نے اِس شادی کو قبول نہیں کیا اور آج تک اِس شادی کو توڑنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ دونوں خاندانوں والے بے شمار عاملوں اور بابوں کے پاس جا چکے ہیں کہ ہماری شادی ٹوٹ جائے، دونوں خاندان اِس مشن پر ہیں کہ یہ شادی ختم ہو جائے۔ وہ ہم دونوں پر جادو ٹونا بھی کراتے ہیں لہٰذا اُن دونوں خاندانوں کے جادو ٹونے کی وجہ سے آج تک ہماری اولاد نہیں ہوئی۔ اولاد کے لیے میں اور میری بیوی پتہ نہیں کتنے مزاروں اور بابوں کے علاوہ ڈاکٹروں اور حکیموں کے پاس جا چکے ہیں۔ میں جو بھی کماتا ہوں، وہ اِسی کام پر لگا دیتا ہوں۔ کیونکہ ہم دونوں کے خاندان ہم دونوں سے شدید ناراض ہیں اس لیے نہ میرے گھر والوں کی طرف سے اور نہ میرے سسرال والوں کی طرف سے کوئی ہمارے گھر آتا ہے۔ بے پناہ علاج اور بابوں کے پاس جانے کے بعد اب ہم دونوں مایوس ہو چکے ہیں کہ شاید اولاد جیسی عظیم نعمت ہمارے مقدر میں نہیں ہے۔ ہمارے گھر والے یہی کہتے ہیں کہ تم دونوں نے ہمارا دل دکھایا ہے اِس لیے تم کبھی بھی صاحبِ اولاد نہیں ہو سکتے۔ بھاگ بھاگ کر آخر اب ہم بھی تھک گئے ہیں اور ذہنی طور پر یہ مان لیا ہے کہ اب اولاد ہمیں نہیں ہوگی۔



پہلے تو میری بیوی بہت شوق سے ڈاکٹروں اور بزرگوں کے پاس جاتی تھی لیکن بدقسمتی سے کچھ عرصہ پہلے ایک [illegible] عامل نے میری بیوی کے ساتھ بدفعلی کی کوشش کی کہ تمہارے خاوند میں مسئلہ ہے اس لیے اولاد نہیں ہو سکتی۔ اُس کی [illegible] نے میری بیوی کو بابوں سے بدگمان کر دیا ہے اِس لیے اب یہ کسی بزرگ کے پاس جانے سے ہی انکار کر دیتی ہے۔ [illegible] سال پہلے اس کو مصروف رکھنے کے لیے میں ایک بکرا بکری لے کر آ گیا اُس کے بچوں سے اِس کو اتنا اُنس ہو گیا کہ یہ ان کو ہی اپنے بچے سمجھنے لگی۔ اُن دو بکرے بکری کے یہ بچے ہیں۔ یہ اِن کو اپنی اولاد سمجھتی ہے، اِن کا اپنے بچوں کی طرح خیال کرتی ہے۔ میرے لیے یہ مسئلہ ہے کہ اِن کو بیچنے بھی نہیں دیتی اِس طرح اِن کی تعداد ہر سال بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کی زندگی اب یہی بچے ہیں۔ یہ دن رات اِن کے ساتھ ہنستی کھیلتی ہے۔ یہ اب اِس کے بچے ہیں۔ یہی اب اِس کی تنہائی کے ساتھی ہیں۔ میں سارا دن محنت مزدوری کرتا ہوں اور یہ بکریوں اور ان کے بچوں کے ساتھ اپنا وقت گزارتی ہے۔ ان کے ساتھ باتیں کرتی ہے۔ پروفیسر صاحب آپ کو یہاں لانے کا مقصد یہ تھا کہ آپ خود اپنی نظروں سے دیکھ لیں کیونکہ اس نے تو اب قسم کھالی ہے کہ میں اب کسی کے پاس نہیں جاؤں گی۔ آپ کو دیکھا آپ کے بارے میں باتیں سنیں تو دل میں بجھی ہوئی چنگاری پھر جل اُٹھی کہ شاید آپ کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ ہماری گود بھی بھر دے۔ اِسی دوران ٹھیکیدار صاحب نے اپنی بیوی کو بھی پاس بلا لیا۔ اُس نے اپنی گود میں پھر سے ایک بکری کا بچہ اٹھایا ہوا تھا اور وہ اُس کو پیار کر رہی تھی، اُس پر ہاتھ پھیر رہی تھی، اُس کو چوم رہی تھی اور میں فطرت کے عجیب اور دل کش منظر کو پیار بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ ممتا کس طرح اپنی فطری جبلت کو پورا کر رہی تھی۔ وہ دنیا مافیہا سے بے خبر بچے کو پیار کر رہی تھی اور بالکل لاتعلق بن کے بیٹھی تھی جیسے اُس کی کل کائنات یہی بچے ہوں اور وہ خوش اور مطمئن نظر آ رہی تھی۔ وہ شاید مایوسی کی تمام حدوں سے گزر گئی تھی۔ اُسے بالکل بھی یقین نہیں تھا کہ یہ پروفیسر کون ہے، کدھر سے آیا ہے یا کیا کر سکتا ہے۔ لگ رہا تھا کہ کسی بہت ہی تلخ تجربے نے اُسے بزرگوں سے بری طرح متنفر کر دیا تھا۔ وہ صرف اپنے خاوند کی خوشنودی کی خاطر ایک Drill کے طور پر بیٹھی تھی۔ ٹھیکیدار اِدھر اُدھر کی باتیں کیے جا رہا تھا اور وہ شدت سے اِس بات کے انتظار میں تھی کہ کب یہ پروفیسر میرے گھر سے جاتا ہے اور کب وہ اپنے بچوں کے ساتھ زندگی Enjoy کر سکتی ہے۔

میں اُسے غور سے دیکھ رہا تھا وہ گاؤں کی سیدھی سادی عورت تھی۔ اُس کی وضع قطع اور ظاہری حلیہ بتا رہا تھا کہ وہ کب کی اپنی ذات سے لاپروا ہو چکی ہے۔ کچھ لوگ جب دکھ، ڈپریشن اور ناامیدی کی آخری سرحدوں کو بھی عبور کر جاتے ہیں تو وہ React کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ بظاہر پرسکون ہو جاتے ہیں لیکن جب آپ اُن کی ذات کی گہرائی میں یا لاشعور کے عمیق ترین باطن میں جھانکتے ہیں تو آپ کو وہاں غم، دکھ، ڈپریشن کے کئی سمندر نظر آتے ہیں یا اگر دکھ یا درد اپنی آخری حدوں سے جب گزر جاتا ہے تو بھی شاید بندہ بے حس ہو جاتا ہے اور پھر خود کو حالات اور فطرت کے ہاتھوں کھلا چھوڑ دیتا ہے کہ اب جو ہونا ہے وہ ہو جائے۔

یہ بی بی بھی ایسی ہی کیفیت سے دوچار تھی اور ساری امید توڑ کر اب ایسی حالت میں تھی کہ میں نے اپنی تمام کوششیں کر لی ہیں اور کچھ نہیں ہوا تو نا سہی اب جو ہونا ہے وہ ہو جائے۔ یہ لوگ اکثر معاشرے سے لاتعلق ہو جاتے ہیں۔

اُس کا موجودہ رویہ بھی شاید یہی لاتعلقی ظاہر کر رہا تھا۔

کیونکہ یہ سارا منظر روٹین سے ہٹ کر تھا اِس لیے میری تمام حسیات بیدار ہو چکی تھیں اور میں پورے [illegible] جوش وخروش سے اُسے اور اُس کی بکریوں کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے اُس کی لاتعلقی کھا رہی تھی۔ مجھے شدید دکھ ہو رہا تھا کہ یہ عورت دکھ کے کتنے صحراؤں سے گزری ہے کہ نا اُمید ہو گئی ہے۔ اُس عورت کا رویہ، بکریاں اور اُن کے بچے دیکھ کر میری روح اور جسم کئی تبدیلیوں سے گزر گئے۔ کئی احساسات آئے اور گزر گئے۔ مجھے شدت سے آقائے دو عالم نبی پاک کا [illegible] اور بکریاں چرانا یاد آیا اور میں وجدانی طور پر اُس ماحول میں چلا گیا اور اُسی کیفیت میں خالقِ کائنات کو درخواست بھی کی کہ لاکھوں لوگ روزانہ بچے Abortion کراتے ہیں، حفاظتی تدبیروں سے بچوں کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی روک [illegible] ہیں تو اے ربّ کائنات اگر یہ اولاد کا کرم اِس دکھی عورت پر ہو جائے تو کون سا تیرے خزانے میں کوئی کمی آ جائے گی۔ [illegible] حالت میں کتنی دیر میں خالقِ کائنات سے درخواست اور منتیں کرتا رہا۔ میرے اوپر طاری ہونے والی مخصوص کیفیت [illegible] تھی کہ قدرت اِس عورت پر مہربان ہونے والی ہے۔ میں کافی دیر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتا رہا اور مجھے جلد ہی احساس ہونے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے اِس بنجر زمین پر کرم کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اُسی حالت میں مَیں اٹھا اور ان بکریوں کے درمیان گھومنا شروع کر دیا اور بکریوں سے پیار بھی کرتا جا رہا تھا۔ ٹھیکیدار کو میں نے کہا کہ تم آرام سے بیٹھو۔ میں کافی دیر اُسی حالت میں رہا اور آخر کافی دیر بعد میری بے چینی کو قرار آ گیا اور میں واپس اُن کے پاس آ کر چارپائی پر بیٹھ گیا۔ میری بے چینی اور اضطراری کیفیت سے دونوں میاں بیوی پریشان اور حیران ہو چکے تھے۔ میں اُس کی بیوی سے بولا میری بہن اللہ تعالیٰ بہت جلد تم پر کرم کرنے والا ہے۔ جب اللہ کا کرم ہو جائے تو تمہیں یقین آئے گا کہ ہمارا اللہ بہت مہربان ہے۔ ٹھیکیدار پانی کی بوتل لے آیا کہ جناب یہ دم کر دیں۔ میں نے پانی وغیرہ دم کر دیا اور قرآن پاک کی سورتیں اور اللہ پاک کے نام [illegible] کو بتائے اور دم وغیرہ کر کے میں ٹھیکیدار کے ساتھ واپس اپنے گھر آ گیا۔ ٹھیکیدار سارے راستے میں بیوی کے رویے کی معافی مانگتا رہا کہ اُس کو آپ کا پتہ نہیں تھا اِس لیے میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ او نہیں ٹھیکیدار صاحب وہ بیچاری شدید تکلیف میں ہے اور درد کی انتہا پر بندہ دوسروں سے لاپروا ہو جاتا ہے۔ وہ بیچاری تو خود قابلِ رحم حالت میں ہے۔ مجھے کوئی غصہ یا اعتراض نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جلدی اُس کو اِس تکلیف سے نکالے اور اُس کی خالی جھولی اولاد کی نعمت سے بھر دے اور انشاء اللہ جب جلدی اللہ تعالیٰ اُس پر کرم کرے گا تو وہ خوش بھی ہو جائے گی۔ ٹھیکیدار مجھے میرے گھر اتار کر میرا شکریہ ادا کر کے چلا گیا کہ میں اُس کے ساتھ اُس کے گھر گیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ اِس واقعہ کو دو ماہ بیت گئے۔ ایک دن میں واپس آیا تو ٹھیکیدار دوڑتا ہوا میرے پاس آیا اور آتے ہی بولا جناب آپ کی دعا اللہ نے سن لی۔ اللہ نے ہمیں خوشخبری دی ہے۔ کیا، میں نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا تو اُس کے پیچھے اُس کی بیوی بھی تیزی سے میری طرف آ رہی تھی۔ میں نے دروازہ کھلوایا اور اندر آ کر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ٹھیکیدار خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا کہ اچانک اُس کی بیوی اٹھی اور میرے سامنے کھڑی ہو گئی کہ سرکار مجھے معاف کر دیں، اُس دن جب آپ میرے گھر آئے تھے تو میں نے آپ کے ساتھ بدتمیزی کی اور آپ کی مہمان داری نہیں کی۔ او نہیں میری بہن یہ خوشی کا موقع ہے۔ اللہ نے اتنا بڑا کرم کر دیا



واقعی اللہ نے کرم کر دیا ہے؟ تو ٹھیکیدار بولا جی پروفیسر صاحب ہم ٹیسٹ کروا کر سیدھا آپ کی طرف ہی آ رہے [illegible] ہم نے دو ہسپتالوں سے ٹیسٹ کروایا ہے۔ جب تسلی ہوئی تو اِس نے شدید ضد کی کہ اب میں نے گھر نہیں جانا پہلے [illegible] صاحب کے پاس جا کر معافی مانگنی ہے اور شکریہ ادا کرنا ہے اور پھر گھر جانا ہے۔

جب بھی ایسا لاعلاج مریض ٹھیک ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی واضح کرم نوازی نظر آتی ہے تو میں اور میری روح فل [illegible] جاتی ہے۔ اللہ کی موجودگی اور کرم نوازی کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔

یہ وہی عورت تھی جو زندگی سے بے زار تھی، اس کی آنکھوں میں صحراؤں کی ویرانی اور دکھوں کے سمندر تھے اور [illegible] کے رُوئے رُوئے سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ قوسِ قزح کے رنگ اُس کے چہرے پر بکھرے ہوئے تھے۔ اُس کے [illegible] میں جان پڑ چکی تھی۔ وہ جو بنجر زمین کا احساس دلاتی تھی اب سرسبز و شاداب ہو چکی تھی۔ اِس خبر کے ساتھ ہی اُس [illegible] کی زردی لمحوں میں لالی میں ڈھل چکی تھی۔ دونوں خوشی سے سرشار اپنی خوشی میرے ساتھ Share کر رہے تھے [illegible] بھی اللہ تعالیٰ کا شکر گزار کہ اللہ نے ایک بار پھر اِس گنہگار پر کرم کر دیا ہے۔ وہ دونوں کچھ دیر بیٹھ کر چلے گئے۔ اِس [illegible] بعد وہ کبھی کبھی سلام اور دم کے بہانے آتے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اُنہیں صاحبِ اولاد بنا دیا تو وہ میرے پاس اپنی [illegible] بچہ اٹھائے آئے تو دونوں مکمل ہو چکے تھے۔ جب اُس کی بیوی نے مجھے مٹھائی کا ڈبہ دیا تو میں نے مذاقاً کہا کہ آپ کے پاس اتنے زیادہ بکریوں کے بچے ہیں، مجھے وہ چاہیے تو وہ مسکرائی، سرکار آپ سارے لے لیں۔ میں اُس کو مذاق [illegible] رہا تھا کیونکہ جب میں اُس کے گھر گیا تھا تو اُس نے بکری کا بچہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ باجی آپ کو مبارک ہو۔ اب ٹھیکیدار ایک اشتہار کے طور پر جہاں جاتا لوگوں کو میرے بارے میں بتاتا۔ دونوں کے گاؤں والوں کو بھی پتہ چلا۔ اب [illegible] خاندانوں کی صلح ہو چکی تھی۔ میرے پاس ہر روز کوئی بے اولاد جوڑا آتا اور بتاتا ٹھیکیدار صاحب نے بھیجا ہے تو ایک دن میں نے ٹھیکیدار صاحب کو بلایا کہ یار میرا اشتہار لگانا بند کر دو۔ تو وہ بولا سرکار میں نہ بھی بتاؤں تو لوگوں کو پتہ ہے۔

اگلے دو سالوں میں اللہ تعالیٰ نے ٹھیکیدار صاحب کو دو بچے اور دیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ان پر کرم خاص ہو چکا تھا۔

ایک دن میں دفتر سے واپس آیا تو دونوں میاں بیوی گھر کے سامنے تین بچوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ میرے [illegible] ٹھیکیدار کی بیوی بولی جناب آپ سے فیصلہ کروانا ہے۔ وہ یہ کہ ٹھیکیدار صاحب کہتے ہیں کہ تین بچے کافی ہیں۔ اب آگے پرہیز کرنا ہے جبکہ میں یہ بات کبھی نہیں مانوں گی۔ میں اللہ کے فضل کو نہیں روکوں گی اور میں حیرت سے دونوں کو دیکھ رہا تھا اور آسمان کی طرف منہ کر کے سوچا۔ واہ میرے مولا تیرے رنگ نرالے، تیرے کرم نرالے، تیرے کھیل نرالے اور تو بھی نرالا۔

## مٹھائی کے دو لڈو

مٹھائی انسان کی فطری کمزوری ہے اور لڈو کے ساتھ خوشی کا احساس دوبالا ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ کا کرم خاص ہے

کہ اُس نے مجھے اِس قابل سمجھا کہ لوگوں کو اِس فقیر کی بدولت یا میرے پاس آنے والے دکھی لوگوں کے غم اور میرا ربّ پاک دور کرتا رہتا ہے۔ کیونکہ میں لوگوں سے پیسے نہیں لیتا تو لوگوں کو جب بھی کوئی خوشی ملتی ہے یا کوئی مسئلہ حل ہو جاتا ہے تو وہ میرے پاس مٹھائی لے کر آتے ہیں۔ اکثر اوقات یہ مٹھائی اتنی زیادہ آتی ہے کہ سنبھالنی اور مشکل ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ مٹھائی منوں کے حساب سے آ جاتی ہے جس کو بانٹنا اور سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لوگ میرے پاس آتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ لنگر خدائی اور فقیری ہوتا ہے اِس لیے میں فوری طور پر ... ہوں۔ کیونکہ میرے پاس پورے پاکستان بلکہ غیر ممالک سے بھی لوگ آتے ہیں، اِس لیے طرح طرح کی مٹھائیاں دور دراز کے شہروں اور ملکوں سے اکثر آتی رہتی ہیں، لیکن میں روحانی ریاضت کی وجہ سے میٹھا اور گوشت کم کھاتا ہوں لیکن آنے والے کی خوشی کے لیے اکثر کھانا بھی پڑتی ہے تا کہ آنے والے کی دل آزاری نہ ہو۔

پاکستان کے تمام بڑے شہروں کی مٹھائیاں بلکہ غیر ملکی مٹھائیاں بھی میں کھا چکا ہوں لیکن مجھے جس مٹھائی کا سب سے زیادہ مزہ آیا وہ یہ مٹھائی کے دو لڈو تھے جس کا ذائقہ اور شیرینی آج بھی میں محسوس کرتا ہوں۔ اِن دو لڈوؤں کا ... اور وجہ یہ تھی۔

بکری کے بچوں سے پیار والے واقعہ کے بعد بے شمار لوگ میرے پاس اولاد کے لیے آئے اور الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے اکثر پر اپنا کرم خاص کر دیا۔ ایک دن میں دفتر میں موجود تھا کہ میرے پاس تین دوست آئے۔ راشد ڈوگر، خالد جٹ اور محمد علی۔ یہ تینوں زندہ کردار ہیں۔ روحانیت کے منکریں اگر چاہیں تو اِن سے مل بھی سکتے ہیں اور یہ ان کے اصل نام ہیں۔ اِن میں سے راشد ڈوگر میرے گاؤں کے ساتھ والے گاؤں سے تھا اور باقی دونوں دوست اس کے ... دوست تھے۔

میرے پوچھنے پر تینوں بولے کہ جناب ہم تینوں پرانے دوست ہیں اور اولاد کے سلسلے میں آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ تینوں کے پاس اولاد نہیں ہے، میں حیرت سے بولا۔ تو راشد ڈوگر بولا۔ نہیں جناب میرے اور خالد کے پاس بیٹیاں ہیں۔ ہم بیٹے کے لیے آئے ہیں اور ہمارے تیسرے دوست کے پاس 7 سال شادی کے بعد بھی ابھی اولاد نہیں ہوئی۔

یہاں میں بے اولادی کے حوالے سے وضاحت کر دوں کہ بانجھ پن دو طرح کا ہوتا ہے ایک مردوں کا اور ایک عورتوں کا۔ عورتوں کے بانجھ پن کی مزید قسمیں ہوتی ہیں۔ اول تو اولاد ہوتی ہی نہیں یا صرف لڑکیاں ہوتی ہیں۔ جیسے ہی ماں کے پیٹ میں بیٹا آتا ہے تو اِیسی عورت بانجھ پن کی وجہ سے ابارشن کی طرف چلی جاتی ہے یعنی لڑکی ہو تو ہو جاتی ہے اگر بیٹا ہو تو ابارشن ہو جاتا ہے۔ بانجھ پن مردوں میں بھی ہوتا ہے۔ اِس پر تفصیلاً میں نے اپنی وظائف کی کتاب ''سرمایۂ درویش'' میں لکھا ہے۔ آپ مطالعہ کر سکتے ہیں۔ میں نے اللہ کا نام لے کر تینوں دوستوں کا علاج کیا اور اُس رحیم و کریم کے فضل سے تینوں دوست دو سال کے اندر بیٹوں کے باپ بن گئے بلکہ اب تو دو دو اور تین تین بیٹوں کے باپ بن چکے ہیں۔ اگر میں ان تینوں کی تفصیل لکھوں گا تو کتاب بہت طوالت کا شکار ہو جائے گی، زندہ کردار ہیں، ... جاننے والے ان تینوں کو بخوبی جانتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان تینوں پر کرم خاص کیا، تینوں دیہات میں شور مچ گیا جو آج تک جاری ہے۔ جب بھی اللہ ایسے جوڑوں پر مہربان ہوتی ہے تو یہی لوگ چلتے پھرتے اشتہار بن جاتے ہیں اِس کے بعد تو ہزاروں لوگ میری ... ہوئے اور اکثر پر اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور وہ صاحبِ اولاد بھی ہو گئے۔ اور جب یہ بچے اور ماں باپ کبھی کبھی سلام ... آتے ہیں اور ماں باپ کے چہروں پر خوشی اور سرشاری دیکھ کر میری گردن ربِ ذوالجلال کے سامنے شکرانے کے ... جھک جاتی ہے اور یہ حوصلہ بھی کہ شاید یہی لوگ میرے لیے باعثِ نجات بن جائیں۔ ان دوستوں کے بہت سارے ... اور اب میرے پاس آنا شروع ہو گئے۔ ایک عید الفطر پر میں اپنے گاؤں گیا ہوا تھا اور بہت سارے لوگ مجھے ملنے ... ہوئے تھے۔ اِن لوگوں میں ایک جوڑا میاں بیوی جن کی حالت بتا رہی تھی کہ یہ بہت زیادہ غریب ہیں۔ غربت اِن ... کی روحوں تک سرایت کر گئی تھی۔ یہ لوگ بہت ڈرے، سہمے ہوئے ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی باری کا انتظار ... تھے۔ موقع ملتے ہی میں نے اِن دونوں کو اپنے پاس بلایا۔ دونوں ہی حد سے زیادہ مظلوم لگ رہے تھے۔ میرے پوچھنے پر خاوند نے بتایا کہ جناب میں ایک مزدور آدمی ہوں۔ کبھی مزدوری ملتی ہے کبھی نہیں ملتی۔ میری چار لڑکیاں ہیں۔ گھر میں اکثر فاقے پڑے رہتے ہیں۔ زندگی گزارنا بلکہ دال روٹی بھی چلانا مشکل ہو جاتی۔ میرے گاؤں سے ایک بندہ آپ کے پاس آیا۔ جب اُس کو اتنے سالوں کے بعد اللہ نے بیٹا دیا تو میری بیوی اُن کے گھر کام کرتی ہے۔ یہ میرے پیچھے پڑ گئی کہ ہم دونوں بھی آپ کے پاس چلتے ہیں۔ میں نے اِس کو بہت روکا کہ دال روٹی تو پوری نہیں ہوتی تو یہ پیروں کے ... والے میں کہاں سے دوں گا، کیونکہ پچھلے کئی سالوں سے میں کئی بابوں، ملنگوں اور مزاروں پر چکر لگا چکا ہوں۔ اب ... ہو گئی ہیں اُن کا اور اپنا خرچہ ہی پورا نہیں ہوتا تو علاج اور نذرانہ کیسے دوں گا لیکن اِس کے مجبور کرنے پر آپ کے پاس آ گیا ہوں۔ کیا آپ مزدوروں اور غریبوں کا علاج کرتے ہیں۔ میرے پاس روپے نہیں ہیں میں تو صرف آپ کو دعا ہی دے سکتا ہوں جس کے گھر میں روز فاقے ہوں وہ کسی کو کیا دے سکتا ہے۔

دونوں میاں بیوی نظریں جھکائے میرے سامنے بیٹھے تھے۔ دونوں کو بات کرنا بھی نہیں آ رہی تھی۔ دونوں کی ... ، غربت اور لاچارگی مجھے کھا رہی تھی۔ مجھے اندر سے چیر رہی تھی۔ ایسی غربت، لاچارگی پر میں کئی بار ادب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بھی شاکی نظروں سے دیکھتا ہوں کہ اے میرے اللہ پاک یہ لوگ اتنے غریب کیوں ہیں۔ تیری ... تو ہی جانے، ہم تو اندھے ہیں۔ مزدور بتا رہا تھا کہ ہمارے پاس اتنے پیسے بھی نہیں کہ لاہور آپ کے پاس ... سکیں۔ ہم کئی بار گاؤں والے آپ کے گھر چکر لگا چکے ہیں۔ اب عید پر آپ آئے ہیں تو امید لے کر آپ کے پاس آئے ہیں۔ بابا جی اگر ہو سکے تو ہم غریبوں پر بھی کرم ہو جائے لیکن دینے کو میرے پاس دعاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ میں حیرت اور دکھ کی تصویر بنا اُن کو دیکھ رہا تھا اور مجھے افسوس ہو رہا تھا اُن عاملوں اور ٹھگوں پر جو لوگوں کو سرِ عام لوٹ رہے ہیں اور کوئی ان کو پوچھنے والا بھی نہیں۔

میں نے دونوں کو حوصلہ دیا اور کہا کہ میں نہ آپ سے اور نہ ہی کسی اور سے پیسے لیتا ہوں۔ میں دوسروں کی طرح

آپ کا بھی مفت علاج کروں گا۔ وہ دونوں حیرت، خوشی اور اُمید بھری نظروں سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ [illegible]
باباجی میرے گھر بیٹا ہوگا ناں۔ اُس کی آنکھوں میں شدید خواہش اور امید نظر آ رہی تھی۔ جی میری بہن انشاء اللہ میں [illegible]
اپنے پاس سے پانی وغیرہ اور دوسری چیزیں منگوا کر دم کر دیں اور وہ دونوں خوشی خوشی سلام کر کے چلے گئے۔ دوبارہ [illegible]
میں بقرعید پر گاؤں گیا تو دونوں میاں بیوی پھر آئے۔ بیوی امید سے تھی اور دونوں خوفزدہ تھے کہ پتہ نہیں اِس بار بھی [illegible]
ہے کہ نہیں۔ میں نے دونوں کو حوصلہ دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خوشخبری دے گا انشاء اللہ تعالیٰ ضرور۔ کہنے لگا سرکار آپ [illegible]
ہی گاؤں آتے ہیں آپ کے پاس ہم دم کروانے آ نہیں سکتے تو آپ اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ وہ دم کرا کر چلے گئے [illegible]
میں لاہور آ کر اپنی زندگی میں مصروف ہو گیا۔ وقت کا پہیہ چلتا رہا، ایک دن حسبِ معمول میں آستانہ پر لوگوں [illegible]
تھا، بے پناہ رش تھا اُسی رش میں وہ مزدور بھی مجھے بیٹھا نظر آیا جیسے ہی اُس کی نظریں میری نظروں سے ٹکرائیں تو اُس [illegible]
سلام کیا اور مسکرایا بھی، اُس کے چہرے کی خوشی بتا رہی تھی کہ وہ بیٹے کا باپ بن چکا ہے۔ اُس کی آنکھوں اور چہرے پر [illegible]
اور خوشی کے تاثرات واضح نظر آ رہے تھے۔ مجھے جیسے ہی موقع ملا میں نے اُس کو پاس بلایا۔ وہ خوشی خوشی میرے پاس آ کر
بیٹھ گیا اور بولا باباجی آپ کی دعاؤں سے اللہ نے میری سالوں کی دعا قبول کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹا دیا ہے۔ میں کس
طرح آپ کا شکریہ ادا کروں۔ میری بیوی نے مجھے بہت زبردستی آپ کے پاس بھیجا ہے اور کہا ہے کہ پروفیسر صاحب کو
مٹھائی دے کر آؤ۔ باباجی میں تو مزدور اور غریب آدمی ہوں پتہ نہیں آپ کونسی مٹھائی کھاتے ہیں۔ میں تو ان پڑھ آدمی
ہوں۔ اِس لیے اپنے بھانجے کو ساتھ لایا ہوں آپ جو پسند کرتے ہیں میں لے آتا ہوں۔ میں نے اسے بہت سمجھایا کہ
دیکھو میرے پاس مٹھائی کے کتنے ڈبے پڑے ہیں، تم نے کہا اور میں نے کھا لی لیکن وہ بضد رہا کہ اگر آپ نے مٹھائی نہ
کھائی تو میری اور میری بیوی کی تسلی نہیں ہونی۔ آپ خدا کے لیے میری مٹھائی ضرور کھائیں، یہ ہم دونوں کی خواہش ہے۔

جب اُس نے بہت زیادہ ضد کی تو میں نے اُسے کہا تو پھر میری بھی ایک ضد ہے کہ تم صرف دو لڈو لے کر آ [illegible]
گے ایک تمہارا اور ایک میرا۔ اگر تم زیادہ لاؤ گے تو میں ناراض ہو جاؤں گا لہٰذا وہ سادہ آدمی میری بات مان گیا اور وہ لڈو
لینے چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد مٹھائی کے دو لڈو لے کر آ گیا تو میں اور وہ ایک سائیڈ پر بیٹھ گئے تو اُس نے دو لڈو نکال کر
میرے سامنے کر دیئے۔ ایک مجھے پکڑا دیا اور ایک خود پکڑ لیا اور خوشی سے رونا شروع کر دیا۔ باباجی میں پیسے کسی سے اُدھار
پکڑ کر لایا تھا، آپ کو شاید میرے دل کی بات پتہ چل گئی اِس لیے میرا خرچہ نہیں کرایا۔ باباجی میں کس طرح آپ کا شکریہ ادا
کروں۔ وہ خوشی سے اور بھی باتیں کرتا رہا اور میں خوشی اور خاموشی سے اُس کی باتیں سنتا رہا۔ اُس کے چہرے پر جو سکون
اور خوشی تھی وہ قابلِ دید تھی۔ اُس کے ایک لڈو نے جو مزا دیا وہ آج تک کسی اور مٹھائی نے نہیں دیا۔ لڈو کھانے کے بعد میں
نے اپنے پاس موجود مٹھائی کے ڈبوں میں سے ایک بڑا ڈبہ اٹھایا اور اُسے کہا کہ یہ مٹھائی اب تم اپنے ہاتھ سے یہاں موجود
لوگوں میں بانٹ دو۔ اور وہ گاؤں کا سیدھا سادہ دیہاتی مزدور عورتوں اور مردوں میں مٹھائی بانٹ رہا تھا اور میں اللہ تعالیٰ کا
شکر ادا کر رہا تھا۔ اُس کی ضد پر میں نے اُس کے بیٹے کا نام رکھ دیا۔ دوبارہ میں جب اُس کے گاؤں گیا تو وہ بیوی کے ساتھ
سلام کرنے آیا۔ اُس کی بیوی کے چہرے کا نکھار ہی کچھ اور تھا۔ اطمینان، خوشی اور ابدی آسودگی اُس کے چہرے سے نظر



[illegible] تھی۔ وہ تشکر آمیز نظروں سے میری طرف اور کبھی اپنی گود میں موجود بیٹے کو دیکھ رہی تھی۔ چھ ماہ بعد میرے پاس مزدور
[illegible] کہ میری بیوی پھر امید سے ہے۔ اللہ نے اُس کو دوسرا بیٹا دیا اور اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے اُس کو تیسرا بیٹا دیا۔

اب جب بھی کبھی میں گاؤں جاتا ہوں تو دونوں میاں بیوی اپنے تینوں بیٹوں کے ساتھ سلام کرنے آتے ہیں
[illegible] بچوں کے تعویذ بھی لیتے ہیں۔ اب جب بھی وہ ملتے ہیں تو اُس کی ماں اپنے بچوں کے پیار بھرے شکوے
[illegible] کرتی ہے کہ یہ بہت ضدی ہے یہ سست ہے، یہ بہت تیز ہے، یہ اپنی بہنوں کو بہت تنگ کرتا ہے، یہ اپنے باپ پر
[illegible] کھاتا نہیں۔ معصوم باتیں اور وہ تینوں بچے جب اِدھر اُدھر دوڑتے ہیں تو میں ربّ ذوالجلال کا اشک بار آنکھوں سے
[illegible] کرتا ہوں کہ جب تیری رحمت برستی ہے تو رج کے برستی ہے اور تیرے لامحدود خزانوں کا منہ جب کسی پر کھلتا ہے تو
[illegible] کی پیاس بجھ جاتی ہے۔ ہم انسان تیری رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ لیکن آخر کار تیری رحمت برستی ہے۔ آج
[illegible] اللہ کو کافی سال گزر گئے ہیں لیکن مجھے آج بھی مٹھائی کے اُن دو لڈوؤں کا ذائقہ اچھی طرح یاد ہے۔ ساری مٹھائیاں
[illegible] طرف اور اُس مزدور کے دو لڈو ایک طرف، واہ میرے مولا واہ۔

## غیر ملکی بے اولاد جوڑا

ویسے تو میں ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں گزار دوں تو شاید اللہ تعالیٰ کے ایک احسان یا نعمت کا شکر
[illegible] سکے۔ لیکن ربِّ ذوالجلال کے بے شمار احسانوں میں سے ایک بڑا احسان جو اللہ تعالیٰ نے مجھ فقیر گنہگار پر کیا ہے وہ ہے
[illegible] بے اولاد جوڑوں کو اولاد جیسی نعمت سے نوازنا بلکہ جب بھی کسی بے اولاد دکھی جوڑے پر اللہ تعالیٰ اپنا خاص کرم کرتا ہے
[illegible] لاعلاج بے اولاد جوڑوں پر جن کو ڈاکٹر جواب دے چکے ہوتے ہیں تو خوشی اور شدید حیرت سے میں اکثر سوچتا ہوں کہ
[illegible] کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نظر نہیں آتا۔ یہ دیکھو اللہ تعالیٰ کے جلوے کا اظہار، یہ دیکھو اللہ تعالیٰ کا کرمِ خاص اور جو لوگ کہتے ہیں
[illegible] اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں نہیں سنتا تو میں کہتا ہوں یہ دیکھیں اُس خالقِ کائنات نے کس طرح دعا سنی۔

یہ واقعہ بھی اِسی طرح کا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنا کرمِ خاص کا احساس دلایا۔ میں حسبِ معمول لاہور میں
[illegible] آستانے پر لوگوں سے مل رہا تھا۔ بے شمار لوگ آئے ہوئے تھے۔ اِن میں ایک نیا شادی شدہ جوڑا بھی آیا ہوا تھا۔
[illegible] خاتون کو میں نے Notice کیا کہ وہ تقریباً 6 گھنٹے سے بیٹھی ہے تو میں نے اُس سے پوچھا بہن! آپ بہت دیر سے
[illegible] ہیں۔ آپ اب آ جائیں تو وہ بولی میرے میاں مجھے یہاں چھوڑ گئے ہیں۔ وہ رات کو لیٹ آئیں گے اِس لیے ہم
[illegible] میں باری لیں گے۔ تو میں بولا بہن صبح کے تین بج جائیں گے تو وہ بولی کوئی بات نہیں۔ ہم جان بوجھ کر آخر میں باری
[illegible] گے۔ جو لوگ آستانے پر لاہور میں آتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مقررہ دن لوگ صبح 6 بجے سے آ جاتے ہیں، سارا
[illegible] اور ساری رات صبح 3 یا 4 بجے تک پھر لوگوں سے ملاقات رہتی ہے۔ اُس عورت کا جواب سن کر میں باقی لوگوں میں
[illegible] مصروف ہو گیا۔ رش اتنا زیادہ تھا کہ ہر ایک کو اپنی پڑی ہوتی ہے۔ اِسی طرح لوگوں سے ملتے ملاتے رات کے تین بج گئے۔

لوگ تو ساری رات آتے تھے لہٰذا اب ہم اتنے ٹوکن جاری کرتے ہیں کہ تین بجے صبح تک ملاقات ہو، کیونکہ اگلے دن مجھے Office بھی جانا ہوتا ہے ورنہ ساری رات بھی میں مل لیتا۔ جب تقریباً سارے لوگ چلے گئے تو آفتاب شاہ صاحب اور ان کے چند ساتھی دوست جو آخر میں آستانہ کو بند کرتے ہیں، جس طرح مری میں، بہت سارے لوکل دوستوں نے میرا ساتھ دیا اسی طرح یہاں لاہور میں بھی اللہ تعالیٰ اِن کو اجر دے یہ میرا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے لوگ میرے لیے اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہیں۔

جیسے ہی کمرہ لوگوں سے خالی ہوا تو اُس خاتون نے جو تقریباً دس گھنٹوں سے بھی زیادہ دیر سے بیٹھی ہوئی تھی اپنے خاوند کو اندر بلایا اور آ کر دونوں بیٹھ گئے۔ شکل وصورت سے دونوں بہت شریف اور معصوم لگ رہے تھے۔ اداسی اور مایوسی کے تاثرات دونوں کے چہروں پر واضح نظر آ رہے تھے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے کسی عورت کا نام لیا جو اس کے لیے میرے پاس آئی تھی اور اللہ نے اس پر جب کرم کیا تو اُس کے کہنے پر یہ میرے پاس آئے تھے۔ دونوں نے کہا کہ ہماری شادی کو 10 سال ہو چکے ہیں۔ پاکستان کے بے شمار ڈاکٹروں، حکیموں اور بزرگوں سے علاج کرانے کے بعد ہم بہت سارا ٹائم یورپ میں بھی گزار کر آئے ہیں بلکہ خاتون کے پاس غیر ملکی شہریت بھی تھی۔ پاکستان کے ڈاکٹروں اور لیبارٹریوں سے مایوس ہو کر باہر کے کئی ممالک میں اپنا علاج کرایا اور اب ڈاکٹروں نے دونوں کو لاعلاج مریض قرار دے دیا ہے۔ ایسے جوڑوں سے میرا پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ آپ دونوں نے ٹیسٹ کرائے تو مسئلہ کس میں ہے یعنی خاوند یا بیوی میں تا کہ اُس کا روحانی علاج شروع کیا جا سکے۔ پروفیسر صاحب ہم دونوں بانجھ ہیں۔ ڈاکٹروں کے بقول ہم دونوں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ مسئلہ ایک میں نہیں ہے بلکہ ہم دونوں میں ہے۔ اُن کا یہ جواب میرے لیے دھچکا تھا کیا؟ میں نے حیرت سے دونوں کی طرف دیکھا۔ دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ امید بھری نظروں سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ پروفیسر صاحب اگر ہم دونوں بانجھ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیوں کیا اور ہم دونوں کی شادی کیوں کی؟ وہ دونوں مایوسی کی آخری حد تک پہنچ چکے تھے۔ پروفیسر صاحب پاکستان میں بے شمار روحانی اور ڈاکٹری علاج کے بعد جب ہم باہر گئے تو وہاں کے ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ آج تک اپنا وقت برباد کرتے رہے ہو، آرام سے واپس چلے جاؤ کیونکہ میڈیکل سائنس ابھی تک اِس مقام پر نہیں پہنچی کہ آپ دونوں کا علاج کر سکے۔ فطرت نے آپ دونوں کے جسموں کو یہ صلاحیت نہیں دی۔ آپ دونوں صاحبِ اولاد نہیں ہو سکتے۔ پروفیسر صاحب دو سال پہلے ہم واپس آ گئے اور کسی سے کوئی علاج نہیں کرایا لیکن ہمارے جاننے والی خاتون پر جب اللہ نے کرم کیا تو ایک بار پھر ہمارے دل میں بھی اولاد کی خواہش جاگی تو ہم ایک امید لے کر آپ کے پاس آئے ہیں۔ میں پیار اور محبت، شفقت سے اُنہیں دیکھ رہا تھا۔ جب بھی میرے اللہ پاک کا کوئی بہت مایوس بندہ میرے پاس آتا ہے تو مجھے شدت سے ربِ ذوالجلال کی رحمت یاد آتی ہے کہ میرے مولا تُو تو تمام جہانوں کا مالک ہے، کروڑوں لوگ دنیا میں تیری نعمت کو ٹھکراتے ہیں، اپنے بچے دنیا میں آنے سے پہلے ہی مار دیتے ہیں تو پلیز ایک بچہ اِن کو بھی دے دے۔ پتہ نہیں کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے کرم کر دینا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے ربّ آج سیکڑوں لوگ میرے پاس آئے اور میں نے پوری کوشش کی اُن کا دکھ بانٹا، حوصلہ دیا، بات سنی اور علاج کرنے کی بھی کوشش کی۔ میرے اللہ میری یہ ٹوٹی پھوٹی کوشش اگر تجھے



پسند آئی ہو تو مجھے اِس کا ثواب نہیں چاہیے۔ مجھے روزِ محشر اس کا اجر نہیں چاہیے۔ مجھے اِس کا معاوضہ دنیا میں ہی دے دے میرے اللہ تعالیٰ اِس نامراد اور دکھی جوڑے کو اولاد کی نعمت دے دے تا کہ یہ اُن لوگوں کو بتا سکیں جو کہتے ہیں کہ تم بانجھ ہو، تم دونوں اولاد پیدا نہیں کر سکتے۔ میرے اللہ اِن دونوں کو بھی تیری نعمتیں ملنی چاہیے، یہ بھی تیرے بندے ہیں یہ فقیر اپنے لیے کچھ نہیں مانگتا بس اِن دونوں پر کرم کر دے۔ یہ دعا اور خیالات خود ہی میرے دل و دماغ میں آئے اور مجھے قرار سا آ گیا کہ انشاء اللہ یہ ناممکن کام میرا اللہ پاک ضرور کرے گا۔ اس کے بعد ایک نئے جوش، ولولے اور امید کے ساتھ میں نے اِس جوڑے کا علاج کیا۔ قرآن مجید کی سورتیں اور اللہ تعالیٰ کے پاک نام پڑھنے کو بتائے اور حوصلہ بھی دیا۔ وہ امید بھری آنکھوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے چلے گئے اور میں ساری رات ان کے لیے دعائیں کرتا رہا۔ اِس کے بعد یہ جوڑا میرے پاس تین ماہ آتا رہا۔ کبھی کبھی مجھے بھی مایوسی ہوتی کہ پتہ نہیں اللہ پاک ان پر کرم کرتا ہے کہ نہیں کیونکہ یہ دونوں جب بھی میرے پاس آتے تو کہتے کہ ہم دونوں کے خاندان والے ہمیں طعنے مارتے ہیں کہ پاکستان اور غیر ممالک کے تمام بڑے ڈاکٹرز آپ دونوں کو جب جواب دے چکے ہیں آپ دونوں کو لاعلاج قرار دے چکے ہیں تو کیوں جعلی پیروں، فقیروں کے پاس جا کر برباد کرتے ہو؟ ہر بار وہ ایک نئی امید کے ساتھ آتے اور سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھتے اور پوچھتے پروفیسر! ہم پر کرم ہو گا نا، ہم صاحبِ اولاد ہوں گے نا۔ اور میں ہر بار اُنہیں امید دلاتا کہ انشاء اللہ اللہ پاک رحیم و کریم ہے، اُس نے پہلے بھی بے شمار بے اولادوں پر کرم کیا ہے تو آپ پر بھی ضرور کرے گا۔ خاتون آستانہ پر آ کر بہت زیادہ وقت گزارتی۔ یہاں پر وہ ان لوگوں سے مل چکی تھی جو اُس کی طرح بے اولاد تھے اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بچے بڑے ہو گئے تھے، اس لیے وہ پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ آ رہی تھی۔

تین ماہ کے بعد ایک دن میں اپنے Office میں تھا اور وہاں پر اس خاتون کا میاں مجھے اپنی طرف آتا نظر آیا کیونکہ یہ لوگ آستانہ پر ہی آتے تھے۔ آج یہ پہلی بار اکیلا میرے پاس آفس آیا تھا۔ وہ خوشی خوشی میری طرف آیا اور گرم جوشی سے میرے گلے لگ گیا اور خوشی سے رونا شروع کر دیا۔ اُس کی حالت اور چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اِس جوڑے پر اللہ تعالیٰ نے کرم کر دیا ہے۔ وہ خوشی خوشی بتا رہا تھا کہ پروفیسر صاحب اللہ تعالیٰ نے آپ کی اور ہماری دُعا سن لی ہے۔ اللہ پاک کا کرم ہو گیا ہے۔ وہ بتا رہا تھا کہ کل رات ہم نے لیبارٹری ٹیسٹ کرایا تو خوشخبری ملی۔ پھر ہم ڈاکٹر کے پاس گئے تو اس نے بھی تصدیق کر دی تو ہم ڈاکٹر کے کلینک میں ہی کتنی دیر خوشی سے روتے رہے۔ پھر گھر آ کر ساری رات خوشی سے روتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے۔ ساری رات ہم صبح کا انتظار کرتے رہے لہٰذا اب آپ کو خوشخبری دینے آئے ہیں۔ اُس کی بیوی بھی ساتھ آئی تھی جو کار میں بیٹھی تھی۔ جب میں اُس کے پاس گیا تو اُس کے چہرے پر قوسِ قزح کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ خوشیوں کے پھوارے اُس کے چہرے سے نور کی طرح برس رہے تھے۔ اُس کی آنکھوں میں سارے زمانے کو فتح کرنے کی چمک اور خوشی تھی اور میں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار۔ دونوں کافی دیر میرے پاس بیٹھے رہے اور آخر 9 ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ایک خوبصورت بیٹی سے نوازا۔ بچی کی پیدائش سے پہلے بیوی بیرونِ ممالک چلی گئی تھی، جب بچی دو ماہ کی ہوئی تو وہ دونوں میاں بیوی گود میں پھول جیسی بچی کو اٹھا کر لائے۔ اب یہ بچی تین سال کی

ہو چکی ہے۔ وہ دونوں جب بھی میرے پاس آتے ہیں تو میں سوچتا ہوں کہ کدھر ہیں وہ لوگ جو روحانیت اور اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں۔ یہ میاں بیوی زندہ اور حقیقی کردار ہیں۔ روحانیت کے منکرین اگر اِن سے ملنا چاہیں تو مل بھی سکتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اِن پر اپنا کرم خاص کیا۔

# دلہن کا خوف

بلاشبہ اولاد اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے۔ اِس کی قدر و قیمت اُن سے پوچھیں جو اِس دولت سے محروم ہیں اور وہ حصولِ اولاد کے لیے دربدر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہماری ساری دولت لے لیں اور اللہ تعالیٰ سے اولاد جیسی عظیم نعمت لے دیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ فقیر پر یہ کرم خاص رکھا ہے اور سیکڑوں شادی شدہ جوڑوں کو میرے روحانی علاج کے بعد اولاد سے نوازا ہے۔ پچھلے صفحات میں ایسے واقعات بیان بھی کیے ہیں۔

لیکن اولاد کے حوالے سے یہ واقعہ دوسرے واقعات سے بہت مختلف ہے۔

آپ سب نے اپنے خاندانوں میں یہ اکثر دیکھا ہوگا کہ بہت سارے ایسے میاں بیوی بھی ہوتے ہیں جن کے گھروں میں لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ ایسے گھروں میں پانچ چھ سات اور اِس سے بھی زیادہ لڑکیاں ہی ہوتی ہیں اور وہ لوگ بیٹے کی تلاش میں کئی بیٹیوں کے والدین بن جاتے ہیں۔ ایسے شادی شدہ جوڑوں میں اکثر تو ہوتی ہی لڑکیاں ہیں اور اگر کبھی بیٹا پیدا ہو جائے تو وہ یا تو دورانِ حمل نو ماہ سے پہلے فوت ہو جاتا ہے اور اگر کبھی کوئی بچہ 9 ماہ پورے کر لے تو پیدائش کے فوری بعد یا چند مہینوں کے اندر اندر ایسے بچے فوت ہو جاتے ہیں۔

یہ بیماری کیا ہے، ایسا کیوں ہوتا ہے، اِس کی پوری تفصیل میں اپنی وظائف کی کتاب ''سرمایۂ درویش'' میں دے چکا ہوں۔ یہ واقعہ بھی تقریباً ایسا ہی واقعہ ہے لیکن اِس میں خطرناک بات یہ تھی کہ متاثرہ یا مذکورہ خاندان اس خوف میں مبتلا ہو چکا تھا کہ چار نسلوں سے اُن کے ہاں صرف لڑکیاں ہی پیدا ہو رہی ہیں اور اِس خاندان کی لڑکیاں اِس خوف اور دہشت میں مبتلا ہو چکی تھیں کہ ہمارے خاندان کو کسی کی بددُعا لگی ہوئی ہے جس کی وجہ سے صرف لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہیں اور اگر کبھی کوئی لڑکا پیدا ہو بھی جائے تو وہ فوت ہو جاتا ہے۔ اُن دِنوں میں مری میں جاب کرتا تھا اور سردیوں کی چھٹیوں میں گاؤں آیا ہوا تھا کہ میرے بھائی کے دوست کے بیٹے کی شادی تھی جو مجھے بھی اچھی طرح جانتے تھے۔ جب اُنہیں پتا چلا کہ میں بھی آیا ہوا ہوں تو اُنہوں نے خصوصی طور پر مجھے بھی شادی کی دعوت دی۔ یہ میری روحانی دنیا میں آمد کے ابتدائی دِن تھے اور بہت سارے لوگوں نے مجھے روحانی پیر ماننا شروع کر دیا تھا۔

میں بارات میں تو نہیں گیا لیکن ولیمے میں چلا گیا۔ میزبان مجھے مل کر بہت خوش ہوئے۔ کھانا وغیرہ کھانے کے بعد تصویروں کا مرحلہ شروع ہوا تو دولہا کے والد صاحب مجھے بھی زبردستی سٹیج پر لے گئے اور دولہا دلہن سے میرا تعارف کرایا کہ پروفیسر صاحب بہت اچھے پامسٹ ہیں اور روحانی علاج بھی کرتے ہیں۔ لوگ ترستے ہیں اِن سے ملنے کو۔ یہ مری



میں رہتے ہیں، آج کل آئے ہوئے تھے اِس لیے ہماری شادی پر بھی آ گئے۔ وہ میری اور بھی بہت ساری باتیں اور تعریفیں کرتے رہے تھے۔ میں جلدی میں تھا کہ جلدی جلدی تصویریں بن جائیں اور میں نکل جاؤں کیونکہ جیسے ہی لوگوں کو پتہ چلتا ہے اور کوئی پیچھے پڑ جاتا ہے۔ میں جب اُٹھنے لگا تو مجھے دلہن کی آواز آئی پروفیسر صاحب آپ مری میں ہوتے ہیں، ہم نے مری آنا ہے تو ہم آپ سے ملنے ضرور آئیں گے، کیا آپ ہم سے مل لیں گے، کیا آپ میرا ہاتھ دیکھیں گے؟ میں نے جان چھڑانے کے لیے اُس کا ہاتھ دیکھنا چاہا جو مہندی سے بھرا ہوا تھا۔ دلہن نے اپنا حنائی ہاتھ میرے سامنے پھیلایا ہوا تھا۔ بیٹی اِس طرح تو کچھ بھی نظر نہیں آ رہا جب آپ مری آؤ گے تو دیکھ کر بتاؤں گا۔ دونوں میاں بیوی نے میرا ایڈریس لیا اور میں واپس گھر آ گیا۔ چھٹیاں گزار کر میں مری چلا گیا۔

ایک دِن اُن کا فون آیا کہ پروفیسر صاحب ہم مری ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ آپ کدھر ہیں، ہم آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو اپنا ایڈریس سمجھا دیا اور وہ دونوں مغرب سے پہلے میرے گھر پہنچ گئے۔ دروازے پر دستک کے بعد جب میں نے دروازہ کھولا تو دونوں میاں بیوی دروازے پر کھڑے تھے۔ میں نے دونوں کو لا کر ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور گھر میں چائے وغیرہ کا کہہ کر آ کر اُن کے پاس بیٹھ گیا۔ دولہا کے چہرے سے خوشی اور مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ دلہن بھی خوش تھی لیکن اُس کے چہرے پر خوشی کے ساتھ ساتھ خوف کے تاثرات بھی نظر آ رہے تھے۔ دلہن کی شدید ترین خواہش لگ رہی تھی کہ فوری طور پر اُس کا ہاتھ دیکھا جائے، پتہ نہیں وہ کیا جاننا چاہ رہی تھی۔ اِسی دوران چائے آ گئی لیکن چائے سے زیادہ دلچسپی وہ ہاتھ دکھانے میں لے رہے تھے۔ لہٰذا میں نے کہا جی آپ میں سے کون ہاتھ دکھانا چاہتا ہے تو دلہن نے جھٹ اپنا ہاتھ میرے سامنے کر دیا اور فوراً بولی پروفیسر صاحب! میرے ہاتھ پر اولاد ہے؟ میں نے کہا اِن شاء اللہ۔ تو وہ بولی مجھے صرف بیٹا چاہیے، کیا میرے ہاتھ پر بیٹا ہے؟ مجھے اُس کی بات اور خواہش پر حیرت اور غصہ بھی آیا کہ بیٹا بیٹی دونوں اللہ تعالیٰ کے انعام ہیں یہ بیٹے پر ہی کیوں اصرار کر رہی ہے۔ اُس نے اپنا حنائی ہاتھ میرے سامنے پھیلایا ہوا تھا اور اُس کی کاجل لگی آنکھوں میں بے شمار سوالات تھے۔ اُس کے چہرے پر دلہنوں والا نکھار تھا لیکن آنکھوں میں عجیب خوف، تجسس اور ڈر تھا۔ پتہ نہیں اُسے کیا خوف تھا اور وہ بار بار کیوں یہ سوال کر رہی تھی۔ میرے پوچھنے پر اُس نے اِس خوف اور ڈر کی وجہ یہ بتائی کہ پچھلی چار نسلوں سے میری ماں کے خاندان میں صرف لڑکیاں ہی پیدا ہوئی ہیں۔ اگر کبھی لڑکا ہو بھی جائے تو وہ فوت ہو جاتا ہے اور یہ بات اب مشہور ہو چکی ہے کہ اِن کو کسی کی بددُعا ہے کہ کبھی بھی لڑکا نہیں ہوگا۔ میری ماں میری نانی اور میری نانی کی ماں یہ ساری کی ساری بہنیں تھیں۔ اَب یہ بات اتنی مشہور ہو چکی ہے کہ اب کوئی ہم سے رشتہ نہیں کرتا، ہم بھی سات بہنیں ہیں۔ میرا نمبر چوتھا ہے۔ میری تین بڑی بہنوں کے پاس بھی بیٹیاں ہی ہیں۔ اب ہمارا رشتہ کوئی اِس خوف سے نہیں لیتا۔ میں اور میرا خاوند کلاس فیلو تھے اور میرے خاوند پڑھے لکھے ہیں۔ وہ اِن باتوں پر یقین نہیں کرتے اِس لیے اللہ تعالیٰ نے میری دعائیں سن لیں اور میری اِن سے شادی ہو گئی۔ اب اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی بیٹا نہ دیا تو میری چھوٹی تین بہنوں کی کبھی شادی نہیں ہوگی۔

وہ بے چاری انتہائی دکھ اور تکلیف سے اپنی اور اپنے خاندان کی داستان سنا رہی تھی اور میں پوری طرح الرٹ

ہو کر اُس کی بات سن رہا تھا۔ وہ حسرت اور اُمید بھری نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ اُسے اور اُس کے خاندان والوں کو اِس بات کا یقین تھا کہ کسی نے اُنہیں بددُعا دی ہے کہ ان کے خاندان میں نرینہ اولاد نہ ہو یا کسی نے بہت ظالم قسم کا ان پر جادو کر دیا ہے کہ ہمارے خاندان میں صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں اور نرینہ اولاد نہ ہو۔ وہ اپنی داستان سناتے ہوئے شدتِ غم سے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گئی اور التجا بھری نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولی پروفیسر صاحب اب اللہ تعالیٰ سے ہمیں معافی لے دیں، اگر ہمارے خاندان کے بڑوں سے کوئی غلطی یا ظلم ہو گیا ہے تو خدا کے لیے ہمیں معافی لے دیں۔ اب ہم تھک چکے ہیں۔ ہم تو کئی سالوں سے بار بار اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ چکے ہیں۔ اب مالک آپ ہمارے لیے کچھ کریں۔ ہمیں معافی دلا دیں۔ اُس نے میرے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ پروفیسر صاحب آپ اللہ کے نیک بندے ہیں۔ ہمارے لیے کوئی خاص دعا یا عمل کریں اور ہمیں اِس تکلیف سے نجات دلا دیں۔ وہ بے چاری کافی دیر روتی رہی اور دعا کی التجا بھی کرتی رہی۔ اُس کا دکھ دیکھ کر میری آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔ میں نے اُس کو حوصلہ دیا اور کہا کہ انشاء اللہ تم بیٹے کی ماں بنو گی۔ میں نے اُن کو اللہ تعالیٰ کے پاک نام اور قرآنی سورتیں اور سارا طریقہ بتایا اور وہ بے چاری بار بار ایک ہی سوال کرتی چلی گئی کہ میرے ہاتھ میں بیٹا ہے نا، میں بیٹے کی ماں بنوں گی نا، آپ میرے لیے دعا کریں گے نا۔ ان کے جانے کے بعد میں کتنی دیر لان میں بیٹھا آسمان اور دور وادی میں پھیلے پہاڑوں کو دیکھتا رہا اور اللہ تعالیٰ کو اُس کی رحمت کا واسطہ دیتا رہا کہ تو رحیم و کریم ہے، اِن پر بھی رحم کر دے۔ چند دنوں بعد ہی مجھے ان کا فون آیا کہ اللہ تعالیٰ نے کرم کر دیا ہے اور وہ ایک بار پھر میرے پاس آئے اور دم اور دعا کرا کر چلے گئے۔ جاتے جاتے وہ دلہن کہہ گئی کہ میں نے الٹراساؤنڈ نہیں کرانا۔ ذکر اذکار کرتے آخری مہینہ بھی آ گیا۔ وہ روزانہ مجھے فون کرتی کہ میرے لیے دعا کریں۔ پورا خاندان اور میں انتظار میں تھے کہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے کہ نہیں لیکن میرا ربّ تو ہمیشہ کا مہربان ہے، اُس نے اُس دکھی دلہن کو بیٹا عطا کیا۔ سارا خاندان بہت خوش تھا میں بھی خاص طور پر مری سے آیا کیونکہ دونوں خاندانوں کی شدید خواہش تھی کہ میں آ کر بچے کو دم کر دوں۔ جب میں بچے اور ماں سے ملا تو ماں کے چہرے اور دلہن کے ماں باپ اور بہنوں کے چہروں پر جو خوشی کے تاثرات تھے وہ بیان سے باہر اور ماں کی آنکھوں میں تشکر اور خوشی کے آنسو تھے۔ اُس کے بعد چھوٹی بہنوں کی شادیاں ہو گئیں۔ اب اللہ کے فضل سے اُن کو بھی اللہ تعالیٰ نے بیٹے عطا کر دیئے ہیں۔ اب دلہن کا بیٹا ماشاء اللہ 10 سال کا ہو چکا ہے اور سکول جاتا ہے اور وہ جب بھی اُس کو لے کر میرے پاس آتی ہے تو میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتا ہوں کہ اے اللہ تیرے کس کس انعام کا شکر ادا کروں۔

## 50 سالہ عورت ماں بن گئی

پچھلے صفحات میں اولاد کے حوالے سے میں نے کچھ سچے واقعات بیان کیے ہیں۔ ایسے بے شمار واقعات میری زندگی میں پیش آ چکے ہیں۔ ہر بار جب کسی مایوس اور دکھی بے اولاد جوڑے پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوتا ہے تو میں اپنی



قسمت پر رشک کرتا ہوں کہ مجھ فقیر پر اللہ کا کتنا بڑا کرم اور احسان عظیم ہے۔ اگر میں صرف اولاد کے واقعات ہی بیان کروں تو کتاب بھر جائے گی۔ اس لیے اولاد کے واقعات کو اِس واقعہ کے بعد ختم کرتا ہوں کیونکہ یہ اپنی نوعیت کا الگ ہی واقعہ ہے جس میں مَیں اور صاحبِ اولاد جوڑا دونوں حیران رہ گئے اور ربِّ ذوالجلال کا شکر ادا کیا۔

میں حسبِ معمول سردیوں کی چھٹیوں میں اپنے آبائی گاؤں آیا ہوا تھا۔ مقامی لوگوں کو میرے شیڈول کا پتہ ہوتا ہے اس لیے وہ سارا سال انتظار کرنے میں لگے رہتے ہیں، میں جیسے ہی آتا رش جمع ہو جاتا۔

ایک دن میں لوگوں سے مل رہا تھا کہ بڑی عمر کے میاں بیوی میرے سامنے آ کر بیٹھ گئے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ عورت کو ڈاکٹروں نے آپریشن کا کہا ہے۔ عورت تین بیٹیوں اور ایک بیٹے کی ماں تھی۔ دوسرے لڑکے کی خواہش میں دونوں میاں بیوی نے کوشش کی لیکن عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے ہر بار حمل ضائع ہو جاتا۔ بار بار کی کوشش سے عورت کا گائنی کا نظام بری طرح خراب ہو چکا تھا اور اب ڈاکٹروں نے سختی سے کہا تھا کہ فوری طور پر آپریشن کرا لیں لیکن ہر انسان کی طرح یہ عورت بھی آپریشن سے بہت زیادہ خوف زدہ تھی۔ وہ مختلف حیلے بہانوں سے آپریشن کو ٹالتی آ رہی تھی لیکن اب مسئلہ بہت زیادہ خراب ہو چکا تھا۔ ماہواری کے خون کی زیادتی کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو چکی تھی۔ ماہواری کا خون کئی دنوں سے بہت زیادہ دن آتا۔ بعض اوقات یہ دورانیہ مہینوں پر محیط ہو جاتا۔ دونوں میاں بیوی بے شمار ڈاکٹروں، حکیموں کے پاس جا کر مایوس ہو کر اب روحانی علاج کے لیے نام نہاد ٹھگوں، ملنگوں اور بابوں کے آستانوں کے چکر پر چکر لگا رہے تھے۔ میرا سنا تو آج میرے پاس آ گئے تھے۔ کیونکہ عورت کی عمر اب پچاس سال کے قریب تھی اور طویل بیماری نے ویسے بھی اُس کے جسم کو کھوکھلا کر دیا تھا اِس لیے اب کافی سال پہلے وہ اولاد کی خواہش کو دبا چکے تھے۔ اب عورت کو اپنی صحت کی فکر تھی جو روز بروز گرتی جا رہی تھی۔ میں نے حسبِ معمول اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اُن کا روحانی علاج شروع کیا اور ان کو ذکر اذکار کا طریقہ بھی سمجھا دیا۔ اِس طرح دونوں میاں بیوی چلے گئے۔ دو دن بعد دونوں خوشی خوشی واپس آئے کہ اب Bleeding رُک گئی ہے۔ میں نے بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ دونوں میاں بیوی ہفتہ دس دن بعد میرے پاس چکر لگاتے رہے۔ جب دو ماہ خیریت سے گزر گئے تو میں نے ان سے کہا کہ ڈاکٹر جو کہتے تھے کہ آپریشن کرانا بہت ضروری ہے ورنہ بیماری بگڑ کر کینسر کی شکل بھی اختیار کر سکتی ہے اس لیے آپ ایک بار جا کر الٹراساؤنڈ کروا لیں تا کہ تسلی ہو جائے۔ وہ اس بات کے لیے بالکل تیار نہیں تھے۔ لیکن میرے اصرار کرنے پر الٹراساؤنڈ کروانے چلے گئے۔ اگلے دن دونوں پھر میرے سامنے بیٹھے تھے۔ لیکن جو خبر وہ سنا رہے تھے وہ میرے لیے بھی بہت حیران کن اور خوشخبری والی تھی کہ ڈاکٹر کے مطابق بیماری بالکل ختم ہو چکی ہے اور اللہ کا کرم حمل کی صورت میں ہو چکا ہے یعنی جو اندرونی سسٹم بری طرح خراب ہو چکا تھا اب مکمل طور پر صحت مند ہو چکا تھا اور عورت اب ماں بننے والی تھی۔ عورت بہت شرما رہی تھی کہ میرے بچے اب جوان ہو چکے ہیں، وہ اور رشتے دار کیا کہیں گے، لیکن اِس کے ساتھ ہی اُس کی دیرینہ خواہش کہ اللہ تعالیٰ بیٹا عطا کرے بیدار ہو چکی تھی۔ وہ خوف اور خوشی کی ملی جلی کیفیات کا شکار تھی۔ میں نے اُسے حوصلہ دیا کہ ہمارا ربّ کریم بہت زیادہ مہربان اور رحیم و کریم ہے وہ ضرور کرم کرے گا۔ میں نے اُس کو حوصلہ اور وظائف دیئے تو وہ دونوں چلے گئے۔

میں جتنا عرصہ بھی گاؤں میں رہا وہ وقتاً فوقتاً میرے پاس آتے رہے۔ چھٹیاں گزارنے کے بعد میں واپس شہر چلا گیا اور جا کر اپنی زندگی میں مصروف ہو گیا۔

گاؤں سے جب بھی کوئی ملنے آتا تو وہ ان کا پیغام دیتے کہ دعا کریں۔ وقت پورا ہونے پر اللہ تعالیٰ نے ... کیا جو میرے اور اُن کے علاوہ اردگرد کے رشتہ داروں اور لوگوں کے لیے بھی بہت بڑی خوشی کی خبر تھی کہ اتنی زیادہ عمر میں ... جب اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی رحمت کی بارش برساتی ہے تو بنجر زمین بھی سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور ربّ ذوالجلال ... کے محتاج نہیں وہ جب بھی اپنے خزانوں کے منہ کھولتا ہے تو دکھی، لاچار اور حاجت مندوں کی جھولیاں اپنی رحمت سے ... دیتا ہے۔

اب جب بھی کبھی میں گاؤں جاتا ہوں تو دونوں میاں بیوی مجھے ملنے ضرور آتے ہیں۔ اب ان کا وہ ... اللہ سکول بھی جاتا ہے۔

اور میں جب بھی اُن سے ملتا ہوں تو سر عقیدت سے ربّ ذوالجلال کے سامنے جھک جاتا ہے کہ وہ کتنا رحیم و کریم ہے۔ اُس کے در پر دیر ہو سکتی ہے لیکن انکار نہیں ہے۔ ربّ کعبہ اکثر اوقات روحانیت کے منکرین کے لیے ایسے واقعات دہراتا رہتا ہے جب واضح طور پر اپنی دعاؤں کی قبولیت کا احساس ہوتا۔ میری زندگی تو ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جب خالقِ کائنات نے اِس احقر پر اپنا کرم خاص کیا۔

# پرائز بانڈ اور قسمت کا کھیل

موجودہ دور میں نشے کے بعد جو سب سے بری لت یا عادت لوگوں کو پڑ چکی ہے اُس میں راتوں رات امیر بننے کا خواب اور پرائز بانڈ یا پرچی ہے اور لاکھوں لوگ دن رات نام نہاد عاملوں اور پیروں کے پاس اِس چکر میں جاتے بھی ہیں اور جعلی اور جھوٹے پیروں کی چاندی بنی ہوئی ہے۔ وہ مجبور اور لالچی لوگوں کے جذبات سے کھیلتے ہیں۔ اور راتوں رات امیر بننے کے خواہش مند ان لیٹروں کے ہاتھوں میں کھیل رہے۔ یہاں میں کچھ ایسے واقعات بیان کرنے جا رہا ہوں جو زندہ کردار ہیں اور روحانیت کے منکرین یا جن لوگوں کو اِن واقعات پر شک ہو وہ ضرور اِن لوگوں سے مل لیں تا کہ وہ حقیقت کا ادراک بہتر طور پر کر سکیں۔

اُن دنوں میں سردیوں کی چھٹیوں میں اپنے گاؤں آیا ہوا تھا اور حسبِ معمول بہت سارے لوگ مجھ سے ملنے آئے ہوئے تھے۔ میں لوگوں میں گھرا ہوا تھا کہ میرے بچپن کا دوست جو میرا کالج فیلو بھی تھا اور قریبی شہر میں رہتا تھا اپنے دوستوں کے ساتھ مجھ سے ملنے آیا۔ ملنے کے بعد گپ شپ کے بعد حسبِ معمول بولا کہ آج چاندرات ہے (یہ چاندرات اُس کو کہتے ہیں جب اگلے دن بانڈ کی قرعہ اندازی ہو) لہٰذا مجھے بانڈ کا نمبر بتائیں۔ میں نے جب اُس پر روحانی توجہ کی تو مجھے لگا کہ ابھی دولت کی دیوی اُس پر مہربان نہیں ہے لہٰذا میں نے اُسے کہا کہ یار اپنا پیسہ اور وقت برباد نہ کرو، ابھی تم



... کے اچھے دور میں نہیں ہو لہٰذا اپنے پیسے برباد نہ کرو اور نہ ہی ابھی بانڈ وغیرہ لینے کی کوشش کرنا، ابھی تمہارا نمبر نہیں ... لیکن وہ بضد کہ نہیں مجھے ہر حال میں نمبر چاہیے۔ میں نے اُس کو بہت سمجھایا کہ نہیں تم نمبر نہ لو لیکن وہ بار بار ضد کرتا رہا ... مجھے نمبر دے دیں۔ اسی دوران میری نظر اچانک اُس کے ساتھ آئے ہوئے دوست پر پڑی تو اچانک میرے دل میں آیا کہ اس کا نمبر لگ سکتا ہے۔ میں نے بار بار اُس کے دوست کو دیکھا اور بار بار یہی بات کہ اِس کا نمبر لگ جائے ... میں اپنے دوست سے بولا یہ جو تمہارے ساتھ آیا ہے اس کو بلاؤ۔ جب وہ قریب آیا تو میں بولا آپ جتنے بھی دوست ... ہو ان سب میں یہ ایسا بندہ ہے جس پر مقدر اور دولت مہربان نظر آ رہی ہے۔ اِس کا بانڈ صبح لگ سکتا ہے۔ وہ لڑکا بولا ... صاحب میں یہ غلط کام نہیں کرتا نہ ہی مجھے ایسے کاموں میں وقت اور پیسہ برباد کرنے کا شوق ہے۔ میں تو اِن سب کو آپ کے پاس چھوڑنے آیا ہوں بلکہ میں تو آپ سے ملنے بھی نہیں آیا۔ بہر حال جب وہ سب واپس جانے لگے تو میں نے ... بار پھر اُس لڑکے کو بلایا اور کہا یار میرے ... اِس کیفیت میں جو بھی خبریں آتی ہیں وہ اکثر سچ ثابت ہوتی ہے لہٰذا ... ضرور خریدو اور ہاں تم پر مقدر اتنا مہربان ہے تم نمبر کے بھی محتاج نہیں ہو جو نمبر تم لو گے وہی صبح لگ جائے گا۔ نہیں تو ... تمہیں سڑک پر پیسے گرے ہوئے مل جائیں گے۔ اب یہ تمام باتیں کافی لوگ سن رہے تھے۔ وہ واپس چلے گئے اور وہ ... گھر جا کر سو گیا۔ یہ باتیں اُس نے اگلے دن بتائیں کہ رات کو 11 بجے میں اٹھا اور بلاوجہ بازار چلا گیا۔ راستے میں ... میں اُس دکان کے سامنے سے گزرا جہاں پر پرائز بانڈ اور پرچیوں کی خرید و فروخت ہو رہی تھی۔ اچانک پروفیسر صاحب ... آپ کی باتیں یاد آئیں اور جیسے کسی قوت نے مجھے مجبور کیا اور میں اُس دکان کی طرف بڑھا اور دکاندار سے کہا کہ مجھے بھی ... بانڈ نمبر دو۔ دکاندار نے پوچھا کونسا تو میں نے کہا کوئی بھی دے دو لہٰذا دکاندار نے اپنی مرضی سے مجھے بانڈ نمبر دے دیا اور ... وہیں سے گھر چلا گیا اور جا کر سو گیا۔ جیسے میں اِسی کام کے لیے بازار گیا تھا۔

صبح اٹھ کر میں اپنے کام دھندے میں لگ گیا۔ دوپہر کے قریب میرے وہی دوست میرے پاس آئے اور ... پریشانی کا اظہار کرنے لگے کہ یار اِس بار بھی ہمارے بانڈ نمبر نہیں لگے تو اچانک مجھے خیال آیا کہ میں نے بھی رات کو بانڈ نمبر لیا تھا۔ میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ یار رات کو پروفیسر صاحب کی باتوں میں آ کر میں نے بھی بانڈ نمبر لیا ہے پتہ نہیں اُس کا کیا بنا۔ دوستوں نے حیرت اور اشتیاق سے پوچھا کیا نمبر تھا۔ میں نے کہا پتہ نہیں رسید میرے پاس ہے یہ دیکھ لو کیونکہ رسید رات سے میری جیب میں ہی ہے۔ میں نے رسید نکال کر دوستوں کو دی۔ رسید دیکھتے ہی وہ تو حیرت سے اچھل پڑے جو نمبر میری رسید پر تھا وہ اول انعام لگ چکا تھا۔ وہ بار بار رسید نمبر اور مجھے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے فوری طور پر اُس دکاندار کو فون کیا تو اُس نے بھی تائید کی کہ ہاں یہ نمبر لگ چکا ہے اور میں نے ہی رات کو یہ نمبر دیا تھا۔ اب آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد کیا ہوا ہوگا۔ شہر میں تو شاید زلزلہ آ گیا ہر جگہ میرا ذکر کہ پروفیسر صاحب نے اِس طرح یہ کنفرم کیا تھا کہ اِس کا نمبر یقینی ہے اور وہ نمبر لگ بھی گیا۔ اب یہ واقعہ بڑھا چڑھا کر ہر جگہ بیان کیا گیا بلکہ ان نمبر بازوں کے تعلقات دور دور تک ہوتے ہیں، اب میری شامت آ چکی تھی۔ ملک کے دور دراز علاقوں سے نمبر بازوں نے میری طرف رجوع کر لیا اور یہ لوگ میرے لیے وبالِ جان بن گئے۔ جس کا نمبر لگا وہ اشتہار کے طور پر ہر جگہ میرے قصیدے پڑھنے لگا

اور اُس کے جو دوست ساتھ تھے وہ بھی اِس واقعے کو بڑھا چڑھا کر بتا رہے تھے۔ اب جب بہت سارے نمبر بازوں نے میری طرف رجوع کیا تو ایک اور بھی واقعہ پیش آیا جو پہلے سے بھی دلچسپ ہے۔

## پرائز بانڈ اور جیل کی سیر

یہاں میں اپنے چاہنے والوں کو ایک بات Clear کرنا چاہتا ہوں کہ پرائز بانڈ کا نمبر کسی بھی فقیر یا درویش کے پاس ہر بار نہیں ہوتا، کبھی ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا۔ میں بعض اوقات بہت زور لگاتا ہوں، کوشش کرتا ہوں لیکن نمبر کا پتہ نہیں چلتا جب کہ بعض اوقات پورے کا پورا نمبر سامنے ہوتا ہے، یہاں پر اِس کائنات کے مالک کی مرضی ہوتی ہے۔ وہ جب چاہتا ہے بتا دیتا ہے۔ جب نہیں چاہتا تو نہیں پتہ چلتا۔ بلکہ بات اِس سے بھی آگے اُس وقت چلی جاتی ہے کہ میں بے شمار لوگوں کو نمبر دے چکا ہوں لیکن کیونکہ اللہ پاک کی رضا یا اجازت نہیں تھی وہ نہیں لے سکے۔ کئی بار اُس بندے کے پاس پیسے نہیں ہوتے کبھی اُس کو یقین نہیں ہوتا۔ کبھی نمبر اُس سے گم ہو جاتا ہے۔ کبھی کپڑوں میں دھل جاتا ہے اور کبھی ملتا ہی نہیں۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ میں نے اپنے دوستوں کی منتیں کیں کہ یہ نمبر لے لو انہوں نے نہیں لیا۔ لینا یا ملنا اُسی کو ہے جس پر ربّ پاک مہربان ہو۔ میرے ابتدائی دور میں جب بہت سارے لوگوں کے لگ گئے تو بے شمار لوگ میرے پیچھے پڑ گئے یہاں تک کہ میری جان تک کو خطرات لاحق ہو گئے لہٰذا میں نے اس کام سے توبہ کی لیکن دیوانے آج بھی پیچھا نہیں چھوڑتے۔ یہ بھی ابتدائی دنوں کی بات ہے، پچھلے واقعہ کے بعد نمبر بازوں میں میری شہرت بہت زیادہ پھیل چکی تھی اور دور دراز سے بے شمار لوگ میرے پاس اِس کام کے لیے آتے۔ ان نمبر بازوں کی وجہ سے میری زندگی اجیرن ہو چکی تھی۔

دو آدمی بڑی دور سے مجھے ملنے کے لیے میرے پاس آئے۔ انہوں نے کسی سے جب میرا پتہ پوچھا تو ایک نوجوان لڑکے نے میرے بارے میں بہت بکواس کی کہ آپ کس ڈرامے باز اور جھوٹے شخص کے پاس آ رہے ہیں۔ یہ کچھ بھی نہیں ہے میں آپ کو کسی اور درویش کے پاس لے چلتا ہوں۔ میرے خلاف بہت ساری غلط باتیں بھی کیں۔ کیونکہ وہ پردیسی تھے اس لیے خاموشی سے سن کر میرے پاس آ گئے اور آ کر دبے لفظوں میں اُس کی شکایت بھی کی کہ اُس نے آپ کے ساتھ اور ہمارے ساتھ بہت بدتمیزی کی ہے۔ میں نے پوچھا کس نے، تو انہوں نے دور سے اشارہ کیا کہ اُس لڑکے نے۔ جس لڑکے نے اُن کے ساتھ بدتمیزی کی تھی وہ بھی بانڈ نمبر کے لیے کئی بار میرے پاس آ چکا تھا اور میں مختلف بہانوں سے اُس کو ٹال دیتا تھا۔ میرے بارے میں اُس نے جو بھی کہا مجھے اِس کا دکھ نہیں تھا۔ مجھے افسوس تھا کہ اِن پردیسیوں کے ساتھ اُس کو بدتمیزی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ مجھے اُس پر بہت دکھ اور غصہ بھی تھا۔ میں نے اُس کو اشارہ کر کے اپنے پاس بلایا اور کہا تم کہتے ہو نا کہ بھٹی صاحب کے پاس کچھ نہیں اور نہ ہی یہ بانڈ نمبر بتا سکتے ہیں تو لو سنو میں تم کو ابھی بانڈ نمبر لکھ کر دے رہا ہوں۔ یہ شرطیہ نمبر ہے۔ کل قرعہ اندازی



میں پہلا انعام ہوگا۔ اگر یہ نمبر نہ لگا تو تم سچے میں جھوٹا۔ لیکن اگلی بات یہ ہے کیونکہ تمہارے مقدر میں نہیں ہے، اب تمہارے پاس یہ نمبر بھی ہے اور وقت بھی، جاؤ تم نمبر لگا کر دکھاؤ۔ تم فقیر کی طاقت دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھو۔ نمبر تمہارے پاس ہے لیکن تم جتنا مرضی زور لگا لو تم یہ انعام اٹھا نہیں سکتے۔ جاؤ اور کوشش کر لو۔ آج کے بعد تم یہ بھی نہیں کہو گے کہ بھٹی صاحب کے پاس کچھ نہیں ہے۔ سنو میرے پاس میرے اللہ پاک کا دیا بہت کچھ ہے۔ جاؤ بانڈ نمبر اور وقت تمہارے پاس ہے لیکن تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ وہ حیرت، خوف اور بے یقینی سے میری طرف دیکھ رہا تھا کیونکہ اُس کی چوری پکڑی گئی تھی اِس لیے تھوڑا سا شرمندہ بھی نظر آ رہا تھا۔ وہ عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھتا رہا اور چلا گیا۔ اُس کے جانے کے بعد جو پردیسی آئے ہوئے تھے انہوں نے کہا جناب یہ نمبر ہم لگا سکتے ہیں تو میں نے سختی سے منع کیا کہ نہیں آپ کو اِس کی اجازت نہیں ہے۔ اب اُس گستاخ نوجوان کے ساتھ کیا ہوا۔ وہ یہ کہ وہ کام کاج کر کے شام کے قریب شہر گیا تا کہ پرائز بانڈ یا نمبر لے سکے۔ اب وہ جیسے ہی نمبروں والی دکان پر گیا تو بدقسمتی اُس کے انتظار میں تھی ابھی وہ دکان پر پہنچا ہی ہوگا کہ پولیس کا چھاپہ پڑا اور پولیس دکاندار اور گاہکوں کو پکڑ کر تھانے لے گئی۔ وہاں جاتے ہی اُن سب کی پٹائی کی اور اُن کی ہر چیز قبضے میں لے کر سب کو حوالات میں بند کر دیا۔ پولیس کی مار اور دہشت سب کو اپنی پڑ گئی۔ ساری رات جیل میں گزارنی پڑی۔ وہ نوجوان ساری رات بانڈ نمبر اور میرے بارے میں سوچتا رہا۔ اب اُس کو شدت سے اِس بات کا انتظار تھا کہ پروفیسر صاحب کی بات سچ ثابت ہوئی ہے کہ نہیں۔ خدا خدا کر کے مشکل رات گزاری۔ صبح کو گھر والوں نے آ کر ضمانت دے کر جیل سے رہائی دلائی تو اُس کی پرچی اور چیزیں بھی اُس کو واپس مل گئیں۔ اب وہ ہر ایک سے یہی پوچھ رہا تھا کہ آج کون سا انعام یا نمبر لگا ہے۔ جب اُس کو یہ پتہ چلا کہ آج وہی انعام لگا ہے جو کل سے اُس کے پاس ہے اور وہ یہ نمبر حاصل ہی نہیں کر سکا تو شدید رویا، چلایا، پریشانی کا اظہار کیا بلکہ گاؤں کے راستے میں بیٹھ گیا اور اپنے بال منڈوا کر ٹنڈ کرا کے اپنے سر پر خود ہی جوتیاں مارنے لگا بلکہ جو بھی پاس سے گزرتا اسے سارا واقعہ بتاتا اور کہتا میرے سر پر مارو میں اِس قابل ہوں۔ میں نے ایک درویش فقیر کی بے ادبی کی ہے۔ مجھے اُس کی سزا ملی ہے۔

وہ کافی دیر خود کو سزا دیتا رہا اور آخر کار میرے پاس آ گیا اور معافی مانگنے لگا کہ پروفیسر خدا کے لیے مجھے معاف کر دیں۔ اور میں حیرت سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ کتنا رحیم اور رحم کرنے والا ہے، کس طرح اپنے فقیروں درویشوں کی عزت کی لاج رکھتا ہے اور خود ہی لوگوں کے لیے ایسی سزا تجویز کرتا ہے جس میں اُن کے لیے بہت بڑا سبق ہوتا ہے۔

اِن دونوں واقعات میں جو سبق یا اشارہ ہے وہ یہی ہے کہ اگر اللہ پاک کی ذات آپ پر مہربان ہے تو ہی آپ کے لیے آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں ورنہ بڑے سے بڑا فقیر، درویش بھی بے بس ہے۔ وہ الگ بات ہے کہ بعض درویش، فقیر یا اللہ کا بندہ اپنی عبادت، ریاضت اور مجاہدے کے بعد اللہ پاک کے اِس قدر قریب ہو چکا ہوتا ہے کہ رب ذوالجلال اپنے اس بندے کی کوئی بات نہیں ٹالتا۔ وہ اُس کی ہر دعا قبول کرتا ہے اور کائنات کی مخفی قوتوں اور

فرشتوں کی ڈیوٹی لگا دیتا ہے کہ میرا بندہ جو بھی کہتا ہے اُس کو پورا کرنے میں اُس کی مدد کرو اور لوگوں کے قلوب میں اُس کی محبت اور پیار ڈال دیتا ہے اور اللہ پاک اپنے اس بندے کو لوگوں کے لیے باعثِ راحت اور شفا بنا دیتا ہے۔ یہ مقام اللہ پاک اپنے عاشقوں کو ہی عطا کرتا ہے۔

# چوری کے نوٹ واپس آ گئے

میری زندگی میں بہت سارے واقعات ایسے آئے ہیں کہ جس پر میں بھی شدید حیران ہوا بلکہ کچھ تو ایسے ہیں کہ کسی کو بھی یقین نہ آئے۔ یہ واقعہ بھی ایسا ہی ہے کہ آپ اِس پر یقین نہیں کریں گے لہٰذا میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اُن لوگوں سے رابطہ کر کے تصدیق کر لیں۔ کیونکہ یہ زندہ اور حقیقی کردار ہیں اور میں ان کے نام بھی اصل لکھ رہا ہوں تاکہ کسی قسم کا ابہام یا شک نہ رہے۔

میں مری چھوڑ کر جب لاہور آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں بھی بہت سارے پیار کرنے والے دیئے۔ اِن لوگوں میں سے ایک اجمل صاحب ہیں جو اُردو بازار کی مشہور و معروف شخصیت ہیں۔ نیک آدمی ہیں اور اولیائے کرام سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ اُن کے کچھ مسائل تھے جو اللہ پاک نے مجھ فقیر کی دُعا سے حل کر دیئے لہٰذا اب وہ اکثر اوقات کسی نہ کسی دکھی کو لے کر میرے پاس آتے رہتے ہیں۔

ایک دن اجمل صاحب کا فون آیا کہ مرشد آپ کدھر ہیں۔ میں نے کہا گھر پر۔ تو وہ اُردو بازار سے ہی اپنے کسی دوست کو لے کر رات کو میرے گھر آ گئے اور بتایا کہ یہ جو دوست میرے ساتھ آئے ہیں اِن کے گھر سے جنات روپے چوری کرتے ہیں۔ میں نے کہا اجمل صاحب یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ اپنے گھر کے افراد اور نوکروں کو چیک کریں یقیناً چور گھر میں ہی ہو گا۔ لیکن وہ لوگ بضد تھے کہ ہم بے شمار تالے تبدیل کر چکے ہیں اور چابیاں صرف ہمارے پاس ہوتی ہیں لیکن نوٹ پھر بھی چوری ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگ بضد تھے کہ یہ چوری جنات ہی کرتے ہیں اور اپنی اِس بات کو ثابت کرنے کے لیے انہوں نے وزنی دلائل بھی دیئے کہ میں بھی مشکوک ہو گیا کہ واقعی اِیسی بات نہ ہو۔ اب اجمل صاحب نے پُرجوش طریقے سے کہنا شروع کر دیا کہ آپ جنات کو آرڈر لگائیں کہ وہ پیسے واپس کریں۔ جب انہوں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو میں مراقبے میں چلا گیا تاکہ دیکھوں اصل بات کیا ہے اور اللہ پاک سے مدد مانگی کہ اللہ پاک میری مدد کر، اچانک میرے خالی دماغ میں یہ اطلاع آئی کہ روپے واپس آ جائیں گے۔ ساتھ ہی میں نے "یا رقیب" کا حصار بھی کر دیا کہ اگر جنات والی بات سچ ہے تو روپے واپس آنے چاہئیں۔ جب بار بار یہ خیال میرے دماغ میں آ رہا تھا کہ ایک گھنٹے کے اندر اندر تمام پیسے واپس آ جائیں گے تو میں نے اجمل صاحب اور اُن کے دوستوں سے کہا آپ گھر جاؤ اور وہ کمرہ اچھی طرح چیک کر کے دروازہ باہر سے لاک کر کے بیٹھ جائیں اور ایک گھنٹہ بعد کھولیں انشاءاللہ نوٹ واپس آ چکے ہوں گے کیونکہ جس کیفیت میں یہ اطلاع میرے دماغ میں آ رہی تھی اکثر اوقات یہ سچ ثابت ہوتی ہے۔ اجمل



صاحب نے گھر جا کر پورا کمرہ چیک کیا اور بند کر کے تالا لگا کر بیٹھ گئے۔ اچانک مجھے لگا کہ روپے آ گئے ہیں۔ میں نے فون کیا اور کہا کہ چیک کرو۔ اب جب انہوں نے دروازہ کھولا تو کمرے میں چاروں طرف لاکھوں نوٹ بکھرے پڑے تھے اور آج تک جتنے چوری ہوئے تھے وہ سب واپس آ گئے۔ گھر والے بہت خوش اور حیران تھے اور اجمل صاحب اپنی دکان پر نعرے مار رہے تھے۔ اجمل صاحب اور اُن کے دوست تو اِس کو میری کرامت کہتے ہیں جبکہ یہ بھی کسی طرح میرے اللہ پاک کی کرم نوازی ہی تھی۔ یہ واقعہ میرے لیے بھی شدید حیرت کا موجب تھا جبکہ اجمل صاحب کا موقف یہ تھا کہ پروفیسر صاحب نے اپنے جنات کو بھیجا اور انہوں نے اُس گھر کے جنات کو پکڑ کر ان سے پیسے لے کر کمرے میں پھنکوا دیئے۔ جب کہ سچ تو یہ ہے کہ میرے ربّ پاک کو پتہ نہیں میری کون سی ادا پسند ہے جو بار بار میری عزت میں اضافہ کرتا ہے ورنہ میں تو ایک گنہگار ہوں۔

# خاوند کی دیوانی بیوی

بلاشبہ اِس دنیا کے خوبصورت رنگوں میں سے یا خوبصورت نظاروں میں سے ایک عورت کا وجود بھی ہے۔ میں اپنی روحانی زندگی میں بے شمار عورتوں سے مل چکا ہوں کیونکہ بزرگوں، صوفیوں کے پاس جو مسائل آتے ہیں اُن میں زیادہ تعداد خواتین کی ہوتی ہے۔

معذرت کے ساتھ زیادہ تر خواتین ذہنی طور پر ناپختہ ہوتی ہیں۔ شک اور وہم کا شکار ہوتی ہیں۔ لہٰذا میں اِن کی باتوں کو زیادہ سنجیدگی سے نہیں لیتا لیکن اِس واقعہ میں جس عورت یا بیوی کا میں ذکر کرنے جا رہا ہوں وہ سب سے الگ اور خاوند کی محبت، وفا، اطاعت میں دیوانگی کی حدوں کو چھوتی تھی۔ اُس نے آ کر جو بات یا مسئلہ مجھے بتایا اُس نے مجھے بھی ہلا کر رکھ دیا۔

میں ابھی مری میں ہی Job کرتا تھا۔ چھٹیوں میں لاہور آیا ہوا تھا۔ ایک عورت میرے پاس آئی جو شکل و صورت میں دیہاتی لگتی تھی اور بہت پڑھی لکھی نہیں لگ رہی تھی۔ میرے کسی جاننے والے کے ساتھ آئی تھی۔ اُس نے جو مسئلہ بتایا وہ سن کر آپ بھی پریشان ہو جائیں گے۔

وہ مجھے کہنے لگی پروفیسر صاحب میرا خاوند کئی دنوں سے گھر میں بیمار اور دروازہ بند کر کے پڑا ہے، اُس کا علاج کریں۔ میں نے پوچھا اُسے کیا مسئلہ ہے تو وہ بولی وہ کسی عورت سے بہت پیار کرتا ہے اُس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ عورت میرے خاوند سے ناراض ہو گئی ہے اُس کی ناراضی میرا خاوند برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ روگ لگا کر گھر بیٹھا ہے۔

میں اپنے خاوند سے عشق کرتی ہوں۔ میں اُس کو پریشان نہیں دیکھ سکتی۔ آپ خدا کے لیے مجھے کوئی ایسا تعویذ دیں کہ وہ عورت میرے خاوند سے صلح کر لے تاکہ میرا خاوند بھی خوش اور نارمل ہو جائے۔ اُس کی بات سن کر میں حیرت سے بولا کیا تم اپنے خاوند کی سہیلی کا تعویذ مجھ سے لینے آئی ہو۔ تم کو اپنے خاوند اور اس عورت پر غصہ نہیں آتا، تم جانتی ہو تم کیا کہہ

رہی ہو؟ پروفیسر صاحب! مجھے پتہ ہے میں کیا کہہ رہی ہوں۔ وہ میرے گھر والا میرا واحد سہارا ہے۔ میری ساری [illegible] خوشیاں اُسی کے دم سے ہیں جب وہ ہی نہ رہا تو میں کیا کروں گی۔ میں اُس کی خوشی میں خوش ہوں۔ مجھے بعد [illegible] کہ یہ خود اُس عورت کو بلا کر لاتی اور اپنے ہی گھر میں دونوں کی ملاقات کراتی اور خود کمرے کے باہر بیٹھ جاتی [illegible] نہ ہو۔ بیوی خود اپنے خاوند کی محبوبہ کو لا کر اپنے ہی خاوند کو پیش کرے اور اپنے خاوند کی خوشی کے لیے سوتن اور [illegible] کے جذبات اور نفرت کو مار دے۔ میں حیرت سے اُس کی شکل دیکھ رہا تھا کہ تو کس سیارے سے آئی ہے۔ تم [illegible] بیوی ہو میں نے پوچھا۔ تو وہ بولی جی ہاں اور میرے اتنے بچے ہیں۔ بعد میں مجھے یہ بھی پتہ چلا کہ اِس کا خاوند [illegible] والا، جھگڑالو اور نکما تھا نہ کام کاج، صرف دوسری عورت سے عشق اور عیاشی اور کوئی کام نہیں۔ اِس کی بیوی [illegible] باکردار، پورا گاؤں اُس کی پاک بازی اور شرافت کی قسم کھاتا تھا۔ وہ میرے سامنے کھڑی اپنے خاوند کی خوشی کی [illegible] رہی تھی اور میں حیرت سے اُس کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے اِس کے خاوند پر بہت رشک بھی آیا کہ یہ شاید دنیا کا خوش [illegible] خاوند ہوگا جو اُس کی اپنی بیوی ہی اُس کی معشوق کو منانے کے لیے بھاگ دوڑ کر رہی تھی۔ میں نے اُس سے [illegible] کبھی اپنے خاوند کو روکا نہیں۔ تمہیں اُس پر غصہ نہیں آتا تو وہ بولی شروع میں بہت روکا بھی اور غصہ بھی کیا لیکن [illegible] نے میری کوئی بات نہیں مانی تو میں ہی اپنے خاوند کی خوشی میں ڈھل گئی۔ اب اُس کی خوشی میں میری خوشی ہے۔ [illegible] فرمانبرداری، اطاعت دیکھ کر میں نے شدت سے اللہ سے دُعا مانگی کہ میرے سوہنے ربّ اِس عورت کو میں نے اِس [illegible] واپس دلانا ہے اور میرے اللہ اِس میں میری مدد کرنا۔ میں نے کچھ دیر سوچا اور اُس سے مخاطب ہوا کہ یہ تعویذ [illegible] دے دینا اور اُس کو کہنا کہ 24 گھنٹے کے اندر وہ عورت اُس کے پاس ہوگی۔ جب وہ عورت اُس کے پاس آ جائے [illegible] میرا شکریہ ادا کرنے آئے۔ تعویذ نے کیا کرنا تھا شدت سے رات کو دعا مانگی اور پرانا عملِ محبت استعمال کیا اور اللہ [illegible] برکت دی اور اگلے ہی دن وہ عورت اُس کے پاس آ گئی۔ جب اُس کی صلح ہوگئی تو بیوی نے کہا کہ جاؤ اور [illegible] پروفیسر صاحب کا شکریہ ادا کرو تو وہ بولا میں کسی پروفیسر کو نہیں جانتا، میرا مرشد بہت بہت طاقتور ہے پروفیسر صاحب [illegible] بہت سارے میرے مرشد کے مرید ہیں۔ میں اپنے مرشد کے علاوہ کسی کو نہیں مانتا، اُس کی بیوی نے میرے پاس [illegible] شکریہ ادا کیا اور اپنے خاوند کی طرف سے معافی بھی مانگی۔ میں اُس کی بات سن کر مسکرا دیا کیونکہ مجھے اپنے پلان کا پتہ [illegible] آگے کیا کرنا ہے، کوئی بات نہیں تم پریشان نہ ہو، آرام سے گھر جاؤ چند دن بعد اِس کی پھر اُس سے لڑائی ہوگی تو تم [illegible] آنا اُس کو کہنا کہ جاؤ اپنے مرشد کے پاس یا خود پروفیسر صاحب کے پاس جاؤ۔ وہ دعائیں دیتی ہوئی تشکر آمیز نظروں [illegible] دیکھتی ہوئی واپس چلی گئی۔

چند دنوں بعد وہی ہوا جس کا مجھے احساس تھا۔ اُس کی پھر اپنی محبوبہ سے لڑائی ہوگئی کیونکہ طبعاً [illegible] جھگڑالو تھا۔ اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارتا رہا، اپنے مرشد کے پاس بھی کئی بار گیا۔ آخر میں اپنی بیوی کی بھی منتیں [illegible] وہ دوبارہ میرے پاس آئی بھی لیکن مسئلہ حل نہ ہوا۔ آخر کار جب جدائی کی آگ برداشت نہ کر سکا تو مجبوراً [illegible] بیوی سے کہا کہ مجھے پروفیسر صاحب کے پاس لے چلو۔ ایک دن صبح صبح ہی وہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ آ گئی [illegible]




[illegible] پروفیسر صاحب! آپ کا اور میرا مجرم باہر بیٹھا آپ کا انتظار کر رہا ہے، بڑی مشکل سے آیا ہے۔ میں اسی [illegible] انتظار میں تھا، اصل کھیل تو اب شروع ہونا تھا جس کی وجہ سے میں نے اُس کی محبوبہ سے اُسے ملایا تھا۔ میں [illegible] گیا تو ایک اکھڑ، ضدی، مغرور، خود سر دیہاتی آدمی باہر بیٹھا تھا۔ کانوں میں سونے کی مرکیاں پہنی ہوئی تھیں [illegible] مغرور اور عاشق مزاجی کو ظاہر کر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر بڑے ہی مغرور انداز سے میری طرف آیا اور بولا [illegible] آپ کے پاس تو آ گیا ہوں لیکن مرید میں اپنے مرشد کا ہی ہوں۔ میرا مرشد بہت پہنچا ہوا ہے۔ آج کل [illegible] مرشد کا موڈ نہیں ورنہ مجھے تمہارے پاس آنے کی ضرورت نہیں پڑنی تھی۔ اُس کا مغرور لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ [illegible] مجبوری میں آیا ہے وگرنہ اُس کا آنے کا کوئی موڈ نہیں تھا۔ میں بغور اُس کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ بڑے مغرور [illegible] بولا جناب مجھے تعویذ دو تا کہ میں واپس جاؤں۔ میں کیونکہ اُس کا پلان پہلے ہی بنا چکا تھا میں نے بہت [illegible] انداز سے اُس سے باتیں کیں اور کہا جناب مسئلہ ہی کوئی نہیں، یہ لو تعویذ اور جاؤ تمہارا کام ہو جائے گا بلکہ [illegible] اِس تعویذ کے علاوہ اور بھی بہت کچھ دوں گا، جب تمہارا دل کرے میرے پاس ضرور آنا۔ آج سے [illegible] ساتھ دوستی ہوگئی ہے۔ کبھی کبھی ملنے آ جایا کرو، وہ جاتے جاتے یہ کہہ گیا کہ میں سوچوں گا کہ آنا ہے یا [illegible] ابھی میں جاتا ہوں میرا کام پکا ہونا چاہیے۔ وہ چلا گیا۔ لیکن ایک ہفتے بعد ہی پھر میرے پاس آ گیا، اب [illegible] لہجہ میں غرور اور اکھڑ پن نہیں تھا بلکہ اب وہ دوستی کی طرف مائل نظر آ رہا تھا۔ بلکہ آج وہ میرے لیے کھیر [illegible] لایا تھا۔ بولا پروفیسر صاحب میرا کام ہوگیا تھا، میری جاتے ہی اُس سے دوبارہ صلح ہوگئی تھی۔ میری بیوی نے [illegible] کے لیے کھیر بنا کر بھیجی ہے۔ اب میں اپنے پلان کے تحت اُس سے مخاطب ہوا تم شکریے کے لیے نہیں آئے [illegible] کوئی اور کام لے کر آئے ہو۔ اگر تم کو یقین نہیں تو میں جو تمہارے دل میں ہے وہ بھی بتا دیتا ہوں۔ وہ حیرت [illegible] میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ پروفیسر صاحب اگر آج آپ نے بتا دیا کہ میں کیوں اور کس کام کے لیے آیا [illegible] تو آپ کو مان جاؤں گا کہ میرے مرشد کے علاوہ بھی دنیا میں کوئی ہے۔ میں نے اللہ پاک کا نام لیا اور بولا [illegible] تمہاری اُس سے صلح ہوگئی ہے لیکن اَب اُس کا میاں اُس پر پابندیاں لگاتا ہے اس کو روز خوب مارتا ہے اور تم کیونکہ [illegible] اُس سے بے پناہ عشق کرتے ہو اُس کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے اب تم میرے پاس اس لیے آئے ہو کہ اُس کا میاں [illegible] اُسے کچھ نہ کہے۔ اب تم سوچ لو کیا کرنا ہے؟ وہ بولا جناب میں اُس کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا اور نہ ہی یہ برداشت [illegible] کر سکتا ہوں کہ کوئی اُس کو مارے۔ آپ اُس کے میاں کو ٹھنڈا کریں۔ میں نے اُس کو وہی بات بتائی تھی جو اُس کے [illegible] دل میں تھی۔ وہ حیرت اور تحسین آمیز نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا بلکہ اب اُس کی آنکھوں سے پہلی بار [illegible] اور احترام کے جذبات بھی چھلک رہے تھے۔ اُس کے مزاج کا غرور اور اکھڑ پن ختم ہو چکا تھا۔ وہ میرے [illegible] احتراماً اپنی معشوق کا سوالی بن کر کھڑا تھا کہ اُس کا میاں اُسے کچھ نہ کہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے یار کیونکہ [illegible] تم سے دوستی ہو چکی ہے جیسے تم کہتے ہو، جاؤ اُس کا میاں اب اُس کے ساتھ نہیں لڑے گا۔ وہ خوشی خوشی سلام [illegible] کر کے چلا گیا۔ ہفتے بعد پھر واپس آ گیا۔ میں نے پوچھا جناب اب کیا ہوا تو وہ بولا پروفیسر صاحب! جیسے آپ نے

کہا ویسے ہوگیا۔ اب اُس کا بندہ اُس کے ساتھ بالکل ٹھیک ہے لیکن اب وہ مجھے بالکل لفٹ نہیں کراتی ۔ میں اُن کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اُس کو پھر میری طرف لائیں۔ میں نے کہا سوچ لو اگر تمہاری محبت اُس کے دل میں ڈالوں گا تو اُس کا خاوند پھر اُس کو مارے گا۔ جناب مجھے اِس کی پروا نہیں آپ اُس سے میری صلح کرائیں، چلو ٹھیک ہے تم جاؤ اب میں تمہاری بات نہیں ٹال سکتا، جاؤ تمہارا کام ہوجائے گا آج تو میں تمہاری ہر بات مانتا ہوں لیکن کبھی میں بھی تم سے کچھ کہوں گا یا مانگوں گا تو تمہیں بھی میری بات ماننی ہوگی۔ اُس نے وعدہ کیا کہ میں ہر صورت میں آپ کی بات مانوں گا۔

اِسی طرح کچھ عرصہ گزر گیا اور اُس کی لڑائی اور صلح کی آنکھ مچولی اِسی طرح چلتی رہی آخر ایک دن میں نے اپنے پلان کے تحت اُس کو کہا کہ یار میں نے سوچا ہے کہ کیوں نا یہ عمل میں تم کو دے دوں تاکہ تمہیں میرے پاس آنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ تم خود ہی یہ عمل کر کے اُس کو بلا لیا کرو۔ تم جو بار بار میرے پاس آتے ہو یہ مجبوری بھی ختم ہوجائے گی۔ وہ بہت خوش ہوا۔ میں نے کہا کہ اب تم میرے دوست ہو لہٰذا تمہارے لیے میری جان اور ہر چیز حاضر ہے۔ میں نے اُسے ایک روحانی عمل بتایا اور کہا کہ جا کر کرو اور ساتھ ہی شرائط بھی بتائیں۔ وہ چلا گیا اور جا کر میرے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا اور مقررہ دن کے بعد کامیاب بھی ہو گیا اور میرے پاس بہت خوشی خوشی آیا اور مٹھائی بھی لایا، بہت خوش تھا۔ میں نے اُسے کہا اب تم خود عامل ہو، اپنے اور لوگوں کے کام اب خود ہی کیا کرو۔ ساتھ ہی میں نے اُسے ایک اور عمل بھی بتایا جسے سن کر وہ بہت خوش ہوا۔ جب میں نے اُسے کہا کہ اِس عمل کے بعد تم یہ کام کر سکتے ہو تو وہ میرا بہت احسان مند بھی ہوا کہ اب آپ واقعی دوستی نبھا رہے ہیں۔ میں نے کہا یار تم دوست ہو، جاؤ اور جا کر کرو، تمام شرائط اور طریقہ میں نے اُسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔ وہ خوشی خوشی واپس چلا گیا۔ اب میں اُس سے ایسے ذکر اذکار بھی کرا رہا تھا جس سے عشق کا بھوت اتر جاتا ہے اور انسان عشقِ مجازی کے بجائے عشقِ حقیقی کا مسافر بن جاتا ہے۔

اِس دوران اب وہ مجھ سے روزانہ ملنے آتا۔ میں اُس کو ہمیشہ فل پروٹوکول دیتا۔ آہستہ آہستہ وہ میری دوستی کے سحر میں بھی گرفتار ہو رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اُس عورت کے عشق کا نشہ بھی اُس کے دل و دماغ سے اتر رہا تھا۔ اب وہ ساری ساری رات بسم اللہ الرحمن الرحیم اور سورۃ اخلاص کا ورد کرتا۔ اِس دوران اُسے پتہ ہی نہیں چلا جب وہ اُس عورت کے عشق سے نکل کر عشقِ الٰہی میں داخل ہو گیا۔ ایک دن وہ میرے پاس بیٹھا ہوا تھا تو میں نے کہا یار اُس ۔۔۔ سے ملے ہوئے کتنے دن ہو گئے، کبھی اُس کے محلے بھی گئے ہو کہ نہیں، تم تو سارا سارا دن میرے پاس ہی بیٹھے رہتے ہو۔ تو وہ بولا جناب ایک ماہ سے اُوپر ہو گیا ہے میں اُدھر نہیں گیا اور اب نہ ہی میرا دل کرتا ہے۔ آپ نے ایک بار مجھے کہا تھا کہ ایک بات منواؤں گا مجھے پتہ تھا آپ کا اشارہ کس طرف ہے، آپ کے کہے بغیر ہی میں نے اُس کو چھوڑ دیا۔ اب وہ میرے لیے بہنوں کی طرح ہے۔ کبھی بری نظر سے نہیں دیکھوں گا۔ آج اِس واقعہ کو چھ سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ وہ لڑائی جھگڑا، عشق بازی سب کچھ بھول چکا ہے۔ اکثر اپنی بیوی کے ساتھ



میرے پاس آتا ہے اور اُس کی بیوی ہر بار شکر گزار ہوتی ہے کہ پروفیسر صاحب میں نے سالوں جھوٹے بابوں کے چکر لگائے لیکن اللہ نے مجھے فیض آپ کے در سے دیا۔ اور میں اُس کے خاوند کو چھیڑتا ہوں کہ اُس کا کیا حال ہے تو وہ کہتا ہے سرکار آپ نے میرا ڈنک نکال دیا ہے اب کبھی وہ غلطی نہیں ہوگی۔ اور ان دونوں کو خوش و خرم دیکھ کر میں اللہ پاک کا شکر گزار کہ اُس کے کرم سے بیوی کو اُس کا خاوند مل گیا۔

## ایک کے بجائے دو بیویاں

روحانیت اور فقیری بھی ایک حیرت کدہ ہے اور میرے سوہنے ربّ کے کھیل بھی بہت ہی نرالے ہیں۔ بعض اوقات اپنے بندوں اور فقیروں کے ساتھ ایسے شغل اور محبت کرتا ہے کہ بندہ حیران ہو جاتا ہے۔ میں اُن دنوں مری میں کام کرتا تھا اور حسبِ معمول سردیوں کی چھٹیوں مین اپنے گاؤں آتا تھا۔ سردی بہت زیادہ ہوتی تھی۔ سارا دن میں لوگوں سے ملتا۔ میرے گاؤں کی غریب آبادی کا ایک غریب آدمی سارا دن میرے پاس بیٹھا رہتا اور رات کو بھی بیٹھا رہتا بلکہ آنے والوں کی خدمت کرتا۔ دن رات آگ اور کوئلوں کی انگیٹھی جلاتا، سردی میں ہم سب کے لیے حرارت کا انتظام کرتا۔ ایک دن بہت رات گئے جب ہم سب گھروں کو واپس جانے لگے تو میں نے اُسے پوچھا بھائی صاحب! آپ اتنے دنوں سے میرے پاس آتے ہو کوئی کام وغیرہ نہیں کرتے۔ گھر میں کوئی نہیں جو تم دن رات یہاں بیٹھے رہتے ہو۔ وہ بولا سرکار میں غریب آدمی ہوں۔ آپ لوگوں کے برابر نہیں بیٹھ سکتا۔ ایک سال پہلے میری بیوی مجھے چھوڑ کر کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہے اور تھوڑے بہت پیسے تھے وہ مزاروں، بابوں کو دے چکا ہوں لیکن مجھے کہیں سے بھی خیر نہیں پڑی۔ لوگوں سے آپ کا سنا تھا سارا سال آپ کا انتظار کرتا رہا اب آپ آئے ہیں تو اب آپ کے در پر آتا ہوں کہ آپ صاحبِ نظر ہیں کبھی تو مجھ غریب پر بھی نظر پڑے گی۔ چھوٹا منہ بڑی بات آپ کی توجہ کا منتظر ہوں۔ میرے بچپن کے دوست بھی ساتھ کھڑے تھے اُنہوں نے بھی بھرپور سفارش اور وکالت کی کہ اس بے چارے کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہوا ہے، وہ اِس غریب کو چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ اس کے گھر میں اور کوئی بھی نہیں ہے۔ بے چارے کا گھر ہی اُجڑ گیا ہے۔ کوئی کھانا بنانے والا بھی نہیں ہے۔ مجھے اُس بے چارے کی دکھی داستان سن کر بہت دکھ ہوا۔ اُس کو حوصلہ دیا کہ فکر نہ کرو، وہ جلدی واپس آئے گی۔ دو دن بعد میں نے اُسے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ تمہاری بیوی تم سے بے وفائی کر گئی ہے، کسی اور کے ساتھ بھاگ گئی ہے، تمہیں اُس پر غصہ نہیں کیا تم پھر بھی اُس کو واپس لانا چاہتے ہو۔ وہ بولا سرکار میں اُس سے بہت پیار کرتا ہوں۔ اگر وہ میرے پاس آئے گی تو اُس کی ساری غلطیاں معاف کر دوں گا۔ آپ اُس کو واپس لے آئیں، اُس نے میرے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔

یہاں میں اپنے قارئین کو بتاتا چلوں کہ میری زندگی میں کئی ایسے خاوند آ چکے ہیں جن کی بیویاں اُن کو چھوڑ کر بھاگ گئیں لیکن خاوند ابھی بھی اِس انتظار میں ہے کہ وہ کب واپس آئے گی اور میرا اُجڑا گھر پھر سے آباد ہو جائے گا۔

لیکن اُن بدکردار عورتوں کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ کوئی ان کو کتنا چاہتا ہے اور اُس کے انتظار میں بیٹھا ہے۔

اِسی طرح کی ایک بیوی کا بدقسمت خاوند میرے پاس آیا کہ سرکار میری بیوی کسی دوسرے لڑکے کو پسند کرتی ہے۔ میں جب روکتا ہوں تو وہ مجھ سے طلاق مانگتی ہے۔ خدا کے لیے میری عورت کے دماغ سے اُس کے عشق کا بھوت اتار دیں۔ میں نے اُس کو وظائف بتائے، اللہ نے کرم کیا وہ لڑکا خود ہی اُس کو چھوڑ گیا۔ اب وہ عورت بسمل کی طرح [illegible] شروع ہوگئی۔ اب وہ عورت ساری ساری رات نوافل اور لمبے لمبے وظیفے کرنا شروع ہوگئی کہ جو اُس کا عاشق اُسے چھوڑ گیا ہے واپس اُس کے پاس آجائے۔ اب اس کا میاں روزانہ میرے پاس۔ میں نے اسے بہت سمجھایا کہ وہ ساری رات کسی اور کے لیے جاگتی اور عبادت کرتی ہے تمہیں اُس پر غصہ نہیں آتا۔ وہ مجبور کہتا جناب میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، میرا گھر اُجڑ جائے گا۔ میں بھی اُس کے گھر گیا۔ بڑی کوششوں کے بعد اُس عورت کے دماغ سے عشق کا بھوت نکالا اور وہ نارمل ہوئی۔ اُس کے شوہر اور میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اللہ پاک ایسی بے وفا عورتوں اور مردوں کو ہدایت دے۔

بات ہم اُس خاوند کی کر رہے تھے جس کی بیوی بھاگ گئی تھی جو میرے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا۔ میں نے اُسے حوصلہ دیا۔ بے فکر رہو وہ آجائے گی۔ اِس طرح میری چھٹیاں ختم ہونے لگیں۔ وہ بے چارہ دو ماہ سے میرے پاس آرہا تھا۔ آخر جب اُس نے دیکھا کہ اب میری چھٹیاں ختم ہونے والی ہیں اور میں اب اپنی نوکری پر کوہِ مری واپس چلا جاؤں گا تو اُس نے ایک عجیب کام کیا جسے دیکھ کر میں اور میرے دوست بھی پریشان ہوگئے۔ ایک رات جب میں سارا دن اور آدھی رات تک لوگوں سے ملتا رہا تو جب ہم چند دوست ہی رہ گئے تو میرا ایک دوست نما مرید بولا جناب آپ کی واپسی کا وقت آ گیا ہے اور اِس بے چارے کی بیوی ابھی تک نہیں آئی۔ اِس نے آپ کی اور ہماری سب کی بھی بہت خدمت کی ہے۔ اگر آپ اِسی طرح مری واپس چلے گئے اور یہ نامراد رہا، اِس کی بیوی واپس نہ آئی تو اِس کو تو دکھ ہوگا ہی، مگر لوگ آپ کے جانے کے بعد ہمیں بھی طعنے مار مار کر ذلیل و رسوا کریں گے کیونکہ یہ دو ماہ سے یہاں آرہا ہے۔ اِس کے رشتے داروں نے اِس کو بہت روکا اور سمجھایا کہ کیوں اپنا وقت برباد کرتے ہو، پروفیسر صاحب امیروں کا کام کرتے ہیں، تمہارے جیسے غریب اور کمی کی کوئی نہیں سنے گا۔ گاؤں والے بھی اس کی زندگی اجیرن کر دیں گے لہٰذا خدا کے لیے اس کی بیوی کو کسی نہ کسی طرح واپس بلائیں تاکہ اِس غریب کا گھر پھر سے آباد ہو سکے اور یہ رشتہ داروں اور گاؤں والوں کے طعنوں سے بھی بچ سکے۔ میں نے اُس کی طرف دیکھا، وہ بھی حسرت اور امید بھری نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ ڈرتے ڈرتے بولا سرکار آج میں نے آپ کو منانا ہے، آپ آج ہی میرا کام کریں گے۔ سرکار آپ بیٹھیں اور دیکھیں۔ اُس نے گھنگھرو نکالے جو وہ پہلے سے ہی لایا ہوا تھا۔ میرے دوستوں کا رویہ بتا رہا تھا کہ وہ اُس کے اِس عمل سے واقف ہیں۔ اُس نے گھنگھرو باندھیں اور ناچنا شروع کر دیا۔ سرکار جس طرح بلھے شاہ سرکار نے اپنے مرشد عنایت قادری سرکار کو منایا تھا آج میں نے بھی ناچ کر آپ کو منانا ہے۔ میں نے زبردستی اُس کو بٹھا دیا اور سختی سے منع کیا کہ تم کن عظیم ہستیوں کا نام لے رہے ہو۔ بیٹھ جاؤ وہ دو دن کے اندر اندر آجائے گی۔ پتہ نہیں وہ قبولیت کی کونسی گھڑی تھی جو میرے ربّ نے فوری سن لی۔ ہم اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ اگلا دن بھی لوگوں سے ملنے میں گزرا۔ مغرب کے بعد وہ اور میرا دوست خوشی خوشی آستانے پر داخل ہوئے۔ دونوں کی خوشی اور مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ اُن کے پاس کوئی خوشخبری ہے۔ آتے ہی میرا دوست



پروفیسر صاحب! رات اِس کا ناچنا کام آ گیا ہے۔ اس کی بیوی کچھ دیر پہلے آ گئی لیکن جناب بیوی تو آ گئی ہے لیکن [illegible] بھی ہے جس میں آپ کی رہنمائی درکار ہے۔ اِس کی بیوی اپنے ساتھ ایک نوجوان لڑکی بھی لائی ہے وہ کہتی ہے [illegible] اُس کے ساتھ گئی تھی آتے ہوئے میں اُس کی بہن کو بھی لے آئی ہوں۔ وہ مجھے جھوٹے وعدے اور میرے خاوند کے [illegible] کر کے لے گیا تھا۔ اب اُس کی سزا یہی ہے کہ اُس کی بہن بھی لے آئی ہوں۔ اب تم اِس کے ساتھ بھی شادی کرو [illegible] اُس کو بھی اُس دکھ کا احساس ہو جو وہ تمہیں دے کر گیا ہے۔ وہ غریب کہنے لگا سرکار میں نے تو ایک بیوی مانگی تھی آپ [illegible] دو دے دیں۔ سرکار آپ لج پال ہیں، زندہ باد، وہ خوشی سے جھوم رہا تھا اور اپنی بیوی کی باتیں سنا رہا تھا۔ میں مذاقاً بولا [illegible] بہت تنہائی کاٹی ہے اور ایک کے بجائے دو کے ساتھ زندگی گزارو لیکن وہ ڈر رہا تھا سرکار میں نے تو ایک مانگی تھی [illegible] دو دے دیں۔

میں اللہ پاک کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ میرے اللہ آپ بھی کیا ہو، تیرے سارے رنگ پیارے اور [illegible] ہیں، تو جب بھی دیتا ہے بے حساب دیتا ہے۔ یہ ساری باتیں کر کے وہ واپس چلا گیا۔ صبح پھر آ گیا سرکار اب [illegible] کا کیا کرنا ہے۔ میں نے کہا اب سنبھالو اُس کو بھی جو لڑکی ساتھ آئی تھی وہ بھی شادی پر تیار تھی۔ وہ ڈر رہی تھی [illegible] اگر وہ واپس اپنے گھر جائے گی تو اُس کے گھر والے اُس کے ساتھ بہت برا سلوک کریں گے اور اُس کو مار بھی [illegible] ہیں۔ وہ ہر صورت میں شادی کے لیے تیار تھی۔ تین دن یہ شغل چلتا رہا۔ آخر وہ فائنل فیصلے کے لیے میرے پاس [illegible] سرکار میں اُس سے شادی کروں یا ناں۔ تو میں نے اُسے کہا نہیں یہ شادی کبھی نہیں کرنی۔ اگر کسی نے تمہارے [illegible] زیادتی کی ہے تو تم نہ کرو۔ اُس لڑکی کو اُس کے گھر چھوڑ آؤ۔ کوئی مسئلہ ہے تو میں اُس علاقے میں اپنے کسی [illegible] والے سے کہتا ہوں وہ تمہاری مدد کرے۔ اِس طرح ہم نے اُس لڑکی کو جو ساتھ آئی تھی اُس کے گھر والوں کے پاس بھیج دیا۔ ہمارے اِس حسنِ سلوک سے وہ بہت خوش ہوئے اور وعدہ کیا کہ وہ اپنی لڑکی کو کچھ نہیں کہیں گے۔ [illegible] دوست آج بھی یاد کرتے ہیں کہ پروفیسر صاحب آپ سے ایک بیوی مانگو آپ دو دیتے ہو۔ میں کہتا ہوں یہ [illegible] اللہ کرتا ہے میں نہیں۔

## دیوانی ماں کو بیٹا مل گیا

میری زندگی میں بے شمار ایسے لمحات آئے ہیں جب میں بہت خوش ہوا اور میرا دِل کیا کہ میں اپنی جان اپنے [illegible] پر قربان کر دوں یا اگر اللہ پاک میرے سامنے ہوں تو پتہ نہیں میں کیا کروں۔ یہ اُن دِنوں کی بات ہے جب میں مری [illegible] جاب کرتا تھا اور چھٹیوں میں اپنے گاؤں آیا ہوا تھا۔ مری کے بعد اب میرے گاؤں اور اطراف میں میری شہرت پھیل [illegible] تھی اور سارا دن بہت سارے لوگ مجھ سے ملنے آتے۔ ایک دن ایک بوڑھی عورت میرے پاس آئی جو دیوانوں جیسی [illegible] کر رہی تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ اِس کا نوجوان بیٹا پانچ سال سے لاپتہ ہے۔ اُس کی جدائی میں یہ پاگل ہو چکی ہے۔

اپنے بیٹے کی تلاش میں یہ بے شمار مزاروں اور بزرگوں کے پاس جا چکی ہے۔ اپنی ساری عمر کی جمع پونجی بھی یہ لٹیرے [illegible] بزرگوں اور مزاروں پر لٹا چکی ہے۔ اِس کو جہاں بھی کسی بزرگ یا درویش کا پتہ چلتا ہے یہ اُس کے پاس جا کر اپنے [illegible] فریاد کرتی ہے۔ اب اِس بوڑھی ماں کو آپ کا پتہ چلا ہے تو یہ پھر نئی آس لے کر آپ کے پاس آ گئی ہے۔

بوڑھی ماں کی داستان سن کر مجھے بھی بہت زیادہ دکھ ہوا کیونکہ یہ سچ ہے کہ گمشدہ بچے یا بڑے کا دکھ موت سے [illegible] زیادہ ہوتا ہے۔ موت کا تو صبر آ جاتا ہے جبکہ لا پتہ کا دکھ نا قابلِ برداشت ہوتا ہے۔ دن رات آس بنتی ہے اور ٹوٹتی [illegible] لمحہ موت کی تکلیف سے متاثرین گزرتے ہیں۔ اِسی کرب اور دکھ سے جب یہ ماں گزری تو ہوش و حواس کھو بیٹھی۔ میں [illegible] بہت پیار، توجہ اور دھیان سے دکھی ماں کی بات سنی۔ وہ بیچاری بے ربط گفتگو کر رہی تھی کبھی ہوش کی باتیں، کبھی دیوانوں [illegible] میں نے اس کو کھل کر بولنے کا موقع دیا، حوصلہ دیا اور کہا کہ جلدی وہ واپس آ جائے گا انشاء اللہ۔ اُس کو پڑھنے کو تسبیح [illegible] جا کر پڑھو وہ خوشی خوشی چلی گئی۔ دو چار دن بعد وہ پھر واپس آ گئی اور بولی کہ ابھی تک میرا بیٹا واپس نہیں آیا۔ میں [illegible] اُس کی بات سنی بلکہ میری والدہ ماجدہ نے بھی اُس کی بھرپور سفارش کی۔ وہ جب بھی آتی تھی ایک حرکت بار بار کرتی [illegible] سے بات کر کے جب واپس جاتی تو تھوڑی دور جانے کے بعد پھر واپس آ جاتی۔ کیونکہ میں اُس کی اِس حرکت سے واقف ہو چکا تھا لہٰذا میں اُس کو باہر گلی تک چھوڑ کر آتا اور وہیں کھڑا رہتا کیونکہ مجھے پتہ ہوتا تھا کہ اُس نے پھر واپس آنا [illegible] میرے پاس آئے ہوئے لوگ بھی اُس دکھی ماں کو دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے اور دُعا بھی کرتے کہ اللہ پاک جلدی اس دکھیاری ماں کی سن لے۔ اِسی طرح وہ ایک دن میرے پاس آئی اور اُس نے بڑی عجیب بات کی۔ مجھے کہنے لگی بیٹا آج میں پیدل چل کر آئی ہوں جو پیسے کرایے پر خرچ ہوتے تھے آج میں نے بچا لیے ہیں، یہ لو دس روپے اور میرا کام کر دو اور میرا بیٹا واپس لا دو۔ جب تم میرا کام کر دو گے تو میں تم کو دس روپے اور دوں گی۔ دکھی ماں ملتجی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں حسرت، انتظار، دکھ اور بیٹے کو دوبارہ زندہ دیکھنے کی آس تھی۔ اُس کا ہاتھ میری طرف بڑھا ہوا تھا جس میں پرانا دس کا نوٹ تھا اور آنکھوں میں آنسو وہ ایک لمحہ مجھے اندر سے چیر گیا بلکہ مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ دکھی ماں کا پیدل چل کر میلوں کا سفر کرنا، پیسے بچانا اور یہ آس لگانا کہ پیسے لے کر پروفیسر صاحب میرا کام کر دیں گے۔ میرے منہ سے بے اختیار ہائے میرے اللہ نکلا اور میں نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا تُو تو میرا نہایت رحم کرنے والا خدا ہے، اِس دکھی ماں کے پیدل چلنے پر ترس کھا، اِس کی آزمائش کو دور کر، اِس ماں کے لیے آسانیاں عطا فرما۔ میں کافی دیر تک اس مخصوص کیفیت میں رہا [illegible] اللہ پاک سے دعا بھی کی، شکوے بھی کیے اور رحم کی اپیل بھی۔ دکھی ماں کو دیکھ کر میری آنکھیں بھی آبدیدہ ہو گئی تھیں [illegible] اچانک مجھے دعا کی قبولیت کا احساس ہوا۔ اب میں بوڑھی ماں سے مخاطب ہوا ماں جی آپ یہ پیسے اپنے پاس رکھو، جب آپ کا بیٹا واپس آئے گا تو آپ ان پیسوں کی مٹھائی لے کر آنا۔ میری بات سن کر ماں بولی بتاؤ میرا بیٹا کب اور کس دن آئے گا۔ میں نے کہا ماں جی آپ کب چاہتی ہیں تو وہ بولی: تین دن بعد عید الفطر ہے اُس سے پہلے اُس کو میرے پاس آنا چاہیے۔ ٹھیک ہے ماں جی اگلے دو دِنوں میں آپ کا بیٹا آپ کے پاس ہوگا۔ میرے دماغ اور دل کی حالت یہ گواہی دے رہی تھی کہ وہ ہر صورت میں آئے گا۔ دکھی ماں حسبِ معمول تین بار گئی، پھر آئی اور آخر کار واپس چلی گئی اور میں نے آسمان [illegible]



[illegible] اس دعا کے ساتھ دیکھا کہ میرا اللہ پاک یقیناً اس دکھی ماں کی عید خوشگوار کرے گا۔ عید سے ایک دن پہلے دکھی ماں [illegible] جوان لڑکے کے ساتھ میرے گاؤں والے ڈیرے پر داخل ہوئی۔ ماں کے ہاتھ میں چھوٹا سا مٹھائی کا ڈبہ بھی تھا۔ [illegible] کا چھوٹا سا ڈبہ اور نوجوان لڑکا بتا رہا تھا کہ میرے اللہ پاک نے پھر سے کرم کر دیا ہے اور دکھی ماں کا بیٹا کتنے سالوں [illegible] بعد ماں کے پاس آ چکا تھا۔ ماں جی بہت خوش اور پھولے نہیں سما رہی تھیں۔ آتے ہی مجھے مٹھائی کا ڈبہ دیا اور میرے سر [illegible] پھیرا اور گلے سے لگایا۔ میں اور آستانے پر موجود لوگ دکھی ماں کی خوشی پر بہت خوش تھے، وہ دکھی ماں آج بھی ریگولر [illegible] پاس آتی ہے۔ اب وہ اپنے بیٹے کی شادی کر چکی ہے اور آج کل اپنی بہو کی شکایتیں لگاتی ہے اور میں پیار اور محبت [illegible] اس ماں کی معصوم باتیں سنتا ہوں اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

# ایک لمحے میں فقیری پا گیا

اب میں ایک ایسا واقعہ بیان کرنے جا رہا ہوں کہ آپ میں سے بہت سارے لوگ اِس کو سچ ماننے سے انکار [illegible] کے لیکن جو لوگ پچھلے کئی سالوں سے میرے ساتھ ہیں وہ تمام لوگ اِس واقعے سے آگاہ بھی ہیں کیونکہ اُن سب [illegible] سامنے یہ واقعہ ہوا۔ اور ایسے تمام لوگ جو اِس بات پر یقین نہ کریں میں اُن سے درخواست کروں گا کہ وہ اِس کردار سے [illegible] مل سکتے ہیں کیونکہ وہ الحمدللہ زندہ ہے اور سیکڑوں لوگ اُس سے ملتے بھی ہیں اور روزانہ فیض بھی پاتے ہیں۔ آپ لوگوں [illegible] بزرگوں سے سنا ہوگا اور کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ کوئی آیا اور فقیری لے گیا اور سالوں کے پرانے مرید منہ دیکھتے رہ گئے [illegible] لڑنے آیا اور فقیر بن کے گیا۔ میری زندگی میں بھی کچھ ایسے ہی واقعات پیش آئے ہیں جس میں سے ایک یہ ہے۔

یہ میرے مری میں قیام کے آخری دن تھے۔ میری شہرت مری اور اطراف میں بہت پھیل چکی تھی روزانہ [illegible] ہزاروں لوگ مجھ سے ملنے آتے۔ زیادہ تر تو لوگ اپنے مسائل لے کر آتے لیکن اِن میں سے کچھ تماشا دیکھنے آتے اور مجھے [illegible] کرنے آتے کیونکہ اُن دنوں ہر زبان پر میرا ہی چرچا تھا۔ اللہ پاک نے اپنی رحمتوں اور کرموں کی برسات کی ہوئی تھی۔ ایک دن میرا مقامی پروفیسر دوست طارق عباسی کسی نوجوان کو میرے پاس لے کر آیا کہ یہ روحانیت فقیری کے بہت خلاف ہے اور بے شمار بزرگوں سے لڑائی کر چکا ہے اور کسی پیر فقیر کو نہیں مانتا بلکہ اِس کا مشن ہے پیروں، فقیروں سے لڑنا۔ [illegible] دنوں ہم کہیں بیٹھے ہوئے تھے، بزرگوں، فقیروں کی باتیں ہو رہی تھیں۔ یہ حسبِ معمول بزرگوں کے خلاف بول رہا تھا۔ جب اس کی باتیں حد سے بڑھ گئیں تو میں نے آپ کا ذکر کیا، جب میں نے آپ کی بہت زیادہ تعریف کی تو اِس نے کہا میں آپ کے ساتھ جا کر اُن سے ملتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ وہ بھی بزرگ ہیں یا فراڈ۔ لہٰذا میرے مجبور کرنے پر یہ [illegible] گیا ہے لیکن یہ روحانیت اور فقیری کے بہت خلاف ہے۔ میں نے اُس کی طرف دیکھا تو وہ سپاٹ اور اکھڑ موڈ میں بیٹھا تھا۔ [illegible] بولا: جناب میں تو تب مانوں گا جب آپ مجھے کچھ دکھائیں گے۔ میں اندر سے فقیری کو مانتا ہوں لیکن کوئی آج تک [illegible] نہیں جو بتائے کہ وہ واقعی ہی بزرگ ہے۔ میں اُس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ میری مسکراہٹ سے شاید اُسے غصہ آ گیا۔

وہ حسبِ معمول بزرگوں درویشوں کے خلاف بولنا شروع ہوگیا۔ جب اُس کی باتیں حد سے گزرنے لگیں تو میں بولا [illegible] فقیری درویشی کو مانو گے نہیں بلکہ تم آج سے خود فقیری درویشی کرو گے، تم خود ساری عمر اولیائے کرام کی خدمت اور [illegible] ہی کرو گے۔ میں اُس کی گستاخانہ باتیں سن کر خاص کیفیت کا شکار ہو چکا تھا۔ میری باتیں سن کر وہ بولا پروفیسر چاند [illegible] تو میں بھی دیکھوں گا۔ باتوں سے میں ماننے والا نہیں ہوں۔ میں تم کو باتیں سنانا بھی نہیں چاہتا بلکہ کچھ دکھانا چاہتا ہوں [illegible] جاؤ اپنے گھر جاؤ اور اپنی بیوی کے سر پر دم کرنا جو تمہارا دل کرے پڑھ دینا۔ ایک تو وہ جو برسوں سے سر درد کی مریضہ [illegible] ٹھیک ہو جائے گی۔ اور دوسری بات اُس کی انگوٹھی کافی دنوں سے گم ہے اُس کی وجہ سے تم دونوں بہت پریشان ہو [illegible] بھی کرتے ہو۔ اُس کی آنکھیں بند کر کے اُس پر دم کر دینا اُس کے پردے اٹھ جائیں گے اور اُس کو وہ جگہ دکھادی جائے گی جہاں پر وہ انگوٹھی ہے۔ اگر اُس کا سر درد تمہارے دم سے ٹھیک ہو جائے اور بعد میں انگوٹھی بھی مل جائے تو یقین کر لینا کہ [illegible] بھی اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو جھوٹے اور فراڈ نہیں ہیں۔ کیونکہ انگوٹھی والی بات صرف اُس کے دماغ میں تھی جو [illegible] نے بتادی تھی لہٰذا اِس بات سے وہ تھوڑا سا متاثر نظر آرہا تھا کہ مجھے انگوٹھی کا کیسے پتہ چل گیا لیکن پھر بھی وہ بے یقینی [illegible] میری طرف دیکھتا چلا گیا۔ لیکن جاتے جاتے یہ بھی کہہ گیا کہ میں جا کر دیکھتا ہوں کہ آپ کی بات سچ ہوتی ہے یا کہ نہیں۔ بہر حال وہ چلا گیا لیکن مجھے اپنے اللہ پاک پر پورا یقین تھا کہ وہ ضرور واپس آئے گا اور اگلے کئی سال اب وہ لوگوں کا روحانی علاج بھی کرے گا۔ وہ جو پیروں، فقیروں اور درویشوں کو گالیاں دیتا تھا اب دن رات اُن کی خدمت کرے گا۔ میں بھی لوگوں سے مل کر رات کو گھر چلا گیا اور رات کو مراقبہ اور ذکر اذکار کر کے سو گیا۔ اگلے دن جب میں صبح اٹھا تو میری توقع کے عین مطابق وہ میرے گھر کے دروازے پر بیٹھا تھا۔ میں جب گھر سے باہر نکلا تو وہ دوڑ کر میری طرف آیا اور میرے گلے لگ گیا۔ اُس کے بولنے سے پہلے ہی میں بولا آج پھر لڑنے آگئے ہو؟ یار میں یہاں پر پردیسی آدمی ہوں تم مقامی ہو [illegible] تمہارا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ میں آج یہاں ہوں، کل کہیں اور ہوں گا۔ میں نہ تم سے کوئی بحث کروں گا اور نہ ہی لڑائی۔ وہ روتے ہوئے بولا پروفیسر صاحب! خدا کے لیے ایسا نہ کہیں میری جان آپ پر قربان، مجھے معاف کر دیں، مجھ جیسے بد [illegible] اور اکھڑ مزاج ضدی آدمی کو اِسی طرح ہی ٹھیک کیا جا سکتا تھا جو آپ نے کیا۔ میں تو بہت ہی خوش قسمت ہوں جو آپ سے لڑنے آیا، آپ کو ذلیل کرنے آیا۔ آپ نے میری جھولی میں کیا ڈال دیا۔ میں اندھیرے میں تھا آپ نے میری زندگی میں اجالے بھر دیئے۔ میں جہالت میں تھا آپ نے میری جھولی حکمت سے بھر دی۔ خدا کے لیے مجھے اپنے قدموں میں جگہ دیں۔ مجھے اپنی خدمت کا موقع دیں۔ مجھے اپنا بچہ بنالیں جو نشہ، سرور، مستی آپ نے مجھے کل پلائی ہے اس کو مجھ سے واپس نہ لینا۔ جس دنیا کا مسافر مجھے بنایا ہے اب مجھے تنہا نہ چھوڑنا۔ وہ رو بھی رہا تھا اور بہت ساری باتیں بھی کر رہا تھا۔ میں اُس سے مخاطب ہوا۔ پچھلی زندگی تم نے جیسی بھی گزاری اللہ معاف کرنے والا ہے اب تم بھی لوگوں کی خدمت اور روحانی علاج کرو گے شرط صرف ایک ہے کہ کبھی کسی سے زبردستی پیسے نہ لینا۔ یہ ربّ کا نور ہے اِس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ جتنی مخلوق کی خدمت کرو گے اتنی ہی برکت پڑے گی۔ تم مقدر والے ہو کہ اللہ پاک نے تمہیں اور مجھے اِس ڈیوٹی کے لیے چنا ہے ورنہ کروڑوں انسان دنیا میں ایسے ہیں جو ہم سے زیادہ عبادت گزار، نیک، سخی اور ربّ کے قریب ہیں لیکن یہ ڈیوٹی تو [illegible]



[illegible] والوں کو ہی ملتی ہے۔ وہ آرام اور احترام سے میری باتیں سنتا رہا اور وعدہ کیا کہ میں آپ کی ہدایات پر پورا اترنے کی پوری کوشش کروں گا اِس کے بعد وہ چلا گیا۔ میں جتنا عرصہ مری رہا وہ میرے پاس آتا اور لوگوں کی خدمت کرتا، پانی [illegible] اور خدمت کی ڈیوٹی دیتا۔ میرے کہنے پر اپنے گھر میں لوگوں سے ملنا شروع ہوگیا۔ چند دنوں میں ہی اُس کی شہرت [illegible] کی طرح پھیلنا شروع ہوگئی۔ کچھ عرصے بعد وہ ایک اور شہر میں بھی بیٹھنا شروع ہوگیا۔ آج کل وہ تین جگہوں پر لوگوں کی خدمت کرتا ہے اور اکثر میرے پاس چکر بھی لگاتا رہتا ہے۔ لاہور شہر سے بہت سارے لوگ اُس کے پاس جب جاتے ہیں تو وہ اُن کو میرا نام پتہ دیتا ہے اور کہتا بھی ہے کہ یہ سارا فیض پروفیسر صاحب نے اللہ پاک سے لے کر دیا ہے۔ آپ [illegible] جائے میرے مرشد پروفیسر صاحب کے پاس جائیں اور میرا سلام دیں۔ جب وہ لوگ آ کر مجھ سے ملتے ہیں تو [illegible] کا اظہار کرتے ہیں کہ میں اُس کا مرشد ہوں، وہ ایک فرمانبردار شاگرد اور مرید ہے، آج بھی برملا اِس بات کا [illegible] کرتا ہے کہ مجھے ایک لمحے میں فقیری مل گئی۔

## فقیری لینی مہنگی پڑی

روحانی بزرگوں اور مزاروں پر دو قسم کے لوگ آتے ہیں۔ ایک تو دنیاوی حاجات اور مسائل کے حل کے لیے اور [illegible] فقیری اور بزرگی لینے کے لیے۔ زیادہ اکثریت دنیاوی مسائل کے حل کی تلاش میں لوگ در بدر ایک بزرگ سے [illegible] بزرگ، ایک مزار سے دوسرا مزار۔ ان میں بھی زیادہ اکثریت کام چور اور خیالی دنیا میں رہنے والوں کی ہوتی ہے جو [illegible] کلس کی تلاش میں پرائز بانڈ، انعامات اور زمین میں خزانوں کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ کام وغیرہ کرنا نہیں بس کرامات کے انتظار میں یہ ساری عمر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ ایسے لوگ جب بہت زیادہ عرصہ آستانوں اور مزاروں پر [illegible] لیتے ہیں تو ان کو پیر یا فقیر بننے کا جنون چڑھ جاتا ہے۔ یہ اپنی وضع قطع، بزرگوں اور پیروں والی بنا لیتے ہیں اور لوگوں کی [illegible] سے کھیلنا شروع کر دیتے ہیں یا کچھ عرصہ کسی نام نہاد پیر کے پاس مریدی اور خدمت کرتے ہیں اور نام نہاد [illegible] قسم کی خلافت لے کر اپنی پیری مریدی شروع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ پاکستان میں ابھی بھی جہالت بہت زیادہ ہے اور زیادہ اکثریت روحانی اور بزرگوں کو ماننے والوں کی ہے، اس لیے جلد ہی ایسے خالی اور نا تجربہ کار نام نہاد پیر صاحب بہت سارے لوگوں کو اپنا گرویدہ یا مرید بنا لیتے ہیں۔

اب ایسے لوگ تکا بازی سے اپنا کام چلا رہے ہوتے ہیں۔ اندر سے یہ خود کو اچھی طرح جانتے ہیں، اس لیے جہاں کوئی حقیقی بزرگ نظر آیا، اس کی منت سماجت کہ جناب ہمیں بھی فقیری، بزرگی اور فیض دے دیں۔ بہت سارے لوگ [illegible] پیروں کی عزت و احترام اور بلے بلے دیکھتے ہیں تو یہ شہرت اور ٹھاٹ باٹ کی زندگی حاصل کرنے کے لیے کسی کے [illegible] ہو جاتے ہیں، اب آج کل زیادہ تر بزرگ یا گدی نشین جب خود ہی خالی ہیں تو وہ کسی کو کیا دیں گے۔ جب پانی کی [illegible] خالی ہو تو نل میں پانی کیسے آئے گا۔ اس لیے زیادہ تر اکثریت ایسے خالی، نا تجربہ کار پیروں کی ہے اور یہ خود پیر بن کر

بھی روحانیت، فقیری کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اسی قسم کے لوگوں کی بہت بڑی تعداد میرے پاس بھی آتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے مجھ فقیر پر۔ جب روزانہ سیکڑوں لوگ میرے پاس آتے ہیں تو یہ بہت متاثر ہوتے ہیں کہ ہم بھی اسی طرح کے پیر بن جائیں، یہ بڑے بڑے لوگ ہمارے گھٹنوں کو ہاتھ لگائیں۔ خوب صورت خواتین، بیوروکریٹس، فوج اور پولیس کے اعلیٰ افسران، عدالتوں کے جج صاحبان میڈیا اور ٹی وی کے لوگوں کو دیکھ کر ان میں یہ خواہش اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہاں ایسے لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ سارے کا سارا کھیل اللہ تعالیٰ کا ہے، کوئی فقیر یا بزرگ کچھ نہیں کر سکتا جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔ ایسے دیوانے تصوراتی دنیا میں رہتے ہیں۔

میرے پاس فقیری یا بزرگی لینے اکثر ایسے لوگ آتے ہیں۔ میں ان سے یہی کہتا ہوں کہ میں تو خود تصوف، روحانیت، عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قربِ الٰہی کا مسافر ہوں لیکن یہ نہیں مانتے۔ یہ لوگ عبادت، ریاضت، مجاہدے، تزکیۂ نفس اور مراقبہ کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ کچھ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ میں نے کوئی وظیفہ یا مراقبہ نہیں کرنا مجھے ابھی فقیر بنا دیں۔ کچھ لوگ تو بدتمیزی بھی کر جاتے ہیں لیکن کچھ لوگ عشقِ الٰہی اور زیارتِ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہی آتے ہیں جن سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔

اب یہاں جو واقعہ میں بیان کرنے جا رہا ہوں اس کے بیک گراؤنڈ کے لیے یہ بتانا بہت ضروری تھا اور بہت سارے لوگ اس واقعے کی سچائی سے انکار بھی کر دیں گے تو ان تمام دوستوں سے گزارش ہے کہ باقی واقعات کی طرح یہ بھی ایک حقیقی اور زندہ کردار ہے۔ آپ اس سے مل کر واقعہ کی صداقت کا یقین کر سکتے ہیں تا کہ Non believers کو یقین آ سکے کہ روحانیت کا وجود ہے اور یہ قصے کہانیاں نہیں ہیں۔ اس واقعہ میں تمام کرداروں کے نام اصل ہیں، جن سے آپ مل سکتے ہیں۔

میرے قریبی لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میری ذاتی کوئی بھی ٹرانسپورٹ نہیں ہے۔ اس لیے میں دفتر اکثر ایک کرائے کی پیلی ٹیکسی میں جاتا ہوں اور یہ سفر پچھلے کئی سالوں سے جاری وساری ہے۔ لاہور میں رہنے والے تمام دوست اس ٹیکسی ڈرائیور سے بخوبی واقف ہیں۔ مجھے دفتر پہنچانے کے علاوہ میرے گھر کے ذاتی کاموں میں بھی یہ میرا ہاتھ بٹاتا ہے۔ اس دنیا کا یہ پرانا دستور ہے کہ اگر کوئی کسی کے کام آتا ہے تو وہ توقع کرتا ہے کہ اس کو اس کا معاوضہ ملنا چاہیے۔ اس ٹیکسی ڈرائیور کا ایک بھائی بھی ہے جو لوگوں کو دم وغیرہ کرتا ہے اور ایک بڑی گدی کا مرید بھی تھا۔ وہ جب بھی لاہور آتا تو وہ اور اس کا بھائی ڈرائیور میرے پیچھے پڑ جاتے کہ فیض یا فقیری مجھے بھی دیں۔ میں ہر بار ٹالتا رہا کہ یہ بہت مشکل کام ہے اور ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے، اور ابھی تمہارے من کا برتن صاف نہیں ہوا اس لیے تم برداشت نہیں کر پاؤ گے، لیکن وہ کوئی بھی بات ماننے کو تیار نہیں تھا۔ ہر بار ایک ہی تقاضا کہ میں نے لوگوں کا روحانی علاج کرنا ہے، مجھے کچھ دیں۔ اکثر ایسے لوگوں کو یہ نہیں پتہ ہوتا کہ یہ کیا مانگ رہے ہیں۔ ایسے لوگ یہ بات نہیں جانتے کہ زمانۂ قدیم سے آج تک اہلِ معرفت اگر اپنے مریدوں کو عبادت، مجاہدہ اور تزکیۂ نفس، مراقبہ جات، تصورِ شیخ کراتے ہیں تو اس کی کوئی وجہ ہے کیونکہ روحانیت اور عشقِ الٰہی تو پاک ہے اور جب تک من کا برتن پاک وصاف نہیں ہوگا تو روحانی فیض کیسے ملے گا۔



اپنے اندر تمام جسمانی اور روحانی مسائل بلکہ رذائل موجود ہوتے ہیں لیکن پھر بھی ہم کائنات کی سب سے قیمتی چیز کا تقاضا کر رہے ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ جذباتی لوگ مرشد کو اپنا اختیار استعمال کرنے کا حق بھی نہیں دیتے کیونکہ سچا مرید اپنے مرشد کی تابعداری میں خوش ہوتا ہے۔ مرشد جب مناسب سمجھتا ہے، وہ عطا کر دیتا ہے۔ یہ لوگ مرشد یا اہلِ نظر لوگوں کو آرڈر لگا رہے ہوتے ہیں کہ مجھے بھی فیض دو ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گا اور دوبارہ کبھی آپ کے پاس نہیں آؤں گا۔ اب ان بھلے مانسوں کو کون سمجھائے کہ تصوف میں باادب بامراد اور بےادب بےمراد رہتا ہے۔

اسی طرح ایک بار ڈرائیور کا بھائی لاہور آیا ہوا تھا۔ اس بار وہ نیت کر کے آیا تھا کہ ہر صورت فقیری لے کر جائے گا۔ پلان کے تحت رات کو دونوں بھائی گھر آئے اور دونوں نے میری ایک ایک ٹانگ پکڑ لی اور دبانا شروع کر دی اور وہی پرانی بات کہ آج تو فقیری لے کر ہی جاؤں گا۔ میں نے کہا، فقیری کیا ہوتی ہے تو وہ بولا میں جس کو بھی دم کروں اس کا ہر کام ٹھیک ہو جائے۔ ہر بیمار تندرست ہو جائے۔ ہر مشکل مسئلہ لمحوں میں حل ہو جائے۔ وہی پرانی انسانی کمزوری طاقت کا حصول اور معاشرے میں نمایاں ہونے کی خواہش، میں کافی دیر تو ٹالتا رہا لیکن جب انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم غریب ہیں، اس لیے آپ ہم پر کرم نہیں کر رہے ہیں۔ فلاں فلاں پر آپ زیادہ مہربان ہیں۔ آپ امیروں کے کام کرتے ہیں، یہ الزام بہت سارے اور لوگ بھی میرے اوپر لگاتے ہیں۔ جب یہ دونوں بھائی کسی بھی طور پر باز نہ آئے تو میں نے ڈرائیور کے بھائی کو تسبیح بتائی کہ ٹھیک ہے تم جا کر اس طریقے سے یہ وظیفہ کرنا اور اس دوران اگر جسم پر وزن پڑے یا کوئی روحانی تبدیلی کا احساس ہو تو ڈرنا نہیں۔ اور ایک بار پھر سوچ لو یہ بہت مشکل اور بڑا کام ہے جو تم اور تمہارا جسم برداشت نہیں کر پائے گا لیکن وہ بضد تھا، کچھ بھی ہو جائے میں نہ ڈروں گا اور نہ ہی بھاگوں گا۔

یہاں قارئین کی دلچسپی کے لیے میں عرض کرتا ہوں کہ اگر وظیفہ بتانے والا ارتکاز یعنی توجہ کا ماہر ہو اور اپنی روحانی قوتیں بیدار بلکہ پختہ کر چکا ہو تو ہی پڑھنے والے پر بھی روحانی اثرات مرتب ہوتے ہیں ورنہ اگر مرشد یا وظیفہ دینے والا خود ہی خالی یا باتونی ہو تو سالوں بیت جاتے ہیں، کوئی روحانی تبدیلی نہیں آتی کیونکہ جو روحانی منازل سے گزر چکا ہو تو وہی بہتر جانتا ہے کہ باطنی جسم کے اندر کون کون سا لطیفہ یا روحانی یونٹ ہے اور کس نے کس طرح آن ہونا ہے اور کس طرح باطنی حسیات کو بیدار کرنا ہے۔ باطنی قوتیں اور تیسری آنکھ بیدار ہوگی تو ہی باطنی دنیا کے مشاہدات اور نظارے ہوں گے۔ اگر کوئی مرید اناڑی، مرشد یا استاد کے ہتھے چڑھ جائے تو نتائج خطرناک بھی نکل سکتے ہیں۔ اس لیے روحانیت میں کامل مرشد کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور جس کو کامل مرشد مل جائے وہ بہت زیادہ خوش قسمت ہوتا ہے۔

میں نے طریقہ اور ٹائم بتا دیا۔ یہ دونوں بھائی خوشی خوشی چلے گئے۔ مقررہ دن اُس نے پڑھائی شروع کر دی۔ تین دن بعد ڈرائیور صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے بھائی کو پڑھائی کرتے ہوئے تین دن ہو گئے ہیں، ابھی تک کچھ بھی نہیں ہوا۔ ابھی تک اندھیرے کا اندھیرا۔ سرکار کوئی نظارہ کرائیں۔ تین دن اور گزر گئے۔ یہ شکوے کہ سرکار اب تو کچھ کر دیں۔ آخر میں نے اسے کہا کہ اپنے بھائی سے کہنا کہ آج رات بارہ بجے وظیفہ شروع کرے۔ اب مقررہ وقت پر

میں بھی جائے نماز پر بیٹھ گیا اور اس کو دھیان میں رکھ کر توجہ شروع کر دی۔ توجہ کیا ہے؟ جو لوگ روحانی مسافر ہیں وہ بخوبی اس کو سمجھ جائیں گے۔ جو لوگ روحانیت کو نہیں مانتے وہ نہیں مانیں گے لیکن یہ سب ہے۔ توجہ، ارتکاز پر اگر عبور حاصل کرے اور ارتکاز کو پختہ کر لے تو کیا بات ہے۔ توجہ کی بے پناہ قوت کا ادراک وہی کر سکتے ہیں جو اس کو [illegible] ہیں۔ اب جب مجھے احساس ہوا کہ اس کے باطن میں کوئی تبدیلی رونما ہو گئی ہے تو میں اپنا وظیفہ کر کے سو گیا۔ ابھی مجھے سوئے ہوئے زیادہ وقت نہیں ہوا ہوگا کہ کسی نے بہت زور زور سے میرے مین گیٹ کو کھٹکھٹایا بلکہ بجانا شروع کر دیا۔ یہ حادثہ یا واردات اکثر ہوتی رہتی ہے کیونکہ میں سارا دن کا تھکا ہوتا ہوں اس لیے اکثر Avoid کرتا ہوں لیکن آج تو کوئی بہت بڑی ایمرجنسی میں لگ رہا تھا۔ اب آہنی گیٹ کو باقاعدہ زور زور سے پیٹا جا رہا تھا جیسے ڈنڈوں سے کوٹا جا رہا ہو۔ گیٹ اس شدت اور آواز کے ساتھ Knock کیا جا رہا تھا کہ سارے گھر والے اٹھ گئے۔ اب گیٹ کھولنے کے بغیر کوئی چارہ تھا، لہٰذا میں آہنی مین گیٹ کی طرف بڑھا اور تھوڑا غصے میں بولا کہ ٹھہرو میں آ رہا ہوں لیکن جب دروازہ کھولا تو ڈرائیور گھبرایا ہوا انتہائی پریشانی میں کھڑا تھا۔ خوف اور دہشت کے تاثرات اس کے چہرے پر تھے۔ اس کی آواز بھی دہشت سے کپکپا رہی آواز بند تھی۔ وہ بڑی مشکل سے بولا، جناب گاؤں میں میرے بھائی کی حالت بہت خراب ہے۔ آپ نے اس کے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہے یا کوئی جن وغیرہ اگر ادھر بھیجا ہے تو خدا کے لیے فوری واپس بلا لیں، وہ پاگلوں والی حرکتیں کر رہا ہے۔ اس کا دماغ کام نہیں کر رہا۔ وہ شدید خوف کا شکار ہے۔ آپ نے اس کے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہے، آپ کو خدا کا واسطہ وہ واپس لے لیں۔ ڈرائیور کے ساتھ اُس کا تیسرا چھوٹا بھائی بھی تھا دونوں بہت گھبرائے ہوئے تھے۔ میں نے دونوں کو بہت سمجھایا کہ جس فقیری کی تلاش میں تم تھے، یہ وہی کرنٹ ہے۔ اب اس کو برداشت کرو لیکن وہ بار بار ایک ہی تقاضا کر رہے تھے کہ ہمیں کوئی فقیری یا روحانیت نہیں چاہیے۔ میرے ماں باپ اور بہنیں بہت پریشان اور رو رہے ہیں۔ انہوں نے یہی پیغام بھیجا ہے کہ ہمارے بیٹے کو نارمل کر دو۔

میں نے پھر انہیں کہا کہ اچھی طرح سوچ لو، اب دوبارہ کبھی فقیری نہیں مانگو گے؟ تو دونوں بھائی بولے، ہماری توبہ، یہ کام ہمارے بس کا نہیں ہے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے اپنے بھائی کی جو حالت اور کیفیت بتائی وہ اس طرح تھی۔

پچھلے چند دنوں سے بھائی وظیفہ کر رہا تھا۔ آج رات جیسے ہی اس نے پڑھائی شروع کی تو اس پر شدید وزن پڑا۔ کمر اور سر میں شدید درد جیسے سر درد سے پھٹ جائے گا۔ اس کے بعد اس کو عالمِ غیب کی چیزیں نظر آنا شروع ہو گئیں۔ وہ پڑھائی چھوڑ کر گھر کے صحن میں آ گیا اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا کہ آسمان پر یہ نظر آ رہا ہے۔ درخت کے اوپر یہ ہے، وہ کون کمرے میں جا رہا ہے اور یہ کمرے سے کون باہر آ رہا ہے۔ بقول اس کے پورے گھر میں مخفی مخلوق نظر آ رہی ہے۔ وہ ہوش میں نہیں تھا یا تو اس کے اوپر کوئی جناتی مخلوق مسلط ہو کر اس کے جسم میں حلول کر گئی تھی یا اس کے اندر کوئی گڑبڑ ہو گئی تھی، وہ اپنے ہوش میں بالکل نہیں تھا۔

گھر والے اس کی یہ حالت دیکھ کر ڈر گئے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ کوئی جنات کا مسئلہ ہے، وہ اس کے اندر داخل ہو گئے ہیں، لہٰذا وہ مولوی کو لینے گئے۔ مولوی تو ملا نہیں گاؤں کا کمپوڈر ڈاکٹر مل گیا۔ اس کو لے کر جب یہ گھر آئے



ڈاکٹر نے آتے ہی اُس کو انجکشن لگا دیا۔

ڈاکٹر نے گولیاں، انجکشن تمام حربے استعمال کر لیے لیکن مریض کو بالکل افاقہ نہیں ہوا۔ تو اسی دوران ڈاکٹر نے مریض کے ساتھ بدتمیزی کر دی کہ تم سب ڈراما فراڈ کر رہے ہو تو مریض بولا، ''ڈاکٹر صاحب یہ جھوٹ ڈراما نہیں ہے بلکہ یہ میں دیکھ رہا ہوں۔'' ڈاکٹر نے کہا تم نے کوئی نشہ کیا ہے۔ اس نشے کی وجہ سے تم اپنے حواس میں نہیں ہو تو فقیر بولا، یہ فقیری کا نشہ ہے۔ تو ڈاکٹر بولا، اگر یہ فقیری کا نشہ ہے تو یہ ذرا مجھے بھی دو، میں بھی نسخہ لینا چاہتا ہوں۔ اب کیونکہ مریض پر جذب کی ایک خاص حالت طاری تھی، اس نے ڈاکٹر صاحب کو پکڑ کر زور سے ہلایا اور کہا، لو اب تم بھی سُرور لو۔ مریض نے جونہی یہ بات کی تو ڈاکٹر پر بھی وہی اثرات اور حالت طاری ہو گئی۔ ڈاکٹر بھی ویسی ہی حرکتیں کرنے لگا جو مریض کر رہا تھا۔ مریض کہتا، وہ دیکھو ڈاکٹر، کہتا ہاں میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ ایسی نشے کی حالت میں ڈاکٹر اٹھا اور لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ گھر سے نکلا اور موٹر سائیکل پر بیٹھ کر جانے لگا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گیا ہوگا کہ توازن قائم نہ رکھ سکا اور موٹر سائیکل کو بجلی کے کھمبے میں دے مارا کیونکہ ڈاکٹر صاحب اپنے ہوش میں نہیں تھے، جذب اور مستی میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا، ڈاکٹر صاحب کو نہ اپنی اور نہ ہی موٹر سائیکل کی خبر تھی۔ اس نے موٹر سائیکل کو وہیں چھوڑا اور دیوانہ وار دوڑتا ہوا جنگل کی طرف چلا گیا اور ساری رات اِدھر اُدھر دوڑتا رہا۔ صبح لوگ ڈاکٹر صاحب کو پکڑ کر واپس لائے۔

یہاں پر میں دو مختصر واقعات کا ذکر کرتا چلوں۔ ایک تو آپ بابا لال شاہ کے مرید والا واقعہ پچھلے صفحات میں پڑھ آئے ہیں جبکہ دوسرا واقعہ ذیل میں بیان کرتا ہوں۔

حضرت باقی باللہ جو مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد تھے، ان کے پاس جب بھی مہمان آتے تو وہ اکثر ایک نان بائی سے نان وغیرہ منگواتے اور نان بائی سرکار سے بہت پیار اور عقیدت بھی رکھتا تھا۔ وہ اکثر دیکھتا کہ دور دراز علاقوں سے لوگ حضرت باقی باللہ کے پاس آتے ہیں اور اپنی جھولیاں مرادوں سے بھر کر لے جاتے ہیں۔ لوگ روحانی، جسمانی اور مالی مشکلات کے حل کے لیے آتے اور آپ ان کو فیض یاب کر کے بھیج دیتے۔ ایک دن اس نان بائی نے سوچا کہ اتنے زیادہ لوگ یہاں پر آتے ہیں اور فیض لے کر جاتے ہیں اور میں اتنے سالوں سے سرکار کی خدمت کر رہا ہوں اب میں نے بھی فیض یا فقیری لینی ہے، لہٰذا ایک دن موقع پا کر وہ حضرت جی کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ سرکار میں کتنے سالوں سے آپ کی خدمت کر رہا ہوں۔ آج تک آپ سے کچھ بھی نہیں مانگا لیکن آج میں بھی آپ سے کچھ مانگنے آیا ہوں۔ حضرت باقی باللہ فرمانے لگے، مانگو کیا چاہتے ہو تو نان بائی بولا، سرکار مجھے بھی باقی باللہ بنا دیں۔ سرکار نے کہا، سوچ لو لیکن نان بائی بضد رہا کہ اتنے سال کی خدمت کا معاوضہ مجھے یہی چاہیے کہ آپ مجھے اپنے جیسا بنا دیں تو حضرت جی نے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے روحانی تصرف سے مرید پر توجہ کی تو مرید بھی باقی باللہ بن گیا۔ یہ واقعہ تمام کتابوں میں موجود ہے۔ بعد میں یہ مرید اتنا زیادہ نور برداشت نہ کر سکا اور وفات پا گیا تو باقی باللہ فرمانے لگے، برتن چھوٹا تھا لنگر زیادہ مانگ بیٹھا۔

درج بالا دونوں واقعات بتانے کا مقصد یہ تھا کہ اہلِ نظر جب کسی پر توجہ کرتے ہیں تو کئی قسم کی روحانی، جسمانی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں جن کی برداشت کم ہو یا جن کے باطن کا برتن ابھی تیار نہ ہوا ہو تو مجذوب ہونے کا بھی خطرہ ہوتا

ہے۔اب ہم اصل واقعہ کی طرف آتے ہیں۔ میرا ڈرائیور اور اس کا بھائی میرے سامنے کھڑا تھا اور بار بار کہہ رہے تھے کہ اس کی جو حالت ہے اس کو نارمل کریں۔ میں نے دونوں کو حوصلہ دیا اور کہا کہ اپنے بھائی سے کہو کہ دوبارہ پڑھائی نہ کرے اور نہ ہی فقیری مانگے۔ وہ دونوں واپس چلے گئے۔ایک ہفتے بعد دونوں کا تیسرا بھائی جو گاؤں میں تھا، میرے پاس آیا تو اس نے کہا، اتنے سالوں سے تم میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے کہ میں نے فقیری، درویشی لینی ہے۔ میں نے بھی لوگوں کا روحانی علاج کرنا ہے تو تم تو پہلی سیڑھی پر ہی ہمت ہار گئے تو وہ ہاتھ جوڑ کر بولا جناب! یہ کام ہمارے بس کا نہیں میری توبہ جو میں دوبارہ کبھی آپ سے کوئی ڈیمانڈ کروں۔اس کے بعد وہ جب بھی میرے پاس آتا ہے تو میں اسے مذاق سے کہتا ہوں کہ فقیری لینی ہے تو وہ کانوں کو ہاتھ لگاتا ہے کہ میری توبہ۔ میں یہاں ان روحانی مسافروں سے بھی درخواست کروں گا کہ پہلے اپنے من کو صاف کریں، اپنا برتن روحانی فیض کے لیے تیار کریں، پھر فقیری کی ڈیمانڈ کریں یا اس کو قطرہ قطرہ پی کر خود میں جذب کریں۔

# روحانی کرنٹ یا توجہ کا کمال

قارئین آپ پچھلے کئی واقعات میں توجہ یا روحانی کرنٹ کا ذکر سنتے آرہے ہیں اور آپ کے ذہنوں میں یہ سوال بھی ضرور اٹھتا ہوگا کہ یہ توجہ اور روحانی کرنٹ کیا ہے؟ میں یہاں دو واقعات مختصر بیان کرتا ہوں جن سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ توجہ یا روحانی کرنٹ ہے۔

## روحانیت سے توبہ

پہلا واقعہ اس طرح ہے کہ مری میں ہزاروں کے ہجوم کے بعد جب میں لاہور شفٹ ہوا تو جو لوگ مجھ سے مری ملنے جاتے تھے، وہ بہت خوش تھے، لہٰذا میرے لاہور آتے ہی وہ مجھ سے ملنا شروع ہو گئے۔ان میں روحانیت سیکھنے والے لوگ بھی موجود تھے۔انہی ملنے والوں میں ایک صاحب جو کسی بینک میں کام کرتے تھے، انہیں روحانیت سیکھنے کا بہت زیادہ شوق تھا۔وہ دو یا تین بار مجھے بھی مل چکے تھے لیکن ان کی تسلی نہیں ہوئی تھی۔وہ بار بار کہتے کہ میرے گھر کھانے پر آئیں۔ اب جو لوگ مجھے گھر یا کسی ہوٹل کھانے یا چائے پر بلاتے ہیں کہ ان کی خواہش کا مجھے پتہ ہوتا ہے کہ وہ تفصیل سے بات چیت یا اپنے مسائل بتانا چاہتے ہیں، لہٰذا یہ بینکر صاحب بھی یہی چاہ رہے تھے۔میں نے انہیں ایک دن کا ٹائم دے دیا اور مقررہ دن میں وہاں جا پہنچا۔اس نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اپنے کچھ دوستوں کو بھی بلایا ہوا تھا۔کھانے کے بعد بات چیت شروع ہوگئی تو بینکر صاحب نے بتایا کہ وہ روحانیت سیکھنے میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں اور اس شوق میں وہ بے شمار روحانی لوگوں سے مل بھی چکے ہیں لیکن یا تو ان کو کوئی کامل بندہ نہیں مل سکا یا پھر شاید یہ خود ہی اچھے مرید نہیں بن



بہرحال بینکر صاحب اور ان کے دوستوں نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ بینکر صاحب نے سوالات کی لمبی چوڑی ... ہوئی تھی۔وہ سوالات کرتے جا رہے تھے اور اللہ نے مجھے جو سمجھ دی تھی، میں جواب دے رہا تھا۔لمبی نشست کے بعد جب انہوں نے اپنی بھڑاس نکال لی تو مجھے پاس کر دیا کہ ٹھیک ہے اب ہم روحانیت سیکھنے کو تیار ہیں۔ مجھے حیرت اس ... ہوئی کہ یہ پہلے مرید تھے جنہوں نے مرشد یا استاد کا تفصیلی انٹرویو لیا اور پھر کمالِ فراغ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ... کہا کہ ہم آپ سے روحانیت سیکھنے کے لیے تیار ہیں۔ان کا رویہ بتا رہا تھا کہ وہ میرے اوپر احسانِ عظیم کر رہے تھے یا ... خاص شرف بخش رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے کوئی شوق نہیں آپ کو مرید بنانے کا یا روحانیت سکھانے کا ... ہنسی کے ساتھ کہنے لگے، سر ہم تو پہلے ہی یہ کہتے ہیں کہ یہ تصوف، روحانیت اور مرشد وغیرہ سب ڈھونگ ہے، فراڈ ... اس علم کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔اب انہوں نے طنزیہ گفتگو شروع کر دی اور سرے سے روحانیت سے ... کر دیا۔ جب انہوں نے کافی باتیں کر لیں تو میں نے بینکر صاحب سے کہا کہ پہلے آپ روحانیت سیکھ لیں، اس کے بعد ... دوستوں کو بھی شامل کر لیں گے تو باقی دوست بولے، جناب ہم تو اس کو مانتے ہی نہیں، یہ تو ہمارے اس دوست کو شوق ہے آپ اس کو سکھائیں، ہمیں اس سے دور ہی رکھیں۔لہٰذا میں نے بینکر صاحب کو مخصوص ذکر بتا دیا اور طریقہ کار بھی سمجھا ... مقررہ وقت کی بھی تاکید کر دی۔ فیصلہ یہ ہوا کہ بینکر صاحب گیارہ دن لگاتار مقررہ وقت پر بیٹھ کر مخصوص طریقے سے ... کریں گے۔

بینکر صاحب نے پڑھائی مقرر وقت پر شروع کر دی۔ پہلے پانچ دن خیریت سے گزر گئے تو آ کر گلے شکوے ... لگے کہ کچھ بھی نہیں ہو رہا تو میں نے کہا، آپ جاری رکھیں اِن شاء اللہ جلدی اللہ تعالیٰ کی ذات کرم کرے گی۔اب ... بھی مقرر وقت پر بیٹھا اور بینکر صاحب کو دھیان میں رکھ کر توجہ کا Process شروع کیا جیسے ہی میں نے ارتکاز کیا اور ... محسوس ہوا کہ بینکر صاحب کی روحانی بیداری شروع ہوگئی ہے تو میں مطمئن ہو کر سو گیا۔

صبح بینکر صاحب میرے دفتر پہنچنے سے پہلے ہی سے موجود تھے۔وہ بہت پریشان اور شرمندہ نظر آ رہے تھے۔ ... دیکھتے ہی میری طرف تیزی سے بڑھے اور سلام کے بعد بولے ”پروفیسر صاحب! میں روحانیت کے سفر کو جاری نہیں ... رکھ سکتا۔“ میں نے پوچھا، کیوں کیا ہوا؟ تو وہ بولے میری بیوی بالکل نہیں مانتی، اس نے سختی سے کہا ہے کہ آج کے بعد کوئی ... وغیرہ نہیں ہوگا، لہٰذا سر میں آپ سے Sorry کرنے آیا ہوں کہ ابھی میں یہ ختم کرنے لگا ہوں۔ جب بچے بڑے ہو ... جائیں گے تو پھر دوبارہ شروع کر دوں گا۔ میرے پوچھنے پر بینکر صاحب نے بتایا کہ رات کو جیسے ہی میں نے پڑھائی شروع کی تو پہلے تو میرے جسم پر شدید دباؤ، پھر وزن ختم ہو گیا۔ پھر مختلف رنگ نظر آنے شروع ہو گئے تو میں نے گھبرا کر پڑھائی بند کر دی اور بھاگ کر کمرے سے نکل کر صحن میں آ گیا۔ میرے اوپر شدید گھبراہٹ طاری تھی۔ میری بیوی بھی میرے پیچھے صحن میں آ گئی تو وہ میری حالت دیکھ کر ڈر گئی کیونکہ مجھے لگ رہا تھا کہ میرے علاوہ بھی کمرے میں بہت سارے لوگ ہیں یا صحن میں بھی ادھر ادھر جا رہے ہیں۔ جب میں نے یہ بات اپنی بیوی سے کی تو وہ بھی ڈر گئی اور سختی سے کہا کہ آج کے بعد کوئی وظیفہ یا چلہ نہیں ہوگا۔اس کے بعد بینکر صاحب پچھلے دس سالوں میں میرے پاس دو یا تین بار بیوی سے چھپ کر

آئے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ ابھی میں نے بہت سارے کام کرنے ہیں۔ زندگی کے آخری حصے میں روحانیت سیکھوں گا اور میں مسکرا کر کہہ دیتا ہوں "بینکر صاحب اگلے لمحے کا کس کو پتہ ہے۔"

## روحانی خلافتوں کا شوق

قارئین اس طرح کے واقعات میری زندگی میں بے شمار آ چکے ہیں۔ جب کوئی دیوانہ بڑی شدت کے ساتھ روحانی سفر شروع کرتا ہے اور پھر بھاگ جاتا ہے اور بہت سارے تو دوبارہ کبھی ملنے بھی نہیں آئے۔ جس طرح بہت سارے لوگ میرے پاس آتے ہیں کہ روحانیت سیکھنی ہے۔ انہی لوگوں میں ایک بہت بڑا سرکاری آفیسر بھی آتا تھا کہ میں نے ساری زندگی بزرگوں، ملنگوں، جوتشیوں اور گدی نشینوں کے پیچھے پھر پھر کر گزاری ہے۔ میرے پاس تقریباً بزرگوں کی خلافتیں بھی ہیں۔ اتنے لاکھ فلاں ورد اتنے لاکھ فلاں ورد لیکن میں ابھی تک اندھے کا اندھا ہوں۔ کوئی مشاہدہ، خواب یا روشنی مجھے کبھی نظر نہیں آئی۔ کیونکہ یہ بہت بڑے سرکاری آفیسر تھے، اس لیے گدی نشین اور نام نہاد بزرگ ان کو فل پروٹوکول دیتے، ان کے دفتر میں بھی ہر وقت مجمع لگا رہتا۔ نعت خواں، قوال، بزرگ اور گدی نشینوں کا ہجوم وہ اسی نشے میں سرشار رہتے کہ آج فلاں عظیم بزرگ مجھے فیض دے گیا ہے جبکہ اصل بات ایسی بالکل بھی نہیں تھی کیونکہ وہ مراقبہ، ریاضت، مجاہدہ اور حبسِ دم سے نہیں گزرے تھے اور اللہ کی مشیت کے تحت ابھی وقت بھی نہیں تھا اس لیے وہ خلافتوں پر خلافتیں اکٹھی کیے جا رہے تھے۔ میری جب ان سے ملاقات ہوئی تو مجھے بھی کہا کہ مرید کر لیں اور مجھے خلافت عطا کریں۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ میں اس قابل کہاں، میں تو خود ابھی طالب علم ہوں لیکن وہ بار بار کہتے کہ کچھ دکھائیں صحیح۔ یہ تقاضا اکثر لوگ کرتے ہیں۔ لوگ روحانی بزرگوں کو بھی بازی گر یا جادوگر سمجھتے ہیں اس لیے کوئی شعبدہ بازی کرامت دیکھنا چاہتے ہیں۔

ایسے بڑے لوگوں کے پاس جو نام نہاد بزرگ آتے ہیں وہ آ کر انہیں کہتے ہیں کہ فوری طور پر صدقہ دیں یا انہوں نے آپ کو خواب میں بہت بلند مقام پر دیکھا ہے۔ ہر کوئی جھوٹ پر جھوٹ بول رہا ہوتا ہے۔ انہیں جھوٹے بزرگوں کا ایک اور جھوٹ یہ بھی ہوتا ہے کہ میں نے فلاں بزرگ کا سارا فیض چھین لیا ہے، اب وہ فارغ یا خالی ہو گیا۔ کئی پاگل میرے بارے میں بھی یہ کہہ چکے ہیں کہ ہم نے پروفیسر صاحب سے سب کچھ چھین لیا ہے۔ وہ اب خالی ہیں اور میں ایسے لوگوں کی باتیں سن کر حیران ہوتا ہوں کہ یہ مذہب اور تصوف سے کھیلنے سے بھی باز نہیں آتے۔

جب یہ سرکاری آفیسر میرے پیچھے بہت زیادہ پڑ گئے تو میں نے مقررہ وقت پر وظیفہ کرنے کو کہا۔ تہجد کے وقت انہوں نے پڑھائی شروع کر دی۔ میں نے بھی ان کو ذہن میں رکھ کر توجہ شروع کر دی۔ جب مجھے احساس ہوا کہ ان کی کچھ بیداری ہو گئی ہے تو اپنے ذکر اذکار پر لگ گیا۔ صبح ہی مجھے فون آ گیا کہ پروفیسر صاحب آج مجھے عجیب لگ رہا ہے۔ میرے آس پاس جیسے روحانی لوگ آ گئے ہوں۔ میری کمر اور سر میں شدید لہریں اٹھ رہی تھیں۔ روحانی یونٹس



کی بیداری کو وہ درد قرار دے رہے تھے۔ بہر حال وہ کہنے لگے کہ ابھی تو نوکری کرنی ہے، اب نوکری کے بعد کروں گا یعنی ڈر گئے۔

قارئین مرشد مرید کو دیکھ کر Doze بڑھاتا ہے، اسے پتہ ہوتا ہے کہ ابھی مرید کتنا برداشت کر سکتا ہے۔ کچھ دیکھ کر ارتکاز اور مراقبہ کی مشقیں شروع کر دیتے ہیں جو ان کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ مراقبہ اور توجہ کی تفصیل اس کتاب کے حصہ دوم میں تفصیلاً دی گئی ہے۔ روحانی لوگ پڑھ سکتے ہیں۔

## فیض یا روحانیت کا خاتمہ

جب سے میں روحانیت میں آیا ہوں اور اللہ پاک کا مجھ پر کرم ہوا تو تب سے بہت سارے لوگ، افسران میرے پاس آتے ہیں اور عزت بھی کرتے ہیں تو بہت سارے لوگوں میں دلوں میں یہ چاہت بیدار ہوتی ہے کہ عبداللہ بھٹی چند سال پہلے کچھ نہ تھا ہمارے جیسا تھا آج تھوڑا بہت پڑھ لکھ کر یہ پیر بن گیا ہے تو ہم بھی کیوں نہ پیر بن جائیں۔ بہت سارے لوگوں کا دل کرتا ہے کہ وہ بھی پیر یا فقیر بن جائیں تا کہ دنیا ہمارے آگے پیچھے پھرے۔ ایسے ہی دو واقعات میں یہاں بیان کرنے لگا ہوں۔

## حافظ صاحب کا لالچ

میں سردیوں کی چھٹیاں گاؤں گزارنے آتا تو بہت سارے لوگ مجھ سے ملنے آتے۔ سارا دن رش لگا رہتا اور گاؤں کے لوگ بھی تماشا دیکھنے کے لیے آتے اور دیکھتے کہ میں کیا کرتا ہوں۔ انہی آنے والوں میں ساتھ کے گاؤں سے ایک حافظ صاحب بھی آتے اور سارا دن دیکھتے کہ میں کیا کرتا ہوں۔ حافظ صاحب دم جھاڑے پر یقین اور لوگوں کو کرتے بھی تھے اور چھوٹے موٹے چلّے بھی کیے ہوئے تھے اور لوگوں کو دم بھی کرتے رہتے تھے۔ وہ پہلے تو میرا جائزہ لیتے رہے۔ جب ان کا دل مان گیا تو وہ مجھے کہنے لگے کہ مجھے بھی کوئی عمل کرائیں اور کوئی شرطیہ عمل کرائیں جس میں کچھ نظر بھی آئے۔ نظارہ ہونا چاہیے۔ میں پہلے تو حافظ صاحب کو ٹالتا رہا لیکن جب انہوں نے بہت ضد کی تو میں نے قرآن پاک کا بہت بڑا عمل چہل کاف اُن کو شروع کرایا۔ چہل کاف کی پوری تفصیل میری وظائف کی کتاب "سرمایۂ درویش" میں ہے۔

حافظ صاحب پرانے کھلاڑی تھے۔ اربابِ علم وفن اس عمل کے جلال اور قوت سے بخوبی واقف ہیں۔ میں روزانہ حافظ صاحب کا "یا رقیب" سے حصار کرتا رہا تا کہ کوئی مسئلہ نہ ہو۔ اکتالیس دن کا عمل تھا۔ پچیس دن گزر گئے۔ حافظ صاحب روزانہ آ کر شکایت کرتے کہ آج رات بھی خاموشی سے گزر گئی، کچھ بھی نہیں ہوا۔ جب حافظ صاحب کی شکایتیں بڑھ گئیں تو میں نے ایک رات حافظ صاحب کا حصار نہیں کیا۔ صبح ابھی میں اٹھا بھی نہیں تھا کہ حافظ صاحب میرے گھر

کے دروازے پر کھڑے تھے۔ میں نے حافظ صاحب سے پوچھا ''جی رات کیسی گزری؟ کچھ نظر آیا یا نہیں؟'' تو
جناب پروفیسر صاحب، رات تو کمال ہی ہو گیا۔ جیسے ہی میں نے پڑھائی شروع کی، میرے چاروں طرف
پٹاخوں کی بہت زیادہ اونچی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ میں ڈرا نہیں۔ میں نے اپنی پڑھائی جاری رکھی۔ میں
آواز تو برداشت کرتا رہا لیکن اچانک میرے کمرے کی آدھی چھت زوردار دھماکے کی آواز کے ساتھ ٹوٹ گئی۔ مجھے آپ
بات یاد تھی، میں اپنی پڑھائی کرتا رہا اور خدا خدا کر کے مکمل کی۔ ساری رات سویا بھی نہیں۔ صبح ہونے کا انتظار کر
اب آپ کے پاس آ گیا۔ میں نے حافظ صاحب کو حوصلہ دیا کہ حافظ صاحب آپ خود ہی تو کچھ دیکھنا چاہتے تھے
ہمت رکھو اور نظارہ کرو لیکن حافظ صاحب اور ان کے گھر والے بری طرح ڈر چکے تھے۔ حافظ صاحب عمل چھوڑنے کا
کر چکے تھے۔ میں نے ان کو حوصلہ دیا تو وہ عمل پورا کرنے پر تیار ہو گئے، لہٰذا ڈرتے ڈرتے حافظ صاحب کی پڑھائی مکمل
گئی۔ باقی دنوں میں بھی بہت تماشے ہوئے جو میں یہاں بیان کروں تو قارئین نہیں مانیں گے۔ حافظ صاحب کو اس کا
فائدہ ہوا کہ ان کے بہت سارے حجاب اٹھ گئے اور وہ باطن کی دنیا بھی دیکھنا شروع ہو گئے بلکہ ان کے اندر روحانی قو
بھی پیدا ہو گئی تھی۔ کیونکہ اہلِ روحانیت چہل کاف کی طاقت اور افادیت سے بخوبی واقف ہیں۔ میں نے حافظ صاحب
حوصلہ دیا اور کہا کہ اب آپ لوگوں کا روحانی علاج شروع کریں۔ خصوصاً سحری و آسیبی مریضوں کو دم کریں، لہٰذا حافظ
صاحب نے لوگوں کا علاج کرنا شروع کر دیا کیونکہ میں گاؤں میں صرف چھٹیاں گزارنے آتا تھا۔ جب میں واپس چلا
تو جو لوگ مجھے فون کرتے، میں ان سے کہتا کہ میں نے حافظ صاحب کو طریقۂ علاج بتا دیا ہے۔ آپ ان سے رابطہ کریں
لہٰذا حافظ صاحب کے پاس لوگ آنا شروع ہو گئے۔ جب میں نے حافظ صاحب کو روحانی علاج کی اجازت دی تھی تو ان
سے کہا تھا کہ کیونکہ آپ غریب آدمی ہیں، آپ کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اس لیے آپ ایک سو روپے لے لیا کریں
وہ بھی ان سے جو دے سکیں۔ اگر کوئی نہیں دے سکتا تو اس سے نہیں لینے۔ ہاں اگر کوئی اپنی خوشی سے زیادہ بھی دے تو آپ
لے سکتے ہیں۔ اگر زندگی میں کبھی آپ نے زیادہ پیسے ایسے لوگوں سے لیے جو دے نہ سکتے ہوں تو ایک تو اس عمل کی طاقت
ختم ہو جائے گی اور دوسرا آپ کو نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ حافظ صاحب نے وعدہ کیا کہ میں اس کا خیال رکھوں گا۔ کیونکہ میں
حافظ صاحب کی سفارش کر رہا تھا اور حافظ صاحب کا دم چل بھی رہا تھا، حافظ صاحب کی شہرت تیزی سے پھیلنا شروع ہو
گئی۔ اب حافظ صاحب نے خود کو عامل کامل اور بہت بڑا پیر سمجھنا شروع کر دیا۔ مجھے ایک دن میرے کسی دوست کا فون آیا
کہ میری خالہ کی بیٹی پر بہت خطرناک جنات کا قبضہ ہے۔ برائے مہربانی ہم مریضہ کو آپ کے پاس لانا چاہتے ہیں۔ میں
نے انہیں حافظ صاحب کا پتہ بتایا کہ وہ بہت طاقتور روحانی عامل بن چکے ہیں۔ میرے دوست نے کہا کہ کیس بہت
خطرناک ہے۔ بہت سارے بزرگ بابے مار کھا کر بھاگ چکے ہیں۔ آپ اچھی طرح سوچ لیں۔ میں نے انہیں حوصلہ دیا
اور کہا کہ آپ حافظ صاحب کو اپنے ساتھ مریضہ کے گھر لے جائیں۔ وہ اس مریضہ کا علاج کر دیں گے اور گھر کو بھی جنات
وغیرہ سے صاف کر دیں گے۔

اب آگے کیا ہوا، وہ میرے دوست کی زبانی سنیں تا کہ آپ اچھے طریقے سے سمجھ سکیں۔

بھٹی صاحب! میں آپ کے کہنے پر حافظ صاحب کے پاس گیا اور حافظ صاحب کو آپ کا پیغام دیا اور کہا کہ بھٹی صاحب نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ میری ایک کزن ہے جس کو بہت دورے پڑتے ہیں۔ آپ میرے ساتھ چل کر ان کا علاج کر دیں۔ حافظ صاحب بڑے مغرورانداز میں بولے، کوئی مسئلہ نہیں۔ ایسے کئی کیس آئے جو میں نے حل کیے لیکن اس کام کے لیے کچھ خرچہ ہوگا، تب میں جاؤں گا۔ میں نے پوچھا، جناب کتنے پیسے؟ تو حافظ صاحب بولے روپے خرچہ ہوگا۔ میں نے کہا حافظ صاحب وہ بہت غریب اور مزدور خاندان ہے۔ آپ پیسے تھوڑے کر دیں لیکن صاحب نے کہا، ایک روپیہ بھی کم نہیں ہوگا، لہٰذا میں گھر جا کر کسی سے اُدھار پیسے پکڑ کر لایا اور حافظ صاحب کو پیش کیے صاحب کو لے کر مریضہ کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ جب ہم اس گلی میں پہنچے تو حافظ صاحب نے ڈیمانڈ کی کہ مجھے لے کر دو اور دو ڈبیاں سگریٹ کی۔ میں مجبور تھا، حافظ صاحب کی فرمائش پوری کی اور انہیں لے کر مریضہ کے گھر میں داخل ہوا۔ جاتے ہی حافظ صاحب نے فرمائش کی کہ مجھے دودھ سوڈا پلایا جائے، لہٰذا حافظ صاحب کی یہ فرمائش بھی پوری مریضہ کو حافظ صاحب کے سامنے بٹھایا گیا۔ حافظ صاحب نے دوسرا پان نکال کر منہ میں ڈالا اور سگریٹ سلگا کر لگایا اور مغرورانداز میں بولے، کیا مسئلہ ہے اس بچی کو؟ تو ان کو بتایا کہ اس پر کسی خوفناک آسیبی قوت کا قبضہ ہے جو رہے۔ بے شمار بابے، ملنگ زور لگا چکے ہیں، لیکن یہ جانے کا نام نہیں لیتی بلکہ بدتمیزی کرتی ہے۔ حافظ صاحب بولے ”اج پھٹے چک دیاں گے۔“ (یعنی آج ہر چیز ختم کر دوں گا۔) ابھی حافظ صاحب یہ بول ہی رہے تھے کہ کے اوپر وہ چیز حاضر ہوگئی اور بولی ”اوہ مولوی تیری یہ اوقات کہ تو مجھے نکالے۔ اب دیکھ میں تیرے ساتھ کیا کرتی ہوں۔“ اچانک وہ آسیبی قوت لڑکی کو چھوڑ کر حافظ صاحب پر قابض ہوگئی۔ حافظ صاحب کی ٹانگیں اوپر کر دیں کیونکہ حافظ صاحب دھوتی پہنتے تھے، وہ دھوتی ان کے منہ پر آگئی اور وہ ننگے ہوگئے اور ان کے منہ سے پانی نکلنا شروع ہوگیا اور وہ جا رہے تھے ”پھٹے چک دیں گے۔“ اول فول بول رہے تھے۔ گھر والے پریشان ہوگئے کہ یہ تو علاج کرنے آئے بیمار ہوگئے۔ ان کو اپنی لڑکی کے بجائے حافظ صاحب کی پڑ گئی۔ انہوں نے حافظ صاحب کو سیدھا کرنے کی کوشش کی لیکن حافظ صاحب تو اپنے آپ میں تھے ہی نہیں، بے ربط بولے جا رہے تھے اور اوٹ پٹانگ باتیں اور حرکتیں۔ لیکن انہوں نے بہت کوشش کی تو بھی حافظ صاحب کی طبیعت نہیں سنبھلی۔ تب انہوں نے مجھے فون کیا اور میرا دوست گھبرایا ہوا مجھے کہنے لگا ”جناب پروفیسر صاحب، آپ نے جو حافظ صاحب بھیجے تھے وہ تو خود قابو آگئے ہیں۔ پورا محلّہ اکٹھا ہوگیا اور وہ حافظ صاحب کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔ ہم اپنے مریض کو بھول چکے ہیں۔ ہمیں تو آپ کے شاگرد کی پڑ گئی ہے۔ ان کی ٹانگیں اوپر ہیں اور وہ پاگلوں کی طرح باتیں کر رہے ہیں۔“ میں نے فوری اپنے دوست سے پوچھا تو انہوں نے حافظ صاحب کے لالچ اور پوری بات مجھے سنائی۔ مجھے سمجھ آگئی کہ حافظ صاحب نے لالچ میں آ کر اپنی روحانی قوت ہے یا ان کا فیض یا کرنٹ ختم ہوگیا ہے۔ میں نے فوری طور پر حافظ صاحب کا حصار کیا اور گھر پر بھی توجہ دی تو اللہ کے فضل سے حافظ صاحب نارمل ہوئے اور گھر والے اور وہ مریضہ بھی ٹھیک ہوگئی۔ حافظ صاحب اس واقعہ کے کافی عرصہ مجھ سے دور رہے اور شرمندہ بھی بلکہ وہ علاقہ چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے۔ بہت دیر بعد ایک رات اندھیرے میں میرے

پاس آئے اور معافی بھی مانگی۔ میں نے حافظ صاحب کو کہا، حافظ صاحب یہ جو شفا اور فیض ہے، یہ ہم نہیں دیتے۔ یہ اللہ پاک کے پاس ہے۔ وہی مریضوں کو شفا دیتا ہے۔ جب بھی کوئی پیر فقیر یا بابا یہ سمجھتا ہے کہ میں ہی سب کچھ ہوں تو اس کی ساری روحانی قوتیں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بن جاتا ہے۔ میں بے شمار ایسے بابوں کو جانتا ہوں جنہوں نے کسی طریقے سے روحانیت حاصل کر لی لیکن اپنے لالچ سے وہ ختم کر لی۔ طاقت کے نشے میں وہ زمین و آسمان کے مالک کو بھول جاتے ہیں۔

## روحانی آپریشن کا خاتمہ

پچھلے واقعے میں جن حافظ صاحب کا ذکر ہوا ہے، جنہوں نے لالچ اور غرور کی وجہ سے اپنی روحانی قوت کا خاتمہ کر لیا۔ یہ بھی ویسا ہی ایک واقعہ ہے۔ حافظ صاحب کے ساتھ ہی ایک مولوی صاحب بھی میرے پاس روحانیت کے لیے آئے جو بچپن سے ذکر اذکار اور چلّے کر رہے تھے اور بے شمار بابوں، درویشوں کے پاس اپنا بہت سارا وقت گزار چکے تھے۔ جب میری شہرت پھیلی تو وہ بھی مجھے چیک کرنے کے لیے میرے پاس آئے۔ پہلے تو کئی دن وہ چیک کرتے رہے کہ میں کیا کرتا ہوں اور میرا طریقہ واردات کیا ہے۔ وہ تماشائی کے طور پر آئے اور بغور میرا جائزہ لیتے رہے۔ کافی دنوں بعد جب دل مطمئن ہو گیا تو ایک رات جب سب چلے گئے تو میرے پاس آئے اور کہا، پروفیسر صاحب مجھے بھی کوئی وظیفہ یا چلّہ شروع کرا دیں تا کہ میں بھی لوگوں کی خدمت کر سکوں۔ اور جو بہت سارے چلّے انہوں نے کیے تھے ان کی بھی تفصیل بتائی۔ انہوں نے جو کچھ بتایا اس سے مجھے لگا کہ اس میدان کے پرانے کھلاڑی ہیں، روحانیت کے اعمال اچھے کر سکتے ہیں اور زیادہ محنت بھی کریں گے، لہٰذا میں نے ان کو وظائف شروع کرا دیے جو انہوں نے ذوق شوق سے شروع کر دیے اور روزانہ آ کر مجھے بتاتے کہ وہ اچھے طریقے سے وظائف کر رہے تھے اور بہت محبت اور محنت سے کر رہے تھے۔ دو ماہ اسی طرح ہی گزر گئے۔ اس کے بعد میں نے ان کو کچھ اور وظائف کرائے اور آخر میں وہ عمل شروع کرا دیا جو میں ان سے کرانا چاہتا تھا۔ انہوں نے وہ بھی بہت اچھے طریقے اور ذوق شوق سے کیا۔ ایک دن میرے پاس آئے، وہ بہت خوش تھے۔ مجھے کہنے لگے کہ رات کو جب میں آدھی رات کے بعد مسجد میں ذکر کر رہا تھا تو اچانک آسمان سے نور اور روشنی آئی اور وہ مسجد کے مینار کے اوپر کافی دیر دائرے کی شکل میں گھومتی رہی اور میں ساری رات اسے دیکھتا رہا اور پھر وہ روشنی میرے گرد طواف کرتی رہی۔ وہ بہت خوش تھے کہ میری پڑھائی نے اثر دکھانا شروع کر دیا ہے۔ مجھے بھی بہت خوشی ہوئی اور میں نے انہیں مبارکباد دی کہ آپ کو مبارک ہو کہ آپ کا چلّہ کامیاب ہو گیا ہے اور اللہ پاک نے آپ پر کرم کر دیا ہے، لہٰذا اب آپ لوگوں کا علاج اور خدمت شروع کر دیں لیکن آپ کے لیے بھی یہی شرط ہے کہ زیادہ پیسے کسی سے نہیں لینے۔ جو کوئی دے دے، وہ رکھ لیں اور کسی سے تقاضا نہیں کرنا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ میں ایسا ہی کروں گا اور کسی غریب سے زیادہ پیسوں کا مطالبہ بھی نہیں کروں گا۔ کیونکہ میں دوسرے شہروں میں علاج یا دم وغیرہ کرنے نہیں جاتا تھا، لہٰذا اگر کوئی باہر



جانا ہوتا تو میں مولوی صاحب کو ان کے ساتھ بھیج دیتا اور مولوی صاحب کی دال روٹی شروع ہو گئی بلکہ وہ آہستہ آہستہ میرے نائب یا خلیفہ کے طور پر مشہور ہو گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مولوی صاحب ایک نیک اور معصوم آدمی تھے۔ اسی دوران میری چھٹیاں ختم ہوئیں تو میں واپس مری چلا گیا کیونکہ میں تین ماہ رہ کر جاتا تھا اور بہت سارے لوگ روزانہ آتے تھے۔ میرے جانے کے بعد بھی بہت سارے لوگ آتے رہے بلکہ لوگوں کو یہ نہیں پتہ ہوتا تھا کہ میں صرف تین ماہ کے لیے آتا ہوں۔ اس لیے وہ بیچارے سارا سال ہی آتے رہے۔ اب میرے بعد انہوں نے لوگوں کو ملنا شروع کر دیا بلکہ دو دن مقرر کر دیے اور بہت سارے لوگ اُن کے پاس آتے۔ کیونکہ ان کی روحانی قوتیں بیدار ہو چکی تھیں، لہٰذا وہ لوگوں کے روحانی آپریشن بھی کرتے، دل کی نالیاں بند وہ کھول دیتے۔ گردے میں پتھری نکال دیتے کیونکہ مجھے بہت سارے لوگ ملے جنہوں نے کہا کہ وہ مولوی صاحب کے روحانی آپریشن سے صحت یاب ہوئے ہیں۔ میں بھی بہت خوش ہوتا۔ جب لوگوں کو فیض یا شفا ملنی شروع ہو گئی تو مولوی صاحب کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور ٹوکن سسٹم شروع ہو گیا۔ اب چند ایسے لوگ مولوی صاحب کی مدد کے لیے آ چکے تھے جو لوگوں کو کنٹرول کرنے میں مدد کرتے۔ اب یہ ایک گروپ بن گیا۔ مولوی صاحب اب پیر صاحب اور ان کے ساتھی اب یہ لوگوں کے گھروں میں بھی جاتے۔ لوگ ان کی دعوتیں کرتے، روپے دیتے، مولوی صاحب کے ساتھ والے زیادہ عیاشی کرتے۔ مولوی صاحب خود تو چپ رہتے، ساتھی لوگوں سے بھاری رقمیں لیتے اور مولوی صاحب کی خوشامد کرتے کہ آپ بہت بڑے پیر اور درویش ہیں۔ مولوی صاحب اُن کی باتوں میں آ گئے۔ ان کی لوٹ مار اتنی بڑھ گئی کہ روزانہ کے ہزاروں روپے اکٹھے ہونے شروع ہو گئے اور جو پیسے نہ دیتے ان کو مجبور کیا جاتا کہ پیسے دیں تب ہی دم ہو گا۔ ایک دن میں مری میں صبح اٹھا تو ایک میاں بیوی لان میں بیٹھے تھے اور کہا ہم آپ کے آبائی شہر سے آئے ہیں اور کہا کہ مولوی صاحب نے ہم سے دم کے پانچ ہزار مانگے ہیں اور مولوی صاحب اور ساتھی ٹولے کی لوٹ مار کی ساری داستان سنائی۔ مجھے بھی بہت دکھ ہوا کہ غریبوں کو کیوں لوٹ رہے ہیں۔ خیر کچھ عرصے بعد ہی ایک آسیبی مریض کے لیے وہ دوسرے گاؤں میں کسی کے گھر گئے۔ وہاں پر انہوں نے جیسے ہی علاج شروع کیا تو آسیبی قوتوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ اب لوٹ مار کی وجہ سے مولوی صاحب کی روحانی قوت ختم ہو چکی تھی۔ سارے ہی بے ہوش ہو گئے اور ہوش میں آنے کے بعد واپس گاؤں آ گئے اور مولوی صاحب اور یہ ٹولہ میرے پاس مری آئے کہ آپ نے اچھا چلّہ کرایا ہے۔ اب اُس میں اثر ہی نہیں رہا تو میں نے انہیں احساس دلایا کہ کس طرح آپ غریبوں کو لوٹ رہے تھے، لہٰذا وہ مایوس نامراد واپس چلے گئے۔ آج اس واقعہ کو کئی سال گزر گئے ہیں اور مولوی صاحب دوبارہ وہ روحانی قوت حاصل نہیں کر سکے۔

## منسٹر نے فقیری مانگی

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب میں مری میں تھا اور اندھے بچے کو اللہ تعالیٰ نے بینائی عطا کی تھی۔ چاروں طرف میرا چرچا تھا اور ہر زبان پر میرا ہی ذکر تھا۔ کیونکہ کوہ مری کیپٹل اسلام آباد کے بہت قریب ہے اِس لیے بہت سارے وزراء بھی

میرے پاس آنا شروع ہو گئے تھے۔ اُنہی وزراء میں سے ایک وزیر یہ بھی تھے جو عرصۂ دراز سے ذکر اذکار میں لگے ہوئے تھے اور پاکستان اور ہندوستان کے ساتھ ساتھ ایران اور عراق کے بے شمار روحانی بزرگوں سے بھی مل چکے تھے۔ ساٹھ سال سے زیادہ عمر تھی اور عرصۂ دراز سے فقیری اور روحانیت کی تلاش میں تھے۔ کیونکہ بہت بڑے زمیندار تھے اور کئی بار وزیر بھی رہ چکے تھے اِس لیے ان کی رسائی پیروں، فقیروں اور گدی نشینوں کے پاس بہت آسان تھی۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ نام نہاد پیروں اور جعلی بزرگ نما عاملوں کو ایسے لوگوں کا بخوبی پتہ ہوتا ہے اس لیے اِیسے بااثر لوگوں کے دفتروں اور گھروں میں ہر وقت پیروں، بزرگوں، جوتشیوں اور غیر مرئی قوتوں کے حامل حضرات کا مجمع لگا رہتا ہے۔ ہر کوئی ایسے بااثر لوگوں کو خلافت عطا کرتے رہتے ہیں اور یہ بااثر لوگ بڑے دھڑلے سے کہتے ہیں کہ میرے پاس فلاں فلاں سلسلے کی خلافت ہے۔ لیکن یہ لوگ ایک بات بھول جاتے ہیں کہ پانی کی ٹینکی میں پانی ہوگا تو پائپوں میں آئے گا یا ٹرانسفارمر میں بجلی ہوگی تو تاروں یا گھروں میں بجلی آئے گی۔ بس یہ خوابوں کی دنیا میں رہتے ہیں۔ ایسے نام نہاد بزرگوں کی چاندی ہوتی ہے وہ لوگوں سے پیسے پکڑ کر اِن وزیروں سے کام کرواتے ہیں۔

ایک بار تو میں حیران ہی رہ گیا ایک بہت بڑی دنیاوی ہستی کے دفتر جب میں گیا تو اُس کی کرسی پر ایک جعلی مکار عامل بزرگ بن کر بیٹھا دعا مانگ رہا تھا اور وہ دنیاوی بڑی ہستی اُس فراڈی مکار پیر کے سامنے غلاموں کی طرح کھڑی تھی۔ رونا آتا ہے ایسے جاہلوں پر۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھ فقیر اور غریب پر کرم کیا ہے میرے پاس بھی ایسے بے شمار فقیری کے طلبگار آتے ہیں۔ بہت سارے لوگوں کو پیر بننے کا شوق ہوتا ہے۔ اس شوق میں یہ لوگ نفسیاتی مریض بن چکے ہوتے ہیں۔ بہت سارے لوگ اِیسے بھی میرے پاس آتے ہیں جو آتے ہی کہتے ہیں کہ میں نے بہت ساری پڑھائیاں کرلی، میں نے بہت سارے دھکے کھالیے، اب میں نے کوئی پڑھائی یا وظیفہ نہیں کرنا مجھے ابھی فقیری دے دیں۔ مجھے ہمزاد، جن، موکل، حب، دُب، تسخیر اور سب کچھ دے دیں۔ میں کہتا بھی ہوں یار میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن وہ جب میرے اردگرد بہت رش دیکھتے ہیں تو خود بھی پیر اور بزرگ بننا چاہتے ہیں۔

ایسے لوگ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ جب تک اپنے جسم اور روح کو تمام گناہوں اور گندگیوں سے پاک نہیں کرلیتے اور شریعتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رنگ اور خالقِ کائنات کے احکامات کو خود پر لاگو نہیں کرلیتے دنیا کا بڑے سے بڑا بزرگ بھی کسی کو فقیری نہیں دے سکتا۔ اِن کو کون بتائے یا سمجھائے کہ جب تک تزکیہ نفس نہ ہو، ترجیحِ اول اللہ تعالیٰ کی ذات نہ ہو، ہمارے سرکارِ دو عالمؐ کی غلامی نہ ہو، کچھ بھی نہیں مل سکتا۔ لیکن کیا کریں فقیری دینے والا اور فقیری لینے والا جب دونوں کے دل خالی اور کھوکھلے ہوں گے تو دونوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔

ایسے لوگ میرے پاس بھی بے شمار آتے ہیں۔ میں روایتی رواداری کے تحت اِن کی باتیں سنتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایسے خوابوں میں رہنے والوں کو ہوش کے ناخن دے، آمین۔

ایسے ہی فقیری کے طلبگاروں میں سے ایک یہ بھی وزیر صاحب تھے۔ انہوں نے میرے پاس آیا کرنا، بہت ادب احترام سے ملنا اور اپنی بے شمار نام نہاد کرامات بتانی کہ فلاں پیر ایسا تھا، فلاں پیر ایسا تھا، اُس بزرگ نے یہ کر دیا، اُس



نے یہ کر دیا۔ میں یہ وظیفہ اتنے سالوں سے کر رہا ہوں لیکن میرے من کا اندھیرا دور نہیں ہوا۔ میں اتنے سالوں سے کثرت سے درود پاک، سورتیں اور اللہ کا نام پڑھ رہا ہوں بے شمار مزاروں اور گدی نشینوں سے مل چکا ہوں۔ لیکن ابھی تک اندھے میں جا رہا ہوں۔ میرے حجابات نہیں اُٹھے۔ میرا مراقبہ ON نہیں ہوا۔ کیونکہ میں تو خود تلاش میں تھا کیونکہ وزیر صاحب بے شمار بزرگوں سے مل چکے تھے۔ میں جب بھی اُن سے ملتا وہ پوری ڈکشنری تھے بزرگوں کی۔ لہٰذا میں اُن کے واقعات سننے کے لیے اُن سے ملتا رہتا۔ مجھ سے بہت پیار کرتے اور ہر بار تقاضا کرتے کہ مجھے بھی فقیری دو۔ میرے اندر کا اندھیرا دور کرو۔ ایسے لوگ ایک وقت میں دو کام کر رہے ہوتے ہیں، کبھی تو لگتا ہے کہ یہ آپ کے مرشد ہیں اور آپ کو کچھ دینے آئے ہیں اور کبھی مرید اور حاجت مند بن کے آپ کے قدموں میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ یہ مرشد اور مرید کا امتزاج ہوتے ہیں کیونکہ بے شمار خلافتوں کے مالک ہوتے ہیں اور کئی لوگوں کو اپنا مرید بھی کر چکے ہوتے ہیں۔

ایک دن میرے پاس ایک بہت غریب آدمی آیا۔ اُس کو اِن وزیر صاحب سے کام تھا۔ میں نے خدمتِ خلق کے جذبے کے تحت وزیر صاحب کو جب فون کیا تو انہوں نے حسبِ سابق کہا پروفیسر صاحب کام ایک شرط پر ہوگا کہ آپ اُس رات کا کھانا میرے پاس آکر کھائیں گے۔ یہ اُن کی پرانی عادت تھی۔ اِس بہانے وہ باتیں بھی کر لیتے اور فقیری کا تقاضا بھی۔ انہوں نے اپنی گاڑی بھیج دی اور میں ان کے گھر اسلام آباد پہنچ گیا۔ وزیر صاحب نے مجھے اپنی گاڑی میں بٹھایا اور مختلف جگہوں پر کھانوں اور فنکشنوں پر گئے۔ میں بھی مجبوراً ساتھ ساتھ رہا۔ رات 12 بجے کے قریب ہم واپس منسٹر ہاؤس پہنچے۔ گھر کے دروازے کے باہر ایک بوڑھا اور بڑی عمر کی غریب دیہاتی عورت کھڑے تھے۔ بیچاروں نے ہاتھ سینے پر رکھ کر سلام کیا۔ گیٹ کھولنے والے گارڈ نے بتایا کہ جناب آپ کے حلقہ سے آئے ہیں اور بہت دیر سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ دونوں بیچاروں کے چہروں سے غربت، اداسی اور شدید پریشانی بلکہ غم ٹپک رہا تھا۔ وزیر صاحب اپنے کمرے میں گھس گئے۔ میں ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا۔ وزیر صاحب کپڑے وغیرہ بدل کر نہا کر فریش ہو کر میرے سامنے آکر بیٹھ گئے اور اپنا ہاتھ میرے سامنے پھیلا دیا اور بولے پروفیسر دیکھیں کیا حالات ہیں اور فقیری ملنے میں کتنی دیر ہے۔ اِسی دوران اُن کے ملازم نے آکر کہا کہ آپ کے حلقے سے آئے ہوئے جوڑے کو کیا کہوں؟ تو وزیر صاحب بولے اُنہیں کہو ابھی کسی رشتہ دار کے گھر جا کر ٹھہر جاؤ اور صبح ملنے آئیں۔ ملازم نے کہا سرکار میں نے اُن سے کہا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہمارا کوئی رشتہ دار یہاں نہیں ہے۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ میں نے کہا جناب ابھی مل لیں تو مجبوراً منسٹر صاحب نے کہا لاؤ اندر دونوں کو تو وہ غریب دیہاتی بوڑھا اور غریب عورت اندر آکر زمین پر قالین پر ہاتھ جوڑ کر بیٹھ گئے جیسے کوئی بہت بڑے گنہگار ہوں۔ منسٹر صاحب جو عرصۂ دراز سے فقیری، بزرگی کی تلاش میں تھے اور بے شمار خلافتوں اور سلسلوں کے مالک بھی تھے انتہائی رعونت اور غصے سے بولے کیا مسئلہ ہے۔ آرام نہیں۔ حلقے میں میرے آنے کا انتظار کیوں نہیں کیا۔ میں جب آتا تو مجھے وہیں مل لیتے تو غریب بوڑھا بولا۔ سرکار ہم ایک ماہ سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے حلقے کا چکر لگایا ہی نہیں تو مجبوراً ہمیں آپ کے پاس آنا پڑا۔ ہم بہت زیادہ تکلیف اور دکھ میں ہیں۔ ہمارا کوئی والی وارث نہیں ہے۔ آپ کے ڈیرے پر اور تھانے میں کئی چکر لگا چکے ہیں۔ کسی نے ہماری نہیں سنی بلکہ تھانے دار نے کہا ہے کہ جب تک وزیر صاحب

مجھے حکم نہیں کریں گے میں آپ کا پرچہ نہیں کاٹوں گا۔ جناب ہم تو بہت غریب ہیں۔ بکری بیچ کر کرائے کے پیسے [illegible]
آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ ہی ہمارے مائی باپ ہیں۔ آپ ہی ہمارے مالک ہیں۔ ہم تو آپ کے در کے [illegible]
ہم پر رحم کریں۔ ہماری حالت پر ترس کھائیں۔ بوڑھا بلک بلک کر رو رہا تھا اور عورت بے چاری سر جھکائے خاموش [illegible]
تھی۔ وہ نظر اٹھانا بھی گستاخی سمجھ رہی تھی۔ عقیدت واحترام سے سر جھکائے بیٹھی تھی اور منسٹر صاحب فرعون بنے بیٹھے [illegible]

بوڑھا آدمی شدتِ غم سے رو رہا تھا اور اپنے اوپر ہونے والے ظلم کی داستان سنا رہا تھا کہ علاقے [illegible]
زمیندار کے بیٹے نے اُس کی نوجوان بیٹی کو اغوا کر لیا ہے اور ہماری ساری برادری اُس کے ڈیرے پر کئی بار جا چکی [illegible]
وہ مانتا ہی نہیں جبکہ چشم دید گواہوں نے خود ہماری بیٹی کو زبردستی اسے کار میں بٹھاتے دیکھا ہے۔ ہم لوگ ایک ماہ [illegible]
کچہریوں کے بے شمار چکر لگا چکے ہیں۔ کسی نے بھی ہم غریبوں کی بات نہیں سنی۔ اب آخری امید اور سہارا [illegible]
باپ آپ کے پاس آئے ہیں۔ سرکار ہم نسل در نسل کئی پشتوں سے آپ کے غلام ہیں۔ خدا کے لیے ہماری [illegible]
اور اُس ظالم سے ہماری بیٹی کو رہائی دلائیں۔ بوڑھا باپ اپنی بے بسی، بے کسی اور اپنے اوپر ہوئے ظلم کی کہانی [illegible]
سنا رہا تھا کہ میری آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔ منسٹر صاحب سپاٹ چہرے کے ساتھ اُس کی داستان روزمرہ کا معمول [illegible]
رہے تھے اور میں شدتِ غم اور غصے سے پیچ وتاب کھا رہا تھا کہ میرے سامنے اگر وہ ظالم آ جائے تو اس کے ٹکڑے [illegible]
دوں۔ مجھے پورا یقین تھا کہ منسٹر صاحب کیونکہ عرصۂ دراز سے تلاشِ حق اور کئی خلافتوں کے مالک ہیں، یقیناً ابھی [illegible]
یا متعلقہ بندے کو فون کریں گے تا کہ اس غریب بوڑھے کو انصاف مل سکے۔

لیکن مجھے شدید دکھ اس وقت ہوا جب منسٹر صاحب بولے کہ ”ٹھیک ہے میں حلقے میں آؤں گا تو پہلے تسلی [illegible]
گا کہ واقعی اُس نے تمہاری بیٹی کو اغوا کیا ہے یا تم چار پیسے لینے کے لیے ایک شریف آدمی پر الزام لگا رہے ہو۔ میں حلقے [illegible]
آ کر لوگوں سے ملوں گا۔ جب لوگوں نے تمہاری بات کی گواہی دی تو میں کچھ کروں گا۔“

”سرکار اُس ظالم زمیندار کے خلاف کسی کی ہمت نہیں کہ گواہی دے یا اُس کے ظلم کے خلاف آواز اٹھائے [illegible]
سرکار آپ ہم پر یقین کریں، آپ کوئی بھی قسم لے لیں، ہم مسجد میں حلف اٹھانے کو تیار ہیں۔ ہم پر بہت بڑا ظلم ہوا ہے۔“

مجھے صاف لگ رہا تھا کہ بوڑھا باپ سچ بول رہا ہے اور اس غریب میں اتنی ہمت کہاں کہ منسٹر صاحب کے
سامنے جھوٹ بولے لیکن منسٹر صاحب اغوا کرنے والے کا نام سننے کے بعد دانستہ طور پر اُس ظالم کے خلاف کوئی بھی ایکشن
لینے کو تیار نہیں تھے۔ جب بوڑھا باپ منتیں ترلے کر کے تھک گیا تو مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں بولا ”جناب! یہ بوڑھا باپ [illegible]
کہہ رہا ہے۔ اس کا ساتھ دیں، یہ ظلم ہوا ہے۔ ابھی تھانے دار کو فون کریں۔“

پہلے تو منسٹر صاحب نہیں مانے لیکن جب میں نے بہت زور لگایا تو وہ چار و ناچار میرے کہنے پر ایس ایچ او کو فون
کرنے پر تیار ہو گئے اور ایس ایچ او کو فون بھی کر دیا کہ ان کے ساتھ تعاون کرو۔ بوڑھا باپ اور ماں تشکر آمیز نظروں سے
میری طرف دیکھتے ہوئے سلام اور شکریہ ادا کر کے باہر چلے گئے۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کے لیے نہ میں تیار تھا اور نہ ہی قارئین آپ ہوں گے۔ بوڑھے میاں بیوی کے



[illegible] صاحب نے اس ظالم جس نے لڑکی کو اغوا کیا تھا، اُس کو فون کیا اور کہا کہ ابھی تک تمہارا اس لڑکی سے دل بھرا
[illegible] اور اگر دوبارہ کوئی لڑکی اغوا کرو تو کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہیے، اور جب اس لڑکی سے تمہارا دل بھر جائے تو مجھے فون
[illegible] لڑکی واپس کر کے ان پر بھی احسان کر دوں گا۔ اس کے بعد منسٹر صاحب نے ایس ایچ او کو فون کیا کہ جب تک
[illegible] نہ کروں کوئی ایکشن نہیں لینا اور نہ ہی لڑکی تلاش کرنے کی کوشش کرنا۔ ابھی ان کو تھانہ کچہری کے چکر لگواؤ۔
[illegible] کرنے کے بعد منسٹر صاحب میری طرف متوجہ ہوئے اور بولے ”پروفیسر صاحب! سیاست میں یہ سب کچھ کرنا
[illegible] جس زمیندار نے لڑکی اغوا کی ہے، وہ میرا ووٹر ہے۔ اس کے سیکڑوں ووٹ ہیں۔ میں اس کو ناراض نہیں
[illegible] سیاست میں یہ سب کرنا پڑتا ہے۔ اور اگر ابھی اس بوڑھے کو اس کی بیٹی واپس مل جائے تو اس کو احسان کا
[illegible] ہوگا۔ آج یہ دونوں آئے ہیں، پھر یہ ساری برادری آئے گی۔ ڈیرے کی رونق بڑھے گی۔ جتنی دیر ہوگی اتنا بڑا
[illegible] ہوگا۔ جب زمیندار راضی ہو جائے گا تو لڑکی واپس کر دیں گے۔“ منسٹر صاحب تھرڈ کلاس دلیلیں دے رہے تھے اور
[illegible] رہا تھا کہ اب سمجھ آئی کہ تیس سالہ ریاضت اور وظیفوں کے بعد بھی اگر فقیری یا اندر کا اندھیرا دور نہ ہوا تو اس کی وجہ
[illegible] اس کے بعد منسٹر صاحب کافی دیر اپنی بکواس کرتے رہے۔ میں انتہائی دکھ اور کرب میں سنتا رہا۔ رات کو جب وہ
[illegible] میں چلا گیا تو میں کسی کو بھی بتائے بغیر گھر سے نکل آیا کیونکہ میرا وہاں سانس گھٹ رہا تھا۔ مری والی بس میں
[illegible] ہوئے اللہ تعالیٰ سے شکوے کرتا جا رہا تھا کہ ان ظالموں کی رسی کب تک دراز رہے گی، یہ ظلم کب تک جاری
[illegible]

# کیا ٹیلی پیتھی سچ ہے؟

توجہ، ارتکاز، مراقبہ، حبسِ دم، سانس کی مشق، ترکِ حیوانات، کم بولنا، کم سونا، فطرت اور مظاہرِ فطرت پر غور کرنا،
[illegible] ریاضت، مجاہدہ، تزکیۂ نفس، دل پر اللہ کا تصور، تصورِ شیخ، وظیفہ جات، فنافی شیخ، فنافی رسول، قربِ الٰہی، مشاہدۂ
[illegible] عشقِ حقیقی اور ٹیلی پیتھی، راہِ حق کے مسافر درج بالا تمام امور سے بخوبی واقف ہیں۔ درج بالا کے علاوہ بھی تصوف،
[illegible] روحانیت، شریعت، طریقت، حقیقت، عالم ناسوت، مرشد، مرید کے تعلقات کی باریکیوں پر بفضل خدا میری کتابوں
[illegible] درویش“ اور ”بزمِ درویش“ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ طالبانِ حق اپنی روحانی پیاس ان سے بجھا سکتے ہیں۔

یہاں پر میں ٹیلی پیتھی پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتا ہوں کہ کیا ٹیلی پیتھی کا حقیقت سے کوئی تعلق ہے یا یہ
[illegible] خوابوں، خیالوں کی باتیں ہیں۔ بازار میں بے شمار لٹریچر ٹیلی پیتھی پر موجود ہے کیونکہ موضوع بہت شاندار اور افسانوی ہے۔
[illegible] لیے بے شمار لوگوں نے اس موضوع پر لکھا ہے وہی گھسی پٹی باتیں۔ بے شمار نوجوان شمع بینی اور دائرہ بینی کرتے بھی ہیں
[illegible] چند دنوں کے بعد ہی ہمت ہار کر مشقیں ترک کر دیتے ہیں کیونکہ ٹیلی پیتھی ہر دور کے روحانی طالب علموں کا پسندیدہ
[illegible] مشغلہ رہا ہے۔

کیونکہ میں نے عرصہ دراز تک پیروں، فقیروں اور جعلی عاملوں کے پیچھے دھکے کھائے ہیں اور روحانیت پر لکھی کتابیں لکھنے کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ جس طرح میں نے بے شمار لوگوں کے پیچھے دھکے کھائے میرے پڑھنے والوں کا وقت برباد نہ ہو اور وہ غلط لوگوں کے پیچھے دھکے کھانے کے بجائے اصل راستہ پر چلیں تا کہ ان کا وقت بھی برباد نہ ہو اور آسانی سے اپنی روحانی قوتیں بیدار بھی کر سکیں۔

قارئین کی خدمت میں ادب سے گزارش ہے کہ ٹیلی پیتھی خواب یا خیال نہیں ہے بلکہ یہ روزِ اول سے آج تک تمام اہلِ روحانیت ایک دوسرے سے رابطے اور روحانی توجہ دینے کے لیے استعمال کرتے آئے ہیں۔ اس کو سمجھانے کے لیے میں ایک سچا واقعہ بیان کرنے لگا ہوں تا کہ پڑھنے والے آسانی سے سمجھ سکیں۔

قارئین میں ابتدا میں بتا چکا ہوں کہ میرے خاندان میں بہت سارے لوگ روحانیت کو ماننے والے تھے اور سلوک کی بہت ساری منازل بھی طے کر چکے تھے۔ انہی لوگوں میں میرے ماموں ہارون رشید بھی تھے جن کا ذکر میں ابتدا میں کر چکا ہوں۔ بہت بڑے ولی اللہ تھے اور لڑکپن سے ہی روحانیت میں پڑے ہوئے تھے۔ طویل ذکر اذکار، عبادات، مراقبہ جات اور ریاضتوں کے بعد اپنی روحانی قوتیں بیدار کر چکے تھے۔ ٹیلی پیتھی کے لیے کامل یکسوئی اور ارتکاز کی ضرورت ہوتی ہے، وہ یہ مشقیں بھی کر چکے تھے۔ وہ اپنے مرشد کے انتہائی فرمانبردار تھے اور ان سے بہت عشق کرتے تھے۔ یہ میرے بچپن کی بات ہے کہ ایک دن وہ ہمارے گھر آئے اور میرے والد صاحب سے کہنے لگے کہ ہم نے صوفی عبدالمالک سے ملنے جانا ہے۔ میں ابتدا میں صوفی عبدالمالک کے بارے میں بھی تھوڑا بتا چکا ہوں کہ بہت بڑے عامل اور متقی پرہیزگار بزرگ تھے۔ سورۃ یٰسین کے عرصہ دراز سے عامل تھے۔ سیر الارض پر قادر تھے۔ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ ہوا میں پرواز کرتے ہیں اور گھنٹوں کا سفر لمحوں میں کر جاتے ہیں۔ ان کا حلقۂ ارادت بھی بہت زیادہ وسیع تھا۔ ہمارے خاندان اور اردگرد کے دیہات میں ایک نیک بزرگ کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔

والد صاحب نے ماموں جان سے پوچھا کہ آپ ان سے کیوں ملنا چاہتے ہیں تو ماموں جان کہنے لگے کہ میں جب بھی مرشد پاک سے روحانی رابطہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو اکثر ہو بھی جاتا ہے لیکن جب صوفی عبدالمالک صاحب مرشد سے رابطہ کرتے ہیں تو میرا رابطہ کٹ جاتا ہے یا پوری کوشش کے باوجود نہیں ہوتا۔ اس لیے صوفی صاحب کے پاس جا کر ان سے درخواست کرنی ہے کہ میری مدد کریں۔

مجھے آج بھی یاد ہے میرے والد صاحب اور ماموں جان تانگے پر بیٹھ کر صوفی صاحب کے گاؤں گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ سارے راستے والد صاحب اور ماموں جان صوفی صاحب کی نیکی اور پارسائی کی باتیں کرتے جا رہے تھے۔ اس دور میں سڑکیں بھی کچی ہوتی تھیں، تقریباً چار گھنٹے کے سفر کے بعد ہم لوگ صوفی صاحب کے گاؤں میں پہنچ گئے۔ صوفی صاحب کیونکہ والد صاحب اور ماموں جان کے رشتہ دار بھی تھے، اس لیے بہت تپاک سے ملے۔ ان کا رویہ اور گھر میں کھانے کی تیاری سے لگ رہا تھا کہ صوفی صاحب والد صاحب اور ماموں جان کی آمد سے پہلے ہی آگاہ تھے۔ اس لیے انہوں نے صحن میں رنگین پائیوں والی چارپائیاں بچھائی ہوئی تھیں اور دیسی مرغی کے پکنے کی خوشبو سے سارا گھر مہک رہا تھا۔



والد صاحب اور صوفی صاحب کی رشتہ داری کے ساتھ ساتھ دوستی بھی تھی، لہٰذا جاتے ہی والد صاحب اور صوفی صاحب کے درمیان مذاق اور چھیڑ چھاڑ کی گفتگو شروع ہو گئی۔ کیونکہ میں سارے راستے میں صوفی صاحب کی کرامات اور کمالات سنتا آیا تھا اس لیے میرے دماغ میں صوفی صاحب کو دیکھنے اور ملنے کا زیادہ اشتیاق بیدار ہو چکا تھا۔ صوفی صاحب کی عمر 70 سال کے قریب تھی۔ عبادت، ریاضت اور طویل مجاہدے ان کے چہرے اور جسم سے واضح نظر آ رہے تھے۔ روحانیت ان کے انگ انگ سے ٹپک نہیں بلکہ نشر ہو رہی تھی۔ ان کا جسم بہت کمزور بلکہ ہڈیوں کا ڈھانچہ معلوم ہو رہا تھا۔ ان کی انگلیاں اگر میں آج کہوں تو مخروطی تھیں جو ان کی روحانیت کی غماز تھیں۔ اس وقت تو مجھے ان کی باتیں سمجھ میں نہیں آئی تھیں لیکن آج جب میں سوچتا ہوں تو سلام کرتا ہوں دونوں بزرگوں کو کہ توجہ، ارتکاز اور مراقبہ میں پرواز پر وہ انتہائی مدلل اور جامع گفتگو کر رہے تھے۔ والد صاحب نے صوفی صاحب کو چھیڑتے ہوئے کہا کہ تم خود کو کیا سمجھتے ہو۔ کسی اور کو بھی موقع دو، ہر چیز پر قبضہ کر رکھا ہے۔ والد صاحب نے ماموں کی طرف اشارہ کیا کہ ان کو بھی موقع دو تو ماموں جی نے اپنی تمام مشکل ان کے سامنے گوش گزار کر دی۔ صوفی صاحب تمام بات سن کر مسکرائے اور ان کو رابطے کا طریقہ بتایا اور اس رابطے کو مضبوط کرنے کے لیے وظیفہ بھی بتایا اور ٹائم بھی فکس کر لیا کہ کس وقت کس طرح ماموں جی اگر مرشد پاک سے روحانی رابطہ کریں گے تو آسانی سے اور بہت واضح رابطہ ہو گا اور اگر کوئی بات یا مسئلے کا حل پوچھنا ہو تو اس کا کیا طریقہ ہے۔ یہاں پر اہم نقطہ یہ بھی تھا کہ ماموں جان ابھی توجہ اور ارتکاز میں صوفی صاحب سے کمزور تھے اس لیے جب صوفی صاحب مرشد سے رابطے میں ہوتے تو ماموں جان کا رابطہ کٹ جاتا۔

اس کے بعد ساری رات ماموں جان، والد صاحب اور صوفی صاحب مختلف وظیفہ جات، ان کے اثرات پر گفتگو کرتے رہے۔ اس وقت تو مجھے سمجھ نہیں آئی لیکن جب آج میں غور کرتا ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ کتنے باکمال اور صاحبِ تصوف لوگ تھے۔ اتنے عروج پر ہونے کے باوجود کتنی سادہ اور عاجزی کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ میرا روحانیت کی طرف آنا ان بزرگوں کی دعاؤں کا ثمر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اگلی نسل میں مجھے اس خدمت کے لیے چنا ہے۔ ورنہ میں تو خود کو بہت گنہگار سمجھتا ہوں۔

یہ تو تھا ٹیلی پیتھی روحانی رابطہ یا دل و دماغ کو پڑھنا اور ایک دوسرے سے رابطے میں رہنا اور میلوں دور سے مشورہ اور حل پوچھنا لیکن تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جب صوفیوں نے گمراہ ہو کر اس روحانی طاقت کا غلط استعمال کیا۔

## توجہ یا ٹیلی پیتھی کا غلط استعمال

قارئین یقیناً پریشان یا الجھ گئے ہوں گے کہ غلط استعمال کیسے تو اس کے لیے بھی میں ایک مختصر واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے پڑھنے والے آسانی سے سمجھ جائیں گے۔

لاہور میں حسبِ معمول جمعہ کے دن میں آستانہ عالیہ پر لوگوں سے مل رہا تھا۔ آستانہ حسبِ معمول لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ ایک بوڑھی عورت کافی دیر سے بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اسے کئی بار کہا کہ آپ آ کر مل لیں تو وہ ہر بار یہی کہتی کہ کوئی بات نہیں، میں سب سے آخر میں مل لوں گی۔ لیکن جب اس بیچاری کو بیٹھے ہوئے بہت دیر ہو گئی تو میں نے انہیں سمجھایا کہ یہ رش تو ساری رات چلتا ہے، صبح کے 4 بجے تک آپ کیسے انتظار کریں گی؟ تو وہ بولیں کہ آپ برائے مہربانی میری بات باہر جا کر اکیلے میں سنیں، لہٰذا میں ان کو لے کر باہر آ گیا اور ایک کونے میں کرسیوں پر بیٹھ کر کہا کہ جی ماں جی بتائیں کیا مسئلہ ہے؟ تو وہ بولیں، آپ نے اخبار میں فلاں بزرگ کا واقعہ پڑھا ہے تو میں نے کہا، ہاں جنہوں نے امام مہدی کا دعویٰ کر دیا ہے تو وہ بولی، ہاں وہی ہیں۔ پروفیسر صاحب میں بہت مصیبت میں ہوں، خدا کے لیے میری مدد کریں اور مجھے اس مشکل سے نکالیں۔ یہاں پر میں اپنے پڑھنے والوں کی توجہ چاہوں گا اور ایک اہم نقطے کی وضاحت کرنے کی کوشش کروں گا۔

ہر سال آپ اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ فلاں صوفی نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے اور گمراہ صوفی کے جانثار مرید بھی ہوتے ہیں۔ اگر پولیس ایسے گمراہ صوفی کو گرفتار یا لاٹھی چارج کرتی ہے تو ایسے مرید جان بھی دینے کو تیار ہوتے ہیں بلکہ بعض گمراہ صوفیوں نے تو یہ بھی کہا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ، داتا علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ اور خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ سلطان الہند کے تمام مقامات اور بزرگی آج سے ختم، اب ماضی کے تمام بزرگوں اور موجودہ بزرگوں کی گردنوں پر میرا پاؤں ہے۔ میں تمام سے افضل ہوں اور حیرت والی بات یہ ہوتی ہے کہ ایسے تمام گمراہ صوفیوں کے مریدین ایسے صوفیوں کے دعوؤں کی تائید کرتے ہیں کہ ہاں ہمارے مرشد ایسے ہی باکمال مقام و مرتبے والے ہیں۔ یہاں پر میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ایسے تمام بزرگ تقریباً توجہ اور ارتکاز میں کمال حاصل کر چکے ہوتے ہیں اور ان کا مراقبہ آن ہو چکا ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسے گمراہ صوفی توجہ میں مہارت رکھتے ہیں، اس لیے اپنی اس مہارت یا صلاحیت کو استعمال میں لا کر اپنے مریدوں کے دماغوں کو بھی اپنے کنٹرول میں کر لیتے ہیں۔

ایسے گمراہ کن صوفیوں کا مراقبہ جب آن ہو جاتا ہے، ان کے باطن کا اندھیرا دور ہو جاتا ہے اور یہ زمینی اور آسمانی سیر کے قابل ہو جاتے ہیں تو ابلیس شیطان پھر ایک مضبوط جال اور پلاننگ کے ساتھ ان کو گمراہ کرتا ہے۔ کیونکہ شیطان ایک انتہائی طاقتور قوت رکھتا ہے اور لاہوت اور جبروت کے مقامات کی سیر کے دوران صوفی صاحب شیطان کے حربوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور شیطان کی باتوں کے بہکاوے میں آ کر کوئی نہ کوئی دعویٰ کر دیتے ہیں۔ اب ایسے صوفی ارتکاز اور توجہ میں مہارت رکھتے ہیں، اس لیے یہ اپنے روحانی تصرف کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے مریدوں کے ذہنوں اور خوابوں میں اپنی مرضی کے مناظر چلاتے ہیں۔ اگر ہم تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کریں تو تقریباً ہر سال کوئی نہ کوئی صوفی کوئی بڑے سے بڑا دعویٰ کرتا ہے اور اس دعویٰ سے پیچھے نہیں ہٹتا بلکہ اس پر سختی سے قائم رہتا ہے۔ میری زندگی میں ایسے بے شمار صوفی اور مرید آ چکے ہیں۔ یہاں میں زیادہ ذکر نہیں کروں گا۔ اس طرح میری کتاب طوالت کا شکار ہو کر اصل موضوع سے ہٹ جائے گی لیکن ان گمراہ صوفیوں پر، اللہ تعالیٰ نے زندگی دی تو ضرور لکھوں گا۔

درج بالا تمام بحث سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ جو ماں میرے سامنے بیٹھی تھی، اس کا بیٹا کس طرح جھوٹے سحر



چلا تھا اور گمراہ صوفی نے کس طرح اپنے مریدوں کو اپنی مرضی کے خواب دکھا کر اپنے چنگل میں پھنسایا ہوا تھا۔ ماں کہہ رہی تھی کہ ہم نے اپنے بیٹے کو کمرے میں بند کر کے تالا لگایا ہوا ہے کیونکہ ہم جیسے ہی کھولیں گے وہ جیل میں پیر سے ملنے جائے گا اور سرِ عام وہی بات کرے گا جو پیر صاحب کرتے ہیں۔ اس طرح یہ بھی گرفتار اور جیل میں بند ہو جائے گا۔

قارئین ایسے گمراہ صوفی اور مرید، اللہ تعالیٰ اور نبی پاکؐ کے بارے میں ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں کہ میں یہاں لکھ نہیں سکتا، توبہ ہی توبہ ہے۔

میں نے دکھی ماں سے اس کے گھر کا پتہ لیا اور وعدہ کیا کہ اگلے دن میں ان کے گھر آ کر اس کے بیٹے سے ملوں گا تو وہ شکر گزار نظروں سے سلام کر کے چلی گئی۔ میں اگلے دن اُن کے گھر چلا گیا۔ کمرے کا تالا کھول کر میں اس کمرے میں داخل ہوا جہاں مرید صاحب اپنے مرشد کی جدائی کے غم میں اداس اور غصے میں بیٹھے تھے۔ میری کمرے میں آمد ان کو بہت ناگوار گزری۔ وہ حیران اور غصیلی نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا اور اپنی ماں سے بولا ”یہ تم کس ڈاکٹر کو اٹھا لائی ہو۔ مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔ میں اور میرا مرشد ایک عظیم مشن پر ہیں۔ ہم نے ساری دنیا کو شکست دے دینی ہے۔ پوری دنیا پر میرے مرشد کی حکمرانی ہوگی۔“ وہ ایسی باتیں کر رہا تھا جو میں یہاں لکھ نہیں سکتا۔ پہلے تو وہ گفتگو کرنے کے لیے تیار ہی نہیں تھا لیکن میں نے خود ہی گفتگو شروع کر دی اور چند ایسی حساس باتیں کیں جن سے وہ چونک پڑا اور الرٹ ہو کر بیٹھ گیا۔

اب وہ میرے ساتھ بات کرنے پر آمادہ ہو گیا تو میں نے اس کے ساتھ کھل کر روحانیت کے ان امور پر بات چیت کی جن سے کسی حد تک وہ بھی گزر چکا تھا۔ اب اس نے میری باتوں میں دلچسپی لینا شروع کر دی۔ ایک طویل نشست کے بعد وہ تھوڑا سا بہتر ہو گیا تو میں نے اسے کہا ”اب تو میں جا رہا ہوں لیکن تم جن خوابوں کی بنیاد پر اپنی زندگی داؤ پر لگانے کو تیار ہو اور تمہارے جیسے باقی سیکڑوں مرید بھی خود کو امام مہدی کے فوجی سمجھ کر اپنا تن من دھن مرشد صاحب پر وارنے کو تیار ہو، رات کو جو خواب تم آج دیکھو گے اس کے بعد خود ہی فیصلہ کر لینا کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔“ چونکہ میں نے اس سے ٹھوس دلائل کے ساتھ بات کی تھی اور بہت ساری ایسی باتوں کی نشاندہی کی جو ایسے روحانی گمراہ صوفی اپنے مرید کو پھانسنے یا ترغیب دلانے کے لیے کرتے ہیں، اس لیے وہ کسی حد تک میری باتوں کو سنجیدگی سے سننے لگا۔

اس کے بعد میں اٹھ کر اپنے گھر چلا آیا اور رات کو اُس کو ذہن میں لا کر توجہ کے Process کے ذریعے اُس کو ایک خواب دکھایا کیونکہ وہ اس ارتکاز اور توجہ کی بہت ساری مشقیں کر چکا تھا، اس لیے آسانی سے وہ خواب دیکھنے لگا جو میں اسے دکھانا چاہ رہا تھا۔ جب مجھے یقین ہو گیا تو میں اپنے رات کے ذکر اذکار کر کے سو گیا۔

صبح کو وہ مرید اپنی ماں کے ساتھ میرے گھر کے دروازے پر کھڑا تھا۔ وہ تو پریشان اور الجھا ہوا تھا لیکن اس کی ماں بہت خوش اور مطمئن نظر آ رہی تھی۔ ماں کا مطمئن ہونا بتا رہا تھا کہ بیٹے کے ہوش ٹھکانے آ گئے ہیں۔

ماں کو الگ بٹھا کر کافی دیر اُس سے رات کے خواب اور گمراہ صوفیوں کی حرکتوں کے بارے میں بات کرتا رہا۔ طویل گفتگو کے بعد اس نے اقرار کیا کہ پروفیسر صاحب آپ پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے جو آپ ابھی تک گمراہ نہیں

ہوئے۔اس کے بعد وہ چلا گیا اور کبھی کبھی اپنے کسی پرانے ساتھی کو لے کر آتا ہے اور کہتا ہے ''پروفیسر صاحب اس گمراہ کو بھی سمجھائیں، یہ بھی ابھی تک اسی غلط فہمی کا شکار ہے۔'' یہاں میں تمام روحانی طالب علموں سے ہاتھ جوڑ کر درخواست کرتا ہوں کہ خدا کے لیے مراقبہ کھل جانے کے بعد منزل ملتی نہیں بلکہ سفر شروع ہوتا ہے اور اس وقت ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی مدد اور راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ خدا کے لیے عاجزی اپنائیں، تکبر یا غرور نہیں۔

# جسمانی پرواز

ہر دور میں ہر جگہ روحانیت کے ماننے والے اور نہ ماننے والے موجود رہے ہیں۔ روحانی کمالات پر تنقید اور بحث بھی ہر دور میں ہوتی رہی ہے۔ اگر Discovery چینل یا نیشنل جیوگرافک پر کوئی غیر مسلم روحانی کمال دکھائے تو قبول ہے اور اگر کوئی مسلم صوفی عبادت، ریاضت اور مجاہدے کے بعد اپنی روحانی قوتیں بیدار کر لے تو انکار اور شدید تنقید کی جاتی ہے۔ بہر حال یہ تعریف تنقید ہر دور میں ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ یہاں میں روحانی بیداری اور ترقی کے عروج بلکہ نقطۂ کمال پر جو صوفی ہوتے ہیں، وہ بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

دنیا بھر میں جتنے بھی روحانی طالب علم ہوتے ہیں، وہ عبادت، ریاضت اور مجاہدے کے بعد اور مراقبہ ارتکاز میں یکسوئی اور کمال حاصل کرنے کے بعد روحانی پرواز کرتے ہیں۔ پہلے تو وہ روحانی یعنی خیالی اور روح کی پرواز کرتے ہیں لیکن جیسے جیسے وہ روحانی ترقی کرتے جاتے ہیں تو ایک لمحہ ایسا بھی آتا ہے جب اہلِ روحانیت اپنی روح یا خیال کے ساتھ ساتھ جسمانی پرواز بھی کر جاتے ہیں یعنی ایک ملک سے دوسرے ملک بھی چند لمحوں میں جا سکتے ہیں۔ یہ روحانیت کی معراج ہوتی ہے جب سالک زمان و مکان سے آزاد ہو جاتا ہے۔

مری میں جب میں جذب کے دور سے گزر رہا تھا تو شاید مجھ پر بھی ایسی حالت طاری ہو جاتی تھی۔ جب میں پہاڑوں پر اس تیزی بلکہ برق رفتاری کے ساتھ چلتا کہ میرے لوکل دوست اکثر آپس میں باتیں کرتے کہ بھٹی صاحب کے جنات اُن کو اڑا کر لے جا رہے ہیں۔ جن لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے وہ مری میں زندہ موجود لوگوں سے تصدیق کر سکتے ہیں کہ واقعی ایسا ہوتا تھا۔

میری زندگی میں بھی کچھ ایسے بزرگ آئے جو جسمانی پرواز یعنی سیر الارض پر عبور رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ چلتے ہوئے اکثر میلوں کا سفر چند منٹوں میں طے ہو جاتا تھا۔

یہاں پر جو سچا واقعہ میں بیان کرنے جا رہا ہوں، وہ بھی جسمانی پرواز کے متعلق ہی ہے جو لمحوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتے تھے۔ ہمارے خاندان میں میرے بچپن میں ایک صاحبِ کرامت صوفی تھے جو اہلِ کرامت اور کمال کے مقام پر فائز تھے۔ نیکی اور تقویٰ میں کوئی ان کا ثانی نہ تھا۔

ان کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ وہ سیر الارض یعنی جسمانی پرواز بھی کر لیتے ہیں کیونکہ وہ کبھی بھی بس یا



ویگن میں سفر نہ کرتے تھے بلکہ جب بھی انہوں نے کہیں جانا ہوتا تھا تو وہ سائیکل پر یا پیدل جاتے تھے۔ سائیکل اپنی پرواز کی حقیقت چھپانے کے لیے استعمال کرتے تھے ورنہ انہیں سائیکل کی ضرورت نہ تھی۔

جسمانی پرواز کے علاوہ ان کی اور بھی بہت ساری کرامتیں مشہور تھیں۔ بے شمار لوگ ان سے فیض یاب ہوتے تھے اور ان کی شہرت ایک ولی اللہ کے طور پر ارد گرد کے دیہات اور شہروں تک تھی۔

اس وقت میری عمر آٹھ یا دس سال کی ہو گی جب ان کے بیٹے کی شادی تھی اور ہم سب ان کے گھر شادی پر گئے ہوئے تھے۔ میں ابھی بچہ ہی تھا لیکن ان کی پراسرار قوتوں کا چرچا ہر سُو پھیلا ہوا تھا۔ اس لیے میری فطرت میں بچپن سے ہی تجسس اور کھوج ہے، اس کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں ان کی ذات میں بہت دلچسپی لیتا تھا۔ میرا ایک کزن جو مجھ سے بڑا تھا اور شعوری طور پر پختہ بھی تھا، میں نے اس سے کہا کہ بابا جی کے پاس جنات ہیں اور یہ ہوا میں اڑتے ہیں تو وہ بھی بولا کہ ہاں! سنا تو یہی ہے لیکن کوئی موقع ملے تو دیکھیں گے۔ شادی والے گھر میں بہت رش تھا، ہر کوئی مصروف تھا لیکن میں اور میرا کزن اس تاک میں تھے کہ بابا جی کی کوئی کرامت براہِ راست دیکھ سکیں۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ موقع دے ہی دیا۔ ہوا یہ کہ صبح بیٹے کی بارات تھی لیکن بابا جی کی بہن کسی بات پر ناراض تھی اور ابھی تک نہیں آئی تھی بلکہ اس نے پیغام بھی بھجوا دیا تھا کہ وہ شادی پر نہیں آئے گی۔ سب رشتہ داروں نے بابا جی کو سمجھایا کہ وہ آپ کی بہن ہے آپ جا کر خود ہی اپنی بہن کو منا لیں تاکہ سارے رشتہ دار جب شادی پر اکٹھے ہوں گے تو شادی کا مزہ بہت آئے گا۔ پہلے تو بابا جی انکار کرتے رہے لیکن جب سب نے بہت زور لگایا تو بابا جی بہن کو منانے کے لیے تیار ہو گئے۔ اب بابا جی نے اپنی سائیکل پکڑی اور کہا کہ میں اس کو منانے جا رہا ہوں۔ بابا جی کی بہن کا گاؤں بابا جی کے گاؤں سے پانچ کلومیٹر دور تھا۔ بابا جی سائیکل پر بیٹھے اور سائیکل چلاتے ہوئے گاؤں سے باہر نکل گئے۔ میرے کزن نے بھی سائیکل کا انتظام کر لیا تھا، لہٰذا ہم دونوں بھی بابا جی سے تھوڑا فاصلہ رکھ کر پیچھے پیچھے سائیکل چلانے لگے۔ بابا جی برق رفتاری سے سائیکل چلاتے ہوئے ہم سے کافی دور نکل گئے اور آگے جا کر اپنی سائیکل کو فصلوں کی طرف موڑ دیا یعنی وہ راستے سے اتر کر زمینوں میں گھس گئے اور آگے جا کر بڑی بڑی جھاڑیوں کے پیچھے غائب ہو گئے۔ ہم دونوں بھی تیز رفتاری سے اس جگہ پہنچے جہاں بابا جی غائب ہوئے تھے، ہمیں تھوڑی تلاش کے بعد ہی بابا جی کی پراسرار سائیکل نظر آ گئی جو بابا جی جھاڑیوں میں چھپا گئے تھے۔ اب ہمیں سمجھ آ گئی کہ بابا جی سائیکل لوگوں کو دکھانے کے لیے لائے تھے جسے وہ یہاں چھپا کر خود جسمانی پرواز کے ذریعے اپنی بہن کے گاؤں کی طرف پرواز کر گئے تھے۔ اپنی اس بات کی تصدیق کے لیے اب ہم تیزی سے سائیکل چلاتے ہوئے اس گاؤں کی طرف روانہ ہوئے جدھر بابا جی کی بہن کا گاؤں تھا۔ ہم تیز رفتاری سے سائیکل چلاتے اُس گاؤں پہنچے اور جب بابا جی کی بہن کے گھر پہنچے تو پتہ چلا کہ بابا جی یہاں بہن کو منا کر شادی کی تیاریوں کا بہانہ بنا کر واپس بھی جا چکے ہیں اور اب ان کی بہن اور بچے وغیرہ بھی شادی میں شرکت کے لیے تیار ہو رہے تھے جبکہ بابا جی کافی دیر پہلے واپس جا چکے تھے۔ اب ہم پھر تیزی سے واپس دوڑے تاکہ جہاں پر بابا جی کی سائیکل پڑی ہے، وہاں جا کر دیکھیں کہ بابا جی ابھی وہاں پہنچے ہیں کہ نہیں۔ میرے کزن کا سائیکل چلا چلا کر سانس

پھولا ہوا تھا۔ بہر حال ہم جب اس جگہ پر پہنچے جہاں پر باباجی اپنی سائیکل چھپا کر گئے تھے تو سمجھ آگئی کہ باباجی سائیکل لے کر کافی دیر پہلے جا چکے تھے۔ اب ہم باباجی کے گاؤں کی طرف دوڑے۔ جب شادی والے گھر میں داخل ہوئے تو کھانا کھل چکا تھا اور باباجی دیگوں پر بیٹھے ہوئے کھانا بانٹ رہے تھے۔ پتہ نہیں دیگوں میں چاول وغیرہ تھے کہ نہیں لیکن وہ پراتیں بھر بھر کر زردہ بانٹ رہے تھے۔ میں اور میرا کزن بھی اپنی اپنی پلیٹ اٹھا کر باباجی سے چاول لینے لگے تو باباجی نے میرے کزن کو اس کے کان سے پکڑ لیا اور پیار سے مارتے ہوئے کہا ''تم بہت شیطانیاں کرتے ہو، دوسروں کی جاسوسی یا پیچھا کرنا اچھی بات نہیں۔'' جب میں نے زردہ، چاولوں کے لیے اپنی پلیٹ باباجی کے سامنے کی تو باباجی نے چاولوں کے ساتھ چھوارے اور بادام ڈالتے ہوئے میری طرف غور سے دیکھا اور کہا ''دنیاوی کھانے کے ساتھ ساتھ تمہیں روحانی لنگر بھی دے دیا ہے۔ ابھی تو تم بچے ہو لیکن جب بڑے ہو گے تو میری بات کو سمجھ جاؤ گے۔'' کیونکہ میں ابھی بچہ تھا، مجھے باباجی کی لنگر اور باداموں والی بات اس وقت تو سمجھ نہیں آئی لیکن آج میں اکثر سوچتا ہوں کہ آج اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا عشق اور مخلوق کی خدمت کا جذبہ دے دیا ہے تو یقیناً باباجی کے روحانی لنگر کا بھی کوئی نہ کوئی تعلق ہے اور ان کی دعاؤں کا ثمر ہے۔

جب میں تلاشِ حق کے سفر میں بے شمار نام نہاد جھوٹے اور خالی بزرگوں سے ملتا تو مجھے شدت سے باباجی کی کمی محسوس ہوتی کہ کاش اگر وہ ہوتے تو میری مشکل آسان ہو جاتی لیکن اس میں بھی یقیناً میرے اللہ پاک کی کوئی مشیت ہو گی۔ مجھے آج بھی باباجی کے زردہ اور بادام چھواروں کا ذائقہ یاد ہے اور ان کا روحانی لنگر اور دعا بھی۔

## روحانی گورنر سے ملاقات

اولیائے کرام سے محبت کرنے والے اور تلاشِ حق کے مسافر ساری عمر اس تلاش میں رہتے ہیں کہ وقت کے ولی، قطب، ابدال سے ملاقات یا دیدار ہو جائے یعنی اہلِ ڈیوٹی جو اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات سے زمین کا انتظام چلا رہے ہوتے ہیں۔ یہ مختلف حلیوں اور روپ میں مختلف جگہوں پر اپنی ڈیوٹی دے رہے ہوتے ہیں۔ میں بھی ساری عمر اس تلاش میں رہا اور کیسے شکر ادا کروں اپنے سوہنے رب کا کہ مجھے کئی ایسے اہلِ ڈیوٹی بزرگوں کا دیدار اور خدمت کا موقع بھی ملا۔ ایسے بزرگوں کی ڈیوٹی یا صحبت میں ایک لمحہ ساری عمر کی ریاضت سے قیمتی ہے۔ ان کے ہاتھ کا ایک نوالا یا ایک قطرہ سمندر پینے کے برابر ہے۔ یہ پراسرار اور اس کائنات کے سب سے قیمتی بندے اپنی مستی اور سرور میں عشقِ الٰہی کے سفر میں رواں دواں اور ربِّ کعبہ کی دی ہوئی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھا رہے ہوتے ہیں۔ ایسے ہی گوہر نایاب بزرگوں میں سے ایک سے ملاقات اور دیدار کا ذکر میں کرنے جا رہا ہوں۔

ان دنوں میں مری میں جاب کر رہا تھا کہ ایک دن مشیتِ الٰہی کے تحت مجھے شدت سے بابا یوسف کی یاد آئی۔



ان کا معصوم چہرہ، باتیں، مسکرانا۔ میرا دل کیا کہ اُڑ کر باباجی کے پاس چلا جاؤں۔ باباجی سے ملنے کی تڑپ اتنی زیادہ بڑھی کہ میں چھٹی لے کر باباجی کے گاؤں روانہ ہو گیا۔ جب وہاں پہنچا تو پتہ چلا کہ باباجی کسی دور کے گاؤں میں گئے ہوئے ہیں۔ اب مجھے اتنی زیادہ تڑپ اور ملنے کی خواہش تھی کہ میں اس گاؤں میں پہنچ گیا۔ وہاں سے پتہ چلا کہ باباجی ساتھ والے گاؤں میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ رات ہو چکی تھی، لہٰذا میں بلاخوف وخطر اس گاؤں کی طرف پیدل چل پڑا۔ کوئی چیز مجھے بار بار کہہ رہی تھی کہ ہر حال میں باباجی کے پاس جانا ہے۔ آخر کار آدھی رات کے قریب میں اُس گاؤں جہاں باباجی جس جگہ ٹھہرے ہوئے تھے پہنچ گیا۔ باباجی مجھے دیکھ کر مسکرائے اور بولے ''پروفیسر! تو بھی دیوانہ ہے۔ خیر ہے، کیوں آئے ہو؟'' میں نے کہا، باباجی آپ کی یاد بہت آ رہی تھی۔ اس لیے رہا نہ گیا اور آ گیا۔ ''تم آئے نہیں لائے گئے ہو۔ آج تم نے یہاں آنا تھا۔'' باباجی بولے۔ سردیوں کے دن تھے۔ باباجی صحن میں آگ جلا کر بیٹھے تھے اور حقہ پی رہے تھے۔ باباجی نے میرے لیے کھانا منگوایا اور کھانے کے بعد اپنا مخصوص لنگر چائے رس بھی جو وہ ہر ایک کو پیش کرتے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد گاؤں والے سارے چلے گئے تو باباجی بولے ''پروفیسر! میرے کسی مہمان نے آنا ہے۔ میں ابھی جاگوں گا۔ تم نے سونا ہے تو جا کر اندر سو جاؤ۔'' میں تھوڑی دیر باباجی کے پاؤں اور جسم دباتا رہا اور پھر کمرے میں سونے کے لیے چلا گیا لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ اتنا لمبا سفر اور پیدل چلنے کے باوجود مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ مجھے لگ رہا تھا کہ آج کوئی خاص بات ہے یا کوئی خاص واقعہ ہونے والا ہے۔ ابھی میں یہی سوچ رہا تھا کیونکہ نیند تو مجھے آ نہیں رہی تھی کہ اچانک مجھے باہر کسی آہٹ کا احساس ہوا کہ جیسے باہر کوئی چل رہا ہے۔ میں اٹھ کے بیٹھ گیا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ باہر جو منظر تھا، وہ مجھے حیران کرنے کے لیے کافی تھا کیونکہ باباجی زیادہ تر جذب میں رہتے تھے اور اپنا خیال بھی نہیں رکھتے تھے لیکن آج وہ خود نلکا یعنی ہینڈ پمپ کو چلا کر نہا رہے تھے جبکہ اس سے پہلے میں نے کبھی باباجی کو نہاتے نہیں دیکھا تھا۔ میں حیران تھا کہ آدھی رات کے بعد باباجی کیوں نہا رہے ہیں۔ باباجی تو اپنے آپ میں مست رہتے ہیں، یہ کون آ رہا ہے کہ باباجی جیسا مجذوب بندہ بھی نہا رہا ہے۔ میں بہت زیادہ حیرت و تجسس سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ میری نیند اُڑ چکی تھی اور میں چاک و چوبند ہو کر یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ آج یقیناً کچھ خاص ہونے والا ہے۔ کیونکہ بابا یوسف زیادہ تر جذب اور مستی میں رہتے تھے لیکن آج ان کی ہر ادا اور حرکت سے ہوش مندی نظر آ رہی تھی۔ بات نہانے پر ختم نہیں ہوئی بلکہ شدید حیرت مجھے اس وقت ہوئی جب باباجی نے نہا کر اپنے تھیلے سے نیا صاف سوٹ نکالا اور پہن لیا۔ واہ کیا بات ہے، یہ مجھے حیران کر دینے والی بات تھی۔ کپڑے پہننے کے بعد باباجی نے اپنے بال ٹھیک کیے، عطر یا کوئی خوشبو لگائی اور جائے نماز بچھا کر اس پر ادب واحترام سے بیٹھ گئے یعنی وہ تیار ہو کر بیٹھ گئے اور اب لگ رہا تھا کہ وہ کسی کا انتظار کر رہے ہیں اور میں بھی شدت سے اگلے سین کا انتظار کر رہا تھا کہ اب کیا ہو گا۔ یہ کون خاص مہمان آ رہا ہے جس کے انتظار میں باباجی مکمل نہا دھو کر تیار ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ باباجی تھوڑی دیر اسی طرح انتظار کرتے رہے۔ اچانک کوئی مجذوب صحن میں داخل ہوا۔ باباجی نے جیسے ہی آنے والے مجذوب کو دیکھا، وہ انتہائی ادب اور احترام سے کھڑے ہو گئے۔ جو مجذوب آئے انہوں نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ داڑھی اور سر کے بال بہت زیادہ بڑھے ہوئے تھے جو بتا رہے تھے کہ عرصہ دراز سے حجامت نہیں کرائی۔ مجذوب آ کر بابا

یوسف سے گلے ملا اور دونوں بزرگوں نے آپس میں بات چیت شروع کر دی۔ بابا یوسف انتہائی ادب اور احترام
آنے والے مجذوب کی باتیں بلکہ ہدایات سن رہے تھے جیسے کوئی استاد اپنے شاگرد یا مرشد اپنے مرید کو نیا سبق
دے رہا ہو اور بابا یوسف ہمہ تن گوش ان کی باتیں سن رہے تھے۔ میرے اندر شدید تجسس اور شوق تھا کہ بابا یوسف مجھے بھی
باہر بلالیں اور مجذوب بابا سے ملائیں کیونکہ میں نے کبھی بھی بابا یوسف کو کسی کا اس طرح عقیدت یا احترام کرتے نہیں دیکھا
تھا۔ بابا جی یوسف کا احترام سے کھڑے ہونا بتا رہا تھا کہ آنے والے مجذوب بابا رتبے میں ان سے بڑے بزرگ یا ان کے
مرشد ہیں۔ آنے والے مجذوب بابا جی کی وضع سے لگ رہا تھا کہ وہ ہوش میں نہیں لیکن وہ باتیں ہوش مندوں والی کر رہے
تھے۔ دونوں بزرگ کافی دیر تک ایک دوسرے سے راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے اور میں دل ہی دل میں بار بار ایک ہی
خواہش اور دعا مانگ رہا تھا کہ کاش بابا یوسف مجھے بھی باہر بلالیں تا کہ میں بھی مجذوب بابا سے مل سکوں اور ان کا دیدار کر
سکوں۔ آخر کافی دیر کے بعد اللہ تعالیٰ اور بابا یوسف کو میرے اوپر ترس آ ہی گیا۔ بابا یوسف نے مجھے آواز دی ''او ماسٹر! یا
ہمارے پاس آؤ۔'' میرا دل تیزی سے دھڑکنا شروع ہو گیا۔ میں تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔ جدھر بابا یوسف اور مجذوب
بابا کھڑے تھے۔ میری چھٹی حس مجھے بار بار یہ احساس دلا رہی تھی کہ آنے والے مجذوب بابا جی کوئی بہت بڑے بزرگ
ہیں جن کے سامنے بابا یوسف انتہائی احترام کے ساتھ کھڑے ہیں، لہٰذا میں بھی پاس جا کر سلام کہہ کر احترام سے کھڑا ہو
گیا۔ میں خوف، تجسس، ہیبت اور خوشی کی ملی جلی کیفیت کے زیرِ اثر تھا۔ میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔ میری قوتِ گویائی
جواب دے چکی تھی۔ میں خاموش کھڑا تھا۔ آخر بابا یوسف نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بولے ''سرکار! یہ بچہ
مانگتا ہے۔ عرصہ دراز سے میرے پاس آتا ہے۔ میں اس کو کئی بار سمجھا چکا ہوں کہ فقیری، درویشی تمہارے بس کی بات نہیں
لیکن یہ باز نہیں آتا۔ جب بھی میرے پاس آتا ہے، فقیری کا تقاضا کرتا ہے۔ پڑھائیاں بہت کرتا ہے۔ سرکار اس پر توجہ
کریں اور اس کو بھی کچھ لنگر دے دیں۔'' بابا یوسف کے چپ ہونے پر مجذوب بابا جی بولے، وہ مکمل ہوش میں تھے۔ وہ مجھ
سے مخاطب ہوئے اور کہا ''جی بیٹا کیا چاہتے ہو۔ فقیری، درویشی لے کر کیا کرو گے؟'' اسی دوران میرے حواس بھی نارمل ہو
چکے تھے۔ ''بابا جی میں خود نہیں جانتا، میں کیا چاہتا ہوں۔ کس تلاش میں ہوں۔ کیوں ہوں، میرا مقصد کیا ہے۔ بے شمار
بزرگوں، مزاروں پر کس کی تلاش میں جاتا ہوں۔ فقیری، درویشی کیا ہے۔ میرا اس سے کیا تعلق ہے۔ میں لے کر کیا کروں
گا۔ مجھے خود اس کی سمجھ نہیں آتی۔ بس مجھے لگتا ہے، جیسے میں کسی کی تلاش میں ہوں۔ میری روح صدیوں سے کسی کی تلاش
میں ہے۔ کوئی ایسی پراسرار پیاس ہے، تلاش ہے کہ میں بھی نہیں جانتا۔ بے چینی اور بے قراری بے پناہ ہے۔ خدا کے لیے
میری صدیوں کی پیاس بجھا دیں۔ میرے اندر کے اندھیرے دور کر دیں۔ میں خالی ہوں، میری روح کی گہرائیوں میں
پیاس ہے۔ خلا ہے۔ خدا کے لیے اس کو بھر دیں۔ بابا جی میں نے سارے زمانے کی کتابیں پڑھ لی ہیں۔ پتہ نہیں، میں علم
کے کتنے سمندر پی چکا ہوں لیکن پیاس اور بے سکونی جاری ہے۔ سارا دن ذکر اذکار، مراقبہ کرتا ہوں۔ عرصہ دراز سے ترکِ
حیوانات کر رہا ہوں لیکن ابھی تک اندھے کا اندھا ہوں۔ میرے من کی پیاس اور اندھیرا ویسے کا ویسا ہی ہے۔ میری آپ
سے التجا ہے کہ میری پیاس بجھا دیں۔ بے قراری ختم کر دیں۔ میری تلاش کے سفر کو منزل دے دیں۔ مجھے بتا دیں، میں کس



...پاؤں۔ میرا مسیحا کون ہے۔ کدھر ہے، کیا مجھے کبھی کوئی راستہ دکھائے گا یا میری ساری عمر تلاش میں ہی گزر جائے
...میں نے شدتِ جذبات اور غم سے رونا شروع کر دیا۔ بندے کو رونا اس وقت آتا ہے جب وہ بے بسی کی انتہا پر ہو یا
...اس کی برداشت سے باہر ہو جائے۔ شاید میں بھی ایسی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا۔ مجذوب بابا بہت پیار اور محبت بھری
...میری طرف دیکھ رہے تھے اور بولے ''پُتر یہ عشقِ حقیقی کا روگ ہے۔ یہ ربِّ کعبہ کی تلاش ہے۔ اس پیاس اور
...ہی تو سارے زمانوں کا نشہ اور سُرور ہے۔ ہمت نہ ہارو تمہارا مرشد تمہیں جلد ملنے والا ہے۔ وہ تمہارے پاس ہی
...پاس تمہارے لیے جو لنگر فیض ہے، وہ میں تمہیں آج دے دیتا ہوں۔'' مجذوب بابا جی نیچے جھکے اور بابا یوسف
...آگ جلا رکھی تھی، وہ تقریباً بجھ چکی تھی اور راکھ کا ڈھیر بن چکی تھی۔ وہاں سے ایک چٹکی راکھ کی پکڑی اور مجھے کہا، منہ
...میرے منہ میں ڈال دی۔ میں اُس وقت ایک سحر زدہ معمول کی طرح کھڑا تھا۔ مجھے نہیں پتہ چلا، چٹکی راکھ کا ذائقہ
...میں بلا سوچے سمجھے اس چٹکی راکھ کو نگل گیا۔ مجذوب بابا جی نے مجھے پکڑا اور سینے سے لگا لیا اور مجھے تھپکی دی۔ ''پُتر
...پاس تمہارے لیے بس یہی تھا۔'' میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔ پتہ نہیں میرے جسم کا وزن ختم ہو گیا تھا یا ہزاروں من
...اوپر تھا۔ میں زندہ تھا یا مردہ، ہوش میں تھا کہ بے ہوش۔ اس دنیا میں تھا کہ کسی اور دنیا میں، زمین کے اوپر تھا یا
...کے نیچے، فضا میں یا آسمان پر، سانس رک چکی تھی کہ پتہ نہیں چل رہی تھی۔ دل کی دھڑکن بند ہو چکی تھی کہ پتہ نہیں چل
...پتہ نہیں میرے رونگٹے کھڑے تھے۔ میرا جسم گرم تھا کہ سرد، ایک عجیب فالجی کیفیت تھی۔ پتہ نہیں جاگ رہا تھا کہ
...تھا۔ اس دنیا میں یا اگلی دنیا میں، پتہ نہیں میں بیمار تھا، مجھے بخار تھا یا میں صحت مند تھا۔ میں اور میرا جسم نارمل حالت
...تھے۔ ایک خوابناک حالت اور نشہ کی کیفیت تھی۔ پتہ نہیں شاہد مجذوب بابا جی کے سینے سے میرے سینے میں کوئی چیز
...ہو گئی تھی۔ بابا جی نے میرے جسم کے اندر کوئی چھیڑ خانی کی تھی یا میرے جسم کے اندر کوئی چیز داخل کر دی تھی یا باطن کی
...بیدار کر دی تھی۔ بابا جی نے پتہ نہیں میرے جسم کے ساتھ کہ روح کے ساتھ کوئی کارروائی کی تھی۔ مجھے لگ رہا تھا
...کچھ نئی حسیات بیدار ہو گئی ہیں۔ میرا جسم کسی تبدیلی سے گزر رہا تھا۔ بابا یوسف اور مجذوب بابا جی اپنی باتیں کرتے
...مجھے بالکل نہیں پتہ تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ آخر کار مجذوب بابا جی نے مجھے تھپکی دی اور بابا یوسف سے گلے مل کر
...بابا جی چلے گئے کیونکہ میں اپنے حواس میں نہیں تھا۔ میں جو عرصہ دراز سے بے شمار بابوں، ملنگوں سے کہتا تھا کہ
...کرنٹ لگائیں تو شاید آج مجذوب بابا جی مجھے کرنٹ لگا گئے تھے۔ مجذوب بابا جی کے جانے کے بعد میں اور بابا
...کمرے میں آ گئے۔ بابا یوسف مجذوب بابا کے مقام و مرتبے کے بارے میں مجھے بتا رہے تھے کہ وہ اہلِ ڈیوٹی
...لوگوں میں سے ہیں اور آج کل مجذوب بابا جی پنجاب کے روحانی گورنر ہیں اور بابا یوسف بہت زیادہ خوشی کا اظہار کر
...رہے تھے کہ آج مجذوب بابا اُن سے ملنے آئے کیونکہ میں ایک خوابناک حالت یا فالجی کیفیت میں تھا، اس لیے مجھے یوسف
...بابا کی کچھ باتوں کی سمجھ آ رہی تھی، کچھ کی نہیں۔ مجھے بابا جی کی باتوں سے یہ بھی احساس ہوا کہ بابا یوسف کو بھی کوئی روحانی
...ملا ہے یا اس مقام میں ترقی ہوئی ہے یا کسی نئے علاقے میں بابا یوسف کی ڈیوٹی لگی ہے۔ بابا جی کافی دیر تک مجذوب بابا
...کی باتیں کرتے رہے۔ انہی باتوں کے دوران ہی پتہ نہیں کب میری آنکھ لگ گئی۔ میں ساری رات خواب دیکھتا رہا کہ

میں زمین اور آسمان پر اُڑ رہا ہوں اور پتہ نہیں کتنی دور تک میں ہوا میں اڑتا رہا۔ بے شمار نئے علاقوں کی سیر بھی کی۔ صبح
نے مجھے جلدی اٹھا دیا کیونکہ باباجی نے بھی کہیں اور جانا تھا، لہٰذا ناشتہ کرنے کے بعد میں نے مری کی طرف سفر شروع
باباجی سے بہت ساری دعائیں لے کر شاید میری زندگی کا نیا دور شروع ہونے جا رہا تھا۔ شاید میری تلاش ختم ہو گئی تھی
میں منزل کے قریب آ گیا تھا۔

## سچے اور پروازی خواب

دورانِ مراقبہ جب فرد تزکیۂ نفس سے گزرتا ہے اور دل کا آئینہ تمام روحانی بیماریوں سے صاف ہو جاتا
تو سچے خوابوں اور رنگین خوابوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اکثر جورات کو خواب میں نظر آتا
ثابت ہو جانا۔

خالقِ کائنات نے حضرتِ انسان کو جسمانی اور روحانی بہت ساری خوبیوں سے نوازا ہے۔ ہم اس ٹھوس دنیا میں
رہتے ہیں لہٰذا یہاں پر زندگی کو بھرپور طریقے سے گزارنے کے لیے اور چیزوں کے درک کے لیے اللہ تعالیٰ انسان کو حواسِ
خمسہ یعنی دیکھنا، سونگھنا، سننا، چکھنا اور چھونا سے نوازتا ہے جس کے ذریعے انسان ایک بھرپور اور کامیاب زندگی گزارتا
کیونکہ انسان جسم اور روح دو چیزوں کا مرکب ہے۔ جس طرح ہمارا مادی وجود اِس دنیا میں رہتا ہے اِسی طرح
باطن کے اندر بھی ایک پوری کائنات آباد ہے اور باطن کے بھی محسوسات ہیں لیکن باطن تک رسائی کے لیے ہمیں
باطنی حواس بیدار کرنے پڑتے ہیں۔ کچھ لوگوں میں کیونکہ فطری طور پر لطافت زیادہ ہوتی ہے لہٰذا ان کے اندر
حواس بیدار ہوتے ہیں۔ ہمارے شعور دل و دماغ کو معلومات مختلف ذرائع سے ملتی ہیں مثلاً انبیاء اور پیغمبروں کی وحی
فرشتہ جبرائیل لے کے آتا تھا۔ اب کیونکہ سرکارِ دو عالم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد وحی کا سلسلہ بند ہو گیا
اب نہ ہی کوئی نبی آئے گا۔ یہ تو تھی نبیوں اور پیغمبروں کی بات۔ کیونکہ خالقِ کائنات بہت ہی رحیم و کریم ہے۔ وہ انسانوں
کی فلاح کے لیے مختلف قسم کی معلومات انسانوں کو دیتا رہتا ہے۔ مثلاً کشف، الہام، القاء، وجدان، استدراج اور
حس۔ ان تمام کے بارے میں میری کتاب ''بزمِ درویش'' آپ پڑھ سکتے ہیں جس میں پوری تفصیل سے میں
کرنے کی کوشش کی ہے۔

درج بالا ذرائع کے علاوہ ایک اور بھی ذریعہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ذات اکثر انسانوں کو اشارے
واضح معلومات دیتی ہے وہ ہے خواب، جب بھی ہم خوابوں کی بات کرتے ہیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کے خوابوں کا
تذکرہ موجود ہے۔ خواب میں نیند کے عالم میں جب اللہ تعالیٰ کی ذات سمجھتی ہے تو خواب میں دکھا دیتی ہے۔ خوابوں کا
بھی روحانی ترقی اور لطافت کے ساتھ بہت ہی گہرا تعلق ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو چھٹی حس اور کسی حد تک
مستقبل بینی کی صلاحیت دے رکھی ہے۔ وہ الگ بات ہے کہ کسی میں کم اور کسی میں زیادہ۔ مثال کے طور پر آپ



ایسے لوگ موجود ہوں گے جن کو زندگی میں کبھی کبھی سچا خواب آیا ہو آپ نے خواب دیکھا اور وہ بعد میں پورا
بہت سارے لوگ ایسے بھی ہوں گے جو نیند کے عالم میں خواب میں ہوا میں اُڑتے ہیں اور زمین اور آسمان کی
ہیں۔

ایسے لوگ تو میرے پاس بے شمار آ چکے ہیں جو کہتے ہیں کہ وہ رات کو خواب میں آسمانوں میں اُڑتے ہیں یا
مقاماتِ مقدسہ کی زیارت یا مختلف شہروں اور بزرگوں کے مزارات پر سیر کرتے ہیں۔

یہ صلاحیت میرے اندر بھی بچپن سے تھی کہ سیکڑوں بار میں خواب میں اُڑ چکا ہوں اور ہر بار میں خواب میں یہی
کہ اب کی بار خواب نہیں ہے بلکہ اب کی بار میں سچ میں اُڑ رہا ہوں۔ اصل میں جن لوگوں میں روحانی قوت زیادہ یا
زیادہ ہوتی ہے وہ اکثر رات کو ہوا میں اُڑتے ہیں۔ میرے پاس کچھ لوگ تو ایسے آئے کہ وہ اپنے سچے خوابوں سے
ہوئے ہیں کیونکہ اگر وہ کسی کو خواب میں مرا ہوا دیکھیں تو چند دن بعد وہ مر جاتا ہے اور اگر کسی کو زخمی حالت میں
تو چند دنوں بلکہ بعض نے تو اگلے ہی دن اُس کو اصل میں زخمی حالت میں دیکھ لیا اور وہ اپنے اِن خوابوں کی وجہ سے
اور پریشان ہیں۔ کیونکہ جب وہ اپنے کسی عزیز رشتہ دار یا دوست کو خواب میں زخمی یا مرا ہوا دیکھ لیتے ہیں تو شدید
اور کرب میں وقت گزارتے ہیں۔

میرے اندر خواب میں اُڑنے کی صلاحیت تو بچپن سے ہی موجود تھی لیکن مجھے سچے خواب کم ہی آتے تھے لیکن
مجھے سرکارِ مدینہ سرورِ دو عالم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور شیرِ خدا مولا علی کرم اللہ وجہہ کی خواب میں زیارت ہوئی
روحانی گورنر سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے راکھ کی چٹکی میرے منہ میں ڈالی اور روحانی توجہ بھی کی تو
ایک اور مذہبی یا زیارتوں والے خوابوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ بہت سارے روحانی خواب بھی شروع ہو گئے۔

اب میں اکثر خود کو خواب میں اُڑتے ہوئے دیکھتا کہ میں اُڑتا اُڑتا بہت بلند ہوتا جا رہا ہوں اور خلا میں
آسمان کی بہت بلندی پر چلا جاتا اور خلا میں مختلف گوشوں کی سیر کرتا۔ اکثر میں سیر کرتا کرتا بادلوں سے بھی اوپر یا ان کے
درمیان میں چلا جاتا۔ سرمئی اور سفید بادلوں میں اُن کی ٹھنڈک کا بھی احساس ہوتا اور ریشم کی طرح نرمی کا بھی میں
ادھر اُدھر اڑتا رہتا اور عجیب سی سرشاری محسوس کرتا۔ بعض اوقات اچانک بادل صاف ہو جاتے اور ہر
طرف ہلکا سا اُجالا پھیلا ہوتا۔

ایک رات میں آسمان کی سیر کرتے کرتے ایک ایسی پراسرار جگہ پر چلا گیا جہاں پر مجھے بہت سارے لوگ نظر
آ رہے تھے۔ ان میں کچھ ایسے چہرے بھی تھے جو فوت ہو چکے تھے۔ میں بڑی دیر تک اُن چہروں میں اپنے والد صاحب اور
والدہ صاحبہ کو ڈھونڈتا رہا لیکن وہ مجھے کہیں بھی نظر نہ آئے تو مجھے یہ اندیشہ ہوتا کہ یہ میرا صرف خیال ہے یا اِس کا حقیقت
سے بھی کوئی تعلق ہے۔ ایک رات اُڑتے ہوئے میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں پر بہت سارے نورانی چہروں والے
لوگ سفید کپڑوں میں ملبوس نظر آ رہے تھے۔ اُن میں سے دو بزرگوں نے میرے ساتھ اُڑنا شروع کر دیا۔ وہ میرے
ساتھ محوِ پرواز تھے اور اچانک پتہ نہیں وہ کدھر چلے گئے یا غائب ہو گئے۔ اکثر خواب میں جنات، ملائکہ اور ارواح سے

ملاقات ہوتی۔ اکثر خوابوں میں پہاڑوں، صحراؤں، کھیتوں، باغوں اور سمندروں کے اوپر پرواز کا عمل جاری [illegible] بہت ہی حسین باغ میں چلا جاتا جہاں پر بہت ہی عالی شان قسم کے محلات ہوتے۔ ویسے محلات رُوئے زمین پر [illegible] تھے جو میں خوابوں میں دیکھتا۔ ایسے پُر رونق اور دل کش نظارے ہوتے کہ میں اُن میں حقیقت سمجھ کر کھو جاتا اور دل [illegible] ساری عمر یہیں گزار دوں۔ عجیب و غریب مناظر ہوتے۔ بعض اوقات بہت نورانی لوگوں سے ملتا اور اگر کبھی میں [illegible] سوال پوچھتا تو وہ خاموشی سے میری طرف دیکھتے تھے۔ ایک رات میں خواب میں محوِ پرواز تھا اور ایک ایسی جگہ [illegible] پر ہر طرف نور ہی نور تھا۔ اور میں جا کر اس نور میں غوطہ زن ہو گیا۔ میں کافی دیر اس نور میں نہاتا رہا۔ چاروں طرف [illegible] روشنی کا سیلاب آیا ہوا تھا۔ میں اس نور کے سیلاب میں اتنا نہایا کہ مجھے لگا میرا وجود بھی روشنی کا بن گیا ہے۔ میری [illegible] اور نس نس سے روشنیاں اُبل رہی تھیں۔ یہ ایک ایسا جہاں تھا جہاں پر چاروں طرف سے روشنیوں کی برسات [illegible] میں اِس روشنی کے دریا یا سیلاب میں غرق تھا۔ کبھی کبھی جب میں ایسے دلکش نظارے دیکھتا تو مجھے لگتا کوئی نادیدہ [illegible] روح ہے جو مجھے ایسے مقامات پر لے کر جاتی ہے کیونکہ اکثر مجھے محسوس ہوتا کہ دورانِ خواب کوئی اور بھی میرے [illegible] محوِ پرواز ہے لیکن مجھے نظر نہ آتا۔ بہر حال ایک حیرت کدہ تھا، میں جس میں محوِ پرواز یا سفر کر رہا تھا۔

ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ میں اپنے کمرے میں بیٹھا مراقبہ اور نماز پڑھ رہا ہوں کہ میرے کمرے [illegible] بہت سارے نورانی چہروں والے بزرگ آ گئے ہیں اور ان کے آنے سے میرا کمرہ خوشبوؤں سے مہک گیا [illegible] ہستیاں آتی جا رہی تھیں اور اتنی آ رہی تھیں کہ میرا کمرہ اُن نورانی بزرگوں سے بھر گیا۔ اتنے سارے نورانی بزرگوں [illegible] میرے دل و دماغ پر وجدانی کیفیت اور نشہ و سرور چھاتا جا رہا تھا۔ اتنا سرور اور نشہ کہ میرے اعصاب پر مدہوشی چھائی [illegible] تھی۔ سرور اور نشے کا غلبہ اتنا زیادہ تھا کہ نشے سے میری آنکھیں بوجھل ہوئی جا رہی تھیں۔ نشہ، سرور، مستی، [illegible] وجدانی کیفیت بڑھتی جا رہی تھی۔ اُن بزرگوں کے چہرے اتنے زیادہ روشن اور نورانی تھے جیسے اُن کے چہرے پر [illegible] پھیلی ہو، اُن کے چہروں پر ملکوتی حسن اور نور پھیلا ہوا تھا۔ اُن کے جسموں سے نورانی شعاعیں نکل رہی تھیں اور ان [illegible] شعاعوں سے پورا کمرہ سفید اور دودھیا روشنی سے بھر گیا تھا۔ پھر اُن بزرگوں نے آپس میں باتیں شروع کر دیں۔ پھر [illegible] وہ چلے گئے لیکن صبح کو جب میں جاگا تو میرے کمرے میں وہی رات والی مسحور کن خوشبو آ رہی تھی۔ اب پتہ نہیں [illegible] تھا کہ حقیقت تھی۔ بعض اوقات دورانِ خواب جب میں خلا میں محوِ پرواز ہوتا تھا تو ایک بہت ہی خوفناک شکل کا آدمی [illegible] طرف تیزی سے اُڑتا ہوا آتا۔ اُس کے تیور بہت خطرناک ہوتے تھے جیسے وہ مجھے نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ مجھے اکثر [illegible] وہ مجھ پر حملہ کر کے مجھے زخمی کر دے گا یا وہ مجھے ڈراتا تھا کہ میں اُس علاقے میں سیر یا کیوں اُڑ رہا ہوں۔ لیکن [illegible] میرے بہت قریب آ جاتا تو اچانک غائب ہو جاتا یا دوسری طرف چلا جاتا۔ جیسے ہی اُس کی خوفناک شکل میری نظروں [illegible] اوجھل ہوتی تو میں اکثر اٹھ جاتا یا میرے خواب کا سلسلہ ٹوٹ جاتا۔ ایک دن تو بہت ہی عجیب خواب دیکھا کہ اڑتے [illegible] میں ایک سمندر پر آ گیا اور میں نے سوچا کہ آج سمندر کے اندر نیچے گہرائی میں سیر کرنی چاہیے لیکن پھر مجھے ڈر لگا کہ [illegible] سمندر کے پانی کے اندر نہیں جا سکتا۔ لیکن مجھے شدید حیرت اُس وقت ہوئی جب میں پانی کے قریب آیا اور پانی کے اندر [illegible]



[illegible] مجھے کچھ بھی نہ ہوا۔ میں آرام سے سمندر کے گہرے اور گہرے ترین حصے یعنی پاتال تک نیچے چلا گیا۔ اندر رنگ و نور [illegible] الگ ہی جہاں آباد تھا۔ بہت خوبصورت پہاڑیاں، پھول اور سُنہرے رنگ کی مچھلیاں اِدھر سے اُدھر تیرتی جا رہی [illegible] میں حیرت کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ میں سمندر کے بہت نیچے پھر رہا تھا اور مچھلیوں کی طرح تیر رہا تھا اور آسانی سے [illegible] دوسری جگہ جا رہا تھا۔ وہیں پر میں نے انسانوں کو بھی دیکھا۔ ایک عجیب اور نرالی دنیا اور لوگ آباد تھے۔ آخر [illegible] کے بعد میں واپس آ گیا۔

[illegible] عرصۂ دراز سے میرے ذہن میں بلیک ہول تھا۔ ایک رات میں اڑتے اڑتے اُس جگہ پر پہنچا تو میں نے اندر [illegible] کوشش کی لیکن مجھے کسی نادیدہ ہاتھ نے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا اور روک دیا کہ اندر نہیں جانا۔

[illegible] میں خوابوں میں جو بھی دیکھتا یا سیر کرتا پتہ نہیں یہ تمام حقیقی مقامات تھے کہ میرے ذہن کی پیداوار۔ کبھی کبھی یہ [illegible] بالکل بند ہو جاتے اور میرے اوپر شدید اداسی اور ڈیپریشن طاری ہو جاتا اور اچانک پھر یہ پراسرار اور دلکش [illegible] مزین خواب آنا شروع ہو جاتے۔ ایسے ایسے پھل، پھول، باغات، محلات اور پہاڑی سلسلے میں نے دیکھے جو [illegible] دنیا میں کبھی نہ دیکھے۔ ایک حیرت کی دنیا آباد تھی میرے خوابوں میں۔

# پاگل پن یا مجذوبیت

ذکر اذکار، مراقبہ، حبسِ دم، ترکِ حیوات اور ارتکاز کی مشقوں کے بعد میں کافی عرصہ خالی پن یا اپنے من میں خلا [illegible] رہا۔ شروع میں جب میں No Mind یا خالی پن کا شکار ہوا تو مجھے اکثر لگتا کہ شاید میں پاگل پن کی طرف بڑھ رہا [illegible] پاگل ہو گیا ہوں۔ میرے من میں تاریکی کا سمندر بہت گہرا تھا۔ اس گہرائی میں پتہ نہیں کیا تلاش کر رہا تھا، روح اور [illegible] تاریکی گہری سے گہری ہوتی جا رہی تھی اور میں اس میں روز بروز اترتا جا رہا تھا۔ میں اپنے من کے سمندر میں جتنا [illegible] یا ایک تاریک غار یا پائپ کے اندر جا چکا تھا، یہاں سے واپسی ناممکن تھی کیونکہ اگر وہاں سے کوئی واپسی کی کوشش [illegible] تو وہ پاگل یا مجذوب یا مست یا دماغی توازن کھو بیٹھتا ہے۔ یہ وہ حالت یا کیفیت ہوتی ہے کہ آپ کو آگے ہی بڑھنا [illegible] آپ واپسی کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ آپ تاریک اندھیرے سمندر میں نیچے اور نیچے اترتے جا رہے ہوتے ہیں۔ میں [illegible] پراسرار کیفیت کا شکار ہو چکا تھا اور شاید میرے اندر پراسرار قوتیں پروان یا بیدار ہو رہی تھیں۔ اکثر کامل استغراق کی [illegible] طاری ہو جاتی۔ جب میں اندھیرے میں نیچے اتر رہا ہوتا تھا تو کبھی کبھی اچانک میرے ہوش و حواس گم ہو جاتے اور [illegible] بالکل پتہ نہ ہوتا کہ میں کہاں اور کس دنیا میں ہوں۔ کبھی کبھی تاریک اندھیرے میں اچانک چاروں طرف روشنیوں کی [illegible] شروع ہو جاتی جیسے ہزاروں آفتابوں کی روشنیاں میرے وجود اور باطن میں پڑ رہی ہیں اور مجھے لگتا میرا سراپا نور [illegible] ڈھل گیا ہے اور میں روشنی اور نور ہی نور ہوں۔ اکثر احساس ہوتا کہ میرے ہاتھوں کی انگلیوں سے نیلے رنگ کی [illegible] پھوٹ رہی ہیں۔ جب میں دل پر اللہ کا تصور یعنی اسمِ ذات کرتا تو میرے دل کے اندر روشنی پھیل جاتی جیسے کوئی

بلب یا چراغ روشن ہو گیا ہے۔ اس کی تابانی سے دل و دماغ منور ہو گئے ہیں اور جسم روشنی سے جگ مگ کرنے لگا ہے۔ اکثر دل پر ارتکاز کرتے ہوئے بایاں پہلو گرم ہو جاتا۔ اکثر ریڑھ کی ہڈی میں درد ہوتا۔ ایک لہر سی دماغ کی طرف جاتی میرے اوپر ایک نشہ سا طاری ہو جاتا اور کسی چیز کا احساس نہ رہتا۔ اکثر دل سے روشنی خارج ہونا شروع ہو جاتی۔ اکثر میرے دماغ میں روشنیاں پھیل جاتیں۔ کبھی سیٹیاں بجنے لگتیں۔ بعض اوقات سیٹی کی آواز بہت تیز ہو جاتی اور اکثر روشنی کا جھماکا ہو جاتا اور میرا جسم نشے سرور میں ڈوب جاتا۔

مراقبہ کے دوران جب کامل استغراق حاصل ہوتا تو میرا جسم اکثر اکڑ جاتا بلکہ بے حس یا فالجی جسم معلوم ہوتا۔ ایسی حالت میں جسم گرمی، سردی کے احساس سے عاری ہوتا۔ میں اکثر خود کو حرکت بھی نہ دے پاتا بلکہ اسی حالت میں اگر کوئی مجھے چٹکی بھرتا یا انجکشن بھی لگاتا تو شاید احساس نہ ہوتا۔

اکثر مجھے احساس ہوتا کہ اب شاید میری سانس بھی رک چکی ہے۔ میں شاید موت کے قریب ہو جاتا تھا یا میرا دماغ فالج زدہ یا پاگل کہ تمام حسیات ختم ہو جاتیں اور میں لکڑی کے تختے کی طرح جام اور اکڑ جاتا۔ اس دوران اکثر میرا جسم مری کی شدید سردی میں پسینے میں شرابور ہوتا۔ کبھی محسوس ہوتا کہ میرا وزن ختم اور جسم بہت ہلکا ہو گیا ہے۔ ایسی ہی حالت میں کبھی لگتا کہ میرے علاوہ بھی میرے جیسا کوئی میرے سامنے بیٹھا ہے۔

جب میں اندھیرے میں نیچے جانے کی کوش کرتا تو کبھی لگتا کہ میں تاریک گڑھے میں گر رہا ہوں اور خوف سے میرے ہوش وحواس گم ہو جاتے کہ پتہ نہیں کس تاریک گڑھے میں گر رہا ہوں شاید موت کے قریب جا رہا ہوں یا مر رہا ہوں۔ ایک رات میں مراقبہ کر کے سویا تو اچانک رات کے آخری پہر میری آنکھ کھل گئی تو یہ دیکھ کر میں شدید خوف کا شکار ہو گیا کہ میرے جیسا نوری جسم میرے کمرے میں میرے پلنگ کے پاس کھڑا تھا۔ میں شدید خوفزدہ تھا، میرا جسم اکڑ چکا تھا اور میں چپ چاپ اپنے ہی جسم کو دیکھ رہا تھا۔ میں پلنگ پر بھی تھا اور کمرے میں بھی کھڑا تھا۔ اچانک مجھے احساس ہوا کہ میرے پاؤں سے کوئی لہر یا چیز میرے دل و دماغ کی طرف آ رہی ہے۔ مجھے لگا شاید خوف اور دہشت سے میری روح میرے جسم سے نکل جائے گی اور میں مر جاؤں گا یا پھر میری روح اگر میرے جسم سے نکل گئی تو کبھی واپس نہیں آئے گی، لہٰذا میں نے یا رقیب کا ورد شروع کر دیا اور ہمت کر کے اٹھ کے بیٹھ گیا۔ میرا جسم پسینے سے شرابور تھا اور دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ پتہ نہیں یہ خواب تھا کہ حقیقت میں۔ میرے اوپر سکتہ سا طاری تھا۔ سکتے کا یہ عالم تھا کہ میں حرکت بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے میرے جسم میں بجلی کی رَو میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتی ہے۔ مجھے لگ رہا تھا کہ نادیدہ برقی لہریں میرے جسم میں دوڑ رہی ہیں۔ مجھے لگ رہا تھا کوئی طاقت، نشہ، کرنٹ میرے جسم میں داخل ہو گیا ہے یا اندر سے ہی نمودار ہو رہا ہے۔ اس کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ طاقت اتنی زیادہ تھی کہ گویا میں پھٹ جاؤں گا۔ یہ بیان کرنا مشکل تھا کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے، کیا رونما ہو گا۔ خوف، سرشاری یا پاگل پن یا مجذوبیت اپنے عروج پر تھی۔ ایک انوکھی کیفیت یا دنیا میں تھا۔ مجھے لگ رہا تھا کہ اس انرجی سے میرا وجود پاش پاش ہو جائے گا اور میں ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر کائنات میں بکھر جاؤں گا۔ ریت کے ذرّوں میں تبدیل ہو جاؤں گا یا ہوا میں تبدیل ہو کر تحلیل ہو جاؤں گا۔ میرا ذہن



... ہو رہا تھا۔ مجھے خود پر کنٹرول نہیں رہا تھا۔ میری آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔ آنکھوں کو کھلا رکھنا بھی دشوار ہو رہا ... کچھ ہونے والا تھا۔ شاید موت میرے سر پر آ کر کھڑی ہو گئی تھی کیونکہ میں سکتے کے عالم میں اکڑ چکا تھا۔ اس لیے میں ... کے خوف سے آزاد ہو چکا تھا، پتہ نہیں میں جاگ رہا تھا کہ سو رہا تھا، یہ بہت ہی عجیب حالت تھی۔ میں زندگی اور ... دونوں کے درمیان تھا یا میرے جسم میں زندگی اور موت مل گئی تھیں۔ میرا جسم اکڑا ہوا یا سویا ہوا تھا لیکن میں جاگ رہا ... میں نیند اور بیداری، زندگی اور موت کے درمیان تھا۔ کافی دیر تک میں ایسی حالت میں بیٹھا رہا پھر میرے دل میں خیال آیا کہ میں کمرے سے بھاگ جاؤں اور باہر کھلے آسمان کے نیچے چلا جاؤں کیونکہ خوف و دہشت سے میرا دم گھٹ رہا ... مجھے اچانک خیال آیا کہ اگر میں اس حالت اور کمرے سے نہ نکلا تو موت میرے اوپر قبضہ کر لے گی، لہٰذا میں یا رقیب کا ورد کرتے کرتے ایک جھٹکے سے اس کیفیت سے نکل آیا اور بھاگ کر کمرے سے باہر صحن میں آ گیا۔ میرے گھر کے سامنے ... کے لمبے لمبے درخت آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ چاروں طرف چاند کی دودھیا روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ باہر آتے ہی ... حالت آہستہ آہستہ بہتر ہونے لگی۔ باہر آتے ہی میرا جسم ہلکا پھلکا ہو چکا تھا۔ میرے لیے کششِ ثقل ختم ہو چکی تھی۔ ... نے مکان کے پیچھے پہاڑی پر چڑھنا شروع کر دیا جہاں میں اکثر مراقبہ اور غور و فکر کرتا تھا۔ پتہ نہیں میں چل رہا تھا کہ اڑ ... تھا۔ میں تیزی سے اُس جانب جا رہا تھا، اپنی مخصوص جگہ پر جا کر میں آرام اور سکون سے بیٹھ گیا۔ پتہ نہیں میں کتنی دیر اس جگہ بیٹھا رہا کیونکہ اس جگہ پر میں سالوں سے فطرت اور فطرت کے مظاہر کو انجوائے کرتا تھا۔ اس لیے مجھے اپنائیت کا احساس ہو رہا تھا، وہاں پر گھاس، جھاڑیاں اور درخت سب سے میں مانوس تھا۔ وہ سب میرے دوست تھے۔ ہم سب ... تھے اور سمندر کی تلاش میں تھے۔ میں پہلے بھی اُس جگہ پر کئی بار آ چکا تھا لیکن آج کچھ الگ ہی بات تھی۔ آج مجھے ... نئی دنیا کے منکشف ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔ آج مجھے لگ رہا تھا کہ یہ درخت، جھاڑیاں اور گھاس وغیرہ مجھ سے باتیں کر رہے ہیں۔ پہاڑی، پھول اور بھی پیارے لگ رہے تھے۔ میں موت کے بہت قریب سے ہو کے آیا تھا، لہٰذا اب ... ڈر بھی ختم ہو گیا تھا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں خالی ہوں کہ لبریز، زندہ ہوں یا مردہ عجیب حالت میں۔ پتہ نہیں میں ... میں موت سے ٹکرایا تھا کہ زندگی سے پتہ نہیں جو میرے ساتھ ہوا تھا، یہ سب روحانی طالب علموں کے ساتھ ہوتا ... پتہ نہیں کتنے گھنٹے میں اُسی حالت میں بیٹھا رہا۔ آخر جب فجر کی اذان آئی تو میں نے نیچے اترنا شروع کیا اور آ کر نمازِ ... اور نوافل پڑھنے شروع کر دیئے۔ صبح ہونے تک میں نوافل پڑھتا رہا۔ کالج ٹائم پر میں کالج چلا گیا۔ اس دن پتہ نہیں میرے جسم کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ پتہ نہیں میں نے جسم کے کس اندرونی بٹن کو آن کر دیا تھا یا کس چیز کو چھیڑ دیا تھا۔ میری تمام خواہشیں دم توڑ گئیں۔ اب مجھے کسی بھی چیز کی خواہش نہ رہی۔ میں اکثر خاموش بیٹھا رہتا یا مراقبہ کرتا۔ پتہ نہیں میں کس منزل کی طرف رسائی پانا چاہتا تھا۔ پتہ نہیں میں جدھر جانا چاہتا تھا، ادھر کون تھا جو بہت طاقتور مقناطیسی کشش کے تحت اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ اپنی طرف بلا رہا تھا۔ میں ہر صورت اُس کے پاس جانا چاہتا تھا۔ میں اس دروازے کی تلاش میں جس کے پار میری منزل تھی، اس دروازے کو کون کھولے گا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر کون مجھے اس دروازے تک لے جائے گا، کون میری انگلی پکڑ کر اس دروازے سے گزار دے گا، ایک عالم مدہوشی، پاگل پن، فالجی کیفیت یا مجذوبیت میں ہی ان دیکھی منزل کی

طرف رواں دواں تھا۔

میری تمام خواہشیں، آرزوئیں دم توڑ چکی تھیں۔ میں اسی پاگل پن میں بیٹھا رہتا، چلتا رہتا، سویا رہتا، پہاڑوں پر دور بلندیوں پر دیوانوں کی طرح چڑھتا رہتا۔ موسموں کی تبدیلیوں سے آزاد جس پاگل پن سے میں گزر رہا تھا، شاید وہ ضروری ہوتا ہے۔ جو پاگل پن یا موت سے ڈرتے ہوں کبھی بھی منزل نہیں پا سکتے۔ میری یہ حالت کئی مہینوں تک چلی، درمیان میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ خود کو زندہ رکھنا بھی مشکل محسوس ہونے لگا کیونکہ میری بھوک پیاس اڑ گئی تھی۔ اکثر مجھے احساس ہوتا کہ میرا وجود ختم ہو گیا ہے۔ میں ایک مشین کی طرح زندگی گزار رہا تھا۔ اکثر بات کرتے کرتے بھول جاتا کہ کیا بات کر رہا تھا۔ یہ بھی بھول جاتا، اگر کوئی کتاب پڑھنے کی کوشش کرتا تو پچھلا صفحہ بھول جاتا کہ کیا پڑھا تھا۔ اگر کہیں جا رہا ہوتا تو اکثر بھول جاتا کہ کدھر جا رہا ہوں۔ اکثر واپس آ جاتا یا وہیں بیٹھ جاتا۔ یہ عجیب حالت تھی اور آج بھی جب ان دنوں کو گزرے کئی سال ہو چکے ہیں، اکثر میرے اوپر یہ جذب و سکر یا پاگل پن کی حالت طاری ہوتی ہے تو میں جہاں بھی ہوتا ہوں دنیا سے کٹ جاتا ہوں یا گھر کی چھت پر یا کسی گراؤنڈ میں یا رات کو آستانہ عالیہ یا اپنے ڈرائنگ روم میں اکیلا بیٹھ جاتا ہوں اور اس کیفیت سے نکلنے کو بالکل دل نہیں کرتا یا اگر کوئی میرے ساتھ بات کر رہا ہوتا ہے تو میں اس جگہ اور فرد سے کٹ جاتا ہوں اور کتنی دیر بعد واپس اس جگہ آتا ہوں۔ اس حالت میں عجیب نشہ اور سرور ہے جو دنیا کے کسی بھی نشے میں نہیں ہے۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ میرے باطن سے کوئی قوت بیدار ہوئی تھی یا کوئی قوت میرے جسم میں حلول کر گئی تھی جس کے ردِعمل میں میرا جسم پاگل پن کا شکار ہو گیا تھا اور کتنے مہینوں تک میرا جسم اُس قوت کو جذب کرتا رہا۔ ان دنوں میرے ملنے والے اکثر مجھ سے مل کر پریشان ہو جاتے تھے، کچھ نے تو یہ بھی کہا کہ یہ بندہ چند دنوں یا مہینوں کا مہمان ہے۔ یہ بچ نہیں پائے گا۔ آج جب وہ مجھ سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم یہی سوچتے تھے کہ اس کی نارمل حالت میں واپسی ناممکن ہے، یہ بچ نہیں پائے گا۔

اس حالت میں کئی بار دورانِ ورد مجھے حال پڑ جاتا اور میں جنگل میں بھاگ جاتا۔ کئی بار خود کو چیک کرنے کے لیے کتنی دیر واش روم میں یخ ٹھنڈے پانی سے نہاتا رہتا لیکن مجھے کچھ بھی احساس نہ ہوتا۔

جو لوگ استغراق سے نہیں گزرے، یقین مانیے وہ بہت بڑے نشے اور سرور سے محروم ہیں۔ دورانِ مراقبہ یا ارتکاز کے جب بھی سالک پر استغراقی حالت طاری ہوتی ہے تو ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے سارے زمانے کے نشے آپ نے پی لیے ہیں۔ آپ سرور و مستی کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔ بہر حال کئی مہینوں کے بعد میں آہستہ آہستہ اس حالت سے نکلا جیسے میرا نیا جنم ہوا ہو یا میرے جسم کے اندر کئی پراسرار قوتیں بیدار ہو گئی ہوں۔

## من کی اداسی

تلاشِ حق یا قربِ الٰہی کے لیے سالکین جب اس راستے پر چلتے ہیں اور قربِ الٰہی کے لیے ذکر اذکار، مراقبہ،



حبس دم، ترکِ حیوانات اور مسلسل ریاضت اور مجاہدوں کے بعد سالک مختلف روحانی تبدیلیوں یا کیفیات میں سے گزرتا ہے۔ ان ہی تبدیلیوں یا کیفیات میں سے ایک کیفیت من کی اداسی یا من کی کھوج بھی ہوتی ہے۔ جب ارتکاز اور خالی پن یا No body کی کیفیت مل گئی یا لاشعوری مزاحمت ختم ہوگئی تو ایک عجیب سی کیفیت اکثر میرے اوپر طاری ہو جاتی، نامکمل اور ادھورے پن کا شکار میں گھنٹوں جنگلوں میں چلتا رہتا۔ دور دراز کے مزارات پر پیدل چل کر جانا یا رات کو آسمان کے نیچے خاموشی سے آسمان اور چاند تاروں کو حسرت اور دکھ سے تکتے رہنا۔ جیسے کسی کی تلاش ہو جیسے کوئی آنے والا ہو، کسی کا شدت سے انتظار ہو۔ یہ انتظار اور تلاش بعض اوقات جنون اور کرب کا روپ دھار لیتی۔ بار بار یہی دل کرتا کہ من کی دنیا میں جو اندھیرے کا سمندر یا تاریک غار ہے جس کے آخر میں دروازہ کھلے گا اور میں اس دروازے سے گزروں گا تو آگے وہ ہستی یا میرا محبوب ہوگا یا سمندر ہوگا جس میں گر کر لافانی اور امر ہو جاؤں گا اور میری صدیوں کی پیاس وہاں دیدار سے بجھ جائے گی، مجھے منزل مل جائے گی۔ میں عرصۂ دراز سے کسی چیز کی تلاش میں تھا، تلاش کیا تھی یہ بھی نہیں جانتا تھا۔ مجھے تو بس یہی لگتا تھا کہ جب میں اندھیرے کے غار سے نکلوں گا یا دور بہت دور کوئی بیٹھا میرا انتظار کر رہا ہے جب میں وہاں جاؤں گا تو میری تمام بے قراریوں اور بے چینیوں کو قرار آ جائے گا۔ میں جو عرصۂ دراز سے ادھورا ہوں، مکمل ہو جاؤں گا۔

میں کئی سالوں سے اس تلاش اور کھوج میں لگا ہوا تھا۔ کیونکہ میرا مرشد کوئی نہیں تھا اس لیے مجھے نہیں پتہ تھا کہ میں کس تلاش میں ہوں یا میں کس سے ملنا چاہتا ہوں۔ یہ درد اور ہجر اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا تھا۔ میں شدید اداسی اور بعض اوقات شدید ڈپریشن کا شکار ہو جاتا تھا کہ میرے من کا اندھیرا دور کیوں نہیں ہو رہا۔ وہ میرے سامنے کیوں نہیں آ رہا۔ میں ابھی تک اتنی کوشش، جدوجہد کے باوجود اس سے دور کیوں ہوں۔ اس اداسی کو دور کرنے کے لیے میں اِدھر اُدھر چلتا رہتا۔ جنگل میں جا کر ہر چیز میں خدا کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا۔ آسمان کی بلندیوں میں اُسے تلاش کرتا، فطرت کے پھیلے ہوئے خوبصورت مناظر میں اللہ تعالیٰ کو محسوس کرتا اور مجھے اکثر لگتا جیسے یہ مظاہرِ فطرت مجھ سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ اکثر مجھے احساس ہوتا کہ جدائی کے غم سے میری روح زخموں سے چُور چُور ہو چکی ہے۔ میرے جسم کا رواں رواں جدائی میں تڑپتا، روتا اور آہیں بھرتا۔ مجھے لگتا میری روح صدیوں سے پیاسی ہے۔ یہ غم تھا جنون یا پاگل پن یا اداسی اب برداشت نہیں ہوتی تھی۔ اب میں کہتا تھا کہ اب میرے ساتھ جو ہونا ہے وہ اب ہو جائے۔ اگر میرے جسم نے پھٹنا ہے یا ہوا میں تحلیل ہونا ہے، فنا ہونا ہے تو اب ہو جائے لیکن مجھے اس اداسی کے کرب سے نجات ملنی چاہیے۔

اداسی اور تلاش کی شدت اتنی بڑھ چکی تھی کہ میں دنیا و مافیہا سے یکسر بے فکر ہو چکا تھا۔ مجھے ایسا روگ لگ چکا تھا جس کا دنیا کے کسی حکیم یا ڈاکٹر کے پاس کوئی علاج نہیں تھا۔ شاید میں بیمارِ عشق تھا یا میں جدائی کے روگ میں گھل رہا تھا۔ یہ اداسی بہت ہی جان لیوا تھی، کسی پل کوئی سکون یا قرار نہیں تھا۔

اداسی کی شدت اور اِدھر اُدھر بھاگ دوڑ سے بعض اوقات تھک جاتا تو بیٹھ کر آسمان، چاند تاروں کو گھنٹوں تکتا رہتا، پتہ نہیں کیوں کمرے کے اندر کتنی دیر لکڑی کی چھت کے ڈبے گنتا رہتا تھا۔ اداسی تھی کہ گہری سے گہری ہوتی جا رہی

تھی۔ جیسے میں ہر لمحہ اداسی کے سمندر میں گرتا جا رہا تھا۔ یہ کیفیت روز بروز بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ جب اداسی کی شدت میری برداشت سے باہر ہو جاتی تو میری آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات برسنا شروع ہو جاتی اور میں بلاوجہ روتا رہتا کیوں کہ انسان روتا اس وقت ہے جب درد یا غم برداشت سے باہر ہو جائے کیونکہ میں عرصہ دراز سے مختلف کوششیں کیے جا رہا تھا۔ مجھے جو بھی کوئی بتاتا تو میں بلا سوچے سمجھے شروع کر دیتا اور جب کامیابی نہ ہوتی تو اداسی میں اور بھی اضافہ ہو جاتا۔ عشق اور جدائی کا روگ کیا ہے، یہ وہی جانتے ہیں جو اس سے گزرے ہوں۔ جو اس درد اور تلاش کو نہیں جانتے وہ تو پاگل کہہ کر گزر جاتے ہیں۔

اداسی میں آپ دنیا و مافیہا سے اور اپنی ذات سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں۔ آپ اپنی کیئر کرنا بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ میرے اوپر جب اس اداسی کا شدت سے حملہ ہوتا تو میرا اکثر دل کرتا کہ دور جنگل میں جا کر چھپ جاؤں یا دریا کے کنارے کوئی جھونپڑی بنا کر ساری عمر وہیں گزار دوں یا سمندر کے بیچوں بیچ کوئی ریت کا ٹیلہ ہو یا کوئی جزیرہ ہو جس پر کوئی نہ رہتا ہو، میں وہاں چلا جاؤں۔ دل کرتا ہر چیز چھوڑ چھاڑ کر کہیں دور جا کر چھپ جاؤں۔ کبھی دل کرتا غار میں چلا جاؤں اور بند کوٹھری میں بند ہو جاؤں۔ اکثر بیٹھے بیٹھے میرے اوپر استغراقی حالت طاری ہوتی تو میں انتظار میں بیٹھ جاتا، نیم وا آنکھوں سے انتظار ہوتا کہ کب درشن ہوں گے، کب ملاقات ہوگی، کب حجابات اٹھ جائیں گے، کب قطرہ سمندر میں ملے گا؟

عجیب سا خالی پن تھا۔ نہ کوئی آرزو نہ خواہش نہ جینے کی تمنا۔ ایک بہت بڑا خلا میرے من کے اندر پیدا ہو گیا تھا۔ پتہ نہیں یہ خلا کس طرح بھرنا تھا۔ یہ ادھورا پن پتہ نہیں کب تک رہنا تھا۔ انتظار انتظار اور بس انتظار تھا اور اس انتظار کی شدت میں ہر لمحہ اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ یہ اداسی جب حد سے بڑھی تو مجھے کھانے پینے کا بھی ہوش نہ رہا۔ صبح شام دو دو سلائس یا ڈبل روٹی کے سلائس کھا لیے۔ وہ بھی جبر کرنا پڑتا، زبردستی کھانا پڑتا کہ دل ہی نہ کرتا۔ بعض اوقات یہ اداسی اس قدر بڑھ جاتی کہ دل کرتا کہ اب جو ہونا ہے، وہ ہو جائے۔ اب انتظار برداشت نہیں ہوتا، اب جدائی بس سے باہر ہو چکی ہے۔ اگر یہ اداسی میرے جسم کے فنا ہونے سے ختم ہونی ہے تو میرا جسم فنا ہو جائے۔ اگر موت کے بعد یہ اداسی ختم ہونی ہے تو موت آ جائے۔ ایسی حالت تھی کہ پتہ نہیں مجھے موت کا انتظار تھا کہ زندگی کا بہر حال یہ اداسی اور تلاش اب اپنے نقطہ عروج پر پہنچ چکی تھی۔ جسم اتنا کمزور ہو چکا تھا کہ جیسے میری روح اور جسم کا تعلق ایک باریک دھاگے سے ہی رہ گیا ہے جو کسی بھی وقت ٹوٹ سکتا تھا۔ میں گھڑی کے پنڈولم کی طرح زندگی اور موت کے درمیان جھول رہا تھا۔ پتہ نہیں زندگی قریب آ رہی تھی کہ موت؟ اس اداسی میں، میں ہر قسم کے خوف سے آزاد ہو چکا تھا۔

اس اداسی نے میری روح اور جسم کو گھائل کر کے رکھ دیا تھا۔ کیا کروں کدھر جاؤں، کون مجھے راستہ دکھائے۔ میں دوڑ دوڑ کر تھک گیا تھا۔ مجھے کسی نے بھی دروازے کا راستہ نہیں بتایا تھا۔ کسی نے بھی میری انگلی نہیں پکڑی تھی لیکن کوئی نادیدہ ہاتھ مجھے پکڑ کر چلا بھی رہا تھا۔ میں اداسی سے تنگ آ گیا تھا۔ اس اداسی کی وجہ سے یا اس اضطراب کی وجہ سے مجھے ایک پل بھی سکون نہیں تھا۔ اپنے مکان کے اوپر پہاڑی پر بیٹھ کر میں اکثر ڈوبتے ہوئے سورج کا نظارہ کرتا، دور افق کے



کنارے پر گلابی سورج میری نظروں کے سامنے پہاڑوں کے پیچھے اوجھل ہو جاتا، اکثر اوقات میں اس کو دیکھتے دیکھتے کہیں کھو جاتا، پتہ نہیں جہاں دور سورج ڈوبتا تھا، میرا دلبر جانی بھی وہیں کہیں تھا۔ میری یہ اداسی اکثر جنون کی شکل اختیار کر لیتی۔ طویل مراقبہ، ترکِ حیوانات اور سخت مجاہدوں کی وجہ سے میرے اَنگ اَنگ سے نقاہت ٹپکتی تھی۔

اکثر جدائی اور شدتِ کرب سے میری آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری ہو جاتی اور میں بلاوجہ روتا رہتا۔ پتہ نہیں کیوں؟ شاید میری روح کسی تکلیف یا کرب میں یا جدائی میں تھی اور جدائی کا زہر میری برداشت سے باہر ہو چکا تھا۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اب میں کیا کروں، کس جگہ پر جاؤں، کون سا کام کروں یا اپنے جسم کے ساتھ کیا کاروائی کر ڈالوں کہ اس کی بے قراری، سرشاری میں ڈھل جائے۔ میرا اضطراب سکون میں ڈھل جائے۔ ایک دو نام نہاد پیروں سے جب میں نے اپنی یہ کیفیت شیئر کی تو وہ کہنے لگے، تم نے بے شمار وظیفے، چلّے کیے ہیں تم رجعت کا شکار ہو گئے ہو۔ کسی نے کہا تمہارے اندر بہت ساری ارواح حلول کر گئی ہیں اور وہ تمہیں تکلیف دیتی ہیں۔ لیکن نہیں ایسی بات نہیں تھی۔ میری کیفیت کو وہی جان سکتا تھا جو اس پل صراط سے گزرا ہو۔ جو اس تاریک وادی سے گزرا ہو کیونکہ میں جب بھی مراقبہ کرتا تو تاریکی کے اندھے گڑھے میں نیچے سے نیچے اترتا جاتا لیکن مجھے دروازہ نظر نہ آتا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، میں ان دنوں میں 55 ہزار روزانہ اللہ کے ناموں اور سورتوں کا وظیفہ کر رہا تھا، باقی وقت مراقبہ اور حبسِ دم۔ جب میری یہ اداسی یا کرب حد سے بڑھ گیا تو ایک دن اچانک میرے ذہن میں بابا جمال الدین سرکار کی ڈائری کا خیال آیا تو میں نے دوبارہ اس کو پڑھنا شروع کیا۔ اس ڈائری کی وجہ سے ہی تو میں اس دنیا کا مسافر بنا تھا۔ اس ڈائری نے ہی تو میری کایا پلٹ دی تھی۔ فطرت کے پلان کے تحت اس ڈائری نے ہی تو میری زندگی کی سمت تبدیل کر دی تھی۔ میں جو سارا سارا دن قہقہے لگاتا، ڈش کے پروگرام دیکھنا، مری مال روڈ پر سیر کرنا اور رنگ برنگے لوگوں کو دیکھنا، کرکٹ اور ٹیبل ٹینس خوب کھیلنا اور دوستوں کے ساتھ گپ شپ کرنا یہ ساری سرگرمیاں میں ترک کر چکا تھا۔ اگر کوئی دوست زبردستی آ بھی جاتا تو ایک مشین کی طرح ایک Drill کے طور پر اس سے بات کرتا۔ میرے کالج کے ساتھی میری اس تبدیلی سے واقف تھے کہ یہ کسی پراسرار بیماری کا شکار ہو چکا ہے یا کسی وظیفے یا چلّے نے اس شخص کا دماغی توازن خراب کر دیا ہے۔

مجھے اکثر لگتا کہ میں نے اداسی اور جدائی کے ہزاروں ڈرم پی لیے ہیں۔ میرے اندر جدائی اور اداسی کے کئی سمندر بہہ رہے ہیں۔ دن بدن میں اس اداسی اور جدائی کے سمندر میں گہرے سے گہرا اترتا یا ڈوبتا جا رہا تھا۔ اپنی طرف سے میں کئی بار اس کیفیت سے نکلنے کی کوشش کر چکا تھا لیکن مجھے کامیابی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ میں ایک تنکے کی طرح تھا جو سمندر کی طوفانی لہروں میں گھر چکا تھا یا میں وہ کٹی پتنگ تھا جو بغیر دھاگے کے تیز طوفانی ہواؤں کے دوش پر پتہ نہیں کدھر جا رہی تھی۔ میں اکثر سوچتا کہ بے خبری یا بے دھیانی میں کہیں میں نے کسی غلط راستے کا انتخاب تو نہیں کر لیا۔ میں کسی غلط وادی کا مسافر تو نہیں بن گیا۔ میں نے اپنے جسم کے ایسے بٹنوں کو تو نہیں چھیڑ دیا جن کو نہیں چھیڑنا چاہیے تھا لیکن میں اس کے بغیر بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ پتہ نہیں میں اس اداسی سے نکلنا چاہتا تھا کہ اس میں اور گھسنا چاہتا تھا۔ کیونکہ میں رات رات بھر جاگتا یا مراقبہ کرتا، اس لیے بعض اوقات مجھے لگتا کہ میرا نروس بریک ڈاؤن ہو جائے گا۔ میں اعصابی اور عضلاتی طور پر

شدید ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکا تھا۔ کوئی اپنے جسم کے ساتھ حد سے زیادہ ظلم کر سکتا تھا تو وہ میں بھی کر چکا تھا۔ میں یہ سب کچھ ہوئے بھی یہ کیے جا رہا تھا۔ اداسی، جدائی یا مدہوشی عجیب کیفیت تھی۔ ایسی حالت میں مَیں نے ایک تو اپنا اچھی طرح جائزہ لیا کہ اس سارے سفر کے دوران میں نے کیا کیا پنگے لیے، کہاں غلطی ہوئی یا کون سا ایسا کام ہے جو میں نے ابھی تک نہیں کیا۔ اگر میں اپنی منزل سے دور ہوں تو اس میں میری کیا غلطی ہے۔ میں کئی دنوں تک ایسی سوچوں میں گم رہا لیکن مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ پچھلے کئی مہینوں سے میں تصوف کے تمام اجزا پر اپنی سوچ کے مطابق عمل پیرا تھا کیونکہ پچھلے کئی مہینوں سے میں بے شمار صوفیوں، درویشوں کے حالاتِ زندگی پڑھ رہا تھا اور اس نسخے کی تلاش میں تھا جس پر عمل پیرا ہو کر میں اپنی منزل پا سکوں۔ اس کیفیت یا اندھے کنویں سے نکل سکوں۔ پچھلے کئی مہینوں سے میں جس کیفیت سے دوچار تھا شاید ایسی کیفیت نہیں باقی تلاشِ حق کے مسافروں پر بھی بیتتی ہوگی۔ شاید وہ بھی انہی جان لیوا حالات سے گزرتے ہوں۔ پتہ نہیں جس الجھن میں میری جان پھنسی ہوئی تھی، تلاشِ حق کے باقی مسافروں کو بھی جدائی کے زہر کے پیالے اسی طرح پینے پڑتے ہوں۔ میں اسی آنکھ مچولی میں کبھی ڈوبتا کبھی تیرتا کیونکہ عرصہ سے میں حیوانات اور میٹھا نہیں استعمال کر رہا تھا اس کے باوجود ابھی میرے جسم کو کسی بڑی تبدیلی سے گزرنا تھا جس کے بعد میرے من کا اندھیرا دور ہو جائے گا۔ یہ اضطراری اور بے قراری سرشاری میں ڈھل جائے گی۔

بابا جمال دین سرکار کی ذاتی بیاض پڑھتے پڑھتے میں ایک بار پھر اسی مضمون پر آ کر ٹھہر گیا جس کو پڑھ کر میں بعد میں راہِ سلوک کا مسافر بنا تھا۔ بابا جی نے اُس چلّے کی تمام تر تفصیلات لکھی ہوئی تھیں۔ سب سے اہم بات جو انہوں نے بیان کی تھی وہ یہ تھا کہ دورانِ وظیفہ وہ روزانہ صرف ایک پاؤ دودھ استعمال کرتے تھے اور آخری گیارہ دن انہوں نے دودھ بھی آدھا کر دیا تھا۔ یہ سارا وظیفہ انہوں نے دریا کے کنارے ایک جھونپڑے میں کیا تھا۔ روزانہ ان کا ایک مرید ایک پیالہ دودھ رکھ دیتا جس کو وہ استعمال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے کچھ بھی نہیں کھایا۔ اب پھر میرے دماغ کی سوئی اس وظیفے پر آ کر اٹک گئی تھی۔ بہت عرصہ پہلے اسی وظیفے نے میری زندگی کو بدل کر رکھ دیا تھا۔ بابا جی بتا رہے تھے کہ انہوں نے سوا کروڑ کا وظیفہ کیا تھا جو وہ کافی عرصہ سے کر رہے تھے لیکن آخری اکتالیس دن انہوں نے دریا کنارے جھونپڑے میں یہ وظیفہ کیا تھا۔ یہ ایک بہت ہی مشکل وظیفہ یا چلّہ تھا لیکن کیونکہ میں دربدر کی ٹھوکریں کھا کر اب تھک گیا تھا اب میں کوئی نتیجہ چاہتا تھا۔ بہت اچھی طرح طریقہ وغیرہ پڑھنے کے بعد میں بھی اس انتہائی مشکل اور جلالی وظیفے کے لیے تیار ہو گیا کیونکہ میں پڑھائی اور مراقبہ کو بہت اچھی طرح سے کر رہا تھا لیکن اس طریقے سے نہیں کیا تھا۔

## مرشد کے درشن

محترم قارئین! میں تقریباً پچھلے دو سال سے روحانیت کی اس وادی میں دربدر ٹھوکریں کھا رہا تھا اور کیا کیا پاپڑ بیل چکا تھا لیکن میرے باطن کا تالا ابھی تک بند تھا۔ میں ابھی بھی اندھیرے کے تاریک سمندر یا صحرا میں ٹامک ٹوئیاں

روحانیت کی اس پراسرار وادی یا صحرا میں ایک طویل سفر کے بعد بھی میں منزل سے کوسوں دور تھا۔ کنفیوژن زون ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ فطرت نے مجھے ایسا جنوں اور اضطراب عطا کیا تھا کہ میں دوڑے چلا جا رہا تھا۔ بغیر کسی مزاحمت یا ہچکچاہٹ کے فطرت میرے ساتھ جو کچھ کر رہی تھی، میں ہونے دے رہا تھا۔ میں خود کو فطرت کے ہاتھوں دے چکا تھا۔

اداسی اور جدائی کی شدت جب حد سے بڑھ گئی تو میں ایک بار پھر بابا جمال دین کی ذاتی بیاض پڑھ رہا تھا اور مطالعے کے بعد ان کا وہ خاص وظیفہ کرنے کو تیار ہو گیا تھا جس کے بعد بابا جی زمان و مکان سے آزاد ہو گئے تھے، سیف الملوک اور کن فیکون کے مقام تک رسائی پا گئے تھے۔ بقول بابا جی کے وہ قطرہ تھے اور سمندر میں مل کر مدہوشی کی وہ قوت اور سرور لے کر لوٹے کہ ان کی صدیوں کی پیاس اور تلاش کو منزل مل گئی تھی۔ یہ وظیفہ یا چلّہ میں پہلے بھی کر سکتا تھا لیکن شاید اس وقت میرا جسم اس عظیم حادثے کی تبدیلی کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس لیے جب اللہ تعالیٰ نے سمجھا کہ اب میں کسی بڑی روحانی تبدیلی یا کرنٹ کو برداشت کر سکتا ہوں تو اب میرے دل و دماغ میں شدت سے یہ بات آ رہی تھی کہ مجھے یہ وظیفہ اسی طرح کرنا چاہیے جس طرح بابا جی نے کیا تھا۔

اب میں نے سب سے پہلے اس مرید کا پتہ کیا جو بابا جی کو دودھ دیتا تھا اور دن رات بابا جی کے دریا کنارے جھونپڑے یا جھگی کے باہر ایک مستعد مرید اور خادم کی طرح کھڑا رہتا تھا۔ پھر میں ان دو بندوں سے بھی ملا جو آخری دن بابا جی کو اٹھا کر گھر لائے تھے۔ ان دونوں کے بقول بابا جی نے آخری دنوں میں کچھ بھی نہیں کھایا پیا تھا۔ اس لیے جب بابا جی کے بتائے ہوئے دن یہ لوگ جھونپڑے میں داخل ہوئے تھے تو بابا جی پر شدید کمزوری اور نقاہت طاری تھی۔ نور اور روحانیت بابا جی کے چہرے سے برس رہی تھی۔ بابا جی سراپا نور تھے، لہٰذا بابا جی جو پہلے سے ہی بتا گئے تھے کہ بہت ساری روئی میرے جسم کے گرد لپیٹ کر آرام سے مجھے گھر پہنچا دیا جائے، اسے کہتے ہیں مر جاؤ مرنے سے پہلے۔ بہت سارے لوگوں اور مریدوں کی موجودگی میں مقررہ دن بابا جی کو جھونپڑے سے نکالا گیا اور ان کی ہدایات کے مطابق ان کے گھر پہنچا دیا گیا۔ کیونکہ بابا جی کمزوری اور نقاہت کی آخری حدود کو بھی کراس کر گئے تھے، اس لیے ان کو نارمل ہونے میں تقریباً پندرہ سے بیس دن لگ گئے۔ بقول بابا جی کے آخری دنوں میں انوار اور تجلیات کی جو بارش ان پر ہوئی یا روحانیت کے جو اسرار و رموز ان دنوں میں ان پر وارد ہوئے وہ ساری زندگی پر بھاری تھے۔ سرور و مستی، نشہ و سرشاری کی جو کیفیتیں ان دنوں بابا جی کے حصے میں آئیں ان کے اثرات ساری زندگی بابا جی انجوائے کرتے رہے۔

جب میں بابا جی کے پرانے مریدوں سے ملا تو یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ بیشتر بزرگ روحانی ترقی اور بالیدگی اور حجابات اٹھانے کے لیے ایسے وظیفے یا چلّے عرصۂ دراز سے کرتے آ رہے ہیں۔ جو کی روٹی یا ایک پیالہ دلیہ کے ساتھ یہ بزرگ مخصوص ذکر اذکار کے ساتھ اکتالیس دن یا ایک سو بیس دن کا چلّہ کرتے ہیں۔ جس سے جسمانی اور روحانی لطافت کے نقطۂ عروج پر پہنچ جاتے ہیں لیکن ایسے تمام بزرگ اس چلّہ اعظم یا عملِ اکبر کو اپنے مرشد کی زیرِ نگرانی کرتے ہیں اور میں مرشد جیسی عظیم نعمت اور سعادت سے ابھی تک محروم تھا۔ میں اس جگہ بھی گیا جہاں پر بابا جی نے قُربِ الٰہی کے لیے اپنی جان دکھوں میں ڈالی تھی یا بقول میاں محمد بخشؒ۔

پھس گئی جان شکنجے اندر جیویں ویلن دے وچ گنا

اتنا بڑا رسک صرف جنونی یا پاگل یا مجذوب ہی لے سکتا ہے یا جو دنیا سے کٹ گیا ہو یا بقول دنیاداروں کے جس کا ذہنی توازن بگڑ چکا ہو۔ جہاں پر باباجی نے یہ وظیفہ کیا تھا وہ جگہ اور پورا گاؤں دریا برد ہو چکا تھا۔ کافی سال پہلے سیلاب کی تند و تیز موجیں گاؤں کو بہا کر لے گئیں اور آج ایک بھی نشان باقی نہ تھا جس سے پتہ چلتا کہ یہاں پر کبھی بہت سارے انسان زندہ تھے۔ ایک اندازے کے مطابق کہ یہاں پر باباجی نے وہ خاص وظیفہ کیا تھا۔ میں ریت کے ایک ٹیلے پر بیٹھ گیا اور کافی عرصہ باباجی کی باتیں اور سراپا یاد کرتا رہا۔ مجھے شدت سے باباجی کی کمی اور ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ میں کافی دیر خود فراموشی کے عالم میں دنیا سے کٹ کر بچپن کی یادیں تازہ کرتا رہا۔ مجھے والد صاحب کی بھی بہت یاد آئی۔ ان کا کافی وقت یہاں گزرا تھا اور وہ، ان کے چاہنے والوں، عزیزوں نے یہاں پر ایک بھرپور زندگی گزاری تھی۔ اگر سیلاب نہ آتا تو پورے کا پورا گاؤں آج بھی یہاں ہوتا تھا اور شاید میں بھی اِدھر ہی کہیں ہوتا۔ میرے والد صاحب، ان کے بہن بھائی میری والدہ محترمہ نانا جی، تایا جی اور ماموں جی سب لوگوں نے یہاں پر اپنا بچپن اور جوانی گزاری۔ آج کل یہاں پر دریائی پانی نہیں تھا۔ اصل میں بارشوں یا سیلابوں کے آنے سے دریا اِدھر کا بھی رخ کر لیتا تھا ورنہ وہ اپنے پرانے راستے پر ہی رواں رہتا تھا۔ جن لوگوں کی فطرت میں روحانیت اور قربِ الٰہی کی کھوج ہوتی ہے وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ دریا کا پانی، دریا کی مٹی اور مٹی کی خوشبو اور دریا کے پانی کا شور روحانی لوگوں پر ایک سحر طاری کر دیتا ہے۔ جہاں میں کھڑا تھا وہاں پر چاروں طرف ریت ہی ریت نظر آ رہی تھی۔ ایک پراسرار سا سکوت اور سناٹا چاروں اطراف پھیلا ہوا تھا۔ ریت کے ذرے ذرّے اور کہیں کہیں ریت اور مٹی کے ٹیلوں سے خدا کی موجودگی کا شدت سے اظہار ہو رہا تھا۔ میں تو جب کبھی بھی پہاڑوں، صحراؤں، دریاؤں اور سمندر پر جاتا ہوں تو ایک عجیب سی کیفیت اور سحر میرے اوپر طاری ہو جاتا ہے بلکہ مناظرِ فطرت مجھے اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں اور میرا دل یہی کرتا ہے کہ شہروں کے شور شرابے اور منافقت والی زندگی چھوڑ کر بندہ یہاں آ جائے اور ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے قرب میں ہی گزار دے۔ مجھے جب کبھی بھی موقع ملتا ہے تو میں دریا پر جا کر بہت سارا وقت خاموشی میں گزارتا ہوں۔ اس خاموشی اور سکوت کی بھی اپنی ہی زبان ہوتی ہے۔ آپ کو شدت سے ربِّ کعبہ کی قربت کا احساس ہوتا ہے۔ یہ میری آج بھی شدید ترین اور اولین خواہش ہے کہ زندگی کے کسی موڑ پر بندہ یہاں آ کر ایک جھگی میں شب و روز قربِ الٰہی اور مراقبہ الٰہی میں گزار دے۔ میں، میرا اللہ اور اس کا فطری ماحول، باقی کچھ نہ ہو۔ میں دو سے تین گھنٹے اُسی سحر میں کھویا رہا، پھر واپسی کا سفر شروع کیا اور مری واپس آ گیا۔

مری آ کر میں نے بہت سارے رس اور جو کا دلیہ، خشک دودھ اپنے گھر میں اکٹھا کر لیا۔ یہ وہ وقت تھا جب مری میں سردیوں کی تین ماہ کی چھٹیاں ہوتی ہیں۔ میرا ارادہ تھا کہ چھٹیوں سے تقریباً بیس دن پہلے اپنا عمل شروع کروں گا۔ مری میں اپنے ایک مرید نما دوست سے ساری بات شیئر کی اور اسے کہا کہ روزانہ مقررہ وقت پر آ کر وہ مجھ سے بات کیے بغیر چلا جایا کرے گا۔ دوسرا اس کے پاس میرا پی ٹی سی ایل نمبر بھی تھا۔ جو لوگ مری میں رہتے ہیں، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اہلِ مری سردیوں میں راولپنڈی شفٹ ہو جاتے ہیں اور واپسی سردی کے اختتام پر آتے ہیں۔ یہی حال ہمارے کالج کے اساتذہ کا



زیادہ تر لوگ چھٹیوں سے پہلے ہی پنجاب کے کالجوں میں امتحانی ڈیوٹیاں لگوا کر چلے جاتے۔ سردیوں کے دنوں میں مری بس خالی بلکہ ویران ہو جاتا۔ وظیفہ شروع کرنے سے پہلے میں اچھی طرح پلان بنا چکا تھا کہ کیا کرنا ہے۔ باباجی کے کی طرح میں نہیں کر سکتا تھا لیکن کوشش ضرور کروں گا کہ ان کے قریب قریب کر سکوں۔ کالج میں اپنے خاص دوستوں میں نے ذکر کر دیا تھا کہ میں ایک خاص عمل کرنے جا رہا ہوں جس میں زیادہ سے زیادہ مجھے اپنے گھر میں ہی رہنا ہو گا۔

پوری تیاری کے ساتھ میں نے اپنا مخصوص سفید رنگ کا سوٹ نکالا۔ خوشبو لگا کر دو نفل برائے حاجات پڑھ کر دیر تک اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہا۔ اپنی بے بسی کا اظہار کیا اور مدد مانگی کہ "اے میرے پروردگار! اس مشکل گھڑی میں کی طرح اس بار بھی میرا ساتھ دینا۔"

ان دنوں میں بائیس ہزار بار یاحیی یاقیوم پڑھتا تھا۔ اب میں نے یہ کیا کہ دس ہزار دن میں کر لیتا، بارہ ہزار بار کو کر لیتا۔ اس کے علاوہ چار گھنٹے کا مخصوص وظیفہ کرتا۔ خوراک بہت کم لیتا۔ دو رس صبح، دو رس رات کو لے لیتا صبح شام کپ گرم دودھ پی لیتا۔ نیند میں چار گھنٹے پر لے آیا۔ جب میں نے یہ وظیفہ شروع کیا تو میرے کالج کے دوستوں میں مشہور تھا کہ میں جنات وغیرہ قابو کرنے کے چکر میں ہوں۔ میں نے دوستوں کو اسی غلط فہمی میں رہنے دیا کیونکہ وہ میرا دکھ نہیں کر سکتے تھے۔

پہلے سات دن تو آرام سے گزر گئے۔ اس کے بعد مجھے محسوس ہونا شروع ہوا کہ جیسے کششِ ثقل ختم ہوتی جا رہی میرا جسم ہلکا پھلکا ہوتا جا رہا ہے۔ مجھے ارتکاز اور مراقبہ کرنے میں بہت زیادہ مزہ آتا۔ پہلے مراقباتی کیفیت کے لیے زور لگانا پڑتا، اب آسانی سے میں اس کیفیت کو پا لیتا۔

تقریباً اکیس دن بعد مجھے مراقبے کے اندر ایک عجیب سرشاری، کشش اور مقناطیسیت کا احساس ہونا شروع ہو گیا تھا۔ مجھے احساس ہوتا تھا کہ میرے اندر سے کوئی خاص شے رونما ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔ ایسے انوکھے احساسات رونما ہو رہے تھے کہ بیان سے باہر ہیں۔ میرے شعور اور جسم پر جو بیت رہی تھی وہ خاص تھی۔ میں کچھ نہیں کر رہا تھا بلکہ یہ میرے اوپر خود بخود ہی ہو رہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ اس مقام کی طرف جا رہا تھا جو میری منزل تھی۔ جو میرا اقرار اور سکون تھا۔

میری تمام خواہشیں دم توڑ چکی تھیں بلکہ میں خالی تھا، یہی خالی پن شاید روحانیت کی پہلی سیڑھی ہوتی ہے۔ میرا جسم کامل سکون کی حالت کی طرف جا رہا تھا۔ اتنے عرصے جو میں مختلف دائروں میں گھوم رہا تھا اور ان دائروں میں گھومتے گھومتے آخر کار میں اس جگہ یا مقام کے قریب آ رہا تھا جس کی مجھے تلاش تھی۔

جب میری تمام خواہشیں ختم ہو گئیں تو اسی دن یا اگلے دن کچھ ہونا شروع ہو گیا تھا جس کی تلاش میں کتنے عرصے سے میں کوشاں تھا۔ جب تک آپ اپنی خواہشوں کے غلام ہوتے ہو، روحانی ترقی نہیں ہوتی۔ جب مجھے محسوس ہوا کہ اب کوئی خواہش، تمنا نہیں رہی تو اسی وقت جب آپ مر جاتے ہو، مرنے سے پہلے اسی لمحے آپ کا نیا جنم ہونے لگتا ہے۔ ایک ماہ بعد میں ایک انوکھی دنیا میں داخل ہو گیا تھا۔ نیم خوابیدگی ہر وقت میرے اوپر طاری رہتی۔ مجھے اکثر لگتا کہ میرا گوشت پوست کا جسم تحلیل ہوتا جا رہا ہے اور میں روشنی کے جسم میں ڈھلتا جا رہا ہوں۔ مجھے اکثر احساس ہوتا کہ میرے اندر کوئی اور بھی

ہے جو سو رہا ہے، کبھی وہ جاگ جاتا ہے کبھی وہ سو جاتا ہے۔ خواب یا بیداری میں بے شمار موجودہ اور مستقبل کے اشارے [illegible]
شروع ہو گئے۔ مجھے اپنے اندر پراسرار قوتوں، خارق العادات صلاحیتوں کا احساس بھی ہوتا۔ مدہوشی اور نیم خوابیدگی [illegible]
مجھے گھیرا ہوا تھا۔ کامل استغراق جلدی حاصل ہو جاتا۔ ایک دن میں مراقبہ کر رہا تھا تو مجھے احساس ہوا کہ میرے سر [illegible]
بجائے روشنی کا گولا ہے اور میرا جسم شیشے کا یا نور کا بن چکا تھا۔ میرے جسم کے اعضاء سے روشنی نکل رہی تھی۔ میں کافی دیر [illegible]
حالت کو انجوائے کرتا رہا۔ کبھی یہ روشنی بہت تیز ہو جاتی، کبھی دودھیا روشنی پورے کمرے میں پھیل جاتی۔ کبھی میرے [illegible]
سے روشنی پورے جسم میں پھیلتی نظر آتی۔ مجھے لگتا میری رگ رگ سے روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ اکثر مجھے اپنے [illegible]
سے تیز تپش نکلنے کا احساس ہوتا۔ میرے باطن میں کوئی مخفی خزانہ تھا اور اس کا دروازہ کھل گیا تھا۔ باطنی جسم کی مخفی قوتیں [illegible]
آہستہ بیدار ہو رہی تھی۔ ایسے خواب نظر آتے کہ میں کسی اور دنیا میں ہوں اور وہاں پر بہت زیادہ بزرگ سفید اور [illegible]
میں نظر آتے۔ پتہ نہیں یہ کوئی دنیا کا مقام تھا کہ جنت تھی۔ ایسے ایسے خوبصورت مناظر کہ بتانا مشکل، ایک حیرت انگیز [illegible]
تھی۔ اکثر ان مناظر کو دیکھتے ہوئے کیف و سرور کی ناقابلِ بیان کیفیت میرے اوپر طاری ہو جاتی اور میں مدہوش ہو جا[illegible]
ایک دن میں نماز کے بعد درود شریف پڑھ رہا تھا کہ میرے دل سے نور کا سیلاب چاروں طرف بہنے لگا اور میں [illegible]
سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ ایسی حالت طاری ہوئی کہ اندر باہر ہر طرف نور ہی نور ہوتا تھا۔ ریڑھ کی ہڈی میں درد ہوتا، میرے [illegible]
کے مختلف حصوں سے شاید انرجی خارج ہونا شروع ہو گئی تھی۔ جب بھی کمر میں درد ہوتا تو کیف و سرور کی ایسی لطیف [illegible]
اٹھتیں کہ بیان کرنا مشکل ہے۔ میرے اندر مختلف جگہوں سے انرجی نکلنے کا جو احساس ہوتا یہ شاید لطائف تھے یا روحانی [illegible]
جو صوفیائے کرام ریاضت اور مجاہدوں سے بیدار کرتے ہیں۔ میں آہستہ آہستہ عارضی استغراق سے دائمی استغراق کی طرف
بڑھ رہا تھا۔ ان دنوں میں کیف و سرور کی جن کیفیات اور مشاہدات میں سے گزر رہا تھا ان کو بیان کرنا بہت مشکل ہے۔

بعض اوقات چاروں طرف مسحور کن خوشبوئیں پھیل جاتیں کہ مدہوشی کی کیفیت طاری ہو جاتی اور میں اپنے [illegible]
وجود اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر نیم بے ہوشی یا کمزوری کے عالم میں گر جاتا اور کئی کئی گھنٹے اُسی حالت میں ہی پڑا رہتا [illegible]
ایک بات کی سمجھ مجھے آج تک نہیں آئی کہ اکثر میرے ہونٹ شہد یا کسی پھل کے ذائقے سے میٹھے ہو جاتے۔ بعض اوقات [illegible]
لذت اور ذائقے آپس میں چپک جاتے اور مجھے لگتا میں نے شہد یا پھل کو اصل میں کھایا ہے۔ خوابوں میں نیک بزرگوں کی
بار بار زیارت ہو رہی تھی۔ میں اکثر مراقبہ میں جب اسمِ ذات یعنی دل پر سنہرا اللہ کا تصور کرتا تو اکثر یوں محسوس ہوتا کہ [illegible]
روشنی کا دودھیا بلب دل میں آن ہو گیا ہے جس کی تیز روشنی سے دل و دماغ اور پورا جسم جگ مگ جگ مگ کرنے لگتا۔ کبھی
کبھی بایاں پہلو تپش کا شکار ہو جاتا اور جسم سے ہلکی ہلکی تپش نکلنے کا احساس ہوتا۔ پتہ نہیں یہ کونسی دنیائے نادیدہ تھی جو مجھے
اپنے سحر میں جکڑ چکی تھی۔ میں ایک ایسے عالمِ فراموشی میں تھا کہ لفظوں میں بیان کرنا مشکل۔ میرے جسم کی بہت ساری
کثافتیں ختم ہو گئی تھیں۔ اکثر میرے جسم سے خوشبوئیں نکلنے کا احساس ہوتا۔ پورا کمرہ اور میرا جسم مسحور کن خوشبوؤں سے
مہک جاتا۔ ایک دن ایسی مدہوشی چڑھی کہ میں سو گیا یا نیم بے ہوش ہو گیا۔ اب میرا دوست آیا کیونکہ میں سو رہا تھا، ہمارے
درمیان یہ طے تھا کہ میں مقررہ وقت پر ڈرائنگ روم کی کھڑکی کے پاس آؤں گا اور وہ مجھے دیکھ کر چلا جائے گا۔ اگر میں مقررہ



[illegible] آؤں، مخصوص جگہ پر تو وہ زور زور سے دروازہ بجائے گا، لہٰذا جب میں اسے کھڑکی میں نظر نہ آیا تو اس نے زور
[illegible] دروازہ بجایا۔ جب میں کافی دیر نہ اٹھا تو اس کے پاس تالے کی چابی تھی، وہ کھول کر اندر آ گیا۔ اب اس نے ڈرائنگ
[illegible] دروازے کو بجانا شروع کر دیا تو میں اٹھ گیا اور اسے اشارہ کیا کہ میں او کے ہوں، تم جاؤ تو وہ چلا گیا۔ جب
[illegible] دن رہ گئے تو ایک رات کو میں مراقبہ کر رہا تھا تو اچانک میرے دماغ میں تیز آوازیں آنی شروع ہو گئیں۔
[illegible] کندھوں پر بھاری وزن کا احساس ہونا شروع ہو گیا۔ میرے جسم اور خاص طور پر سینے میں بھونچال آیا ہوا تھا۔ درد
[illegible] اتنا زیادہ تھا جیسے کہ میرا جسم آج دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ آنکھیں بند کرتا تو اندر چنگاریاں اڑتی نظر
[illegible] اچانک مجھے محسوس ہوا کہ میرا جسم پلاسٹک کا ہو گیا ہے۔ میں پورے کمرے میں پھیل گیا ہوں۔ بازو بہت لمبا ہو
[illegible] ایک دم مجھے لگا، میرا جسم دو حصوں میں تقسیم ہونے لگا ہے۔ اچانک مجھے لگا میرے جیسا ایک اور جسم سائے کی
[illegible] میں سامنے آتا ہے اور چھپ جاتا ہے۔ کبھی آتا، کبھی چلا جاتا یہ سایہ تھا یا میرا وہم۔ میرے اوپر عجیب خوف اور
[illegible] طاری تھی۔ مجھے لگ رہا تھا کہ میرے جسم میں کچھ ایسے تغیرات واقع ہو رہے ہیں جن کی وجہ سے شاید جسم کی
[illegible] کم ہو گئی تھی اور لطافت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ میرے جسم کی کیمسٹری شاید ایک بڑی تبدیلی کے عمل سے گزر
[illegible] کافی دیر یہ حالت قائم رہی پھر میرے اوپر استغراقی حالت آنے لگی اور میں اس میں ڈوبتا چلا گیا لیکن ڈوبنے
[illegible] پہلے مجھے احساس ہونے لگا کہ میرا انفرادی وجود تحلیل ہوتا جا رہا ہے اور ایک بے کراں ذات میں کھو رہا ہے یا پتہ
[illegible] تھکاوٹ سے چُور ہو کر نیند کی وادی میں اترتا جا رہا ہے۔

پتہ نہیں میں کتنی دیر سویا اور پتہ نہیں رات کا کونسا پہر تھا کہ میں نیند سے جاگ گیا۔ مجھے احساس ہوا کہ میرے
[illegible] میں میرے علاوہ بھی کوئی موجود ہے۔ نیم تاریک کمرے میں کھڑکی سے تھوڑی تھوڑی روشنی چاند کی آ رہی تھی اور
[illegible] چپ چاپ لیٹا یہ دیکھ رہا تھا کہ میرا ہی اپنا ایک اور جسم میرے سامنے موجود تھا۔ میں اس منظر کے لیے بالکل بھی تیار نہ
[illegible] میں سوچ رہا تھا کہ یہ خواب ہے یا حقیقت، میں سو رہا ہوں یا جاگ رہا ہوں، لہٰذا میں ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا تو
[illegible] علاوہ جو بھی کمرے میں تھا ایک دم غائب ہو گیا۔ میں کتنی دیر یہ سوچتا رہا کہ یہ خواب تھا کہ حقیقت۔ جب مجھے کچھ
[illegible] آیا تو میں اٹھا اور وضو کر کے نوافل پڑھنا شروع کر دیئے۔ آج میں جب یہ لکھ رہا ہوں تو سوچتا ہوں کہ شاید وہ میرا
[illegible] ہم زاد تھا کیونکہ جب بھی کوئی سالک ارتکاز اور مراقبے کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو ہم زاد خود ہی سامنے آ جاتا ہے۔

وہ رات بہت انوکھی تھی۔ اس رات مجھے لگا کہ شاید میرا وجود پاش پاش ہو کر ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے گا۔
[illegible] جسم معدوم ہوتا جا رہا تھا اور ایک نئے وجود کے ہونے یا نمودار ہونے کا احساس بڑھ رہا تھا۔ میں گھنٹوں مراقبہ کرتا۔ جب
[illegible] بہت گہرائی میں اترتا تو اکثر مجھے محسوس ہوتا کہ عالمِ غیب کے دروازے کھلنے لگے ہیں۔ دورانِ مراقبہ اور نیند میں کانوں
[illegible] سرگوشیاں شروع ہو جاتیں۔ کبھی یہ سرگوشیاں مانوس اور کبھی غیر مانوس ہوتی تھیں۔ کبھی بہت واضح اور کبھی مدھم آواز میں۔
[illegible] آخری دنوں میں اکثر یہ بھی محسوس ہوتا کہ کچھ ہیولے میرے پاس بیٹھے ہیں یا اِدھر اُدھر گھوم رہے ہیں اور وہ مجھ سے مخاطب
[illegible] ہونا چاہتے ہیں۔ کیونکہ میں بہت ناتواں اور کمزور ہو چکا تھا اس لیے شدید خوف میں گھر جاتا۔ ایک دن تو مجھے محسوس ہوا کہ

میرا ٹھوس وجود تحلیل ہونا شروع ہو گیا ہے اور شاید آج غائب ہو جائے گا۔ دورانِ مراقبہ مجھے گہری کھائی میں یا دھوئیں
جا رہا ہوں۔ اچانک یہ کیفیت ختم ہو جاتی اور میں بے سدھ ہو کر گر پڑتا اور اُسی نیم خوابیدگی کے عالم میں کتنی دیر
مدہوشی اتنی ہوتی کہ مجھے لگتا میرا جسم اکڑ گیا ہے یا فالج کا شکار ہو گیا ہے۔ کبھی کبھی تو یہ سکتہ اتنا شدید ہوتا کہ میں ایک
بن جاتا اور پتھرائی آنکھوں سے بے حس و حرکت پڑا رہتا اور پھر میری توانائی بحال ہونا شروع ہو جاتی تو میں نارمل ہو جاتا
اِن آخری دنوں میں اکثر مجھے محسوس ہوتا کہ میرے مادی جسم کے احساسات ختم ہوتے جا رہے ہیں اور
روشنی یا نور میں ڈھلتا جا رہا ہے یا یہ Feel ہوتا کہ میں خالی وجود سے نوری وجود میں ڈھل رہا ہوں بلکہ ایک بار تو
مراقبہ یا استغراق میں اچانک مجھے لگا کہ میرا مادی وجود غائب ہو گیا۔ میں نے فوری مراقبہ بند کر کے آنکھیں کھول
لیکن آنکھیں کھولنے کے بعد بھی میرا مادی جسم نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں بار بار دیکھنے اور محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا
میرا مادی وجود بدستور غائب تھا۔ نہ چھونے کا احساس اور نہ ہی وزن کا احساس ہو رہا تھا۔ اب کیا کروں میرا مادی
گیا۔ میں کیا کروں وہ کدھر ہے۔ میں نے جھٹکے سے کھڑا ہونے کی کوشش کی تو اچانک میں نے خود کو اپنے مادی وجود
پتہ نہیں یہ خواب تھا کہ حقیقت تھی۔ اکثر مجھے اپنے مادی جسم کے اردگرد روشنی کا ہالہ نظر آتا۔ ایک بار مراقبہ کرتے ہوئے
گہرا استغراق طاری ہو گیا۔ میں اس استغراقی حالت میں ڈوبتا جا رہا تھا۔ خود فراموشی کی اُس انتہا پر پہنچ گیا کہ مجھے لگا
سانس رک گیا ہے۔ کیونکہ میں عرصہ سے حبسِ دم بھی کر رہا تھا اس لیے سانس روکنے کے بعد مجھے پتہ تھا کہ کس طرح
سانس لینا ہے۔ لیکن میرے اوپر ایک ایسی فالجی کیفیت اور کامل استغراق طاری تھا کہ مجھے سانس کی آمد و رفت بھی محسوس
نہیں ہو رہی تھی۔ اور پھر یہ حالت ختم ہو گئی اور مجھے سانس کی آمد و رفت محسوس ہونے لگی۔ اُن آخری دنوں میں بعض اوقات
اداسی ختم ہو جاتی اور ایسی سرشاری اور نشہ نصیب ہو جاتا کہ دنیا کے تمام دکھ اور پریشانیاں بھول جاتا۔ میں اُس سرشاری میں
ایسا کھوتا کہ دنیا سے بے نیاز ہو جاتا۔ اکثر مجھے باطنی نظر کے کھلنے کا احساس ہوتا۔ مجھے لگتا میرے ظاہری اور باطنی حواس
ایک ہو رہے ہیں، پتہ نہیں عجیب احساسات تھے۔ کیونکہ میں یہ اپنی زندگی کا مشکل ترین وظیفہ یا چلہ کر رہا تھا اور اس کے
دوران جو مشاہدات، کیفیات، روحانی اور جسمانی طور پر میں محسوس کر رہا تھا وہ میرے لیے بالکل نئی تھیں، کیونکہ طویل
ریاضت اور عبادت کے بعد بھی میں اُس موڑ یا مقام پر تھا کہ میرے سامنے واضح راستہ یا لائحہ عمل نہیں تھا۔ کیونکہ اب میں
زندگی اور موت کے درمیان کھڑا تھا اور مجھ سے فیصلہ نہیں ہو رہا تھا اس لیے آخرکار پروردگار کو میرے اوپر ترس اور رحم کی
طرح پیار آ گیا کہ مجھے میرے مرشد کے درشن کرا دیئے جائیں یا اب میرا جسم اِس قابل ہو گیا تھا لہٰذا وظیفہ پورا ہونے میں
ابھی دو دن باقی تھے جب مجھے اپنے مرشد کا دیدار ہو گیا اور مرشد کے درشن ہو گئے۔

# حضرت بری امام سرکارؒ کے روحانی فیضان کا آغاز

اس روحانی سفر میں مرشد کی تلاش میں کئی مزارات پر جا چکا تھا، بے شمار نام نہاد پیروں بزرگوں سے مل چکا تھا

تھی کہ اتنا قریب ہونے کے باوجود میں بری امام شہنشاہ سرکارؒ کے مزار پر کبھی بھی نہیں گیا تھا اور نہ ہی کبھی سرکار کا تھا۔ میرے ساتھ اتنا کچھ ہو چکا تھا اور ہو رہا تھا۔ میں ابھی بھی حیرت اور تجسس میں تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ مرشد کی کمی احساس دلاتی کہ کاش میرے مرشد ہوتے۔

میں جن سے راہنمائی لیتا ان سے ہر بات Share کرتا وہ میرے سر پر ہوتے لیکن سرکار تو پہلے دن سے سر پر تھے، میں سرکار کی سلطنت میں تھا، وہ میرا تماشا اور سفر دیکھ رہے تھے، بس وقت کا انتظار تھا۔ اب وہ وقت آ گیا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ اب مرشد سے رابطہ ضروری ہے۔

میں استغراق، خواب یا مراقباتی حالت کے عروج پر تھا۔ میرے جسم کی تمام کثافتیں تحلیل ہو چکی تھیں۔ میری اور موت ایک کچے دھاگے سے بندھی تھی۔ مجھے لگ رہا تھا کہ میں اِس فانی دنیا سے دوسری دنیا یا موت کی وادی میں اوں اور مادی اور ٹھوس جسم میرا ساتھ چھوڑ چکا ہے یا میں کثافت کے بجائے لطافت میں ڈھل گیا ہوں۔

پچھلے کئی دن سے میں نے دودھ اور رس یا دلیہ کے علاوہ کچھ نہیں لیا تھا۔ میں روحانی لطافت کے اُس مقام پر تھا ہر قسم کی ضرورت اور بھوک سے نجات پا چکا تھا۔ پچھلے ایک ماہ سے زیادہ عرصہ سے ترکِ حیوانات اور طویل مراقبہ میرے اندر روشنی کے کئی سمندر بھر دیئے تھے۔ آج جب میں اُس کمزوری اور نقاہت کے بارے میں سوچتا ہوں خیال بار بار میرے ذہن میں آتا ہے کہ فطرت اپنی مرضی سے میرے ساتھ یہ سب کچھ کر رہی تھی۔ ورنہ اتنا جنوں کبھی بھی میرے اندر پیدا نہ ہوتی کیونکہ اُس عظیم دن صبح سے ہی میرے اوپر بغیر سانس کے مشقوں یا مراقبہ کے غراق طاری تھا۔ استغراق اور مدہوشی کا غلبہ اتنا زیادہ تھا کہ میری آنکھیں بوجھل تھیں۔ اِس نشے، سرور اور استغراق کی بار بار میری پلکیں بند ہو جاتیں اور میں بہت زور لگا کر اُس حالت سے نکلتا۔ شاید میرے حواس اور شعور بکھر چکا تھا۔ اپنے جسم اور دماغ پر کسی قسم کا کوئی کنٹرول نہیں تھا۔ میرے ظاہری حواس پر میرے باطنی حواس غالب آ چکے تھے۔

میرے جسم اور لاشعور کی مزاحمت دم توڑ چکی تھی۔ نفس تو کئی دن کا مغلوب تھا یا نظر نہیں آ رہا تھا کہ وہ ہے بھی کہ۔ آج صبح سے میں نے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا کہ میرا معدہ اپنا کام کرنا بھول گیا ہے یا جسم ٹھوس غذا کا اب نہیں رہا۔ میں بے وزن تھا۔ کششِ ثقل ختم ہو چکی تھی اور مجھے لگ رہا تھا کہ آج کچھ ہونے والا ہے۔ زندگی یا موت۔ پیاس اور تلاش ختم ہونے والی ہے۔ میں اپنی زندگی کے سب سے کٹھن اور نازک موڑ پر تھا۔ یہ میری زندگی کی عظیم ترین میں سے ایک تھی کیونکہ بار بار میرے اوپر استغراق اور مدہوشی طاری ہو رہی تھی اور اب رات آدھی سے زیادہ گزر چکی میں نے اپنا وظیفہ پورا کر لیا تھا لہٰذا اب سانس کی مشقوں کے بعد جب میں نے مراقبہ شروع کیا تو جلد ہی کیفیت بننا ہو گئی محسوس ہوا کہ وزن نہیں ہے، میں اپنے اندر اترتا جا رہا تھا جیسے کسی غار میں انتہائی گہرائی میں گرتا جا رہا تھا، شاید میں جا رہا تھا، ذہن معدوم ہو رہا تھا، کیفیت سرور انگیز بھی تھی، عجیب حالت تھی، بیدار بھی، خوابیدہ بھی، سرور بھی، اذیت بھی، تجسس بھی، سکون بھی تھا اور بے سکونی بھی لگ رہا تھا۔ آج کچھ ہونے والا ہے۔ کبھی گھبراہٹ ہوتی کہ سب کچھ چھوڑ کر سے بھاگ جاؤں، کبھی دل کرتا اپنے اندر اتر جاؤں، آگے کیا ہے؟ سینہ پر دباؤ تھا مجھے لگا میرا دم گھٹ رہا ہے، پھر

ایسے لگ رہا تھا کہ کوئی توانائی مجھ پر قابض ہو رہی ہے یا کوئی توانائی باطن سے اُبھر رہی ہے جیسے کسی توانائی کے ہاتھوں [illegible] ہوں۔ ایک دم مجھے احساس ہوا چاروں طرف دودھیا روشنی پھیل گئی ہے۔ میں نے ڈر کر آنکھیں کھول دیں۔ میں [illegible] چکا تھا پورے کمرے میں روشنی پھیلی ہوئی تھی بلکہ مجھے لگا جیسے میں پورے کے پورے کمرے میں پھیل گیا ہوں۔

حیرت اُس وقت ہوئی جب مجھے لگا میرے جسم سے روشنی کا ایک اور جسم نکل کر سامنے کھڑا ہے۔ تجسس اور [illegible] عالم طاری تھا۔ میرا وہ جسم کمرے میں اِدھر اُدھر جا رہا تھا۔ میں کھلی آنکھوں سے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا میں اندھیرے میں [illegible] کرتا تھا اب سارا کمرہ روشنی اور نور سے بھرا ہوا تھا۔ میں مراقباتی کیفیت میں بیٹھا بھی تھا اور باہر بھی کھڑا تھا میں اپنا جسم [illegible] باہر کھڑا تھا اور اِدھر اُدھر جا رہا تھا۔ اچانک میں کمرے سے باہر آ گیا، میں نے اڑنا چاہا تو اڑنا شروع کر دیا، میں شہر [illegible] آ گیا، اِدھر اُدھر میرا روشنی کا جسم میری مرضی سے پرواز کر رہا تھا، میں زمین پر بھی تھا اور فضا میں بھی، میں اپنی مرضی [illegible] اُدھر جا رہا تھا۔ حیرت، تجسس اور ایک عجیب سا خوف اپنے عروج پر تھا، پھر میں اپنے جسم میں واپس آ گیا۔ روشنی و نور [illegible] میں بھرا ہوا تھا، میں شدید حیرت میں تھا۔ اچانک مجھے لگا پردۂ غیب سے کوئی بہت ہی نورانی بزرگ نمودار ہو گئے ہیں، ان کے خادم بھی ساتھ تھے۔ میں حیرت اور تجسس کی انتہا پر یہ سب دیکھ رہا تھا مجھے لگا کوئی جن مؤکل وغیرہ آ گئے ہیں۔ ڈر [illegible] پوچھا کہ آپ کون ہیں تو خادم نے بتایا شہنشاہِ کوہسار بری امام سرکارؒ ہیں۔ میں حیرت اور خوف میں تھا مجھے یقین نہ آیا۔

لیکن میں نے ادب سے شہنشاہِ کوہسار کو سلام کیا۔ بری سرکار کے چہرے پر ایسا نور تھا، آپ کے [illegible] چاندنی جیسا نور اور ملکوتی مسکراہٹ سجی تھی۔ آپ پیار بھری نظروں سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ سرکار کے چہرے [illegible] نور تھا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کوئی بہت بڑی روحانی ہستی ہیں۔ کیونکہ میں بہت کمزور ہو چکا تھا اتنا کہ نقاہت سے [illegible] نہیں سکتا تھا۔ میں بے جان بت بنا سرکار کو دیکھ رہا تھا۔

سرکار کافی دیر مجھے دیکھتے رہے۔ سرکار کی نظروں میں وجدانی سحر تھا اور میں اُن کے دلفریب اور روح پرور [illegible] کھو گیا تھا بلکہ دنیا مافیہا سے بے خبر ہو چکا تھا۔ میں اپنے جسم اور روح سے بھی بے خبر ہو چکا تھا۔ میں سحر زدہ نظروں سے [illegible] آپ کو دیکھتا رہا۔ مجھے لگا آپ مجھے اشارے سے اپنے پاس بلا رہے ہیں لیکن میرے وجود میں تو اتنی جان اور ہمت نہیں تھی کہ میں اٹھ سکتا۔ سرکار نے پھر اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا تو مجھے لگا اچانک میرے جسم میں توانائی آ گئی ہے اور میں نے کوشش کی تو کھڑا ہو گیا۔ میں لڑکھڑاتے قدموں سے سرکار کی طرف بڑھا۔ مجھے لگ رہا تھا کہ یہ میں نہیں جا رہا بلکہ کوئی قوت [illegible] روحانی تصرف ہے جس کی وجہ سے میں آپ کی طرف گیا ہوں۔ میں جیسے ہی قریب پہنچا سرکار نے مجھے پکڑا اور اپنے [illegible] قریب کر لیا۔ میں مدہوشی کی انتہا پر تھا۔ سرکار نے میرا کرتا اٹھا کر میرا سینہ ننگا کر دیا اور پھر اپنا کرتا مبارک اٹھا کر اپنا [illegible] فرما دیا اور مجھے پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور فرمایا لو بچے اپنا لنگر لے لو۔ تمہارا فیض اور حصہ میرے پاس تھا آج جی بھر کے [illegible] حصہ لے لو۔ میں اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔ مجھے لگا کہ لاتعداد انوارِ معرفت اور روشنیاں آپ کے نورانی سینہ مبارک [illegible] سے میرے سینہ میں آ رہی ہیں۔ انوارات اور نور کی بارش اتنی تیز تھی کہ مجھے لگا میرا سینہ اس نور اور انوارات کو برداشت [illegible] کر پائے گا اور پھٹ جائے گا۔ میرے اوپر جذب و سرور، مستی چھا چکی تھی۔ مجھے لگ رہا تھا کہ میرا سینہ اور جسم نور میں داخل [illegible]



[illegible] اور مادی جسم کی جگہ نور ہی نور میرے جسم اور اطراف میں ہے۔ انوارات کی بارش اتنی زیادہ تھی کہ میرا سینہ اور جسم نور سے [illegible] گیا۔ میرے اوپر ایسی حالت طاری تھی، آسمانوں کی وسعتیں اور زمین کا ذرّہ ذرّہ اِس طرح روشن تھا کہ جیسے میری ہتھیلی پر [illegible] میں ہر چیز نظر آ رہی ہے۔ میری نظر آسمان اور زمین کے اندر میلوں دور تک دیکھ رہی تھی۔ اسی حالت میں سرکار کا مزار [illegible] دکھایا گیا اور کہا گیا کہ صبح وہاں پر آؤ۔ پتہ نہیں انوارات کی بارش کتنے لمحے یا کتنی صدیاں میرے اوپر ہوتی رہی۔ اس [illegible] گفتگو بھی ہوئی۔ نشہ، سرور، مستی، جذب، استغراق، زندگی، موت، خواب یا حقیقت آخر سرکار مجھے لنگر دے کر چلے [illegible] اس کے بعد روحانی سیر کا وہ سفر شروع ہوا جو آج بھی جاری و ساری ہے اور موت تک جاری رہے گا۔

روشنی ختم ہو گئی اور میں بھی واپس اپنے ہوش میں آ گیا۔ پتہ نہیں یہ خواب تھا یا حقیقت؟ ساری رات حیرت اور [illegible] میں گزر گئی۔ صبح ہوتے ہی سرکار امام بریؒ کے دربار پر پہنچا۔ دور سے ہی دیکھ کر حیرت ہوئی کیونکہ یہ وہی دربار تھا جو [illegible] کو مجھے دکھا دیا گیا تھا۔ میری صدیوں کی تلاش اور صحراؤں کی پیاس کو قرار آ گیا۔ مجھے میرا مرشد مل گیا میں امر ہو گیا۔ میں [illegible] رات تک بنجر تھا شاداب ہو گیا ایسی نورانی بارش برسی کہ سب کچھ مل گیا۔ سرکار امام بریؒ کے دربار پر جا کر میں یقین کی [illegible] پا گیا۔ پھر سرکار امام بریؒ نے مجھ گناہ گار کو ایسا گلے سے لگایا کہ سمندر پلا دیا۔ میری ساری حسرتیں اور تلاش ختم ہو گئی۔

اس کے بعد میں مختلف درباروں پر حاضری دیتا رہا اور صاحبِ مزار سے گفتگو اور ملاقات بھی یہ سب کسی اور کتاب میں بیان کروں گا۔ اب مجھے روحانی طریقۂ علاج باقاعدہ لکھ دیا گیا، مختلف چیزیں بتائی گئیں۔ اب میں بری امام سرکار کی غلامی میں آ چکا تھا۔ سرکار بری سرکار کی راہنمائی میں ایک نئے سفر کا آغاز ہوا۔ سرکار نے سلوک کی بہت سی منزلیں طے کروائیں۔ اور مری میں ہجوم بڑھتا گیا سینکڑوں سے ہزاروں میں لوگ آتے اور میں بغیر معاوضہ کئی سالوں تک خدمت کرتا جب رش ہزاروں میں چلا گیا تو رہنا بھی مشکل ہو گیا۔ پھر 10 سال پہلے مجھے لاہور آنے کا حکم ملا تو لاہور آ گیا اور میرا ہاتھ خواجہ غریب نواز سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتیؒ عطائے رسولؐ نائبِ رسولؐ کے ہاتھ میں دے دیا گیا۔ پھر سلطان الہند نے کچھ سال پہلے اجمیر بلایا اور مجھے بھر دیا۔

میرے ساتھ جو کچھ بھی ہوا یہ میرے رب کی مرضی تھی اس کا کرم تھا، جو ہے اور رہے گا۔ بفضلہ تعالیٰ

# روحانی مسافر متوجہ ہوں

پچھلے صفحات میں مَیں نے اختصار کے ساتھ اپنا روحانی سفرنامہ بیان کیا ہے۔ تفصیلاً بچپن سے لے کر آج تک کے روحانی واقعات، مختلف بزرگوں سے ملاقاتیں، مزارات پر حاضری، مختلف بزرگوں سے رابطے یا کشف القبور یا صاحبِ مزار سے روحانی رابطہ اور روحانی فیض یہ تمام چیزیں میں اپنی کسی اور کتاب میں تفصیلاً بیان کروں گا جس میں تفصیل کے ساتھ پاکستان کے مختلف بزرگوں سے رابطہ، ملاقاتیں، وظائف اور فیض کے علاوہ ہندوستان، متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب کے درویشوں سے ملاقاتیں غارِ حرا، غارِ ثور اور مدینہ و مکہ کے بزرگوں سے ملاقاتیں سب کچھ انشاء اللہ بیان

کروں گا جبکہ میرے روحانی معمولات وذکرواذکار، روحانی وظائف، برسہابرس سے میرے مجربات جو میرے روز مرہ
معمول ہیں، قرآن پاک کی سورتوں اور اللہ کے ناموں کے خواص پر مشتمل کتاب ''سرمایۂ درویش'' میں بیان کیا گیا ہے
تاکہ عاملین اور روحانی مسافر اس سے بھی استفادہ حاصل کرسکیں۔

اس کے علاوہ کیونکہ روحانیت میں مراقبہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ لہٰذا مراقبہ کیسے کیا جائے؟ تاکہ حجاب
حجابات اٹھ جائیں اور باطنی حواس بیدار ہوجائیں' سانس کی مشقیں، حبسِ دم اور دوسری تمام ضروری معلومات کو اپنی کتاب
بعنوان ''مراقبہ'' میں تفصیلاً درج کروں گا۔

موجودہ دور کا سب سے بڑا المیہ جادو، نظرِ بد، جنات اور شیطانی قوتوں کے پیدا کردہ مسائل ہیں اور علاج پر اپنی
مسائل کے حل پر برسہابرس سے میرے تجربات، روحانی وظائف اور تشخیص / حقیقت اور علاج آسان فہم بنا کر
جنات حقیقت اور علاج میں تفصیلاً بیان کیا جائے گا۔

مندرجہ بالا کتب کے علاوہ تصوف اور روحانیت پر باقی بہت ساری کتب بھی لکھنے کا ارادہ ہے تاکہ روحانی
مسافروں کی مشکلات کو آسان کیا جاسکے۔

آخر میں چند باتوں کی وضاحت کرتا ہوں۔

میں ایک گناہ گار اور عاجز بندہ ہوں میرا ربّ ہی سب کچھ ہے یہ میرے ربّ کا خاص کرم ہے وہی اس عاجز و
لاچار انسان کی لاج رکھتا جارہا ہے۔

میں نے روحانی سفرنامہ مشاہدات اور کیفیات اس لیے بیان کی ہیں کہ روحانی مسافر ترغیب حاصل کریں اور
ہمت نہ ہاریں آخر اللہ کی ذات منزل دے دیتی ہے۔ نہ میں عالمِ دین ہوں نہ ہی ادیب، اس لیے آپ سے التماس ہے کہ
اغلاط کی نشاندہی کردی جائے تاکہ آئندہ اشاعت میں اصلاح کی جاسکے۔

نوٹ: محترم قارئین پچھلے صفحات میں میرا تلاشِ حق کا سفر آپ نے پڑھا اب کتاب کے دوسرے حصے میں
مختلف روحانی محافل میں میرے ہونے والے روحانی لیکچرز ہیں جن میں روحانیت، تصوف، شریعت، طریقت، حقیقت،
سلوک ومعرفت، مرشد مرید کے تعلقات کی باریکیاں، روحانیت کے تمام اسرار ورموز آسان زبان میں بیان کیے گئے ہیں
تاکہ متلاشیانِ حق اور روحانیت کے طالبعلم ان سے اپنی پیاس بجھاسکیں۔ جو روحانی طالبِ علم آنے والے صفحات میں
بیان کیے گئے اسرار ورموز پر عمل پیرا ہوں گے وہ یقیناً اپنی منزل کو پہنچیں گے، اِنشاءاللہ۔

◆◆◆◆◆

# حصّہ دوم

# باب اوّل

## روحانیت کیا ہے؟

علم روحانیت وہ علم ہے جو انسان کے اندر کی دنیا یا دوسرے لفظوں میں ''من کی دنیا'' کو دریافت کرنے کے اصولوں اور ضابطوں پر بات کرتا ہے۔ انسان اپنے من کی دنیا کو پاتا اسی وقت ہے جب اس کی روح بیدار ہو جائے، اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تاجدار ولایت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں:

**اَتَزْ عُمُ اَنَّکَ جِرم صغیر و فِیہ انْطَوی العَالَمُ الکبیر**

ترجمہ: کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو کائنات کا ایک چھوٹا سا ذرّہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے اندر ایک بہت بڑا جہاں آباد کیا ہوا ہے۔

جب انسان کی روح بیدار ہو جائے تو نہ صرف یہ کہ وہ اپنے اندر کی کائنات کی وسعتوں سے آشنا ہو جاتا ہے بلکہ ایسے انسان کے سامنے خارجی کائنات کی حقیقتیں کھلی کتاب کی طرح ہوتی ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں کائنات کی ماورائی اور عملی قوتیں اس کے ہمرکاب اور ہمنوا ہوتی ہیں اسی حقیقت کو علامہ اقبال نے یوں بیان کیا ہے۔

اپنے ہی من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی

اس علم کو عربی میں علم الاشراق، لاطینی میں میگنیزم اور یورپ میں سپر چوئل ازم کہتے ہیں، علم روحانیت تمام مذاہب میں کسی نہ کسی رنگ میں پایا جاتا ہے۔ ہندو، بدھ، عیسائی، یہودی حتیٰ کہ لامذہب بھی اس سے استفادہ کر سکتا ہے اور ماورائی قوتوں کو حاصل کر سکتا ہے۔ تاریخ کے اوراق میں ایسے ہزاروں واقعات پھیلے ہوئے ہیں کہ غیر مذاہب کے لوگوں نے بھی علم روحانیت کے ضابطوں اور اصولوں پر عمل کر کے غیر مرئی قوتوں کو تسخیر کرنے کے عملی کارناموں کا مظاہرہ کیا۔ اس طرح کے واقعات کو شہرہ آفاق مصنف ڈاکٹر غلام جیلانی برق صاحب مرحوم نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے ہم یہاں بطور تمثیل کچھ کو بیان کر رہے ہیں۔

ایک شخص نے لندن میں اعلان کیا کہ وہ لوہا پگھلانے والی بھٹی میں داخل ہو سکتا ہے۔ مدعی تبت کا نان مسلم تھا۔ پھر اس نے مظاہرہ کیا۔ بھٹی روشن ہوئی۔ جب درجہ حرارت 500 ڈگری سنٹی گریڈ تک پہنچا تو وہ شخص بغیر کپڑے اتارے بھٹی میں داخل ہو گیا تقریباً آدھ گھنٹہ بھٹی میں رہا اس کے کپڑوں کا ایک تار بھی نہ جلا جبکہ بکرے کی ایک ٹانگ اسی اثنا میں

جب بھٹی میں ڈالی گئی تو فوراً ہی وہ کوئلہ بن گئی۔ اب یہ وہ طاقت ہے جس کو سمجھنے سے عقل اپنی تمام تر جولانیوں کے باوجود عاجز ہے۔

اسی طرح ایک شخص نے یورپی ممالک کے مختلف شہروں میں چار افراد سے ملاقات کی اور وقت ایک ہی تھا۔ ایک کو جرمنی میں، ایک کو برطانیہ میں، ایک کو سوئٹزرلینڈ اور ایک کو سپین میں ملا۔ سبھی کا وقتِ ملاقات ایک ہی تھا۔ ایک شخص ایک وقت چار مقامات پر کیسے ملاقات کرسکتا ہے؟ اس پر خود یورپی سائنسدان بھی حیران ہیں۔

اسی طرح کا ایک واقع جعفر زمان صاحب" جو کہ ضلع لیہ کے ایک بہت بڑے مرد درویش گزرے ہیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کے زمانے میں ایک ہندو "کنول نین" تھا جو تحصیل کلو میں مجسٹریٹ تھا۔ یہ کنول نین رائے بہادر تلوک چند ڈی سی کا بیٹا تھا۔ لیہ شہر میں اس کی ایک کوٹھی بھی تھی جو اب گورنمنٹ گرلز ہائی سکول میں تبدیل کردی گئی ہے۔ وہ یہاں کا رہنے والا تھا اسے ٹی بی ہوگئی۔ ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ کسی صحت افزا پہاڑی مقام پر چلے جاؤ جہاں ہوا کا دباؤ کم ہو۔ وہ فوراً کانگڑہ تحصیل کلو چلا گیا جو مری ہلز کے طرز کی جگہ ہے، وہاں اس نے سرکاری ریسٹ ہاؤس میں قیام رکھا۔ گرمیوں کی وجہ سے اس وقت کا گورنر پنجاب بھی وہ بھی وہاں قیام پذیر تھا۔

انگریز گورنر اور ہندو مجسٹریٹ کے درمیان دورانِ قیام مذہب کی بحث چل نکلی۔ گورنر عیسائیت کو صحیح مذہب قرار دیتا تھا جبکہ مجسٹریٹ ہندوازم کے حق میں دلائل دیتا تھا۔ ایک دن ہندو مجسٹریٹ سیر کرتے ہوئے ریسٹ ہاؤس سے دور نکل گیا آسمان پر بادل چھا گئے اور بارش ہونے لگی ریسٹ ہاؤس دور تھا قریب ہی اسے ایک جھونپڑہ نظر آیا۔ وہ بارش سے بچنے کی خاطر اس جھونپڑے کے قریب گیا دیکھا کہ ایک سادھو آسن جمائے آلتی پالتی مارے مصروفِ ریاضت ہے۔ اس کے پناہ طلب کرنے پر اس ہندو سادھو نے پوچھا:

مہاراج! بندہ آپ کی کیا سیوا کرسکتا ہے؟ مجسٹریٹ نے جواب دیا کہ مریض آدمی ہوں، مجھے سردی لگ رہی ہے چائے کی ضرورت ہے مگر وہ آپ کی جھونپڑی میں کہاں مل سکتی ہے؟

ہندو جوگی نے مجسٹریٹ کو جھونپڑی کے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ مجسٹریٹ جھونپڑی میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں ایک میز کرسی لگی ہوئی ہے اور ایک آدمی کیلئے گرما گرم چائے رکھی ہے۔ اس نے چائے نوش کی اور سادھو کا شکریہ ادا کرکے واپس ریسٹ ہاؤس پہنچ گیا۔ اس کے بعد جب دوبارہ انگریز گورنر اور مجسٹریٹ کی ملاقات ہوئی تو مجسٹریٹ نے ہندوازم کے حق میں پرزور دلائل دیے اور ہندو سادھو کا واقعہ بطور مثال سنایا کہ وہ بھگوان کے کس قدر قریب ہے۔ اس بحث میں اُن دونوں نے فیصلہ کیا کہ ایک مرتبہ دونوں اکٹھے جا کر ہندو سادھو کے چمتکار کا معائنہ کریں گے۔ چنانچہ وہ دونوں مل کر پہاڑی کے دامن میں ہندو سادھو کے پاس پہنچے۔

انگریز گورنر نے فرمائش کی کہ میں کرامت تب تسلیم کروں گا اگر ہندو سادھو انگلینڈ کے فلاں ہوٹل سے ہمارے لیے اسی وقت کھانا منگوادے۔ ہندو سادھو نے دونوں کو جھونپڑی کے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ مجسٹریٹ اور گورنر صاحب



جھونپڑی کے اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دو آدمیوں کیلئے واقعی انگلینڈ سے منگوایا ہوا کھانا رکھا ہوا ہے۔ برتنوں پر اسی ہوٹل کا نام بھی لکھا ہوا تھا جس ہوٹل کے کھانے کی انگریز گورنر نے فرمائش کی تھی۔

انگریز گورنر نے تاریخ اور وقت نوٹ کرلیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر اسی پہاڑی پر وہ سیر کرتے ہوئے ذرا آگے گئے تو کچھ فاصلے پر انہیں اسی طرح کا ایک اور ہندو آلتی پالتی مارے بیٹھا نظر آیا۔ یہ دونوں اس کے پاس پہنچے اور مہمان داری چاہی۔ ہندو سادھو نے کوئی پیشکش کرنے کے بجائے بیزاری سے معذرت طلب کی اور کہا کہ وہ اس علاقہ میں گوشہ نشین ہے اور کچھ پیش نہیں کرسکتا اس جواب پر اُن دونوں نے کہا کہ پہلے ہندو سادھو نے تو ان کی خاطر مدارت کی ہے یہ سن کر ہندو سادھو چونکا اور "پوچھا" کہ کس نے دعوت کی ہے؟ انہوں نے پہلے والے سادھو کا بتایا۔ یہ سادھو سخت برہم ہوا اور پہلے والے کی طرف یہ کہتا ہوا لپکا کہ "وہ کون ہوتا ہے ہمارے راز افشا کرنے والا" وہ لپکتا ہوا سیدھا اس کے پاس پہنچا۔ یہ دونوں بھی اس کے پیچھے بھاگے لیکن وہ سادھو ان دونوں سے پہلے راستے کی پرواکیے بغیر پہنچ چکا تھا۔ جب وہ دونوں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دوسرا سادھو پہلے والے سادھو کو قتل کرچکا تھا دوسرے سادھو کے اس اقدام سے یہ دونوں افسران چشم پوشی نہ کرسکتے تھے اسے ان کے کہنے پر گرفتار کرلیا گیا اور اس پر مقدمہ قتل چلایا گیا۔

جس دن عدالت میں سادھو کی پیشی ہوتی ہے اس کو ہتھکڑی لگا کر کچہری میں لاتے ہیں۔ سادھو کے دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑی لگی ہوتی ہے اور زنجیر کا دوسرا سرا پولیس کانسٹیبل کی بیلٹ میں ہوتا ہے۔ کچہری کے احاطہ میں بیٹھ جاتے ہیں سماعت میں کچھ دیر ہوئی تو سادھو نے کانسٹیبل سے کہا کہ مجھے سردی لگ رہی ہے کمبل دو۔ اسے کمبل فراہم کیا گیا' وہ کمبل اوڑھ کر لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد جب سماعت کیلئے آواز پڑتی ہے پولیس کانسٹیبل سادھو کو اٹھانے کیلئے ہتھکڑی کی زنجیر ہلاتا ہے' ہتھکڑی کانسٹیبل کے ہاتھوں میں آجاتی ہے۔ کمبل ہٹاتا ہے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ سادھو غائب ہے۔

بعد میں انگریز گورنر نے انگلینڈ کے اس ہوٹل سے بذریعہ ٹیلی فون تصدیق کی اس تاریخ کو اس وقت میں یہاں سے کوئی کھانا لے گیا تھا تو ہوٹل کی انتظامیہ نے تصدیق کی کہ واقعی ایک سادھو مذکورہ وقت پر دو آدمیوں کا کھانا لے کر گیا تھا۔

اب آپ خود سوچیں یہ کارنامہ کس کا ہے؟ ایسا کام علم روحانیت کے ساتھ حاصل کی گئی غیر مرئی قوتوں کو بروئے کار لا کر ہی کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس سے بھی پیچھے چلے جائیں تو ہمیں دور آئمہ اہلِ بیت میں بھی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ غیر مسلموں نے بھی علم روحانیت کے ضابطوں پر عمل کرکے ماورائی قوتوں کو تسخیر کرنے کے عملی مظاہرے کیے۔

جیسا کہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ بنو عباس کے دورِ خلافت میں ایک شخص نے دربار میں آکر اپنے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کیا ہزاروں لوگوں نے امتحان لیا تو درست پایا کہ واقعی وہ غیب کی خبریں دیتا تھا اور ہر خبر عین واقعہ کے مطابق ہوتی تھی۔ وہ شخص ہندو تھا اس کے زیر اثر بہت سے لوگ ہندو دھرم کو اپنانے لگے۔ نام نہاد خلیفہ وقت کا دماغ چکرا گیا۔ محافظانِ اسلام کے چھٹے تاجدار، سیدنا امام موسیٰ کاظمؑ کو دربار میں بلایا گیا آپ کے سامنے جب اس ہندو کو بٹھایا

گیا تو آپؒ نے فرمایا کہ میں ہاتھ دراز کر رہا ہوں جب ہاتھ واپس آئے تو بتانا کہ اس میں کیا ہے۔ اس نے قبول کیا [illegible] نے دستِ مبارک دراز فرمایا، مٹھی بند ہوئی اور وہ بند مٹھی اس کے سامنے لا کر فرمایا بتاؤ اس میں کیا ہے؟

اس نے عرض کی حضور یہاں سے سیکڑوں میل دور ایک پہاڑ ہے، اس کی ایک کھوہ میں ایک چھوٹے [illegible] پرندے نے دو انڈے دیئے ہیں، ان میں سے ایک آپ کے دستِ مبارک میں ہے۔ امام پاک نے ہاتھ کھولا [illegible] ایک چھوٹا سا انڈہ آپ کے ہاتھ میں تھا تو ثابت ہوا اس کا علم درست تھا۔ امام نے فرمایا اچھا تم یہ انڈہ لو اور [illegible] رکھ دو جہاں سے ہم نے اٹھایا ہے یہ سن کر اس نے سر جھکا کر اقرارِ عجز کیا کہ یہ کام میرے بس کا نہیں ہے۔ تو فرمایا [illegible] دیکھو جہاں تک تمہارا علم کام کر سکتا ہے وہاں تک ہمارا ہاتھ جا سکتا ہے۔ وہ فوراً قدموں میں گر گیا اور کلمہ بھی پڑھ لیا [illegible] کے بعد سرکار نے فرمایا ذرا یہ تو بتاؤ تمہیں یہ قوت کس طرح ملی؟ اس نے کہا کہ حضور علم روحانیت کے اصولوں [illegible] ضابطوں پر عمل کر کے مجھے یہ قوت ملی۔

عارفانِ حق نے کس طرح بھٹکی ہوئی انسانیت کی تقدیریں بدلیں اس کا اندازہ ان بے شمار واقعات سے کیا جا سکتا ہے جو تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ ہم یہاں چند ایک کو بطور تمثیل ذکر کریں گے۔

والیٔ کابل وغزنی کی طرف سے رائے راجو کو پنجاب کا حاکم مقرر کیا گیا تھا۔ بعض روایتوں کے مطابق [illegible] عملیات میں بھی بڑی مہارت رکھتا تھا۔ اسی وجہ سے پنجاب کے لوگ اسے راجو جوگی کہہ کر پکارتے تھے۔ ایک دن [illegible] ہجویریؒ اپنی درس گاہ کے دروازے پر تشریف فرما تھے کہ ایک ہندو عورت سر پر دودھ کا مٹکا اٹھائے ہوئے سامنے سے گزری۔ آپ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا۔

''خاتون! اگر تم یہ دودھ ہمارے ہاتھ فروخت کر دو گی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمہاری گائیں بہت سارا [illegible] دیں گی اور ان کی صحت پر بھی خراب اثر نہیں پڑے گا۔''

''بابا! ہم یہ دودھ رائے راجو کو دینے پر مجبور ہیں۔'' ہندو عورت نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

''اگر ہم رائے راجو کو دودھ نہ دیں تو ہمارے جانوروں کے تھنوں سے دودھ کے بجائے خون نکلنے لگتا ہے۔''

''انشاء اللہ! اب ایسا نہیں ہوگا۔'' حضرت سید علی ہجویریؒ نے فرمایا۔ ''تم تجربہ کر کے دیکھ لو۔''

ہندو عورت حضرت داتاؒ صاحب کی روحانی شخصیت سے کچھ اس قدر متاثر ہوئی کہ اس نے دودھ کا مٹکا آپ کے حوالے کر دیا۔ آپ نے دودھ کی قیمت ادا کی، پھر تھوڑا سا دودھ پیا اور باقی دریا میں ڈال دیا۔

عورت نے شام کے وقت اپنے جانوروں کو دوہا تو حیرت انگیز طور پر گھر کے سارے برتن بھر گئے اور گایوں کے تھنوں میں دودھ پھر بھی ختم نہیں ہوا۔ پھر یہ خبر آناً فاناً قرب و جوار کے دیہاتوں میں پھیل گئی۔ غریب لوگ دور دراز کے علاقوں سے دودھ لے کر حضرت داتاؒ گنج بخش کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ تھوڑا سا دودھ پی لیتے اور باقی دریا میں ڈلوا دیتے، جب وہ دیہاتی دوبارہ اپنے جانوروں کو دوہتے تو ایسا لگتا کہ بھینسوں اور گایوں کے تھنوں سے دودھ کی آبشار اُبل رہی ہے۔ نتیجتاً لاہور کے تمام گوالوں نے رائے راجو کو دودھ دینا بند کر دیا۔ آخر کار پنجاب کا حاکم حضرت علی ہجویریؒ کی



[illegible] میں حاضر ہوا اور انتہائی ناخوشگوار لہجے میں کہنے لگا تم نے میرا دودھ تو بند کرا دیا اب کوئی اور کمال دکھاؤ۔

حضرت سیّد علی ہجویریؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ میں کوئی جادوگر نہیں ہوں کہ تمہیں شعبدے دکھاؤں۔

[illegible] سب کچھ کیا ہے؟ رائے راجو نے برہم ہو کر پوچھا۔

میں تو اتنا حقیر و عاجز ہوں کہ اپنے ارادے سے اپنے ہاتھ کو بھی جنبش نہیں دے سکتا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے [illegible] سب اسی کے حکم سے ہو رہا ہے جو مالک الملک ہے، پرستش کے لائق ہے اور اپنی ذات میں واحد ہے۔ ہاں! اگر [illegible] اپنے ساحرانہ کمالات پر ناز ہے تو شوق سے دکھاؤ۔

رائے راجو بہت بڑا شعبدہ باز تھا مگر جب اس نے حضرت سیّد علی ہجویریؒ کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ کرنا چاہا [illegible] یوں محسوس ہوا جیسے اس کا پورا جسم پتھر کا ہو گیا ہے اور وہ اپنی تمام ساحرانہ صلاحیتوں سے محروم ہو چکا ہے۔ آخر رائے [illegible] عاجز آ کر حضرت سید علی ہجویریؒ کے سامنے زمین پر سر رکھ دیا۔

پھر اہلِ لاہور نے یہ حیرت انگیز منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ پنجاب کا حاکم اپنے باپ دادا کے عقائد سے [illegible] ہو کر حلقۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔ حضرت سیّد علی ہجویریؒ کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہونے والا یہ پہلا شخص تھا۔

سیّدنا داتا علی ہجویریؒ کے درِ اقدس سے ہی فیض یاب ہونے والے خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کا ذکر بھی ہم [illegible] تذکرہ اس حوالے سے کرتے جائیں کہ آپ کس روحانی عظمت کے مالک تھے۔

خواجہ معین الدین چشتیؒ سرزمینِ عرب وعجم کے مختلف شہروں ثمر قند، بخارا، بغداد، ہمدان، تبریز، [illegible] سے علم اور روحانی فیوض و برکات سمیٹتے ہوئے جب لاہور پہنچے تو داتا گنج بخشؒ کے مزارِ اقدس پر چلہ کشی فرمائی آپ [illegible] بوقتِ رخصت یہ شعر پڑھا۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل، کاملاں را راہنما

لاہور سے روانہ ہو کر آپ دہلی سے ہوتے ہوئے اجمیر شریف پہنچے۔ اجمیر شریف میں جس جگہ آپ نے قیام [illegible] وہ جگہ پرتھوی راج کے اونٹوں کے باندھنے کی تھی۔ شام کو جب ساربان اونٹوں کو اس جگہ پر باندھنے کے لیے آئے تو [illegible] انہوں نے حضرت خواجہ صاحبؒ سے کہا کہ آپ یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جائیں یہاں پر پرتھوی راج کے اونٹ [illegible] بیٹھیں گے۔ آپ وہاں سے ''اناساگر'' تشریف لے گئے اور چلتے ہوئے فرمایا ''کہ ہم تو یہاں سے چلتے ہیں اب تمہارے [illegible] راجہ کے اونٹ ہی بیٹھیں گے۔''

صبح کے وقت جب شتربان اونٹوں کو چراگاہ کی طرف لے جانے کیلئے اٹھانے لگے تو ہزار کوشش کے باوجود کوئی [illegible] اونٹ کھڑا نہ ہو سکا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اونٹوں کو زمین نے جکڑ لیا ہے۔ عاجز آ کر وہ اپنے راجہ پرتھوی راج کے پاس پہنچے اور واقعہ سنایا۔ اس نے کہا کہ یہ اس فقیر کی بددعا ہے جاؤ اس کو تلاش کرو اور اس سے معافی مانگو۔ ساربان حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچے اور معافی مانگی۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا: ''اللہ مہربان ہے۔''

جب اس واقعہ کی شہرت ہوئی تو بے شمار ہندو آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کی شفقت آمیز اور ایمان افروز باتیں سن کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

اس طرح سرزمینِ ہند پر آپ کا تبلیغاتی نظام قائم ہو گیا۔ اجمیر آپ کے اس نظام کا مرکز قرار پایا۔ ایک دن آپ نے اپنے خادم کو وضو کے لیے پانی لینے کیلئے بھیجا۔ جب آپ کا خادم پانی لینے کے لیے ''اناساگر'' کے تالاب تک پہنچا تو وہاں خلافِ معمول راجپوت سپاہیوں کی بھیڑ نظر آ رہی تھی۔ حضرت خواجہ کے خدمت گار نے ان لوگوں کو یکسر نظر انداز کر کے تالاب سے پانی بھرنا چاہا، لیکن پرتھوی راج کے سپاہیوں نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ '' تم لوگ ... تالاب کو تمہارے گندے ہاتھوں سے ناپاک نہیں کروا سکتے۔ اگر پانی چاہیے ہو تو کوئی اور جگہ تلاش کرو۔''

پانی تو جانوروں پر بھی بند نہیں کیا جاتا حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے خادم نے نہایت شائستہ لہجے میں کہا۔

ہاں!...... ہم لوگ جانوروں پر پانی بند نہیں کرتے، مگر تم حیوانوں سے بھی بدتر ہو۔ پرتھوی راج چوہان کے سپاہیوں نے انتہائی نفرت آمیز لہجے میں حضرت خواجہؒ کے خدمت گار کو جواب دیا۔

اتمامِ حجت کے طور پر آپ کے خادم نے راجپوت سپاہیوں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی، مگر وہ طاقت اور اکثریت کے نشے سے سرشار تھے اس لئے انسانیت اور تہذیب کی زبان سے نکلنے والا کوئی لفظ بھی ان کے دماغوں پر اثر انداز نہیں ہو رہا تھا۔ خادم مجبوراً واپس چلا گیا اور اپنے پیرومرشد سے تمام واقعہ بیان کیا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اپنے خادم کی گفتگو کو غور سے سنا اور کچھ دیر تک سوچتے رہے۔ مسلمانوں کی یہ مختصر سی جماعت اپنے شیخ کی خاموشی پر دم بخود تھی، انہیں بھی اس بات سے شدید اذیت پہنچی تھی کہ پرتھوی راج ... حرکتوں پر اتر آیا تھا اور جس کے نتیجے میں ان کے پیرومرشد وضو کے پانی سے بھی محروم ہو گئے تھے۔ راجپوت مسلمان اپنی ناطاقتی اور بے سروسامانی پر پیچ و تاب کھا کر رہ گئے۔

حضرت خواجہؒ نے اپنے عقیدت مندوں کو صبر کی تلقین فرمائی، پھر اسی خادم کو جو کچھ دیر پہلے پانی لینے جا چکا تھا اپنے استعمال کا برتن دیتے ہوئے کہا کہ یہ برتن لے کر پانی لینے جاؤ۔

خادم حکم پاتے ہی دوبارہ ''اناساگر'' کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب راجپوت سپاہیوں نے اسے اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا تو وحشیوں کی مانند قہقہے لگانے لگے۔ خادم نے قریب پہنچ کر حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے الفاظ دہرا دیئے۔ خادم کا لہجہ ایک درخواست گزار کا لہجہ تھا اس لئے راجپوت کچھ دیر تک مسلمان کی بے چارگی اور اپنی برتری کے احساس سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ پھر ایک سپاہی نے بڑی حقارت سے کہا۔

''جا......! آج تو تجھے ہم نے پانی کے چند قطرے بخش دیئے، مگر کل ادھر کا رخ نہ کرنا۔''

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا خادم بڑے سکون سے تالاب کے کنارے پہنچا اور اس نے اپنے پیرومرشد کے استعمال کا برتن پانی سے بھر لیا۔ چند لمحوں کی بات تھی۔ راجپوت سپاہیوں کے ساتھ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے



... بھی حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ ''اناساگر'' کا پانی ایک چھوٹے سے کوزے میں سمٹ آیا تھا۔ کچھ دیر پہلے ... پانی پر طاقت کے ذریعے پابندیاں لگائی جا رہی تھیں، اس کی حقیقت ظاہر ہو چکی تھی۔ راجپوت سپاہی پتھرائی ہوئی ... سے اس تالاب کو دیکھ رہے تھے جس سے کل تک پورا علاقہ سیراب ہو رہا تھا اور اب اس میں پانی کا ایک قطرہ بھی ... نہیں تھا۔ راجپوتوں کے بقول یہ جادوگری کا ایک عظیم الشان مظاہرہ تھا۔ اگرچہ راجھستان کی پوری سرزمین ساحروں ... بھری ہوئی تھی، لیکن پھر بھی ہندو ساحروں کے بقول مسلمان فقیر کا جادو ان سب پر حاوی تھا۔ یہ ناقابلِ یقین منظر دیکھ کر پرتھوی راج کے سپاہیوں پر اس قدر دہشت طاری ہوئی کہ وہ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ خود حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا خادم بھی لرزتے قدموں سے واپس آیا اور کانپتے لہجے میں واقعہ سنانے لگا۔ آج اسے پہلی بار اپنے پیرومرشد کی روحانی طاقت کا اندازہ ہوا تھا۔

''وہ کیسی ناپائیدار چیز پر جھگڑا کر رہے تھے۔'' حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے انتہائی پرجلال لہجے میں خدا ...توں کی اس مختصر سی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ''جس تالاب کا پانی قدرتِ خداوندی سے اس فقیر کے کوزے میں سمٹ آیا ہے وہ خشک بھی ہو سکتا تھا۔ اگر اس کائنات کا خالق سمندر کو بھی سوکھ جانے کا حکم دے تو اسے اس کے ارادے سے کون باز رکھ سکتا ہے؟''

حضرت خواجہؒ کی ایمان افروز گفتگو سن کر مسلمان راجپوتوں کے افسردہ چہرے شاداب ہو گئے تھے۔ ہونٹوں کی گم شدہ مسکراہٹ لوٹ آئی تھی اور ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے انہوں نے پرتھوی راج چوہان کی طاقتور فوجوں سے اپنی شکست کا انتقام لے لیا ہو۔

پورے اجمیر میں ہنگامہ برپا تھا جس نے بھی ''اناساگر'' کے خشک ہونے کی خبر سنی حیران رہ گیا۔ کوئی بھی اس محیر العقول واقعہ پر یقین کرنے کیلئے آمادہ نہیں تھا لیکن جب شہر کے باشندے تالاب کے کنارے جمع ہوئے تو انہیں اس خبر پر اعتبار کرنا پڑا کہ صدیوں پرانا ذخیرۂ آب ختم ہو چکا ہے۔ جن سپاہیوں نے اپنی آنکھوں سے ''اناساگر'' کو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے کوزے میں سمٹتے دیکھا تھا، وہ وحشت زدہ سے پرتھوی راج کے سامنے کھڑے تھے اور گریہ وزاری کے انداز میں اپنے حکمران سے کہہ رہے تھے۔

''مہاراج! ہم شرمندہ ہیں کہ آپ کے حکم کی تعمیل نہ کر سکے، لیکن اس کوتاہی میں ہمارے ارادوں کو کوئی دخل نہیں تھا، وہ سادھو اتنا بڑا جادوگر ہے کہ ہماری شمشیریں تک بے نیام نہ ہو سکیں۔ ہمارے ہوش و حواس، دست و بازو، جوش و خروش، عزم و شجاعت سب اس کے طلسم کے زیرِ اثر تھے۔ ہم اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کر سکے۔ اے راجپوتوں کے عظیم سردار! ہمیں معاف کر دیجئے کہ ہم بے قصور ہیں۔'' راجپوت سپاہیوں کی آواز خوف و دہشت سے لرز رہی تھی۔

خود پرتھوی راج بھی یہ اطلاع پا کر سراسیمہ ہو گیا تھا مگر وہ ان سپاہیوں کی موجودگی میں اپنی فکر و پریشانی کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا، اس لئے کچھ دیر خاموش رہا...... پھر اناساگر پر متعین فوجیوں کو سخت سست کہہ کر دربار سے رخصت کر دیا اور دوسرے ہی لمحے اپنے چند رازدار مشیروں کو لے کر خلوت میں چلا گیا۔ پرتھوی راج ایک مسلمان فقیر کے بڑھتے ہوئے

اثرات سے خائف تھا۔ اس نے فوری طور پر اس مشکل کا حل تلاش کرنا چاہا، لیکن مشیروں نے اسے صبر وضبط کی
ان کے خیال میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا مقابلہ صرف ہندوستان کے بڑے جادوگر ہی کر سکتے تھے اور اس
سے چشم پوشی کرنی چاہیے تھی تاکہ مسلمان فقیر اپنی روحانی طاقت کے سلسلے میں حد سے زیادہ خود اعتمادی کا شکار ہو جائے
پھر عالمِ بے خبری میں ساحروں کے ذریعے اس کا کام تمام کر دیا جائے۔ پرتھوی راج کو اپنے مشیروں کی یہ تجویز پسند آئی اور
اس نے فوری طور پر حضرت خواجہؒ کی خدمت میں معززینِ شہر کا ایک وفد روانہ کر دیا۔

اجمیر کے چند سر برآوردہ افراد نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے سپاہیوں کے گستاخانہ رویے پر معافی
مانگی اور اس کے ساتھ درخواست کی کہ ''اناساگر'' کی سابقہ حالت بحال کر دی جائے۔ ورنہ بہت سے انسان پیاسے مر
جائیں گے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کافروں کی اس شرارت سے باخبر تھے، مگر آپؒ نے اسلام کی رواداری اور
رحمی کا شاندار مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

''یہ تو حق کے نافرمانوں کیلئے ایک ہلکی سی تنبیہہ تھی ورنہ ہمارا مذہب تو کسی کتے کو بھی پیاس سے تڑپتا ہوا نہیں
دیکھ سکتا،'' یہ کہہ کر آپؒ نے خادم کو حکم دیا برتن کا پانی تالاب میں واپس ڈال دیا جائے۔

خادم اپنے پیرومرشد کے حکم کی تعمیل کیلئے ''اناساگر'' کی طرف روانہ ہوا تو آپؒ نے راجپوت قوم کے نمائندوں
سے دوبارہ فرمایا۔ ''قدرت بار بار سرکشوں کو مہلت نہیں دیتی، اس سے پہلے کہ تمہارے آباء واجداد کی زمین تم پر تنگ ہو
جائے بت پرستی کو چھوڑ کر خدائے واحد پر ایمان لے آؤ۔''

راجپوتوں کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ یہ کوئی احساسِ ندامت نہیں تھا دراصل وہ حضرت خواجہ چشتیؒ سے نظریں ملاتے
ہوئے ڈرتے تھے کہ کہیں وہ بھی اپنے دوسرے ہم مذہبوں کی طرح مسلمان فقیر کے جادو کا شکار نہ ہو جائیں۔ حضرت خواجہؒ
اپنا فرض پورا کر چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی زمین پر فساد برپا کرنے والوں نے محبت کا یہ پیغام سنا، مگر ان کی نفرتیں کچھ اور شدید
ہو گئیں۔ وہ اپنے سینوں میں سازش وانتقام کی آگ روشن کیے ہوئے چلے گئے۔

جب وہ لوگ واپسی پر ''اناساگر'' کے قریب سے گزرے تو پہلے کی طرح پورا تالاب پانی سے بھرا ہوا تھا۔ بت
پرستوں کے ذہن جلنے لگے اور وہ اسی حالت میں پرتھوی راج کے سامنے حاضر ہوئے اور اپنے حکمران کو تمام صورتحال سے
آگاہ کیا۔ دوبارہ تنہائی میں مشورے ہونے لگے۔ بہت غور وفکر کے بعد حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے مقابلے کے لیے
شادی دیو کا انتخاب کیا گیا۔ ''شادی دیو'' ایک دراز قامت اور تنومند جادوگر اجمیر کے سب سے بڑے مندر کا پجاری تھا۔
اپنے طاقتور جسم اور ساحرانہ کمالات کے باعث ایک دیو کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ آس پاس کے علاقوں میں
شادی دیو کے نام سے مشہور ہو گیا۔ پرتھوی راج نے اس نازک مرحلے پر شادی دیو کو طلب کر کے ہندو مذہب کو درپیش
خطرات کا ذکر کیا اور ساتھ ہی اس سے درخواست کی کہ وہ اپنے جادو کی بے پناہ طاقت کے سہارے دیوتاؤں کی بستی کو
مسلمانوں کے وجود سے پاک کر دے۔

شادی دیو نے اپنے سفلی علوم کے ذریعے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا روحانی مقام جاننے کی کوشش کی۔





...کی محنت کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ مسلمان فقیر کو آسانی سے شکست نہیں دی جاسکتی۔ شادی دیو نے اپنے تابع
...کو طلب کیا۔ ایک شیطان نے اس سے سرگوشی کی۔ شادی دیو کے چہرے پر مسرت وشادمانی کے گہرے سائے رقص
...لگے۔ اس نے پرتھوی راج کو خوشخبری سنائی کہ بالآخر وہ مسلمان درویش پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائے گا۔
...نے چین کی سانس لی اور شادی دیو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے فیصلہ کن جنگ لڑنے کی تیاریاں کرنے لگا۔

شادی دیو نے مختصر سے عرصے میں اپنے چیلوں کو نئے منتر سکھائے اور پھر ساحروں کی فوج لے کر اس طرف
...جہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ قیام فرماتے۔ جیسے ہی جادوگروں کی یہ جماعت حق پرستوں کے قریب پہنچی تو وہ
...جو نئے نئے حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے کچھ گھبرا سے گئے۔ ان لوگوں نے ڈرتے ڈرتے حضرت خواجہؒ سے
...آرہے ہیں انہیں روکیں۔

''وہ پہلے بھی آئے تھے اور ناکام ہو کر چلے گئے تھے۔ اب ان کی دوبارہ آمد سے ہمارے کاموں میں کیا خلل
...گا؟'' حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اطمینان سے فرمایا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔

شادی دیو نے اپنا جنگی منصوبہ اس طرح ترتیب دیا تھا کہ وہ اور اس کے ساتھ بہت سے چیلے طلسم پڑھتے ہوئے
...خواجہؒ کی طرف بڑھ رہے تھے یہاں تک کہ ایک خاص فاصلے پر تمام جادوگر ٹھہر گئے۔ شادی دیو نے ان سے آگے
...کیلئے کہا مگر اس کے چیلے یہ کہہ رہے تھے کہ یہاں سے آگے جانے کی ان میں طاقت نہیں ہے۔ دراصل وہ یہ چاہتے
...کہ شادی دیو مسلمانوں پر حملہ آور ہو اور وہ اس کی مدد کیلئے پچھلی صف میں رہ کر اپنے جادو کا استعمال کرتے رہیں۔ شادی
...اپنی ساحرانہ قوت کے نشے میں ڈوبا ہوا تھا اس لئے وہ بے اختیار آگے بڑھا اور ساتھ ہی اپنے پیروکاروں کو ہدایت بھی
...کرتا گیا کہ وہ مسلسل منتروں کا ورد کرتے رہیں۔ اس طرح جو مسلمان اس کے حملے سے فرار ہو کر اس طرف آئے گا جل کر
...ہو جائے گا۔ عجیب منصوبے تھے اور عجیب خوش فہمیاں تھیں۔

من در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

ترجمہ: میں کس خیال میں الجھا ہوا ہوں اور آسمان کیا سوچ رہا ہے۔

شادی دیو حالتِ قہر میں اپنے ساحرانہ کمالات کا مظاہرہ کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں آگ برسا
...رہی تھیں اور منہ سے بھڑکتے ہوئے شعلے نکل رہے تھے۔ یہ ایک دہشت انگیز منظر تھا اور اس کی ہولناکی میں شادی دیو کی
...گرجدار آواز نے مزید اضافہ کر دیا تھا۔

مسلمان سن لیں کہ ان کی موت کا وقت قریب آ گیا ہے جب تک میں خاموش رہا تم عافیت میں رہے...... مگر
آج میں نیند سے جاگ گیا ہوں اور میری یہ بیداری دیوتاؤں کے دشمنوں کو ہلاک کر ڈالے گی۔ شادی دیو اس قسم کی لاف
...زنی کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا لیکن ابھی اس نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا ہوگا کہ وہ اچانک رک گیا۔ اس کے منہ اور آنکھوں سے
...نکلنے والے شعلے یکایک بجھ گئے۔ شادی دیو چند لمحوں تک حیرت زدہ کھڑا رہا۔ پھر اس نے چیختے ہوئے آگے بڑھنے کی
کوشش کی مگر اپنے جسم کو جنبش تک نہ دے سکا۔ دوسری بار چیخنا چاہا تو زبان بھی ساکن ہو گئی۔ شادی دیو کے معاون جادوگر

اپنے گرو کی اس خاموشی کو کسی نئی حکمت عملی سے تعبیر کر رہے تھے اور خود زور زور سے ان منتروں کو پڑھ رہے تھے ان کی ایک طویل عرصے تک مشق کرائی گئی تھی۔

اس دوران حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ جب مریدوں نے شادی دیو اور اس کے ساتھیوں کے حملے کی اطلاع دی تو آپ اپنی خانقاہ سے باہر تشریف لائے۔ کچھ فاصلے پر شادی دیو سا کھڑا ہوا تھا۔ حضرت خواجہؒ نے اسے ایک نگاہِ جلال سے دیکھا۔

شادی دیو کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ بلند آواز میں ''رحیم رحیم'' پکارنے لگا۔ صدیوں سے ''رام رام'' کرنے والی بت پرست جماعت کا ایک باکمال فرد اپنی آبائی زبان بھول گیا تھا اور ایک ایسے کلمے کو بار بار دہرا رہا تھا جس سے کچھ دیر پہلے تک اس کے ہونٹ نا آشنا تھے۔

جب شادی دیو کے شاگردوں نے اپنے استاد کا یہ حال دیکھا تو غصے سے بے قابو ہو گئے اور شدید وحشت کے عالم میں ہذیان بکنے لگے۔ پھر انہیں جس قدر نازیبا الفاظ یاد تھے وہ سب کے سب شادی دیو کے نام کے ساتھ منسوب کر دیئے۔ شادی دیو بہر حال اپنی قوم کا معزز ترین فرد تھا۔ اس لئے دشنام طرازی برداشت نہ کر سکا۔ آگے بڑھنے کے بجائے وہ پیچھے کی طرف پلٹا اور جو لکڑی اور پتھر اس کے سامنے آیا وہ اپنے شاگرد جادوگروں پر برسانے لگا۔ یہ بڑی عجیب تبدیلی تھی۔ اہلِ باطل کی ساری تدبیریں خود انہیں پر الٹ دی گئیں تھیں۔ شادی دیو نے اپنے کئی ساتھیوں کو ہلاک کر دیا اور جو باقی بچے، وہ فرار ہو گئے۔

شادی دیو کا جنون بڑھتا جا رہا تھا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اس کی بگڑتی ہوئی کیفیت دیکھی تو ایک خادم کے ہاتھ پانی کا ایک پیالہ بھر کر بھیجا۔ جیسے ہی شادی دیو نے وہ پانی پیا کفر کی ساری تاریکیاں دل و دماغ سے مٹ گئیں اور وہ بڑے عقیدت مندانہ انداز میں حضرت خواجہؒ کی قدم بوسی سے سرفراز ہوا۔ خدا پرستوں کی صف میں ایک اور کلمہ گو کا اضافہ ہو گیا تھا۔ دوسری طرف کفر کے قلعے میں ایک اور گہرا شگاف پڑ گیا تھا۔

جب پرتھوی راج چوہان نے ہندو دھرم کے رکھوالوں کی تازہ شکست کا احوال سنا تو اس کے ماتھے پر بے شمار شکنیں ابھر آئیں اور وہ قہر آلود لہجے میں اپنے مشیروں سے کہنے لگا: میں آخر کب تک اس آفت ناگہانی کو برداشت کرتا رہوں گا۔ اگر پہلے ہی میری تجویز پر عمل کر لیا گیا ہوتا تو آج ذلت و رسوائی کے یہ مناظر سامنے نہ آتے۔ بس اب میرے صبر و ضبط کی انتہا ہو چکی ہے۔ اسی وقت فوج کو حکم دو کہ ان مٹھی بھر بھکاریوں کا نام و نشان مٹا کر راجپوتوں کی دھرتی کو پاک کر دے۔ پرتھوی راج اس طرح بول رہا تھا جیسے میدانِ جنگ میں اعلیٰ نسل کا گھوڑا زخمی ہو کر بے لگام ہو جائے۔

مشیروں نے بڑے تدبر سے پہلے اپنے حکمران کا غصہ ٹھنڈا کیا اور پھر مسلمانوں سے نجات پانے کیلئے نئی تجویز پیش کی۔ ''شادی دیو کے ذریعے ہم نے اپنی جنگ کا آغاز کیا تھا۔ ابھی یہ معرکہ اپنے انجام کو نہیں پہنچا ہے۔ ابھی ہمارے ترکش میں کئی زہریلے تیر باقی ہیں جب تک جوگی جے پال زندہ ہے ہمیں اپنی فتح سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔''

جوگی جے پال کا نام سنتے ہی پرتھوی راج کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ جوش و غضب میں اس عظیم جادوگر کو



...تھا جس سے خود اسے بھی بڑی عقیدت تھی۔ پرتھوی راج نے فوری طور پر جے پال سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی ... بعد ہی چند تیز رفتار سپاہی اپنی امید کے آخری مرکز کی طرف دوڑ رہے تھے۔ جوگی جے پال اجمیر کے مضافاتی ... میں رہتا تھا اسے سحر و طلسم میں وہ مہارت حاصل تھی کہ پورے ہندوستان میں جے پال کا کوئی دوسرا حریف موجود ... تھا۔ ہزاروں جادوگر اس کے شاگرد تھے۔

جوگی جے پال جیسے ہی پرتھوی راج کے کمرے میں داخل ہوا، اجمیر کا حکمران اپنی نشست سے اٹھ کر اس کے استقبال کے لیے آگے بڑھا۔ جے پال نے جواب میں پرتھوی راج کو صحت و زندگی اور مسرت و کامرانی کا آشیرباد دیا۔ ... نے بے وقت طلبی کا سبب پوچھا۔ پرتھوی راج نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی آمد سے شادی دیو کی شکست ... کے واقعات تفصیل سے سنا دیئے۔ جوگی جے پال کو حضرت خواجہؒ کی روحانی عظمت کا اندازہ نہیں تھا اس لئے نہایت غرور کے انداز میں کہنے لگا۔

پورے ہندوستان میں میرے علم کی حکومت ہے۔ میں یہاں بیٹھے بیٹھے جسے چاہوں اسے اُس کے عہدے سے ... ول کر دوں اور جسے چاہوں اقتدار سونپ دوں۔ مجھے خود اپنی غفلت پر افسوس ہے کہ میں گرد و پیش سے بے خبر رہا اور ... مسلمان فقیر نے میری مملکت میں اتنا بڑا ہنگامہ کھڑا کر دیا؟ یہ کہتے کہتے جوگی جے پال جوش و غضب سے کانپنے لگا۔ آج ... والوں کا اس زمین پر آخری دن ہے۔ میں انہیں ایسا سبق دوں گا کہ پھر کبھی کوئی اچھوت اس پوتر استھان (مقدس مقام) کا رخ نہیں کرے گا۔ جوگی جے پال کا تکبر اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ وہ پرتھوی راج کے خلوت کدے سے اس طرح اٹھا ... واقعتاً پورا ہندوستان اس کے زیر نگیں ہو اور وہ ایک نافرمان غلام کو سخت ترین سزا دینے جا رہا ہو۔

جوگی جے پال نے پہلے اپنے شاگردانِ خاص کو حکم دیا کہ وہ مسلمان فقیر اور اس کے خدمت گاروں کا کام تمام کر ... دیں۔ اس ہدایت کے ملتے ہی تقریباً پانچ سو جادوگروں نے بیک وقت اپنے ساحرانہ کمالات کا آغاز کیا۔ ناگہاں ... باشندگانِ اجمیر نے دیکھا کہ پہاڑیوں سے آگ کے شعلے بلند ہوئے اور یہ شعلے تیزی سے اس طرف سفر کرنے لگے جہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ قیام فرماتے۔ پرتھوی راج اور اس کے درباری، جادوگروں کی اس شعبدہ بازی سے مطمئن نظر آ رہے تھے مگر انہیں یہ خبر نہیں تھی کہ یہ آگ حضرت خواجہؒ تک پہنچنے سے پہلے ہی بجھ جاتی تھی۔ اپنے اس حربے کی ناکامی کے بعد جوگی جے پال کے چیلوں نے لاکھوں سانپ پیدا کر دیے۔ جو پھن اٹھائے ہوئے اس طرح بڑھے جیسے مسلمانوں کے جسموں میں اپنا زہر داخل کر کے انہیں ہلاک کر ڈالیں گے لیکن جادو کے ذریعے پیدا ہونے والے ان سانپوں کا بھی وہی حشر ہوا جو کچھ دیر پہلے بھڑکتی ہوئی آگ کا ہو چکا تھا۔ تمام سانپ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے قریب پہنچ کر سر پٹختے ... اور دوسرے ہی لمحے غائب ہو جاتے تھے۔ جادوگروں کے دونوں خوفناک ترین مظاہروں کی ناکامی کے بعد شاگردوں نے استاد کے سامنے اعترافِ شکست کر لیا۔

جوگی جے پال کو آج تک ایسی نامرادی اور بے چارگی سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ اس لئے شدید حالتِ غضب میں اپنے چیلوں کو برا بھلا کہتا ہوا حضرت خواجہ کی طرف بڑھا اس وقت وہ اکیلا تھا۔ جب مسلمان راجپوتوں نے جے پال کو

آتے دیکھا تو اپنے پیرومرشد سے عرض کرنے لگے۔

یہ تمام ساحروں کا گرو اور پرتھوی راج کی امیدوں کا آخری سہارا ہے۔

جواب میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے فرمایا: جس خدا نے دوسرے جادوگروں کو تحقیر آمیز [illegible] ہے وہی جے پال کو بھی ذلیل ورسوا کرے گا۔ ابھی آپ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے کلمات کی گونج باقی تھی [illegible] پال نزدیک آگیا۔

میں جوگی جے پال ہوں اس نے آتے ہی اپنا تعارف کروایا اور بلند وبانگ دعوے شروع کر دیے۔ [illegible] کے تمام دریاؤں، پہاڑوں، جنگلوں اور شہروں پر میری حکومت ہے۔ اس سے پہلے کہ میں تم بے یارومددگار لوگوں پر [illegible] قہر کی طرح نازل ہو جاؤں بہتر ہے کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ میں تمہیں فرار کیلئے راستہ دے دوں گا اور اب تک تم [illegible] پر جس قدر ہنگامے برپا کر چکے ہو ان کا حساب طلب نہیں کروں گا۔

ہم یہاں سے جانے کے لیے نہیں آئے ہیں' اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ آسمانی قہر کس پر نازل ہوگا؟

بس ایک اسی کا دعویٰ سچا ہے باقی تمام وہم وگمان ہے' حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اپنے اللہ کی [illegible] بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

جوگی جے پال ایک خدا پرست کی بے نیازی پر بھڑک اٹھا۔ اس نے اپنے ایک ہاتھ کو فضا میں [illegible] یکایک لوگوں نے دیکھا کہ ایک رسی برآمد ہوئی جس کا ایک سرا زمین پر اور دوسرا تاحد نظر آسمان کی وسعتوں میں گم [illegible] پال نے اس رسی پر چڑھنا شروع کر دیا۔ تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہندوستان کا سب سے بڑا جادوگر حضرت خواجہ [illegible] دوبارہ مخاطب ہوا۔ میں آسمان کی طرف جارہا ہوں وہاں سے برق کی شکل میں میرا عذاب نازل ہوگا۔ یہ کہہ کر [illegible] اوپر چڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ فلک نیلگوں نے اسے نگل لیا۔ رسی بدستور موجود تھی مگر جے پال غائب تھا۔

جوگی جے پال کے روپوش ہوتے ہی حضرت خواجہؒ نے اپنی نعلین کو اتارا۔ جیسے ہی آپ نے نعلین کو اتارا [illegible] نے فضا میں پرواز شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ حضرت خواجہؒ کے نعلین جوگی جے پال کے سر پر [illegible] ہنی گرز کی طرح برس رہے تھے۔ یہاں تک کہ جے پال اپنے ساحرانہ کمالات کے باوجود بڑی ذلت ورسوائی کے ساتھ واپس آیا اور کھلے الفاظ میں شکست تسلیم کرنے لگا۔ پھر اس نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے پائے مبارک پر سر رکھتے ہوئے کہا۔ جس شخص کو سارے ہندوستان کے جادوگر تلاش نہیں کر سکتے تھے اسے ایک مسلمان کے جوتوں نے [illegible] کی پستیوں میں دھکیل دیا۔ میری ساری عمر کی یہ ریاضت تھی جو چند لمحوں میں برباد ہوگئی۔

اتنا کہہ کر جے پال رونے لگا۔ فرط ندامت سے اس کا سر نہیں اٹھتا تھا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اسے تسلی دینے کیلئے محبت آمیز لہجے میں فرمایا۔ جس علم کی کوئی حقیقت [illegible] نہیں اس کی بربادی پر انسان کو غمزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ دنیا میں صرف خدا پرستوں کی بات حق ہے اور بالآخر حق کو ساری کائنات پر غلبہ حاصل ہوکر رہے گا۔ آپ کے ان فرمودات کے بعد جے پال کے دل ودماغ کی تاریکی دور ہوگئی اور اس



[illegible] بلند کلمہ طیبہ پڑھ کر اپنے آباؤاجداد کی صدیوں پرانی رسم کو پامال کر ڈالا۔

قبول اسلام کے بعد حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے جوگی جے پال کا نام عبداللہ صحرائی تجویز کیا۔ آج [illegible] وہند کے بے شمار خوش عقیدہ لوگ اس روایت پر اعتبار کرتے ہیں کہ جے پال نے حضرت خواجہ کی خصوصی دعا [illegible] حیات دوام حاصل کی تھی۔ وہ اس وقت بھی زندہ ہے لیکن کسی کو ظاہری آنکھ سے نظر نہیں آتا۔ حضرت خواجہ معین [illegible] چشتیؒ کے عرس مبارک میں ہر سال لاکھوں انسان شریک ہوتے ہیں اور جب ان میں سے کوئی شخص تاراگڑھ کی [illegible] کے پُر پیچ راستوں میں بھٹک جاتا ہے تو جے پال (عبداللہ صحرائی) اس گم کردہ راہ زائر کی رہنمائی کرتا ہے۔ [illegible] لوگوں کے نزدیک یہ ایک متنازع مسئلہ ہے۔ ہم بھی اس پر کوئی بحث نہیں کرتے کہ جے پال مرگیا یا زندہ جاوید [illegible]

خدا علیم وخبیر ہے، وہی اپنے رازوں کو بہتر سمجھ سکتا ہے۔ اس واقعے کو بیان کرنے سے ہمارا مقصد صرف اتنا ہے [illegible] ہندوستان کی جو طاغوتی قوتیں بظاہر ناقابل شکست نظر آتی تھیں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی ایک جنبش ابرو نے [illegible] سخر کر لیا تھا اور پھر وہ مغلوب ہوکر حلقۂ اسلام میں داخل ہوگئی تھیں۔ بڑے سے بڑا تنگ نظر اور متعصب ہندو تاریخ [illegible] بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے سامنے جوگی جے پال کی تمام ساحرانہ [illegible] توتیں سلب ہوکر رہ گئیں تھیں اور وہ خدائے واحد کی قدرت لازوال پر ایمان لے آیا تھا۔ بس یہی نکتہ یاد رکھنے کے [illegible] ہے کہ جب ایک مرد حق پرست نے بت خانہ ہند میں اذان دی تھی تو سارے قوی الجثہ اصنام ...... منہ کے بل گر کے "ھو اللہ احد" کہنے لگے۔

چشتی سلسلے کے ہی فیض یافتہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ جن کا لقب تھا "محبوب الٰہی" اس لقب کے ساتھ [illegible] ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ہر وہ صفت جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے وہ آپ میں موجود تھی اسی لیے "محبوب الٰہی" کے لقب سے [illegible] مشہور ہوئے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے پوری زندگی سلاطین ہند کی رفاقت کو پسند نہیں فرمایا اور اپنے لیے غربت، سادگی اور [illegible] فاقہ کشی کو ترجیح دی۔ آپ کے دروازے غربا اور مساکین کے لیے ہمیشہ کھلے رہے۔ اگر کسی سائل نے درشت لہجے میں بھی [illegible] بات کی تو آپ نے خندہ پیشانی سے جواب دیا اور اس کی مدد فرمائی۔

علم روحانیت کی عظمتوں کو آشکار کرنے کے لیے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے حوالے سے بھی ایک ایسا [illegible] واقعہ مشہور ہے کہ جس کو تاریخ میں سند کی حیثیت حاصل ہے۔

سلاطین زمانہ کی طرح سلطان غیاث الدین تغلق جو اس زمانے میں وہاں کا بادشاہ تھا اس کی بھی یہ خواہش تھی کہ [illegible] دوسرے درویشوں اور صوفیوں کی طرح حضرت نظام الدین اولیاءؒ بھی ان کے دربار میں آئیں مگر جب اسے اندازہ ہوا کہ [illegible] محبوب الٰہی کسی بھی حال میں اس چیز کو پسند نہیں کرتے تو اس نے انہیں ایک قہرنامہ تحریر کیا کہ "نظام الدین! اب تمہارا وجود [illegible] میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میری سلطنت کی حدود سے بلاتاخیر نکل جاؤ۔ میں دشمنوں کی [illegible] سرکوبی کے لیے لکھنوتی (بنگال) جارہا ہوں جس میں تقریباً دو ماہ لگ جائیں گے۔ میرے واپس آنے تک تم یہ جگہ چھوڑ کر

کہیں اور چلے جاؤ۔ اس سے زیادہ میں تمہیں مہلت نہیں دے سکتا۔ اگر تم نے یہ علاقہ خالی نہ کیا تو میں تم سب کو عبرت ناک سزا دوں گا۔''

خواجہ اقبال نے محبوب الٰہی کی مجلس میں یہ قہر نامہ پڑھا۔ حضرت امیر خسروؒ سلطان غیاث الدین تغلق کی کینہ پروری سے واقف تھے۔ انہوں نے اپنے شیخ کے حضور درخواست کی کہ سلطان کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے کوئی احتیاطی تدبیر کرنا بہت ضروری ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا:

''خسرو! اب تغلق کو راہِ راست پر نہیں لایا جاسکتا۔''

حضرت محبوبِ الٰہی اللہ تعالیٰ کے سچے عاشق تھے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسے اور توکل کے اعلیٰ ترین مقام پر تھے چنانچہ آپ قطعاً پریشان نہیں ہوئے۔ آپ نے قلم دوات منگوائی اور سلطان کے فرمان کو زمین پر رکھ کر اس کی پیشانی پر مختصر الفاظ تحریر کیے: ''ہنوز دلی دور است''

یعنی ابھی دلی دور ہے اس وقت سلطان جنگی مہم پر روانہ ہو چکا تھا۔ جب شاہی قاصد سلطان کے حکم نامے پر تحریر کردہ جواب لے کر سلطان کی خدمت میں پہنچا تو یہ تحریر دیکھ کر سلطان نے انتہائی غیظ و غضب کے عالم میں اپنے امرا کے سامنے کہا:

''شیخ نظام الدین اب میرے قہر سے نہیں بچ سکیں گے۔ میں انہیں بتاؤں گا کہ دلی مجھ سے دور نہیں، میرے قدموں کے نیچے ہے۔''

سلطان فوجی مہم میں کامیاب و کامران ہو کر واپس دلی کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت امیر خسروؒ نے شدید اضطراب کی حالت میں اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں عرض کی:

''سیدی! سلطان اپنے ناپسندیدہ افراد کو کبھی معاف نہیں کرتا۔ غلام نہیں چاہتا کہ اس کے آقا کو معمولی سی بھی تکلیف پہنچے۔''

حضرت محبوب الٰہی نے تبسم فرمایا اور کہا: ''خسرو اپنے ذہن کو پریشان نہ کرو۔ ہنوز دلی دور است۔''

جس وقت یہ اطلاع ملی کہ سلطان غیاث الدین تغلق دہلی سے تقریباً چار پانچ میل کے فاصلے پر شہزادہ محمد تغلق کے بنوائے ہوئے نئے محل کے قریب پہنچ چکا ہے تو حضرت امیر خسروؒ حضرت محبوب الٰہیؒ کے ہاتھ پکڑ کر رونے لگے اور عرض کیا:

''اب تو دلی زیادہ دور نہیں ہے۔''

حضرت محبوبِ الٰہیؒ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ ''ہنوز دلی دور است۔''

تقریباً اسی وقت جبکہ سلطان غیاث الدین شہزادہ محمد تغلق کے بنوائے ہوئے محل میں موجود تھا۔ محل کی چھت اچانک اس کے سر پر گر پڑی اور سلطان اس کے ملبے میں دب کر ہلاک ہوگیا۔ پورے ہندوستان میں یہ خبر پھیل گئی کہ حضرت محبوبِ الٰہیؒ کو دہلی سے نکل جانے کا حکم دینے والا سلطان دنیا سے ہی رخصت ہوگیا ہے۔ شہزادہ محمد تغلق پر اس واقعہ کا



گہرا اثر ہوا۔ چنانچہ جب اس نے عنانِ حکومت سنبھالی تو اس نے حضرت محبوب الٰہیؒ کو ہمیشہ انتہائی عقیدت اور عزت و احترام کی نظر سے دیکھا۔

ان تمام واقعات پر غور و فکر کرنے کے بعد اس امر کا اندازہ لگانا چنداں مشکل و محال نہیں کہ اس کائنات میں پائے جانے والی تمام مادی قوتوں سے سپریم قوت روحانیت کی قوت ہے کہ جس سے انکار و مفر کسی صورت بھی ممکن نہیں، یہ روحانی قوت شیطانی بھی ہوسکتی ہے اور رحمانی بھی۔ اور یہ بات ان تاریخی واقعات سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جوگی جے پال یا شادی دیو نے جو روحانی طاقت کا مظاہرہ کیا یہ شیطانی قوتوں کے زیرِ اثر تھا لیکن اس کے بالمقابل جو قوت استعمال کی گئی وہ رحمانی قوتوں کے سفیر کی روحانیت کا کمال تھا۔ یہاں ایک بات قابلِ غور ہے اس کی جانب اپنے قارئین کی توجہ مبذول کروانا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ہر دور میں شیطانی قوتوں کے نمائندے بھی موجود رہے اور رہیں گے اور رحمانی قوتوں کے پیامبر بھی۔

شیطانی قوتوں کا ہدف روئے زمین پر فتنہ و فساد اور غارت گری کا بازار گرم کرنا ہے جبکہ بندگانِ رحمان کا مقصود اس کرۂ ارض کو امن و آشتی کا گہوارہ بنا کر ابنِ آدم کو نیابتِ الٰہی کے منصب پر فائز کرنا ہے۔

## روحانیت اور عصرِ حاضر

جب ہم اپنے ماحول اور معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمارا مشاہدہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جس سوسائٹی میں ہم رہ رہے ہیں وہاں مذہبی بیزاری ہر گزرنے والے دن کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاً تو لوگ زندگی کی بے پناہ مصروفیت کی وجہ سے ویسے ہی مذہب سے دور ہیں۔ اور جو لوگ کسی نہ کسی طرح مذہب کے اندر ہیں ان میں بھی روحانیت کا فقدان ہے۔ آپ خود دیکھیں کہ جو لوگ نمازیں، روزے، حج، زکوٰۃ جیسے اعلیٰ روحانی اعمال بجا لا رہے ہیں کیا ان سے ان کے اندر ہمیں کوئی روحانی اور اخلاقی ترقی نظر آتی ہے۔ ہمارا عمومی مشاہدہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جو لوگ ان پر ستر ستر سال سے عمل کر رہے ہیں ان میں سے بھی ایک غالب اکثریت روحانیت سے خالی نظر آتی ہے۔ جب ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں تو پھر ہمیں خود احتسابی کر کے اس حقیقت کو درک کرنا ہوگا کہ کیا یہی بے جان نمازیں اور روزے اور زیادہ عبادات اور اعمالِ صالح روحانی ترقی کے لیے کافی ہو سکتے ہیں؟ اگر ہو سکتے ہیں تو ہمیں یہ کافی کیوں نہیں ہو رہے ہم روحانی اور اخلاقی ترقی کے بجائے تنزلی کی طرف کیوں جا رہے ہیں؟

اس تجزیے کے بعد ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ایک تو ہم ان چیزوں کے کوائف اور اصول کو سمجھے بغیر عمل کر رہے ہیں اور ساتھ ہی ہمارے طریقہ کار میں کہیں نہ کہیں نقص موجود ہے۔ اور ہماری عبادات میں کسی نہ کسی چیز کی کمی ضرور ہے۔

اس حقیقت کو ہمیشہ یاد رکھیے گا جس نظام کو دین کہا جاتا ہے ہمیشہ اس کے دو پہلو ہوا کرتے ہیں۔

1- مادی اور ظاہری و دنیاوی پہلو

2- روحانی اور باطنی پہلو

دنیاوی پہلو میں معاشرتی، عمرانی و اخلاقی حدود اور قوانین Apply ہوتے ہیں جن کی افادیت بالواسطہ معاشرے اور معاشرے کے افراد کو پہنچتی ہے اور بالواسطہ انسان کی ذات کو۔

علمائے اخلاقیات کا یہ کہنا کہ اخلاقیات کی کوئی آفاقی افادیت نہیں ہے کیونکہ یہ انسان کو فطری شر سے نہیں بچاتی یعنی دنیا میں کوئی آگ ایسی نہیں ہے جو ایک برے انسان کو جلائے اور نیک انسان کو نہ جلائے۔

اس حوالے سے ہمارا نظریہ یہ ہے کہ جو چیز آفاقی قوانین کیلئے بنی ہی نہیں اسے وہاں اپلائی کرنا بھی حماقت ہے بلکہ اخلاقیاتی، عمرانیاتی و معاشرتی قوانین واحکامات کی سب سے بڑی افادیت یہ ہے کہ ان کے رواج ونفاذ سے انسان خود انسان کے شر وضرر سے محفوظ رہتا ہے اور اس سے بڑی افادیت کیا ہوسکتی ہے کہ انسان خود اپنی نوع کے شر سے محفوظ ہو جائے۔ لیکن اس کی ایک اخروی افادیت بھی ہے وہ یہ کہ ایک انسان جب دوسرے کو ضرر اور نقصان پہنچاتا ہے تو اس کی آخرت میں ایک سزا معین ہے' انسان اخلاقی احکامات کی پابندی کرکے اس سزا سے بھی بچ جاتا ہے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ عصرِ حاضر کا انسان مذہب، دین، عقیدہ و عبادات سے بددل نظر آتا ہے ہم اگر اس کی وجوہات پر غور کریں تو اس کی ایک طویل فہرست ہے۔ مگر میں یہاں چند ایک آپ کے سامنے رکھوں گا اور ان کا اجمالی حل بھی پیش کروں گا۔

1- پہلی وجہ یہ ہے کہ مذہبی اجارہ دار کہتے ہیں کہ اس زندگی میں عمل کرتے رہو' جزا آخرت میں ملے گی' یعنی محنت کا ثمر اس زندگی میں نہیں مل سکتا' اس طرح یہ ادھار بھی ہوتا ہے اور لمبا بھی۔ ان مذہبی اجارہ داروں کا یہ کہنا ان کی مجبوری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ علمِ روحانیت سے قطعی طور پر نابلد ہیں۔

2- مذہبی پیشوا نیکی کا جو راستہ بتاتے ہیں وہ اتنا لمبا ہوتا ہے کہ انسان عمرِ نوح بھی پائے اور ساری زندگی کوشش بھی کرتا رہے تو منزل تو کجا کسی سنگِ میل کو بھی نہیں دیکھ پاتا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں علمِ روحانیت انسان پر حقیقتوں کو واشگاف کرنے کے لیے آگے بڑھتا ہے۔

3- ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر عام انسان کو ایک زیرو پوائنٹ یا سٹارٹنگ پوائنٹ فرض کرلیا جائے تو اس سے اوپر جانا نیکی ہے اور نیچے جانا برائی ہے۔ یعنی برائی پستی کی طرف ہے اور نیکی بلندی کا نام ہے۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ نیچے جانا آسان ہوتا ہے اور اوپر جانا محنت طلب ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر آپ اگر ایک پہاڑ کی ڈھلوان کے درمیان میں کھڑے ہیں اوپر پہاڑ کی چوٹی اور نیچے گہری کھائی ہو تو آپ دیکھیں گے کہ اوپر جانا محنت اور مشقت طلب کام ہوگا اور نیچے گرنے کیلئے ذرا سے بہانے کی ضرورت ہوگی یعنی ذرا سا پاؤں پھسلا تو آپ نہ چاہتے ہوئے بھی نیچے گرتے چلے جارہے ہونگے۔ اس لیے انسان اوپر جانے سے بددل ہو جاتا ہے۔ کوشش اور محنت کرنے کے بجائے خود کو حالات کے سپرد کردیتا ہے لیکن اگر انسان پر اس حقیقت کو آشکار



کیا جائے کہ اگر وہ محنت کرے گا تو اس کو اس کی محنت کا معقول ثمر ملے گا تو پھر کوئی بھی محنت کو مشکل نہیں سمجھتا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے ہمالیہ کی چوٹیوں کو سر کیا ہے یا ماؤنٹ ایورسٹ اور کے ٹو کی چوٹیوں کو سر کیا ہے کیا انہوں نے محنت نہیں کی ہوگی۔ آپ خود سوچیں کہ اتنی محنت مشقت اور جان جوکھوں کی وجوہات کیا تھیں اس کا ایک ہی جواب ملے گا کہ معقول ریٹرن اور پرکشش معاوضے کی وجہ سے ہی انسان اپنی زندگی کو ایسے خطروں میں ڈالنا پسند کرتا ہے۔ چونکہ ہمارے مذہبی پیشوا لوگوں کو عبادات کی طرف راغب تو کرتے ہیں لیکن ان عبادات کے اندر لوگوں کو کسی قسم کا ریٹرن نظر نہیں آرہا ہوتا اس وجہ سے لوگ مذہب سے بیزار ہیں۔ اگر انہیں بتایا جائے کہ اگر وہ روحانیت میں محنت کریں گے تو اس میں جو معاوضہ ملنا ہے اس کا ہم اندازہ بھی نہیں کرسکتے کہ کتنا ہے اور کس قدر قیمتی ہے۔ کیونکہ عامۃ الناس روحانیت سے ملنے والے معاوضے کو نہیں سمجھتی اس لیے وہ روحانیت سے دور ہیں اور مذہب سے بیزار ہیں یہی وہ مقام ہے کہ جہاں عصرِ حاضر کے گم گشتہ اور بے راہ رو انسان کی رہنمائی صرف ایک ایسا روحانی مرشد ہی کرسکتا ہے کہ جو اسرار روحانیت سے آشنا ہو' جو اسے طمانیت قلبی اور سرور ابدی سے روشناس کرواسکے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ کہ جن کو کسی مرشدِ کامل کا قرب نصیب ہو۔

4- دین سے بددلی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان غلط طریقے اختیار کرنے کی وجہ سے روحانی لذت حاصل نہیں کرسکتا' اس لیے جسمانی مشقت اذیت اور بوجھ بن جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب جسمانی مشقت و اذیت سے روحانی یا ذہنی لذت اور ریٹرن بڑھ جائے تو جسمانی محنت کی اذیت کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً آپ ایک آدمی سے کہیں کہ اگر شدید گرمی کی دوپہر میں 20 کلو لوہے کا ٹکڑا اٹھا کر وہ اپنے گھر تک لے جائے جو وہاں سے 50 کلومیٹر دور ہے تو یہ لوہے کا ٹکڑا اسی کو دے دیا جائے گا۔ تو اس شرط پر کوئی شخص یہ کام کرنے کیلئے تیار نہ ہوگا۔ کیونکہ محنت زیادہ ہے اور معاوضہ کم ہے۔

لیکن اگر آپ اس جگہ 40 کلو سونے کا ٹکڑا دے کر کہیں کہ اب اسے اٹھا کر گھر تک لے جائے تو یہ تمہارا ہے۔ تو ہر آدمی اسے اٹھانے پر تیار ہو جائے گا۔ چاہے اس کا گھر 100 کلومیٹر دور ہی کیوں نہ ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی جسمانی اذیت کے مقابلے میں معاوضہ زیادہ مل رہا ہے اس لیے اس محنت کی اذیت کا احساس ختم ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس سے ملنے والے معاوضے کی قیمت جانتا ہے۔ بالکل اسی طرح اگر انسان کو روحانیت اور تزکیۂ نفس کی محنت سے ملنے والے معاوضے کی قیمت کا اندازہ ہو جائے تو اس کے لیے یہ ساری اذیتیں بے وقعت ہو جائیں جو اسی وقت ممکن ہے کہ جب انسان کسی مرشدِ کامل کے لڑ لگ جائے۔

5- مذہب سے بیزاری کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان جب عبادات کرنا چاہتا ہے تو اسے خشک اور بے رنگ عبادات پر لگا دیا جاتا ہے۔ جب انسان وہ عبادات کوائف اور اس کے اصولوں کے بغیر کرتا ہے تو اسے اس کا روحانی ریٹرن نہیں ملتا۔ وہ کچھ عرصہ وہ اعمال کرتا رہتا ہے' جب دیکھتا ہے کہ اس میں کوئی روحانی ترقی نہیں آرہی تو وہ بددل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسے روحانی لذات کے حصول تک کوئی پہنچانے والا بھی نہیں ملتا۔ کیونکہ بتانے والا بھی صرف لفظوں کی حد تک جانتا ہے۔

دوسری طرف دنیا کی ساری لذتیں نقد ہیں اور آخرت کے معاملات کو ادھار پر ٹالا جاتا ہے۔ اب خود سوچیں
ایک آدمی سے یہ کہا جائے کہ وہ ساری زندگی محنت کرتا رہے اور اسے اس کا معاوضہ اس وقت تک نہ ملے گا جب تک وہ مر نہ
جائے تو کیا ایسے کام کو کوئی پسند کرے گا۔ کیونکہ انسان ویژن ایبل (Visionable) منافع کو پسند کرتا ہے ان دیکھی
چیزوں کا وعدہ اور وہ بھی موت کے بعد کا ہو تو مادیت پسند انسان ایسا کاروبار کیسے کر سکتا ہے؟

اس طرح سارا ماحول اور معاشرہ اس کی ٹانگیں کھینچ رہا ہوتا ہے کہ بیٹے تمہیں اس تجارت سے کچھ ملنے والا نہیں
تم ایک گنہگار اور دنیا پرست آدمی ہو، تمہارا یہ کام نہیں ہے، یہ تو اللہ کے نیک بندے ہی کر سکتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں
ایک اسرارِ روحانیت کا گنجینہ رکھنے والے کسی مرشدِ کامل کی انسان کی زندگی میں ضرورت محسوس ہوتی ہے جو روحانی لذتوں
سے اسے آشنا بھی کروا سکے اور روحانیت کی وادی میں اس کی رہنمائی بھی کر سکے۔

6- مذہب سے بیزاری کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب تک انسان کو کوئی رہنما نہ ملے جو اس کے معاملات روحانیہ
میں رہنمائی کرے اس کے لیے عبادات پر بلا کچھ دیکھے قائم رہنا عموماً ناممکن ہوتا ہے۔ انسان کی یہ تشنگی اس
وقت ختم ہو سکتی ہے جب اس کا رابطہ کسی مرشدِ کامل کے ساتھ ہو۔

7- ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان عبادات کی باضابطہ طور پر کسی روحانی رہنما سے تعلیم حاصل نہیں کرتا بلکہ اس کی تعلیم
کے دو ہی ذرائع ہوتے ہیں ایک تو وہ پروفیشنل علمائے کرام کی تقاریر سے اپنے لیے عبادات منتخب کرتا ہے اور
کوائف جانے بغیر وہ عبادت شروع کر دیتا ہے۔ اور اس کا دوسرا ذریعہ تعلیمی کتابیں ہوتی ہیں حالانکہ ساری دنیا
جانتی ہے کہ دنیا کا کوئی علم بغیر استاد کے کسی کتاب سے حاصل کرنا ناممکن ہے۔ حتیٰ کہ آپ کھانا وغیرہ بھی صرف
کسی کتاب کے ذریعے تیار کرنا نہیں سیکھ سکتے۔ یہ اور بات ہے کہ پہلے سے کسی استاد سے کچھ سیکھا ہوا ہو اور
کتاب میں سے کسی درج شدہ ترکیب کو دیکھ کر آپ کوئی کھانا یا ڈش تیار کر لیں۔

ہمارا مطالعہ یہ کہتا ہے کہ یہ سارا کچھ دنیا پرست لوگوں کا پروپیگنڈہ ہے کہ روحانیت اور روحانی اعمال کا یہاں
ویژن ایبل ریٹرن (Visionable Retrun) نہیں ملتا۔ یقین کریں روحانیت کا یہاں جو ریٹرن ملتا ہے ایک تو وہ ویژن
ایبل Visionable (نظر آنے والا) ہوتا ہے ساتھ ہی انتہائی لذیذ اور قیمتی ہوتا ہے۔ بشرطیکہ آپ اعمال کو روحانی
اصولوں کے مطابق بجا لائیں۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے ہاں لوگ اس حقیقت سے ناآشنا ہیں۔

مالک کائنات انسان کی فطرت کو بنانے والا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ انسان پہلے دیکھے گا پھر مانے گا۔ ورنہ مان
تو لے گا یقین نہیں کرے گا اور اگر یقین کر بھی لے گا تو زیادہ دیر تک وہ یقین قائم نہ رکھ سکے گا۔ اسی لیے اس ذات نے
روحانیات کے ضابطۂ اعمال میں مکاشفات کو لازم قرار دیا ہے۔ ایسا نہیں کہ کچھ بھی دیکھا نہیں جا سکتا۔ عارفین حق کا یہ
دستور رہا ہے کہ وہ اپنے ارادتمندوں کیلئے مکاشفات کے دروازے کبھی کبھی کھول دیتے تھے تاکہ ان کا یقین قائم رہے اور وہ
ابلیس کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہ سکیں۔

ہم ایک اور غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری سمجھتے ہیں جو یہ کہا جاتا ہے کہ روحانیت کا ریٹرن جلدی نہیں ملتا۔ اس



لے سے ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ اس کا ریٹرن دنیاوی کاموں کے ریٹرن سے بہت زیادہ جلدی اور واضح ملتا ہے۔ یہاں
ہم آپ کو ایک مثال دیتے ہیں جس کا آپ نے مشاہدہ بھی کیا ہو گا۔

آپ نے سنا ہو گا کہ فلاں شخص نے فلاں آیت کا چلہ نکالا ہوا ہے، اب جس پر وہ یہ آیت تلاوت کرتا ہے اس کا
فوراً اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ بعض آیات بخار کے لیے مخصوص، بعض آیات دانت درد کے لیے مخصوص ہیں۔ بعض
آیتیں جملہ بیماریوں کے لیے ہوتی ہیں۔

آپ بھی تجربہ کر کے دیکھ سکتے ہیں کہ علم العملیات میں سے کسی عمل کو کر کے دیکھیں اس کا نتیجہ فوراً سامنے آئے
گا۔

قارئین روحانیت کا ایک کام ہوتا ہے عالمِ مافوق الاسباب میں اپروچ Approach کرنا اس کے لیے ہم
آپ کو ایک تجربہ کرواتے ہیں آپ ایسا کریں ایک دن بچھو پکڑ لیں اور خود باوضو ہو کر ایک مرتبہ یہ عزیمت پڑھ لیں۔

سَلَامٌ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ عَلَیۡهِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالسَّلَامُ وَ سَلَامٌ عَلٰی نُوۡحٍ فِی الۡعٰلَمِیۡنَ

یہ عزیمت پڑھنے کے بعد اس بچھو کو ہاتھ پر اٹھا لیں وہ آپ کو نہیں ڈسے گا اور پھر پورے چوبیس گھنٹے کیلئے آپ
اس سے محفوظ رہیں گے۔ یعنی ان چوبیس گھنٹوں میں وہ آپ کو نہیں ڈس سکے گا۔ آپ اس کا تجربہ کر کے دیکھ لیں۔
اس تجربے کے بعد خود سوچیں کہ بچھو کو ڈسنے سے کس نے روکا ہوا تھا۔ کیا کوئی کیمیکل تھا جو آپ نے ہاتھوں پر لگا
رکھا تھا یا کوئی روحانی چیز تھی جس نے بچھو کو پابند کیا ہوا تھا۔ دوستو! آپ نے دیکھا کہ روحانیت کتنی جلدی ریٹرن دیتی ہے۔
یہ تو ہم نے ایک عمل یہاں بطور تمثیل درج کیا ہے۔ ایسے بے شمار اعمال و اذکار ہم نے اپنی کتاب ''سرمایۂ درویش'' میں
درج کیے ہیں۔ اس کتاب میں قرآن اور بزرگانِ دین سے منقول اعمال و اذکار میں کسی بھی مقصد کے لیے آپ عمل منتخب کر
کے اس کو بجا لائیں اور پھر اس امر کا خود مشاہدہ کریں کہ کتنی جلدی اس سے روحانی قوتیں حاصل ہوتی ہیں۔

روحانی اعمال کرتے وقت یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہو سکتا ہے ہم بظاہر روحانی اعمال کر رہے ہوں اور
ان کے اصولوں کے مطابق نہ کر رہے ہوں تو پھر ہمارے اعمال میں غلطی اور ہمارے طریقۂ کار میں غلطی ہے۔ کیونکہ جب
بھی کوئی عامل کسی کو عمل بتاتا ہے تو ساتھ ہی یہ بتاتا ہے کہ تم اس عمل کو شروع کرنا لیکن دس دن تک دیکھنا۔ اگر فلاں فلاں
علامات ظاہر ہوں تو سمجھنا تمہارا عمل درست جا رہا ہے اور تمہارا رخ درست ہے، تمہارے کوائف و ضوابط پورے ہیں۔ اگر
یہ علامات ظاہر نہ ہوں تو عمل کو ترک کر کے دوبارہ شروع کرنا کیونکہ تم سے ضرور کوئی غلطی ہوئی ہو گی۔ اسی طرح نیک اعمال
اور تزکیۂ نفس اور عبادات کی درستی کی بھی علامات ہوتی ہیں۔ اگر ان کا ظہور نہ ہو تو پھر سمجھ لینا چاہیے کہ وہ کسی حد کو توڑ رہا
ہے۔ اب اسے چاہیے کہ وہ تلاش کر کے اپنی غلطی کو دور کرے اس کے بعد پھر عبادات کی طرف رخ کرے۔

روحانی طالبین و عاملین کی رہنمائی کے لیے ''ادارہ ترقیاتِ روحانیات'' خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اور
اس وقت خلقِ خدا میں فیضانِ چشت بانٹنے کے لیے سرگرم عمل ہے۔

اب ہم اس بات کو ذرا اور مزید واضح کر دیں آپ دیکھیں اگر آپ ساہیوال سے لاہور جا رہے ہیں تو آپ کو

سڑک کے کنارے Mile Stones (سنگِ میل) نظر آئیں گے۔ جو آپ کو بتائیں گے کہ ایک تو آپ کا سفر
ہے ساتھ ہی یہ بھی بتائیں گے کہ کتنا سفر باقی ہے۔ اسطرح آپ کا سفر کرنے کا حوصلہ بھی تازہ رہے گا کہ واقعی ہم
طرف جا رہے ہیں۔

قارئین! ہم نے کہا تھا کہ روحانیت کا ریٹرن (منافع یا جزا) دنیاوی امور سے بھی جلدی اور واضح ملتا
کیلئے آپ دنیاوی منافع کی سپیڈ دیکھیں اگر کام جز وقتی ہو تو اس کا منافع پورے دن کے بعد ملتا ہے جیسے ایک مزدور
دن کے کام کی اجرت شام کو مل جاتی ہے۔

مگر ہم نے جو بچھو کا عمل بتایا ہے اپنی محنت دیکھیں اور جزا کی سپیڈ دیکھیں۔

اگر کام کچھ لمبے عرصے کا ہو تو اجرت ایک ماہ بعد ملتی ہے۔ لیکن روحانیت کی ایک جزا تو اس کے ارادہ کرنے
سے عطا فرمادی جاتی ہے۔ پھر آدمی جب روحانی امور انجام دیتا ہے تو اسے اس کی جزا چند دنوں میں ہی مل جاتی
ایک چلہ انسان کی کسی قوت کو ساری زندگی کیلئے کافی ہو جاتا ہے۔

قارئین! آپ زراعت کو دیکھیں پہلے آپ کتنی محنت کرتے ہیں، سب کچھ مٹی میں ملا آتے ہیں اس کے
واپسی کی امید پچاس فیصد سے زیادہ نہیں ہوتی کیونکہ فصل کو کوئی وائرس لگ سکتا ہے، کوئی آسمانی یا زمینی آفت آ سکتی
سیلاب یا کوئی اور آفت آنے کا امکان ہوتا ہے۔ اور پھر پانچ، چھ ماہ کی مسلسل محنت و نگرانی اور ایک لمبا انتظار کرنا پڑتا
اس کے بعد جا کر کچھ ملتا ہے۔

اب آپ کسی روحانی ماہر کی نگرانی میں اس محنت سے آدھی محنت اور آدھے عرصے کیلئے کوئی عمل کر لیں
کیلئے انوارِ الٰہی کی بارش ہو سکتی ہے اور آپ مکاشفات سے نہا کر رہ جائیں گے۔

ہمارے موجودہ نظامِ عبادت میں یہ نقص ہے کہ ہمیں جس راستے پر چلایا جا رہا ہے ایک تو اس میں کوئی سنگِ
میل ہے اور نہ ہی یقین دلانے والی کوئی علامت کہ ہم واقعی درست جا رہے ہیں۔ ہمارا سفر اسطرح ہے جیسے
اندھے مل کر ایک منزل کی طرف جا رہے ہوں اور انہیں یہ بھی معلوم نہ ہو کہ واقعی ہم درست سمت میں جا رہے ہیں
اپنے سفر کی درستی کا ثبوت ساتھیوں کے قدموں کی چاپ ہی کو سمجھ رہے ہوں اور یہ گمان کر رہے ہوں کہ
اندھے ہیں اسی سمت جا رہے ہیں لازماً یہ راستہ درست ہی ہے اور ان میں سے کسی کے پاس کوئی ثبوت نہ ہو کہ واقعی
راستہ درست بھی ہے۔

اسی طرح ہم بھی مصروفِ سفر ہیں اور ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی سفر کر رہے ہیں اور ہم نے خود کچھ بھی
دیکھا۔

8- اس دور میں دین کا جو راستہ بتایا جاتا ہے اس میں ناقابلِ عبور طوالت ہے کہ انسان اس کو دیکھ کر ہی سوچ
کہ یہ ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔

اس دور میں تو انسان بہت زیادہ مصروف ہے اور اس کو بیوی بچوں کے پاس بیٹھنے کا وقت بھی نہیں



کیلئے تو ایسے اعمال اور شارٹ کٹ کی ضرورت ہے۔ کہ وہ تھوڑی سی محنت کر کے کسی روحانی لذت کو حاصل کرے کہ
بعد اس میں اس کے اندر سے تشویق (شوق) پیدا ہو کہ میں ذرا اور آگے تو جا کر دیکھوں۔ اس دور کا انسان اب
صعوبت کسی تجربے میں برداشت نہیں کر سکتا ہاں! اگر تجربہ شدہ یقینی منافع کی بات ہو تو یہ موت تک بھی انتظار کر سکتا
تجربات میں ایسا نہیں ہو سکتا اس میں تو اسے Quick & Visionable Return ہی پہ آمادہ کیا جا سکتا ہے۔
موٹی ایسی باتوں کی ضرورت ہے جو یہ آسانی سے یاد رکھ سکے۔

طوالت سے بچاتے ہوئے عصرِ حاضر کے مصروفیت کے حصار میں جکڑے ہوئے انسان کو مادی کثافتوں سے
روحانی وادیوں سے آشنا کروانے کے لیے ''ادارہ ترقیاتِ روحانیات'' قائم کیا گیا ہے جس کا مقصد آج کے دور کے
کی روحانیت کے حوالے سے ایسے شارٹ کٹ اسباق سے تربیت کرنا ہے کہ جن کی مداومت کر کے وہ کچھ ہی عرصے
روحانی لذات سے بہرہ مندہ ہونے کے قابل بن سکے۔

دوستو! اس دور میں دین سے بددلی کی ایک وجہ خود انسان کا احساسِ کمتری ہے۔ اس کی وجہ ایک غلط پروپیگنڈہ
ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کر دی گئی ہے کہ ہم تو گنہگار ہیں لاکھ کوشش کریں ہم انوارِ
الٰہیہ تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہم مادی آلائشوں کو دور کر کے روحانی ماورائی قوتوں کو اپنی طرف مائل
کر سکتے ہیں۔

انسانی نفسیات کو سمجھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ انسان ویژن ایبل Visionable (مادی آنکھوں سے نظر
آنے والے) منافع ہی کو مانتا ہے۔ اور جو نفع و نقصان غیر مرئی (نظر نہ آنے والا) ہو اس پر انسان گمانِ ناقص تو
کر سکتا ہے۔ یقین نہیں کر سکتا کیونکہ اس کیلئے دو چیزیں ہیں۔

1- ایک تو اس منافع پر بات کرنے والے کے بارے میں سچا ہونے کا یقین ہو۔

2- جس منافع کا وہ ذکر کر رہا اسے وہ دکھا دے۔

ہمارے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ ہمیں مالکِ مطلق نے فرمادیا کہ مجھ پر یقین رکھو تمہیں منافع ملے گا اس پر ہمارے ضمیر
انکار کرنے دیا۔ اس لیے ہم نے زبان سے مان لیا کہ یہ سچ ہے مگر جب انہوں نے کچھ نہ دکھایا تو ہم اس پر عملی یقین کا
اظہار کر سکے یعنی وہ راستہ ہم نے اختیار ہی نہ کیا گویا ہم نے عملی طور پر انکار کر دیا۔ یعنی ہمارا اس راستے کو اختیار نہ کرنا ایک
طرح کا انکار ہی ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اس دور میں دین کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں ان طریقہ ہائے عبادات سے
روشناس کروایا جائے کہ جن میں فوری مکاشفات یا سفرِ روحانیت کے سنگ ہائے میل نظر آئیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روحانی اور عباداتی منازلِ سفر میں سنگ ہائے میل کیا ہوتے ہیں؟

دوستو! یاد رکھو روحانیت اور عبادات کے راستے کے مسافر کو درستی راہ کے ثبوت ملتے رہتے ہیں اور قدم قدم پر
علامات موجود ہوتی ہیں جو ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ ہم اس وقت کہاں اور کس حال میں موجود ہیں۔ اور ہم اپنے سفر کے نقطۂ

آغاز سے کتنے اوپر جا چکے ہیں۔ جیسا کہ ہوائی جہاز میں بلندی بتانے والے آلات نصب ہوتے ہیں اور وہ بتاتے ہیں کہ اب جہاز کتنی بلندی پر پرواز کر رہا ہے۔ اسی طرح روحانیات کی بلندی پر جانے والے کو مالک مطلق ایسے آلات سے نوازتا ہے جو اسے بتاتے چلے جاتے ہیں کہ وہ کس اونچائی تک جا چکے ہیں۔

11۔ اس دور میں مذہب کے حوالے سے جو چیز رکاوٹ بنتی ہے یا بددلی کا موجب بنتی ہے ان میں سے ایک ... ہے جیسے جملہ عرفاء نے لکھا ہے۔

**العلم هو الحجاب الاكبر**

ترجمہ: یعنی انسان اور خالق کے درمیان سب سے بڑا حجاب اور مانع بذاتِ خود علم ہے۔

عرفان کے بارے میں عرفاء فرماتے ہیں: حقیقتِ عرفان دو چیزوں کے اسباب پر منحصر ہے یعنی ایک ''ذلت عبودیت'' کا اثبات اور دوسری ہے ''عزت ربوبیت'' کا اثبات۔

فلاسفہ اور علمائے علومِ متداولہ و مروجہ انہی دو چیزوں کا اثبات کرنے کے لیے کمالِ علم اور دلائل و براہین منطقی کا سہارا لیتے ہیں اور طرح طرح کے استدلال و استنباط، استنتاج، اور منطق کے کلیات کا سہارا لیتے ہیں اور یہی ثابت کرتے ہیں کہ عزتِ ربوبیت کیا ہے؟ اور ذلت عبودیت کیا ہے؟ مگر جب کوئی ادراکِ حقیقت کے لیے یہی راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کے سامنے یہی علم ہی حجاب بن جاتا ہے۔ اور وہ اس سے آگے نہیں جا سکتا اور رویئت اور زیارتِ محبوب سے محروم ہو جاتا ہے۔

اثباتِ حقیقت دو طرح سے ہوتا ہے ایک کا نام ''بیانِ کیفیت'' ہے اور ایک کا نام ''حصولِ کیفیت'' ہے۔ اور اثباتِ حقیقی ''بیانی'' نہیں ہوتا بلکہ وہ ''حصولی'' ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال دیتا ہوں شاید آپ میرا مافی الضمیر سمجھ جائیں۔

ایک آدمی ایسا ہے جو بہت زیادہ پڑھا لکھا ہے مگر اس نے زندگی میں کبھی آم نہیں دیکھا اور نہ اس نے اس سے تیار شدہ کوئی چیز کھائی ہے۔ اب وہ آدمی کسی پڑھے لکھے شخص کے پاس جاتا ہے کہ مجھے آم کے بارے میں سب کچھ بتا دو، وہ کیسا ہوتا ہے؟ اس کا رنگ کیسا ہوتا ہے؟ اس کی شکل کیسی ہوتی ہے؟ اس کا ذائقہ کیسا ہوتا؟ اس کے اندر کیا کیا ہوتا ہے؟ اور اس کے اثرات کیا ہوتے ہیں؟ اسے کس طرح کھایا جاتا ہے اور اس کی کتنی اقسام ہوتی ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

اب وہ آدمی اسے کسی بہت بڑے سکالر کا ایک مقالہ تھما دیتا ہے اس میں اس کی بات سے متعلق ساری معلومات موجود ہیں۔ اس میں اس کے کیمیائی تجزیوں سمیت اس کی گٹھلی سے لے کر جڑ تک کے خواص اور اس کے رنگ و اقسام پر بحث ہوئی ہے۔ مگر یہ مقالہ ایک ہزار صفحات پر مبنی ہے۔ وہ آدمی اس مقالے کو حفظ کر لیتا ہے۔ یہ ہے ''بیانِ کیفیت''۔ اب وہی آدمی ایک باغبان کے پاس جا کر آم کے بارے میں دریافت کرتا ہے تو وہ اس وقت آم چوس رہا ہوتا ہے وہ کہتا ہے میاں! مجھ سے کیا پوچھتے ہو یہ لو آم اور اس کی ایک چسکی لے لو۔ اب وہ آدمی اسے صرف ایک بار چوس لیتا ہے یہ ہے ''حصولِ کیفیت''۔

اب آپ غور کریں کہ جو اثبات اس ایک ''چسکی'' سے ہوا ہے اس کا مقابلہ وہ ہزار صفحات کا مقالہ بھی نہیں کر سکتا۔

روحانیت کا مقصد تو ہے رُخِ محبوبِ حقیقی کے جلووں کی لذت کا حصول۔ مگر ہم کتابوں میں اس کے وجود کے اثبات پر احادیث و فرامین اور علمی و منطقی دلائل دیکھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں اور اسی پر اکتفا کر لیتے ہیں اور یہی وسط علم ہی سب سے بڑا حجاب بن کر ہمارے اور ہمارے محبوب کے مابین حائل ہو جاتا ہے۔ اور ہمیں اس کے قرب کی لذت سے محروم رکھتا ہے۔

اس دور کی یہی سب سے بڑی خامی ہے کہ انسان کسی مسئلے یا عقیدے میں کتابوں کے انبار تو پڑھ لیتا ہے مگر ... لمس کر کے ''روحانی عروج'' حاصل نہیں کر پاتا۔ لوگ ''عقیدہ'' سن کر نہیں بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں کیونکہ مسلمہ حقیقت ہے۔

''شنیدہ کے بود مانند دیدہ''

بیانِ کیفیت اگرچہ لذیذ ہوتی ہے مگر روحانی عروج، اس سے لاکھوں، کروڑوں گنا اعلیٰ چیز ہے۔

12۔ دوستو! دین سے بیزاری کی جو وجوہات ہیں ان میں سے ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان اس وقت الیکٹرک سپیڈ سے مصروفِ سفر ہے۔ انسان کے پاس لمبے لمبے اعمال کے لیے وقت نہیں ہے کہ وہ خود کو اس کے لیے وقف کر سکے اور لذاتِ روحانی کا ذائقہ چکھ سکے۔ اور جب تک انسان کسی چیز کو خود چکھ نہ لے اس کی لذت کو نہیں سمجھ سکتا۔

اس دور میں ضروری لگتا ہے کہ انسان کو ایسے اعمال سے متعارف کروایا جائے جس سے وہ ایک مرتبہ روحانیت کو پا لے تا کہ اس میں اس کے حصول کا شوق پیدا ہو۔ اس کیلئے میں ایک حکایت بیان کرتا ہوں تا کہ آپ اس حقیقت کا ادراک کر سکیں۔

## حکایت

ایک دور دراز پہاڑی علاقہ میں ایک بستی تھی۔ وہاں تک جانے کا کوئی معقول راستہ بھی نہ تھا نہ وہاں بجلی تھی نہ کوئی دیگر جدید ترقی کے اسباب تھے۔ کیونکہ وہ پوری دنیا سے کٹی ہوئی ایک بستی تھی وہاں غربت اور افلاس کا دور دورہ تھا بیماری اور بے روزگاری تھی حتیٰ کہ ان کے پاس پہننے کو کوئی ڈھنگ کا لباس بھی نہ تھا اور نہ کوئی کھانے کی چیز اور نہ رہنے کو کوئی مکان تھا بس وہ جھونپڑیوں میں رہتے تھے۔

ان سے دس، بیس کوس دور ایک، بہت بڑا پہاڑ تھا۔ اس پہاڑ پر ایک عبادت گزار عارف رہتا تھا جو کبھی کبھار ان لوگوں میں آجایا کرتا تھا۔ ایک دن وہ عبادت گزار زاہد ان کے پاس آیا اور ان کا حال دیکھا تو کہا کہ بھائیو! میں جس پہاڑ پر رہتا ہوں اس میں ایک غار ہے اور اس غار میں ایک بہت بڑا خزانہ موجود ہے۔ اگر آپ لوگ میرا ساتھ دیں تو میں وہ خزانہ تمہارے حوالے کر دوں گا اور اس طرح تمہارے سارے مسائل حل ہو جائیں گے غربت دور ہو جائے گی۔ یہاں سڑک اور بجلی آجائے گی؛ ہسپتال کھل جائیں گے اور ہر آدمی عالی شان محلات بنوا سکے گا اور تم دنیا کے امیر ترین لوگ بن جاؤ گے۔

ان لوگوں نے کہا یہ تو آپ نے ہمارے لیے بڑی بات کہہ دی ہم آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہیں اور ہم ابھی اسی وقت ساتھ چلنے کو تیار ہیں۔ یہ سن کر اس درویش نے کہا بابا ایک بات اور بھی سن لو کہ وہ غار کسی آسان جگہ پر نہیں ہے کہ یونہی جا کر خزانے سمیٹ لائیں گے بلکہ ہمیں ایک طویل جنگل سے گزرنا پڑے گا اور اس جنگل میں خونخوار شیر، چیتے، بھیڑیئے اور سانپ اور بہت سے موذی جانور رہتے ہیں۔ ہمیں اس غار تک جانے کیلئے جان ہتھیلی پر رکھ کر ان درندوں سے لڑنا پڑے گا۔ ان میں سے ایک آدمی بولا کہ بھائیو! میں تو یہ یقین سے کہتا ہوں کہ اس درویش نے کبھی جھوٹ نہیں بولا مگر اسے اشتباہ بھی تو ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے اس نے جس چیز کو خزانہ سمجھا ہو وہ خزانہ نہ ہو، اس لیے ہمیں اس کے ساتھ جانے سے پہلے سوچنا چاہیے۔

اسی طرح دیگر لوگوں نے بھی تقریریں کیں تو لوگوں نے کہا کہ درویش بابا ایک ان دیکھی اور غیر یقینی چیز کے لیے کون اپنی زندگی کو مصیبتوں میں ڈالے گا؟ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ ہم درندوں سے لڑیں مصیبتیں اور اذیتیں برداشت کریں اور وہاں سے ہمیں وہ خزانہ کسی بڑی مقدار میں حاصل ہی نہ ہو۔

اس پر اس درویش بابا نے کہا بھائیو! میں تمہاری بات سمجھ چکا ہوں اس لیے آپ کو ایک اور راستہ بتاتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس پہاڑ کے دوسری طرف سے ایک راستہ جاتا ہے جو اس غار کی پشت کی طرف سے آتا ہے اس میں ایک طرف ایک چھوٹا سا سوراخ ہے۔ اگر سوراخ سے صبح کے وقت جھانکا جائے تو وہ خزانہ سامنے نظر آتا ہے اور وہ راستہ بے خطر ہے یعنی اس راستہ میں کوئی درندہ مداخلت نہیں کرتا۔ اس لیے تم ایسا کرو سارے لوگ میرے ساتھ چلو میں صبح کی پہلی کرن کے ساتھ تمہیں وہ خزانہ دکھا دوں گا مگر اس سوراخ سے خزانے کو صرف دیکھا جاسکتا ہے حاصل نہیں کیا جاسکتا اسے حاصل کرنے کیلئے وہی درندوں والا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔

یہ سن کر سارے لوگوں نے کہا چلو بھائی ہم اس خزانہ کو دیکھ تو لیں۔

اس پر درویش بابا انہیں لے کر گیا اور اس سوراخ سے انہیں وہ خزانہ دکھایا تو پھر واپس آکر سارے لوگ درندوں سے لڑنے کیلئے تیار ہو گئے۔

دوستو! عصرِ حاضر کے انسان کو ایک تو کسی پر پورا یقین نہیں جو انسان ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور ان کی مقدس کتابوں کو ہضم کر چکا ہے وہ چند غرفاء کی تبلیغ سے کیسے بدلا جاسکتا ہے؟ اب اس کے لیے کوئی شارٹ کٹ ہی تلاش کرنا پڑے گا۔ جب تک یہ ظاہر بین اور مادیت پرست انسان عالم ماورئی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لے گا کبھی اس کے حصول کی کوشش نہ کرے گا۔ اب اس دور میں لمبے لمبے اعمال اور طویل Process کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ کسی خفیہ سوراخ سے ایک مرتبہ عالم ماورئی کے خزائن اسے دکھانا پڑیں گے جب یہ ان کی ایک جھلک دیکھ لے گا تو پھر یہ لالچی اس کے حصول کے لیے کوشش بھی کرے گا۔ یہ انسان لمبے اور ان دیکھے ادھار پر نقد لذتوں کو کبھی قربان نہیں کرسکتا۔ اس لیے اس دور میں سب سے اول اسے کچھ دکھانے کی ضرورت ہے، پھر یہ سب کچھ کرنے پر تیار ہو جائے گا۔



دوستو! اس سوراخ والی مثال سے کبھی یہ نہ سمجھ لینا کہ انسان اعلیٰ مقامات کو کسی چور دروازے سے حاصل کرسکتا ہے بلکہ اس سے صرف مشاہدہ ہوسکتا ہے۔ حصول کے لیے وہی طریقۂ کار اختیار کرنا پڑے گا جو اولیائے کرام نے فرمایا ہے ان کے حصول کے لیے وہی لمبا پراسیس ہوگا۔ خاردار جنگل ہوں گے اور اس میں خواہشاتِ نفس کے سانپ رہ رہے ہوں گے۔ لذاتِ دنیا کے درندے ہوں گے ان سے لڑنا پڑے گا۔ ابلیس جیسا موذی مقابلے میں آئے گا، نفسِ امارہ چیتے کی طرح جھپٹ کر حملہ کرے گا اور اس میں زخمی ہونا پڑے گا۔ طالبانِ دنیا Wild dogs کی طرح کاٹ کھانے کو دوڑیں گے، ان سے لڑنا پڑے گا۔ غرض کہ ہر قسم کے داخلی اور خارجی دشمنوں کے سامنے سینہ سپر ہونا پڑے گا۔ لیکن اس کا ایک فائدہ ہوگا کہ آپ کو اپنے راستے کی صداقت اور درستی کا سو فیصد یقین ہو جائے گا اور ملنے والا ریٹرن سامنے موجود ہوگا۔ اس طرح آپ میں روحانیت کے پرخطر راستے پر چلنے کا حوصلہ پیدا ہو جائے گا۔

## روحانیت کی افادیت

انسانی زندگی میں روحانیت کی افادیت کیا ہے اسکی وضاحت بھی ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ انسان کی زندگی میں اس کے ایک نہیں کئی فائدے ہیں مثلاً:

☆ روحانیت سے انسان کا عالم ماورئی سے رابطہ پیدا ہو جاتا ہے۔
☆ انسان اسی دنیا میں عالم مابعد الموت کا مشاہدہ کر کے آخرت کا یقین حاصل کر لیتا ہے۔
☆ عام حالات میں انسان کی آخرت غیر یقینی ہوتی ہے مگر روحانیت سے یقینی ہو جاتی ہے۔
☆ انسان ان مادی آنکھوں سے عالمِ ملکوت وانوار اور عالمِ ارواح کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔
☆ اس دنیا سے چلے جانے والوں سے رابطہ پیدا کرسکتا ہے اور وہاں کے حالات انہی کی زبانی سن سکتا ہے اور اس سے آخرت پر یقین کے ساتھ اطمینانِ قلب کا حصول بھی ہوتا ہے۔
☆ روحانیت ہی سے انسان مکاشفات کی منزل تک جاتا ہے اور مکاشفات کے کئی فائدے ہیں یعنی سفرِ خیر کے سنگ ہائے میل نظر آتے ہیں جو درستیٔ سفر کی علامات ہوتی ہیں اور اس سے شوقِ سفر بڑھتا ہے۔
☆ عبادات میں لذت پیدا ہو جاتی ہے اور انسان عبادت میں بوریت محسوس نہیں کرسکتا۔
☆ نجات بھی یقینی ہو جاتی ہے۔
☆ ان سے دین پر اعتماد بحال رہتا ہے۔
☆ علمِ روحانیت سے اپنے خالق ومالک پر اعتماد بحال رہتا ہے۔
☆ روحانی مضبوطی سے عقائد میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔
☆ روحانی علوم سے صعوباتِ دنیا سے ٹکرانے کا حوصلہ قائم رہتا ہے۔

☆ خواہشاتِ نفس اور دنیا کی مخالفت کے سامنے سینہ سپر رہنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

☆ آلام و مصائب میں انسان ان سے لطف اندوز ہوتا ہے کیونکہ اس کی نظر ان کے مبدا پر ہوتی ہے۔

# روحانیت کی اخروی افادیت

دوستو! روحانیت کے آخرت میں بھی لاتعداد فائدے ہیں مثلاً

☆ انسان اس سے جنت کے بجائے خدمتِ سلطانی پر مامور کیا جائے گا جو جنت سے اربوں گنا زیادہ اعلیٰ درجا... کی حامل ہوتی ہے۔

☆ ساتوں جنتوں کے بجائے قربِ محبوب حقیقی حاصل ہوگا اور یہی وہ رضوان الٰہی ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا "رضوان من الله اکبر"

☆ بروز حکومتِ الٰہیہ اسے مہمان کے بجائے شرفِ میزبانی ملے گا۔

◆◆◆◆◆



...ب دوم

# حقیقتِ روح

## ...کا کے نزدیک روح کی تعریف

**الرُوح جوهر مُجَرَّدٌ عن المادة فی ذاته ومُتعلّق بها فی صفاته یُشِیْر اِلیه کل واحد بقول ...انا انت۔**

روح ایک جوہر ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے مادے سے خالی ہے۔ اور اپنی صفات کے اعتبار سے مادے کو ...نا گھر بنا رکھا ہے۔ ہر شخص اس کی طرف سے اپنے ہر کام میں مَیں اور تُو کے ساتھ اشارہ کرتا ہے۔

افلاطون کا قول ہے کہ روح (نفسِ ناطقہ) کی جگہ عالم بالا ہے۔ یعنی وہ کوئی مادی یا دنیاوی چیز نہیں ہے۔ روح بذات ...ود غیر فانی ہے اور خدائی صفات رکھتی ہے۔ لیکن مادی جسم سے متحد ہونے کی وجہ سے اکثر پابندیاں اس پر وارد ہوگئی ہیں۔

## مصادیق روح قرآن کی نظر میں

اس سے پہلے کہ ہم انسان کی روح کے بارے میں قرآن کا نظریہ پیش کریں ہم اس بات کو واضح کرتے جائیں کہ لفظ روح قرآن میں کن کن معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

سورۃ الشعراء میں یہ اس معنی میں آیا ہے:

"نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُO عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَO"

اسے جبریل امین لے کر نازل ہوئے ہیں، یہ آپ کے قلب پر نازل ہوا ہے تا کہ آپ لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرائیں۔

سورہ معارج میں اس کا استعمال اس طرح ہوا۔

تَعْرُجُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍO

جس کی طرف فرشتے اور روح بلند ہوتے ہیں اس ایک دن میں جس کی مقدر پچاس ہزار سال برابر ہے۔

سورۂ قدر میں ارشاد ہوا ہے۔

"تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ o"

اس میں ملائکہ اور "روح القدس" اذنِ خدا کے ساتھ تمام امور لے کر نازل ہوتے ہیں۔

لیکن جب انسان کے حوالے سے روح کا تذکرہ کیا تو روح کی حقیقت ان لفظوں میں بیان کی۔

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ

اے (میرے حبیب) کہہ دیجئے کہ روح میرے پروردگار کا امر ہے۔

## انسان حاملِ روحِ خدائی

اور اسی طرح سورۂ حجر میں خلقتِ آدم علیہ السلام کے بعد جب خالق نے اس میں روح پھونکنے کا ذکر کیا تو یہ الفاظ استعمال کیے۔

وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ

اس میں (آدم علیہ السلام) میں اپنی روحِ حیات پھونک دوں۔

پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ انسان حاملِ روحِ خدائی ہے۔ کیا صرف روحِ انسان روحِ خدا ہے؟ کیا باقی ارواح کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے؟ اور اگر باقی ارواح کا خدا سے تعلق ہے تو پھر کیوں انسان کے لیے فرمایا کہ اپنی روح پھونک دی ہے؟

ان سوالوں کا جواب یہ ہے کہ تمام چیزیں خدا سے اور خدا ہی کے لیے ہیں۔ تمام مکان اور زمان خدا کے لیے ہیں۔ لیکن پھر بھی کہتا ہے "بیتی" میرا گھر جیسے سورہ بقرہ میں کہا۔

اَنْ طَهِّرَا بَيْتِیَ لِلطَّآئِفِيْنَ

میرے گھر کو پاک و پاکیزہ بنا طواف کرنے والوں کے لیے۔

اسی طرح تمام انسان خدا کی مخلوق ہیں پھر بھی کہتا ہے "عبادی" میرے بندے جیسے سورہ فجر میں ارشاد فرمایا

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ

پھر میرے بندوں میں شامل ہو جا۔

خدا سے ان چیزوں کی نسبت کی وجہ یہ نہیں ہے کہ خدا صرف انہیں بیت، روح، مکان اور زمان کا خالق ہے۔ کیونکہ انسان تمام موجودات میں ایک خاص شرافت رکھتا ہے لہذا فرمایا:

"نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ" اسی طرح کعبہ تمام مکانوں کی نسبت ایک خاص خصوصیت کا حامل ہے۔ لہذا فرمایا "بیتی"۔

اسی طرح انسانوں میں "مومن" کی بڑی شان ہے اور "مومن" ایک خاص اہمیت اور شرافت کا مالک ہے۔ اور



قریبی نسبت رکھتا ہے لہذا فرمایا "عبادی"۔

اسی طرح انسان کی روح کی بھی ایک خاص اہمیت ہے۔ آدم علیہ السلام پہلے بھی جسم کی صورت میں تھے لیکن فرشتوں کو سجدے کا حکم نہ ہوا۔ لیکن جب روح پھونکی گئی تو آدم ابوالبشر علیہ السلام مسجودِ ملائکہ قرار پائے۔ پس یہی روح ہے جو اس کی معرفت خدا کی معرفت کے مساوی ہے۔ انسان کی روح کس طرح معرفتِ خدا کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ اس سلسلے سے عارفینِ حق کے دس اقوال ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:

1. روح بدن کا مدبر ہے اور ہم جانتے ہیں کہ جہانِ ہستی کیلئے بھی کوئی مدبر ہے۔
2. روح تنہا ہے اور دلالت کرتی ہے خدا کی تنہائی اور یکتائی پر۔
3. روح بدن کو حرکت میں لانے کی قدرت رکھتی ہے لہذا یہ دلیل ہے قدرتِ خدا پر۔
4. روح بدن سے واقف ہے۔ یہ دلیل بنتی ہے خدا کی آگاہی پر۔
5. روح اعضا پر غلبہ رکھتی ہے۔ یہ دلیل ہے کہ خدا کے تسلط اور غالب ہونے پر ہے۔
6. روح بدن سے پہلے موجود تھی اور بدن کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہے گی، یہ دلیل ہے خالق کی ازلیت اور ابدیت پر۔
7. انسان کا حقیقتِ نفس سے آگاہ نہ ہونا دلیل ہے کہ ذاتِ خدا کی گہرائی کا احاطہ ممکن ہی نہیں۔
8. روح کے لیے انسانی بدن میں کوئی خاص جگہ معین نہیں، اسی طرح یہ دلیل ہے کہ خدا کے لیے بھی کوئی محل نہیں۔
9. روح کو کوئی چھو نہیں سکتا۔ یہ دلیل ہے خدا کو کوئی چھو نہیں سکتا۔
10. روح اور نفس انسان کو دکھائی نہیں دیتے۔ یہ دلیل ہے اس پر کہ خالقِ روح مرئی نہیں۔

## جسمِ لطیف

بعض عرفاء روح کو جسمِ لطیف سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ اس جسم خاکی کے اندر ایک اور جسم داخل ہے جو بخاراتِ آبی سے زیادہ لطیف ہے حقیقی انسان وہی ہے۔ یہ جسم خاکی وفانی ہے اور وہ غیر فانی۔ جب ہم سو جاتے ہیں تو یہ جسم لطیف خاکی جسم سے نکل کر ادھر ادھر گھومنے چلا جاتا ہے۔ یہ دونوں جسم ایک لطیف بندھن سے باہم بندھے ہوئے ہیں، اور جب کسی حادثے یا بیماری سے یہ بندھن کٹ جاتا ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ ورنہ نیند کے بعد جسمِ لطیف، جسم خاکی میں واپس آجاتا ہے۔ اس حقیقت کو قرآن حکیم یوں بیان کرتا ہے۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (سورۃ الزمر)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جو دو طرح سے روحوں کو قبض کرتا ہے، موت کے وقت اور نیند میں، وہ مرنے والوں کی روحوں

کو اپنے ہاں روک لیتا ہے، لیکن باقی ارواح کو ایک خاص میعاد کے لیے ان کے اجسام میں دوبارہ بھیج دیتا ہے۔ اس میں اہلِ فکر کے لیے کچھ اسباق موجود ہیں۔

# عالمِ مثال یا آسٹرل ورلڈ

جسمِ لطیف یا آسٹرل باڈی عالمِ خواب میں جس دنیا کی سیاحت کرتے ہیں عرفانِ اسلامی کے دانشوروں نے اس کو عالمِ مثال کہا ہے جبکہ یورپی سپرچولسٹ اس کو آسٹرل ورلڈ کہتے ہیں۔ اس آسٹرل ورلڈ میں خیر و شر دونوں کی قوتیں موجود ہیں جن کو Positive Forces اور Negative Forces کہا جاتا ہے۔ اللہ کے سامنے جھک جانے سے ہمارا رشتہ قوائے خیر سے قائم ہو جاتا ہے۔ اور بدی ہمیں شیطان سے منسلک کر دیتی ہے۔ اب انسان کا تعلق ان دونوں میں سے جس کے ساتھ بھی ہو اسکے فکر و عمل پر آسٹرل ورلڈ کی وہی قوت اثر انداز ہوتی ہے۔ انسان کے ذہن میں جو بھی ... ہے وہ آسٹرل ورلڈ کی قوتوں کے زیرِ اثر آتی ہے۔

اگر انسان نیک کام کرے نیک لوگوں سے تعلق رکھے یا کسی نیک روحانی سلسلے کے ساتھ وابستہ ہو تو ... تعلق آسٹرل ورلڈ کی Positive Forces سے بن جاتا ہے۔ پھر اس کے ذہن میں جو بھی تجویز آتی ہے اس کا ... فرشتہ ہوتا ہے اور اس کا نتیجہ ہمیشہ عمدہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر انسان بدکار ہو تو پھر اس کی زندگی آسٹرل ورلڈ کی Negative Forces کے زیرِ اثر ہوتی ہے اور اس کے ذہن میں جو بھی تجاویز آتی ہیں وہ شیطان کی طرف سے ... ہیں۔ ان کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے۔ اس نظریے کی تصدیق قرآن سے یوں ہوتی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَo

ترجمہ: ''جو لوگ اللہ کو اپنا آقا تسلیم کرنے کے بعد اس راہ پر جم جاتے ہیں۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں ... ڈرو مت، نہ غم کھاؤ اور اپنی موجودہ جنت کے حصول پر خوشیاں مناؤ۔ ہم اس زندگی نیز اگلی میں تمہارے دوست ہیں ... اور جو چاہو گے وہاں مل جائے گا۔''

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ

شیطان تم کو تنگدستی سے ڈراتا ہے اور برے کام کرنے کا حکم دیتا ہے۔

شیاطین کی یہ ترغیبِ بدکاری اور فرشتوں کی حوصلہ افزائی کا تعلق عالمِ مثال یا آسٹرل ورلڈ کے ساتھ ہے۔

◆◆◆◆◆



# روحانیت اور مذاہبِ عالم

## ... دانشورانِ جہاں کی نظر میں مذہب کی تعریف

جیمز مارٹینو: ''ایک ابدی اور سرمدی خدا پر اعتقاد ''مذہب'' کہلاتا ہے۔''

ہربرٹ اسپینسر: ''تمام چیزیں ایک قادر کی تجلیات ہیں جو ہماری شناخت سے بالاتر ہے۔ اس مطلب کی ... ''مذہب'' کہلاتا ہے۔''

ایف۔ ایچ بریڈلی: ''انسانی وجود کے تمام پہلوؤں کے ذریعے ہر چیز کی واقعیت اور حقیقت کو دکھلانے کی ... ''مذہب'' کہلاتا ہے۔''

سی۔ پی۔ ٹائیل: ''دین وہ حالت و حرمت آمیز روح ہے جس کو پرہیزگاری کہتے ہیں۔''

علامہ طباطبائیؒ: ''دین عبارت ہے زندگی کے اس خاص طریقہ سے جس میں حیاتِ دنیوی کی فلاح و بہبود ہے اور اخروی کمال اور دائمی و حقیقی زندگی پروردگار کے قرب و جوار میں میسر آتی ہے۔''

ان تمام تعریفوں سے ثابت ہوا کہ خدا کا تصور دنیا کے تمام مذاہب میں موجود ہے۔ پس اس سے پتہ چلتا ہے کہ تمام مذاہب میں روحانیت کسی نہ کسی رنگ میں موجود ہے۔

اقوامِ عالم میں جن مذاہب کے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ ان مذاہب میں علم روحانیت کو کس طرح مانا گیا ہے اب ہم یہ بیان کریں گے۔

## روحانیت اور ہندومت

ہندو دھرم میں روحانیت کی سب سے اہم کتاب ''بھگوت گیتا'' ہے۔ گیتا مہابھارت کی جنگ کے دوران مہاراج کرشن اور ان کے شاگرد اور چچازاد بھائی ارجنا کی بات چیت پر مشتمل ہے۔ اس میں مہاراج کرشن ارجنا کو

روحانیت کی تعلیم دیتے ہیں۔

ہندوؤں کی روحانیت میں تیاگ دنیا کو مرکزی حیثیت حاصل ہے جس میں انسان گھر بار، بیوی بچے چھوڑ کر سنیاس لے لیتا ہے تاکہ انسان کسی بھی دوسرے جھنجٹ میں توانائی ضائع کرنے کے بجائے پوری توجہ روحانیت پر دے سکے۔

## روحانیت اور بدھ مت

مہاتما بدھ کسی نئے مذہب کو لے کر نہیں آئے تھے انہوں نے صرف ہندو مذہب میں علم روحانیت کی ایک نئی جہت کو متعارف کروایا جس میں اواگان (بار بار پیدا ہونا اور مرنا) سے نجات کا راستہ بتایا تھا۔

مہاتما بدھ نیپال میں کوئی 500 سال قبل مسیح میں ایک ہندو کھتری فیملی کے گھر میں پیدا ہوئے، ان کی تعلیم بنیادی طور پر یہ ہے کہ زندگی سزا suffering اور Misery ہے، جس سے نجات ممکن ہے۔ اگر انسان لالچ نفرت اور کینہ چھوڑ دے تو دائمی سکون (نروان) مل جائے گا ورنہ انسان بار بار پیدا ہوتا اور مرتا رہتا ہے۔ مہاتما بدھ کی تعلیمات سینہ بہ سینہ چلتی رہیں۔ جب یہ تعلیمات تبت پہنچیں تو انہوں نے اس کو لامہ ازم بنالیا۔ نروان ملنے کے بعد مہاتما بدھ نے پیش کیا جو چار عظیم سچائیوں (نوبل ٹروتھ) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

1- زندگی کی ایک کشٹ (Suffering) ہے۔
2- اس سزا سے رہائی ممکن ہے۔
3- اس سزا سے رہائی کا ایک راستہ ہے۔
4- اس سزا سے رہائی ملنے کو ہی نروان کہتے ہیں

انہوں نے فرمایا کہ انسان لالچ کی وجہ سے ہی بار بار پیدا ہوتا رہتا ہے اور اگر انسان لالچ نفرت اور کینہ چھوڑ دے تو نروان (دائمی سکون) مل جاتا ہے۔ نروان کی تشریح یہ ہے۔:

تمہیں کچھ نہیں کرنا چاہیے، کہیں نہیں جانا چاہیے کچھ بھی نہیں بننا چاہئے علاوہ اس کے جو کچھ موجودہ حالات میں ہیں۔

## روحانیت اور یہودیت

یہودیت میں روحانی تقویت کا سہارا ان کی مذہبی کتاب توریت ہے جو عہد نامہ قدیم میں موجود ہے۔ عہد نامہ قدیم کے کل 39 باب ہیں۔

586 ق م میں جب بخت نصر بادشاہ بابل نے یروشلم پر حملہ کیا تو ہیکل سلیمانی کو تباہ کر کے یہودیوں کو غلام بنا کر لے گیا، ان کی سب مذہبی کتابیں و دستاویزات جلادی گئیں۔ یہودی ان کی غلامی میں تقریباً 50 سے 80 سال تک



رہے۔ اس عرصے میں ان کی پوری دو نسلیں مرگئیں۔ جب یہود بابل والوں کی غلامی سے چھوٹے تو ان کے ایک اسرار نامی عزرا نے 140 سال کے بعد توریت دوبارہ اکٹھی کی۔ چونکہ کوئی پرانا نسخہ نہ بچا تھا اس لیے اس نے یہودیوں سے 70 آدمی لیے جن پر لوگ اعتبار کرتے تھے، ان 70 آدمیوں کی یادداشت کی مدد سے توریت دوبارہ لکھی گئی۔ یہودیوں کے آج کل تین اہم فرقے ہیں۔ یہودیوں کا روحانی فرقہ قبالہ کہلاتا ہے۔

## روحانیت اور عیسائیت

عیسائیوں کی روحانیت ان کی مذہبی کتاب "بائبل" کے گرد گھومتی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے کوئی کتاب خود نہیں لکھوائی تھی، مگر ان کی سب باتوں کو ان کے بارہ حواریوں نے لکھا جس سے بائبل بنیں۔ پھر انہی بائبلوں سے آگے سیکڑوں بائبل بنائی گئیں جو کہ کوئی ڈھائی سو سال پہلے ختم کر کے اب کی موجودہ بائبلیں رہنے دی گئیں۔ عہد نامہ جدید کے کل 27 باب ہیں، اس طرح عہد نامہ قدیم وجدید کے ملا کر کل 66 باب ہیں جن میں عہد نامہ جدید کے چار مشہور ایڈیشن ہیں جو کہ مارک، متی، لوکاس اور جان کی بائبل کے نام سے مشہور ہیں۔

## اسلامی روحانیت اور مذاہبِ عالم کا تقابلی جائزہ

بحیثیت مسلمان دیگر الہامی کتابوں زبور، انجیل اور توریت کو ماننا ہم پر فرض ہے۔ قرآن مجید میں اس امر کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے جیسا سورہ التین میں اس اہمیت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"قسم انجیر کی اور زیتون کی اور طور سنین کی اور شہر امن والے کی"، محققین عامہ وخاصہ کے نزدیک کہ التین اور الزیتون سے ان دو پہاڑوں کی طرف اشارہ ہے جن کے قریب بیت المقدس واقع ہے وہاں یہ درخت بکثرت پائے جاتے ہیں اور وہی مولد و مبعث حضرت عیسیٰ کا ہے۔ اور طور سین یا طور سینا وہ پہاڑ ہے جہاں پر حضرت موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور امن والا شہر مکہ معظمہ ہے جہاں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور قرآن پاک اتارا گیا۔

روحانیت کے تمام مکاتب فکر میں ورد اور ذکر جن کو ہندو دھرم کی اصطلاح میں منترا کہا جاتا ہے کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اس میں استاد اپنے شاگرد کو کوئی نہ کوئی ورد یا ذکر دُہرانے کو کہتا ہے جیسے ہندوؤں میں منتر اوم اوم ہے۔ یہ منتر (ورد) بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ایک خاص ہندو فرقہ کرشنا میں منتر ہرے کرشنا ہے۔ اسی طرح ہر فرقۂ روحانیت میں ورد، ذکر یا منتر پائے جاتے ہیں۔ مسلم روحانیت میں منتر کے بجائے ذکر یا ورد بتایا جاتا ہے جیسا کہ مسلم صوفیا "اللہ ھو" "یا کوئی نہ کوئی اسم الٰہی پڑھنے کو کہتے ہیں۔ ورد یا منتر ہر مذہب کی مخصوص زبان میں ہی کروائے جاتے ہیں۔ یہ اسی زبان میں کئے جاتے ہیں جن میں وہ مذہبی کتاب میں موجود ہیں۔ اگر ان کا ترجمہ کیا جائے تو ان کا مطلب تو وہی ہوتا ہے لیکن اثر ختم ہو جاتا ہے۔

مثلاً اگر آپ لاالہ الا اللہ پڑھتے ہیں اس کے بجائے آپ یہ پڑھیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو آپ کو

کوئی فائدہ نہ ہوگا یا بہت کم فائدہ ہوگا۔

روحانیت میں طالب علموں کو روحانی طاقت بڑھانے کے کئی طریقے بتائے جاتے ہیں مثلاً ذکر و اذکار، مراقبہ، ارتکازِ توجہ، کم کھانا، کم بولنا، کم سونا، تفکرِ کائنات، عزلت نشینی اور مرشد کی روحانی توجہ وغیرہ شامل ہیں۔ مرشد کی روحانی توجہ میں وظیفے اور روحانی فیض شاگرد یا روحانی طالب کو منتقل کر دیا جاتا ہے۔

ہندو مذہب میں ورد کو منتر کہا جاتا ہے۔ اہلِ ہنود کا عقیدہ یہ ہے کہ جوں جوں انسان ورد میں کثرت کرتا ہے اس کی روحانی قوت بڑھتی جاتی ہے اور اس کے دوہرانے سے دل کی کثافت ختم ہو جاتی ہے۔ ہندو دھرم کے مطابق منتر کو جتنا زیادہ مخفی رکھا جائے گا اس کی طاقت بڑھتی جائے گی۔ یہ ان لوگوں کا منتر کے بارے میں عقیدہ تھا۔

مسلم روحانیت میں قرآن پاک کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اللہ تعالیٰ کے نام بھی کرشماتی اثرات رکھتے ہیں صرف وہ یقین اور وہ کیفیت طاری کر کے پڑھا جائے جو کہ اسکے لیے ضروری ہے پھر آپ ان کے اثرات دیکھیں۔ یقین اور اعتقاد اس میں بھی اہم ترین شے ہوتی ہے۔ قرآن میں اسی لیے ایک اعراب تک کی تبدیلی بھی نہیں ہوئی اور نہ اس کی تبدیلی کی کوئی گنجائش رکھی گئی ہے۔ کہ اس میں الفاظ اور ورد کی طاقت کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ قرآن میں جہنم میں فرشتوں کی تعداد اُنیس بتائی گئی ہے۔

ایک مصری عالمِ دین نے قرآن میں سے کچھ آیتیں منتخب کر کے کمپیوٹر میں ڈالیں جن کا آغاز مخصوص حروف مقطعات سے ہوتا ہے۔ ان آیتوں میں شامل سب کے سب لفظ اُنیس پر مکمل تقسیم ہو جاتے ہیں۔ آج سے چودہ سو سال پہلے جب کمپیوٹر وغیرہ کا تصور بھی نہ تھا، اس وقت اتنی جزئیات اور باریکیوں کو ملحوظ خاطر رکھنا اہلِ مغرب اور دیگر مذاہب کے لیے قرآن کو انسانی کلام کے بجائے الہامی کلام ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

روحانیت میں کامیابی حاصل کرنے کا سب سے آسان اور صحیح طریقہ ہے جس پر عمل کر کے ہر مسلمان بڑی جلدی ترقی کر جاتا ہے وہ یہ ہے کہ تفکر فی القرآن کرے کیونکہ قرآن میں ہر اس امر کو بیان کر دیا گیا ہے جو روحانیت کی منزلِ عظمیٰ تک رسائی کے لیے ضروری ہے۔ تلاوتِ قرآن کے حوالے سے جب ہم احادیث نبویہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ تلاوتِ قرآن کی اہمیت اس امر میں ہے کہ قرآن پاک عربی زبان میں پڑھا جائے، محض ترجمہ کفایت نہیں کرے گا اور حکمِ قرآن کہ

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا

ترجمہ: قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرو

اس حکمِ قرآن کی وضاحت کرتے ہوئے عُرفاء فرماتے ہیں کہ قرآن کی آیاتِ مجیدہ کو مخصوص اوقات اور شرائط کے ساتھ پڑھا جائے تو ان آیاتِ قرآنی کے ساتھ وابستہ مؤکلات انسان کے ساتھ مانوس ہو جاتے ہیں۔ مختصراً یہ سب کچھ قرآن میں موجود ہے۔

قرآن میں منازلِ روحانیت کے تمام اسباق موجود ہیں۔ صرف ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کو یقین کے



ساتھ پڑھا جائے۔ اصل چیز یقین کامل ہی ہے۔ اس حوالے سے علامہ اقبال کا اپنے والد محترم کے ساتھ یہ مکالمہ بھی قابلِ ذکر ہے یہ اس زمانے کی بات ہے جب اقبال کا بچپن تھا۔

اقبال صاحب اس وقت بچے تھے انہوں نے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا تھا تو ان کے والد بولے ''اقبال قرآن مجید کو صحیح طریقے سے پڑھنے کی کوشش کرو'' اقبال نے پوچھا وہ کس طرح؟ والد صاحب بولے ''قرآن اس طرح پڑھا کرو جیسے قرآن پاک رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب اترتا تھا اس کیفیت میں پڑھو''

دنیا سے بے خبر ہو کر اور قرآن کے معنی میں جذب ہو کر پڑھنے والے اس کیفیت میں بھی جاسکتے ہیں۔ کامل یقین کے ساتھ ایسا کریں۔ کھو کر پڑھتے وقت کئی لوگوں کو وہ واقعے بھی آنکھوں سے نظر آجایا کرتے ہیں جن واقعات کے بارے میں قرآن پاک کی یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔

اگر آپ کسی آیت کا ورد رکھتے ہیں تو آپ میں بھی اس آیت کے لفظوں کی صفات آجاتی ہیں۔ ہر آیت کی اپنی اپنی انرجی، وائبریشن یا مؤکلات ہیں۔ یہ مؤکلات تادیر نہیں رکتے لیکن یہ مؤکلات اس آیت کا چلہ وغیرہ کرنے کی صورت میں انسان کے ساتھ مستقلاً موافقت کرتے ہیں۔

ہر زبان کے روحانیت والے جب بھی یکسوئی سے ورد کرتے ہیں تو وہ پرانی اصلی زبان کے لفظ ہی استعمال کرتے ہیں اور یہ لفظ ان کی بڑی روحانی ہستیوں اور پیغمبروں وغیرہ کے بتائے ہوئے ہوتے ہیں۔ ترجمہ پڑھنے سے کام نہیں چلتا لیکن اہم بات یہ بھی ہے کہ جس چیز کا بھی آپ ورد رکھتے یا لگاتار پڑھتے رہتے ہیں، ان کے مطلب بھی ذہن میں سما جائیں ورنہ اس کا پورا فائدہ نہیں ہوتا۔

مطلب یاد ہونے کے بعد جب کسی آیت یا ورد کو دہرایا جاتا ہے تو اس کی طاقت بڑھتی چلی جاتی ہے اور یہ انسان کے ذہن میں بھی گہرا اترتا چلا جاتا ہے، ذہن میں مطلب بیٹھے ہوں تو پڑھتے وقت توجہ نہ ہونے کے باوجود بھی اس کا اثر ہوتا رہتا ہے۔ قرآن کی آیتوں کو خالی سننا بھی اثر کرتا رہتا ہے۔ ویسے بھی کسی ورد کا دُہرانا ضائع نہیں جاتا چاہے انسان کی توجہ کسی اور طرف ہی لگی ہو، مگر توجہ کے ساتھ پڑھنے کا اثر لازمی طور پر زیادہ ہوتا ہے۔ قرآن پڑھنے کا صحیح طریقہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا ہے۔

آیتوں کی اہمیت اور ان کے استعمال میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مشہور واقعہ واضح ثبوت دیتا ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بسید بن اعصم یہودی اور اس کی بیٹیوں نے جادو کر دیا تھا جس کے اثر سے آپ بیمار سے بیمار تر ہوتے چلے گئے۔ پھر حضرت جبرائیلؑ آئے اور آپؐ کو جادو کے سامان کے بارے میں اطلاع دی جو یہودی مذکور نے ایک کنوئیں میں ایک پتھر کے نیچے داب دیا تھا۔ آپؐ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو بھیجا جو کنویں سے آپؐ کے بال نکال کر لائے اور ایک کمان جس پر گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ سورۃ فلق اور سورۃ الناس کی کل گیارہ آیتوں میں سے ایک ایک آیت پڑھتے اور ایک گرہ کھولتے گئے۔ گرہیں کھلتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحت مند ہونے لگے۔

کیا بغیر پڑھے اللہ کے حکم سے گرہ نہیں کھل سکتی تھی؟ کیا ممکن نہ تھا؟ یہ بالکل ممکن اور اللہ تعالیٰ کے لیے بالکل

آسان تھا لیکن اس کا مقصد ہم مسلمانوں تک یہ پیغام پہنچانا تھا کہ سورتوں کو استعمال کرو۔ اور ان کی اہمیت واضح کی گئی۔ اور عملی ثبوت دیا ورنہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کس کی طاقت تھی کہ جادو کر سکتا۔ اس سے جادو کے موجود ہونے کا بھی سب ثبوت مل گیا۔

انسان پر کیفیت طاری کر کے سورتیں پڑھنے کے بارے میں قرآن پاک میں سورہ زمر میں اس طرح ارشاد ہوا ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے نہایت عمدہ کلام یعنی وہ کتاب جس کی آیتیں ایک جیسی ہیں، بار بار دہرائی جاتی ہیں اور کانپنے لگتے ہیں اس کے پڑھنے سے بدن ان کے جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے، پھر نرم ہو جاتے ہیں ان کے بدن اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف، یہ اللہ کی ہدایت ہے رہنمائی کرتا ہے جس کے ذریعے جسے چاہتا ہے، اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

## اسلام اور مذاہبِ عالم کی روحانیت میں بنیادی فرق

اسلام اور مذاہبِ عالم کی روحانیت میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلام کے علاوہ باقی تمام مذاہب کے روحانی نظام میں کسی نہ کسی شکل میں رہبانیت پائی جاتی ہے جبکہ شارعِ اسلام کا حکم یہ ہے:

**لا رهبانية في الاسلام**

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

اسلام میں رہبانیت کے بجائے زہد اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اب ہم اس امر کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے کہ رہبانیت کیا ہے اور زہد کیا ہے۔ تاکہ اسلام اور مذاہبِ عالم کی روحانیت میں بنیادی فرق کو سمجھا جا سکے۔

دیکھیں قارئین! رہبانیت کا ذکر کلامِ الٰہی میں پانچ یا چھ مرتبہ ہوا ہے مگر کہیں بھی رہبانیت کو بذاتِ خود برا نہیں کہا گیا اس کی مذمت نہیں کی گئی مثلاً سورۃ توبہ میں ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

عیسائیت کے علمبرداروں میں سے جو ان کے عابد اور راہب تھے انہوں نے اللہ کے علاوہ خدا بنا لئے تو اگلی مذمت ہوئی۔ عمل کی نہیں عقیدے کی ہو رہی ہے۔ کیونکہ اسلام کے لیبل میں نماز و روزہ کی ادائیگی کے ساتھ اگر غیر اللہ کو اللہ ماننے پر مجبور کرے تو فسادِ عمل میں نہیں عقیدے میں ہے۔ یا یوں سمجھ لیں یہاں مذمت رہبانیت نہیں یا ترکِ دنیا کی مذمت نہیں بلکہ غیر اللہ کو اللہ ماننے کی ہے۔

سورۃ توبہ میں ارشاد ہوا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝



ایمان والوں کو انتباہ ہے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اے ایمان والو! دیکھو عیسائیت میں بہت سے عابد اور اللہ سے (ظاہری طور پر) ڈرنے والے ہیں جنہوں نے لوگوں کا مال ہضم کرنا شروع کر دیا اور اللہ کے راستے میں حائل ہو گئے اور انہوں نے سونے چاندی کے خزانے جمع کر لئے اور ایک پیسہ بھی راہِ خدا میں خرچ نہ کیا بس ان لوگوں کو ''عذاب الیم'' کی بشارت دے دو۔

اس آیت میں بھی واضح طور پر ان افعال کی مذمت ہے اور یہ افعال اہلِ اسلام کے لیے بھی اتنے ہی مذموم ہیں جتنے کسی اور مذہب کے لیے ہیں۔ یہ اخلاقی برائیاں ہیں جنہیں لا مذہب بھی پسند نہیں کرتے۔ کسی کا مال ہضم کرنا دولت کو جمع کرنا اقتصادی نکتہ نگاہ سے بھی قبیح ہے خاص طور پر اہلِ اسلام کو بھی تنبیہہ کی گئی ہے کہ سونے چاندی کے خزانے جمع نہ کرو، یہ تمہارے لئے آخرت میں عذاب بن جائیں گے مگر یہ ان افعال کی مذمت ہے۔

لیکن اس آیت سے بذاتِ خود رہبانیت کو برا کیسے کہا جا سکتا ہے۔

سورۃ المائدہ میں ہے اے ایمان والو تمہارے بدترین دشمن یہودی ہیں اور تمہارے بہترین دوست عیسائی ہیں محبت کرنے والے نصاریٰ ہیں اور اس کی وجہ جو بتائی ہے وہ یہ ہے کہ

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ

کیونکہ ان میں علما اور راہب ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے

یہاں راہبین کو جذباتی لحاظ سے اسلام دوست قرار دیا جا رہا ہے اور اچھے الفاظ میں یاد کیا جا رہا ہے پھر سورۃ حدید میں ہے کہ جناب عیسٰی کو انجیل عطا ہوئی اور نصاریٰ کے بارے میں ہے۔

وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

اور نصاریٰ کے دلوں میں اتباعِ عیسیٰ علیہ السلام سے رافت اور رحمت کو داخل کیا گیا اور انہوں نے رہبانیت کا حق ادا نہ کیا اس کا لحاظ نہ رکھا اور ان میں سے جو صاحبِ ایمان تھے انہیں تو اجر عطا کیا گیا اور کثرت سے ان میں ایسے لوگ تھے جو فاسق تھے بُرے تھے۔

یہ ہیں وہ آیات جن میں رہبانیت کا تذکرہ ہے، اب قارئین خود فیصلہ کریں کہ رہبانیت کس حد تک مذموم ہے اور کہاں تک ترکِ دنیا مذموم اور قابلِ ملامت ہے۔

اسلام نے دونوں رُخوں پہ مکمل بحث کی ہے جہاں عبادات کا ذکر فرمایا ہے وہاں عبادات کو اجتماعی شکل دے کر امت پر احسان فرمایا ہے نماز باجماعت کے فضائل نماز منفردہ سے کئی گنا زیادہ بتائے ہیں یعنی اگر مومنین کی جماعت میسر ہے تو کنارہ کشی اور خلوت حرام ہے، اگر جماعت مومنین میسر نہیں تو کنارہ کشی مباح ہے، عزلت حلال ہے، حکم دیا ہے کہ بہتر ہے کنارہ کش ہو جائیں اور حکم دیا ہے کہ بہتری اسی میں ہے کہ گھروں کے فرش بن جائیں محافل اور اجتماعات سے بچنے میں عافیت ہے۔

مومن کے دس فضائل میں فرمایا کہ مومن کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اغتنام الخلوۃ کہ وہ خلوت کو [illegible] سمجھتا ہے۔

اصحابِ صفہ نے زہد کا جو مظاہرہ دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فرمایا وہ تاریخ کے دامن کا [illegible] الجبر ہے۔ انہوں نے گھر بار چھوڑے عزلت کی، غربت پسند کی، ترکِ لذات کیا، صبح وشام مٹھی بھر کھجور پہ اکتفا کیا، [illegible] بچے نہ مال نہ جائیداد نہ گھر نہ مویشی، سب کچھ چھوڑ کر بارگاہِ نبوی میں حاضر رہے لباس تھے تو واجبی سے کھجور کے [illegible] جگہ جگہ پیوند، کپڑوں سے ناگوار بو آتی تھی۔ جملہ صعوباتِ حیات برداشت کر کے قُربِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible] زندگی گزارنے کو ترجیح دی کیا یہ بھی رہبانیت ہے؟

رہبانیت اور زہد میں ایک طرح کا یہ فرق بھی ہے کہ رہبانیت ہے پانی سے دور رہ کر پانی کے لیے [illegible] محروم تصور کر کے اسی کے تصور میں زندگی بھر چٹخارے لینا۔ اور زُہد یہ ہے کہ پانی میں رہ کر پانی سے مستغنی رہنا، [illegible] لباس تر نہ ہونے دینا، مرغابی کی طرح پانی میں رہ کر خشک رہنا۔

جیسے شہد کی مکھی خود شہد بناتی ہے مگر اس میں پھنس کر نہیں مرتی۔ دوسری مکھی دور ہو تو حسرت میں مرتی [illegible] جائے تو پھنس کر مر جاتی ہے۔ رہبانیت کے بارے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

اگرچہ پاک ہے طینت میں راہبی تری
ترس رہی ہے مگر لذتِ گناہ کے لیے

لذتِ گناہ کے لیے دور رہ کر ترسنا رہبانیت ہے اور زہد یہ ہے کہ ''مُوْتُو قَبْلَ اَنْ تَمُوْ تُوا'' کہ موت سے [illegible] مر جاؤ۔ یہی راز ہے کہ جب تم خود کو مردہ تصور کرو گے تو افتخار و ذلت کی اقدار بدل جائیں گی۔ کسی دنیاوی مقصد کے [illegible] سونے کے تخت پر بیٹھنا اور مزبلہ (گندگی کے ڈھیر) پر بیٹھنا برابر ہوگا، سونے چاندی کے ڈھیروں کی اٹک دل میں [illegible] نہیں ہوگی، تختِ حکومت پر بیٹھ کر خود کو قوم کا غلام سمجھو گے۔ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا ملکِ عظیم کس [illegible] ہے، جنات وانسان، ووحوش وطیور اور ابر و باد کی حکمرانی کے باجود اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھانا اور لذائذِ سلطنت سے [illegible] نیاز رہنا یہ زہد ہے۔

سلطنت کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہونا رہبانیت ہے، تخت پر بیٹھ کر خود کو گوشہ نشین تصور کرنا یہ زہد ہے اور زُہاد کی [illegible] جہاں بیان ہوئے ہیں وہاں فرمایا گیا:

علم ان کی حقیقت اور بصیرت قلبی پہ ہجوم کرتا ہے اور وہ ہمیشہ یقین کی روح کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان پر ہر وہ [illegible] آسان ہو جاتی ہے جو دوسروں کے لیے صعوبت شدید ہوتی ہے۔ وہ ہر اس چیز سے مانوس ہو جاتے ہیں جس سے جاہل [illegible] زدہ رہتے ہیں۔ وہ بدنی زندگی (جسمانی طور پر) تو ساری دنیا کے ساتھ رہتے ہیں اور اہلِ دنیا کی صحبت میں رہتے ہیں مگر ان کی روحیں محلِ اعلیٰ میں معلق ہوتی ہیں۔ بدن لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں مگر روح گوشۂ خلوت میں محوِ اعتکاف ہوتی ہے۔

حکیم بلوہر نے زاہدین کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے بھاگنا



[illegible] اور جنگل میں جا کر پناہ لے اور وہاں کھانے کو کچھ نہ ہو اور اس کے ساتھ اس کے بیوی بچے بھی ہوں اور ان میں سے [illegible] بھوک سے مر جائے اور باقی افرادِ کنبہ کی جان بچانے کے لیے اس کا گوشت بھون کر کھانے پر مجبور کیا جائے تو تم بتاؤ [illegible] کی ماں اس کا کتنا گوشت کھائے گی۔

اسی سے قوت لایموت کے معنی سمجھ لو کہ کیا ماں بھی گوشت کی لذت کو انجائے Enjoy کرے گی بس اسی طرح [illegible] غذا سے لطف اندوز نہیں ہوتا۔ کیونکہ زہد ہے ہی ترکِ لذات میں۔ حکم ہے زندہ رہنے کے لیے کھاؤ نہ کہ کھانے کے [illegible] زندہ رہو میرا ذاتی خیال ہے کہ اخروی نقطۂ نظر سے بذاتِ خود نہ کوئی حلال ہے نہ کوئی حرام، اصل چیز اضطرار ہے یعنی اگر [illegible] رار کی حالت میں حرام بھی کھایا جائے تو حلال ہے اور اگر لذتِ نفس کے لیے حلال بھی کھایا جائے تو حرام ہے۔ یاد رہے [illegible] پہلے بھی عرض کر چکا ہوں حرام اضطرار میں حلال ہے مگر صرف اخروی نقطۂ نظر سے لیکن دنیاوی مضرات لازمی ہیں۔

زہد ترکِ لذات کا نام ہے اس کے بالمقابل قرآن مجید فرقانِ حمید میں ''ہوا'' اور ''شہوت'' کا ذکر آیا ہے۔ ہوا اور شہوت میں کیا فرق ہے شہوت کے معنی ہیں فطرتی خواہشیں اندر سے اٹھنے والی تحریکیں مثلاً نیند کی تحریک، [illegible] ک کی تحریک، پیاس کی تحریک، بولنے کی خواہش، آرام کی خواہش وغیرہ وغیرہ اور ''ہوا'' کے معنی ہیں مہیجاتِ خارجی۔

اب کچھ شہوات ہیں جو فطری ہیں، ان پر اعتدال سے بڑھنے میں مذمت ہے یعنی رزقِ حلال وطیب بھی سیر ہو کر [illegible] کھانا بھی کسی حد تک اسلام میں مذموم ہے اور اسلام کے اعلیٰ اقدار کے منافی ہے۔

زیادہ سونا بھی دماغ کو کند کرتا ہے اور روحانیت کے لیے زہر ہے۔ یہی وجوہات ہیں کہ احیاشب (شب [illegible] داری) کے فضائل ہیں، قائم اللیل یعنی شب بھر عبادت کے لیے جاگنے والے کو سراہا گیا ہے اور صائم النہار یعنی دن کو روزہ [illegible] رکھنے والے کی مدح کی گئی ہے۔ گویا عبادات کو بھی ترکِ لذات کی بنیاد پر موزوں کیا گیا ہے۔ یہ سب رہبانیت کے [illegible] دائرے میں نہیں آتے۔

جناب زکریا علیہ السلام نے ایک مرتبہ ابلیس کو طلب فرمایا اور دریافت فرمایا کہ کیا ہمارے اعمال میں تمہارا بھی کوئی حصہ ہے؟ اس نے عرض کی حاشا لِلّٰہ ایسا نہیں ہو سکتا، آپ اللہ کے نبی ہیں مگر آپ کی صرف ایک بات سے مجھے کچھ [illegible] خوشی ہوتی ہے کہ آپ سیر ہو کر کھانا تناول فرماتے ہیں۔ انہوں نے فوراً قسم اٹھالی کہ آئندہ سیر ہو کر کبھی نہیں کھاؤں گا۔

دوستو! خواہشاتِ نفس کی مخالفت عین اسلام ہے نہ کہ رہبانیت ہے۔ اسی بات کی طرف آئمہ اہلِ بیت اور صحابہ کرامؓ [illegible] نے اشارہ فرمایا ہے کہ بندہ مومن کی پہچان یہ ہے کہ اگر یہ دنیا زر و جواہر میں بدل دی جائے اور ایک گٹھڑی باندھ کر اس کے سپرد کر دی جائے اور گٹھڑی گر جائے تو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے کہ کہاں گری ہے۔ یعنی مومن دنیا سے بے نیاز ہوتا ہے اور یہ [illegible] بھی ہے کہ زہد کی کوئی حد نہیں ہے۔

اب خود سوچیں کیا ہم اس پر رہبانیت کا لیبل لگا سکتے ہیں؟ جبکہ یہ ہمارے لئے زہد کا درس تھا۔ اصل غلطی یہی [illegible] ہوئی ہے کہ آج تک کسی نے زہد ور ہبانیت کے مابین کوئی خطِ تمیز نہیں کھینچا اور ان دونوں کے حدود اربعہ کو غلط ملط کر دیا گیا ہے، اس سے لوگ غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔

سیدنا امام موسیٰ کاظمؑ کا واقعہ ہے کہ خلیفۂ وقت نے ایک مرتبہ عرض کی کہ حضور کے اجدادِ گرامی تو سادہ لباس زیب بدن فرماتے تھے اور آپ شاہانہ لباس پسند فرماتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو امام پاکؑ نے گریبان کھول کر دکھایا اس ظاہری لباس کے اندر ایک اور پیراہن تھا جو اونی اور سخت قسم کا تھا۔ پھر فرمایا کہ یہ ظاہری شاہانہ لباس آپ کے لیے ہے اور اندرونی لباس میرے اپنے لئے ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ رہبانیت اور زُہد میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ ظاہراً دنیا ترک کرنا رہبانیت ہے۔ اور باطناً ترک کرنا زُہد ہے۔ اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ ظاہر میں ترک نہ کرو اور باطن میں ترک کرو۔

حقیقت ہے یہ کہ رہبانیت اور زُہد میں یہی بنیادی فرق ہے کہ رہبانیت دنیا کو برباد کر دیتی ہے اور زُہد دنیا کو آباد سے آباد تر کرتا ہے۔ اگر کما حقہ اسے سمجھا جائے تو اس سے بڑا معاشرتی نظام کسی دستورِ حیات میں نہیں ہے کیونکہ انسانیت کی فلاح و بہبود زُہد میں ہے۔ ڈاکٹر چارلس ڈارون نے انسان کو بحیثیت انسان کے دیکھا تو ارتقا کے تین بنیادی اصول وضع کیے اور اجتماعی طور پر انہیں جہد للبقا کا نام دیا جس کے ماتحت پورے عالمِ حیوان کی طرح انسان کو بھی ثابت کیا جیسے انسان جب دوسری انواع کی زندگی سے اپنی بقا کے لیے کھیلتا ہے تو اسے انٹر سپیسفک سٹرگل (Inter Spcific Struggle) یعنی بین الانواعی جہد للبقا کا نام دیا۔ جس میں انسان کبھی نباتات کو خوراک بناتا ہے، کبھی حیوانوں کو ذبح کر کے کھاتا ہے اپنی بقاء کے لیے دوسروں کی جان لیتا ہے۔

زہد اس جنگ میں اعتدال پیدا کر کے انسانیت کو حسن عطا کرتا ہے اور ہر چیز کو اپنی بقا پر فدا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اصولوں پہ فدا ہونے کا درس بھی عطا کرتا ہے اور جملہ انواع کو خوراک کے نقطۂ نظر سے دیکھنے کے بجائے ایک ''حُسنِ کُل'' کے مظاہر کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔

دوسرا اصول ہے بین النوعی جہد للبقا، یہ حیوانوں کی طرح انسان کی بحیثیت حیوان کے اپنی نوع انسان سے جنگ ہے یعنی ضروریاتِ حیات کی طلب کی شدت میں یا بقائے نسل کے لیے جو جنگ ہوتی ہے اور اسی حیوانی فطرت کے تحت انسان اپنی نوع کے افراد سے لڑتا ہے اور بقائے نسل کے لیے اپنے جوڑے پر رقابت کرتا ہے اور اپنی حیوانی صفات کی وجہ سے انسان بھی حیوان بن جاتا ہے۔ اور اگر اسلامی اقدار کو سمجھا جائے تو زر، زن اور زمین کے بین النوعی اختلافات کا خاتمہ ہو جائے۔ اس کے بعد ہے ماحول سے برسرِ پیکار (Environmental Struggle) سردی، گرمی، بارش، ہوا، کہر، خشکی اور بقائے ذات کے لیے ماحولیاتی چیزوں سے ٹکر لینا۔ ان چیزوں میں انسان کو محدود کرنا کتنی بڑی زیادتی ہے حالانکہ ان اصول ثلاثہ میں سے کوئی شق بھی انسانیت کے نقطۂ نگاہ سے پوری نہیں اترتی یہ تو صرف انسان کی حیوانیت کی آئینہ دار ہیں، جبکہ انسان سوچتا ہے، احساس کرتا ہے، تکبر کرتا ہے۔ انسان کے ارتقائے ذہن اور جسم کے محرکات اتنے محدود نہیں ہیں۔ اسلام نے ان حیوانات کی سرشت کے اصولوں سے ماورئی ایک نظام کا تصور پیش کیا ہے جہاں اپنی بقا کے لیے کچھ نہیں کیا جاسکتا، یعنی اپنی بقائے نسل وذات کے لیے برسرِ پیکار رہنا حیوانیت ہے اور پوری کائنات کی فلاح کے لیے اپنی فنا طلب کر لینا اسلام ہے اور یہی انسانیت کا طرہ امتیاز ہے کہ جو انسان کو حیوان سے جدا کرتا ہے۔



رہبانیت کے جو عام معنی لئے جاتے ہیں یہ تو انتہائی آسان اور سستا کام ہے یعنی نہ اپنی خبر نہ دوسرے کی خبر نہ اپنا نہ دوسرے کا گھاٹ۔ پاگل بن کر برہنہ پھرنا انتہائی آسان ہے۔ چند دن لوگ تالیاں پیٹتے ہیں بچے پتھر وغیرہ مارتے ہیں پھر پاگل ڈکلیئر Declare کر کے کوئی اس کی کسی بات کا نوٹس نہیں لیتا۔ لیکن دنیا کے ساتھ رہ کر اس سے معاشرت کرتے ہوئے ان سے علیحدہ رہنا، ابنائے دنیا کی محفلوں میں رہ کر انہی لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھنا، اپنی سفید پوشی قائم رکھنا ...داری بھگتانا، انہی کے ساتھ گھل مل کر رہتے ہوئے دین بچانا انتہائی مشکل ہے۔ کیونکہ صحرا میں بیٹھ کر کپڑے نہ بھیگنے انتہائی آسان ہے مزہ تو یہ ہے کہ دریا میں غرق ہو اور لباس بھی تر نہ ہو۔

جنگل میں بیٹھ کر جو کھانا یا درختوں کے پتے کھانا انتہائی آسان ہے، مدائن کا گورنر بن کر جو کھانا انتہائی مشکل ہے، پہاڑوں اور گھاٹیوں میں رہ کر کھدر کا پھٹا ہوا لباس پہننا آسان ہے، پورے عرب کی سلطنت کے تخت پہ بیٹھ کر کھدر کا بوسیدہ لباس پہننا مشکل ہے۔ خود کو مسجد میں پابند کر کے اللہ اللہ کرنا انتہائی آسان ہے، لیبارٹری میں ہاتھ تجربات میں مصروف ہوں اور دل میں ذکرِ الٰہی ہو یہ بات مشکل ہے۔ اپنی کوٹھی، کار، بینک بیلنس کے لیے دن رات محنت کرنا انتہائی آسان ہے، دوسروں کو غلامی سے نجات دلانے کے لیے محنت کرنا انتہائی مشکل ہے۔

شادی کرنا عیب نہیں، محبوبِ حقیقی کو بھول جانا کفر ہے، دنیاداری اور امورِ سلطنت سنبھالنا عیب نہیں، اپنے مالک کو فراموش کرنا کفر ہے۔ جہاں تک رہبانیت کا تعلق ہے تو اسے معیوب نہیں سمجھنا چاہئے وہ دینِ عیسیٰؑ علیہ السلام ہے گو ہمارے لئے واجب العمل نہیں مگر اپنے زمانے اور دور کے لحاظ سے وہ بھی خدا کا دینِ حق تھا۔ اسلام نے اسے منسوخ نہیں کیا بلکہ زیادہ سخت کر دیا ہے۔ جیسے جناب عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے کم نہیں ہوئی اسی طرح رہبانیت کا تقدس اسلام کے ظہور کے بعد پامال نہیں کیا جاسکتا بلکہ شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو انبیاء ما سلف علیہم السلام کی عظمتوں کو اجاگر کیا ہے اور اسی طرح اسلام نے انبیاء ما سلف کی شریعتوں کو جلا بخشی ہے۔

جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ زنا نہ کرنا جناب عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بری نگاہ بھی نہ کرنا کہ یہ بھی زنا کے برابر ہے۔ اور شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم زنا کا خیال بھی نہ کرنا کیونکہ تم شیشے کے مکان میں آگ ...ل کرو گے تو وہ مکان اگر جل نہ سکے گا تو سیاہ ضرور ہو جائے گا بس اسی طرح زنا کا خیال کرنا بھی نقصان دہ ہے۔ اسی طرح اسلام نے سابقہ شریعتوں سے قدم آگے بڑھایا ہے، پابندیاں سخت کر دی ہیں، احکام کو شدید کر دیا ہے۔ رہبانیت اصل میں ...راہِ فرار اختیار کرنا تھا۔ اسلام نے فرمایا کہ دشمنوں میں رہ کر خود کو محفوظ رکھو۔ یہ انتہائی مشکل کام ہے دنیا کی گوناں گوں ...یوں میں رہ کر ان سے بے رغبت رہنا۔

اسلام یہ نہیں کہتا کہ دنیا کو تج دو بلکہ اس کا پیغام یہی ہے کہ شواہد کائنات کا مطالعہ کرو۔ سائنس فعلِ خالق ہے، فعل کے عرفان میں فاعل کا عرفان مضمر ہے۔ زر و سیم کے سمندر میں چقماق کی طرح رہنا چاہئے کہ چاہے ہزاروں سال پانی میں رہے مگر اسلام کی حرارت کو پانی سے متاثر نہ ہونے دے۔

ایک راہب سے جب رہبانیت کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے بتایا کہ میں ایک کاٹنے والا کتا ہوں، میں نے خود کو

صومعہ میں باندھ رکھا ہے تاکہ مخلوقِ خدا مجھ سے محفوظ رہے۔ مگر اسلام کہتا ہے کہ مخلوق میں رہ کر اسے ایذا نہ دو
سے مشکل اور بدرجہا افضل کام ہے۔ ہاں اگر احتمالِ ضرر باقی رہے تو پھر تنہائی بہتر ہے۔

## اسلامی تصوف اور صوفیا کے غیر مسلم روحانی پیشواؤں پر اثرات

یہ حقیقت ہر ذی شعور پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اہلِ بیتؓ اطہار اور جید صحابہ کرامؓ کے بعد
کے فروغ کا سبب صوفیائے کرام ہی بنے ہیں۔ صوفیائے کرام جہاں ایک طرف اپنے حسنِ خلق کے ساتھ
بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہِ ہدایت پر لاتے ہوئے شرق و غرب میں اسلام کو پھیلانے کا موجب بنے وہاں دوسری طرف
کے حسنِ کردار اور الٰہی نظریات و افکار سے غیر مسلم روحانی پیشوا بھی شدید متاثر ہوئے۔

سرزمینِ ہند پر اسلامی تصوف اور صوفیا نے غیر مسلم روحانی پیشواؤں پر کیا اثرات مرتب کئے اس کا اندازہ
مشہور ہندو مؤرخ پروفیسر ڈاکٹر تارا چند کی ان تحقیقات سے ہوتا ہے جو انہوں نے اپنی کتاب INFLUENCE OF ISLAM ON INDIAN CULTURE میں پیش کی ہیں۔ ڈاکٹر تارا چند جیسے محقق اور منصف مزاج مؤرخ
تاریخی حقیقتوں کو بے نقاب کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ شنکر آچاریہ، رامانند، بھگت کبیر اور ان کے تمام چیلے اور
چیلے صوفیائے کرام اور اولیائے اسلام سے تصوف کی تعلیم و تربیت حاصل کر کے بلند روحانی مراتب کو پہنچے۔

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ شمالی ہند میں مسلمانوں کو فتوحات اور حکومت سے بہت پہلے جنوبی ہند میں عرب
آبادیوں کے ذریعے ہندو اربابِ روحانیت نے مسلمانوں سے تصوف کے میدان میں اثرات قبول کرنا شروع کر
تھے۔ اس تاریخی حقیقت سے اس بات کی بھی نفی ہوتی ہے کہ مسلمانوں نے بزورِ شمشیر غیر مسلموں کو مسلمان بنایا۔ ڈاکٹر تارا
چند کے الفاظ ہیں۔

## شنکر آچاریہ

جنوبی ہند میں شنکر آچاریہ اور ان کے شاگردوں کی روحانی تعلیمات اور اسلامی تصور کی تعلیمات میں حیرت انگیز
مشابہت ہے..... شنکر کی پیدائش کے وقت تک اسلامی نظریۂ توحید (MONOTHEISM) جنوبی ہند میں جڑ پکڑ
اس لحاظ سے شنکر آچاریہ اپنے عہد کی پیداوار تھے اور ایک نئے مذہب یعنی مذہبِ توحید کے بانی تھے جو برہمنوں کی
کے برعکس تھا۔ شنکر کے اس نظریۂ توحید کو اسلام کے سخت توحید پسند مذہب سے بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ شنکر اس وقت پیدا
ہوئے جب مسلمانوں نے جنوبی ہند میں قدم جما کر وہاں کے ایک راجا کو مسلمان کر لیا تھا اور اپنی تبلیغی کوششوں
مصروف ہو چکے تھے۔ ان کی جائے پیدائش بھی وہ جگہ تھی جہاں عربستان اور ایران سے جہاز آ کر ٹھہرتے تھے لہٰذا اگر شنکر کے
نیا نظریۂ توحید اسلامی توحید کی ایک گونج قرار دیا جائے تو کوئی نئی اور حیرت کی بات نہ ہوگی۔ چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام
کے اثرات ہندو ازم میں پوری قوت سے داخل ہوئے اور اس پر اسلامی رنگ چڑھا دیا۔



## فرقے لنگا (جگناماس) اور سدھار پر اسلامی تصوف کے اثرات

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ جنوبی ہندو کا ذکر چھیڑنے سے پہلے دو اور ہندو فرقوں کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت
ہے کیونکہ ان فرقوں پر اسلامی اثرات مذکورہ بالا سب فرقوں سے زیادہ ہوئے ہیں۔ ان فرقوں کے نام لنگایت (جگناماس)
اور سدھار ہیں۔

ہندو مت کے ان دونوں فرقوں کی عادات و خصائل، عقائد و اعمال برہمنوں سے اس قدر مختلف اور اسلام سے
اس قدر مشابہ ہیں کہ ہندو اور یورپین مؤرخ اسلامی اثرات کی ہرگز نفی نہیں کر سکتے۔

## رامانند اور بھگت کبیر

پروفیسر تارا چند شمالی ہند میں اسلامی تصوف کے اثرات بیان کرتے ہوئے رامانند اور بھگت کبیر جیسے نامور
روحانی پیشواؤں کی مثال پیش کرتے ہیں۔ جو تصوف سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

رامانند جنوبی اور شمالی ہند کے درمیان بھگتی تحریک کا پل (واسطہ) ہے۔ بھنڈارکر اور گریسن (GRIESON)
کالروں کا خیال ہے کہ رامانند رامانوج سے چوتھی پشت پر ہے۔ میکن لیف (MACANLIFE) کہتا ہے کہ وہ
12 میں پریاگ (الہ آباد) کے ایک گھرانے میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک آزاد ذہنیت کے مالک تھے اور اپنے علم کو
بڑھانے کے لیے انہوں نے سارے ملک کا سفر اختیار کیا۔ میکن لیف کہتے ہیں کہ اس سفر کے دوران وہ مسلم علما و صوفیا سے
ملا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے اپنے پرانے مذہب کے خیالات ترک کر دیئے۔ رامانند کے بارہ چیلوں کے نام یہ
ہیں۔ اننا نندا، کبیر، پیپا، بھاوانندا، سوکا، سرسورا، پدماوتی، نرہاری، رائیداس، دھانا، سینا اور سرسورا کی بیوی۔ 1398ء میں
پیدا ہوئے۔ وہ ہندو مسلم اتحاد کے بڑے حامی تھے ان کو اپنے استاد رامانند کی زیادہ صحبت نہیں ملی تھی۔ وہ اکثر پڑھتے رہتے تھے
ایک لوگوں سے ملتے تھے۔ وہ زیادہ تر مسلم صوفیا کی صحبت میں رہے جس کا ذکر وہ اپنی نظم رامائن میں بھی کرتے ہیں ان کی
مانک پور میں تھی جہاں وہ مدت تک شیخ تقی کی صحبت میں رہے۔ اسی طرح بھگت کبیر نے جام پور اور جھانسی کے علاقے
مسلم پیروں سے تصوف کی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اس علاقے میں بیک وقت اکیس پیر رہتے تھے جو مساجد میں خطبات
دیا کرتے تھے۔ بھگت کا ایک بیٹا تھا۔ اس کا نام باپ کی طرح اسلامی نام تھا بیٹے کا نام کمال اور بیٹی کا نام کمالی تھا۔

ان کا مذہب بھگتی (محبت) تھا۔ جو صوفیا سے اخذ کیا۔ کبیر کی تعلیمات وہی تھیں جو صوفیا کی تھیں۔ ہندو دھرم میں
ان کا کوئی پیشوا نہیں تھا۔ مسلم صوفیا ہی ان کے پیشوا تھے۔ ان کی تعلیمات وہی تھیں جو صوفیا کی تھیں۔ ان کی تعلیمات سے
معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے شیخ فریدالدین عطارؒ کا پند نامہ بھی پڑھا تھا اور جلال الدین رومیؒ اور سعدیؒ کے کلام سے بھی
آشنا تھے۔ مثلاً کبیر کہتے ہیں کہ جب تم دنیا میں آئے تو لوگ ہنستے تھے اور تم رو رہے تھے، تم دنیا میں اس طرح زندگی گزارو کہ
تمہاری موت پر لوگ روئیں اور تم ہنسو۔

یہ شیخ سعدیؒ کی رباعی کا لفظ بہ لفظ ترجمہ ہے۔

ڈاکٹر تارا چند کہتے ہیں کبیر نے انسان اور خدا کے باہمی تعلق کو شیخ عبدالکریم جیلی اور دوسرے صوفیا کی [illegible] بیان کیا ہے مثلاً ایک جگہ پر کبیر کہتے ہیں:

یہ زندگی ایک بحر کنارے میں ایک حباب کی مانند ہے جس کا وجود سمندر سے علیحدہ نہیں۔ نہ جانے [illegible] پائے رفتن۔ کبیر عبدالکریم جیلی اور دیگر صوفیا کی طرح ذاتِ حق کو سمندر اور انسان کو سمندر کی لہر کی مثال دیتے ہیں اور [illegible] بادہ و ساغر، عاشق و معشوق و محبّ اور محبوب کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ نیز وہ گل و بلبل اور حال و مقام جیسے صوفیانہ [illegible] بھی اکثر استعمال کرتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت بڑی حد تک صوفیا کے احسان مند ہیں۔ [illegible] نے کبیر کے کلام کا ترجمہ کیا ہے جس میں دو سو سے زائد عربی اور فارسی کے الفاظ ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ تصوف کا [illegible] پر کتنا گہرا اثر تھا۔ کبیر پر صوفیائے کرام کے اثرات کا سب سے بڑا ثبوت ان کی تعلیمات ہیں۔ مثلاً وہ خدا کو ان [illegible] سے یاد کرتے ہیں۔ ''اللہ بے چوں خدا سائیں گوندا'' وغیرہ۔ سب سے زیادہ پیارا خدا کا نام ان کے نزدیک صاحب [illegible] جو ہر وقت وہ استعمال کرتے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ ذاتِ حق الوریٰ ہے۔ وہ پاک ذات ہے۔ وہ کہتے ہیں خدا [illegible] ہے اور یہ گہرا صوفیانہ اثر ہے۔ کبیر کہتا ہے ذاتِ حق ایک نور ہے جو ساری کائنات کو سموئے ہوئے ہے۔ سنو بھائی [illegible] حقیقی ہادی خالص نور ہے۔ یہ شیخ عبدالکریم جیلی اور بدرالدین شیخ کے الفاظ کی گونج ہے۔

یاد رہے کہ رامانند اور کبیر ہندوؤں کے پیرانِ پیر ہیں جنہوں نے مسلم صوفیائے کرام سے تصوف کی [illegible] حاصل کیں۔ ان تینوں باپ بیٹے اور بیٹی کے اسلامی نام تھے اور اس قدر اسلامی زندگی بسر کرتے تھے کہ جب کبیر کا انتقال ہوا تو مسلمان ان کو دفن کرنے اور ہندو جلانے کے لیے جنازہ پر پہنچ گئے لیکن جب دیکھا تو پھولوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔

## کبیر کے چیلے

کبیر کے بے شمار چیلے تھے جن کے ذریعے ان کی تعلیمات شمالی ہند اور دکن میں پھیل گئیں۔ ان کے روحانی سلسلے میں بارہ شاخیں تھیں اور ہر شاخ کا علیحدہ سربراہ تھا۔ کبیر کے مندرجہ ذیل چیلے (خلفا) تھے۔

1- سرت گوپال داس جن کا مرکز بنارس تھا۔
2- مگھر
3- جگن ناتھ
4- دوارکا
5- بھگو داس جنہوں نے کبیر کی نظم بیجک کو مرتب کیا۔
6- دھرنا داس جن کی نظموں میں کبیر ان کے سوالات کا جواب دیتے ہیں۔
7- جیون داس جو ست نامی فرقہ کے بانی ہیں۔



کمال ابن کبیر کے مریدین زیادہ تر مغربی ہند میں رہتے تھے۔

دادو دیال جو کبیر کے خلفا میں سے سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

دادو دیال کے مندرجہ ذیل اقوال بالکل صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔

''جب نفس غالب آ جاتا ہے تو تکبر، غصہ، خودی، دوئی، جھوٹ، حرص، ضد ابھر آتے ہیں اور نیکی ختم ہو جاتی [illegible] ارواح کا مقام یہ ہے کہ جب محبت، عبادت، اطاعت، وحدت، تزکیہ، رحم، حق اور نیک خوئی جمع ہو جاتے ہیں تو آدمی [illegible]راست پر آ جاتا ہے۔ یہ صوفیائے کرام کی اصطلاحات تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے سوا اور کیا ہے ایک جگہ پر تو وہ صاف [illegible] انداز میں کہتے ہیں کہ:

''میں نے صاف بتا دیا کہ مجھے کیا مقام حاصل ''پیر'' کے ذریعے ''مرید'' کو محبوب کا راستہ ملتا ہے۔''

## لہا اور ملک داس

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ: دادو دیال کا چیلہ (خلیفہ) کلہا تھا اور کلہا کا خلیفہ ملک داس تھا۔ انہوں نے بھی دادو کا [illegible]لک اختیار کیا ایک مقام پر ملک داس لکھتے ہیں کہ:

وہ شخص جو پانچ عناصر کی حد سے باہر نکل جاتا ہے خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ وہ شخص جو پیاسے کو پانی پلاتا ہے [illegible]ں کا یہ کام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک بڑی عبادت ہے۔

## سندر داس

دادو دیال کے ایک اور نائب سندر داس ہیں۔ آپ سال 1596ء میں جے پور کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے فتح پور سیکری میں اقامت اختیار کی اور صوفی شاعر نواب الف خاں اور ان کے بیٹے دولت خاں اور صابر خاں کے ساتھ بہت گہرے تعلقات تھے۔ ان کا انتقال 1689ء میں ہوا۔ وہ سنسکرت کے بڑے سکالر تھے اور فارسی بھی جانتے تھے ان کا مسلک بھی کبیر کا مسلک تھا۔

## ویر بھان

دادو دیال کے ہمعصر ایک فقیر ویر بھان تھے جو سادھو اور ستنام فرقے کے بانی ہیں۔ وہ رائے داس کے شاگرد تھے، اور ان کا مسلک بھی تصوف ہے۔ وہ گرو (مرشد) کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور اس کو مالک کا حکم قرار دیتے ہیں۔ ان کی تعلیمات کا مجموعہ ایک کتاب ہے جس کا نام پوتھی ہے جو روزانہ جملہ گار (جماعت) کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ ان کی تعلیمات کا علاقہ دہلی، رہتک، آگرہ، فرخ آباد، مرزا پور اور جے پور تک پھیلا ہوا ہے۔ ڈاکٹر تارا چند نے اپنی کتاب میں ان کے دس حکموں کی تفصیل لکھی ہے جو اسلام اور تصوف کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔

# گرونانک

ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں کہ گورونانک جو سکھ مذہب کے بانی ہیں 1469ء میں پیدا ہوئے۔ان کی [illegible] نام رجے رام تھا جو نواب دولت خان لودھی کا ملازم تھا۔نواب دولت خان سلطان بہلول لودھی کا رشتہ دار تھا۔[illegible] کو بلا کر نواب دولت خاں کے ہاں محاصلِ زکوٰۃ کا منشی تعینات کرایا۔تین سال کے بعد انہوں نے ملازمت [illegible] گھر بار چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی۔گرونانک نے ہندوستان، لنکا، ایران اور عرب کے چار سفر کیے اور چالیس سال [illegible] ملکوں میں مقدس مقامات کی زیارت میں مشغول رہے۔شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی کے پاس وہ ایک [illegible] رہے۔علاوہ ازیں وہ مشائخِ ملتان کی صحبت میں بھی رہے اور بابا فرید کے خاندان میں شیخ بہرام (ابراہیم) [illegible] فیض حاصل کیا۔نانک کا مشن ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک کرنا تھا۔صوفیائے اسلام کی صحبت میں رہ کر انہوں نے [illegible] بت پرستی، اوتار وغیرہ کے عقائد ترک کر دیئے۔انہوں نے اعلان کیا کہ: خدا ایک ہے اور اس کا خلیفہ نانک سچ [illegible]

ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں کہ: ''اس سے صاف ظاہر ہے کہ گرونانک پیغمبرِ اسلام کو اپنا راہبر سمجھتے تھے اور [illegible] تعلیمات پر بھی یہی اسلامی رنگ ہے۔پیغمبرِ اسلام کی طرح نانک بھی اپنے پیروکاروں سے خدائے واحد کی [illegible] مطالبہ کرتے تھے......صوفیوں کی طرح نانک بھی گورو (راہبر) کی اطاعت ضروری سمجھتے تھے۔ان کے نزدیک روحانی [illegible] کے چار مراحل تھے۔سون کھنڈ، انان کھند، کرم کھنڈ اور سچ کھنڈ۔

کتاب نانک پرکاش کے مصنف لکھتے ہیں کہ گرونانک کے یہ چار مراحل صوفیا کے چار مقامات [illegible] طریقت، معرفت اور حقیت پر مبنی ہیں۔اسلام کا گرونانک پر کتنا گہرا اثر ہوا یہ بات خود بخود ظاہر ہے بیان کرنے کی [illegible] نہیں اور ان کے اقوال اور افعال اس کی شہادت دے رہے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ صوفی رنگ میں پوری طرح [illegible] جا چکے تھے۔بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آیا انہوں نے ہندوازم سے بھی کوئی فائدہ حاصل کیا''۔

# اسلامی تصوف کے یورپ پر اثرات

## اسلامی تصوف پر ڈی بی میکڈانلڈ کا نظریہ

ڈی۔بی میکڈانلڈ سرزمین یورپ کے بہت بڑے عیسائی مشنری تھے اور اپنے مذہبی پیشواؤں کے حکم پر [illegible] تبلیغی عیسائیت پر مامور تھے۔اپنی کتاب ASPECTS OF ISLAM میں اسلامی تصوف اور صوفیا کی [illegible] بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

''جہاں تک زندہ اولیا کا تعلق ہے ہماری مغربی دنیا میں ان کا بہت فقدان ہے اس لئے



میں اکثر متوفی اولیا کی تلاش میں رہتا تھا جن کی اسلامی دنیا میں کوئی کمی نہیں۔ان کے مزارات پر میں احترام سے جاتا تھا اور فاتحہ پڑھتا تھا۔معلوم نہیں قبر والوں کو اس سے فائدہ ہوتا ہے یا نہیں۔مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ جو لوگ وہاں جاتے ہیں ان کو بھی کوئی فائدہ ہوتا ہے یا نہیں۔البتہ مجھے یہ معلوم ہے کہ مجھے اس سے بہت فائدہ ہوا ہے اور میں نے وہاں (یعنی مزارات پر) جا کر خدا کا قرب محسوس کیا۔

دیکھیں ایک غیر مسلم پادری کو بھی مزارات سے فیض حاصل ہوا اور اُسے محسوس بھی ہوا کہ مجھے فیضان (INSPIRATION) ملا ہے۔ایک دفعہ انہوں نے مجلسِ ذکر میں شمولیت کی اور یہ ان کے تاثرات ہیں۔

''میں یہ نہیں کہتا کہ وہاں مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا۔بلکہ میں پرزور الفاظ میں کہتا ہوں کہ مجھ پر بہت اثر ہوا۔مجھے یہ محسوس ہوا کہ غیب سے میرے سمیت تمام حاضرین پر ایسی روحانیت چھا رہی تھی جو اور کسی جگہ نہیں ملتی''۔

## اسلامی تصوف پر ایچ سی ہاپولڈ کا بیان

ایچ سی ہاپولڈ کا شمار بھی سرزمینِ یورپ کے روحانی لوگوں میں ہوتا ہے۔وہ اپنی کتاب مسٹی سزم میں لکھتے ہیں کہ:

''اسلام جیسے سب سے زیادہ تنزیہی مذہب کے اندر شاندار روحانی عروج کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے......اگرچہ صوفیائے اسلام کے مشاہدات عام طور پر وہی ہیں جو دوسرے مذاہب کے اربابِ روحانیت کے ہوتے ہیں لیکن صوفیا میں چند ایسے خاص عناصر ہیں جو روحانیت کے طالب علم کے لئے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔صوفی کے لیے ترکِ دنیا ضروری ہے لیکن صوفی کا ترک اور قسم کا ہے۔صوفی طالبِ مولا ہوتا ہے اور طلبِ مولا میں صوفی کے لیے ضروری ہے کہ دنیا کو ترک کر کے پس پشت نہ ڈال دے بلکہ دنیا کے اندر گھس کر اس کی حقیقت اور ماہیت کو پالے۔یہ بات باقی اربابِ روحانیت میں نہیں پائی جاتی۔کیونکہ صوفی کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ دنیا کے اندر گھس کر اس کی حقیقت معلوم کرے اور اس بات کے لیے اسے تزکیہ نفس کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ تکبر سے بالاتر ہو کر رائے قائم کرے اور نفسانیت سے بالاتر ہو کر لوگوں سے معاملہ کرے اور اپنے جذبات اور خواہشات پر قابو پا سکے۔اور یہ بات دنیا میں رہ کر حاصل ہو سکتی ہے خدا تک پہنچنے کا یہی اور صرف یہی راستہ ہے جس کے بعد وہ ذاتِ حق کے ساتھ ایک ہو کر حقیقتِ اشیاء کو سمجھتا ہے اور سورج ستاروں کی حرکات کو اس نور سے دیکھتا ہے۔چونکہ صوفی ذاتِ حق میں گم ہو جاتا ہے وہ دنیا کی حقیقت کو بہتر سمجھ سکتا ہے اور کائنات کو ایسے دیکھتا ہے جیسے خدا (عینی خدا کی بصیرت سے دیکھتا ہے) اس کے بعد دنیا اس کو کچھ اور نظر آتی ہے اس کو دنیا کی قباحت کے پیچھے حسن اور نقائص کے نیچے کمال نظر آتا ہے۔وہ ہر چیز میں نیا راگ سنتا ہے، ہر شے میں نیا رنگ دیکھتا ہے اور ہر جگہ اس کو نئی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔یہاں پر دونوں قسم کے مشاہدات جمع ہو جاتے ہیں مشاہدۂ حق اور مشاہدۂ کائنات......بعض صوفیا کے منہ سے بے ساختہ غیر شرعی کلمات نکل گئے لیکن غزالی جیسے اکابر صوفیا نے میدان میں آ کر تصوف اور شریعت کو ایک ثابت کیا اور فنا فی اللہ جیسے مشکل مقامات کو ایسے الفاظ میں بیان کیا جو شریعت سے متصادم نہیں ہوتے''۔

♦♦♦♦♦

# باب چہارم

# روحانیت اور اسلام

جب ہم مذاہبِ عالم کی روحانیت کا مطالعہ کرنے کے بعد دینِ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں [...] فرق مذاہبِ عالم اور اسلام کی روحانیت میں بتایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے مذاہب میں بھی اگرچہ روحانیت [...] لیکن وہ غیر تبلیغی دین ہیں۔ جیسے ہندومت، عیسائیت وغیرہ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان مذاہب میں پائی جانے والی روحانیت کو اختیار کرنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں۔ مثلاً ہندو مذہب کا ہر آدمی سادھو بن جائے اور سوامی [...] شروع کر دے تو ساری دنیاوی ترقیاں برباد ہو جائیں۔ اسی طرح عیسائیت میں جو رہبانیت ہے اگر اسے [...] معاشرے پر اپلائی کر دیا جائے تو ساری دنیا کا وجود شدید متاثر ہو جائے۔ کیونکہ اس میں شادی کرنا حرام ہے۔ اس طرح ایک نسل تک یہ دین باقی رہے گا اس کے بعد کوئی ایسا انسان دنیا میں نہ رہے گا جو ان مذاہب کا نام لینے والا ہو۔ [...] ترقیاں، سائنسی ایجادات اور فلاحی اصلاحات مٹ جائیں، سڑکیں اور شہر ویران ہو جائیں، تہذیبوں کا ارتقائی [...] جائے اور اس طرح پوری انسانیت صفحۂ ہستی سے نابود ہو جائے۔

لیکن اس کے برعکس اسلام تبلیغی دین ہے اور اس کے ہر حکم میں روحانیت کسی نہ کسی رنگ میں شامل [...] بات کسی حد تک تو ٹھیک ہے لیکن ہمارے خیال میں کاملاً درست نہیں ہے۔ اسلام تبلیغی دین ہے لیکن بعض مقامات پر [...] غیر تبلیغی بھی نظر آتا ہے۔ اب ہم اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔

دیکھیں قارئین! بنیادی طور پر ہمیں انسانوں کے اندر دو قسم کے لوگ نظر آتے ہیں ان میں اول الذکر وہ طبقہ ہے کہ جو یہ چاہتا ہے کہ دنیا کی رنگینیوں سے بھی استفادہ کرنے کی اجازت ہونی چاہیے اور آخرت بھی ہاتھ سے نہ جائے یعنی وہ دین اور دنیا دونوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ دنیا میں نقد لذتوں کو بھی نہیں گنوانا چاہتے اور آخرت میں "پاس مارک" لینا ہی کافی سمجھتے ہیں تاکہ جہنم سے گلوخلاصی ہو جائے۔ ایسے لوگ آخرت کے اعلیٰ عہدوں اور درجات کے متمنی نہیں ہوتے بلکہ وہ آخرت کی کسی ہلکی پھلکی سزا کو بھی قبول کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں تاکہ وہ اس دنیا کی لذتوں اور آزادیوں سے محروم نہ ہوں۔

دوسری طرف ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جو دین کے اعلیٰ درجات اور بلند مقامات کا متمنی ہوتا ہے۔ جو اس دنیا کی [...] فانی سمجھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ جو کچھ استعمال کر رہا ہے وہ آخرت ہی سے اٹھا کر اسے فانی میں بدل کر دیا جا رہا [ہے۔ اس] لیے وہ یہاں کم سے کم خرچ کر کے اپنا زیادہ سے زیادہ حصہ آخرت میں محفوظ کرنا چاہتے ہیں۔ انسانوں کی اس [...] کے پیش نظر دینِ اسلام میں شریعت کے اندر ان دونوں اقسام کے لوگوں کے لیے گنجائش موجود ہے۔ یعنی اگر [...]ن، زمین کا پیاسا ہو تو اس کے لیے شارع نے ایسے آسان اصول دیئے ہیں کہ وہ اپنی پیاس کو شرعی قوانین کے [...] بجھا سکے اور موت کے بعد کسی بڑی سزا سے بھی ہر ممکن حد تک بچ سکے۔

جیسے اسلام نے اچھے اور لذیذ کھانوں پر پابندی نہیں لگائی مگر اس پر حلال و طیب ہونے کی شرط رکھی ہے۔ یعنی [...] کے ذرائع بھی غلط نہ ہوں اور اس میں سے حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سے کوئی حق تلف بھی نہ ہو۔ طاہر بھی [...] اور حفظانِ صحت کے اصولوں کے خلاف بھی نہ ہو۔

اسی طرح ازدواج کے قوانین ہیں جو انسان کی جنسی بھوک کو سمجھ کر بنائے گئے ہیں اور اس پر پابندی نہیں لگائی [...] اسلام نے چار بیویوں تک اجازت دے رکھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی یہ بھوک کسی غلط طریقے سے [...] کی کوشش نہ کرے اور آخرت میں کسی بھی بڑی سزا سے بچ جائے اور معاشرے میں فساد بھی واقع نہ ہو۔

اب ان باتوں سے کوئی یہ سمجھ لے کہ اسلام سارے کا سارا ہی تبلیغی دین ہے تو یہ بات درست نہیں ہوگی کیونکہ [...]انوں کا جو دوسرا طبقہ ہے کہ جو یہ چاہتا ہے کہ ہمیں آخرت میں اعلیٰ عہدے ملیں، اس دنیا میں روحانی ترقی کریں، اسی [...] مقامات روحانی حاصل کریں تو ان کے لیے اسلام نے تزکیہ اور زہد فی الدنیا کا درس بھی رکھا ہوا ہے۔

اس بات کو مزید واضح کرنے کے لیے ہم آپ کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کروانا چاہیں گے جس کو قرآن [...] کی مکمل سپورٹ حاصل ہے وہ یہ کہ شارع مقدسؑ نے ایک طرف بیوی، اولاد اور مال کو اپنی نعمت قرار دیا ہے۔ جبکہ [دوسری] طرف خالق بے نیاز نے ان چیزوں کو فتنہ قرار دیا ہے۔ جس کا بیان قرآن میں ان لفظوں سے موجود ہے۔

اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ

ترجمہ: تمہارا مال اور اولاد تمہارے لیے فتنہ ہے۔

اب چیز ایک ہی ہے، ایک طرف شارعِ اسلام نے اس کو ممدوح قرار دیا ہے جبکہ دوسری طرف وہی چیز مذموم قرار دی جا رہی ہے۔ اصل میں جو چیز یہاں بنیادی طور پر سمجھنے والی ہے وہ یہ ہے کہ فی نفسہٖ یہ چیزیں نہ تو ممدوح ہیں اور نہ مذموم۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ انسان کا تعلق کس کیٹیگری سے ہے۔ مذکورہ بالا دو قسموں میں سے اگر تو وہ اول الذکر لوگوں یا [دوسرے] لفظوں میں عامۃ الناس سے تعلق رکھتا ہے تو اس کے لیے بیوی، مال اور اولاد نعمتِ خداوندی ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ان کو حلال طریقے سے حاصل کرے۔

لیکن اگر وہ اعلیٰ روحانی مقامات کا متلاشی ہے تو پھر یہ چیزیں اس کے لیے مذموم ہیں، کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ اگر ان چیزوں کی طرف مائل ہو کر انسان اپنی متعین کردہ روحانی منازلِ عظمیٰ کو فراموش کر بیٹھتا ہے۔ اسی کا عملی مظاہر ہمیں

سیرتِ صحابہ کرامؓ و آئمہ اہلِ بیت اور اولیائے کرام میں بھی نظر آتا ہے جیسا کہ سیّد الاولیاء حضرت علی المرتضیٰ مولا علی کرم اللہ وجہہ کی حیاتِ مبارکہ کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ باوجود اس کے کہ اسلام نے لذیذ کھانوں پر پابندی نہیں لگائی مگر آپ سرکار شاہ ولایت ہوتے ہوئے ہمیں بھی ساری زندگی نانِ جو پر گزارا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اسی طرح اسلام نے اگرچہ کہ بہترین لباسوں پر پابندی نہیں لگائی مگر روحانیت کے یہ بے تاج بادشاہ اپنی ساری حیاتِ مبارکہ میں کھدر کے ایسے لباس استعمال فرماتے نظر آتے ہیں جن کو کھجور کے پیوند لگے ہوتے تھے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس ذاتِ مبارکہ کے ایک باغ کی فصل کی آمدنی نوے ہزار دینار ہو اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے ایک ہزار غلام خرید کر آزاد فرما رہے ہوں کیا وہ ایک اچھا لباس Afford نہیں کر سکتے تھے؟

صورتحال یہ تھی کہ ایک طرف تو ان کے فرزند ارجمند شہزادہ امن امام حسنؓ کے دسترخوان پر عوام کے لیے انواع واقسام کے کھانے چنے جاتے تھے اور دسترخوان امام حسنؓ کی عام شہرت تھی۔ تو کیا وہ اپنے والد بزرگوار کے لیے کوئی پُرتکلف کھانا فراہم نہیں کر سکتے تھے؟ اسلام نے قائم اللیل اور صائم النہار کی مدح کی ہے تو کیا اسے رہبانیت کہا جا سکتا ہے؟

اولیائے کرام اور زُہاد کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کی ان رعایتوں سے استفادہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے لیے مشکل ترین راستہ پسند کیا کہ جو تزکیۂ نفس و جفاکشی اور صعوبات کا راستہ تھا۔ انہوں نے اسے اختیار کیا۔ آخرت کے اعلیٰ مقامات کے حصول کے لیے انہوں نے اس دنیا کی لذات کی قربانی دی اور اس دنیا میں روحانیت کے وہ اعلیٰ مقام پائے جو کبھی فراموش نہیں کیے جا سکتے۔

حضرت شہباز قلندرؒ کی زندگی کا مشاہدہ کریں، اس میں لذات دنیاوی کا نام ونشان تک نہ ملے گا حتیٰ کہ انہوں نے کبھی کوئی لذیذ کھانا تناول نہیں فرمایا، زندگی بھر شادی نہیں کی اور بہترین قسم کا لباس نہیں پہنا بلکہ پوری زندگی شاہ ولایت مولا علیؑ کی سنت میں نان جو اور پھٹا ہوا لباس پسند کیا۔

قارئینِ کرام! یہ بھی یاد رکھیں کہ دینِ اسلام کے اندر وہ حصہ جس کو ہم غیر تبلیغی کہہ رہے ہیں اس کو غیر تبلیغی کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کو اپنانا ہر کسی کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ عامۃ الناس کے بس میں نہیں کہ وہ اس کے تقاضوں کو پورا کر سکیں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام کا روحِ رواں بھی یہی حصہ ہے یا یوں سمجھ لیں کہ دین اسلام کا اصل چہرہ ہی غیر تبلیغی حصہ ہے۔ مگر انسانی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے خالقِ بے نیاز عوام کو بہت سی رعایات عطا فرماتا ہے کیونکہ اس کا فرمان ہے۔

**لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا**

کہ وہ کسی انسان پر اس کے نفس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اس لیے اس نے عوام کی کمزوریوں کے پیشِ نظر ایک سادہ اور سہل دین (شریعت) انسان کو عطا فرما دیا تاکہ کوئی محروم نہ رہ جائے۔ شریعت کو شریعت اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دین کے دریا کا گھاٹ ہے جس سے عوام سیراب ہوتے ہیں۔ طبقۂ خاص کے مسافروں کو صاحبانِ طریقت فقیر کا نام دیا جاتا ہے۔



وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ باقاعدہ علم کی شکل اختیار کر گیا اور دنیائے اسلام میں اسے علمِ تصوف کے نام سے معنون کیا گیا۔

# علمِ تصوّف کا منشا اور مبدا

علمِ تصوف کی شہرہ آفاق کتاب ''عوارف المعارف'' کے مصنف شیخ شہاب الدین سہروردی علمِ تصوف کا منشا اور مبدا سرکارِ سرورِ کائناتؐ سے منسوب ان روایات میں بیان کرتے ہیں۔

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بیشک میری اور اس چیز کی مثال جس کے ساتھ اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس شخص کی سی ہے جو ایک قوم کے پاس آیا اور کہا کہ اے میری قوم واقعی میں نے اپنی آنکھوں سے لشکر دیکھا ہے اور میں تم کو ڈرانے والا ہوں، ہاں چلو بھاگ چلو اور بچو یہاں زیادہ دیر بھی نہ ٹھہرو تو اس کا کہنا اس کی قوم کے ایک گروہ نے تو مان لیا اور سرِ شام وہ گروہ، وہاں سے چل کھڑا ہوا آہستہ آہستہ چل کر وہ دور نکل گیا اور لشکر کی دست برد سے بچ گیا۔ لیکن ایک گروہ نے اس کی بات جھٹلائی اور جہاں تھے وہیں رہے وہیں ان کو صبح ہوئی اور صبح دم ہی اس لشکر نے ان کو آ لیا اور ہلاک کر ڈالا اور تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ پس یہ مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے میری پیروی کی اور ان لوگوں کی بھی جنہوں نے میرا کہا نہ مانا، جو چیزیں حق سے لایا تھا اس کی تکذیب کی۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم اور ہدایت کی مثال کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا اس موسلا دھار بارش کی سی ہے جو زمین پر برسی تو اس بارش سے زمین کے اس قطعہ نے جو قابلِ زراعت تھا پانی کو اپنے اندر جذب کر لیا اور اس میں خوب گھاس پیدا ہوئی اور سبزہ اُگا۔ اس زمین کا ایک قطعہ تالاب اور جھیل کی طرح بن گیا جب اس میں بارش کا یہ پانی رکا اور جمع ہوا تو اس سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو نفع پہنچایا، لوگوں نے خود بھی وہ پانی پیا اور دوسروں کو بھی پلایا اس سے کھیتی باڑی میں بھی کام لیا۔ اور ایک قطعہ اس زمین کا بالکل بنجر تھا نہ اس میں سبزہ اُگا اور نہ پانی ہی اس میں ٹھہر سکا۔ پس یہ مثال اس کی ہے جو دینِ الٰہی میں فقیہہ ہوا اور اس کو اس شے نے نفع بخشا کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا تھا۔ پر جب وہ خود صاحبِ علم ہوا تو اس نے دوسروں کو بھی علم سکھایا۔ اور بنجر تختہ مثال اس شخص کی ہے جو اس سے متنبہ اور بیدار نہ ہوا اور نہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول کیا۔

شیخ ابو النجیب سہروردیؒ نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اس کی قبولیت اور پذیرائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے قلوبِ صافی اور نفوسِ قدسی بنائے تب صفائی کا فرق اور طہارت کا تفاوت، فائدہ اور نفع کی شکل میں ظاہر ہوا، تشریح اس کی یہ ہے کہ بعض قلوب تو اس زمین کے مانند ہیں جو زراعت کے لیے خوب ہی موزوں اور قابل ہیں جس سے گھاس اور سبزہ پیدا ہوا ہے اور یہ وہ قلوب ہیں جنہوں نے فی نفسہٖ علم سے فائدہ اٹھایا اور ہدایت یافتہ ہوئے اور ان کو ان کے علم نے نفع بخشا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے طفیل ان کے علوم نے

صراطِ مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کی۔

# فقر و تصوّف کیا ہے؟

## عرفِ عام میں فقر کا مفہوم

عرفِ عام کے مطابق اور لغوی مفہوم کے اعتبار سے تو فقر، محتاجی، غربت اور تنگ دستی کا نام

## صوفیاء کے نزدیک فقر کا مفہوم

صوفیا کے ہاں یہ ایک ایسا مقام ہے کہ جب بندہ اس پر فائز ہو جاتا ہے تو اس کے لا
کے ڈھیلے میں چنداں فرق نہیں رہتا اور وہ خدا کا اس قدر محتاج بن جاتا ہے کہ ساری دنیا سے بے نیاز ہو جا

حضرت سید علی ہجویریؒ جو کہ برصغیر پاک و ہند کے نہایت ممتاز، معروف اور مقبول عوام
گزرے ہیں نے اپنی لازوال اور شہرہ آفاق کتاب ''کشف المحجوب'' میں اثبات فقر کے عنوان
باب قائم کیا ہے۔

فقیر کون ہے؟ کے عنوان کے تحت آپ لکھتے ہیں۔

''فقیر وہ ہے جس کی ملکیت میں کوئی چیز نہ ہو اور کسی چیز کے حاصل ہونے سے اسے کوئی
اسبابِ دنیا کے موجود ہونے سے اپنے آپ کو غنی نہ سمجھے اور ان کے نہ ہونے سے اپنے آپ کو
میں اسباب کا ہونا نہ ہونا برابر ہو۔''

آپ نے آگے چل کر ایک بادشاہ اور ایک درویش کا مکالمہ نقل کیا ہے فرماتے ہیں:

''ایک درویش سے بادشاہ کی ملاقات ہوئی۔ بادشاہ نے کہا کہ مجھ سے کچھ مانگو، درویش
غلاموں کے غلام سے کچھ مانگنا اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ بادشاہ کو اس بات پر قدرے غصہ اور تعجب ہوا
آپ کے غلاموں کا غلام کیسے ٹھہرا؟ اس درویش نے بڑے اطمینان سے جواب دیا: ''حرص اور امید
ہیں اور تم حرص اور امید کے غلام ہو''

اسی کتاب میں اسی عنوان سے ایک اور جگہ آپؒ نے بڑی معنی آفریں اور خوبصورت
لکھتے ہیں:

''امرا صاحبِ صدقہ ہوتے ہیں اور فقرا صاحبِ صدق، اور صدقہ ہرگز صدق

بندہ خوب کہا۔ ٹھیک اسی طرح سلیمانؑ کو ملک وحکومت ملنے پر بھی " نعم العبد " فرمایا جب خدائے
حاصل ہوگی تو فقرِ ایوبؑ اور غنائے سلیمانؑ میں کچھ فرق نہ رہا۔"

## عام میں تصوّف کا مفہوم

تصوف کے بارے میں عام خیال یہی ہے کہ یہ درود و وظائف، چلہ کشی، تسبیح گردانی اور کشف وکرامات کے

## نزدیک تصوّف کا مفہوم

علم اور حقیقی صوفیا کے نزدیک تصوف ۔۔۔ مال ۔۔۔ نہیں ایک ۔۔۔ حال ۔۔۔ ہے جو بندے پر وارد ہوتا
اس کے ظاہر اور باطن کا تضاد دور ہو جاتا ہے۔ اور قلب ودماغ تزکیہ وطمانیت کا مرکز بن جاتا ہے۔

## تصوف کی آراء

امامِ تصوف کے مہر منیر شیخ ابوالقاسم جنیدی بغدادیؒ جو سرخیلِ اولیا ہونے کے ناطے "سیّد الطائفہ" کے عظیم
سے ملقب ہیں تصوف کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:......

"تصوف مخلوق کی موافقت کرنے سے دل کو پاک رکھنا، بشری صفات (مذمومہ) سے
علیحدگی اختیار کرنا، نفسانی خواہشات سے اجتناب کرنا، روحانی نفوس سے میل جول رکھنا، علومِ حقیقی
سے تعلق رکھنا، ہر لحظہ ایسے کام بجالانا جو اولیٰ اور افضل ہوں تمام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
خیرخواہی کرنا حقیقی طور پر اللہ سے وفا کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی پیروی
کرنا ہے۔"

شیخ جنید بغدادیؒ سے بھی پیشتر تصوف کے ممتاز رہنما اور مشہور صوفی شیخ عبداللہ تستریؒ مسلک تصوف کی یوں

مسلک کے سات اصول ہیں۔

1. التمسك بكتاب الله (کتاب اللہ سے مضبوط تعلق)
2. اقتداء برسول اللهؐ (پیروی رسول)
3. اکل الحلال (رزقِ حلال)
4. کف الاذی (ایذا رسانی سے پرہیز)
5. (گناہوں سے بیزاری اور نفرت)

6- التوبہ (اللہ کی جانب رجوع)

7- اداء الحقوق (خدا اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی)

اسی بات کو صوفیا نے دوسرے لفظوں میں یوں بیان فرمایا ہے۔

(1) اداء الفرائض (فرائض کی ادائیگی اور حقوق کی رعایت)

(2) اجتناب المحارم (خدا کی حدود کی پاسداری، منکرات سے پرہیز اور محرمات کی پابندی)

(3) قطع العلائق (دنیا اور اہلِ دنیا سے دل ہٹا کر خدا کے لیے یکسو ہو جانا، تمام رشتوں کو چھوڑ کر خدا سے رشتہ جوڑ لینا)

(4) معانقتہ الفقر (آسائش کے بجائے آزمائش کی زندگی بسر کرنا اور مصائب و آلام کا خوش دلی سے استقبال)

(5) ترک الطلب (دل کو آرزوؤں سے خالی کر لینا، امیدوں کو مختصر کرنا اور خدا کے علاوہ کسی سے حاجت برآری کی توقع نہ رکھنا)

(6) انقطاع الی اللہ (سب سے کٹ کر اللہ کا ہو جانا اللہ کے لیے کٹنے اور جڑنے کا جذبہ پیدا کر لینا)۔

تصوف کے چمن میں بکھرے رنگا رنگ پھولوں سے دامن سجاتے اور ان کی خوشبو سے مشام جاں کو معطر کرتے اور رنگ و بو کی دنیا کی سیر فرماتے ہوئے آگے چلیں اور دیکھئے تصوف کیا ہے؟ کسی نے شیخ جنید بغدادیؒ سے پوچھا تصوف کیا ہے؟ جواب میں فرمایا:

''حق تعالیٰ کے ساتھ پیوست ہو جانا یہ کیفیت صرف اس وقت حاصل ہوتی ہے جب نفس، روح کی قوت سے اور حق کے ساتھ قائم رہنے کی وجہ سے اسباب سے بے تعلق ہو چکا ہو۔''

شیخ ابوالحسین نوری یوں گویا ہیں۔

''تصوف کیا ہے؟ تمام خطوطِ نفس کو ترک کر دینا''

حضرت شیخ ابن عطاءؒ کا ارشاد ہے:

''حق تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار رہنے کا نام تصوف ہے۔''

شیخ ابوعلی قزوینیؒ فرماتے ہیں:

التصوف ہو الاخلاق اشرافیہ (تصوف اچھے اخلاق کو کہتے ہیں)۔

شیخ ابوعلی رودباریؒ لب کشا ہیں:

''تصوف؟ یہ مذہب ہمہ تن سنجیدگی ہے، لہٰذا اس میں ہنسی اور مذاق کو نہ چلاؤ''

حضرت شیخ ابو محمد جریریؒ کا تبصرہ:۔

''یہ ہر اعلیٰ اخلاق میں داخل اور ذلیل خُلق سے نکلنے کا نام ہے''

حضرت رویم یہ فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں:

''تصوف یہ ہے کہ تو اپنے نفس کو اللہ کے ساتھ اس طرح چھوڑ دے کہ وہ جو چاہے اس کے ساتھ کرے۔''



حضرت جنید بغدادیؒ کے استاد حضرت شیخ محمد بن علی قصابؒ کا بصیرت افروز تجزیہ......

''تصوف وہ کریمانہ اخلاق ہیں جو کریم زمانے میں کریم آدمی سے کریم لوگوں کے ساتھ ظہور پذیر ہوتے ہیں۔''

حضرت شیخ سمنونؒ کی فلسفہ آمیز رائے:۔

''تصوف کیا ہے؟ تصوف یہ ہے کہ تو کسی چیز کا مالک نہ بنے اور نہ کوئی چیز تمہاری مالک بنے''

حضرت شیخ ابوبکر الکتانیؒ کا بے تکلف اظہارِ خیال:۔

''تصوف اخلاق حسنہ کا نام ہے جس کے اخلاق تم سے بہتر ہوں گے وہ صوفی ہونے میں بھی تم سے بہتر ہوگا''

حضرت شیخ ابوعلی رودباریؒ کا محبت بھرا جملہ:۔

''محبوب کے در پر ڈیرے ڈال دینے کا نام تصوف ہے خواہ وہ دھکے ہی کیوں نہ دیں''

انہی کا فرمانا ہے:۔

''خالی ہاتھ دل کی خوشی کا نام تصوف ہے۔''

شیخ ابوالحسن مزینؒ کا فرمانا ہے:۔

''حق تعالیٰ کی اطاعت کرنے کا نام تصوف ہے''

الشیخ الاستاذ ابوسہل صعلوکیؒ ارشاد فرماتے ہیں:۔

''تصوف اللہ کی قضا پر اعتراض نہ کرنے کا نام ہے''

برصغیر پاک و ہند میں تشریف لانے والے قدیم صوفی بزرگ، مایہ ناز روحانی شخصیت اور عوامی محبت و عقیدت کے نام بلند پر فائز مرشد کامل شیخ علی الہجویریؒ المعروف داتا گنج بخشؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''کشف المحجوب'' میں التصوف کے موضوع پر مختلف بزرگانِ دین اور اجل صوفیا کے اقوال کا انتخاب پیش فرماتے ہوئے شیخ ابوالحسنؒ کا قول نقل کیا ہے۔

لیس التصوف رسوما ولا علوما ولکنہ الاخلاق

''تصوف کسی خاص وضع قطع یا علمی سندات کا نام نہیں بلکہ اخلاقِ حسنہ کا نام ہے''

حضرت شیخ ابوالحسین نوریؒ تصوف کا تعارف ان الفاظ میں کرواتے ہیں:۔

التصوف ہو الحریۃ والفتوۃ وترک التکلف ولا السخاء وبذل الدنیا

تصوف دل کی آزادی، جواں ہمتی، رسمی تکلفات سے دستبرداری، سخاوت اور زر و مال سے بیزاری کا نام ہے۔

جناب داتا صاحبؒ خود تصوف کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

''دین کی اصل روح اور اس کی جان احکامِ الٰہی کی اخلاص و محبت کے ساتھ پیروی ہے۔۔۔اور اس کو ہم تصوف کہتے ہیں۔

حضرت شیخ حصریؒ کا تصوف کے بارے میں کیا نقطۂ نظر ہے، ملاحظہ ہو۔

''تصوف نام ہے ضمیر کو مخالفتِ حق سے محفوظ رکھنے کا''

حضرت مرتعشؒ نے فرمایا:

''تصوف اچھے اخلاق کا مجموعہ ہے''

حضرت ابوعلی قزوینیؒ نے فرمایا:

''تصوف ایسے اخلاق کو کہتے ہیں جن سے رب راضی ہو''

حضرت ابوالحسن نوریؒ نے فرمایا:

''تصوف علم وفن کا نام نہیں بلکہ مجموعۂ اخلاق کا نام ہے''

حضرت احمد خضرویہؒ نے فرمایا:

''تصوف باطن کی گندگی اور کدورتوں سے پاکیزگی حاصل کرنے کا نام ہے''

حضرت محمد بن احمد المکریؒ فرمایا:

''تصوف اپنے احوال کو سچ پر قائم رکھنے کا نام ہے''

حضرت ابوحفص نیشاپوریؒ نے فرمایا:

''تصوف آداب ہی آداب ہیں ہر وقت کا ادب، ہر جگہ کا ادب، ہر حال کا ادب''

حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا:

''تصوف ہر چیز کی حقیقت جاننے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے مایوس ہونے کا نام ہے''

حضرت ابوالحسن شنجہؒ نے فرمایا:

''ایک وقت تھا کہ تصوف حقیقت تھی بے نام، آج نام ہے بے حقیقت''

حضرت ابوحمزہ بغدادیؒ نے فرمایا:۔

''تصوف درگزر کو اختیار کرنا، اچھے کاموں کا حکم دینا اور جاہلوں سے اعراض کرنا ہے''

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی بخاریؒ نے فرمایا:

''تصوف یہ ہے کہ اجمالی معاملہ تفصیلی ہو جائے اور استدلالی معاملہ کشفی ہو جائے''

حضرت شیخ الحدیث محمد زکریاؒ نے فرمایا:

تصوف کی ابتدا ہے ''اِنَّمَا الْاَ عْمَالُ بِالنِّیَات'' (بے شک اعمال کا دارومدار نیت پر ہے)
اور تصوف کی انتہا ''اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ'' (یہ کہ تو اللہ کی عبادت کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے)

حضرت مولانا احمد لاہوریؒ نے فرمایا:

''تصوف یہ ہے کہ اللہ کو عبادت سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطاعت سے اور مخلوق خدا کو [illegible]



[illegible] کراوے''

## [illegible] کا کام

انسانی زندگی ایک ہیرا ہے جسے تراشنا انسان کا اپنا کام ہے۔ رب کائنات نے حضرت انسان کو کہیں ''جَاعِلٌ [illegible] الْاَرْضِ خَلِیْفَة'' کا ہار گلے میں ڈال کر عزت افزائی کی۔ کہیں ''وَلَقَدْ کَرَّمْنَا'' کا تاج پہنایا اور کہیں [illegible]'' کا ہار گلے میں ڈال کر عزت افزائی کی۔ انسان کو چاہیے کہ ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ'' کے میثاق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے [illegible] اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا'' کی منزل پر پہنچ کر دم لے۔

کسی بھی گاڑی کو منزل پر پہنچنے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک تو سڑک ٹھیک ہو، دوسرا گاڑی میں [illegible] بھرا ہو۔ اگر سڑک ٹھیک نہ ہو تو بھی گاڑی نہیں چل سکتی۔ اگر پٹرول نہ ہو تو بھی گاڑی نہیں چل سکتی۔ دونوں چیزیں [illegible] لازم ہیں۔ پس انسان کی مثال گاڑی کی سی ہے، شریعت کی مثال راستے کی سی اور طریقت کی مثال پیٹرول کی سی ہے۔ [illegible] اگر وصول الی اللہ کی منزل پر پہنچنا چاہے تو اسے شریعت کے راستے اور طریقت کے پٹرول کی ضرورت پڑے گی۔ لہٰذا [illegible] شریعت وطریقت میں سے کسی ایک چیز کے بھی منکر ہیں وہ اپنی گاڑی کو راستے میں ہی رکا ہوا پائیں گے۔ کامیاب [illegible] ہے کہ انسان ''فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہ'' کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے ''تَخَلَّقُ بِاَخْلَاقِ اللّٰہ'' کے مطابق اخلاقِ [illegible] سے متخلق اور اوصاف محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متحلی ہو کر زندگی گزارے تاکہ ''اَنَابُوْا اِلَی اللّٰہ'' کی جماعت [illegible] شامل ہو کر ''لَھُمُ الْبُشْرٰی'' کی بشارت اور ''وَرِضْوَانٌ مِنَ اللّٰہِ اَکْبَر'' کی منزل پر پہنچے۔ اسی کا نام تصوف ہے۔

## [illegible]وفی کون ہوتا ہے؟

''حضرت حسن بصری کے شاگرد عبدالواحد بن زیدؒ سے پوچھا گیا صوفیا: کون ہوتے ہیں؟ فرمایا:

''جو اپنی عقلوں کے ذریعے اپنے ارادوں پر قائم ہوتے ہیں اور اپنے دلوں سے اس پر ڈٹے رہتے ہیں اور [illegible] نفس کے شر سے بچنے کی خاطر اپنے آقا کو مضبوط پکڑے رہتے ہیں۔''

حضرت ذوالنون مصریؒ سے پوچھا گیا تو فرمایا:

''صوفی وہ ہے جسے جستجو تھکا نہ سکے اور محرومیت کی وجہ سے بے چین نہ ہو''

حضرت ابو محمد رویم سے پوچھا گیا تو فرمایا:

''جس کا کردار اس کی گفتار کے موافق ہو۔''

کسی عارف نے اسی سوال کا جواب دیا:

صوفی آں باشد کہ صافی شود از کدر پر شود از فکر
در قرب خدا منقطع شود از بشر یکساں شود در چشم اُو خاک و زر

صوفی وہ ہوتا ہے جو میل سے صاف، پر فکر ہو، خدا کے قُرب میں مخلوق سے دور ہو اور اس کی نگاہ میں سونا اور

برابر ہو۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا:

''صوفی وہ ہے جو مخلوق سے کٹے اور اللہ سے جڑے''

سیّد الطائفہ شیخ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں:

''صوفی کی مثال زمین کی سی ہے جسے نیک اور بدکار دونوں روندتے ہیں یا بادل کی سی ہے جو ہر چیز کو

کرتا ہے''

شیخ حسین بن منصورؒ اس سے بھی کڑا معیار پیش کرتے ہیں۔

''صوفی کی ذات یکتا ہوتی ہے۔ نہ کوئی اللہ کے سوا اسے قبول کرتا ہے اور نہ یہ اللہ کے سوا کسی کو قبول کرتا ہے''

شیخ ابوالحسین نوریؒ کے الفاظ میں صوفی کی تعریف:

''صوفی کی تعریف یہ ہے کہ اسے محتاجی کے وقت سکون ہو اور اگر کچھ پاس ہو تو ایثار کر دے۔''

شیخ ابوبکر شبلیؒ کا تعارف کرانے کا انوکھا انداز:

''صوفیائے کرام حق تعالیٰ کی گود میں بچوں کی طرح ہوتے ہیں۔''

فکر انگیز لہجے میں شیخ ابوترابؒ بخشی صوفی کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

''صوفی کے دل کو کوئی چیز میلا نہیں کر سکتی، مگر اس سے ہر چیز کو صفائی حاصل ہوتی ہے۔''

اس موضوع پر شیخ ابوالحسن سیروانیؒ نے جن الفاظ سے جادوگری کا کام لیا ہے اور الفاظ کو اس خوبصورتی سے ادا کیا ہے کہ ہار میں شاید موتی بھی اس خوبصورتی سے نہ پروئے جا سکیں:

''صوفی واردات کے ساتھ ہوتا ہے۔ اوراد کے ساتھ نہیں۔''

حضرت شیخ محمد ابوبکر اسحاقؒ نے اپنی کتاب ''التعرف لمذہب اہل تصوف'' میں ''صوفی'' کے بارے میں صوفیائے کرام کی آراء درج کی ہیں، کچھ اقوال روح کی تازگی اور دل کی بالیدگی کے لیے ملاحظہ فرمائیے، سب سے پہلے خود مولف کی رائے پیش کی جاتی ہے فرماتے ہیں:

''جو نہ کسی چیز کا مالک ہو اور نہ کوئی اس کا مالک، بالفاظ دیگر یہ کہ دنیوی حرص وطمع نے اسے اپنا غلام نہ بنا رکھا ہو''

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''صوفی وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور اگر مالک بنے تو اسے خرچ کر ڈالے۔''

حضرت ابو یعقوب سوسیؒ کی نظر میں صوفی کا کیا مقام ہے؟

''صوفی وہ ہے جو کسی چیز کے چھن جانے سے بے قرار نہ ہو اور نہ کسی چیز میں اپنے آپ کو تھکائے۔''

حضرت شیخ سہل بن عبداللہ تستریؒ سے دریافت کیا گیا، صوفی کون ہے؟ جواب میں ارشاد فرمایا:



''جو ہر قسم کی میل کچیل سے پاک ہو، ہمہ وقت محوِ غور و فکر ہو، مخلوق کو چھوڑ کر اللہ ہی کا ہو گیا ہو اور اس کے نزدیک کی ڈلی اور مٹی کا ڈھیلا یکساں اہمیت رکھتا ہو۔''

حضرت داتاؒ ذوالنون مصریؒ کی رائے کو نقل کرتے ہیں۔

''الصوفی اذا نطق بانَ نطقه عن الحقائق و ان سکت نطقت عنه الجوارح بقطع العلائق''

''اس کی گفتگو حقیقت کی ترجمان ہو اور اس کی خاموشی حقائق وعلائق دنیا سے بیزاری کی غماز ہو''

## خلاصۂ کلام

پس صوفی وہ ہوتا ہے جس کو جانوروں کی آواز، ہر ایک سوز وساز، چڑیوں کی چہک، پھولوں کی مہک، سبزے کی ، جواہرات کی دمک، سورج کی چمک، سماء وسمک، درختوں کے رنگ، شیشہ وسنگ، پتھر کی سختی، خوشحالی وبدبختی، زمین کی آتش کی گرمی، دریا کی روانی، کواکبِ آسمانی، پہاڑوں کے ابھار، بیابان ومرغزار، خزاں وبہار، غرض ہر چیز ایک ہی وہستی کی یاد دلائے۔ اللہ اللہ اللہ

# احوالِ صوفیا

جب ہم صوفیائے کرام کے احوال کے بارے میں جاننے کے لیے ان کی زندگیوں میں جھانک کر ان کی مجالس محافل کے بارے میں کچھ پڑھتے ہیں اور ان کے ملفوظات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کی محفل ومجلس ایسا چمنستان نظر آتی ہے جس میں ہر گل اپنا رنگ اور اپنی مہک رکھتا ہے، جس کا رنگ آنکھوں کو سرور بخشتا اور خوشبو مشامِ جان کو معطر کرتی ہے، جب بزرگوں کی محفلیں عروج پر پہنچتیں تو دلکش مثالوں اور حکایتوں کے ساتھ ساتھ زندگی کے عمیق ترین حقائق چٹکیوں میں حل ہوتے جاتے۔ محفل پر کبھی جذب وجنون طاری ہوتا کبھی عقل وخرد کی جلوہ آرائی، کبھی ایمان وعرفان کی اور کبھی جنت کی بشارتوں کا ذکر اور کبھی جہنم کی وادیوں کا تذکرہ، محفل میں رحمت وشفقتِ حق کا ذکر آتا تو چہرے تمتما اٹھتے، عذاب وعتاب کی بات چلتی تو آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں، احترامِ انسانیت کا موضوع چھڑتا تو موتی لٹتے تعلیم آدمیت کا مسئلہ آتا تو دریا بہتے، خدا کے عدل پر لب کشائی ہوتی تو چیخیں نکل جاتیں، اس کے فضل پر زبانیں کھلتیں تو باچھیں کھل جاتیں، غیرت فقر کا مضمون نوکِ زبان پر ہوتا تو ان بوریہ نشینوں اور خرقہ پوشوں کے سر میں سکندر کا دماغ آ جاتا، خدمتِ خلق کی بحث نطق آشنا ہوتی تو پندارِ ناموس کے آبگینے چھناکے سے ٹوٹ جاتے، ''مع اللہ'' کا تصور پیش ہوتا تو درمیان میں سے مخلوق نکل جاتی، ''مع الخلق'' پر اظہارِ خیال ہوتا تو نفس غائب ہو جاتا۔ صوفیائے کرام کی باتیں ایجاز واختصار کا بہترین مرقع ہوتی تھیں۔ قطرے میں دریا اور ذرّے میں صحرا کو انہوں نے سمو کر دکھا دیا، صوفیائے کرام کی مجلسوں میں اپنوں اور غیروں کی یکجائی کا عجب سماں نظر آتا، نہ کسی پر تنقید نہ کسی پر تعریض، گفتگو میں نہ مناظرانہ پن اور نہ کسی کی دل آزاری کا شائبہ، بات

وہی کہی جو ہر ایک کے دل کی تھی، دل سے نکلی دل پر بیٹھی، چلہ کھینچنے سے پہلے کھب گئی، کوئی ویران دل لے کر آیا تو آباد دل لے کر اٹھا، خالی ہاتھ پہنچا دامن بھر کر گیا، تھکا ماندہ آیا، ہشاش بشاش رخصت ہوا، صوفیائے کرام کی مجلس گویا صحرا کے مسافروں کے لیے گھنے درخت کی ٹھنڈی چھاؤں ہوتی تھی۔

صوفیا کس دلنشین انداز میں لوگوں کی اصلاح و تربیت کرتے تھے، ان کے ہاں بیٹھنے والے کس قسم کے انسان بن کر نکلتے ہوں گے اور محافل و مجالس کیسی ایمان افروز ہوتی ہوں گی۔ جہاں احترامِ انسانیت، خوفِ خدا، محبت، تقویٰ، اخلاق، عجز و نیاز، ایثار، توکل اور حسنِ اخلاق کے چرچے ہوتے تھے۔ ایسی ہی چند محافل کی جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

دہلی میں خانوادۂ چشت کے ممتاز رہنما کا دربار سجا ہے، بڑے چھوٹے، ایک ہی مجلس میں برتری اور کمتری کے احساس سے بالا ہو کر بیٹھے ہیں، ستاروں کے اس ہالے میں خواجہ نظام الدین دہلویؒ چاند بن کر محفل آرا ہو رہے ہیں:

''ایک شخص نے خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی خدمت میں چھری پیش کی، فرمایا مجھے چھری نہ دو، مجھے سوئی لا دو۔ میں کاٹنے نہیں جوڑنے آیا ہوں۔''

یہ ہے ''برائے وصل کردن آمدی'' کی تفسیر۔

علم و عمل کے باہم لازم و ملزوم ہونے اور ان کی اہمیت و ضرورت کتنی ہے اسے شیخ بہاؤالدین نقشبندؒ نے کس خوبصورتی سے واضح کیا، مجلس کی ایک جھلک اور گفتگو کا ایک حصہ ملاحظہ کیجیے:

''تو شمع کی طرح بن، تو شمع کی طرح نہ بن، شمع کی طرح بن بایں معنیٰ کہ تو خود دوسرے کو روشنی پہنچا اور شمع کی طرح نہ بن بایں معنی کہ تو خود تاریکی میں رہے۔''

توکل اور توکل کی روح کیا ہے؟ حضرت ابوبکر شبلیؒ فرماتے ہیں کہ:

''ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کثیر العیال ہونے کی شکایت کی، فرمایا ان افراد کو گھر سے نکال دو جن کا رزق اللہ کے ذمہ نہیں۔''

عجیب و غریب افعال کے صدور اور خرقِ عادت واقعات کے ظہور ہی کو صرف کرامت سمجھا جاتا ہے۔ اور اسے عام ذہن معیارِ ولایت قرار دیتے ہیں مگر اس الجھن کو شیخ بہاؤالدین نقشبندیہؒ نے بڑے حسن کارانہ انداز میں سلجھایا۔ لوگوں نے آپ سے کرامت طلب کی تو فرمایا:

''یہی کرامت کیا کم ہے کہ اتنے گناہوں کے باوجود ہم روئے زمین پر چل پھر رہے ہیں۔''

صوفیا کے ہاں ''خود بینی'' کے بجائے خود شکنی کا رواج زیادہ ہوتا ہے، ''ہیچو ما دیگرے نیست'' کی بجائے ''ہیچ مدان و ہیچ میرزی'' کا چلن عام ہے، اس ضمن میں خواجہ نظام الدین دہلویؒ کی مجلس کا ایک گوشہ پیش نظر رکھیے، آپ فرما رہے ہیں:

''جسے دیکھو اسے اپنے سے بہتر سمجھو اگر چہ تم اطاعت گزار ہو اور وہ گنہ گار ہو، ہو سکتا ہے کہ یہ تمہاری آخری نیکی ہو اور اس کا آخری گناہ ہو، تم گنہ گار بن جاؤ اور وہ نیکو کار بن جائے۔''





شعلہ و شبنم کی یکجائی، آتشِ شوق اور بارانِ اشک کی ہم آغوشی جیسی مجازی کیفیت کو حقیقت کا روپ شیخ ابوبکر شبلیؒ نے کیسے دیا؟ ملفوظہ ملاحظہ ہو۔ آپ مجلس میں صدر نشین تھے، قریب ہی گیلی لکڑیاں جل رہی تھیں ایک طرف آگ تھی، دوسرے سرے سے پانی رس رہا تھا۔ آپ حاضرینِ مجلس کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا:

''اگر یہ بات سچ ہے کہ تمہارے دل آتشِ شوق میں جل رہے ہیں، تو تمہاری آنکھوں میں آنسو رواں کیوں نہیں ہوتے؟''

لوگ نہ جانے عقل و دولت کسے کہتے ہیں؟ اس کی کیا نشانی ہے؟ اس مسئلہ میں شیخ ابوعلی محمد بن عبدالوہابؒ کا قول نصیحت آموز بھی ہے اور بصیرت افروز بھی، فرماتے ہیں:

''اف ہے دنیا کے کاموں پر جب وہ امڈ کر آ جائیں، اور اف ہے دنیا کی حسرتوں پر جب وہ جاتی رہیں، عقلمند اس کی طرف ہرگز توجہ نہیں دیتا، کہ آئے تو مشغولیت کا سبب ہو اور جائے تو حسرت کا۔''

غیبت زنا سے سخت اور مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف، گلہ اخلاقی پستی کی انتہا لیکن یہ سب کچھ بدگوئی کا حال ہے، مگر بدخواہی کے بارے میں شیخ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں:

''برا کہنا برا ہے مگر برا چاہنا اس سے بھی بدتر ہے''

''اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرو'' یہ قرآن مجید کا حکم ہے کتنا خرچ کرو؟ حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرح مقرر کر دی، رہے صدقات نافلہ ان کی صرف ترغیب ملتی ہے، مگر اس اہم ترین مسئلہ پر جس نے پوری امت کا سکون تلپٹ اور دماغ چاٹ رکھا ہے، صوفیائے کرام کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ حضرت ابوبکر شبلیؒ کا رنگ ملاحظہ ہو، ایک پوچھنے والے نے پوچھا:

''زکوٰۃ کب اور کتنی واجب ہے؟ فرمایا مذہب کی فقہ کی رو سے یا مذہب فقرا کی نظر میں؟ سائل نے کہا دونوں کی رو سے ارشاد فرمایئے۔ جواب ملا، فقہا کا مذہب یہ ہے کہ سال گزرنے پر سو درہم میں سے ڈھائی درہم نکال دو اور فقرا کا مذہب میں یہ ہے کہ جو کچھ مال و دولت ہو، سب خدا کی راہ میں لٹا دو۔''

انسان فطرتاً مدنی الطبع ہے۔ مل جل کر رہتا ہے اور لو اور دو کے اصول پر عمل کرتے ہوئے زندگی بسر کرتا ہے، اس کے کچھ فرائض ہیں اور کچھ حقوق۔ انسانوں کی بستی میں مفادات ٹکراتے بھی ہیں اور جھگڑے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ مگر صوفیائے کرام انسان کو زندگی گزارنے کا کیا ڈھنگ سکھاتے ہیں؟ تجارتی بنیادوں پر زندگی؟ کچھ لو اور کچھ دو کے اصولوں کی زندگی؟ جیو اور جینے دو کی پالیسی والی زندگی؟ تحفظ خویش کے نظریہ کی زندگی؟ نہیں، یوں نہیں، بلکہ صوفیائے کرام ترک و ایثار اور مروت و اخوت سے معمور زندگی کا درس دیتے ہیں۔ ''بھلا کر بھلا ہوگا'' کے بجائے ''سب کا بھلا'' ان کا نعرۂ مستانہ ہے۔ ''دوستوں سے گلہ'' ان کا شیوہ نہیں اور ''شکایت زمانہ'' ان کا شعار نہیں۔ شیخ جنید بغدادیؒ اس نظریے کی یوں ترجمانی فرماتے ہیں:

''کوئی شخص اس وقت تک عارف نہیں کہلا سکتا جب تک کہ وہ زمین کی طرح نہ ہو جائے کہ ایک [illegible] روندتے ہیں اور بادل کی طرح نہ ہو جائے جو ہر چیز پر سایہ کرتا ہے اور سورج کی طرح نہ ہو جائے جو ہر ذرے کو روشن کرتا ہے اور بارش کی طرح نہ ہو جائے جو ہر چیز کو سیراب کرتی ہے۔''

تصوف کا دستور اور اہلِ تصوف کا شروع سے یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ ہر کام میں مقصدیت کے متلاشی ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایسا علم محض الفاظ کا گورکھ دھندہ ہے جو عمل سے خالی ہے، وہ الفاظ وحروف کے رٹنے کو صرف [illegible] قرار دیتے ہیں۔ عمل کے لئے تو علم ضروری ہوتا ہی ہے مگر علم کے لیے عمل اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ ورنہ علم [illegible] خیالات کا ناٹک اور افکار کی شعبدہ بازی بن جاتا ہے۔

◆◆◆◆◆



## باب پنجم

# اسلام میں تصوف کی ابتدا

اس سے پہلے کہ ہم تصوف اور عرفان کے نظری اور عملی پہلوؤں پر بات کریں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب سے پہلے عرفان اور تصوف کی پہلی صدی ہجری سے کم از کم دسویں صدی ہجری تک کی مختصر تاریخ بیان کریں۔ اس کے بعد جہاں تک گنجائش ہوگی عرفان کے مسائل پر بحث کریں گے اور پھر ان مسائل کا کچھ تجزیہ پیش کریں گے۔

یہ تو مسلّم ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اور کم از کم پہلی صدی ہجری میں عارف یا صوفی نام کا کوئی گروہ مسلمانوں میں موجود نہیں تھا۔ صوفی کا لفظ دوسری صدی ہجری میں وجود میں آیا۔

کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ابو ہاشم کوفی کو اس نام سے پکارا گیا۔ ابو ہاشم دوسری صدی میں گزرے۔ ابو ہاشم ہی نے فلسطین کے مقام رملہ میں مسلمان عابدوں اور زاہدوں کی ایک جماعت کی عبادت کے لیے ایک خانقاہ (صومعہ) بنائی تھی۔ صحیح معلوم نہیں کہ ابو ہاشم کب فوت ہوئے مگر وہ سفیان ثوری کے استاد تھے جو 161ھ میں فوت ہوئے۔

مشہور عارف وصوفی ابوالقاسم قشیری کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ 200ھ سے قبل رائج نہیں تھا۔ نکلسن بھی یہی کہتا ہے کہ یہ نام دوسری صدی ہجری کے اواخر میں وجود میں آیا۔

اگر یہ صحیح ہے کہ ابو ہاشم کوفی پہلے شخص تھے جو صوفی کہلائے اور یہ بھی صحیح ہے کہ وہ سفیان ثوری متوفی 161ھ کے استاد تھے تو یہ نام دوسری صدی ہجری کے نصف اول ہی میں رائج ہو گیا تھا نہ کہ دوسری صدی کے اواخر میں جیسا کہ نکلسن وغیرہ کہتے ہیں۔ بظاہر اس میں بھی شبہ نہیں کہ صوفی اس لیے صوفی کہلائے کہ وہ صوف یا اون کا لباس پہنتے تھے۔

صوفیا اپنے زہد اور ترکِ دنیا کے سبب نرم لباس سے اجتناب کرتے تھے اور خاص طور پر اون کا موٹا جھوٹا لباس پہنتے تھے۔

مگر یہ لوگ کب سے اپنے آپ کو عارف کہلانے لگے اس کے بارے میں بھی وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اتنی بات یقینی ہے اور سری سقطی متوفی 243ھ کے ملفوظات سے بھی معلوم ہوتی ہے (تذکرۃ الاولیا، شیخ عطار) کہ یہ اصطلاح تیسری صدی ہجری میں رائج ہو چکی تھی لیکن ابو نصر سراج طوسی کی کتاب اللمع (صفحہ 427) جو تصوف کی ایک معتبر

''کوئی شخص اس وقت تک عارف نہیں کہلا سکتا جب تک کہ وہ زمین کی طرح نہ ہو جائے [illegible]
روندتے ہیں اور بادل کی طرح نہ ہو جائے جو ہر چیز پر سایہ کرتا ہے اور سورج کی طرح نہ ہو جائے [illegible]
ہے اور بارش کی طرح نہ ہو جائے جو ہر چیز کو سیراب کرتی ہے۔''

تصوف کا دستور اور اہلِ تصوف کا شروع سے یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ ہر کام میں مقصد [illegible]
ان کے نزدیک ایسا علم محض الفاظ کا گورکھ دھندہ ہے جو عمل سے خالی ہے، وہ الفاظ و حروف کے رٹنے کو [illegible]
قرار دیتے ہیں۔ عمل کے لئے تو علم ضروری ہوتا ہی ہے مگر علم کے لیے عمل اس سے بھی زیادہ ضروری [illegible]
خیالات کا ناٹک اور افکار کی شعبدہ بازی بن جاتا ہے۔

◆◆◆◆◆

باب پنجم

# اسلام میں تصوف کی ابتدا

اس سے پہلے کہ ہم تصوف اور عرفان کے نظری اور عملی پہلوؤں پر بات کریں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم پہلے عرفان اور تصوف کی پہلی صدی ہجری سے کم از کم دسویں صدی ہجری تک کی مختصر تاریخ بیان کریں۔ اس کے بعد جہاں تک گنجائش ہوگی عرفان کے مسائل پر بحث کریں گے اور پھر ان مسائل کا کچھ تجزیہ پیش کریں گے۔

یہ تو مسلّم ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اور کم از کم پہلی صدی ہجری میں عارف یا صوفی نام کا کوئی گروہ مسلمانوں میں موجود نہیں تھا۔ صوفی کا لفظ دوسری صدی ہجری میں وجود میں آیا۔

کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ابو ہاشم کوفی کو اس نام سے پکارا گیا۔ ابو ہاشم دوسری صدی میں گزرے۔ ابو ہاشم ہی نے فلسطین کے مقام رملہ میں مسلمان عابدوں اور زاہدوں کی ایک جماعت کی عبادت کے لیے ایک خانقاہ (صومعہ) بنائی تو ٹھیک معلوم نہیں کہ ابو ہاشم کب فوت ہوئے مگر وہ سفیان ثوری کے استاد تھے جو 161ھ میں فوت ہوئے۔

مشہور عارف و صوفی ابوالقاسم قشیری کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ 200ھ سے قبل رائج نہیں تھا۔ نکلسن بھی یہی کہتا ہے کہ یہ نام دوسری صدی ہجری کے اواخر میں وجود میں آیا۔

اگر یہ صحیح ہے کہ ابو ہاشم کوفی پہلے شخص تھے جو صوفی کہلائے اور یہ بھی صحیح ہے کہ وہ سفیان ثوری متوفی 161ھ کے استاد تھے تو یہ نام دوسری صدی ہجری کے نصف اول ہی میں رائج ہو گیا تھا نہ کہ دوسری صدی کے اواخر میں جیسا کہ نکلسن وغیرہ کہتے ہیں۔ بظاہر اس میں بھی شبہ نہیں کہ صوفی اس لیے صوفی کہلائے کہ وہ صوف یا اون کا لباس پہنتے تھے۔

صوفیا اپنے زہد اور ترکِ دنیا کے سبب نرم لباس سے اجتناب کرتے تھے اور خاص طور پر اون کا موٹا جھوٹا لباس پہنتے تھے۔

مگر یہ لوگ کب سے اپنے آپ کو عارف کہلانے لگے اس کے بارے میں بھی وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اتنی بات یقینی ہے اور سری سقطی متوفی 243ھ کے ملفوظات سے بھی معلوم ہوتی ہے (تذکرۃ الاولیا، شیخ عطار) کہ یہ اصطلاح تیسری صدی ہجری میں رائج ہو چکی تھی لیکن ابو نصر سراج طوسی کی کتاب اللمع (صفحہ) 427 جو تصوف کی ایک معتبر

کتاب شمار ہوتی ہے میں سفیان ثوری کا ایک قول منقول ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصطلاح دوسری صدی ... پیدا ہوئی۔

بہر حال پہلی صدی ہجری میں صوفی نام کا کوئی گروہ موجود نہیں تھا۔ یہ نام دوسری صدی ہجری ... اور بظاہر اسی صدی میں صوفیوں نے ایک خاص گروہ کی شکل اختیار کر لی۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ تیسری صدی ... صحیح نہیں ہے۔

پہلی صدی ہجری میں ہر چند کہ کوئی خاص جماعت صوفی یا عارف یا ایسے ہی کسی دوسرے نام سے ... لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ممتاز صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین صرف عابد و زاہد ہی تھے، وہ محض ایک ہی طرح ... ایمان رکھتے تھے۔ اور ان کی کوئی روحانی زندگی نہیں تھی۔

شاید بعض نیک اور اچھے صحابہؓ صرف عابد و زاہد ہی تھے لیکن کچھ صحابہؓ روحانی زندگی سے بھی مالا مال ... سب ایک درجہ پر نہیں تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی زندگیوں کا اگر ہم مطالعہ کریں تو ہمیں ان کے ... میں بھی روحانی منازل کے حوالے سے واضح تفاوت نظر آتا ہے۔ جو صحابی جس قدر عشقِ رسول ﷺ سے سرشار ... زیادہ قُربِ الٰہی کی منزل پر تھا۔

اب ہم دوسری صدی سے دسویں صدی تک کے عرفاء اور صوفیا کا تذکرہ کرتے ہیں۔

# دوسری صدی کے عارف

## حسن بصریؒ

سن 22ھ میں پیدا ہوئے، 88 سال کی عمر پائی۔ ان کی نوے فیصد عمر پہلی صدی میں گزری ہے۔ حسن بصری ... صوفی نہیں کہلاتے تھے، ان کا شمار صوفیا میں اس لئے ہوتا ہے کہ انہوں نے ''رعایۃ حقوق اللہ'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی۔ جو تصوف پر پہلی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب کا واحد نسخہ آکسفورڈ لائبریری میں ہے۔ نکلسن کہتا ہے
''حسن بصری پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے صوفی طریقۂ زندگی کے بارے میں لکھا۔ مقامات عالیہ تک ... کے لیے تصوف کا جو طریقہ بعد کے مصنفین نے تجویز کیا ہے وہ ہے: اول توبہ اور اس کے بعد مختلف دوسرے اعمال، ان میں سے ہر عمل ایک مقام سے دوسرے بالاتر مقام پر پہنچنے کے لیے کیا جاتا ہے۔''

بعد میں تصوف میں جو سلسلے شروع ہوئے ہیں وہ مختلف طریقوں سے حسن بصری تک پہنچتے ہیں اور پھر ان کے واسطے سے امیرِ کائنات مولا علیؑ سرکار تک پہنچتے ہیں۔ علمائے تاریخ کا کہنا ہے کہ حسن بصریؒ نے اصحاب بدر میں سے ... صحابہؓ کا زمانہ پایا تھا۔

## ... ابن دینارؒ

... ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے زہد اور ترکِ لذات میں بہت مبالغے سے کام لیا ہے، اس سلسلے میں ان ... قصے بیان کیے جاتے ہیں۔ یہ 135 ہجری میں فوت ہوئے۔

## ... ابراہیم بن ادھمؒ

... بلخ (خراسان کا مشہور شہر) کے رہنے والے تھے۔
آپ بادشاہوں کی اولاد میں سے تھے ایک دن شکار کرنے کے لیے نکلے، لومڑی یا جنگلی خرگوش کے پیچھے گئے، ... کر رہے تھے کہ ایک غائبانہ آواز آئی: اے ابراہیم! کیا تمہیں اس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے؟ بعد ازاں ... سے بھی آواز آئی کہ بخدا تمہیں اس کام کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ آپ یہ سنتے ہی گھوڑے سے اترے ... والد کے چرواہے سے ملاقات ہوئی، اس سے اونی چوغہ لے کر پہن لیا۔ گھوڑا اور اپنا ساز و سامان اسے دے ... جنگل کو نکل گئے۔ پھرتے پھراتے مکہ پہنچے۔ وہاں حضرت سفیان ثوری اور حضرت فضیل بن عیاض سے ملاقات کی ... شام چلے گئے۔ 163 ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔

## حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا ابتدائی دور

حضرت ابراہیم بن ادھم فصل کاٹ کر اور باغوں کی حفاظت کر کے محنت مزدوری کی روزی کمایا کرتے تھے۔ ایک دن جنگل میں ایک آدمی دیکھا جس نے آپ کو اسمِ اعظم سکھایا، آپ نے اس کی وساطت سے دعا کی تو حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوگئی، انہوں نے بتایا: وہ میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام تھے جنہوں نے تمہیں اسمِ اعظم سکھایا ہے۔

حضرت ابراہیم بن بشارؒ کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ابراہیم بن ادھم کی مجلس میں تھا، ان سے کہا کہ آپ نے کب سے دنیا ترک کر دی ہے؟ اس پر انہوں نے مذکورہ واقعہ بیان کیا۔ حضرت ابراہیمؒ پرہیزگاری کے عظیم منصب پر فائز تھے ان کا یہ قول ملتا ہے کہ:

''حلال روزی کما کر کھاؤ تو تمہیں تہجد گزاری اور روزہ داری ترک کرنے سے نقصان نہ ہوگا۔''

ایک دن آپ سے کسی نے کہہ دیا کہ گوشت مہنگا بکنے لگا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اسے چھٹی دے دو یعنی نہ خریدا کرو اور پھر ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے:

''جب کوئی شے مجھے مہنگی معلوم ہوتی ہے تو میں اسے لینا بند کر دیتا ہوں، چنانچہ وہ جتنی مہنگی معلوم ہوتی تھی اتنی ہی سستی معلوم ہونے لگتی ہے۔''

## ابو ہاشم صوفی کوفیؒ

ان کی تاریخِ وفات معلوم نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ سفیان ثوری (متوفی 161ھ) کے استاد تھے۔ یہی پہلے شخص تھے جو صوفی کے لقب سے، مشہور ہوئے سفیان ثوری کا قول ہے:

''اگر ابو ہاشم نہ ہوتے تو میں ریا کی باریکیاں نہ سمجھ سکتا۔''

## ابو علی حضرت شفیق بن ابراہیم بلخی رحمتہ اللہ علیہ

آپ مشائخِ خراسان سے تھے زندگی بھر توکل کا درس دیتے رہے۔ حضرت حاتم الاصم کے استاد تھے۔

## حضرت شفیق بلخیؒ کی توبہ

آپ کی توبہ کا سبب یوں ہے کہ آپ امیر گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ تجارت کی غرض سے ترکستان گئے۔ ابھی نوعمر تھے کہ ایک بت خانہ میں جا پہنچے۔ ایک خادمِ 'بتاں' کو دیکھا جس نے سر اور داڑھی منڈوا رکھی تھی اور ارغوانی رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ حضرت شفیق نے اس خادم سے کہا: تمہیں بنانے والا زندہ ہے، علم والا ہے اور قدرت رکھتا ہے تم اس سے مانگو، ان بتوں کو پوجنا بند کردو جو نہ فائدہ دے سکتے ہیں نہ نقصان۔

وہ کہنے لگا: اگر تم سچ کہتے ہو تو وہ قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے شہر میں تمہیں روزی دے دے، یہاں بغرض تجارت تمہیں دقت سے آنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ بات سنتے ہی حضرت شفیق چونک گئے اور راہِ زہد و عبادت اپنالی۔

کچھ کہتے ہیں ان کے زہد کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے زمانۂ قحط میں ایک غلام کو اچھلتے کودتے دیکھا حالانکہ لوگ قحط سے پریشان تھے۔ حضرت شفیق نے غلام سے پوچھا کہ تم خوشیاں کیوں منا رہے ہو؟ کیا تمہیں قحط میں مبتلا لوگوں کی پریشانی نظر نہیں آ رہی؟ غلام کہنے لگا مجھے اس سے کیا غم، میرے مالک کے پاس ایک گاؤں موجود ہے جس سے ہماری ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ یہ سن کر حضرت شفیق چونک پڑے اور کہنے لگے اگر اس کے آقا کے پاس ایک گاؤں موجود ہے اور یہ اس کا محتاج ہے پھر بھی بایں ہمہ اسے روزی کی فکر نہیں تو ایک مسلمان کو روزی کی فکر کیوں لاحق ہو جبکہ اس کا آقا غنی اور مالدار ہے۔

ایک قول یہ بھی ملتا ہے جس کی نسبت حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ کی طرف دی جاتی ہے، آپؒ نے بتایا کہ حضرت شفیق بن ابراہیم ایک مالدار شخص تھے، نوجوان تھے اور نوجوانوں کے ساتھ ہی رہا کرتے تھے۔ ان دنوں حاکمِ بلخ علی بن عیسیٰ ہامان تھا، وہ شکاری کتوں کا دلدادہ تھا۔ اس کا ایک کتا گم ہو گیا تو اس نے ایک شخص پر الزام لگایا کہ کتا اس کے پاس ہے۔ وہ شخص حضرت شفیق کے پڑوس میں رہتا تھا اس نے اسے تلاش کیا تو وہ بھاگ گیا اور شفیق کے گھر میں پناہ لے لی، شفیق حکمران کے پاس گئے اور اسے کہا کہ کتا تو میرے پاس ہے اسے جانے دو میں تین دن کے اندر کتا واپس کر دوں گا۔



انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ شفیق واپس آئے تو اس کے لیے انتظام کرنے لگے، تیسرا دن بھی آچکا تھا۔ شفیق کے [دوستوں] میں سے ایک شخص بلخ سے غائب تھا اور واپس آ رہا تھا اس نے راستے میں دیکھا کہ ایک کتا ہے جس کے گلے میں [پٹہ] ہے اس نے اسے پکڑ لیا اور دل میں کہا یہ شفیق کو جا کر دونگا کیونکہ وہ ان کو پسند کرتا ہے چنانچہ وہ لے پہنچا شفیق کی نظر [پڑی] تو اس نے پہچان لیا کہ یہ کتا امیر ہی کا ہے۔ وہ خوش ہوا اور کتا امیر کے پاس لے گیا اور یوں اس کی ضمانت پوری ہو گئی [اللہ] نے اسے سوجھ بوجھ عطا کی اور وہ اپنے کیے پر تائب ہو گیا اور پھر زہد اختیار کر لیا۔

## [ابو محفوظ] حضرت معروف بن فہروز کرخی رحمتہ اللہ علیہ

یہ اکابر مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔ ان کی دعائیں اکثر قبول ہوا کرتی تھیں اور آج بھی قبرِ اطہر کے توسل سے [اکثر] لوگ شفایاب ہوتے ہیں۔ بغداد کے نزدیک ان کی قبر تجربہ شدہ تریاق ہے۔ آپ سیدنا علی بن موسیٰ رضاؒ کے آزاد کردہ [غلا]موں میں سے تھے۔

200ھ میں وصال ہوا اور دوسری روایت کے مطابق حضرت کرخی کا وصال 201ھ میں ہوا۔ آپ حضرت سری [سق]طی رحمتہ اللہ کے استاد تھے۔ ایک دن آپ نے سری سقطی سے فرمایا کہ اگر اللہ سے کچھ مانگنا ہو تو میری قسم دے کر مانگ [لیا] کرو۔

صاحبِ رسالہ قشیریہ عبدالکریم بن ہوازن القشیری کہتے ہیں کہ میں اپنے استادِ گرامی حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ کو فرماتے سنا کہ حضرت معروف کرخی کے والدین نصرانی تھے، آپ ابھی بچے ہی تھے کہ والدین نے انہیں ایک عیسائی استاد کے پاس بٹھا دیا۔ جب استاد یہ کہتا کہ اللہ، تین میں تیسرا ہے تو آپ کہتے کہ نہیں وہ تو ایک ہی ہے۔ اس پر استاد نے آپ کو بے تحاشا مارا، آپ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے ان کے والدین کہا کرتے: کاش معروف واپس آ جائے وہ جس دین پر بھی ہوگا ہمیں منظور ہے بلکہ ہم بھی اس کا دین اپنا لیں گے، چنانچہ آپ حضرت علی بن موسیٰ رضاؒ کے دستِ اقدس پر مسلمان ہو گئے۔ گھر واپس آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا آواز آئی کون ہے؟ تو کہنے لگے: معروف ہوں اہلِ خانہ نے پوچھا کہ کونسا دین اپنا چکے ہو؟ آپ نے کہا دین حنیف چنانچہ آپ کے والدین بھی مسلمان ہو گئے۔

حضرت حسین رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ کو خواب میں دیکھا وہ وصال فرما چکے تھے میں نے پوچھا: اللہ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا ہے؟ آپ نے بتایا کہ اس نے مجھے بخش دیا ہے میں نے کہا: عبادت گزاری اور پرہیز گاری کی وجہ سے؟ فرمایا نہیں بلکہ اس بنا پر کہ میں نے ابن سماکؒ کی نصیحت قبول کر لی تھی، باقاعدہ فقیر بن گیا اور فقیروں سے محبت شروع کر دی۔

## فضیل بن عیاضؒ

آپ خراسان کے باشندے تھے جو مرو کے قریب واقع ہے۔

کہتے ہیں کہ ابتدا میں رہزن تھے۔ ایک رات بری نیت سے ایک دیوار پر چڑھے، ایک شب زندہ دار سے قرآن کی آیت سن کر حالت بدل گئی اور توبہ کرلی کتاب مصباح الشریعہ ان سے منسوب ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ کتاب اسباق کا ایک سلسلہ ہے جوانہوں نے سیدنا امام جعفر صادقؒ سے لیے تھے۔

# تیسری صدی کے عارف

## بشر حافیؒ

مشاہیر صوفیا میں سے ہیں۔ یہ بھی شروع میں اہلِ فسق وفجور میں سے تھے بعد میں تائب ہوگئے۔ بشر حافی کا وصال 226 ہجری ہوا۔

## ابوالحسین حضرت احمد بن ابوالحواری رحمۃ اللہ علیہ

دمشق کے رہنے والے تھے حضرت سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت پائی اور 230ھ میں وصال فرمایا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ احمد بن ابوالحواری رحمۃ اللہ علیہ پھولوں کے گلدستہ کی طرح ہیں۔

حضرت احمد بن ابوالحواری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

''جو شخص دنیا کی طرف نظرِ محبت سے دیکھتا ہے اور اس سے پیار رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے یقین کا نور اور زہد نکال دیتا ہے۔''

آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

''جس شخص نے اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر کوئی کام کیا اسے اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔''

## ابوحامد حضرت احمد بن خضرویہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ

یہ خراسان کے اکابر مشائخ میں سے تھے اور ابوتراب بخشی کی صحبت میں رہے تھے۔ نیشاپور پہنچے تو ابوحفص کی زیارت کی اور پھر ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ کی زیارت کے لیے ''بسطام'' روانہ ہوگئے۔ بہادری اور فتوحات میں بہت مشہور تھے۔

حضرت ابوحفص رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن خضرویہ سے زیادہ نہ کوئی باہمت دیکھا اور نہ ہی سچے حال والا۔ حضرت بایزید جب بھی ان کا ذکر کرتے تو یوں کہتے ''ہمارے استاد احمد۔''

حضرت محمد بن حامد رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت حضرت احمد بن خضرویہ کے پاس تھا جب ان پر حالت



نزع طاری تھی اور اس وقت وہ 95 سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ اسی دوران ان سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا:

''اے بیٹے! ایک دروازہ تھا جسے میں پچانوے سال تک کھٹکھٹاتا رہا، وہ ابھی کھلنے کو ہے، نہیں معلوم کہ میرے لئے باعثِ سعادت ہوگا یا باعثِ بدبختی اب میرے پاس جواب کا وقت کہاں؟''

حضرت محمد بن حامد بتاتے ہیں کہ حضرت احمد کے ذمہ سات سو درہم قرض تھا۔ قرض خواہ قریب ہی تھے آپ نے عالمِ موت ہی میں ان کی طرف نظر اٹھا کر کہا:۔

''اے اللہ! تو نے مالداروں کے لیے مالِ رہن بطور دستاویز قرار دیا ہوا ہے اور یہ مال تو نے ان سے بروز قیامت لینا ہوگا لہٰذا اب میرا قرض ادا فرما دے۔''

محمد کہتے ہیں کہ اسی وقت ایک شخص نے دروازے پر دستک دی اور کہا کہ احمد کے قرض خواہ کہاں ہیں؟ اور پھر سب کا قرضہ چکا دیا۔ اسی کے ساتھ آپ کی روح پرواز کرگئی اور آپ فوت ہوگئے۔ سن وفات 240ھ تھا۔ حضرت احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:۔

''غفلت سے بڑھ کر کوئی بھی نیند بھاری نہیں ہوتی، خواہشِ نفسانی سے بڑھ کر کوئی غلامی نہیں ہوتی اور اگر تم پر غفلت کا بوجھ نہ پڑے تو خواہشاتِ نفسانی تم سے دور رہیں گی۔''

## ابوالحسن حضرت سری بن سقطی رحمۃ اللہ علیہ

بشر حافی کے دوستوں اور ساتھیوں میں سے تھے سری سقطی خلقِ خدا پر بہت مہربان تھے اور سب کے لیے ایثار کرتے تھے۔

حضرت ابوالعباس بن مسروق رحمۃ اللہ بیان کرتے ہیں:

''مجھے اطلاع ملی کہ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ بازار میں تجارت کرتے ہیں۔ ایک دن معروف کرخی ان کے پاس آئے، ان کے ہمراہ ایک یتیم بچہ بھی تھا۔ کہنے لگے کہ اس یتیم بچے کے لئے کپڑا دے دو، حضرت سری سقطی کہتے ہیں کہ میں نے اسے کپڑے دیے تو حضرت معروف کرخی بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ ''اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں دنیا سے نفرت ڈال دے اور جس مصیبت میں مبتلا ہو اس سے تمہیں رہائی دے دے۔''

حضرت سری سقطیؒ کہتے ہیں: ''اس بات کے بعد میں جب دکان سے نکلا تو دنیا سے زیادہ مجھے کوئی شے بری معلوم نہ ہورہی تھی چنانچہ میری موجودہ حالت حضرت معروف کرخی کی برکت کی بنا پر ہے''۔

ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں لکھا ہے کہ حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا: ایک موقع پر میں الحمدللہ کہہ بیٹھا تو تیس سال سے اس کی تلافی کی خاطر استغفار کررہا ہوں۔

آپ سے پوچھا گیا کہ وجہ کیا ہوئی؟ آپ نے بتایا ایک مرتبہ بغداد میں آگ بھڑک اٹھی۔ اسی دوران

مجھے ایک شخص ملا جس نے مجھے اطلاع دی کہ میری دکان بچ گئی ہے چنانچہ میں نے الحمد للہ کہہ کر اللہ کا شکر ادا کیا اور پھر اب تیس سال ہونے کو ہیں کہ میں اس کہے پر شرمسار ہوں کہ مسلمانوں کے مشکل وقت میں اپنی بھلائی پر الحمد للہ کیوں کہا تھا۔''

سرّی سقطیؒ معروف کرخی کے شاگرد و مرید اور جنید بغدادی کے پیر اور ماموں تھے۔ ان سے توحید اور عشق الٰہی کے بارے میں بہت سے اقوال منقول ہیں۔ انہیں کا قول ہے کہ عارف آفتاب کی طرح سارے عالم پر چمکتا ہے اور زمین کی طرح نیک و بد کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھاتا ہے وہ پانی کی طرح ہوتا ہے کہ جس پر تمام دلوں کی زندگی کا مدار ہے اور آگ کی طرح اسکی روشنی سب تک پہنچتی ہے۔

سری سقطیؒ نے 257ھ میں 98 سال کی حیات پا کر وصال فرمایا۔

## ابو عبداللہ حضرت حارث بن اسد محاسبی رحمتہ اللہ علیہ

جنید بغدادی کے دوستوں اور ساتھیوں میں سے تھے۔ انہیں محاسبی اس لیے کہتے ہیں وہ مراقبہ اور نفس کے محاسبہ کا کمال درجہ اہتمام کرتے تھے۔ آپ اپنے دور میں علم، پرہیزگاریٔ معاملات اور حال کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اصل میں بصرہ کے تھے اور 243ھ کو بغداد میں وصال فرمایا:۔

حضرت جنید رحمہ اللہ سے یہ روایت ملتی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا:

''ایک دن حضرت محاسبی میرے قریب سے گزرے تو میں نے چہرے پر بھوک کے آثار دیکھے۔ میں نے عرض کی: چچا جان! کیا آپ پسند کریں گے کہ گھر میں تشریف لا کر کچھ کھا لیں؟ آپ نے فرمایا ہاں، چنانچہ میں انہیں گھر لے آیا اور انہیں پیش کرنے کے لیے کچھ ڈھونڈنے لگا۔ گھر میں شادی سے آیا کچھ کھانا موجود تھا چنانچہ میں نے پیش کیا، آپ نے اس میں سے لقمہ بھر لے کر منہ میں کئی بار گھمایا پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور دہلیز پر پھینک کر چلے گئے۔

میں نے کئی دن بعد دوبارہ آپ کو دیکھا تو پھینکنے کی وجہ پوچھی آپ نے کہا مجھے بھوک لگی تھی میں چاہتا تھا کہ کھا کر آپ کو خوش کروں اور دلجوئی کر دوں لیکن کیا کروں؟ میرے اور اللہ کے درمیان یہ بات طے ہے کہ جس کھانے میں شک و شبہ ہوگا، میرے حلق سے نیچے نہیں جا سکے گا چنانچہ میں وہ لقمہ نگل نہ سکا، یہ بتاؤ کہ یہ کھانا کہاں سے ملا تھا؟ میں نے عرض کیا اس قریبی گھر سے شادی کا کھانا آیا تھا۔ میں نے پھر درخواست کی کیا گھر پر رہنا پسند فرمائیں گے؟ فرمایا ہاں ٹھہروں گا۔ چنانچہ میں نے گھر سے روٹی کا ایک خشک ٹکڑا پیش کیا تو آپ نے کھاتے ہوئے فرمایا: جب بھی کسی درویش کو کھانا پیش کرو تو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

## سیّدالطائفہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ

خاندانی نام جنید بن محمد، کنیت ابوالقاسم۔ آپ نے فقہ کی تعلیم حضرت ابوثورؒ سے حاصل کی۔ تصوف کے رموز و



[...] حضرت حارث محاسبیؒ سے سیکھے اور خرقۂ خلافت مشہور صوفی بزرگ حضرت سری سقطیؒ سے حاصل کیا جو آپ کے حقیقی ماموں بھی تھے۔

جذب و کیف کی انتہائی منزلیں طے کرنے کے باوجود حضرت جنید بغدادیؒ ہمیشہ احتیاط اور ہوش کی حالت میں رہے۔ آپ کی عارفانہ عظمتوں پر تمام اولیائے کرام متفق ہیں۔ اس لئے آج بھی آپ کو سیّدالطائفہ (صوفیوں کے سردار) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

تقریباً 8 سال کی عمر میں اپنے ماموں کی ہدایت پر حضرت جنید بغدادیؒ مشہور فقیہہ حضرت ابوثورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شاگردی کی درخواست کی۔ حضرت ابوثورؒ حضرت امام شافعیؒ کے شاگردِ رشید تھے۔ اس بات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مسلک کے اعتبار سے حضرت جنید بغدادیؒ فقہِ شافعی کے پیروکار تھے۔ حضرت ابوثورؒ نے آٹھ سال کے مختصر سے عرصہ میں اپنا سارا علم حضرت جنید بغدادیؒ کو منتقل کر دیا۔ پھر اہلِ بغداد نے دیکھا کہ ایک بیس سالہ نوجوان بڑی امانت کے ساتھ فتوے دیا کرتا تھا۔ بڑے بڑے صاحبانِ علم جن مسائل کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ پاتے تھے ان مسائل تک حضرت جنید بغدادی کو رسائی حاصل تھی۔ یہ قدرت کا عطیہ بھی تھا اور استادِ گرامی کی صحبتوں کا فیض بھی۔

علمِ حدیث اور فقہ حاصل کرنے کے بارے میں خود حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں یہ بھی میرے ماموں کی محبت اور التفات کا نتیجہ ہے کہ میں ان علوم کی طرف متوجہ ہوا۔ اگر حضرت سری سقطیؒ میری رہنمائی نہ فرماتے تو میں حدیث اور فقہ سے ناآشنا رہ جاتا اور مروجہ تصوف کی پرپیچ گلیوں میں ساری زندگی بھٹکتا رہتا۔ میں ایک دن حضرت سری سقطیؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اچانک ماموں مجھ سے مخاطب ہوئے اور نہایت جذب کے لہجے میں فرمایا:

''جنید میں حق تعالٰی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں ایسا محدث بنائے جو علمِ تصوف سے بھی آگاہ ہو۔'' آپ کے ماموں کی یہ دعا قبول ہوئی اور آپ دین اسلام میں علم و عمل کے درخشندہ ستارے ثابت ہوئے۔

آپ کا وصال مبارک 302ھ میں ہوا۔

## ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ

مصر کے رہنے والے تھے۔ فقہ میں مشہور فقیہہ مالک بن انسؒ کے شاگرد تھے۔ جامی ان کو رئیس صوفیا کہتے تھے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے تصوف کے مسائل کو رمز و کنایہ کی اصطلاحات میں بیان کیا تاکہ جو واقف ہیں وہی سمجھ سکیں اور اغیار کچھ نہ سمجھیں۔ آہستہ آہستہ یہی طریقہ رائج ہو گیا۔ مسائلِ تصوف غزل کی صورت میں یا رمز و کنایہ کے پردے میں بیان ہونے لگے۔

حضرت یوسف بن حسین رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ کی مجلس میں حاضر ہوا اتنے میں آپ کے ہاں حضرت سالم مغربی رحمہ اللہ آ پہنچے اور حضرت ذوالنون سے پوچھا کہ آپ نے توبہ کس بنا پر کی تھی؟ انہوں نے کہا یہ ایک عجیب کہانی ہے تم مانو گے نہیں! حضرت سالم نے کہا: آپ کو اپنے معبود کی قسم ضرور بتائیں۔

حضرت ذوالنون نے کہا: میں مصر سے کسی بستی کا ارادہ لیے نکل کھڑا ہوا جنگل میں پہنچا تو راستے ہی میں سو گیا۔ [illegible] تو دیکھا کہ ایک گھونسلے میں سے اندھی چڑیا زمین پر آ گری۔ میرے دیکھتے زمین میں شگاف ہو گیا، [illegible] دو کوزے تھے ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا، ایک میں تو تل تھے اور دوسرے میں پانی۔ چڑیا تل کھائے جا رہی تھی [illegible] پیتی جا رہی تھی۔ یہ ماجرا دیکھ کر میں نے خیال کیا کہ اس سے زیادہ اور کیا دیکھوں چنانچہ میں نے برے ارادوں [illegible] اور ذکرِ الٰہی شروع کر دیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے شرفِ قبولیت سے نواز دیا۔

آپ کا وصال 245ھ میں ہوا۔

## ابو محمد حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ

آپ صوفیا کے اماموں میں سے ایک تھے۔ پرہیز گاری کے معاملات میں اپنی مثال آپ تھے، صاحبِ کرامات تھے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ حج کے لیے مکہ آئے تو ان سے ملاقات ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق آپ کا وصال 273ھ کو ہوا۔

## حضرت طیفور بن عیسیٰ المعروف بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کے دادا مجوسی (آتش پرست) تھے پھر اسلام لے آئے۔

آپ تین بھائی تھے آدم، طیفور اور علی اور یہ سب کے سب زاہد اور عبادت گزار تھے۔ بایزید ان میں سب سے زیادہ صاحبِ عظمت تھے۔ آپ کا شمار اکابر صوفیا میں ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے صاف الفاظ میں [illegible] فی اللہ کی بات کی۔

بایزید بسطامی نے ایک دفعہ کہا کہ میں بایزید سے اس طرح نکل گیا ہوں جس طرح سانپ کینچلی سے نکل جاتا ہے۔ بایزید کی شطحیات کی وجہ سے کچھ لوگوں نے ان کی تکفیر بھی کی ہے۔ لیکن جید صوفیا کہتے ہیں کہ وہ اصحابِ سکر میں سے تھے [illegible] انہوں نے وہ باتیں جذب و بے خودی کے عالم میں کہیں ہیں جن میں بظاہر خلافِ اسلام اور غلط دعوے کیے گئے ہیں۔

آپ کا وصال 261ھ میں ہوا اور دیگر حضرات نے 432ھ قرار دیا ہے۔

# چوتھی صدی کے عارف

## ابو بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ

جنید بغدادیؒ کے شاگرد اور مرید تھے۔ حلاج سے بھی ملاقات تھی۔ مشاہیر صوفیا میں سے ہیں۔ اصلاً [illegible]



[illegible]سان کے رہنے والے تھے۔ روضات الجنات اور دوسرے تذکروں میں ان کے اشعار اور صوفیانہ اقوال [illegible] نقل ہوئے ہیں۔

خواجہ عبداللہ انصاری نے کہا ہے:

سب سے پہلے ذوالنون مصری نے رمز و کنایہ میں بات کی جنیدؒ نے آ کر اس علم کو مرتب کیا اور مزید ترقی دی اور [illegible] علم میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ جب نوبت شبلی تک پہنچی تو انہوں نے اس علم کو منبروں تک پہنچا دیا۔ شبلی نے 334ھ [illegible] 337ھ ہجری کی درمیانی مدت میں 87 سال کی عمر میں انتقال کیا۔

## [illegible]علی رودباریؒ

ساسانی نسل سے تھے خود کو نوشیرواں کی اولاد کہتے تھے۔ جنید بغدادیؒ کے مرید تھے۔ ابوالعباس بن شریح سے فقہ [illegible]ی اور ثعلب سے ادبیات کی تعلیم حاصل کی۔ ان کو شریعت، طریقت اور حقیقت کا جامع کہا جاتا ہے۔ 322 ہجری میں فوت ہوئے۔

## ابونصر سراج طوسیؒ

مشہور کتاب اللمعہ کے مصنف ہیں جو تصوف کی قدیم اور معتبر کتابوں میں سے ہے۔ 387 ہجری میں فوت ہوئے۔ بہت سے مشائخ طریقت ان کے بلاواسطہ یا بالواسطہ شاگرد تھے۔

## ابوالفضل سرخسیؒ

ابونصر سراج کے شاگرد اور مرید مشہور عارف ابو سعید ابوالخیر کے استاد اور پیر تھے۔ 400 ہجری میں فوت ہوئے۔

## ابو عبداللہ رودباریؒ

ابو علی رودباری کے بھانجے تھے شام کے مشاہیر صوفیا میں شمار تھا۔ 396 ہجری میں فوت ہوئے۔

## ابو طالب مکیؒ

ان کی بیشتر شہرت ایک کتاب کی وجہ سے ہے جو انہوں نے علمِ تصوف میں تالیف کی تھی۔ اس کتاب کا نام ''قوت القلوب'' ہے اس کا شمار تصوف کی قدیم اور بہت معتبر کتابوں میں ہوتا ہے۔ ابو طالب مکی نے 357ھ یا 372ھ ہجری میں انتقال کیا۔

# پانچویں صدی کے عارف

## شیخ ابوالحسن خرقانیؒ

مشہورترین صوفیا میں سے ہیں۔ صوفیا حیرت انگیز داستانیں ان سے منسوب کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بایزید بسطامی کی قبر پر جا کر بایزید کی روح سے رابطہ پیدا کیا تھا اور اپنی مشکلات ان سے حل کرائی تھیں مولانا رومی کہتے ہیں

بوالحسن بعد از وفات بایزید
از پس آن سالہا آمد پدید
گاہ و بیگہ نیز رفتے بے فتور
برسر گورش نشستے با حضور
تا مثال شیخ پیشش آمدے
تا کہ می گفتے شکالش حل شدے

(بایزید کی وفات کے برسوں بعد ابوالحسن وقتاً فوقتاً ان کی قبر پر جا کر بیٹھتے اور متوجہ ہوتے تھے یہاں تک کہ شیخ کی شبیہہ نے سامنے آ کر انکی مشکلات حل کر دیں)۔

مولانا رومیؒ نے اپنی مثنوی میں جگہ جگہ ان کا تذکرہ کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا رومی کو ابوالحسن خرقانی سے واقعی عقیدت تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مشہور فلسفی بوعلی سینا اور مشہور عارف ابوسعید ابوالخیر سے ان کی ملاقات تھی۔ 425 ہجری میں فوت ہوئے۔

## ابوسعید ابوالخیرؒ

ابوسعید ابوالخیر مشہورترین صوفیا میں سے ہیں۔ عمدہ احوال کے حامل تھے۔ ان کی رباعیاں بڑی شستہ ہیں۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ تصوف کیا ہے؟ کہا کہ تصوف یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے سر میں ہوا سے نکال دو، جو ہاتھ میں ہو وہ دے دو اور جو ہو سکے کوشش کرو۔ بوعلی سینا سے ملاقات تھی۔ ابوسعید عمل کی ضرورت اور اطاعت و معصیت کے بارے میں بیان کر رہے تھے۔ بوعلی نے یہ رباعی پڑھی۔

مائیم بعفو تو تولّا کردہ
وز طاعت و معصیت تبرّا کردہ
آنجا کہ عنایتِ تو باشد باشد
ناکردہ چو کردہ کردہ چوں ناکردہ

(ہم تو تیرے عفو سے محبت کرتے اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں طاقت و معصیت سے ہمیں کوئی سروکار نہیں جہاں پر کرم ہو وہاں کردہ اور ناکردہ سب اعمال برابر ہیں)۔

ابوسعید نے فوراً کہا:

برعفو مکن تکیہ کہ ہرگز نبود
ناکردہ چوکردہ، کردہ چوں ناکردہ

(معافی کے بھروسے پر مت رہو۔ کیونکہ جو کچھ کیا ہوا ہوتا ہے اسے ناکردہ نہیں سمجھنا چاہیے اور جو کچھ ناکردہ ہو اسے کیا ہوا نہیں سمجھنا چاہیے)

ابوسعید ابوالخیر کا انتقال 440 ہجری میں ہوا۔

## ابوعلی دقاق نیشاپوریؒ

شریعت و طریقت کے جامع شمار ہوتے ہیں۔ واعظ اور مفسر تھے۔ چونکہ ان کی مناجاتوں میں گریہ بہت ہے اس لیے انکا لقب شیخِ نوحہ گر ہو گیا۔ 405 یا 412 ہجری میں فوت ہوئے۔

## ابوالحسن حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ

حضرت سید علی ہجویریؒ 400ھ یا 401ھ میں غزنی کے ایک محلے "ہجویر" میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی اور شجرۂ نسب براہِ راست حضرت سیّدنا امام حسینؓ تک پہنچتا ہے۔

حضرت سیّد علی ہجویریؒ نے حصولِ علم کی خاطر بڑی مشقتیں برداشت کی ہیں۔ کئی بار ہجرت کی، کبھی فرغانہ کو اپنا مسکن بنایا، کبھی خراسان جا پہنچے اور کبھی ماوراء النہر کی سکونت اختیار کی۔ جہاں بھی کسی فاضل کا پتا ملا، اسی کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس لئے کوئی نہیں جانتا کہ حضرت سید علی ہجویری کے اساتذہ کی تعداد کتنی ہے؟ پھر بھی مشہور ہے کہ مذہبی علوم میں آپ کے استاد حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ تھے۔

حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی کا معروف قول ہے.......... "فقر کے راستے میں مرشد کی رضا جوئی سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ پس فقیر کو چاہیے کہ ہر وقت مرشد کو اپنے پاس ہی سمجھے۔"

مرشد کے بارے میں حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ کا یہ قول بھی شہرت رکھتا ہے..... مرشد میں خواہشاتِ نفسانی کے دریا کے پار اترنے کی صلاحیت موجود ہونی چاہیے۔ اگر مرشد ماہر تیراک نہ ہو تو ایک دن خود بھی ڈوبے گا اور مرید کو بھی

لے ڈوبے گا۔"

ایک بار حضرت سید علی ہجویریؒ اپنے استادِ گرامی حضرت ابوالقاسم گرگانیؒ کے دیدار کو حاضر ہوئے۔ حضرت شیخؒ طوس کی ایک مسجد میں تنہا بیٹھے تھے اور مسجد کے ستون سے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ حضرت شیخ کوئی واقعہ ستون سے بیان کر رہے تھے میں کچھ دیر خاموش کھڑا رہا۔ جب استادِ گرامی اپنی بات مکمل کر چکے تو میں آگے بڑھا۔ خدمتِ عالیہ میں سلام پیش کرنے کے بعد میں نے عرض کیا۔ شیخ محترم! آپ کس سے ہم کلام تھے؟ یہاں مسجد میں تو کوئی دوسرا شخص موجود نہیں ہے۔

حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ نے جواباً فرمایا...... بیٹا! اس وقت اللہ نے مسجد کے ستون کو قوتِ گویائی عطا کی ہے۔ اس نے مجھ سے ایک بات پوچھی تھی میں اسی سوال کا جواب دے رہا تھا۔

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ استادِ گرامی کا جواب سن کر مجھے اس ستون کا واقعہ یاد آ گیا جو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں رویا کرتا تھا۔ مسجدِ نبوی کی تعمیر سے پہلے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کے ایک ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر جب منبر تعمیر ہو گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دیا تو کھجور کا وہ ستون رونے لگا۔ اس کے رونے کی آواز اتنی تیز تھی کہ تمام حاضرینِ مسجد نے سنی۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اس ستون پر رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔

علومِ ظاہر کی تکمیل کے بعد حضرت سید علی ہجویری حضرت ابوالفضل بن حسین ختلیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ حضرت ابوالفضلؒ کا روحانی سلسلہ مشہور بزرگ حضرت جنید بغدادی سے ملتا ہے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ اپنے پیرِ طریقت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"ایک بار میرے شیخ "بیت الجن" سے دمشق تشریف لے جا رہے تھے میں بھی حضرت کے ہمراہ تھا۔ اتفاق سے رات کو تیز بارش ہوئی تھی جس کی وجہ سے پورا علاقہ کیچڑ سے بھر گیا تھا اور مسافروں کو چلنے میں بہت دشواری پیش آ رہی تھی۔ چلتے چلتے اچانک میری نظر حضرت شیخ کے پائے مبارک پر پڑی اور میں حیران رہ گیا۔ حضرت شیخ کا پاجامہ اور جوتا مکمل طور پر کیچڑ سے محفوظ تھا۔

"شیخ محترم! یہ کیا ہے؟" میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔ اس واقعہ کی مجھ پر بہت ہیبت طاری تھی۔

جواب میں پیر و مرشد نے فرمایا...... "سید! جب سے میں نے اپنی نفی کی اور توکل اختیار کیا، اسی دن سے اللہ نے میرے قدموں کو ان آلائشوں سے بھی پاک کر دیا ہے۔"

حضرت شیخ ابوالفضلؒ اپنے مریدوں کو کم گوئی اور کم خوابی کی بہت تاکید کیا کرتے تھے۔

حضرت سید علی ہجویری نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "کشف المحجوب" میں ایک مقام پر اپنے پیر و مرشد کا یہ قول مبارک نقل کیا ہے:

"غلبے کے سوا نہ سوؤ...... اور جب جاگو تو پھر سونے کی کوشش نہ کرو۔ کیونکہ یہ مرید کے واسطے حرام ہے اور

...ی کی نشانی ہے۔"

حضرت سید علی ہجویریؒ اپنے پیر و مرشد کے بارے میں فرماتے ہیں...... "میرے شیخ رسمی صوفیوں (دکانداروں) کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آتے تھے۔ میں نے ان سے بڑھ کر کوئی شخص ہیبت ناک (پرجلال) نہیں دیکھا۔ ایک دن میں پیر و مرشد کے ہاتھ دھلا رہا تھا۔ دفعتاً مجھے یہ خیال گزرا کہ جب سارے کام تقدیر پر منحصر ہیں تو پھر ہم لوگ غلاموں کی طرح ان کی خدمت میں کیوں مصروف رہتے ہیں؟

پیر و مرشد نے میری طرف دیکھا اور نہایت شیریں لہجے میں فرمایا...... بیٹا! جو کچھ تمہارے دل میں ہے مجھے سب معلوم ہے مگر ہر حکم کے لیے ایک سبب ہوا کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تاج و تخت کسی کے سپرد کرے تو پہلے اس میں تاج و تخت کے سنبھالنے کی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے۔ اور پھر وہی خدمت اس کی بزرگی کا سبب بن جاتی ہے۔"

حضرت شیخ ابوالفضلؒ نے چھپن سال تک ایک ہی لباس زیبِ تن کیا۔ آپ کسی تکلف کے بغیر اپنے جامے میں پیوند لگایا کرتے تھے۔ پھر پیوندوں کی تعداد اس قدر بڑھی کہ اصلی کپڑے کا نشان تک باقی نہ رہا۔

یہ تھے وہ مردِ کامل حضرت شیخ ابوالفضل محمد بن ختلیؒ جن کی آغوشِ محبت میں حضرت سید علی ہجویریؒ نے روحانی تربیت حاصل کی۔

حضرت سید علی ہجویری نے اپنی تصنیف 'کشف الاسرار' میں بہت سے عجائباتِ زمانہ کا ذکر کیا ہے ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

"غزنی میں ایک پیرِ مرد تھے۔ ان کا نام شیخ بزرگؒ تھا اور وہ اپنے کردار میں بھی حقیقتاً بزرگ ہی تھے۔ ایک دن شیخ بزرگ نے مجھ سے فرمایا۔

"علی! کوئی ایسی کتاب لکھ کہ زمانے میں تیری یادگار رہ جائے۔"

اس وقت میری عمر صرف بارہ سال تھی۔ ایک بچے سے کسی یادگار تصنیف کا ذکر کرنا بڑا عجیب تھا۔ میں نے اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا۔ حضرت میں ابھی اس قابل کہاں ہوں؟ نہ مجھے علم حاصل ہے اور نہ میں اپنی کم عمری کے سبب علم کے رموز کو سمجھ سکتا ہوں پھر آپ کے حکم کی تعمیل کس طرح ہو سکتی ہے۔؟

شیخ بزرگؒ نے جواباً فرمایا...... "علی کچھ بھی ہو تجھے کتاب لکھنی ہی پڑے گی۔"

میں نے کچھ دن پہلے ہی ایک کتاب تحریر کی تھی۔ شیخ بزرگؒ کے اصرار پر وہی کتاب ان کی خدمت میں پیش کر دی۔

شیخ بزرگؒ کتاب کا مطالعہ کرتے رہے اور میں دل ہی دل میں شرمندہ ہوتا رہا کہ ایک بچے کی تحریر پڑھ کر ان کا کیا تاثر ہوگا؟ آخر کتاب ختم ہوئی اور شیخ بزرگؒ مجھ سے مخاطب ہوئے...... علی! تو دین کے معاملے میں بڑا بزرگ ہوگا۔

شیخ کا ارشاد سن کر کچھ دیر تک تو مجھے اپنی سماعت پر یقین ہی نہیں آیا۔ میں حیرت میں ڈوبا ہوا کسی مجسمے کی طرح

شیخ کے سامنے بیٹھا رہا۔

شیخ نے میری دلی کیفیت کو محسوس کر لیا تھا۔ اس لئے ایک بار پھر وہی الفاظ دہرائے...... انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

پھر مجھے یقین آیا کہ شیخ بزرگؒ نے میری طفلانہ تحریر کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔...... حق تعالیٰ نے چاہا تو سارا زمانہ ان دعاؤں کی تاثیر دیکھے گا۔

پھر ایسا ہی ہوا۔ حضرت شیخ علی ہجویریؒ برصغیر پاک وہند کے اتنے بڑے بزرگ ثابت ہوئے کہ ایک ہزار سال گزر جانے کے باوجود آپ کا فیضِ روحانی روزِ اول کی طرح جاری وساری ہے۔ شیخ بزرگؒ نے جس کتاب کے تحریر کرنے پر اصرار کیا تھا دراصل وہ ''کشف المحجوب'' تھی۔ شیخ بزرگؒ کی چشمِ معرفت پر یہ بات روشن تھی کہ یہی بارہ سالہ لڑکا جوان ہو کر ایک ایسی کتاب تحریر کرے گا جسے تصوف کی دنیا میں شہرتِ دوام حاصل ہوگی۔

پیرومرشد کے حکم سے سلطان محمود غزنوی کے دور میں لاہور تشریف لائے۔ آپ نے تبلیغِ اسلام کے لیے شدید اذیتیں برداشت کیں۔ حضرت علی ہجویریؒ کا شمار ان صوفیائے عظام میں ہوتا ہے جن کا ہر عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تابع تھا۔ لوگ فرطِ عقیدت میں آپ کو ''داتا گنج بخش'' کہہ کر پکارتے ہیں۔

آپ کا وصال مبارک 465ھ میں ہوا۔

## خواجہ عبداللہ انصاریؒ

معروف ترین اور بڑے عبادت گزار صوفیا میں سے تھے ان کے مختصر فقرے مناجاتیں اور شستہ وبامزہ رباعیاں موجود ہیں۔ اور خواجہ عبداللہ کی شہرت زیادہ تر انہیں کی وجہ سے ہے۔

ان کا ایک ملفوظہ ہے: در طفلی پستی، در جوانی مستی، در پیری سستی، پس گے خدا پرستی؟ ایک اور ملفوظہ ہے۔ بدی را بدی کردن سگساری است، نیکی را نیکی کردن خرخاری است، بدی را نیکی کردن کار خواجہ عبداللہ انصاری است۔''

یہ رباعی بھی انہیں کی ہے:

عیب است بزرگ بر کشیدن خود را
از جملہ خلق برگزیدن خود را
از مردمکِ دیدہ باید آموخت
دیدن ہمہ کس راوندیدن خود را

(دوں کی لینا اور سب سے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا بہت بری بات ہے۔ آنکھ کی پتلی سے سبق سیکھنا چاہیے جو سب کو دیکھتی ہے مگر خود کو نہیں دیکھتی)۔

خواجہ عبداللہ ہرات میں پیدا ہوئے اور وہیں 471ھ میں انتقال کیا۔ اسی وجہ سے پیرِ ہرات کے نام سے مشہور ہیں۔

خواجہ عبداللہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی سب سے مشہور کتاب ''منازل السائرین'' ہے جو تصوف کی درسی کتاب ہے اور سیر وسلوک پر بلند پایہ تصنیف ہے۔ اس کتاب کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں۔

## ابوحامد محمد غزالیؒ

معروف ترین علمائے اسلام میں سے ہیں۔ شرق سے غرب تک ان کی شہرت کا آوازہ بلند ہے۔ جامع معقول و منقول تھے۔ جامعہ نظامیہ بغداد کے رئیس الجامعہ اور اپنے زمانہ کے اعلیٰ ترین مذہبی عہدہ پر فائز رہے لیکن انہوں نے یہ محسوس کیا کہ نہ ان کا علم ان کے روحانی اطمینان کے لیے کافی ہے اور نہ ان کا منصب چنانچہ وہ روپوش ہو کر تہذیب وتزکیۂ نفس میں مشغول ہو گئے۔

دس سال بیت المقدس میں اپنے جاننے والوں کے ہاں دور گزارا۔ انہیں ایام میں ان کی توجہ تصوف اور عرفان کی طرف ہو گئی۔ پھر آخری عمر تک کوئی منصب اور عہدہ قبول نہیں کیا۔ ریاضت میں ایک مدت گزارنے کے بعد اپنی مشہور کتاب ''احیاء علوم الدین'' تالیف کی۔ 505ء میں اپنے اصل وطن طوس میں وفات پائی۔

# چھٹی صدی کے عارف

## عین القضاۃ ہمدانیؒ

بڑے جوشیلے صوفیوں میں سے ہیں۔ محمد غزالی کے چھوٹے بھائی احمد غزالی کے مرید تھے۔ احمد غزالیؒ بھی صوفیا میں سے ہیں۔ انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ ان کے اشعار پر لطف اور خوشنما ہیں لیکن شطحیات سے خالی نہیں۔ اسی بنا پر ان پر کفر کا فتویٰ لگا اور قتل کیے گئے۔ لاش کو جلا کر خاک کو برباد کر دیا گیا۔ 525 اور 533 ہجری کی درمیانی مدت میں قتل ہوئے۔

## سنائی غزنویؒ

مشہور شاعر ہیں۔ ان کے اشعار میں تصوف کے دقیق مسائل کا بیان ہے۔ مولانا روم نے اپنی مثنوی میں انکے اقوال پیش کیے ہیں اور ان کی شرح کی ہے۔ چھٹی صدی کے نصف اول میں فوت ہوئے۔

ژندہ پیل کے نام سے مشہور ہیں۔مشہور عارفوں اور صوفیوں میں سے ہیں۔ ان کی قبر ایران و افغانستان کی سرحد کے نزدیک تربت جام نامی قصبہ میں ہے۔اپنی اس دوبیتی میں خوف ورجا کا مضمون باندھا ہے:

غرہ مشوکہ مرکب مردان مرد را
در سنگلاخ بادیہ پیہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان جرعہ نوش
ناگہ بیک ترانہ بہ منزل رسیدہ اند

احمد جامی 536ہجری کے قریب فوت ہوئے۔

## محبوبِ سبحانی حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

غوث الاعظم صحیح النسب سید تھے، والدِ محترم کی طرف سے بارہویں پشت میں آپ کا سلسلہ حضرت سیدنا امام حسنؓ سے مل جاتا ہے۔آپ کا خاندانی نام محمد عبدالقادر اور لقب محی الدین (مذہب کو زندہ کرنے والا) تھا۔آپ کی ولادت 407ھ میں ہوئی۔آپ کا آبائی وطن ایران کا ایک قدیم قصبہ جیلان ہے۔

آپ رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو دنیا میں تشریف لائے۔اسی رات آپ کے والدِ محترم حضرت ابوصالح نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام اور اولیائے عظام کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں:

''اے ابوصالح! تجھے اللہ تعالیٰ نے فرزندِ صالح عطا فرمایا ہے وہ میرے بیٹے کے مانند ہے اور اولیا میں اس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔''

آپ کی پیدائش کی رات ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔معتبر مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس رات پورے شہر میں جس قدر بچے پیدا ہوئے وہ سب کے سب لڑکے تھے وہ پھر تمام لڑکے جوان ہو کر ولایت کی منزل تک پہنچے۔

آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ عبدالقادر رمضان المبارک میں پیدا ہوئے اور انہوں نے پورا مہینہ دن کے وقت دودھ نہیں پیا۔دوسرے سال گھرے بادل ہونے کی وجہ سے رمضان کا چاند نظر نہیں آسکا اور لوگ شبہ میں پڑ گئے آخر قرب وجوار کے چند لوگوں نے حضرت شیخ عبدالقادرؒ کی والدہ ماجدہ سے دریافت کیا۔

''سیدہ! کیا تمہیں رویت ہلال کی کوئی خبر ملی ہے۔؟''

جواب میں سیدہ نے فرمایا آج میرے عبدالقادر نے خلافِ عادت دن کے وقت دودھ نہیں پیا ہے اس لئے میں سمجھتی ہوں کہ آج پہلا روزہ ہے۔

کچھ دن بعد معتبر شہادتوں سے اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ دوسرے شہروں میں رمضان کا چاند نظر آگیا تھا۔

یہ بات دور دراز کے علاقوں میں بھی مشہور ہوگئی کہ ساداتِ عجم میں ایک مبارک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا۔

خود حضرت غوث الاعظمؒ نے بھی اپنے ایک شعر میں اسی واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے۔میرے ابتدائی حالات کے ذکر سے تمام عالم بھرا ہوا ہے اور میرا گہوارے میں روزہ رکھنا مشہور ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے 26 سال کی عمر میں علمِ قرأت،علمِ تفسیر،علمِ حدیث،علمِ فقہ،علمِ کلام،علمِ نعت،علمِ ادب،علمِ نحو،علمِ عروض،علمِ مناظرہ،علمِ تاریخ کی تکمیل کی۔ جب آپ نے فتویٰ دینا شروع کردیا تو علمائے ظاہر کی صفوں میں ہل چل سی مچ گئی۔

عبدالقادر جیلانیؒ نے بے شمار اساتذہ سے علمِ شریعت اور اس وقت کے مروجہ فنون حاصل کئے۔آپ کا شاگردی اختیار کرنے اور بزرگوں کی خدمت میں نیازمندی ظاہر کرنے کا انداز بھی بڑا عجیب تھا۔اگر کسی بزرگ کی صحبت میں چند لمحے بھی گزارتے تو اپنے اساتذہ کی فہرست میں شامل کرلیتے۔اگر کسی اہلِ علم سے ایک سوال بھی کرتے تو وہ شخص عمر بھر کے لیے آپ کا استاد قرار پاتا۔یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے جن سے غوث الاعظمؒ فیض یاب ہوئے۔آپ نے طریقت کی تعلیم حماد بن مسلمؒ سے حاصل کی۔

آخر شدید ریاضتوں اور طویل مجاہدوں کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حضرت ابوسعید مبارک مخرمیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔قاضی ابوسعید مبارکؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔

غوث الاعظمؒ کو دیکھ کر حضرت قاضی ابوسعید مبارکؒ نے فرمایا۔بس! اے جانِ بے قرار! اب گوشہ نشین ہوجا!

شیخ! یہ دل مضطرب کسی ایک جگہ بیٹھنے نہیں دیتا۔حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے عرض کیا۔

''جب تیرا دل ہی قرار نہیں پکڑے گا تو پھر مخلوقِ خدا تجھ سے کس طرح فیضیاب ہوگی؟'' حضرت قاضی ابوسعید مبارک مخرمیؒ نے فرمایا۔

مرشدی! میں نجات چاہتا ہوں۔حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے دوبارہ عرض کیا۔''اللہ نے تجھے تو نجات بخش دی۔اب ان شکستہ حالوں کا خیال کر جو نجات کی تلاش میں دربدر بھٹک رہے ہیں'' قاضی ابوسعید مبارک نے فرمایا:

پھر وہ نیک ساعت آپہنچی جب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حضرت قاضی ابوسعیدؒ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوگئے۔

رسمِ بیعت ادا ہونے کے بعد پیر ومرشد نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا۔

اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں۔حضرت ابوسعید مبارک مخرمی نے مجھے کھانا تو اس وقت بھی کھلایا تھا جب میں ''برج عجمی'' میں مقیم تھا اور فاقہ کشی کی حالت میں کئی دن گزر گئے تھے.....مگر یہ کھانا اس کھانے سے بہت مختلف تھا۔پیر ومرشد کا عطا کردہ ایک ایک لقمہ شکم میں جاتے ہی عجیب کیفیت پیدا کردیتا تھا۔ہر لقمے کے

ساتھ مجھے محسوس ہوتا کہ میرا باطن نور سے بھر گیا ہے۔ وہ ایک عام سادہ سی غذا تھی مگر اس کی لذت بیان نہیں کی جا سکتی۔ دنیا کے بہترین کھانے بھی پیچھے تھے۔

حضرت قاضی ابوسعید مبارکؒ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو خرقۂ ولایت عطا کرتے ہوئے فرمایا۔

''عبدالقادر! یہ وہ خرقہ ہے جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا تھا۔ پھر ان سے حضرت حسن بصریؒ کو عطا ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت حبیب عجمیؒ، حضرت شیخ داؤد طائیؒ، حضرت شیخ معروف کرخیؒ، حضرت سری عبدالواحد تمیمیؒ، حضرت شیخ طرطوسی اور حضرت شیخ ابوالحسن علیؒ سے ہوتی ہوئی یہ مقدس امانت مجھ تک پہنچی...... اور اب میں یہ امانت تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔ اللہ اس کی حفاظت کرے اور تمہیں اپنے پیرانِ طریقت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔''

حضرت قاضی ابوسعید مبارک مخرمیؒ کا لہجہ اس قدر اثر انگیز تھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پر رقت طاری ہوگئی۔ ایک موقع پر حضرت غوثِ اعظمؒ نے اپنی اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

''ریاضتوں اور مجاہدوں کے دوران مجھ پر عجیب عجیب اسرار منکشف ہوتے تھے۔ پھر جب خرقہ ولایت پہنا تو دل ونظر کی دنیا ہی بدل گئی۔ اس قدر تجلیات الٰہی کا ظہور ہوا کہ ان کا شمار ہی ممکن نہیں تھا۔''

آپ نے اپنے پیرو مرشد حضرت قاضی ابوسعید مبارک مخرمیؒ کے مدرسے سے وعظ کا آغاز فرمایا تھا۔ آپ کے وعظ بڑے پرتاثیر ہوتے تھے۔ ہر طرح کے لوگ اس میں شرکت کرتے تھے۔ بعض اوقات حاضرین کی تعداد ستر ہزار تک پہنچ جاتی تھی۔ 400 کاتب قلم دوات لیے بیٹھے رہتے تھے اور جو لفظ شیخ کی زبان مبارک سے نکلتا اسے فوراً لکھ لیتے۔

شیخ رحمتہ اللہ علیہ کے مواعظ حسنہ کے دو مجموعے ''فتوح الغیب'' اور ''فتح ربانی'' اب بھی دستیاب ہیں۔

آپ کی دو مشہور تصانیف ''غنیۃ الطالبین'' اور ''الفیوضات الربانیہ'' ہیں۔

محبوب سبحانی سرکار کے وعظوں میں اگر ایک تاثیر تھی تو ان کے اخلاق میں ایک کشش۔ شیخ ابوالمعر مظفر منصور ابن المبارک کہا کرتے تھے کہ میری آنکھ نے کسی کو سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر سے بڑھ کر خلیق، وسیع الصدر کریم النفس، نرم دل اور حافظِ عہد و پیماں نہیں دیکھا۔ جلالتِ قدر اور علو منزلت کے باوجود آپ ہر چھوٹے بڑے کی عزت کرتے تھے۔ کمزوروں کے ساتھ بیٹھتے۔ فقیروں کی تواضع کرتے۔ لیکن کبھی کسی امیر کے لیے کھڑے نہ ہوتے نہ کبھی کسی وزیر یا سلطان کے در پر جاتے۔

# ساتویں صدی کے عارف

اس صدی میں بھی بہت سے بلند پایہ صوفی گزرے ہیں۔ ہم ان میں سے چند ایک کا انکے سالِ وفات کی ترتیب کے لحاظ سے تذکرہ کرتے ہیں:

## شیخ نجم الدین کبریٰؒ

مشاہیر اکابر صوفیا میں سے ہیں۔ صوفیا کے بہت سے سلسلے ان سے چلتے ہیں۔ شیخ روز بہان بقلی کے شاگرد اور داماد تھے۔ ان کے اپنے شاگردوں اور مریدوں کی تعداد بہت تھی۔ انہیں میں مولانا روم کے والد بہاؤ الدین بھی تھے۔

خوارزم میں رہتے تھے، اسی زمانے میں خوارزم پر منگولوں نے حملہ کیا تھا۔ انہوں نے شیخ نجم الدین کو پیغام بھیجا کہ آپ اور آپ کے اہلِ خاندان شہر سے چلے جائیں تا کہ محفوظ رہیں۔ شیخ نجم الدین نے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں امن و راحت کے دنوں میں اہلِ شہر کے ساتھ رہا ہوں۔ اب یہ نہیں ہوسکتا کہ مصیبت کے وقت انہیں چھوڑ کر چلا جاؤں چنانچہ ہتھیار سجائے اور اہلِ شہر کے ہمراہ مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ یہ واقعہ 616 ہجری میں پیش آیا۔

## شیخ فریدالدین عطارؒ

درجۂ اول کے اکابر صوفیا میں سے ہیں۔ ان کی تصانیف نظم اور نثر دونوں میں ہیں۔ صوفیا کے حالات میں تذکرۃ الاولیا لکھی جس کا آغاز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حالات سے کیا اور خاتمہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حالات پر۔ یہ کتاب بعد کی کتابوں کا ماخذ رہی ہے۔ اور اسی طرح انکی کتاب ''منطق الطیر'' تصوف کا شاہکار ہے۔

مولانا رومی نے انکے اور سنائی کے بارے میں کہا ہے:

عطار روح بود سنائی دو چشم او
ما از پئے سنائی و عطار می رویم

(عطار روح تھے اور سنائی ان کی آنکھیں، ہم سنائی اور عطار ہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں)

مولانا رومی ہی نے کہا ہے:

ہفت شہر عشق را عطار گشت
ماہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

(عطار نے عشق کے سات شہروں کی سیر کی ہے۔ ہم اب تک ایک گلی کے موڑ پر ہی ہیں)

عشق کے سات شہروں سے مولانا رومی کی مراد ان سات وادیوں سے ہے جن کی تشریح خود عطار نے ''منطق الطیر'' میں کی ہے۔

محمود شبستری گلشن راز میں کہتے ہیں:

مرا از شاعری خود عار ناید

که در صد قرن چوں عطار ناید

(مجھے اپنی شاعری پر اس لیے شرم نہیں آتی کہ عطار جیسے باکمال کہیں ہزاروں برس میں پیدا ہوتے ہیں)

عطار، مجدالدین بغدادی کے شاگرد اور مرید تھے۔ مجدالدین، شیخ نجم الدین کبریٰ کے متوسلین میں سے ... قطب الدین حیدر کی صحبت سے بھی مستفیض تھے جو اس زمانے کے مشائخ میں سے تھے اور تربتِ حیدریہ نامی شہر میں ... ہیں۔ یہ شہر انہیں کے نام سے منسوب ہے۔

عطار منگول فتنہ کے زمانے میں فوت ہوئے۔

## شیخ شہاب الدین سہروردیؒ

تصوف کی مشہور اور بلند پایہ کتاب ''عوارف المعارف'' کے مصنف ہیں۔ نسباً حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہر سال مکہ اور مدینہ کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملاقات تھی اور ان کے ہم نشین تھے۔

شیخ سعدی شیرازی اور مشہور شاعر کمال الدین اصفہانی ان کے مریدوں میں سے تھے۔ سعدی ان کے متعلق کہتے ہیں:

مرا شیخ دانائے مرشد شہاب
دو اندرز فرمود براوئے آب
یکی اینکہ در نفس خود بیں مباش
دگر آنکہ درجمع بدبیں مباش

(مجھے میرے دانائے راز مرشد شیخ شہاب الدینؒ نے کشتی میں سفر کرتے ہوئے دو نصیحتیں کیں۔ ایک تو یہ کہ خود بیں مت بنو، دوسرے یہ کہ اوروں کے عیوب مت دیکھو)۔

یہ سہروردی مشہور فلسفی شیخ شہاب الدین سہروری سے مختلف ہیں جو شیخ اشراق کے لقب سے مشہور ہیں اور 581 اور 590 ہجری کی درمیانی مدت میں حلب میں قتل کر دیے گئے تھے۔

عارف باللہ سہروردی نے 632 ہجری کے لگ بھگ وفات پائی۔

## ابن الفارض مصریؒ

ان کا شمار درجۂ اول کے صوفیوں میں ہوتا ہے۔ ان کے صوفیانہ اشعار عربی زبان میں نہایت اعلیٰ پائے کے ہیں۔ دیوان متعدد بار چھپ چکا ہے فضلاء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ جن لوگوں نے ان کے دیوان کی شرح کی ہے ان میں سے ایک عبدالرحمٰن جامی ہیں جو نویں صدی کے مشہور صوفی ہیں۔

عربی زبان میں ان کے عارفانہ اشعار کا فارسی میں حافظ کے کلام سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ محی الدین ابن عربی نے ابن فارض سے کہا کہ تم خود اپنے کلام کی شرح لکھو۔ ابن فارض نے جواب دیا کہ آپ کی کتاب ''فتوحات مکیہ'' میرے اشعار کی شرح ہے۔

ابن فارض ان لوگوں میں سے ہیں جن کے روحانی حالات غیر معمولی تھے۔ غالباً ان پر جذب کی حالت طاری رہتی اور اپنے بیشتر اشعار اسی عالم میں کہے۔

ابن فارض نے 632 ہجری میں آخرت کا سفر کیا۔

## حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نسلی اعتبار سے صحیح النسب سید تھے۔ آپ کا شجرہ عالیہ بارہ واسطوں سے مولا علیؓ کرار تک پہنچ جاتا ہے۔ حضرت خواجہ 14 رجب 536ھ کو جنوبی ایران کے علاقے سیستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ گرامی خواجہ غیاث الدین حسنؒ بہت دولت مند تاجر اور بااثر شخص تھے۔ کثرتِ مال کو قرآن حکیم میں سب سے بڑا فتنہ قرار دیا گیا ہے مگر خواجہ غیاثؒ، صاحبِ ثروت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عابد و زاہد انسان بھی تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ایک دولت مند گھرانے میں بڑے ناز و نعم کے ساتھ پرورش پائی مگر کہنے والے کہتے ہیں کہ عیش و عشرت کی فراوانی کے باوجود حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ میں بچپن ہی سے ایک عجیب انداز کی قناعت تھی۔

آپ کے والدِ بزرگوار نے 551ھ میں وفات پائی اس وقت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی عمر پندرہ سال تھی۔ بمشکل ایک سال گزرا ہوگا کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی نور بھی خالقِ حقیقی سے جا ملی۔ تنہائی کی داستان مکمل ہوگئی۔ اب حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اس دنیا میں اکیلے تھے۔ آپ کے روحانی سفر کا آغاز حضرت ابراہیم قندوزیؒ سے ملاقات کے بعد شروع ہوا۔ حضرت ابراہیم قندوزیؒ سے ملاقات کے بعد آپ نے اپنا سارا مال و متاع اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اور تحصیلِ علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے خراسان سے نکل کر سب سے پہلے مشرق کا سفر اختیار کیا۔ ان دنوں ثمرقند اور بخارا اسلامی علوم و فنون کے اہم مراکز سمجھے جاتے تھے۔ یہاں حضرت خواجہ نے سب سے پہلے قرآن کریم حفظ کیا، پھر تفسیر، فقہ، حدیث اور دوسرے علومِ ظاہری میں مہارت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں کون کون بزرگ شامل تھے اس کا صحیح علم تو کسی کو نہیں مگر بعض روایتوں سے اتنا ضرور پتا چلتا ہے کہ آپ کے استادوں میں مولانا حسام بخاریؒ بھی تھے جن سے حضرت خواجہؒ نے قرآن کریم حفظ کیا تھا۔

علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ مرشدِ کامل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ آپ کے قدم بے اختیاری کے عالم میں خانقاہ چشتیہ کی طرف کھنچتے چلے گئے۔ ''چشت'' خراسان کے اطراف میں ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ اس خانقاہ میں آ کر آپ حضرت عثمان ہرونیؒ کے ہاتھ پر دست بیعت ہوئے۔

اپنے مرشد کے زیرِ سایہ جب آپ اپنی روحانی منازل مکمل کر چکے تو حضرت عثمان ہرونیؒ، حضرت خواجہ معین

الدین چشتیؒ کو لے کر مکہ معظمہ حاضر ہوئے۔ خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد شیخ نے بلند آواز میں فرمایا تھا۔ الٰہی! معین الدین حاضر ہے۔ اپنے اس عاجز بندے کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا۔

جواب میں ندائے غیبی سنائی دی۔ ہم نے اسے قبول کیا۔ بے شک! یہ معین الدین ہے۔

مکۂ معظمہ کے قیام کے بعد شیخ دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ پھر جیسے ہی سرورِ کونین کی قربت حاصل ہوئی عثمان ہرونیؒ نے خواجہ معین الدین چشتیؒ کو حکم دیا۔ معین الدین! آقائے کائنات کے حضور سلام پیش کرو۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے گداز قلب کے ساتھ لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ السلام علیکم یا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وہاں موجود تمام لوگوں نے سنا۔ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جواب آیا۔ وعلیکم السلام یا سلطان الہند۔ اس کے بعد شیخ نے حضرت خواجہؒ کو مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا۔ معین الدین! تم خوش نصیب ہو کہ تمہیں دونوں مقامات پر قبولیت کی سند عطا ہوئی۔ آئندہ بت خانۂ ہند تمہاری سرگرمیوں کا مرکز ہوگا۔ اگرچہ وہاں کفر کی گہری تاریکی پھیلی ہوئی ہے لیکن بالآخر تم وہاں اسلام کی شمع روشن کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے اور اس طویل وعریض ملک میں تم ہی سلطان کہلاؤ گے۔

چنانچہ مرشدِ کریم کے حکم پر آپ نے سرزمینِ ہند کا رخ کیا اور اس کفرستان میں اسلام کی شمع روشن کی۔ آپ کے دست مبارک پر لاکھوں لوگ مشرف با اسلام ہوئے۔ آپ کا وصال مبارک 633ھ میں اجمیر شریف میں ہوا۔

## حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی 565ھ میں پیدا ہوئے۔ ارضِ ملتان کو آپ کا مقام ولادت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ قریشی الاصل تھے۔ آپ کے خلیفہ سید جلال الدین سرخ بخاریؒ اس بات پر فخر کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میرے پیرو مرشد کے آباواجداد عرب کے امرا اور شرفا میں سے تھے اور قریش کے ممتاز قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ کیونکہ میرے شیخ کا یہ نسب نامہ قصی کے حوالے سے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک سے مل جاتا ہے۔ قصی کے دو فرزند تھے۔ ایک عبد مناف جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد ہیں...... اور دوسرے عبد العزیٰ جو میرے شیخ کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔

مقامی علما سے اکتسابِ علم حاصل کرنے کے بعد حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی نے خراسان کا سفر اختیار کیا ان دنوں خراسان کا شمار علوم مشرقیہ کے بڑے مراکز میں ہوتا تھا۔

خراسان اور بخارا کی تمام درس گاہوں سے فیضیاب ہونے کے بعد حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ تزکیہ نفس اور باطن کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے مسلسل بیس سال تک سخت مجاہدات کئے اور اعلیٰ

...ال پر فائز ہوئے۔

ایک بار حضرت بابا فریدؒ اور شیخ بہاء الدین زکریا پرانے بغداد کی مسجد کیف میں تشریف فرما تھے اور چند بزرگ ...ل کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ ایک صاحب نے کہا:

''عشق ایک سلطنت ہے جس کا دارالحکومت ''شوق'' ہے تخت کے اوپر ''رضا'' کے ہاتھ میں ''نرگس'' وصال کی ...ک شاخ ہے جس پر ''تیغ ہجر'' اور ''خنجرِ فراق'' کا پہرہ ہے۔ اگر کوئی عاشق ادھر کا رخ کرتا ہے تو اس پر خنجر اور تلوار کے وار ...روع ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی کو ایک لمحہ بھی وصال کا میسر آ جائے تو ان تلواروں اور خنجروں سے سیکڑوں اسرار منکشف ہوتے ...یں۔ پس! اے دوستو! جسے دولتِ عشق حاصل ہے ہزار بار اس کی گردن کاٹی جائے وہ اف تک نہیں کرے گا۔''

یہ سنتے ہی حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے ایک آہ سرد کھینچی اور نہایت رقت آمیز لہجے میں یہ رباعی پڑھی۔

دریا تو ائے دوست چناں مدہوشم
صد تیغ اگر زنی سر نہ خروشم!!
آہے کہ زنم بیاد تو وقت سحر
گر ہر دو جہاں ہند واللہ نہ فروشم!

ترجمہ: (اے دوست! میں تیری یاد میں اس قدر مدہوش ہوں...... اگر مجھ پر سیکڑوں تلواریں کھینچی جائیں ...ب بھی میں سر نہ اٹھاؤں...... میں صبح کے وقت تیری یاد میں جو آہ بھرتا ہوں...... اگر اس کے بدلے میں مجھے دونوں جہاں ...ی دے دیئے جائیں تو میں اسے فروخت نہ کروں)

یہ اشعار سنتے ہی حاضرینِ مجلس پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ بعض صاحبانِ دل کسی بسمل کی طرح تڑپنے لگے ...یسے نادیدہ شمشیرِ عشق نے ان کے جسموں کو زخموں سے بھر دیا ہے۔

آپ کا وصال 7 صفر 661ھ کو ہوا۔

## شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی طائی اندلسیؒ

حاتم طائی کی اولاد میں سے ہیں۔ اصل میں اندلس کے رہنے والے تھے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عمر کا بڑا حصہ مکہ اور شام میں گزرا۔ چھٹی صدی کے صوفی شیخ ابو مدین مغربی اندلسی کے شاگرد تھے۔ ان کا سلسلۂ طریقت ایک واسطے سے محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تک پہنچتا ہے۔

محی الدین جن کو اکثر ابنِ عربی بھی کہا جاتا ہے بلاشبہ اسلام میں سب سے بڑے عارف باللہ گزرے ہیں۔ نہ ان سے پہلے کوئی ان کے پائے کو پہنچا اور نہ ان کے بعد۔ اسی وجہ سے ان کا لقب ''شیخ اکبر'' ہے۔

اسلامی تصوف نے صدی بہ صدی ترقی کی ہے اور ہر صدی میں ایسے بزرگ اہلِ عرفان پیدا ہوئے جنہوں نے عرفان وتصوف کو ترقی دی اور اس کے سرمایہ میں اضافہ کیا۔ یہ تدریجی ترقی تھی لیکن ساتویں صدی میں محی الدین عربی کے

ہاتھوں تو انقلاب آ گیا اور ایک ہی جست میں عرفان وتصوف اوجِ کمال تک پہنچ گیا۔

شیخ محی الدین نے عرفان کو ایک نئی منزل سے روشناس کرایا جس کی سابق میں کوئی نظیر نہیں تھی۔ تصوف کے علمی اور فلسفی پہلو کی بنیاد انہوں نے ہی رکھی۔ بعد کے اہلِ عرفان عموماً انہیں کے دسترخوان کے زلّہ ربا ہیں۔ علاوہ اس کے کہ انہوں نے تصوف کو ایک نئی منزل میں داخل کیا۔ ان کی شخصیت بھی عجائب زمانہ میں سے تھی۔ ان کی حیرت انگیز شخصیت ای کی وجہ سے ان کے بارے میں متضاد رائیں ظاہر کی گئی ہیں۔

محی الدین کی تصانیف کی تعداد دوسو سے زیادہ ہے۔ ان کی بہت سی کتابیں اور شاید وہ سب کتابیں جن کے نسخے موجود ہیں چھپ چکی ہیں۔ ان مطبوعات کی تعداد تقریباً تیس ہیں۔ ان کی سب سے اہم کتاب ''فتوحاتِ مکیہ'' ہے جو بہت بڑی کتاب ہے اور حقیقت میں تصوف کی انسائیکلوپیڈیا ہے۔

ایک اور کتاب ''فصوص الحکم'' ہے جو اگرچہ چھوٹی ہے لیکن تصوف کی بڑی دقیق اور عمیق کتاب ہے۔ اس کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں اور شاید کسی زمانے میں بھی دو تین آدمیوں سے زیادہ ایسے نہیں ہوئے جو اس کا متن سمجھ سکیں۔

محی الدین نے 637 ہجری میں دمشق میں رحلت کی اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کی قبر ملک شام میں اب بھی مشہور ہے۔

## صدرالدین محمد قونویؒ

محی الدین ابنِ عربی کے شاگرد، مرید اور سوتیلے بیٹے تھے۔ خواجہ نصیر الدین طوسیؔ اور مولانا روم کے ہمعصر تھے۔ ان میں اور خواجہ طوسی میں خط و کتابت رہتی تھی اور خواجہ نصیر الدین ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ مولانا رومیؔ کے ساتھ بھی ان کے مخلصانہ تعلقات تھے قونوی امامت کراتے تھے اور مولانا رومی ان کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مولانا رومی ان کے شاگرد تھے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن مولانا رومؔ، قونوی کی مجلس میں آئے قونوی اپنی مسند سے اٹھے اور مولانا رومؔ کو اس پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ مولانا رومؔ نے کہا کہ اگر میں آپ کی مسند پر بیٹھا تو خدا کو کیا جواب دونگا؟ قونوی نے مسند اٹھا کر دور پھینک دی اور کہا کہ اگر یہ تمہارے لائق نہیں تو ہمارے لئے بھی مناسب نہیں۔

محی الدین ابنِ عربی کے افکار کے بہترین شارح قونوی ہیں۔ شاید اگر قونوی نہ ہوتے تو ابنِ عربی کا سمجھنا ممکن تھا۔ مولانا رومیؔ بھی قونوی ہی کے توسط سے ابنِ عربی کے مدرسۂ فکر سے آشنا ہوئے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ مولانا رومی قونوی کے شاگرد تھے۔ بظاہر اس کا تعلق بھی محی الدین ابن عربی کے افکار و خیالات سیکھنے ہی سے ہے۔ محی الدین کے خیالات کا پرتو مولانا رومیؔ کی مثنوی اور ان کے دیوان شمس تبریز میں موجود ہے۔ پچھلی چھ صدیوں سے قونوی کی کتابیں اسلامی فلسفہ اور تصوف کی تدریس کے مرکزوں میں بطور نصاب میں شامل رہی ہیں۔

قونوی کی مشہور کتابیں مفتاح الغیب، نصوص اور فلوک ہیں۔ قونوی 672 یا 673 ہجری میں فوت ہوئے۔ 672 ہجری ہی مولانا رومی اور خواجہ نصیر الدین طوسی کی وفات کا سال ہے۔

## مولانا جلال الدین محمد بلخی رومیؒ

مولوی کے لقب سے مشہور ہیں۔ عالمی شہرت کی مثنوی کے مصنف ہیں۔ مسلمان عارفوں میں بہت ہی غیر معمولی ذہانت کے انسان اور عجائبِ روزگار میں سے تھے۔ نسب ان کا ابوبکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے۔ ان کی مثنوی حکمت و معرفت کا ایک دریا ہے جو دقیق روحانی، اجتماعی اور عرفانی نکات سے سرشار ہے۔ ان کا شمار ایران کے درجۂ اول کے شعرا میں ہوتا ہے اصل میں بلخ کے رہنے والے تھے۔ لڑکپن میں اپنے باپ کے ہمراہ بلخ سے زیارتِ بیت اللہ کے لئے گئے نیشا پور میں شیخ فرید الدین عطار سے ملاقات کی۔

مکہ سے واپسی پر اپنے والد کے ہمراہ قونیہ چلے گئے اور وہیں مقیم ہوگئے۔ مولوی ابتدا میں مذہبی عالم تھے اور اپنی قسم کے دوسرے علما کی طرح درس و تدریس کا شغل رکھتے اور عزت کی زندگی گزارتے تھے۔ پھر مشہور عارف شمس تبریز سے ملاقات ہوئی تو ان کے شیدائی ہوگئے اور سب کچھ چھوڑ دیا۔ ان کی غزلوں کا دیوان، دیوانِ شمس تبریز کہلاتا ہے۔ مثنوی میں جگہ جگہ سوز و گداز سے شمس تبریز کا ذکر کیا ہے۔ 672 ہجری میں عالمِ آخرت کا سفر کیا۔

# آٹھویں صدی کے عارف

## علاء الدین سمنانیؒ

پہلے دیوانی کا شغل رکھتے تھے بعد میں اس سے کنارہ کش ہو کر عارفوں کے گروہ میں شامل ہوگئے اور اپنی تمام دولت راہِ خدا میں لٹا دی۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ نظری عرفان میں ان کا ایک خاص مسلک ہے جس سے عرفان کی کتابوں میں بحث کی گئی ہے 736 ہجری میں فوت ہوئے۔ مشہور شاعر خواجوی کرمانی ان کے مریدوں میں سے تھے انہوں نے ان کی مدح لکھی ہے۔

## عبدالرزاق کاشانیؒ

اس صدی کے محقق عارفوں میں سے تھے۔ محی الدین عربی کی فصوص اور خواجہ عبداللہ کی منازل السائرین کی شرح لکھی ہے۔ دونوں شرحیں چھپ گئی ہیں اور اہلِ تحقیق ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق لاہیجی کے حالات

میں صاحب روضات الجنات نے لکھا ہے کہ شہید ثانی نے عبدالرزاق کاشانی کی بہت تعریف کی ہے۔ نظری عرفان کے مسائل محی الدین ابن عربی نے پیش کیے ہیں ان کے بارے میں کاشانی اور علاء الدولہ سمنانی کے درمیان بڑی بحثیں رہیں۔ عبدالرزاق کاشانی نے 735 ہجری میں دنیا سے کوچ کیا۔

## خواجہ حافظ شیرازیؒ

اگرچہ عالمی شہرت کے مالک ہیں لیکن انکی زندگی کے حالات کچھ زیادہ معلوم نہیں۔ اتنا مسلّم ہے کہ عالم، عارف، حافظ اور مفسرِ قرآن تھے۔ خود انہوں نے کئی جگہ اس طرف اشارہ کیا ہے۔

ندیدم خوشتر از شعر تو حافظ
بہ قرآنے کہ اندر سینہ داری

............

زحافظان جہاں کس چو بندہ جمع نکرد
لطائف حکمی با نکاتِ قرآنی

اس کے باوجود کہ اپنے اشعار میں اکثر جگہ انہوں نے پیر طریقت اور مرشد کی بات کہی ہے، یہ معلوم نہیں کہ ان کے مرشد کون تھے۔ حافظؔ کے اشعار معرفت کی انتہائی بلندیوں پر ہیں اور ان کے لطائف کو سمجھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ ان تمام عارفوں نے جو ان کے بعد ہوئے اس کا اعتراف کیا ہے کہ حافظؔ نے معرفت کے مقامات عالیہ خود عملاً طے کیے تھے۔

کچھ بزرگوں نے حافظ کے بعض اشعار کی شرح لکھی ہے مثلاً نویں صدی ہجری کے مشہور فلسفی محقق جلال الدین دوانی نے اس شعر کی شرح میں پورا ایک رسالہ لکھا ہے:

پیر ما گفت خطا برقلم صنع نرفت
آفریں برنظر پاک خطا پوشش باد

خواجہ حافظ نے 791 ہجری میں وفات پائی۔

## شیخ محمود شبستریؒ

انہوں نے معرفت میں ایک نہایت بلند پایہ مثنوی لکھی ہے جس کا نام ''گلشنِ راز'' ہے۔ اس کا شمار تصوف کی نہایت ہی بلند پایہ کتابوں میں ہوتا ہے۔ اس کتاب نے محمود شبستری کے نام کو بقائے دوام بخش دیا ہے۔ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں۔ شاید سب سے بہتر شرح شیخ محمد لاہیجی کی ہے جو چھپ گئی ہے اور مل سکتی ہے۔ شبستری کی وفات 720 ہجری کے لگ بھگ ہوئی۔



## سید حیدر آملیؒ

محقق عارفوں میں سے ہیں۔ ان کی ایک کتاب ''جامع الاسرار'' ہے جو محی الدین ابن عربیؒ کے نظری عرفان کی ایک دقیق کتاب ہے۔ حال میں عمدہ طور پر چھپی ہے۔ ان کی ایک اور کتاب نص النصوص ہے جو فصوص کی شرح ہے۔

# نویں صدی کے عارف

## شاہ نعمت اللہ ولیؒ

ان کا نسب آلِ نبیؐ اولادِ علیؑ سے ملتا ہے۔ مشاہیر عرفاء و صوفیا میں سے ہیں۔ عصرِ حاضر میں نعمت اللہ سلسلہ، تصوف کا مشہور ترین سلسلہ ہے۔ شاہ نعمت اللہ کی قبر کرمان کے علاقے ماہان میں صوفیوں کی زیارت گاہ ہے۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے 95 سال کی عمر پائی اور 820 یا 827 یا 837ھ میں وفات پائی۔ معرفت کے بہت سے اشعار ان کی یادگار ہیں۔

## صائن الدین علی ترکہ اصفہانیؒ

محقق عارفوں میں سے ہیں۔ نظری عرفان کے محی الدینی مکتب میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ ان کی کتاب تمہید القواعد جو چھپ گئی ہے علمِ عرفان میں ان کے تبحر کی گواہ ہے۔ ان کے بعد سے محققین اس کتاب سے برابر استفادہ کرتے اور اسے سند سمجھتے رہے ہیں۔

## محمد بن حمزہ فناری رومیؒ

عثمانی سلطنت کے علما میں سے ہیں، متعدد علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ بہت سی کتابیں لکھی ہیں عرفان و تصوف میں ان کی شہرت ان کی کتاب ''مصباح الانس'' کی وجہ سے ہے جو صدرالدین قونوی کی کتاب ''مفتاح الغیب'' کی شرح ہے۔

محی الدین ابن عربی یا صدرالدین قونوی کی کتابوں کی شرح لکھنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں۔ فناری نے یہ کام کیا ہے اور بعد میں آنے والے محقق عارفوں نے ان کے اس کام کو درست قرار دیا ہے۔ یہ کتاب تہران میں پتھر کے چھاپے پر مرحوم آقا میرزا رشتی کے حواشی کے ساتھ چھپی ہے۔ میرزا رشتی پچھلی صدی کے محقق عارف تھے۔ بدقسمتی سے خراب چھپائی کی وجہ سے حواشی کا کچھ حصہ صاف پڑھا نہیں جاتا۔

## شمس الدین محمد لاہیجی نور بخشیؒ

محمود شبستری کی گلشنِ راز کے شارح ہیں۔ میر صدر الدین دشتکی اور علامہ دوانی کے ہم عصر تھے۔ شیراز میں رہتے تھے۔ قاضی نور اللہ نے مجالس المؤمنین میں لکھا ہے کہ صدر الدین دشتکی اور علامہ دوّانی جو دونوں اپنے زمانے کے بہت ممتاز فلسفی تھے، محمد لاہیجی کی بہت عزت کرتے تھے۔

سیّد محمد نور بخش کے مرید تھے اور سید محمد نور بخش، ابن فہد حلّی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے شرح گلشنِ راز میں اپنی بیعت کا جو سلسلہ بیان کیا ہے وہ سید محمد نور بخش سے شروع ہو کر معروف کرخی تک پہنچتا ہے اس کے بعد اسے حضرت سیدنا امام رضاؑ اور ان سے پہلے آئمہ اہلِ بیتؑ کے واسطے سے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچایا ہے اور اس سلسلہ کا نام سلسلۃ الذہب رکھا ہے۔

لاہیجی کی شہرت زیادہ تر گلشنِ راز ہی کی شرح کی وجہ سے ہے۔ یہ کتاب تصوف کی اعلیٰ کتابوں میں شمار ہوتی ہے جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے لاہیجی نے اس کتاب کی تالیف کا آغاز 877ھ میں کیا۔ لاہیجی کی وفات کی صحیح تاریخ معلوم نہیں بظاہر 900ھ سے پہلے فوت ہوئے۔

## نور الدین عبدالرحمٰن جامیؒ

ان کا نسب دوسری صدی کے مشہور فقیہ محمد بن حسن شیبانی سے ملتا ہے۔ جامیؔ زبردست شاعر تھے۔ فارسی زبان کے آخری بڑے صوفی شاعر سمجھے جاتے ہیں۔

ابتدا میں دشتی تخلص کرتے تھے لیکن چونکہ صوبہ مشہد کے شہر جام میں پیدا ہوئے تھے احمد جامی (ژندہ پیل) کے مرید تھے اس لئے تخلص بدل کر اپنا تخلص جامیؔ رکھ لیا۔ وہ خود کہتے ہیں:

مولدم جام و رشحۂ قلم
جرعۂ جام شیخ الاسلامی است
زیں سبب در جریدۂ اشعار
بہ دو معنی تخلصم جامیؔ است

(میری جائے پیدائش جام اور میری تحریریں شیخ الاسلام (احمد جامیؔ) کا فیضان ہیں۔ ان وجوہات سے اشعار میں میرا تخلص جامیؔ ہے)۔

جامی جامع علوم تھے وہ مختلف علوم جیسے نحو، صرف، فقہ، اصول، منطق، فلسفہ اور تصوف میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ انہوں نے کثیر تعداد میں کتابیں لکھی تھیں۔

ان کی تصانیف میں محی الدین کی فصوص الحکم کی شرح، فخر الدین عراقی کی لمعات کی شرح، ابن فارض کی قصیدہ تائیہ کی شرح، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں قصیدہ بردہ کی شرح، فرزدق نے جو قصیدہ میمیہ حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کی مدح میں کہا تھا اس کی شرح، لوائح، بہارستان جس میں گلستان سعدی کے طرز کی پیروی کی ہے اور صوفیا کے حالات میں نفحات الانس وغیرہ شامل ہیں۔

# روحانی سلسلے

## سلسلۂ زیدیہ

یہ سلسلہ حضرت عبدالواحد بن زید کے نام سے موسوم ہے جن کو ایک خرقۂ خلافت حضرت کمیل بن زیادؒ سے بھی ملا۔ نیز صحابی رسولؐ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے خاندان کے پانچ افراد بھی اس سلسلے میں داخل ہوئے۔ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ نے آخر عمر میں دو مریدوں کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاضؒ اور حضرت خواجہ ابو یعقوب السوسیؒ۔

## سلسلۂ عیاضیہ

یہ سلسلہ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاضؒ کے نام سے منسوب ہے اور آپ ہی سے شروع ہوا۔ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاضؒ کو آئمہ اہلِ بیتؑ سے بھی روحانی فیض حاصل ہوا۔ آپ نے حضرات تابعین کی بھی صحبت پائی ہے اور فیض حاصل کیا ہے یہ وہی حضرات ہیں جو اس زمانے میں کثرت سے موجود تھے۔ اور مسلمانوں کو علمِ شریعت اور علمِ حقیقت کی تعلیم دینے میں مصروف تھے۔

## سلسلۂ ادھمیہ

یہ سلسلہ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھمؒ سے منسوب ہے جو حضرت خواجہ فضیل بن عیاض کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کو ایک خرقہ خلافت سیدنا امام باقرؑ سے بھی ملا ہے جو نواسۂ رسول حضرت امام حسینؑ کے پوتے تھے۔

## سلسلۂ ہبیریہ

یہ سلسلہ حضرت خواجہ ابو ہبیرہ امین الدینؒ سے شروع ہوا جو حضرت خواجہ حذیفہ مرعشیؒ کے مرید و خلیفہ تھے جو حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھمؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ الیٰ آخرہٖ۔

## سلسلۂ چشتیہ

یہ سلسلہ حضرت خواجہ ممشاد علی دینوریؒ سے شروع ہوا جو حضرت خواجہ ابو ہبیرہ امین الدین بصری کے مرید و

خلیفہ تھے۔ خواجہ ممشاد علی دینوریؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی تھے جن کو اپنے شیخ علیہ رحمتہ سے چشت میں قیام کرنے کا حکم ہوا۔ قصبہ چشت افغان میں ہرات کے قریب واقع ہے خواجہ ابو اسحاق شامی پہلے شیخ ہیں جو خواجہ ابو اسحاق چشتی کے نام سے مشہور ہوئے اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ وجود میں آیا۔ آپ نے خواجہ ابو احمد ابدالؒ کو خرقہ خلافت عطا کیا۔ جن کا شمار چشت کے رؤسا میں ہوتا ہے خواجہ ابو احمدؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ ابو محمد چشتی اور آپ کے خلیفہ حضرت ابو یوسف چشتی ہیں اور آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی ہیں۔ چشت کے یہ پانچ مشائخ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے پانچ ستون (ارکان) کہلاتے ہیں۔ ان کو پنج پیرانِ چشت بھی کہتے ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتی اس سلسلے کو کمال تک لے گئے۔

## سلسلۂ عجمیہ

یہ سلسلہ حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ سے ہے جو حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔

## سلسلۂ طیفوریہ

یہ سلسلہ سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ سے منسوب ہے جن کا اصلی نام طیفور تھا۔ ''تذکرۃ الاولیا'' مصنف شیخ فریدالدین عطارؒ میں لکھا ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے ایک سو سولہ مشائخ سے خرقہ خلافت حاصل کیا وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے بارہ سال سیدنا حضرت سیدنا امام جعفر صادقؓ کی خدمت میں رہ کر فیضان حاصل کیا بعض کا خیال ہے کہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؓ سے بطریق اویسیہ اخذِ فیض کیا۔ یعنی ان کے وصال کے بعد مزار مبارک پر بیٹھ کر۔ حقیقت خواہ کچھ ہو اخذ۔ فیض کے یہ دونوں طریقے مشائخِ طریقت کے نزدیک مستند ہیں۔ لطائفِ اشرفی میں لکھا ہے کہ ان کو ایک خرقہ خلافت حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ سے بھی ملا۔

## سلسلۂ کرخیہ

سلسلۂ کرخیہ حضرت خواجہ معروف کرخیؒ سے شروع ہوا جن کو حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظمؓ سے خرقہ خلافت حاصل ہوا جو آئمہ اہلِ بیت کے ساتویں امام تھے۔ ان کو ایک خرقہ خلافت حضرت داؤد طائیؒ سے بھی ملا جو خواجہ حبیب عجمیؒ کے خلیفہ تھے۔

## سلسلۂ سقطیہ

یہ سلسلہ حضرت خواجہ سری سقطیؒ سے شروع ہوا جو خواجہ معروف کرخیؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور حضرت جنید بغدادیؒ کے ماموں اور پیر تھے۔

## سلسلۂ جنیدیہ

یہ سلسلہ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ سے منسوب ہے جو خواجہ سری سقطیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان حضرات کے مراتب اس قدر بلند تھے کہ ان میں سے ہر ایک صاحبِ سلسلہ ہوا۔

## سلسلۂ گاذرونیہ

یہ سلسلہ حضرت خواجہ ابو اسحاق گاذرونیؒ سے شروع ہوا ہے جو گاذرون کے بادشاہ تھے۔ آپ تخت و تاج چھوڑ کر حضرت خواجہ عبداللہ خفیفؒ کے مرید ہوئے جو حضرت خواجہ رویمؒ کے مرید و خلیفہ تھے جو خواجہ جنید بغدادی کے مرید و خلیفہ تھے۔

## سلسلۂ طوسیہ

اس سلسلہ کے بانی مبانی حضرت شیخ علاؤالدین طوسیؒ تھے جو حضرت خواجہ وجہ الدین ابو حفصؒ کے مرید و خلیفہ تھے جو خواجہ جنید بغدادیؒ کے خلفا میں سے تھے شیخ علاؤالدین طوسی حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے ہمصر دوست تھے۔ شیخ نجم الدین کبریٰ یورپ کے مشہور روحانی پیشوا سینٹ فرانس آف اسیسی کے ہمعصر تھے۔ آپ کو ملنے کی خاطر سینٹ فرانس نے بغداد کا طویل سفر اختیار کیا لیکن کسی وجہ سے بغداد نہ پہنچ سکے اور ناکام واپس چلے گئے۔

## سلسلۂ سہروردیہ

یہ سلسلہ حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی سے شروع ہوا جو شیخ وجہ الدین ابو حفص کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کو ایک خرقہ خلافت حضرت شیخ احمد العرلا سے بھی حاصل ہوا جن کا سلسلۂ طریقت پانچ واسطوں سے خواجہ جنید بغدادی سے جا ملتا ہے۔

## سلسلۂ فردوسیہ

اس سلسلہ کے مورثِ اعلیٰ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ ہیں۔ آپ فردوس کے اکابرین میں سے تھے اور شیخ ابو نجیب سہروردی کے مرید و خلیفہ تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ شیخ نجم الدین کبریٰ کو ایک خرقۂ خلافت شیخ عمار یاسر سے بھی حاصل ہوا۔ شیخ عمار یاسر مرید و خلیفہ تھے حضرت ابو نجیب سہروردیؒ کے جن کا سلسلہ چھ واسطوں سے خواجہ جنید بغدادیؒ سے جا ملتا ہے۔ چنانچہ یہ چار سلاسلِ طریقت یعنی فردوسیہ، سہروردیہ، طوسیہ، گاذرونیہ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ سے جا ملتے ہیں۔ خواجہ جنیدؒ کو ایک خرقۂ خلافت ایک واسطہ سے حضرت سیّدنا امام علی رضاؑ سے بھی حاصل ہوا۔ جو سیّدنا امام موسیٰ کاظمؓ کے فرزندِ ارجمند تھے۔ اور آپ سیدنا امام جعفر صادقؓ کے، آپ سیدنا امام باقرؓ، آپ سیدنا امام زین العابدینؓ

اور آپ نواسۂ رسول حضرت امام حسینؓ کے فرزندِ ارجمند تھے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت مولا علی سرکارؓ کے بڑے بیٹے سیدنا امام حسنؑ بھی ان روحانی واسطوں میں آتے ہیں۔ نفحات الانس میں لکھا ہے کہ شیخ ابونجیبؒ کو ایک خرقۂ خلافت حضرت کمیل بن زیادؒ سے بھی حاصل ہوا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ تھے۔ یہ سلسلہ اس طرح پر ہے۔ شیخ ابونجیبؒ، شیخ اسماعیل مصریؒ۔ شیخ محمد بن موکل، شیخ محمد بن داؤد، شیخ ابوالعباس بن ادریس، شیخ ابوالقاسم بن رمضان، شیخ ابو یعقوب رابری، شیخ ابوعبداللہ عثمان المکی، شیخ ابو یعقوب نہر جوری، شیخ یعقوب السوسی اور کمیل ابن کبریؒ کے ستر خلفاء تھے۔ جو طور حضرت شیخ کے ہم پلہ تھے۔ آگے چل کر آپ کے سلسلۂ عالیہ کی دو شاخیں ہوگئیں۔ سلسلۂ فردوسیہ اور سلسلۂ کبرویہ۔

## سلسلۂ قادریہ غوثیہ

یہ سلسلہ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے منسوب ہے آپ مرید وخلیفہ تھے حضرت شیخ ابوسعید مخزومیؒ کے آپ حضرت شیخ ابوالحسن علی العشری کے آپ حضرت شیخ ابوفرح طرطوسی کے آپ حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد یمنیؒ کے آپ شیخ ابوبکر شبلی کے اور آپ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے خلیفہ تھے۔ حضرت سیّدنا غوث الاعظم عبدالقادر جیلانیؒ کو ایک خرقہ خلافت گیارہ واسطوں سے اپنے آباء واجداد یعنی آئمہ اہلِ بیت سے بھی حاصل ہوا کیونکہ آپ حسنی وحسینی سادات تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا شمار امت کے اکابرین اولیاء اللہ میں ہوتا ہے آپ غوث الوقت تھے۔ آپ کا ایک لقب محبوبِ سبحانی بھی ہے۔ آپ امتِ محمدیہ کے افراد میں شمار ہوتے ہیں۔ (افراد کا مرتبہ تمام اولیاء اللہ سے زیادہ بلند شمار کیا جاتا ہے۔ افراد فرد کی جمع ہے۔ فرد وہ ہوتا ہے جو اپنا تعین کھو کر ذاتِ حق میں ایک ہو جائے۔ یہ حالت زندگی کے بالکل آخری مراحل میں آتی ہے۔

## سلسلۂ یوسیہ

یہ سلسلہ حضرت شیخ احمد یوسئی سے شروع ہوا جو شیخِ ترکستان کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ خواجہ یوسف ہمدانی کے خلیفہ تھے آپ خواجہ علی فارمدیٰ کے آپ خواجہ ابوالقاسم گورگانی کے آپ شیخ ابوعثمانی مغربی کے آپ ابوکاتبؒ کے آپ شیخ ابوعلی رودباریؒ کے، آپ سیّد الطائفہ خواجہ جنید بغدادی کے اور آپ کئی واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت شیخ احمد یوسئی کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک اور واسطے سے بھی خلافت ملی تھی یعنی حضرت محمد حنفیہ کے ذریعے سے جو فرزندِ ارجمند ہیں حضرت علیؓ کے۔

## سلسلۂ نقشبندیہ

یہ سلسلہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کے نام سے منسوب ہے۔ آپ مرید وخلیفہ تھے حضرت امیر سیّد کلال کے آپ خواجہ محمد سماسی کے آپ خواجہ علی رامیتنیؒ کے آپ خواجہ محمود ابوالخیر فعنویؒ آپ خواجہ عارف ریوگیری کے آپ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ آپ خواجہ یوسف ہمدانی کے آپ خواجہ علی فارمدی کے آپ خواجہ ابوالقاسم گورگانی کے اور خواجہ ابوالقاسم کا سلسلہ تین واسطوں سے حضرت خواجہ جنید بغدادی سے جاملتا ہے۔ خواجہ ابوالقاسم گورگانی کا سلسلہ کئی واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بھی جاملتا ہے۔

## سلسلۂ نوریہ

یہ سلسلہ حضرت ابوالحسن نوریؒ سے منسوب ہے آپ قصبہ بغور کے رہنے والے تھے جو ہرات اور مرد کے درمیان واقع ہے آپ حضرت خواجہ سری سقطیؒ کے مرید وخلیفہ تھے۔ اور شیخ ابوالحسن نوری، شیخ محمد علی قصاب کے ہم عصر اور دوست تھے جو ذوالنون مصر کے نام سے مشہور ہیں۔

## سلسلۂ خضرویہ

یہ سلسلہ حضرت خواجہ احمد خضرویہ سے شروع ہوا جو خواجہ حاتم اصمؒ کے خلیفہ تھے آپ شیخ شفیق بلخیؒ کے مرید وخلیفہ تھے اور آپ خواجہ ابراہیم بن ادھم کے خلیفہ تھے اور آپ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض اور سیدنا امام باقرؓ کے خلیفہ تھے۔

## سلسلۂ شطاریہ عشقیہ

یہ سلسلہ عبداللہ شطاری سے منسوب ہے جو خلیفہ تھے خواجہ محمد عارف کے آپ خلیفہ تھے شیخ محمد علی اسحاق کے آپ شیخ خداقلیؒ رالنبری کے آپ ابوالحسن العشقیؒ کے آپ ابی مظفر مولانا ترک طوسی کے آپ بایزید العشقیؒ کے آپ محمد مغربیؒ کے آپ شیخ بایزید بسطامیؒ کے حتیٰ کہ باقی تمام سلسلوں کی طرح یہ سلسلہ بھی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔ شیخ عبداللہ شطاریؒ اپنے سلسلہ کے پہلے بزرگ ہیں جو اپنے شیخ کے حکم سے ہندوستان آئے اور جس جگہ جاتے تھے شاہانہ ٹھاٹھ سے کیمپ لگاتے تھے باوردی رہتے تھے اور ہر جگہ پہنچ کر ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کرتے تھے۔ اگر کسی کو خدا سے ملنے کی خواہش ہے تو آئے میں اسے خدا سے ملا دوں گا۔

## سلسلۂ سادات کرام

یہ سلسلہ حضرت شیخ جلال الدین بخاریؒ گل سرخ کے پوتے سیّد جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ سے شروع ہوا۔ آپ کو خرقہ خلافت اپنے آباؤ اجداد یعنی آئمہ اہلِ بیت سے حاصل ہوا۔ آپ کے اور سیدنا مولا علی سرکارؑ کے درمیان پندرہ واسطے ہیں۔ آپ کو ایک خرقۂ خلافت حضرت شیخ رکن الدین سہروردیؒ سے حاصل ہوا جو حضرت بہاؤالدین زکریاؒ ملتانی کے پوتے تھے اور آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کو ایک خرقۂ خلافت حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے حاصل ہوا جو حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء دہلویؒ کے خلیفہ تھے آپ

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ کے اور آپ سلطان الہند خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کو بالجملہ ایک سو چالیس مشائخ سے خرقۂ خلافت حاصل ہوا۔ آپ نے سارے عالمِ اسلام کا دورہ کیا۔ آپ کا مزار مبارک سابقہ ریاست بہاول پور کے قصبہ اوچ شریف میں واقع ہے۔

## سلسلۂ زاہدیہ

یہ سلسلہ حضرت شیخ بدرالدین زاہد کے نام سے منسوب ہے جو مرید و خلیفہ تھے خواجہ صدرالدین سمرقندیؒ کے، آپ خواجہ ابوالقاسمؒ کے، آپ خواجہ قطب الدین عبدالماجدؒ کے، آپ خواجہ ابواسحاق گازرونیؒ کے، آپ خواجہ حسین بازیار ہراتیؒ کے، آپ خواجہ محمد رویم کے اور سیدالطائفہ خواجہ جنید بغدادیؒ کے تا سیدنا علی المرتضیٰؓ۔

## سلسلۂ انصاریہ

یہ سلسلہ شیخ الاسلام حضرت عبداللہ انصاریؒ سے منسوب ہے جو پیر انصار کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا مزار ہرات میں ہے۔ آپ خواجہ ابوالحسن خرقانی کے خلیفہ ہیں اور آپ خواجہ بایزید بسطامیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ ایک خرقۂ خلافت آپ کو شیخ ابوالعباس قصاب سے بھی ملا جو خلیفہ ہیں شیخ ابومحمد عبداللہ طبری کے اور آپ ابومحمد جریریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ غوث الوقت تھے اور سیّد الطائفہ خواجہ جنید بغدادیؒ کے خلفا میں سے تھے۔ خواجہ عبداللہ انصاری بھی غوث الوقت تھے۔

## سلسلۂ صوفیا

یہ سلسلہ حضرت شیخ صفی الدین اسحاق اردبیلیؒ سے منسوب ہے جو شیخ زاہد گیلانی کے خلیفہ تھے، آپ میر سید جمال الدین تبریزیؒ کے آپ شیخ شہاب الدین ابہری کے آپ شیخ رکن الدین سجازیؒ کے آپ شیخ قطب الدین ابہریؒ کے آپ شیخ ابونجیب سہروردیؒ کے جن کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی سے جاملتا ہے۔

## سلسلۂ اوروسیہ

جو عبداللہ المکی اوروسی سے منسوب ہے۔ آپ شیخ ابوبکر کے خلیفہ تھے۔ آپ شیخ عبدالرحمٰن کے آپ شیخ علیؒ کے آپ شیخ علویؒ کے آپ شیخ محمد بن علی المدرمؒ کے اور آپ شیخ ابومحمد مغربیؒ کے اور آپ کئی واسطوں سے حضرت جنید بغدادیؒ کے خلیفہ اور مرید تھے۔ شیخ کو ایک خرقۂ خلافت سلسلہ سہروردیہ سے بھی حاصل ہوا ہے۔ آپ کا سلسلہ زیادہ عرب اور ہندوستان میں پھیلا ہے۔

## سلسلۂ قلندریہ

اس سلسلے میں کئی سلاسلِ طریقت کے مشائخ شامل ہیں۔ اس سلسلہ کا نام قلندریہ اس لیے مشہور ہوگیا ہے کہ اس کے اندر قلندرمشرب کے مشائخ شامل ہیں۔ جو اکثر سکر و استغراق میں مست رہتے ہیں۔ یہ حضرات اپنے حال میں مست رہتے ہیں اور خدمتِ رشد و ہدایت انجام نہیں دے سکتے۔ قلندروں میں سے بعض یہ ہیں:

شیخ محمد قلندر، شاہ حیدر قلندر، شاہ حسین بلخی، شاہ شمس تبریزی، شیخ فخرالدین عراقی، خواجہ اسحاق مغربی، خواجہ حافظ شیرازی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ہندوستان میں سب سے بڑے قلندر حضرت شاہ خضر رومیؒ ہیں جو سلطان شمس الدین التمش کے ہم عصر تھے۔ آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ قطبؒ نے ان کو خرقہ خلافت تو عطا فرمایا لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ قلندرانہ لباس ترک نہ کرنا۔ شاہ نجم الدین قلندر بھی آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔ قلندرانہ لباس ترک نہ کرنے کا حکم حکمت سے خالی نہیں۔ دراصل مشربِ قلندری ہی سب سے زیادہ قوی مشرب ہے جس میں اپنی ہستی ساز و سامان گھر بار سب کچھ تج کر کے محبوبِ حقیقی پر قربان کیا جاتا ہے لیکن اسلام میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے قلندری چھوڑ کر عبدیت اختیار کرنی پڑتی ہے، اس میں بھی حکمت کے خزانے پوشیدہ ہیں۔

برصغیر کے ایک اور معرفت قلندر شاہ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی ہیں جنہوں نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ سے بطریق اویسیہ فیضان حاصل ہوا۔ شاہ بوعلی قلندر ایک بلند پایہ شاعر بھی ہیں۔ آپ کا ایک مشہور شعر یہ ہے۔

گر عشق بنوے و غم عشق بنوے
چندیں سخن نغز کہ گفتے کہ شنیدے

برصغیر کے ایک اور بڑے قلندر شہباز قلندر ہیں جن کا مزار سندھ کے قصبہ سہون شریف میں زیارت گاہِ خلق ہے۔

◆◆◆◆◆

باب ششم

# فقیر کی اصل شان

پس فقیر کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی حاجتیں پیش کرے تو اللہ تعالیٰ یا تو وہ چیزیں اس کو عطا فرما دے گا یا ان کی خواہش اس کے دل سے دور کر دے گا یا اس کو ان خواہشوں پر صبر عطا فرما دے گا۔ خداوند بزرگ و برتر اس کے لیے حکمت و قدرت کے بہت سے دروازے ہیں وہ ان دروازوں میں سے حکمت و تدبیر کا دروازہ کھول دے گا یا قدرت کی راہ سے فتحیاب فرما دے گا اور بطور خرقِ عادت اس کے پاس کچھ نہ کچھ پہنچ جائے گا۔ جس طرح حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے پاس آذوقہ پہنچ جاتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ط وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ط قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ج قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

جب کبھی (حضرت) زکریا (علیہ السلام) ان کے پاس آتے تھے محراب (عبادت خانہ) میں تو ان کے پاس رزق موجود پاتے تھے۔ (چنانچہ انہوں نے ایک بار) پوچھا! اے مریم یہ رزق تمہارے پاس کہاں سے پہنچا تو انہوں نے کہا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔

## اللہ تعالیٰ فقیر پر قدرت و حکمت کے دروازے کھول دیتا ہے

ایک درویش اپنا واقعہ (اس سلسلہ) میں بیان کرتے ہیں میں ایک دفعہ بہت بھوکا تھا اور میرے حال کا تقاضا تھا کہ میں کسی سے کچھ مانگوں، میں بغداد کے کچھ گھروں کے سامنے سے گزرا کہ شاید کسی گھر سے مجھے کچھ مل جائے اور اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ہاتھ سے مجھے کچھ دلوا دے لیکن کچھ بھی تو کہیں سے نہیں ملا اور میں اسی طرح بھوکا سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ فلاں جگہ جاؤ اور وہ جگہ مجھے خواب میں دکھا دی اور کہا کہ جا ایک میلے کپڑے میں روٹی کے کچھ ٹکڑے ہیں ان کو اپنے خرچ میں لا (چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا)۔

پس جو شخص مخلوق سے قطع تعلق کر لیتا ہے اور صرف اللہ کا ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ ایسے بے نیاز سے وابستہ ہو جاتا ہے جس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور اس پر حکمت و قدرت کے دروازے جیسے چاہے کھل جاتے ہیں۔

درویش کے لئے بہتر یہ ہے کہ جب وہ اپنے نفس سے کسی چیز کا مطالبہ کرے تو صبرِ جمیل کا مطالبہ کرے۔ مخلص انسان کا نفس اس کا کہنا مان لیتا ہے (اگر صبرِ جمیل چاہے گا تو اس کو میسر آ جائے گا)۔

صاحبِ عوارف المعارف شیخ حضرت شہاب الدین سہروردی اپنے استاد بزرگوار حضرت ابو النجیب سہروردیؒ سے مروی یہ حکایت منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک روز میرے پاس میرا فرزند آیا اور مجھ سے کہا کہ مجھے ایک دانگ چاہیے میں نے اس سے کہا کہ بیٹا دانگ کو کیا کرو گے۔ اس نے کہا کہ میں اس سے فلاں چیز خریدوں گا! پھر کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں کسی سے قرض لے لوں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ ہاں جاؤ اپنے نفس سے قرض لے لو کہ اس سے قرض لینا دوسروں سے قرض لینے سے بہتر ہے۔

بس اس حقیقت کو یاد رکھیے گا کہ فقیر صحیح معنوں انسان بنتا ہی اس وقت ہے جب اس کا نفس اس کے قابو میں ہو کسی دانشور کا قول ہے کہ:

’’جو ملکوں کو فتح کرے وہ فاتح ہوتا ہے لیکن جو اپنے نفس کو فتح کرے وہ عظیم ہوتا ہے۔ چونکہ فقرا کا نفس ان کے قابو میں ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فقیر پر قدرت اور حکمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

عرفاء مغلوبی نفس کے لیے کس قدر مستعد رہتے تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی کیا جا سکتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت بایزید بسطامیؒ نے اپنے طفل نفس کو دیکھا کہ اس کا تمام جسم ضعیف، نحیف اور دبلا پتلا ہے لیکن اس کا سر بہت موٹا ہے۔ حضرت بایزید نے اپنے نفس سے پوچھا کہ اے نفس! تیرا سارا جسم بہت دبلا پتلا ہے لیکن تیرا سر اتنا موٹا کیوں ہے۔ نفس نے کہا یہ بات بتانے کی نہیں۔ بایزیدؒ نے کہا یہ بات تجھے ضرور بتانی پڑے گی۔ نفس نے کہا بات یہ ہے کہ میرے وجود کو آپ نے مجاہدوں، ریاضتوں اور بھوک پیاس سے بہت کمزور اور ناتواں کر دیا ہے لیکن لوگوں میں بے حد رجوعات، تعظیم و تکریم اور تعریف و توصیف سے میرے سر کو ایک خمار اور نشہ چڑھتا ہے جس سے میرا سر پھولتا اور موٹا ہوتا ہے۔ سر کے اس قدر موٹا ہونے کی وجہ یہی ہے۔ بایزیدؒ نے دل میں کہا کہ اس باطنی کفر اور انانیت کا علاج چاہیے چنانچہ رمضان کا مہینہ تھا۔ دل کے اس باطنی مرض کے سبب روزے کی نیت نہ کی اور ایک روٹی اپنے ساتھ لے کر مریدوں اور طالبوں کے مجمع کے ہمراہ بازار میں چلے گئے۔ جب بازار میں داخل ہوئے تو روٹی کا ایک نوالہ توڑ کر کھاتے جاتے تھے بایزیدؒ کے اس غیر شرعی فعل کو دیکھ کر تمام لوگ ان سے پھر گئے اور جابجا ان کی شکایت ہونے لگی۔ اس کے بعد بایزیدؒ نے اپنے نفس کو حاضر کر کے اس کی طرف دیکھا تو اب کی دفعہ سر بھی دیگر جسم کی طرح بہت چھوٹا اور کمزور تھا۔ نفس نے بایزیدؒ سے کہا کہ میں نے اپنے سر کے موٹے اور بڑے ہونے کا سبب تجھ پر ظاہر کر کے اپنا ستیاناس کر دیا۔ بایزیدؒ نے کہا اے نفس! شکر ہے کہ تیرا کفر ٹوٹا میرے لیے رمضان کے ایک روزے کا کفارہ ادا کرنا آسان ہے لیکن تیری انانیت کا توڑنا بہت مشکل اور دشوار کام تھا۔ الحمد للہ اس کی تدبیر بن گئی۔

یہ ایک روزِ روشن کی طرح بیّن حقیقت ہے کہ جو شخص اپنے نفس کو تسخیر کر لیتا ہے کائنات اس کے سامنے سرنگوں ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ آسمانِ معرفت کے بدرِ منیر، شاہِ ولایت حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے بھی معرفتِ ربّ کو

معرفتِ نفس کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ چنانچہ آپؐ کا فرمانِ ذیشان ہے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

عُرفاء آپؐ کے اس فرمان ذیشان کی تعبیر یوں بیان کرتے ہیں کہ چونکہ انسان نفسانی آلائشوں کی وجہ سے اپنی روح کو داغ دار کر لیتا ہے۔ پس اسی وجہ سے وہ معرفتِ رب سے دور ہوتا ہے۔ قانون منطق یہ ہے کہ:

تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِهَا

کہ چیزوں کو ان کی ضد سے پہچانا جاتا ہے۔ پس احکاماتِ نفس احکاماتِ الٰہیہ کے بالکل برعکس اور مخالف ہوتے ہیں۔ پس جیسے جیسے وہ احکاماتِ نفس کی مخالفت کرتا جائے گا ویسے ویسے معرفت رب حاصل کرتا جائے گا۔

دین اسلام میں روحانیت کا محور معرفتِ رب ہے اور ہماری مذکورہ بالا گفتگو اس حقیقت کو عیاں کرتی ہے کہ معرفت رب اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان معرفتِ نفس حاصل نہ کرے۔

## معرفتِ نفس

عمومی طور پر جب خلقتِ انسان کے حوالے سے بات ہو تو جو بات جمہور عوام الناس کے ذہنوں میں ہے وہ یہ ہے کہ انسان دو چیزوں کا مرکب ہے۔ ''جسم'' اور ''روح'' لیکن جب علومِ عقلیہ اور نقلیہ کے تناظر میں ہم خلقت انسان کے بارے میں مطالعہ کرتے ہیں تو حقیقت بالکل اس کے برعکس معلوم ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہم جسم اور روح کی حقیقتِ اصلیہ دیکھتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ بدن فنائے محض ہے اور روح بقائے محض۔ انسان کا بدن سراسر پستی ہے جو اس دنیا کی مادی چیزوں سے مل کر بنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ بدن بیمار ہوتا ہے تو ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس میں وٹامن کی کمی ہو گئی ہے، کیلشیم کی کمی ہو گئی ہے، آئرن کم ہو گیا ہے وغیرہ۔ تو جو چیز بدن میں کم ہوئی چونکہ اس کی خلقت دنیا کی مادی چیزوں سے مل کر ہوئی ہے اس لیے ڈاکٹر، اطبا، حکما، خارج سے وہ چیز لے کر جسم میں داخل کر دیتے ہیں اور اس طرح بدن ٹھیک ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس روح سراسر بلندی ہے کیونکہ اس کا تعلق عالمِ امر سے ہے تو ہماری اس گفتگو سے پتہ چلا کہ بدن اور روح آپس میں ضدین ہیں اور قانون۔ عقل یہ ہے کہ اجتماعِ ضدین محال ہوتا ہے۔ جس طرح آگ اور پانی یکجا نہیں ہو سکتے اسی طرح ان کا آپس میں تعلق پیدا ہونا ناممکن ہے۔ جیسے پانی آگ سے بلا واسطہ استفادہ حرارت کرنے سے قاصر ہے اس طرح ان کا ایک دوسرے سے استفادہ بلا واسطہ و وسیلہ محال ہے۔ اگر درمیان میں ایک واسطہ ہو تو پھر ممکن ہے۔ مگر واسطہ اور وسیلہ کے لیے لازم ہے کہ وہ ایک طرف بلندی سے استفادہ کرے اور پستی تک استفادہ پہنچائے۔ جیسے آگ پر ایک لوہے کا برتن رکھ دیں تو یہ واسطہ بن جائے گا۔ آگ سے حرارت لے گا اور پانی کو منتقل کر دے گا۔ بس ہماری اس مثال سے بھی یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ بلا واسطہ اجتماعِ ضدین محال ہوتا ہے۔ اگر آپس میں ملانا ہو تو ایک تیسری چیز کی ضرورت پڑے گی جو ان کے مابین رابطہ بنے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جسم اور روح یہ آپس میں ضدین ہیں، ایک عین پستی ہے اور دوسرا عین بلندی ہے۔ اب اس فنا اور بقا کے مابین ایک چیز کی ضرورت ہے جو دونوں کی صفات اپنانے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہو یعنی جو بلندی سے متصل ہو تو عین بلندی نظر آئے اور جب پستی متصل ہو تو عین پستی نظر آئے۔ بس خلقت انسان کا وہ تیسرا عنصر جو دونوں کے جذب و وصول کی استعداد کا حامل ہوا اس چیز کا نام ہے ''نفس''۔

گو یا نفس ایک ایسا ''ٹو چین'' (2 Chain) ہے جس کا ایک سرا بلندی سے متصل ہے اور دوسرا سرا پستی سے جڑا ہوا ہے۔

اب آپ اس پر غور کریں کہ انسان کی موت کیا ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ نہ جسم مرتا ہے نہ روح کیونکہ روح بقائے محض ہے جس پر موت کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ جسم فنائے محض ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ موت کس کو آتی ہے؟ روح پر موت عارض نہیں ہو سکتی اور انسانی جسم فنا ہی فنا ہے۔ تو اس حقیقت کو رد کرنے کیلئے جب ہم قرآنِ مجید فرقانِ حمید کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں کہیں بھی یہ نہیں ملتا کہ ''کُلُّ رُوْحٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ'' یا ''کُلُّ جِسْمٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ'' بلکہ جہاں بھی آیا ہے فرمان ہے ''کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ'' کہ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ موت کا اطلاق صرف نفس پر ہوتا ہے۔ یہ ٹو چین' ٹوٹ جاتا ہے جسم بلا کم و کاست موجود رہتا ہے۔ روح پرواز کر جاتی ہے جسم میں سے کوئی مادی چیز کم نہیں ہوتی اور روح میں کمی واقع ہوتی ہے بلکہ نفس میاں فنا ہو جاتے ہیں۔

دو متضاد اور مختلف الاصل چیزیں بلا واسطہ ایک دوسرے سے استفادہ نہیں کر سکتیں۔ اس کے لیے ایک اور حسی مثال پیش کرتا ہوں۔ مثلاً آپ سلور کا برتن لے لیں، اس میں کاسٹک سوڈا اور پانی ملا کر آگ پر چڑھا دیں۔ اب آگ اور پانی دو متضاد چیزیں ہیں، پانی بلا واسطہ آگ سے استفادہ نہیں کر سکتا، یہ درمیان میں ایک برتن ہے جو آگ سے حرارت وصول کر کے پانی میں منتقل کر رہا ہے۔ جونہی کاسٹک سوڈے نے برتن کو سوراخ لگا دیا تو پانی سیدھا آگ پر گرا اور اب پانی چاہے کتنا ہی گرم کیوں نہ ہو مگر آگ کی تو موت ہے، اب یہ بلا واسطہ حرارت لینے آیا تو بی بی آگ رخصت ہو گئی یعنی واسطے کا ٹوٹنا ہی موجبِ فنا ہوا ہے یہی قانونِ خالق و قانونِ فطرت ہے کہ دو متضاد چیزوں کو مربوط کرنے کے لیے ایک وسیلہ بنایا جاتا ہے جو دونوں سے مناسبت رکھتا ہو جیسے مندرجہ بالا مثال میں سلور کا برتن، اسی طرح خالق نے نفس کو روح و بدن کے مابین رابطہ بنایا ہے خود انسان کے جسم میں بھی اس کی مثال موجود ہے۔ آپ دیکھیں انسان کا بدن بنیادی طور پر تین چیزوں سے مرکب ہے یعنی گوشت، اعصاب اور ہڈیاں گوشت کیا ہے؟ پلپلاہٹ نرمی ہی نرمی اور ہڈیاں کیا ہیں؟ ایک صلابت اور سختی۔ اب ان دونوں سے کام لینے کے لیے ایک ایسی چیز کی ضرورت ہے جو دونوں سے مناسبت رکھتی۔ ہو سختی سے ملے تو اس کی صفات اپنا سکے نرمی سے ملے تو اس کی صفات اوڑھ لے تو اس مقصد کے لیے خالق نے درمیان میں اعصاب کو رکھا ہے تا کہ جسم فعال بن سکے۔

یہ اعصاب (پٹھے) اگر جسم سے نکال دیں تو جسم بیکار محض ہو جائے بلکہ ان کو نکالنا تو علیحدہ بات ہے صرف اعصاب ڈھیلے پڑ جائیں یا ان کی اگر گرفت کم ہو جائے تو جسم لوتھڑا بننا شروع ہو جاتا ہے، جسم میں گوشت کی کپکپاہٹ آ جاتی ہے اور انسان ہاتھ ہلانے کی بھی قدرت نہیں رکھتا۔ اعصاب باوجود کمزوری کے سر تھامتے تو ہیں مگر پھر بھی کانپنے کا

عمل جاری رہتا ہے بس اسی نظام کی طرح نفس کو روح و بدن کے مابین وسیلہ اور رابطہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ جب بدن سے اتصال کرتا ہے تو عین صفاتِ عناصر کی جھلکیاں دیتا ہے اور جب روح سے متصل ہوتا ہے تو عالمِ امر کی مخلوق نظر آتا ہے۔ یہ دونوں کی صفات کو اپنانے کی صلاحیت رکھتا ہے، دونوں کا ترجمان ہے، دونوں کا مشترکہ مظہر ہے، اسی کو نفسِ ناطقہ کہتے ہیں۔

تو ہماری اب تک کی گفتگو ہمارے اس باب میں قائم کردہ موضوع معرفتِ نفس کا مقدمہ تھی جس میں ہم نے یہ بات ثابت کی انسان تین چیزوں کا مرکب ہے، بدن، نفس اور روح۔ انہیں ارکانِ ثلاثہ کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی اپنی ضروریات ہیں۔ جب ہم ان ضروریات کے تناظر میں ان تینوں کا جائزہ لیں گے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان سمجھ میں آجائے گا کہ کس طرح معرفتِ نفس معرفتِ رب کا زینہ ہے۔

## ضروریاتِ ارکانِ ثلاثہ

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ ارکان ثلاثہ بدن، نفس اور روح کی اپنی اپنی ضروریات ہوتی ہیں کچھ بدن کی ضروریات ہوتی ہیں کچھ روح کی نگران دونوں کے مابین پیغام رساں یہ نفس ہی ہوتا ہے۔ اب بدن کی ضروریات کو دیکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ اس کی ضروریات صرف یہ ہیں رنگ، روغن اور صرف جسمانی بقا کی ضروریات پر مبنی ہے، اسے صرف اپنی بقا سے غرض ہے اور اس کی بقا وٹامن (حیاتین) اور پروٹینز (لحمیات)، کیلوریز (حرارے) وغیرہ ہیں۔ اسے یہ سوچنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ یہ حلال ہے یا حرام، اسے اپنی غذا جہاں سے بھی میسر آئے گی وہ حاصل کرلے گا۔ اسے حواسِ خمسہ و عشر کی لذات سے کوئی تعلق نہیں ہے مثلاً اسے گوشت کی ضرورت ہے کہ اس میں سے وہ اپنی بقا کا سامان اخذ کر سکے اور اس کا مدعا ہے کہ گوشت معدے میں پہنچے چاہے وہ کتے اور خنزیر ہی کا کیوں نہ ہو۔ اسے دودھ کی ضرورت ہے چاہے وہ کسی جانور ہی کا کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اسے مذہب واخلاق کو سمجھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ اسے تو اچھائی اور برائی یا اپنے نفع و نقصان تک کا شعور نہیں ہے۔ جسمِ خاکی شعور سے عاری ہے مثلاً اگر معدے میں زہر پہنچا دیا جائے تو وہ کوشش کریگا کہ اس سے بھی کوئی قوت ضرور حاصل کرے چاہے وہ خود اسے فنا ہی کیوں نہ کردے۔ انسان کا بدن ایک نوزائیدہ معصوم بچے کی طرح ہے جسے چوسنے کی خواہش ہوتی ہے چاہے وہ نپل ہو یا بھینس کا تھن یا کوئی دوسری چیز۔ وہ تو ہر وہ چیز جو اسے میسر آئے گی اسے دودھ سے معمور سمجھ کر چوسنے لگے گا، چاہے سانپ کا سر ہی اسے تھما دیں وہ فوراً ہی منہ میں ڈال کر اسے چوسنا شروع کردے گا کیونکہ وہ عرفان سے عاری ہے۔

دوسرا رکن ہے روح یہ انسان کے ارکان میں سے سب سے بلند رکن ہے، اس کی بھی اپنی خواہشات ہیں اسے بھی غذا کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ مادی رکن نہیں ہے بلکہ لطیف ترین رکن ہے اس لیے اس کی غذا مادی نہیں ہے بلکہ اس کی غذا ذکر ہے۔ اور دوسرا اس کی غذا علم و اخلاقِ حسنہ ہے کیونکہ جب اس کے بارے میں سوال ہوا تو خالق لم یزل نے ارشاد فرمایا۔

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّي

ترجمہ: کہہ دو کہ روح میرے رب کا امر ہے۔

تو اب جس کا تعلق امر اللہ سے ہو اس کی اصل غذا بھی رضائے الٰہی کو ہونا چاہیے۔ چونکہ انسان کے خاکی پیکر (جسم) کے اسبابِ حیاتِ خاک سے جنم لیتے ہیں اور خاک ہی کی طرف اس کی رجعت ہے روح کے پیکرِ امری کا تعلق امرِ رب سے ہے تو اس کے اسبابِ حیات بھی اوامرِ رب سے ہی آسکتے ہیں پھر اسی کی طرف اس کی رجعت ہونا چاہیے کیونکہ مسلمہ ہے کہ

"كُلُّ شَىْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ"

ترجمہ: کہ ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

گویا روح پر موت نہیں ہے مگر غذا کی ضرورت تو اسے بھی ہے بقول شخصے موسیقی روح کی غذا ہے دراصل یہ قول ان مذاہب کا ہے کہ موسیقی جن کے مذہب میں شامل ہے۔ جیسے ہندو دھرم، عیسائیت وغیرہ ان کی عبادات آلاتِ غنا سے مرتب ہیں۔ موسیقی روح کی غذا ہوتی تو بڑے بڑے پنڈت اور خان صاحبان، ماہرین موسیقی علمائے ربانی ہوتے اور علم موسیقی سے نابلد علما روحانیت سے خالی ہوتے۔ اسی لیے ماننا پڑیگا کہ روح کی غذا اطاعتِ امر کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق ہی عالمِ امر سے ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان کے ارکانِ ثلاثہ اپنے معاملے میں خودغرض ہوتے ہیں اس لیے روح بھی باحیثیتِ رکن خودغرض ہوتی ہے اور اپنی اغراض سے دستبردار نہیں ہوسکتی۔ یہ کہتی ہے کہ مسٹر انسان میری خواہشات پر بدن اور نفس کی خواہشات کو قربان کردو، جسم پر مجھے حکمران مطلق العنان بنادو، یہ انسان کو سمجھاتی ہے کہ اے احمق انسان تو ہر چیز میرے لئے قربان کردے، کل مالکِ روزِ جزا کے سامنے تمہاری طرف سے مجھے جواب دینا ہوگا۔ تمہاری نمائندہ بن کر "مالك يوم الدين" کے حضور مجھے پیش ہونا ہے اور جب جوابدہ میں ہوں تو اختیار بھی مجھے ہونا چاہیے۔ بات تو معقول ہے مگر خودغرض انسان کی سمجھ میں یہ بات آسانی سے نہیں آتی ہے، کیونکہ جس طرح سے روح کی خواہشات ہیں اسی طرح نفس کی بھی خواہشات ہیں۔ چونکہ انسان کی ہر چیز خودغرض ہے اس لیے یہ ارکان بھی خودغرض ہیں۔ خودغرضی کیا ہے؟ خودغرضی ہوتی ہے اپنی خواہشات کو ترجیح دینا، اپنی ذات پر دوسروں کو قربان کرنا، اپنی ہر خواہش کی تکمیل چاہنا۔ اب صورتِ حال یہ ہوئی ہے کہ بدن اور روح کی ضروریات کی ترجمانی میاں نفس کرتے ہیں کیونکہ یہ جسم اور روح کے درمیان رابطہ ہیں اور چونکہ اس کا دونوں سے رابطہ ہے یہ دونوں کا ترجمان ہے اس لیے یہ دونوں کی ضروریات میں ٹانگ اڑانے کا عادی ہے۔ یہ ضروریاتِ بدن میں بھی اپنے مفادات داخل کردیتا ہے اور ضروریاتِ روح میں بھی۔ اصل بات یہ ہے کہ ارکانِ ثلاثہ بذاتِ خود اندھے گونگے بہرے ہیں، یہ کسی چیز کا ادراک نہیں کرسکتے۔ ان کے ادراک کے وسائل یہی حواسِ خمسہ و عشر ہیں جو تینوں کے مشترک ہیں۔ مثلاً آنکھ ہے تو روح و بدن اور نفس تینوں نے دیکھنے کا کام اسی سے ہی لینا ہے۔ کان ہے تو سننے کا کام تینوں نے اسی سے لینا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی کی خواہش پوری نہیں ہوسکتی جب تک ان پر مکمل قبضہ نہ ہو۔ اگر روح کا قبضہ ہوا تو اس نے اعضا و جوارح کو امرِ الٰہی کا پابند کردیا۔ بدن کا قبضہ ہوا تو کھانے پینے کا کام لیا، نفس کا قبضہ ہوا تو اس نے اپنی لذات کے لیے استعمال کیا۔ گویا یہ حواس و اعضا ایک تلوار کی طرح ہیں۔ بدن کا

ہاتھ قبضہ پر پڑ گیا تو تربوز کاٹ کر کھانے کا اہتمام کر لیا۔ روح کی گرفت قبضہ پر پڑ گئی تو اطاعتِ خدا میں تلوار کا فروں پر چلانا شروع کر دی۔ اور اگر شریرِ نفس کا ہاتھ لگ گیا تو مومنین پر چلا دی۔ گویا اعضا کا کام ہی چلنا ہے۔ اصل قوت وہی ہے جس کی گرفت میں یہ ہیں۔ چونکہ نفس مکار اور عیار ہے اس لیے حواس و اعضا کو یہ اکثر اپنے قبضہ میں رکھتا ہے جس کی وجہ سے وہ روح اور بدن کے مفادات میں اپنی لذات کو داخل کر دیتا ہے۔ کیونکہ ہر ضرورت کو پورا تو انہیں کے توسط سے ہونا ہوتا ہے اس لیے نفس وسائط کو قبضہ میں رکھنے کو عین مصلحتِ وقت سمجھتا ہے۔ یہ اتنا ناک چڑھا ہے کہ اپنی خواہشات کی تکمیل نہ ہونے میں موت سمجھتا ہے اور یہ اپنی موت سے بچنے کے لیے ہر داؤ استعمال کرتا ہے۔ گویا مملکتِ جسم کا میکاولی مزاج سیاستدان نفس ہے۔ یہ چنگیز خاں کی طرح اپنے ہر حکم کی تعمیل چاہتا ہے، یہ ہر راستہ اور داؤ جانتا ہے اور انسان کی کمزوریوں کو بھی خوب سمجھتا ہے اس لیے یہ اپنے دونوں ہاتھوں میں رکھتا ہے۔ جسم کی خواہشات میں اپنی خواہشات کی تکمیل رکھتا ہے اور روح کی ضروریات میں بھی اپنی ہوس کو داخل کرتا رہتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پر عموماً انسانی زندگی اکثر کشمکشِ حیات کا شکار ہو جاتی ہے نفس کے دھوکے میں آ کر انسان اپنی زندگی کو اُن راستوں کا مسافر بنا لیتا جہاں اسے سوائے کر بنا کیوں کے کچھ نہیں ملتا۔

## ضروریاتِ بدن میں مداخلت

نفس جسم کی خواہشات اور ضروریات میں اپنی خواہشات کو کیسے داخل کرتا ہے مثال دیتا ہوں مثلاً جسم کو پانی کی ضرورت محسوس ہوئی اس نے پانی طلب کیا اس نے فوراً اپنی خواہشات کو شامل کر دیا۔ اعضا کو حکم دیا مسٹر بدن کو پانی کی ضرورت ہے فوراً پانی پلا دو، دیکھو مٹی کے پیالے کے بجائے شیشے کے گلاس میں لانا، دیکھو عام گلاس جو پڑا ہے وہ نہیں وہ جو سامنے سبز رنگ کا خوبصورت گلاس ہے اس میں لانا۔ اب آپ خود سوچیں جسم کو صرف پانی کی ضرورت ہے جو ہاتھ کی اوک سے بھی پیا جا سکتا ہے یا مٹی کے پیالے سے بھی پیا جا سکتا ہے کیا شیشے کے خوبصورت گلاس میں پانی کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔ کیا سفید گلاس میں پینا یا سبز اور سنہری گلاس میں پینا جسم کے لیے زیادہ مفید و فائدہ مند ہے؟ نفس کی انہیں کارستانیوں کی وجہ سے اسے برا کہا گیا ہے۔ اور یہاں تک فرمایا گیا ہے

اَعْدَی عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِي بَيْنَ جَنْبَيْكَ

تمہارا سب سے بڑا دشمن یہی نفس ہے۔ جو تمہارے پہلوؤں کے درمیان ہے۔

کیونکہ یہی نفس ہمنوائے ابلیس ہوتا ہے اور مملکتِ بدن پر مکمل تصرف چاہتا ہے۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ یہ بدن اور روح کے مابین وسیلہ ہے اور بحیثیت وسیلے کے یہ اکثر اوقات ان دونوں کی ترجمانی میں خیانت کرتا ہے اور بہت کچھ اپنی طرف سے داخل کرتا رہتا ہے۔ جو روح و بدن کی ضروریات ہوں ان میں اپنی خواہشات کو داخل کرتا رہتا ہے یعنی یہ ہر معاملے میں ٹانگ اڑانے کا عادی ہوتا ہے۔ کیونکہ نفس و بدن و روح جب تک قید عناصر میں مقید رہتے ہیں اندھے بہرے اور گونگے ہوتے ہیں "بالذات" کسی چیز کا ادراک نہیں کر سکتے، یہ تینوں ارکان صرف بدن کے وسائل کو استعمال کر کے کام



چلاتے ہیں یعنی یہی انسان کے حواسِ خمسہ و عشر ہیں جو ان تینوں کے وسائلِ حصول و وصول ہیں۔ کیونکہ لطیف ارکان مادے کی قید میں رہ کر بالذات کچھ حاصل نہیں کر سکتے اور ان حواس کے اوپر ایک "حسِ مشترک" ہے جو ان حواس کی نگرانِ اعلیٰ ہوتی ہے اور یہی حس سب سے پہلے نفس تک مدرکات پہنچاتی ہے، پھر نفس روح اور بدن تک پہنچاتا ہے یعنی حسِ مشترک بھی ایک وسیلہ اور رابطہ ہے اور انہیں وسائل و وسائط و روابط سے ارکانِ ثلاثہ بولتے سنتے اور افعال کے مرتکب ہوتے ہیں یعنی آنکھ نے دیکھنا ہے، رویت نے پرکھنا ہے، پھر حسِ مشترک کے ذریعہ تصویر نفس تک پہنچتی ہے، پھر اس پہ ارکانِ ثلاثہ کی جیوری فیصلہ صادر کرتی ہے۔

جیسا کہ ہم نے پہلے مثال دی ہے کہ جسم کو پانی کی ضرورت محسوس ہوئی کیونکہ جسم کی ضرورت کا نام ہے "احتیاج"، یعنی جہاں انسان کا جسم نباتات کی طرح غذائیت کی کمی کو پورا کرنا چاہتا ہے وہاں اس میں نباتاتی اشتراک کی وجہ سے احتیاج پیدا ہوتی ہے اور احتیاج میں رجحان اور غایت دونوں لاشعور میں ہوتے ہیں تو وہاں جسم حیوانات کی طرح ضرورت کو رجحان میں لاتا ہے اور جسم کو ایک خواہش ہوتی ہے جسے "اشتہا" کہا جاتا ہے۔ تو بدن کو جب پانی کی کمی محسوس ہوئی تو اس نے احتیاج اور اشتہا کو محسوس کیا تو نفس کو اشارہ دیا کہ جسم کو پانی کی ضرورت ہے۔ اب اس نے اپنی ہوس کی تسکین کو بھی اس میں شامل کر دیا اعضا کو حکم دیا کہ بدن کو پانی کی ضرورت ہے فوراً پانی لاؤ یہ تو تھی بدن کی ضرورت۔ مگر اس نے اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا کہ مٹی کے پیالے کے بجائے شیشے کے سبز گلاس میں لاؤ، عام سفید گلاس بھی نہ ہو، بہتر ہے شربت لاؤ اور تھوڑا سا میٹھا بھی ہو تو زیادہ اچھا ہے اور ہاں برف ڈالنا ہرگز نہ بھولنا۔

قارئین! اب خود دیکھیں کہ کیا شیشے کے گلاس میں پانی کی افادیت میں کوئی اضافہ ہو سکتا ہے کیا سبز رنگ کے گلاس میں جسم کی ضرورت کو پورا کرنے کی کوئی اضافی صلاحیت موجود ہے؟ کیا سونے چاندی کے گلاسوں میں پانی کی قوت بڑھ جاتی ہے؟

سوچیں گے تو جواب نفی میں ملے گا کیونکہ مٹی کے پیالے اور اوک سے پانی پینا اتنا ہی مفید ہے جتنا شیشے یا سونا چاندی کے گلاسوں میں پانی پینا۔ بس جسم کو تو صرف پانی کی ضرورت تھی بقایا تمام کاروائی صرف اور صرف حضرتِ نفس کی تسکین کے لیے تھی۔

حالانکہ انبیاء علیہم السلام نے درختوں کے پتے کھا کر زندگی گزاری ہے، نرسلوں کی جھونپڑیوں میں رہے، پیٹ پر پتھر باندھ کر گزارا کیا، ہاتھوں کا پیالہ بنا کر اوک سے پانی پیا تو صاف ظاہر ہے کہ اس طرح سے بھی زندگی گزر تو سکتی ہے۔

پھر یہ مختلف قسم کے واٹر سیٹ، ٹی سیٹ، کوٹھیاں، کاریں، روم کولر، آئس فیکٹریز، ائر کنڈیشنر زیہ جملہ عیش و عشرت کے سامان و اسباب کس کے پیدا کردہ ہیں؟ تو لازماً ماننا پڑے گا کہ یہ صرف خواہشاتِ نفس کی تسکین کے سامان ہیں اور ان کی علت غائی صرف تسکینِ ہوس ہے یعنی جملہ فسادات زر، زن اور زمین کے جھگڑے حضرتِ نفس کی کارستانیاں ہیں۔

ایک اور مثال بھی عرض کر دوں تا کہ میری بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو بقائے نسل کے لیے اختلاط زوجین کی لذت ودیعت کی گئی ہے کہ ہر ذی روح اس لذت کے لیے اختلاط کرے گا اور

لاشعوری طور پر سلسلہ تولید و تناسل چلتا رہے گا یہ لذت قوت لامسہ کے ماتحت ہے۔ خالق نے یہ لذت ان ویژن ایبل Unvisionable جراثیم سے لے کر بڑے سے بڑے جانور کو عطا فرمائی ہے حتیٰ کہ کتے اور خنزیر کو بھی اختلاط زوجین سے لذت محسوس ہوتی ہے۔ بدن کے لیے لامسہ کے لحاظ سے ایک خوبصورت اور جواں سالہ دوشیزہ اور بدصورت جانور برابر ہیں یعنی ان دونوں کا جسمانی لحاظ سے ٹیسٹ TASTE ایک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض بدبخت لوگ جانوروں سے غیر فطری فعل کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ جسم جانور اور انسان میں تمیز کرنے کی صلاحیت سے محروم ہے۔

یہ لذت تو بقائے نسل کے لیے عطا ہوئی تھی جب جسم نے بھوک کی طرح اس خواہش کو ظاہر کیا تو نفس نے فوراً جوڑا تلاش کیا اور اس خواہش میں بھی ہوس کو داخل کر دیا یعنی ایک عورت میسر آئی آنکھ سے پوچھا کیسی ہے؟ آنکھ نے حلیہ بتایا کہ رنگ سانولا ہے، ناک چپٹی ہے، جسم قدرے بے ڈول سا ہے، قد بھی چھوٹا ہے مگر بچے پیدا کرنے کی بھرپور صلاحیت موجود ہے، نفس نے فوراً ناک بھوں چڑھا لئے اور کہا اجی چھوڑیئے کیا یہی عورت دنیا میں باقی رہ گئی ہے کیا ساری دنیا کی عورتیں مرگئی ہیں۔

حالانکہ اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک کہانی بیان کی جاتی ہے کہ اکبر بادشاہ سے کسی نے بیربل وزیر کی لڑکی کی تعریف کی تو اس نے بیربل سے کہا کہ مجھے اپنے گھر دعوت دو وہ اس کی لڑکی کو دیکھنا چاہتا تھا۔ اس بات کو بیربل بھانپ گیا اور لڑکی کو سمجھایا اور دعوت دے دی۔ بادشاہ جب آ کر دسترخوان پر بیٹھا تو سامنے سات رنگوں کی علیحدہ علیحدہ ڈشیں رکھی ہوئی تھیں۔ اکبر نے ہر ڈش کو چکھا تو وہ ایک ہی فیرنی تھی صرف رنگ علیحدہ علیحدہ تھے تو اکبر نے سوال کیا اے لڑکی! کیا تجھے دوسرے کھانے تیار کرنا نہیں آتے کہ ایک ہی فیرنی میں کئی رنگ بنا دیے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا:

بادشاہ کا اقبال سلامت جیسے ان مختلف رنگوں کا ذائقہ ایک ہے اس طرح ہر عورت کا لامسہ بھی ایک ہے صرف رنگ جدا جدا ہیں۔

اگرچہ یہ ایک فرضی داستان بھی ہو سکتی ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ ذائقہ کے لحاظ سے ہر عورت ایک ہی فیرنی کی طرح ہے، صرف رنگوں کا انتخاب نفس کرتا ہے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ اکثر اختلافِ رنگ سے اختلافِ ذائقہ وابستہ نہیں ہے مگر پھر بھی یہ نفس کسی کے منہ پر تعریف کروا رہا ہے تو کسی کا گلہ اور کسی کو کسی کے پیچھے فرہاد و مجنوں بنا رہا ہے۔ دراصل یہ نفس کے خواہشات و لذات تھے جسے اس نے ضروریات میں زبردستی داخل کر دیا ہے۔

## ضروریاتِ روح میں مداخلت

دوستو یہ نفس جس طرح ضروریاتِ بدن میں اپنی خواہشات کو داخل کرتا رہتا ہے اسی طرح ضروریاتِ روح میں بھی اپنی خواہشات کی تکمیل کے پہلو تلاش کرتا ہے مثلاً روح کی ضروریات ''رضائے الٰہی کے حصول کے اسباب'' ہیں لیکن جب انسان ان اسباب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو بھی یہ اپنی ٹانگ اڑا دیتا ہے۔

ایک شخص نصف شب کے بعد عبادت کے لیے محراب میں پہنچا۔ بالکل تنہائی میں انتہائی خضوع و خشوع کے ساتھ عبادت شروع کر دی، آنکھ موتی برسانے لگی، اعضاء و جوارح روح کے تصرف میں کام کرتے رہے اور مسٹر نفس سوتے رہے یعنی من کے کسی گوشے میں دبکے یہ تماشا دیکھتے رہے کہ اچانک قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی بس حضرتِ نفس فوراً چونکے ہو گئے فوراً جسم کو تنبیہ کی کہ تمہیں معلوم ہے کہ دیکھنے والا آگیا ہے، اب ذرا سنبھل کر عبادت کرو، یہ دیکھنے والا لوگوں میں کیا کہتا پھرے گا، بس اب جی لگا کر بہترین عبادت کا مظاہرہ کرو۔ بس اسی کے ساتھ جسم کا چارج نفس نے سنبھال لیا اور روح منہ دیکھتی رہ گئی۔ پھر کیا ہوتا ہے کہ بدن نفس کے تصرف میں ایکسر سائز کرتا رہتا ہے اور روح تڑپ کر دور ہو جاتی ہے یہ وہ طریقۂ واردات کہ جس سے نفس روح سے بدن کو چھین کر متصرف ہو جاتا ہے۔ بات کو مزید واضح کرنے کے لیے ہم تاریخ کے دامن سے ایک مثال کا ذکر کرتے ہیں۔

شہر کوفہ کا ایک زاہد تھا وہ ہر رات مسجد حنانہ میں جا کر عبادت کیا کرتا تھا۔ اس وقت یہ مسجد ویرانے میں تھی۔ ہر طرف ایک سکوت طاری ہوتا تھا اس طرح عبادت کا لطف بڑھ جاتا تھا کیونکہ عبادت میں یکسوئی جزوِ لازم ہے۔

ایک رات وہی صاحب جب مسجد کو روانہ ہوئے تو تاریک رات تھی اور سردی بھی تھی اور بارش بھی گرج چمک کے ساتھ تھی جب وہ عبادت کے لیے مسجد میں پہنچا تو سردی بڑھ گئی اور عبادت کے لیے دل حاضر نہ ہو رہا تھا اور ایک کسالت غالب تھی مگر انہوں نے سجادے پر کھڑا ہونا خود پر واجب کر لیا اور ٹوٹے دل سے عبادت کرنے لگے۔ نصف شب کے بعد دروازے کی سمت سے قدموں کی چاپ محسوس ہوئی تو زاہد صاحب فوراً سنبھل گئے کہ شاید کوئی دوسرا عبادت گزار آن پہنچا ہے۔ بس پھر تو تھکن جاتی رہی اور باقی رات خوب جی لگا کر عبادت کی۔ جب صبح ہوئی تو سجدہ شکر ادا کیا اور پیچھے مڑ کر دیکھا کہ آنے والا کون تھا؟ تو دیکھا کہ مسجد کے ایک کونے میں ایک بھیگا ہوا کتا مزے کی نیند سو رہا تھا۔ اب زاہد صاحب کا شعور بیدار ہوا کہ میں نے کتنی غلطی کی ہے کہ دکھاوے کی عبادت میں رات بسر کی اور مطلب بھی پورا نہیں ہوا۔

دراصل یہ اس زاہد کا قصور نہیں تھا بلکہ وہ مسٹر نفس کی شرارت تھی کہ کوئی بہانہ ملے اور مملکتِ بدن سے روح کو بے دخل کیا جائے۔ نفس نے کانوں پر اعتماد کرتے ہوئے دھوکہ تو کھایا ہے کہ شاید کوئی انسان ہو گا مگر اس نے بدن پر تصرف حاصل کرنے کا موقع ایک سیکنڈ کے لیے بھی ضائع نہیں کیا اور پوری رات کی عبادت کا ستیاناس کر دیا۔ بالکل اسی طرح یہ روح کی تسکین کے جملہ اعمال میں بھی اپنی ہوس کی تسکین کے سامان تلاش کرتا رہتا ہے۔ یہ نفس شریر کی شرارت تھی کہ جس نے روح کی ضرورت میں اپنی خواہشات کو داخل کر دیا مگر وہ زاہد یہ تشخیص نہیں کر سکا کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ نفس ہمیشہ روح اور بدن کی ضروریات میں اپنی خواہشات کو داخل کرتا رہتا ہے۔

بعض اوقات یہ بدن کو روح کے پیغامات دیتا ہے یعنی اپنی طرف سے بدن کو روح کے فرضی احکامات بھی دیتا رہتا ہے مثلاً ایک امیر آدمی کو آتے دیکھا نفس نے دیکھا کہ یہ میری فلاں خواہش کی تکمیل کر سکتا ہے، فوراً جسم کو حدیث سنا دی کہ انکسار تواضع اور عجز بہت اچھی چیزیں ہیں۔ بدن فوراً امیر آدمی کے قدموں میں جھک گیا، روح تڑپ گئی، احمق یہ کیا غضب کر دیا، یہ بے موقع حدیث کیوں سنا دی یہاں تو یہ فرمان سنا تا کہ ''متکبر کے سامنے تکبر بھی عبادت ہے'' یہ کیا کیا کہ

جہاں قیام کی ضرورت تھی وہاں سجود کردار ہے ہو۔

# ترجیحاتِ نفس

دوستو! نفس شریر کے سامنے جب لذات وخواہشات کا اجتماع ہوتا ہے تو یہ کوشش کرتا ہے کہ ہر خواہش پوری ہو۔ اگر ان خواہشات میں ایک دوسرے سے تصادم کی فضا پیدا ہو جائے تو یہ پھر مختلف حواس کو آپس میں لڑا کر تماشا دیکھتا ہے اور خود مزے لیتا ہے۔

دیکھئے زبان ہے تو حسِ ذائقہ سے مملو ہے اس لیے یہ صرف ذائقے کا ادراک کرسکتی ہے۔ یہ کہتی ہے کہ مجھ تک ہمیشہ میرے پسندیدہ ذائقے ہی پہنچتے رہیں، کانوں کو چاہے لاکھ بدترین دشنام ہی کیوں نہ سننے پڑیں۔

کان ہے کہ آوازوں کا ادراک کرسکتا ہے اس لیے یہ چاہتا ہے کہ مجھ تک سرور وساز کی دل نواز دھنیں پہنچتی رہیں چاہے اللہ کی لعنت ہی کیوں نہ برستی رہے۔

آنکھ ہے تو حسِ جمالیات سے مملو حسنِ مناظر کا ادراک کرنے والی ہے۔ یہ بھی کہتی ہے مجھے تو پسندیدہ چہرے دکھاتے رہو چاہے محرم کے ہوں یا غیر محرم کے۔ مجھے تو حسن بنی چاہیے چاہے سارا جسم جہنم میں ہی کیوں نہ چلا جائے مگر میں تو گھر پھونک تماشا ضرور دیکھوں گی۔

ناک ہے تو خوشبو کے سوا کچھ نہیں جانتا صرف سونگھ سکتا ہے۔ اسے تو پھول کی خوشبو کی ضرورت ہے چاہے ہاتھ زخمی ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ ہاتھوں کو اپنی ہوس کی بھینٹ چڑھا کر یہ اپنی لذت کی تسکین چاہتا ہے۔

اگر آپ حواس کی حد تک دیکھیں گے تو محسوس کریں گے کہ یہ سارے حواس واعضا بہت خود غرض ہیں اور ایسا لگے گا کہ انسان میں خود غرضی کا سمندر موجیں مار رہا ہے۔ یہاں تک کہ ایک ہی جسم کے اعضا وجوارح ایک دوسرے پر علی الاعلان خود غرضی کررہے ہیں اپنی ذات پر دوسرے کو قربان کرنے پر تلے ہوئے ہیں لیکن یہ اعضا وحواس کی جنگ نہیں ہے بلکہ یہ تو میاں نفس ہی ہیں جو ان میں اپنی ترجیحات کے مطابق تصادم کروا رہے ہیں۔ کیونکہ یہ تو حواس ہی کے ذریعے اپنی ساری خواہشات کی تکمیل چاہتا ہے اگر حس ہی موجود نہ ہو یا عضو ہی موجود نہ ہو تو یہ کیسے خواہشات کی تکمیل کرسکتا ہے۔ آپ خود سوچیں کسی اندھے کا دماغ خراب ہے کہ وہ مری اور شملہ کے دلکش مناظر دیکھنے جائے یا نیاگرا آبشار دیکھنے جائے اور گر کر ہلاک ہو جائے، یا ٹی وی پر باکسنگ اور فٹ بال کے مقابلے دیکھنے کی سوچے۔ حقیقت یہ ہے کہ جملہ اسبابِ عیش وطرب اسی حضرت نفس کے پیدا کردہ ہیں۔

# ہوائے نفس

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خواہشِ نفس کیا چیز ہے جو سارے فسادات کی جڑ ہے؟ دوستو بحیثیت رکن انسان کے بدن کا خاصہ ''شہوت'' ہے اسی طرح بحیثیت رکن نفس انسان کا خاصہ ''ہوا'' (ہوس) ہے۔

ربِ ذوالجلال والاکرام جل جلالہٗ نے جو احکام فرمائے ہیں اس میں شہوات میں اعتدال کا حکم فرمایا ہے کیونکہ شہوات انسان کی مجبوری ہیں مثلاً بھوک ہے یا پیاس ہے یہ شہوات میں سے ہیں۔ انھیں کچھ حد تک روکا تو جا سکتا ہے مگر بالکل ختم کرنا بنی نوع انسان کے لیے محال نہیں تو مشکل ترین ضرور ہے اس لئے ان کی افراط (زیادتی) کی مذمت فرمائی گئی ہے مگر انہیں حرام نہیں کہا گیا لیکن ''ہوائے نفس'' کو بالکل ختم کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہی ''ہوائے نفس'' جب حوصلہ افزائی پاتی ہے تو پورے جسم پر اللہ کی طرح حکمران ہو جاتی ہے۔

مالک مطلق جل جلالہٗ نے اتباعِ نفس کو سب سے بری بلا بیان فرمایا ہے یعنی یہ انسان کیلئے ایک بہت بڑی آزمائش ہے اور اس آزمائش میں وہی کامیاب ہوتا ہے جو ہوائے نفس کی سرکوبی کرتا ہے، کیونکہ یہ مالک کی رضا کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اسی لئے فرمایا گیا ہے۔

فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ (القصص:50)

اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ لوگ آپ کے اعلان پہ لبیک کیسے کہہ سکتے ہیں آپ کو معلوم ہی ہے وہ تو اپنی خواہشاتِ نفس (ہوا) کی اتباع میں مصروف ہیں اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو ''ہوائے نفس'' کی اتباع میں مگن ہو یعنی اتباع ہوائے نفس ہی دینِ حق کو قبول کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

اسی طرح سورۃ جاثیہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً (الجاثیہ:23)

اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ جس نے اپنا الٰہ ''ہوائے نفس'' کو بنا رکھا ہے اور اللہ نے تو اسے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے اور اس کی سماعت اور قلب پہ مہر لگا دی ہے اور بینائی پہ حجاب ڈال دیئے ہیں۔

اسی طرح بلم باعور کے بارے میں سورۃ الاعراف میں آیا ہے کہ

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ج فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ (اعراف:176)

یعنی بلم باعور ہوائے نفس کی اتباع میں نکلا تو فرمایا کہ جو بھی اتباعِ ہوا وہوس کرتا ہے اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اس پر بوجھ لادو تو پھر بھی زبان نکالے۔ اگر چھوڑ دو تب بھی اس کی زبان نکلی رہتی ہے۔

یعنی واضح فرمایا جارہا ہے کہ ہوا وہوس ایک ایسی محبوبہ ہے کہ جس کے جملہ احکام کی تعمیل میں اگر انسان اپنی زندگی بھی لٹا دے تو وہ کبھی راضی نہیں ہوسکتی، اس کا کاسۂ حرص کبھی پُر نہیں ہوسکتا۔ یہ کبھی نہ راضی ہونے والا معشوق ہے کیونکہ جب انسان زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کے لیے وقف کر دیتا ہے تو آخر کو یہی کہنا پڑتا ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم — نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

شہوت بدن کی ضروریات کا اور اس کے مطالبوں کا نام ہے اور ''ہوائے نفس'' میاں نفس کی پیدا کردہ خواہشات
ہوتی ہیں۔ نفس ہمیشہ بنیادی شہوات کے ساتھ اپنی ''ہوائے نفس'' کو نتھی کر دیتا ہے۔ انسان اسے بھی بنیادی ضروریات
میں سے سمجھتا ہے اور دھوکہ کھا جاتا ہے مثلاً زندگی کی ضروریات کے ساتھ جب طولِ امل (لمبی امید) ناطہ جوڑ لیتی ہے تو
خواہشات کو بھی زہر آلود کر دیتی ہے۔ یا لذتِ بدن سے حبِ نساء و اولاد وابستہ ہو جاتی ہے تو فتنہ آفرینیاں کرتی ہے اور
کی ضروریات سے حب جاہ و وجاہت شامل ہو جاتی ہے۔

نفس کا مشیر اعلیٰ ابلیس ملعون ہوتا ہے تو یہ بھی اسے نئے نئے مشورے دیتا ہے کیونکہ اسے بھی اجارہ
حاصل ہے کہ اولاد آدم علیہ السلام کو بہکاؤ، بس یہ دونوں مل جاتے ہیں اور ابلیس لمبی لمبی سوچیں دلاتا ہے۔ مستقبل
کے فقر و فاقے سے ڈراتا ہے اور دولت جمع کرنے کے احکام صادر کرتا ہے اور جب روح کہتی ہے کہ راہِ حق پر خرچ
کرو تو یہ اپنی چال چلتا ہے، اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُ كُمُ الْفِقْرَ کہ شیطان فقر سے ڈراتا ہے اور ذخیرہ اندوزی جیسی اخلاقی
برائی کا مرتکب کرتا ہے۔ کوٹھی، کار، زمین، جائیداد، دولت وغیرہ پر اکساتا ہے تو خالقِ کائنات نے اپنی کتاب قرآن
مجید میں ارشاد فرمایا:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ
الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ج ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (آل
عمران:14)

سب سے اول عورتوں کی محبت اور بیٹوں کی محبت کو حبِ شہوت کے ماتحت بیان فرمایا گیا ہے، پھر سونے چاندی
کے سکوں کو حبِ شہوت قرار دیا گیا ہے۔ پھر سواریوں کا تذکرہ ہے۔ پہلے زمانے میں گھوڑے کو سواریوں کی خواہش کی
شہوت قرار دیا جا سکتا ہے۔ پھر باقی جانوروں کے گلوں کو معراج تصور کیا جاتا تھا اب خیل کو موجودہ دور کی سواریوں کے لیے
علامتی طور پر تصور کر لیں۔ تو اس طرح بہترین کھیتی باڑی زمین و جائیداد کو شہوت کی محبت میں لایا گیا ہے اور آخر میں فرمایا
یہی چیزیں ہیں جو گھٹیا دنیا کی متاعِ حیات وکل کائنات ہیں۔

عورتوں اور بچوں کو فطری بقائے نسل کے حیوانی تقاضوں کے پیشِ نظر بیان فرمایا ہے، سونے چاندی کے سکوں کو
خوراک کی فطری ڈیمانڈ کے اعتدال سے تجاوز کرنے کی صورت میں لایا گیا ہے، زمین و جائیداد کو خوراک کی طلب میں
شدت کے معنی میں بیان فرمایا ہے۔ دنیا کا لفظ ''دنو'' سے مشتق ہے یعنی گھٹیا، تو یہ گھٹیا زندگی کی منظر کشی ہے اگر یہی کائنات
ہی انسان کی معراج سعادت ہے تو پھر کفر کیا ہے؟

دوستو! ہوائے نفس کو اللہ جل جلالہ نے ایک معبودِ باطل قرار دیا اور معبود کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ جس کے
احکام کی بلا سوچے سمجھے تعمیل کی جائے اور انسان اپنی خواہشاتِ نفس کی تکمیل ہمیشہ بلا سوچے سمجھے کرتا ہے اس لیے اسے بھی
معبود قرار دیا۔ اور لا الہ الا اللہ کا عرفانی مطلب یہ ہے کہ خواہشِ نفس بھی معبود نہیں اور جہاں بھی کوئی خواہش حکم الٰہی سے
متصادم ہوئی وہاں اس کی کوئی حیثیت باقی نہ رہی۔ حبِ دنیا میں جو چھ چیزیں شامل ہیں وہ ساری کی ساری ہوائے نفس

کے دائرے میں آتی ہیں، اس لئے اس کے خاتمے کے بغیر انسان اپنی منزلِ عرفان کو نہیں پا سکتا اور روحانی مدارج کو طے
نہیں کر سکتا۔

# محاسبۂ نفس

جب انسان معرفتِ نفس حاصل کر کے اپنے نفس کی ہلاکت آفرینیوں کا شعور حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ محاسبۂ نفس
کر کے ان ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچنا چاہتا ہے کہ جو اس کی روح کو داغ دار کر کے قربِ خدا سے دور کرتی ہیں اور
ان خوبیوں کو اپنانا چاہتا ہے جو اسے روحانی تقویت دینے کا موجب بنتی ہیں۔

عرفاء نفس کو ہلاک کرنے والی صفات مذمومہ کو ''مہلکات'' کہتے ہیں اور روح کی پرواز کا موجب بننے والی
صفات حسنہ کو ''منجیات'' کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اب ہم ان دونوں کی تفصیلات کو بیان کرتے ہیں تا کہ انسان
''مہلکات'' کو ترک کر کے ان کی ہلاکتوں سے بچ سکے اور ''منجیات'' کو اپنا کر پروازِ روح کا سفر کرنے کے قابل بن سکے۔

# مہلکات

مہلکات کی پہلی قسم میں تو دس چیزیں ہیں۔

## تکبر

تکبر کی لغوی تعریف:

''الکبرو التکبروالا ستکبار التقارب فالکبر الحالة التی یتخصص بها الانسان اعجابه
بنفسه وذلك ان یری الا نسان نفسه اکبر من غیره''

کبر، تکبر اور استکبار معنی کے لحاظ سے ایک دوسرے کے قریب ہیں لہٰذا کبر ایک ایسی حالت ہے کہ انسان جس کی
وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا اور ممتاز سمجھتا ہے اور اس صفت کیساتھ مخصوص بن جاتا ہے۔

روحانیت کے طالب علم کے لئے لازمی ہے کہ وہ تکبر سے جہاں تک ہو سکے بچے۔ بعض اوقات تکبر کرنے
والے دراصل احساسِ کمتری کا شکار ہوتے ہیں، لوگوں پر یہ جتا کر کہ وہ ان سے بہتر ہیں اپنی اس حس کی تسلی کرتے ہیں۔ ان
کے ذہن میں یہ شک گھسا ہوتا ہے کہ لوگ انہیں بیوقوف یا ادنیٰ سمجھتے ہیں۔ اس لیے وہ اسے جتا کر اپنا شک دور کرنے میں
لگے رہتے ہیں۔ لوگوں میں عاجزی و انکساری سے رہیں روحانی سالک کو اسی کا حکم ہے۔

سب انسان آدم کی اولاد ہیں، سب ایک برابر ہیں، کیسا تکبر اور کیسا غرور۔ روحانیت کے طالب علم کے لیے

سب سے بہتر یہ ہے کہ لوگوں کی رائے کی بالکل پروانہ کرے۔خود کسی سے زیادتی نہ کرے مگر لوگ چاہے اسے بُرا کہیں یا اچھا اس کو اس کی کوئی پروانہیں ہونی چاہیے۔انسان کا نفس ہزار طریقے سے روحانی طالب علموں کا راستہ روکتا ہے کسی سے تعریف سننا اور اس پر خوش نہ ہونا بڑا مشکل ہے۔لیکن پھر بھی چاہیے۔اس کی پروانہ کرے ورنہ پھر لوگوں کی خوشی ناخوشی کے چکر میں ہی پڑا رہے گا۔

بابا فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں۔اگر ساری خلقت کو دشمن بنانا چاہتے ہو تو متکبر بن جاؤ۔

تکبر تین قسموں پر مشتمل ہوتا ہے۔

## تکبر خدا کے مدِ مقابل

خدا کی عبادت اور اطاعت سے تکبر کرنا یعنی خدا کے سامنے جھکنے سے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھنا، یہ تکبر موجب کفر بنتا ہے سورہ بقرہ کی یہ آیتِ مجیدہ اس حوالے سے قابلِ غور ہے۔

"اَبٰی وَ اسْتَکْبَرَ وَ کَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ "(بقرہ:34)

اس نے انکار اور غرور سے کام لیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

ابلیس ایک سجدہ کے انکار سے کافر ہو گیا تو مستقل سجدہ کو ترک کرنے والوں کا انجام کیا ہوگا؟ اس نکتہ پر ہر صاحبِ شعور کو غور کرنا چاہیے۔

خدا نے ابلیس سے "انکار" کی وجہ پوچھی۔

قَالَ یٰاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ (سورہ ص:75)

تو خدا نے کہا کہ اے ابلیس تیرے لئے کیا شے مانع ہوئی کہ تو نے اسے سجدہ کرنے سے انکار کیا جسے میں نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا ہے،تو نے غرور اختیار کیا یا تو عالین میں سے ہو گیا ہے۔

شیطان کی 6 ہزار سالہ عبادت ایک غرور میں فنا ہو گئی۔

اس آیت میں عالین آیا ہے اس سے مراد کیا ہے؟

## لفظ عالین کی تشریح

ایک روایت میں ابو سعید الخدری بیان کرتے ہیں: ہم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے کہ اتنے میں ایک شخص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور آیا اور عرض کی، مجھے اس آیت سے متعلق بتا دیجئے کہ جس میں خداوندِ عالم نے ابلیس سے فرمایا:

اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ

یہ کون لوگ ہیں جو ملائکہ مقربین سے بھی افضل اور اعلیٰ ہیں؟ جواب میں پیغمبر اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" اناوعلی و فاطمة والحسن الحسين"

عالین سے مراد میں، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ ہیں

ہم عرش کے گرد تسبیح پڑھتے تھے ملائکہ نے ہم سے تسبیح کرنا سیکھی اور خدا کی تسبیح کی۔یہ آدم کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے کی بات ہے۔جس وقت خدا نے آدم علیہ السلام کو خلق کیا ملائکہ کو حکم ہوا کہ آدم علیہ السلام کے لیے سجدے کریں یہ حکم نہیں ہوا مگر ہمارے لئے! ابلیس کے سوا باقی تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ابلیس نے تکبر کیا خدا نے اسے فرمایا:

"قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ "

اے ابلیس تیرے لئے کیا شے مانع ہوئی.................. یا تو واقعاً بلند لوگوں میں سے ہے۔یعنی تم بھی ان لوگوں کی طرح ہو (کہ جن کے نام سرادق عرش پر لکھا ہے)۔

"فَنَحْنُ بَابُ اللّٰهِ الَّذِی یُؤْتٰی مِنْهُ وَ بِنَا یَهْدِی الْمُهْتَدُوْنَ"

ہم خدا کے دروازے ہیں کہ جس دروازے سے وہ عطا کرتا ہے، ہماری وجہ سے ہدایت پانے والے، ہدایت پاتے ہیں اور جو ہم سے محبت کرتے ہیں خدا بھی ان سے محبت کرتا ہے،اور جو ہم سے بغض رکھتے ہیں خدا بھی اُن سے بغض رکھتا ہے اور انہیں جہنم میں دھکیل دیتا ہے۔اور حدیث کے آخر میں فرمایا:

"وَلَا یُحِبُّنَا اِلَّا مَنْ طَابَ مَوْلِدُهٗ"

ہمیں دوست نہیں رکھتا مگر وہ کہ جس کی ولادت پاکیزہ ہو۔

## تکبر انبیا و اولیا کے مدِ مقابل

فرعون اور اس کے ساتھی، موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کی نسبت کہتے ہیں۔

"فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ"

تو ان لوگوں سے کہہ دیا کہ کیا ہماری قوم ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئی جبکہ ان کی قوم خود ہماری پرستش کر رہی ہے۔

جنگِ بدر میں مسلمانوں کی طرف سے عمرو بن جموح اور کفار کی طرف سے ابوجہل میدان میں نکلے، دونوں کا میدانِ جنگ میں آمنا سامنا ہوا۔عمرو نے ابوجہل کی ران پر ایک ضرب لگائی اور ابوجہل نے عمرو کے ہاتھ پہ ضرب لگائی کہ جس کی وجہ سے عمرو کا ہاتھ جدا ہو کر پوست سے آویزاں ہوا۔عبداللہ بن مسعود یہ منظر دیکھ کر ابوجہل کی طرف بڑھے اور ابو جہل اس وقت خون میں غوطہ کھا رہا تھا۔ابوجہل کے قریب آ کر کہا "خدا کا شکر ہے کہ جس نے تجھے ذلیل کیا۔ابوجہل یہ سن

کر بول اٹھا خدا تجھے ذلیل کرے۔ ابن مسعود کہتے ہیں:

اس وقت میں اس کے سینہ پر چڑھا ابوجہل یہ دیکھ کر بول اٹھا۔ افسوس اے کاش ابو طالبؑ کا کوئی [illegible] کر دیتا کہ نہ تم جیسا چرواہا! تم ایک بلند جگہ پر چڑھے ہو۔ اب اگر تم میرا سر میرے بدن سے جدا کرنا چاہو [illegible] سے جدا کرو تا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے اصحاب کی نظروں میں ہیبت طاری کر سکوں۔ عبداللہ بن مسعود [illegible] دیتے ہیں کہ ''اگر یہی بات ہے تو پھر میں تیرے منہ اور ہونٹ سے جدا کروں گا تا کہ تو پست اور ذلیل نظر آئے اور [illegible] دے۔''

## تکبر لوگوں کے مدِ مقابل

جیسے: يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْ لَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ (سورۂ سبا:31)

اور جن لوگوں کو کمزور سمجھ لیا گیا ہے وہ اونچے بن جانے والوں سے کہیں گے کہ اگر تم درمیان میں نہ آگئے ہوتے تو ہم صاحبِ ایمان ہو گئے ہوتے۔

## عبرتناک واقعہ

اب یہاں ایک عبرتناک واقعہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں پیش آیا نقل کرتا ہوں۔ [illegible] اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک ثروتمند شخص، لباسِ فاخرہ پہن کر دربارِ رسالت میں آیا اور بیٹھ گیا۔ تھوڑی [illegible] گزری تھی کہ ایک فقیر داخل ہوا اور اسی ثروتمند کے پہلو میں جا بیٹھا۔ ثروتمند شخص نے یہ دیکھ کر اس سے کچھ فاصلہ کھینچ لیا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھ کر ثروتمند شخص کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

''کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ کہیں تیری دولت کم نہ ہو جائے اور اسے ملے؟ کہا نہیں۔ فرمایا پھر کیا تم اس لئے ڈرے کہ کہیں تیرا لباس کثیف نہ ہو جائے؟ عرض کی نہیں یا رسول اللہ یہ بات بھی نہ تھی۔ فرمایا پھر کیوں تم نے فقیر کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ کہا میرا نفس ہر اچھے کام کو برا اور برے کام کو اچھا دکھاتا ہے۔ اور میں اپنی اس بدسلوکی کی وجہ سے اپنے مال کا نصف حصہ اس فقیر کو دے دیتا ہوں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقیر سے پوچھا کیا تمہیں یہ قبول ہے؟ فقیر نے جواب دیا نہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیوں؟

فقیر نے عرض کی ''ڈرتا ہوں کہ کہیں میں بھی اس کی طرح تکبر میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔''

## ''تکبر'' قرآن کی نظر میں

سورۂ مومن میں ارشاد ہوا:

''اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ'' (سورۂ مومن:60)

ترجمہ: اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

سورۂ نساء نے آواز دی:

''فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا'' (سورۂ نساء:173)

ترجمہ: ''اور جن لوگوں نے تکبر سے کام لیا ہے ان پر دردناک عذاب کرے گا۔''

آگے اسی سورہ میں پھر متکبرین کے بارے میں خالق نے یہ الفاظ استعمال کیے

'' وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا'' (سورۂ نساء:173)

ترجمہ: اور انہیں خدا کے علاوہ نہ کوئی سرپرست ملے گا اور نہ کوئی مددگار۔

آخرت میں متکبرین کے انجام کا قرآن نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

''لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ'' (سورۂ اعراف:40)

ترجمہ: ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے۔

ان آیاتِ مجیدہ سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ متکبر خدا کی بارگاہ میں کس قدر مغضوب ہے۔

# حسد

## حسد کی تعریف

اَلْحَسَدُ تَمَنّٰی زَوَالِ نِعْمَةٍ عَنْ مُسْتَحَقٍّ لَهَا

مستحق نعمت سے نعمت کے زائل ہونے کی آرزو کرنے کو حسد کہتے ہیں۔

خداوند عالم نے اپنے حبیب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسد سے اور حاسدین کے شر سے خدا کی پناہ لینے کا حکم دیا ہے۔

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (فلق:5)

ترجمہ: ''اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب بھی وہ حسد کرے۔''

حسد کا شمار انسان کی روح کو داغدار کرنے والے بڑے مفسدات میں ہوتا ہے۔ حسد کے روحانی فسادات کی نشاندہی کرتے ہوئے سرکار پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَسَدُ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (مشکوٰۃ الانوار، ص310)

ترجمہ: ''حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔''

ایک اور جگہ سرکار پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’کہ انسان کے دل میں حسد اور ایمان اکٹھے نہیں رہ سکتے۔‘‘

جتنا بیوقوف انسان ہوگا اتنا ہی حاسد ہو سکتا ہے۔ لیکن عقلمند بھی اس کمزوری سے مبرا نہیں، یہ انسانی فطرت میں شامل ہے۔

بابا فرید گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ:

اگر آسودگی چاہتے ہو تو حسد مت کرو۔

حسد کے بارے میں ایک بات آپ کو یہ بھی معلوم ہونی چاہیے کہ حسد کرنا تو غلط اور گناہ ہے ہی مگر حسد کرانا بھی اس سے کم نہیں ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک آدمی مالی طور پر بہت ترقی کر گیا ہے اور وہ اپنے قرابت داروں اور ساتھیوں کو یہ بتا تا رہے کہ وہ بہت مالدار ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھی عموماً اپنی روزی بمشکل کما رہے ہوتے ہیں۔ ان کو اس بات کی خوشی کم اور حسد زیادہ ہوگا اور دلی طور پر ان کی خواہش یہ ہوگی کہ یہ بھی واپس ہماری طرح ہو جائے۔

اسی چیز کے بارے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ’’اگر تم اچھا اور مہنگا کھانا کھا رہے ہو تو اپنے غریب پڑوسیوں کے سامنے مت کھاؤ‘‘۔ ہم میں سے اکثر لوگ حسد کرنے سے بچ جاتے ہیں مگر اس دوسری طرف کم ہی توجہ دیتے ہیں۔ حسد کا علاج رشک میں ہے جس کی اسلام میں اجازت ہے۔ رشک یہ ہوتا ہے کہ جب بھی آپ کسی زیادہ کامیاب آدمی کو دیکھیں تو اللہ سے کہیں کہ اسے دیا ہے تو مجھے بھی دو (چاہے اس سے زیادہ مانگیں)۔ حاسد کی صحیح مثال اس آدمی سے دی جا سکتی ہے جو کسی آگے بڑھ جانے والے دوسرے آدمی کو دیکھ کر یہ نہیں کہتا کہ وہ دوسرا آگے بڑھ گیا ہے بلکہ اپنے منہ پر ایک زور کا تھپڑ مار کر کہتا ہے کہ میں تو پیچھے رہ گیا ہوں۔ وہ تھپڑ اسے ایک بار نہیں دن میں کئی بار پڑتا ہے (یعنی جتنی بار دن میں وہ حسد کرے گا) پھر یہ آدمی لازمی پیچھے رہنا شروع ہو جائے گا چونکہ منفی اور Pessimistic سوچ کا اس پر غلبہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

مضحکہ خیز حقیقت یہ ہے کہ حاسد ایسا آدمی ہے جو کسی دوسرے شخص کو آگے بڑھتے دیکھ کر بجائے خدا سے مانگے کہ مجھے بھی یہ کامیابیاں دے (یعنی رشک جس کی اسلام میں اجازت ہے) یہ مانگتا ہے کہ اے اللہ اس آگے جانے والے کو بھی پیچھے کھینچ کر میرے برابر کر دے۔ اور جوں جوں وہ یہ سوچ سوچتا ہے، اس کے ڈر کے نتیجے میں اس کی اپنی انرجی دوسرے کو آگے بڑھنے میں مزید مدد کرتی ہے۔ (یہ توانائی اور انرجی کا اصول ہے کہ اسے دبائیں یا کسی چیز سے ڈر جائیں تو یہ الٹا کام شروع کر دیتی ہے۔)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حسد سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے:

’’اِیَّاکُمْ ثَلَاثُ خِصَالٍ ‘‘ (ارشاد القلوب، ج ا ص 255)

ترجمہ: ’’تین خصلتوں سے بچو کیونکہ یہ تین خصلتیں گناہوں کی جڑ ہیں۔‘‘

۱۔ تکبر سے بچو

کیونکہ شیطان نے تکبر کی وجہ سے آدم کو سجدہ نہیں کیا تھا اور خدا نے اس پر لعنت کی اور درگاہِ الٰہی سے نکال باہر

۲۔ لالچ سے بچو

’’کیونکہ لالچ ہی نے آدم کو درختِ ممنوعہ کا پھل کھانے پر مجبور کیا۔‘‘

۱۔ حسد سے بچو

’’کیونکہ قابیل نے حسد ہی کی وجہ سے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا‘‘

# حسد اور اقوالِ صوفیا

☆ بعض صوفیا کہتے ہیں کہ حسد کرنے والا شخص دراصل انکار کرنے والا ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا۔

☆ کہتے ہیں کہ حسد کرنے والا کبھی سرداری نہیں لے سکتا۔

☆ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ (اعراف:33) (فرما دیجئے میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں، جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ’’ما بطن‘‘ سے مراد ’’حسد‘‘ ہے۔

ایک (آسمانی) کتاب میں ہے کہ ’’حاسد‘‘ میری نعمتوں کا دشمن ہوتا ہے۔

☆ حضرت اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سو بیس سال کی عمر کا ایک بدو دیکھا تو پوچھا: کتنی لمبی عمر ہے تمہاری؟ اُس نے کہا: چونکہ میں نے حسد چھوڑے رکھا اس لئے میں بچ گیا۔

☆ حضرت ابن مبارکؒ نے فرمایا: اس اللہ کا شکر ہے جس نے میرے امیر کے دل میں وہ بات ڈالی جو مجھ سے حسد کرنے والے کے دل میں ڈال رکھی ہے۔

☆ ایک حدیث میں آیا ہے کہ پانچویں آسمان میں ایک فرشتہ ہے کہ بندے کے ’’سورج کی روشنی‘‘ جیسے اعمال اس کے قریب سے گزرتے ہیں تو وہ کہتا ہے، ٹھہر جاؤ کیونکہ میں فرشتہء حسد ہوں لہٰذا میں اسے حاسد کے منہ پر ماروں گا۔ کیونکہ یہ حاسد ہے۔

☆ کہا جاتا ہے کہ حسد کرنے والا شخص ایسا ظالم اور غاصب ہوتا ہے جو نہ تو کسی چیز کو بچنے دیتا ہے اور نہ [illegible]
دیتا ہے۔

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ میں نے آج تک ایسا ظالم نہیں دیکھا جو حاسد سے بڑھ کر مظلوم [illegible]
مشابہت رکھتا ہو، کیونکہ حاسد ہمیشہ غم میں رہتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حاسد کی علامات میں سے ہے کہ وہ سامنے آنے پر چاپلوسی شروع کر دیتا ہے، [illegible]
انسان چلا جائے تو پھر چغلی شروع کر دیتا ہے اور جس سے حسد رکھتا ہے اُس پر مشکلات آئیں تو [illegible]
خوشی مناتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی میں تمہیں سات چیزوں کے
بارے میں وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، میرے نیک بندوں کی غیبت کبھی نہ کرنا اور نہ ہی میرے نیک
بندوں سے کبھی حسد کرنا، اتنا سنتے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے یہی
نصیحتیں کافی ہیں۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرشِ الٰہی کے قریب ایک شخص کو دیکھا تو رشک کیا اور پھر پوچھا کہ اس
میں کیا صفت پائی جاتی ہے؟ چنانچہ کہا گیا کہ یہ ان لوگوں پر حسد نہیں کرتا تھا جنہیں اللہ نے اپنے فضل و مہربانی
سے نوازا تھا۔

☆ کہتے ہیں کہ حاسد کسی میں نعمت کو دیکھتے ہی مبہوت و پریشان ہو جاتا ہے لیکن جب کسی میں غلطی دیکھتا ہے تو
اسے خوشی ہوتی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ اگر حاسد سے بچنا چاہتے ہو تو ایسے کام کرو جن میں شبہ پڑ جائے۔

☆ کہتے ہیں کہ جس شخص میں کوئی گناہ نہیں ہوتا، حاسد اس پر غضبناک ہوا کرتا ہے اور ایسی چیزوں میں بھی بخل
دکھانے لگتا ہے جن کا وہ مالک بھی نہیں ہوتا۔

☆ کہا جاتا ہے کہ جو شخص تم پر حسد کرتا ہے اس سے دوستی میں تھکنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تمہاری کسی بات کو اچھا
نہیں مانے گا۔

☆ کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ کسی پر بے رحم دشمن مسلط کر دے تو اس پر حاسد کو مسلط کر دیتا
ہے۔ چنانچہ یہ شعر اسی موقع پر پڑھتے ہیں۔

''کسی بھی شخص کے لئے یہ بات ایک حادثہ سے کم نہیں کہ اس کے حاسد بھی اس پر رحم کھانے لگیں۔''

یہ شعر بھی کہتے ہیں۔

''ہر دشمنی کے بارے میں یہ امید رکھی جاسکتی ہے کہ وہ ختم کر دی جائے گی لیکن حسد کی بنا پر تم سے دشمنی رکھنے
والے کی دشمنی ختم نہ ہو سکے گی۔''

# غیبت

## غیبت کی تعریف

'' اَلْغِیْبَۃ اَنْ تَذْکُرَ اَخَاكَ مِن وَرَائِه بِمَا فِیْهِ مِنْ عُیُوْبٍ یَسْتُرْهَا وَیَسُوْؤُہُ ذِکْرَهَا''

غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کی پیٹھ پیچھے اُن عیوب کو کہ جنہیں وہ پوشیدہ رکھتا ہے اور ان کے فاش ہونے کو پسند
نہیں کرتا' اُسے تو بیان کرے۔

## غیبت احادیث کی روشنی میں

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''اِیَّاکُمْ وَالْغِیْبَةَ فَاِنَّ الْغِیْبَةَ اَشَدُّ مِنَ الزِنَا، ثُمَّ قَال، اِنَّ الرّجُلَ یَزْنِی ثُمَّ یَتُوْبُ، فَیَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِ،
وانَّ صَاحِبَ الْغِیْبَةِ لَا یُغْفَر لَهُ حَتّٰی یَغْفِرُ لَهُ صَاحِبُه''

تم غیبت سے بچو! یقیناً غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔ پھر فرمایا: آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے اور خدا اس کی
توبہ قبول فرماتا ہے لیکن جو شخص غیبت کرتا ہے خدا بھی اسے معاف نہیں کرتا جب تک کہ وہ شخص کہ جس کی غیبت ہوئی ہے
معاف نہ کرے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اَلْمُغْتَاب وَالْمُسْتَمِع شَرِیْکَانِ فِی الْاِثْم''

''غیبت کرنے والا اور غیبت کے سننے والا دونوں گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔''

ایک اور جگہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تُحَرَّمُ الْجَنَّةُ عَلٰی ثَلَاثَةٍ عَلَی الْمَنَّان وَ عَلَی الْمُغْتَاب وَعَلی مُدْفن الْخَمْر''

جنت تین گروہوں پر حرام ہے۔

1۔ احسان جتانے والا 2۔ غیبت کرنے والا 3۔ شراب پینے والا

اسی طرح ایک جگہ اور سرکار پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

'' عَذَابُ الْقَبْر مِن النَّمِیْمَة وَ الْغِیْبَة وَالْکِذْب''

چغل خوری، غیبت اور جھوٹ عذابِ قبر کا باعث بنتے ہیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''الغِیبة اَسْرَعُ فی دِین الرجل من الا کلته فی جوفه''

غیبت کرنا جسمِ انسانی کے اندر کوڑھ کی بیماری سے زیادہ تیزی سے ایک شخص کے دین پر اثر انداز ہوتا ہے۔

حضرت سعید بن جبیرؓ سے مروی سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی قابلِ غور ہے۔
پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزِ قیامت ایک شخص کو حساب و کتاب کے مقام پر لائیں گے اور اس کا نامۂ اعمال اسے دیں گے اور وہ اس میں اپنے نیک اعمال نہیں پائے گا تو کہے گا: اے میرے خدا یہ نامۂ اعمال میرا نہیں ہے کیونکہ میں اس میں اپنے نیک اعمال نہیں دیکھتا تب اس سے کہا جائے گا تیرا پروردگار نہ گمراہ ہوتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ تیرے اعمال لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے ختم ہو گئے۔ پھر دوسرے شخص کو لایا جائے گا اور اس کا نامۂ اعمال اسے دیں گے وہ اس میں بہت زیادہ نیک اعمال دیکھے گا تو کہے گا۔ اے میرے خدا! یہ میرا نامۂ اعمال نہیں ہے کیونکہ میں نے یہ نیک اعمال انجام نہیں دیئے تو اس سے کہا جائے گا۔ فلاں شخص نے تیری غیبت کی تھی جس کی وجہ سے اس کے نیک اعمال تیرے نامۂ اعمال میں لکھ دیئے گئے ہیں۔
پیغمبر اکرمؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے معراج کی رات جہنم میں ایک ایسا گروہ بھی دیکھا کہ جو مردار کھا رہا تھا۔
آپؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا:
یہ وہ لوگ ہیں کہ جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں یعنی دنیا میں غیبت کرتے ہیں۔

# غیبت کے بارے میں اقوالِ صوفیا

☆ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کو ایک دعوت پر بلایا گیا تو آپ پہنچ گئے۔ لوگوں نے نہ آنے والے ایک شخص کا ذکر چھیڑتے ہوئے کہا کہ کیا وہ زیادہ بوجھل ہے؟ یہ سن کر حضرت ابراہیمؒ نے کہا: یہ معاملہ (غیبت سننے کا کام) میرے نفس کی وجہ سے سرزد ہو گیا ہے کہ میں ایسے مقام پر آیا ہوں جہاں لوگ غیبت کر رہے ہیں۔ یہ کہہ کر وہاں سے نکل گئے اور تین دن تک کھانا نہیں کھایا۔

☆ حضرت سفیان ثوریؒ سے قول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''اللہ تعالیٰ اس گھرانے کے موٹے تازے لوگوں کو ناپسند کرتا ہے'' کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''یہ فرمان ان کے بارے میں ہے جو لوگوں کی غیبت کرتے تھے اور ان کا گوشت کھاتے تھے۔''

☆ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے ہاں غیبت کا ذکر چھڑا تو آپ نے فرمایا:
''اگر میں کسی بھی شخص کی غیبت کرنا چاہوں تو اپنے والدین کی کروں گا کیونکہ میری نیکیوں کے سب سے زیادہ حقدار وہی ہیں۔''

☆ حضرت یحییٰ بن معاذؒ نے فرمایا:
کہ مومن کے حصے تین خصلتیں آنی چاہئیں:
(1) تجھے اس کی تعریف اچھی نہیں لگتی تو برائی بھی نہ دو
(2) اگر اسے خوش نہیں کر سکتے تو غمگین بھی نہ کرو۔
(3) اگر اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتے تو نقصان بھی نہ دو۔

☆ حضرت جنید بغدادیؒ نے بتایا کہ میں مسجد شونیزیہ میں بیٹھا ایک جنازے کا انتظار کر رہا تھا کہ نمازِ جنازہ پڑھ سکوں۔ ادھر اہلِ بغداد بھی اپنے اپنے مقام پر بیٹھے انتظار میں تھے، اسی دوران میں نے ایک فقیر دیکھا اُس پر عبادت کی علامات تھیں اور وہ لوگوں سے مانگ رہا تھا۔ میں نے دل میں کہا کاش یہ شخص کاروبار کرتا اور ان لوگوں سے اپنے آپ کو بچاتا۔
فارغ ہو کر میں گھر پہنچا۔ رات کو وظیفہ کرنا تھا یعنی روزانہ کا کام اور نوافل وغیرہ مگر یہ بوجھل معلوم ہوئے۔ میں نے وہیں بیٹھے صبح کر دی۔ ادھر مجھے نیند آ گئی تو خواب میں وہی فقیر دیکھا جسے ایک لمبے خوان پر لایا گیا اور مجھ سے کہنے لگے کہ اس کا گوشت کھالو کیونکہ تم نے اس کی غیبت کی تھی۔ اب مجھ پر حال کھلا تو میں نے کہا میں نے زبانی غیبت تو کی نہ تھی صرف دل ہی میں تو خیال کیا تھا۔ اس پر مجھے کہا گیا کہ تم ان لوگوں میں سے تو شمار نہیں ہوتے جن کی ایسی باتیں بھی پسند کر لی جائیں، جاؤ اور اس سے معافی مانگو۔
صبح ہو چکی تھی۔ مسلسل اسے تلاش کرتا رہا تھا حتیٰ کہ اسے اس مقام پر دیکھا جہاں پانی کی زیادتی کے سبب سبزی کے گرنے والے پتوں کو چن رہا تھا جو دھوتے وقت گرے تھے۔ میں نے اسے سلام کیا تو اس نے کہا۔ اے ابوالقاسم! اب پھر دوبارہ ایسا کرو گے؟ میں نے کہا نہیں کروں گا۔ اس پر اس نے کہا: اللہ ہماری اور تمہاری بخشش فرمائے۔

☆ حضرت ابوجعفر بلخیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں بلخ کا ایک جوان تھا، وہ مجاہدے کرتا اور عبادت کیا کرتا تھا لیکن عادت یہ تھی کہ لوگوں کا گلہ کرتا رہتا اور کہتا فلاں شخص ایسا ہے، فلاں ایسا ہے، ایک دن میں نے اسے دیکھا کہ کپڑے دھونے والے ہیجڑوں کے پاس سے نکلا ہے، میں نے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے یہ سزا لوگوں کی برائی کی وجہ سے ملی ہے کہ جس نے مجھے اس مقام پر پہنچا دیا ہے، میں ان میں سے ایک ہیجڑے پر عاشق ہو گیا ہوں اور اسی کی وجہ سے ان سب کی خدمت کر رہا ہوں۔ میرے سب (نیکیوں کے) احوال ختم ہو گئے۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک ایسا شخص جو غیبت کیا کرتا ہے، اس شخص جیسا شمار ہوتا ہے جس نے منجنیق نصب کر رکھی ہو اور اس سے اپنی نیکیوں کو نشانہ لگا رہا ہو۔ کبھی کسی خراسانی کی غیبت کرتا ہو اور کبھی کسی ترکی کی اور یوں وہ اپنی نیکیاں بکھیر رہا ہوگا اور جب اٹھے تو اس کے پاس کچھ بھی نہ ہوگا۔

☆ صوفیا کہتے ہیں کہ ایک شخص کو اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا وہ اس میں ایسی نیکیاں لکھی دیکھے گا جو اس کے علم

میں بھی نہ ہوں گی۔ چنانچہ کہا جائے گا یہ وہ نیکیاں ہیں جو اس وجہ سے لکھی گئی ہیں کہ لوگوں نے تمہاری غیبت کی تھی اور تمہیں پتہ بھی نہ چل سکا تھا۔

# غصّہ

روحانی طمانیت، ذہنی سکون اور خوش رہنے کے لیے غصّہ سے بچتے رہنے کی بڑی ضرورت ہے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو اپنے غصے کو ضبط کرے۔ ہر ایک سمجھدار آدمی یہ کہتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے غصے سے بچیں کیونکہ غصے کی حالت میں عقل ماری جاتی ہے۔ انسان کچھ بھی کرسکتا ہے جو کہ عام گالی گلوچ سے لے کر کسی کو قتل کرنے تک ہوسکتا ہے، پھر جب غصہ اترتا ہے تو انسان اپنے کئے پر پچھتاتا ہے۔ بقراط کہتا ہے:

''غصہ کبھی کبھی قابل سے قابل انسان کو بھی بے وقوف بنا دیتا ہے۔''

اس کا مرکز دماغ نہیں بلکہ انسان کا دل بیان کیا جاتا ہے۔ اسی طرح دوسرے جذبات جیسے پیار وغیرہ کا مرکز بھی دل ہوتا ہے۔ گو کچھ لوگ پیار بھی دماغ سے ہی کرتے ہیں اور پیار میں بھی ہر وقت نفع نقصان کا ہی سوچتے رہتے ہیں۔ اگر بغور ان لوگوں کے احوال کا مطالعہ کیا جائے تو یہ لوگ قابلِ رحم ہیں۔ اب اس سے بچنے کی ترکیب کیا ہے اور اس کا علاج کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ علاج جس چیز کا بھی کیا جاتا ہے۔ پہلے اس کو سمجھیں کہ اس کی وجہ کیا ہے اور یہ کہاں سے پیدا ہوا ہے؟ پیار اور غصہ عام سطحی دماغ کی پیداوار نہیں بلکہ یہ زیادہ گہرائی سے آتے ہیں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ دل کی پیداوار ہیں اور جب غصہ آتا ہے تو ذہن کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

## غصّہ اور سیرتِ صحابہ کرامؓ

روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ کے غلام نے (جو ان کی بکریاں چراتا تھا) ان کی ایک بکری کی ٹانگ توڑ دی، جب بکریاں ابوذرؓ کے پاس آئیں تو انہوں نے دریافت کیا کہ اس بکری کی ٹانگ کس نے توڑ دی۔ غلام نے کہا میں نے توڑی! اس نے کہا اس لئے کہ آپ کو میرے عمل سے غصہ آئے اور آپ مجھے غصہ میں ماریں اور گنہگار ہوں۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا ''بیشک جب تو مجھے غصّہ پر ابھارے گا تو میں ضرور غصّہ کروں گا! جا تُو آزاد ہے۔''

اسی طرح ایک اور روایت حضرت ابوذر غفاریؓ کے حوالے سے ہی مشہور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوذرؓ اپنے اونٹ کو ایک حوض سے پانی پلا رہے تھے، کچھ لوگوں نے تیزی دکھائی تو وہ حوض ٹوٹ گیا۔ آپ بیٹھ گئے اور پھر لیٹ گئے۔ لوگوں نے پوچھا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ:

''غصہ آجائے تو بیٹھ جایا کرو، اگر زائل ہوجائے تو بہتر ورنہ لیٹ جایا کرو۔''



انجیل شریف میں ہے۔

''اے میرے بندے! تجھے غصہ آجایا کرے تو مجھے یاد کیا کر، کیونکہ پھر میں بھی تمہیں اپنے غصہ کی حالت میں یاد کروں گا۔''

ایک عورت نے حضرت مالک بن دینارؒ سے کہہ دیا کہ اے ریاکار! آپ نے فرمایا اے فلاں عورت! تم کو تو میرا وہ نام معلوم ہو گیا ہے جو بصرہ میں کسی کو معلوم نہیں ہے۔

## تین نمایاں چیزیں

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا تین ایسی چیزیں ہیں جو تین افراد ہی کے پاس ہوا کرتی ہیں۔

(1) انسان کی بردباری کا پتہ چلتا ہے تو صرف غصّہ کی حالت میں۔

(2) انسان کی بہادری جنگ کرنے ہی پر معلوم ہوسکتی ہے۔

(3) ضرورت پڑے تو بھائی کے پیار کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی ''الٰہی! میرا ایسا وصف بیان نہ کیا جائے جو میرے اندر موجود نہ ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے موسیٰ! یہ بات تو تم نے میری خاطر کی ہے تو میں تمہاری خاطر اسے کیوں کروں گا؟

حضرت یحییٰ بن زیاد حارثہ کا ایک بداخلاق اور بدتمیز غلام تھا۔ اُس کے بارے میں آپ سے کہا گیا کہ یہ غلام آپ نے کیوں رکھا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بردباری سیکھنے کے لیے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً (سورۂ لقمان:20)

اللہ تعالیٰ نے کثیر تعداد میں تمہیں اپنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔

اس حوالے سے عُرفاء کہتے ہیں کہ ظاہر نعمتیں یہ ہیں کہ ہر چیز کو اللہ نے ایک خاص صورت میں پیدا فرمایا ہے اور باطنی نعمتوں کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں اخلاق سے مزین کیا جائے۔

حضرت فضیلؒ نے فرمایا: ایک فاجر و فاسق مگر اچھے اخلاق والے کو میں عبادت گزار بدخلق کے مقابلے میں اچھا سمجھتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ رواداری سے لوگوں کی ناقص باتوں کو برداشت کرنا اچھے خلق کی علامت ہے۔

## غضب اور غصّہ وقار اور حلم کو برباد کرتے ہیں

وقار اور حلم کا برباد کرنے والا غیظ وغضب ہے اور اس کے باعث انسان عدل وانصاف کی حدوں سے گزر کر ظلم و ستم تک پہنچ جاتا ہے۔ غضب کے باعث دل کا خون جوش مارنے لگتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص اپنے سے بالاتر پر غصہ کرتا ہے جس پر وہ اپنی بھڑاس نہ نکال سکے تو غیظ وغضب سے جوش مارنے والا خون باہر کی جلد سے آکر دل میں جمع ہو جاتا ہے۔ اور

اس سے غم اور حزن کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اندوہ نہانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ صوفی ایسی لغویت کی طرف توجہ نہیں دیتا
(پس ان پر رنج کرنا بیکار ہے) صوفی تسلیم و رضا کا پیکر ہے اس کو اطمینان و یقین حاصل ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے غیظ و غضب اور غم و حزن کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا دونوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے صرف تعبیر کا اختلاف ہے۔ یعنی اگر طاقت ور کمزور سے جھگڑا کرتا ہے تو غیظ و غضب ظاہر ہو جاتا ہے اور اگر اپنے سے زیادہ طاقت والے سے اس کا جھگڑا ہے تو وہ اپنے اس غضب کو غم کی شکل میں چھپا لیتا ہے۔ حزن بھی ایک قسم کا غضب ہے مگر یہ اس وقت ظہور میں آتا ہے جب کوئی دوسرا شخص اس پر غیظ و غضب کرتا ہے (یہ شخص مغضوب و معتوب ہو) اور اگر کسی کو اپنے ایسے برابر والے پر غصہ آئے جس سے انتقام لینے میں تردد ہو تو اس صورت میں کینہ پیدا ہو جاتا ہے (جذبہ انتقام کینہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے)۔ صوفی کا قلب اس کینہ سے پاک و صاف ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ" (سورۃ الحجر:47)

ترجمہ: "ہم نے ان کے سینوں سے کینے کو نکال لیا۔"

## غصہ اور اس کا علاج

اس کا علاج کرنے کے دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ تو عام لوگوں کو معلوم ہے کہ آپ غصے کو کنٹرول کریں۔ اس کے لیے آپ کو اپنی قوتِ ارادی استعمال کرنا ہوگی۔ آپ کی قوتِ ارادی جتنی مضبوط ہوگی آپ غصے کو قابو کرنے میں اتنا ہی جلدی کامیاب ہونگے۔ اس کی ایک ترکیب اسلام میں یہ بتائی گئی ہے کہ جب غصہ آئے تو آپ وضو کر لیں تو غصہ غائب ہو جائے گا۔ جو بڑی اچھی ترکیب ہے۔ لیکن اگر غصے ہونا عادت میں شامل ہو جائے تو اس کو ختم کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ جب بھی آپ کو غصہ آئے تو آپ خاموش بیٹھ کر اپنے ذہن میں اس کو محسوس کریں۔ اپنے غصہ کی حالت کی فلم دماغ میں دہرائیں، یہ چیز آپ چند منٹ تک کریں اس میں غصہ کو دبانے کی کوشش نہ کریں بلکہ چپ چاپ اس کو محسوس کریں اور دیکھیں کہ یہ کیا چیز ہے۔ چند بار ایسا کرنے کے بعد آپ کو غصہ آنا بند ہو جائے گا۔

ایسا کرتے وقت اگر آپ یہ تصور کریں کہ غصہ آپ کو نہیں کسی اور کو آ رہا ہے۔ آپ علیحدہ ہیں اور بیٹھے دیکھ رہے ہیں تو نتیجہ اور بھی اچھا نکلے گا۔ لیکن ایسا کرنے میں انسان کو زیادہ یقین کا مالک ہونا چاہیے۔ ہر آدمی کے لیے یہ آسان نہیں حالانکہ یہ ترکیب ہر بری عادت کی اصلاح کے لئے بڑی کامیابی سے استعمال کی جاسکتی ہے۔

آپ جس بری عادت کو ختم کرنا چاہیں تو اس کی بہترین ترکیب یہ ہے کہ ہر روز ایک مخصوص وقت پر پندرہ سے بیس منٹ گوشہ تنہائی میں آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائیں اور خود کو یہ کرتا دیکھیں۔ ایسا دیکھیں کہ جیسے ٹی وی پر فلم دیکھ رہے ہیں۔ دو سے تین ہفتوں میں یہ عادت ختم ہو جائے گی۔

غصہ میں یہ بھی دیکھیں کہ آپ کو جس بات پر غصہ آیا ہے کیا وہ واقعی اہم ہے۔ عموماً ہم چھوٹی موٹی چیزوں پر بلاوجہ ہی ناراض ہو کر اپنی روحانی قوت کو کمزور کرتے رہتے ہیں۔

# بخل

## بخل کی تعریف

هُوَالِاْ مْسَاكُ حَيْثُ يَنْبغِي الْبَذْل، كما انّ الِاْ سْرَاف هُو الْبَذْل حيث يَنْبغِي الا مساك و كِلَاهُمَا مَذْمُومَان والمحمود هو الجُوْد والسَّخَاء.

جن چیزوں کو خرچ کرنا چاہیے انہیں روکنا، جیسے فضول خرچی وہ ہے کہ انسان کو جن چیزوں کو خرچ نہیں کرنا چاہیے انہیں خرچ کر دینا اور یہ دونوں یعنی بخل اور اسراف مذموم ہیں اور جو اچھی اور پسندیدہ چیز ہے وہ بخشش اور سخاوت ہے۔

قرآن مجید اسراف اور بخل دونوں کی مذمت کرتا ہے جیسے

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (سورۃ فرقان:67)

اور یہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ کنجوسی سے کام لیتے ہیں بلکہ دونوں کے درمیان اوسط درجہ کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

بخل کس قدر مذموم صفت ہے اس کا اندازہ ہمیں اس واقعہ سے ہوجاتا ہے۔

"ایک روز ثعلبہ بن حاطب انصاری پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ دعا کیجئے کہ خداوند عالم مجھے ثروت عطا کرے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ثعلبہ! وہ قلیل ثروت کہ جس کے ساتھ خدا کا شکر ادا کر سکے، اُس بڑی دولت سے زیادہ بہتر ہے کہ جس کے ساتھ اس کا شکر ادا نہ کر سکے۔ ثعلبہ وہاں گیا پھر دوبارہ واپس پلٹ آیا اور وہی بات پھر سے دہرائی، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تجھے میری "پیروی" کا پاس نہیں، خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو یہ پہاڑ میرے لئے سونے کا بن جائے گا۔ ثعلبہ وہاں سے چلا گیا پھر تیسری بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہی پرانی بات دہرا دی اور کہا۔

اگر خدا مجھے ثروت دے تو میں ہر حقدار کو اس کا حق نکال کر دے دوں گا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔ خدایا! ثعلبہ کو کچھ مال عطا فرما۔ ثعلبہ نے کچھ بھیڑیں خرید لیں، آہستہ آہستہ بھیڑوں کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ ابتدا میں ثعلبہ پانچ وقت کی نمازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے جماعت سے پڑھا کرتا تھا۔ پھر زیادہ مصروفیت کی وجہ سے صرف ظہر کی نماز پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پڑھنے لگا اور باقی نمازیں چھوٹ گئیں۔ پھر بھیڑوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگئی کہ وہ فقط جمعہ کی نماز پڑھنے مدینہ آتا تھا۔ کچھ دنوں بعد یہ سلسلہ بھی ٹوٹا۔ لیکن جمعہ کے دن وہ گزرگاہ

پہ جاتا اور ہر گزرنے والے سے مدینہ کے حالات دریافت کرتا۔ ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثعلبہ کا حال پوچھا تو بتایا گیا کہ ثعلبہ کے گوسفندوں کی تعداد میں اس قدر اضافہ ہوا ہے کہ اب مدینہ میں ان کے رہنے کی کوئی جگہ میسر نہیں۔

پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: حیف ہے ثعلبہ پر! کچھ مدت بعد زکوٰۃ کی آیت اتری۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ بنی سلیم اور جہینہ سے دو نفر کا انتخاب کر کے انہیں جمع آوری زکوٰۃ کا دستور دیا اور ثعلبہ اور بنی سلیم کے ایک شخص کے نام خط بھی لکھا۔ وہ لوگ ثعلبہ کے پاس گئے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط پڑھ کر سنایا اور زکوٰۃ کی درخواست کی۔ ثعلبہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر کہا: یہ جزیہ ہے یا شبہِ جزیہ ہے (جو کفار اسلامی ملک میں زندگی بسر کریں اسلام ان سے جزیہ لینے کا حکم دیتا ہے) فی الحال چلے جاؤ۔ دوسروں سے لینے کے بعد دوبارہ آنا۔

یہ لوگ بنی سلیم کے ایک شخص کے پاس گئے جب وہ حالات سے باخبر ہوا تو بہترین اونٹوں کا انتخاب کر کے زکوٰۃ میں دے دیئے۔ اسے کہا گیا تجھے بہترین اونٹوں کا انتخاب کر کے دینے کا حکم نہیں دیا تھا؟ اس نے جواب دیا میں نے اپنی مرضی سے ایسا کیا ہے۔ اور لوگوں سے بھی زکوٰۃ لی۔ پھر دوبارہ ثعلبہ کے پاس پلٹ کر گئے۔ ثعلبہ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط مانگا اور خط پڑھنے کے بعد پھر وہی جواب دھرایا کہ ابھی جاؤ میں سوچوں گا۔ یہ جزیہ ہے یا شبہ جزیہ ہے۔

یہ لوگ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لوٹ کر آئے۔ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا سارا قصہ نقل کرنے سے پہلے ہی فرما دیا۔ افسوس اور حیف ہے ثعلبہ پر۔ اور بنی سلیم کے شخص کے حق میں دعا کی۔ مامورینِ زکوٰۃ نے سارا قصہ آپ کو سنایا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ ءَ اتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَلَمَّآ ءَ اتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ (سورۂ توبہ: 75‘75)

ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے خدا سے عہد کیا کہ اگر وہ اپنے فضل وکرم سے عطا کر دے گا تو اس کی راہ میں صدقہ دیں گے اور نیک بندوں میں شامل ہو جائیں گے۔ اس کے بعد جب خدا نے اپنے فضل سے عطا کر دیا تو بخل سے کام لیا۔ یہ آیت ثعلبہ کے لیے نازل ہوئی۔ (اسد الغابہ ج اص 237‘238)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: ''بندہ مومن کے دل میں ایمان اور بخل دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔''

# لالچ

روحانیت میں لالچ کو ختم کرنے پر بڑا زور دیا گیا ہے۔

مہاتما بدھ کے الفاظ ہیں کہ ''جب نفرت لالچ اور کینہ کی آگ بجھ جاتی ہے تو انسان کو نروان (دائمی سکون) مل جاتا ہے'' لالچ کی کوئی حد نہیں ہوتی انسان لالچ کے چکر سے کم ہی بچ سکتا ہے۔ لالچ مختلف قسم کا ہوتا ہے کسی کو روپے پیسے کا لالچ ہوتا ہے، کسی کو طاقت وعہدے کا، کسی کو تعریف سننے کا، کسی کو جنسِ مخالف کا، کسی کو لوگوں کی توجہ ملنے کا۔

دنیا میں تقریباً ہر آدمی میں کسی نہ کسی قسم کا لالچ موجود ہوتا ہے، گویا مادی دنیا میں آپ کو ہر چیز کی ایک نہ ایک حد تک ضرورت ہوتی ہے لیکن ضرورت کی بھی ایک حد ہے۔ اس کے بعد سب چیزیں لالچ میں آجاتی ہیں۔

ایک دلچسپ محاورہ ہے کہ جب تک لالچ زندہ ہے ٹھگوں کو کوئی فکر نہیں۔

اسلام میانہ روی کا مذہب ہے، آپ کو اس دنیا میں رہنا ہے، تیاگِ دنیا کی اجازت نہیں ہے۔ ہر چیز کی آپ کو ضرورت ہے لیکن طمع کسی چیز میں مت کریں۔ روحانیت میں بڑا خطرہ لوگوں کی تعریف وتکریم سننے کا ہوتا ہے، یہ بھی ایک لالچ ہوتا ہے جب آپ کو کوئی مادی چیز ملتی ہے تب یا تو انسان کو اس کے کھو دینے کا خوف رہتا ہے یا اس کا لالچ بڑھ جاتا ہے کہ مزید ملے۔ اس لیے دوسرے مذاہب کے رحانیت والوں نے اس کی جڑ ہی کاٹ دی کہ کچھ پاس مت رکھو۔ کوئی خواہش ہی نہ رکھو تا کہ انسان ان لالچوں سے آزاد رہے۔

لیکن اسلام کی روحانیت میں حکم یہ ہے کہ سالک کو چاہیے کہ کسی چیز سے اتنا پیار بھی نہ کرے کہ اس کے کھونے کا افسوس ہو۔ جب بھی کسی چیز کا لالچ ہوتا ہے تو اگر وہ مل جائے تو کسی وجہ سے اسے کھونے کا ڈر رہتا ہے اور جس چیز سے ڈرو وہی ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں لالچ کے لیے ہلوع کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسا کہ خالق نے سورہ معارج میں ارشاد فرمایا

''اِنَّ الْاِنسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا'' (سورہ معارج: 19)

ترجمہ: بے شک انسان بڑا لالچی پیدا ہوا ہے۔

''ہلوع مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کے معنی بہت زیادہ لالچی ہونے کے ہیں۔''

لالچ انسان کو غلام بناتا ہے اور یہ انسان کو دونوں جہان میں رسوا کرتا ہے۔ اس حقیقت کو اس واقعہ سے سمجھا جا سکتا ہے۔

ایک روز حجاج بن یوسف ثقفی بازار میں گشت کر رہا تھا۔ ایک دودھ فروش کو دیکھا کہ جو خود ہی سے کچھ بول رہا تھا۔ حجاج ایک طرف کھڑا ہوا اور اس کی باتیں چپکے سے سننے لگا جو یہ کہہ رہا تھا ''اس دودھ کو بیچوں گا، اس کی قیمت اس قدر ملے گی اور اس طرح آئندہ جو کاروبار کروں گا یعنی دودھ بیچوں گا اس کی قیمت اور اس کے پیسے سے ایک بھیڑ خرید لوں گا، پھر اس کے دودھ سے بھی فائدہ اٹھاؤں گا باقی پیسہ جمع کر کے ایک دن سرمایہ دار بن جاؤں گا۔ یہاں تک کہ ایک حساب معین کر کے یہاں تک پہنچا کہ کچھ سالوں کے بعد ایک بڑا سرمایہ دار بن جاؤں گا اور بہت سارے بھیڑ، بکری اور گاؤں کا مالک بنوں گا۔ اس وقت حجاج بن یوسف سے بیٹی کی خواستگاری کروں گا۔ حجاج کی بیٹی سے شادی کے بعد ایک باوقار آدمی بن جاؤں گا۔ اگر کسی دن حجاج کی بیٹی نے میرا کہنا نہ مانا تو میں اس کو پاؤں کے ساتھ ایسی ٹھوکر ماروں گا کہ اس کے دانت گرا دوں گا۔ یہ کہہ کہ پاؤں اٹھایا اور پاؤں دودھ کے برتن سے جالگا جس کی وجہ سے سارا دودھ زمین پر بہہ گیا''۔

اتنے میں حجاج سامنے آیا اور اپنے دو سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے لٹایا جائے اور سو کوڑے مارے جائیں۔ دودھ فروش کہ جو خیالی پلاؤ پکا رہا تھا کہ وہ ابھی آرزو کے محل کے گرنے سے رنجیدہ تھا۔ حجاج سے پوچھتا ہے کہ بے گناہ مجھے کیوں مارتے ہو؟ حجاج جواب دیتا ہے کہ ایسا نہیں تھا کہ میری بیٹی کو لیتے تو اسے اس طرح ٹھوکر مارتے کہ اس کے دانت ٹوٹ جاتے؟ ابھی اس (خالی) ٹھوکر کے بدلے میں سو (حقیقی) کوڑے کھاؤ۔

# ریاکاری

روح کو داغ دار اور بیمار کرنے والی ایک خطرناک بیماری جو انسان کے دین و ایمان کو ختم کر دیتی ہے "ریا ہے"۔

بہت کم لوگ اس بیماری سے بچ نکلتے ہیں اور معاشرے کے بیشتر افراد اس مہلک بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں سورہ ماعون میں خالق نے اس بیماری کی نشاندہی کرتے ہوئے ارشاد فرما رہا ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاءُ وْنَ

ترجمہ: تو تباہی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں اور دکھانے کے لیے عمل کرتے ہیں۔

لفظ ریا روایت سے ماخوذ ہے اور اصطلاح میں اس معنی میں ہے کہ انسان اس کے ذریعے مقام اور منزلت دوسروں کے دل میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور اسی لیے اچھے اچھے اعمال صرف اور صرف دکھاوے کے لیے انجام دیتا ہے۔

اس حوالے سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانِ ذیشان قابلِ غور ہے۔

سب سے زیادہ میں جس چیز سے ڈرتا ہوں تمہارے بارے میں وہ ہے شرکِ اصغر۔ کہا گیا: اے رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ شرکِ اصغر کیا ہے؟ فرمایا ریا۔ قیامت کے دن بندوں کے حساب و کتاب کے وقت پروردگار ان سے فرمائے گا۔ جن کو دکھانے کے لیے دنیا میں تم نے عمل کئے تھے آج انہیں کے پاس چلے جاؤ اور دیکھو کیا ان کے پاس تمہارے لئے کوئی جزا اور ثواب ہے؟

یہ بے دینی ہے کہ جس کی وجہ سے انسان اپنے کئے ہوئے اعمالِ صالح کو وہم و خیال کے پیچھے برباد کر ڈالتا ہے۔ صرف دین ہی اس کے اعمال کو بطلان سے بچا سکتا ہے۔

# جھوٹ

## جھوٹ کی لغوی تعریف

"ھُوَ مَایُقَابِلُ الصِدْق"

ترجمہ: وہ چیز جو صدق اور سچ کے مقابل میں ہو۔

## جھوٹ کی اقسام

1۔ گفتار میں جھوٹ:

جس کی نشاندہی خالق نے سورۂ آل عمران میں کی ہے۔

"وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ"

ترجمہ: یہ خدا کے خلاف جھوٹ بولتے ہیں

2۔ کردار میں جھوٹ:

سورہ علق میں اس جھوٹ کا ذکر خالق نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ (سورۂ علق: 15)

ترجمہ: یاد رکھو اگر وہ روکنے سے باز نہ آیا تو ہم پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے جھوٹے اور خطا کار کو پیشانی کے بل۔

3۔ مادی امور میں جھوٹ:

سورۂ یوسف میں اس جھوٹ کا بیان اس طرح آیا ہے۔

" جَاءُ وْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ " (سورۂ یوسف: 18)

ترجمہ: اور یوسف کے کرتے پر جھوٹا خون لگا کر آئے۔

4۔ معنوی امور میں جھوٹ:

سورۂ نجم میں اس کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

" مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى " (سورۂ نجم: 11)

ترجمہ: دل نے اس بات کو جھٹلایا نہیں جس کو آنکھوں نے دیکھا

5۔ مطلقاً جھوٹ:

سورۂ عنکبوت میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے

" فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ "

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ یہ جاننا چاہتا ہے کہ ان میں کون لوگ سچے ہیں اور کون لوگ جھوٹے ہیں۔

## جھوٹ کی مذمت میں ارشاداتِ خداوندی

سورۂ زمر میں ارشاد ہوا:

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ (سورۂ زمر: 60)

ترجمہ: اور تم روز قیامت دیکھو گے کہ جن لوگوں نے اللہ پر بہتان باندھا ہے ان کے چہرے سیاہ ہو گئے ہیں۔

سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے:

"وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ" (سورۂ بقرہ:10)

ترجمہ: اب اس جھوٹ کے نتیجہ میں انہیں دردناک عذاب ملے گا۔

سورۂ زمر میں ارشاد ہوا:

"كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ" (سورۂ زمر:25)

ترجمہ: اور ان کفار سے پہلے والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر اس طرح سے عذاب وارد ہو گیا کہ انہیں اس کا شعور بھی نہیں تھا۔

سورۂ زمر میں ایک اور جگہ اس طرح ارشاد ہوا:

"فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ" (سورۂ زمر:26)

ترجمہ: پھر خدا نے انہیں دنیاوی زندگی میں دنیا میں ذلت کا مزہ چکھایا اور آخرت میں عذاب تو بہر حال بہت بڑا ہے اگر انہیں معلوم ہو سکے۔

سورۂ اعراف میں ارشاد ہوا:

"وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَاءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ" (سورۂ اعراف:147)

ترجمہ: اور ان لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی وہ بہرے گونگے تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔

# ظلم

## ظلم کی تعریف

"وَضْعُ الشَّيْءِ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ الْمُخْتَصِّ بِهِ"

کسی چیز کا اپنے مخصوص مقام سے ہٹ کر کسی دوسری جگہ قرار پانا ظلم کہلاتا ہے۔

"اِضَاعَةُ الْحَقِّ وَ عَدَمُ تَادِيَةِ مَاهُوَ الْحَقّ"

ترجمہ: حق کا ضائع کرنا اور اس چیز کا کہ جو حق ہے ادا نہ کرنا ظلم کہلاتا ہے۔



## قرآن کی نظر میں ظلم کے معنی

قرآن مجید میں ظلم کے تین معنی ہیں:

1۔ تاریکی اور ظلمت

سورۂ انعام میں:

"وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ" (سورۂ انعام:1)

ترجمہ: اور تاریکیوں اور نور کو مقرر کیا ہے۔ اس آیت میں ظلم تاریکی کے معنی میں آیا ہے۔

2۔ کمی

سورۂ کہف میں:

"وَ لَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا" (سورۂ کہف:33)

ترجمہ: اور کسی طرح کی کمی نہیں کی۔

3۔ گمراہی مطلقاً

سورۂ بقرہ میں ظلم کی اس طرح تعریف ہے:

"يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ" (سورۂ بقرہ:257)

ترجمہ: جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں

## قرآن کی نظر میں ظلم کی اقسام

قرآن میں ظلم کی تین قسمیں بتائی گئیں ہیں:

1۔ خدا پر ظلم کرنا

سورۂ انعام میں یوں آیا ہے:

"وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا" (سورۂ انعام:21)

ترجمہ: اس سے زیادہ ظالم ہو کون سکتا ہے جو خدا پر بہتان باندھے۔

2۔ لوگوں پر ظلم کرنا

"اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ" (سورۂ شوریٰ:42)

ترجمہ: الزام ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔

3۔ اپنے آپ پر ظلم کرنا

"فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ" (سورۂ فاطر:32)

ترجمہ: ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں

ان تینوں مقام پر ظلم درحقیقت اپنے آپ پر کرنا ہے کیونکہ ابتدا ہی سے جب انسان ظلم کی طرف بڑھتا ہے اور کفر، شرک اور نفاق میں مبتلا ہوتا ہے یا دوسروں کے حقوق پہ تجاوز کرتا ہے تو درحقیقت انسان اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور دائمی عذاب اپنے لئے خریدتا ہے لہٰذا قرآن مجید بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے:

"وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ" (سورۂ نحل:33)

ترجمہ: اور اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا ہے جو خود ہی اپنے نفس پر ظلم کرتے رہے ہیں۔

## ظلم کے مصادیق قرآن میں

1۔کفر

"وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" (سورۂ بقرہ:254)

ترجمہ: اور کافرین ہی اصل میں ظالمین ہیں۔

2۔شرک

"اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ" (سورۂ لقمان:13)

ترجمہ: شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

3۔تکذیب رسالت

وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ (سورۂ نحل:114)

ترجمہ: اور یقیناً ان کے پاس رسول آیا تو انہوں نے اس کی تکذیب کر دی تو پھر ان تک عذاب آ پہنچا کہ یہ سب ظلم کرنے والے تھے۔

4۔خدا پر بہتان باندھنا

"وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا" (انعام:21)

ترجمہ: اس سے زیادہ ظلم کون کرسکتا ہے جو خدا پر بہتان باندھے۔

5۔حق بات کی تکذیب

"فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ" (سورۂ زمر:32)

ترجمہ: تو اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا......اور جب اس کے پاس سچی بات آئے تو اس کو جھٹلا دے۔

6۔گواہی مخفی رکھنا

"وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ" (سورۂ بقرہ:140)

ترجمہ: اور اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا جس کے پاس خدا کی طرف سے گواہی (موجود) ہو اور پھر وہ چھپائے

7۔مساجد کو آباد کرنے سے روکنا

"وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِيْ خَرَابِهَا" (سورۂ بقرہ:114)

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا جو مساجدِ خدا میں اس کا نام لینے سے منع کرے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے۔

# عجلت پسندی

عجلت پسندی بھی ایک ایسا نفسانی مرض ہے جو انسان کی روح کو داغ دار کر کے اس کی روحانی پرواز میں مانع ہوتا ہے۔

جلد بازی سے قرآن منع کرتا ہے اور اسے پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھتا خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلد بازی سے منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ مریم میں خالق نے ارشاد فرمایا:

"فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ط اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا" (سورۂ مریم:84)

ترجمہ: آپ ان کے بارے میں عذاب کی جلدی نہ کریں ہم دن خود ہی شمار کر رہے ہیں۔

اور پھر سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہوا

"وَ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ" (طٰہٰ: 114)

ترجمہ: اور آپ وحی کے تمام ہونے سے پہلے قرآن کے بارے میں عجلت سے کام نہ لیا کریں۔

قرآن مجید جلد بازی کی مذمت بھی کرتا ہے اور انسان کو اس سے منع بھی کرتا ہے کیونکہ یہ راہِ کمال میں رکاوٹ ہے۔

جلد بازی کے حوالے سے یہ داستان قابلِ غور ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص نے گھر میں کتا پال رکھا تھا، ایک دن کتے کا مالک خریداری کے لیے گھر سے باہر جاتا ہے۔ گھر میں ایک شیر خوار بچہ ہے۔ اس امید کے ساتھ کہ جلد ہی واپس لوٹے گا، وہ کتے کو گھر میں کھلا چھوڑ کر ہی چلا گیا۔ جب وہ خریداری کر کے گھر کی طرف لوٹا تو کتا خون آلودہ پنجوں کے ساتھ اس کے استقبال کے لیے دوڑتا ہے۔ جوں ہی اس کی نظر کتے پر پڑی، سوچا ضرور کتے نے بچے پر حملہ کر کے اسے چیرا ہوگا۔ غصے کے عالم میں اس نے جیب سے پستول نکال کر کتے پر گولی چلا دی اور جلدی سے گھر کے اندر داخل ہوا لیکن گھر کے اندر کا احوال کچھ اور ہی تھا۔ قصہ کچھ یوں تھا کہ ایک بھیڑیا اس گھر میں جو شہر سے باہر واقع تھا اور دروازہ کھلا تھا، داخل ہو جاتا ہے اور کمرے میں گھس کر بچے پر حملہ آور ہوتا ہے۔ کتا بچے کی مدد کو دوڑتا ہے اور بھیڑیے کو دانتوں اور پنجوں کے سہارے باہر نکالتا ہے اور اسے زخمی کر کے بھگاتا ہے

لیکن صاحبِ خانہ کی جلد بازی باعث بنی کہ کتے کی قدردانی کے بجائے اسے مار ڈالا۔

صاحبِ خانہ اپنے فعل پر نادم ہوتا اور کتے کی طرف دوڑ پڑتا ہے تا کہ اسے موت سے نجات دے سکے لیکن اس کے آنے سے پہلے ہی کتا مر چکا تھا۔ صاحب خانہ کہتا ہے کہ میں نے کتے کی آنکھوں پہ جو کھلی تھی نظر کی اور اس فریاد کو دل کے کانوں سے سنا کہ اے انسان تو کتنا جلد باز ہے تو نے کیونکر اندر گئے بغیر مجھے مار ڈالا! صاحبِ خانہ بعد میں اسی ماجرا سے متعلق ایک مضمون اس عنوان سے لکھتا ہے ''(اے انسان تو کتنی جلدی میں فیصلہ کرتا ہے)''

# منجیات

اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو روحانی ترقی کا سبب بنتی ہیں۔

## اخلاص

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ '' (سورۂ زمر:3)

ترجمہ: یادرکھو کہ دین خالص اللہ ہی کے لئے ہے

## تین باتوں میں خلوصِ دل کی شدید ضرورت

حضرت انس بن مالکؓ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تین ایسی چیزیں ہیں کہ مسلمان کے دل میں ان کے بارے کھوٹ نہیں ہونا چاہیے:

1۔ اللہ کے لئے کوئی کام کرنا ہو،

2۔ والیان حکومت سے خلوصِ نیت،

3۔ مسلمانوں کی جماعت کا ساتھ دینا۔''

حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ ارادی طور پر صرف حق تعالیٰ کی عبادت کا نام ''اخلاص'' ہوتا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی عبادت گزاری کے وقت صرف اللہ تعالیٰ سے قرب کا ارادہ رکھے، اس کے علاوہ اور کوئی چیز پیشِ نظر نہ ہو جیسے مخلوق کو دکھلاوا کرنا، لوگوں سے اپنی تعریف کی خواہش کرنا، لوگوں کی تعریف کرنا اور اللہ کے قرب کے علاوہ کوئی مقصد سامنے رکھنا۔

علاوہ ازیں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ کے لئے اپنے اعمال کو صاف رکھنے کا نام ''اخلاص'' ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ لوگوں کی نگاہوں سے بچ جانے کا نام ''اخلاص'' ہے۔



ایک مستند حدیث میں آتا ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سنا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ''کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اخلاص میرا ایک راز ہے جسے میں اس کے دل میں رکھتا ہوں جس سے مجھے محبت ہوتی ہے۔''

## وضاحتِ اخلاص میں حدیثِ قدسی

میں نے حضرت شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ سے سوال کیا کہ ''اخلاص'' کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی بن سعیدؒ اور احمد بن محمد بن زکریاؒ سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت محمد بن جعفر خصافؒ سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے تو انہوں نے بتایا تھا کہ میں نے حضرت احمد بن بشارؒ سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے تو انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت ابو یعقوب شریطیؒ سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟

تو انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت احمد بن غسانؒ سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبدالواحد بن زیدؒ سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے کہا تھا کہ میں نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟

تو انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے بتایا تھا کہ میں نے رب العزت سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو اس نے فرمایا:

''یہ میرا ایک راز ہے جسے میں اس بندے کے دل میں رکھتا ہوں جس سے مجھے محبت ہوتی ہے۔''

## علاماتِ اخلاص

حضرت ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ اخلاص کا پتہ تین علامات سے چلتا ہے:

1۔ لوگوں کا تعریف کرنا یا بُرا کہنا بندے کے سامنے ایک جیسا ہو جائے۔

2۔ عمل کے دوران اپنے اعمال کو بھول جائے۔

3۔ آخرت میں اپنے اعمال کے ثواب کو بھول جائے۔

## اخلاص اور اقوالِ صوفیا

حضرت ابو یعقوب سوسیؒ فرماتے ہیں کہ جب لوگ اپنے اخلاص میں خلوص کا مشاہدہ کرتے ہوں تو ان کا ''اخلاص'' اخلاص پر محتاج ہوتا ہے۔

حضرت سہلؒ فرماتے ہیں کہ صرف مخلص ہی ریا کی پہچان کرسکتا ہے۔

حضرت ابوعثمانؒ فرماتے ہیں کہ مخلوق کی رویئت کو خالق کی طرف دائمی نظر کی وجہ سے بھلا دینا اخلاص کہلاتا ہے۔

حضرت حذیفہ مرعشیؒ فرماتے ہیں:

''ظاہر و باطن میں بندے کے افعال کی یکسانیت ''اخلاص'' ہے۔''

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں: کہ وہ شخص اللہ کی نظر سے گر جاتا ہے جو لوگوں کو اپنی ایسی صفات دکھانے کی کوشش کرے جو اس میں موجود نہیں۔

# صدق (سچائی)

## صدق کی تعریف

نیت اور ضمیر کے مطابق خبر دینا ''صدق'' کہلاتا ہے۔

## صدق قرآن کی نظر میں

سورۂ احزاب میں ارشاد ہوا:

''مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ '' (سورۂ احزاب:23)

ترجمہ: مومنین میں ایسے بھی مردِ میدان ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے وعدہ کو سچ کر دکھایا ہے۔

پھر سورۂ نساء میں ارشاد ہوا:

''وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا'' (سورۂ نساء:87)

ترجمہ: اور اللہ سے زیادہ سچی بات کون کرنے والا ہے۔

سورۂ قلم سے آواز آئی:

''اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ فَلْیَاْتُوْا بِشُرَكَائِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ'' (سورۂ قلم:41)

ترجمہ: یا ان کے لیے شرکاء ہیں تو اگر یہ سچے ہیں تو اپنے شرکاء کو لے آئیں۔

سورہ اسراء میں صدق کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

'' وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ'' (سورۂ بنی اسرائیل:80)

ترجمہ: اور یہ کہ کہئے کہ پروردگار مجھے اچھی طرح سے آبادی میں داخل کرا اور بہترین انداز سے باہر نکال۔

صدیق وہ ہے جو سچ بولتا ہو اور سچا کام کرتا ہو اور سچ کے برخلاف کوئی عمل انجام نہ دیتا ہو۔

## صدیق اور کذاب کون؟

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بتاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بندہ جب مسلسل سچ بولتا اور سچائی کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ کے ہاں ''صدیق'' نام دے دیا جاتا ہے۔ یونہی مسلسل آدمی جھوٹ بولتا اور جھوٹ کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ کے ہاں اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔''

استاد ابوعلی دقاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی دینی کام کا ستون ''صدیق'' ہوتا ہے اور دین اسی سے مکمل ہوتا ہے۔ اسی سے اس کا نظام ہے اور نبوت کے بعد دوسرا مرتبہ اسی کا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّنَ وَالصِّدِّیْقِیْن (سورۂ نساء:69)

ترجمہ: تو یہی لوگ انعام پانے والے نبیوں اور صدیقین کے ساتھ ہوں گے

## صدق اور اقوالِ صوفیا

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا: ''صدق'' ایک ایسی الٰہی تلوار کا کام کرتی ہے کہ جس پر چلے گی کاٹ کر رکھ دے گی۔

حضرت ابراہیم بن دوحہ، ابراہیم بن ستنبہ کے ہمراہ جنگل کو نکلے تو ابراہیم بن ستنبہ نے کہا دنیوی چیزیں پھینک دو، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دینار کے علاوہ ہر شے پھینک دی، انہوں نے پھر کہا، میرا دل مشغول نہ رکھو اور ہر دنیوی چیز پھینک دو چنانچہ میں نے دینار بھی دور پھینک دیا۔ پھر فرمایا:

اے ابراہیم! باقی چیزیں بھی پھینک دو! مجھے یاد آیا کہ جوتے کے تسمے موجود ہیں چنانچہ وہ بھی نکال پھینکے۔ راستہ بھر میرا یہی حال رہا کہ جب مجھے تسمے کی ضرورت پڑتی تو مل ہی جاتا اس پر حضرت ابراہیم بن ستنبہ نے فرمایا کہ صدقِ دل سے اللہ کے ساتھ معاملہ کرنا یونہی ہوتا ہے۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں: کہ اپنی باچھوں (منہ) تک حرام کو نہ جانے دینا ''صدق'' کہلاتا ہے۔

حضرت عبدالواحد بن زیدؒ فرماتے ہیں: کہ عمل کے ذریعے حقوقِ الٰہی کی ادائیگی ''صدق'' ہوتا ہے۔

حضرت واسطیؒ نے فرمایا: کہ توحید کے صحیح ہونے کا اقرار ہی ''صدق'' ہے۔

# زہد فی الدنیا

حضرت ابوخلاد صحابیؓ بتاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب ایسا شخص دیکھو جو دنیا میں زہد کر رہا ہے اور دنیا سے منہ پھیر لینے کی ہدایت کر رہا ہے تو اس کا قرب حاصل کرو کیونکہ وہ دانائی سکھاتا ہوگا۔''

## مفہومِ زہد میں اقوالِ صوفیا

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا: دنیا سے منہ موڑ لینا (زہد) یہ ہے کہ انسان لمبی لمبی امیدیں نہ لگائے ... مفہوم نہیں کہ انسان ثقیل روزی کھاتا رہے اور عبا پہن لیا کرے۔

حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیا سے دنیا چھین رکھی ہے۔ اپنے اصفیا کو اس سے ... رکھا ہے اور اہلِ محبت کے دلوں سے نکال دیا ہے کیونکہ اللہ اسے ان کے لئے پسند نہیں فرماتا۔

زہد کے مفہوم کے لیے اللہ کا یہ فرمان دیکھو:

"لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ آتٰكُمْ" (سورۂ حدید: 23)

ترجمہ: اس لئے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو۔ اس پر جو تم کو دیا

چنانچہ زاہد کا یہ کام ہوتا ہے کہ دنیا میں موجود کسی چیز پر خوشی کا اظہار کرے اور نہ ہی ہاتھ سے جانے والی ... افسوس کرے۔

حضرت ابو عثمانؒ فرماتے ہیں: کہ زہد یہ ہوتا ہے کہ تم مالِ دنیا چھوڑ دو تو پھر یہ پروانہ کرو کہ وہ مال کس کے پاس جا رہا ہے۔

استاد ابو علی دقاق رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: زہد یہ ہوتا ہے کہ تو دنیا کو جوں کا توں چھوڑ دے یہ نہ کہے کہ میں سرا... بناؤں گا یا مسجد تعمیر کروں گا۔

حضرت یحییٰ بن معاذؒ نے فرمایا: کہ زہد، قبضے میں چیز کی سخاوت کرنا سکھاتا ہے اور محبت یہ سکھاتی ہے کہ روح کی بھی سخاوت کر دو۔

حضرت ابن جلاءؒ نے فرمایا: زہد یہ ہوتا ہے کہ تم مالِ دنیا کو فنا ہونے والا دیکھو۔ یوں یہ تمہاری نظر میں حقیر ہو گا جسے چھوڑنا تمہارے لئے آسان ہو گا۔

حضرت ابنِ خفیفؒ کا فرمان ہے: کہ اپنے قبضے میں مال کے نکل جانے پر تم سکھ کا سانس لو تو پہچان لو کہ یہ زہد ہے۔

نیز فرمایا: زہد یہ ہے کہ مال تلاش کرنے کے اسباب کو دل میں جگہ نہ دے اور اپنے قبضے میں موجود چیزوں سے ہاتھ جھاڑ لے۔

کہتے ہیں کہ نفس کا بلا تکلف دنیا سے اعراض "زہد" ہوتا ہے۔

حضرت نصر آبادیؒ نے فرمایا کہ: زاہد دنیا میں کم دکھائی دیتے ہیں اور عارف آخرت میں خال خال ہوں گے۔

سچے زاہد کے پاس مالِ دنیا کھنچا چلا آتا ہے اور اسی لئے کہتے ہیں کہ اگر آسمان سے ٹوپی گرے گی تو اس پر جو اسے

... نا شاد ہو۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں: جس مالِ دنیا سے ہاتھ خالی ہوں اس سے دل کا خالی ہونا "زہد" کہلاتا ہے۔

حضرت ابو سلیمان دارانیؒ نے فرمایا کہ: "گدڑی" زہد کی علامت ہوتی ہے۔ لہٰذا زاہد کو نہ چاہیے کہ گدڑی تو ... درہم کی پہنے اور دل میں پانچ درہم کی خواہش موجود ہو۔

ایک صوفی سے پوچھا گیا کہ تم دنیا سے بے غرض کیوں ہو؟ اس نے کہا کہ اس لئے کہ وہ مجھ سے بے غرض ہے۔

# حسنِ خُلق

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خُلقِ عظیم کا حامل کب کہا گیا؟

عارفین کا کہنا ہے کہ جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سرزمینِ حجاز میں مبعوث فرمایا گیا تو اس وقت آپ کو تمام دنیاوی قوتوں اور خواہشوں سے روک دیا گیا، آپؐ کو غربت و کرب میں ڈال دیا گیا جب آپؐ ان آزمائشوں سے گزر کر برگزیدہ اخلاق کے مالک بن گئے اس وقت آپؐ کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا:

"وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" (سورۂ قلم: 4)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا گیا حضور وہ کون سے اخلاق ہیں جن سے متصف ہونے کے باعث زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "حسنِ اخلاق اور تقویٰ" پھر دریافت کیا گیا کہ دوزخ میں کثرت سے کن چیزوں کی بدولت لوگ داخل ہوں گے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا خوشی اور غم! یعنی غم سے مراد فانی لذتوں کے ضائع ہونے پر غم کرنا، جن کے باعث انسان پریشان اور ناراض ہوتا ہے، قدرت پر اعتراض کرنا، اور قسمت پر شاکر و صابر نہیں ہوتا (راضی برضا نہ ہونا) خوشی سے مراد دنیاوی کامرانیوں اور کامیابیوں پر خوشی سے پھولے نہ سمانا۔

حالانکہ اس خوشی کی قرآن کریم میں ممانعت آئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

"لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ" (سورۂ حدید: 23)

"ترجمہ: تم کسی چیز کے زیاں پر غمگین نہ ہو اور جو تم کو حاصل ہو اس پر خوش مت ہو"

اور یہی وہ خوشی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ" (سورۂ قصص: 76)

ترجمہ: یعنی جس وقت قارون سے اس کی قوم نے کہا کہ تو (اس دولت پر نہ اترا) خوش مت ہو، اللہ تعالیٰ (اس طرح) خوش ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

لیکن جو خوشی آخرت سے تعلق رکھتی ہے یعنی انبساطِ اخروی ہے وہ محمود و پسندیدہ ہے (اس سے نہیں روکا

گیا ہے) کہ خوشی میں اللہ تعالیٰ کے احسان کا ذکر ہوتا ہے اور اس کی حمد کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا" (سورۂ یونس: 57)

ترجمہ: اے پیغمبر کہہ دیجئے! یہ خدا کا فضل وکرم اور اس کی مہربانی ہے تو اس پر خوش ہونا چاہیے۔

شیخ عبداللہ بن مبارکؒ نے حسنِ اخلاق کی تعریف وتفسیر اس طرح کی ہے کہ "حسنِ خلق کا مفہوم یہ ہے کہ شگفتہ روی اور خندہ پیشانی کے ساتھ بھلائی کی جائے اور لوگوں کو اذیت نہ پہنچائی جائے۔"

## حسنِ خُلق اور اقوالِ صوفیا

حضرت ابوحفصؒ سے "حسنِ خُلق" کے بارے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ:

یہ تو وہ اعلیٰ مرتبہ ہے کہ جو خدا نے اپنے اس قول

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ (سورۂ اعراف: 199)

ترجمہ: معاف فرماتے رہئے اور بھلائی بتاتے رہئے

کے ذریعے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔

حضرت شاہ کرمانیؒ نے فرمایا: حسنِ خُلق کی علامت یہ ہے کہ کسی کو تکلیف دینے سے رک جائے اور وہ تکلیف پہنچائیں تو برداشت کر لے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے غمگین کون زیادہ ہے؟ تو فرمایا: "کہ سب سے برے اخلاق والا۔"

حضرت وہبؒ نے فرمایا: جس بات کو آدمی چالیس دن تک اپنی عادت بنا لے تو وہ عادت اور خُلق اس کی طبیعت میں سما جاتا ہے۔

# خوفِ خدا

## خوفِ خدا اور فرامینِ خداوندی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا" (سورۂ سجدہ: 16)

ترجمہ: وہ اپنے رب کو خوف اور طمع کی بنا پر پکارتے ہیں۔

اللہ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ کہیں اسے اس دنیا یا آخرت میں سزا نہ دے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کر رکھا ہے کہ وہ اس سے ڈرتے رہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:



"وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ"

ترجمہ: اگر ایماندار ہو تو مجھ سے ڈرتے رہو۔

نیز فرمایا: "وَ قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ؕ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ" (سورۂ نحل: 51)

ترجمہ: اللہ نے فرمایا دو خدا نہ ٹھہراؤ، وہ تو ایک ہی معبود ہے۔ تو مجھی سے ہی ڈرو۔

اور پھر اللہ نے اس خوف کی بنا پر مومنوں کی تعریف فرمائی کہ:

"يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ" (سورۂ نحل: 50)

ترجمہ: اس رب سے ڈرتے ہیں جو (عظمت میں) ان کے اوپر ہے

## خوفِ خدا اور احادیثِ نبویؐ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"وہ شخص جہنم میں داخل نہ ہوگا جو اللہ کے خوف سے روتا ہے یہاں تک کہ (بفرض محال) تھنوں میں دودھ واپس نہ چلا جائے۔ اور ایک بندے کے نتھنوں میں راہِ خدا کا غبار اور جہنم کا دھواں کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔"

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

ترجمہ: "اگر تم جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔"

یہ اس لیے فرمایا کیونکہ "خوف ایک ایسی حالت ہے جس کا مستقبل سے تعلق ہوتا ہے کیونکہ یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں کوئی غیر پسندیدہ بات نہ ہو جائے یا محبوب چیز نہ چلی جائے اور یہ دونوں ہی اچھی چیز سے متعلق ہیں جو آئندہ وقت میں ہونے والی ہوتی ہے اور جو موجودہ وقت میں پائی جاتی ہے اس سے خوف کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

حضرت عائشہؓ بتاتی ہیں کہ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے جو فرمایا ہے کہ

ترجمہ: "وہ لوگ عمل کر رہے ہوتے ہیں پھر بھی وہ ڈرتے جاتے ہیں۔"

کیا یہ وہ لوگ تو نہیں جو چوری، زنا، اور شراب خوری کا ارتکاب کرتے ہیں؟ فرمایا! "نہیں" بلکہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے، نمازیں پڑھتے، صدقہ وخیرات کرتے ہیں۔ تاہم پھر بھی انہیں خوف رہتا ہے کہ کہیں یہ سب قبول ہونے سے رہ نہ جائے۔

## خوف کی اقسام

حضرت ابوالقاسم حکیم[1] فرماتے ہیں کہ خوف کی دو قسمیں ہیں:

1۔ رہبت

2۔خشیت

''رہبت والا ڈرے تو راہِ فرار اختیار کرتا ہے جبکہ ''خشیت'' والا اللہ کے ہاں پناہ لیتا ہے۔

رہب اور ہرب کا معنی بھی ایک ہی ہے لہٰذا جو بھاگ گیا، وہ اپنی خواہش کے تقاضوں میں چلا گیا جیسے وہ راہب لوگ جو اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں تو جب علم کی لگام انہیں قابو میں لے لے اور وہ شریعت کے حقوق ادا کرنے لگیں تو یہی ''خشیت'' ہے۔

# شکر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ'' (سورۃ ابراھیم:7)

ترجمہ: اگر تم شکر ادا کرو گے میں تمہیں زیادہ دوں گا۔

## حقیقتِ شکر کیا ہے؟

حضرت استاد ابوعلی دقاقؒ فرماتے ہیں کہ اہلِ تحقیق کے ہاں حقیقت شکر یہ ہے۔ ''نہایت عاجزی وانکساری سے انعام کرنے والے کا اعتراف کر لینا'' اسی لحاظ سے معنی شکر میں مبالغہ پیدا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو شکور کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو شکر کی جزا دیتا ہے چونکہ شکر کی جزا شکر ہی ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا'' (شوریٰ:40)

ترجمہ: برائی کی جزا اسی برائی کی طرح ہوتی ہے۔

اللہ کے شکر کا یہ بھی معنی ہے کہ تھوڑے عمل پر زیادہ انعام دے دینا، لغت میں ہے ''دابۃ شکور'' جب چارہ کی نسبت وہ جانور کچھ زیادہ دکھائی دینے لگے تو یہ الفاظ بولتے ہیں۔

یہ احتمال بھی ہے کہ درحقیقت شکر احسان کرنے والے کے احسان پر اس کی تعریف کرنا ہو۔ لہٰذا بندے کی طرف سے اللہ کا شکر یہ ہوگا کہ بندہ اللہ کے انعامات پر اس کا شکر گزار ہو جائے اور بندے کا ''حقیقی شکر'' یہ ہے کہ زبان سے اللہ کی تعریف کرے اور دل سے اس کے انعامات کا اقرار کرے۔ بندے کی طرف سے تعریف یہ ہوگی کہ یہ اس کی عبادت کرے اور اللہ کے احسان کا مطلب یہ ہوگا کہ اپنا شکر کرنے کی توفیق دینے کا انعام فرمائے۔

## اقسامِ شکر

شکر کئی طرح سے ہوتا ہے:

1۔زبان سے



نہایت عجز وانکساری کے ساتھ اللہ کی نعمتوں کا اقرار کرنا

2۔بدن اور اعضا سے

وفاداری اور خدمت دکھانا

3۔دل سے

اللہ کے احترام کا خیال کرتے رہنا اور دائمی طور پر اس کے احسان کو پیشِ نظر رکھنا۔ کہا جاتا ہے کہ

1۔ ایک شکر عالموں کا ہوتا ہے جو ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔

2۔ ایک عبادت گزاروں کی صفت بنتا ہے جو ان کے عملوں سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

3۔ ایک عارفوں کا شکر ہے جو اپنے عام حالات میں اللہ کی نعمتیں دیکھتے ہیں اور ان پر کامل یقین دکھاتے ہیں۔

حضرت حمدونؒ فرماتے ہیں کہ:

شکر کا مطلب یہ ہے کہ اس میں تم اپنے نفس کو عارضی سمجھو اور ایک طفیلی خیال کرو۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ: شکر میں ایک سبب موجود ہوتا ہے کیونکہ شکر کی ادائیگی کرتے وقت انسان اپنے نفس کے لیے زیادہ مانگ رہا ہوتا ہے تو گویا وہ اللہ کے سامنے اپنے نفس کے لالچ کی خاطر کھڑا ہوتا ہے۔

حضرت ابوعثمانؒ فرماتے ہیں کہ:

شکر اس پہچان کو کہتے ہیں جو شکر سے عاجزی کی بنا پر حاصل ہوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ شکر کرنے پر شکر ادا کرنا، عام شکر سے افضل ہوتا اور وہ یوں کہ تم اپنے شکر کو اللہ کی توفیق سمجھو جس کا سبب یہ ہوگا کہ وہ تم پر انعام کرنا چاہتا ہے تو گویا تم شکر پر شکر کر رہے ہوتے ہو یوں دوبارہ شکر پر شکر کرو جس کی انتہا نہ ہو۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ شکر یہ ہوتا ہے کہ تو اپنے آپ کو نعمتوں کا اہل نہ سمجھے

حضرت رویمؒ فرماتے ہیں کہ: شکر کا مفہوم یہ ہے کہ تو پوری قوت سے انعام کرنے والے کی اطاعت کرے۔

# رجا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

'' مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ'' (سورۃ عنکبوت:5)

ترجمہ: جو اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو پھر اللہ کی طرف سے موت آ ہی رہی ہے۔

حضرت علاء بن زیدؒ بیان کرتے ہیں کہ:

میں مالک بن دینارؒ کے ہاں گیا تو شہر بن حوشب کو وہاں دیکھا ہم وہاں سے نکلے تو میں نے حوشب سے کہا کہ اللہ تمہیں سلامتی دے، مجھے کچھ سناؤ! حضرت مالکؒ نے کہا ہاں! سناتا ہوں، مجھے میری پھوپھی ام الدرداءؒ نے حدیث

سنائی، انہوں نے کہا'' تمہارا پروردگار فرماتا ہے:

''اے میرے بندے! جب تک تو میری عبادت کرتا اور مجھ سے امید لگائے ہوئے ہے اور میرا شریک نہیں بناتا تو تم سے جو برا عمل ہو جائے گا میں معاف کردوں گا۔ اگر تو زمین کی وسعت جتنے گناہ اور لغزشیں لے کر بھی میرے پاس آئے گا تو میں تمہیں اتنی بخشش سے نوازوں گا اور تمہیں بخش دوں گا کیونکہ مجھے کسی سے ڈر نہیں۔

## رجا کا مطلب

مستقبل میں جلد حاصل ہو جانے والی چیز سے دل کے تعلق کو'' رجا'' کہتے ہیں اور جیسے خوف، مستقبل کے زمانے میں ہونے والے کام سے تعلق رکھتا ہے ویسے ہی'' رجا'' اس چیز سے تعلق رکھتی اور اس سے حاصل ہوتی ہے جس کی زمانہء آئندہ میں امید ہو اور اسی'' رجا'' سے دلوں میں زندگی کی رمق موجود ہے اور انہیں استقلال حاصل ہے۔

## رجا اور تمنّا میں فرق

یہ'' تمنا یا آرزو'' آرزومند کے دل میں سستی پیدا کر دیتی ہے اور وہ کسی سخت راستے میں نہیں پڑ سکتا نہ ہی اس کے لئے کوشش کرتا ہے۔ لیکن'' امید'' والا بالکل اس کے برعکس ہے، اس لئے'' رجا'' ایک بہتر عمل ہے جبکہ'' تمنا'' ایک ناقص فعل ہے۔

صوفیا کے'' رجا'' کے بارے میں بہت سے ارشادات ہیں، چنانچہ حضرت شاہ کرمانیؒ فرماتے ہیں:

'' اچھی عبادت اس بات کا پتہ دیتی ہے اس شخص میں'' رجا'' موجود ہے۔''

## رجا کی اقسام

حضرت ابن خبیقؒ فرماتے ہیں کہ

'' رجاء'' تین قسم کی ہوتی ہے۔

1۔ '' رجا'' اس آدمی میں پائی جاتی ہے جو نیک کام کرنے اور ان کی قبولیت سے پُر امید ہو۔

2۔ اس آدمی میں ہوتی ہیں جو برائی کرے۔ پھر توبہ کرلے اور بخشش کی امید رکھے۔

3۔ وہ جھوٹا آدمی جو مسلسل گناہ کرتا رہے اور مغفرت کی امید رکھے (یہ بھی تو'' رجا'' ہے)

جو شخص یہ جانتا ہے کہ اس نے برے کام کئے ہیں اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ رجا کے مقابلے میں دل کے اندر خوفِ خدا زیادہ رکھے۔

کہتے ہیں کرم فرمانے والے اور محبت رکھنے والے کی طرف سے امیدِ سخاوت'' رجا'' کہلاتی ہے۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کے جلال وعظمت کو جمال کی آنکھوں سے دیکھنے کا نام'' رجا'' ہے۔

کچھ صوفی فرماتے ہیں کہ دلوں کے اللہ کی مہربانی سے قرب کو'' رجا'' کہتے ہیں۔

کچھ صوفیا کا قول ہے کہ اچھے انجام (حسن خاتمہ) پر دلوں کے خوش ہونے کو کہتے ہیں۔

صوفیا کہتے ہیں کہ:'' کہ اللہ کی وسیع رحمت کو دیکھنے کا نام'' رجا'' ہے۔''

### اَلْجُوْع وترك الشَهْوَة (بھوک اور ترکِ خواہش)

اللہ تعالٰی سورہ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

'' وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ '' (سورۂ بقرہ:155)

ترجمہ: ہم کچھ خوف اور بھوک کے ذریعے تمہاری آزمائش کریں گے۔

پھر آیت کے آخر میں فرمایا:

''وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْن''، یعنی آپ انہیں خوشخبری دے دیں کہ تمہاری بھوک کے اندازے کے مطابق صبر کرنے پر تمہیں اچھا ثواب ملے گا۔

پھر آگے چل کر سورہ حشر میں خالق نے ارشاد فرمایا:

''وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ '' (سورۂ حشر:9)

ترجمہ: اور وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیں گے اگر چہ خود ضرورت مند ہوں۔

حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ:

میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر آئی تو آپ نے پوچھا فاطمہ (سلام اللہ علیہا)! یہ ٹکڑا کیسا ہے؟ انہوں نے عرض کی میں نے ایک روٹی پکائی تھی تو میرے دل نے یہ گوارا نہ کیا کہ میں اکیلی کھا جاؤں چنانچہ یہ ٹکڑا آپ کے لیے لائی ہوں۔

اس پر آپؐ نے فرمایا کہ یہ پہلا کھانا ہے کہ تین دن کے بعد تیرے باپ کے پیٹ میں جا رہا ہے۔ اسی سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے بھوک صوفیا کی صفات میں شمار ہوتی ہے اور مجاہدے کا ایک رکن ہے۔ کیونکہ اہلِ سلوک نے آہستہ آہستہ بھوکا رہنے کی عادت ڈالی اور کھانے سے رکتے گئے۔ پھر انہیں اس بھوک کے نتیجہ میں حکمت کے چشمے ملے۔

اس بارے میں صوفیا کی بہت سی حکایتیں ملتی ہیں۔

☆ حضرت سعد بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ:

جب اللہ تعالٰی نے دنیا کو پیدا فرمایا تو شکم سیری میں نافرمانی و جہل کو رکھا اور بھوک میں علم وحکمت کو رکھا۔

☆ حضرت یحیٰی بن معاذؒ نے فرمایا:

بھوک مریدین کے لئے ایک ریاضت ہے، توبہ کرنے والوں کے لیے تجربہ، زاہدوں کے لیے سیاست اور عارفوں کے لیے ایک بزرگی کی حیثیت رکھتی ہے۔

☆ حضرت عبدالعزیز بن عمیر فرماتے ہیں کہ:
پرندوں کی ایک قسم چالیس دن تک بھوکی رہی پھر ہوا میں اڑ گئی جب چند دن بعد واپس آئے تو ان ... کی خوشبو آتی تھی۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہؒ جب بھوکے رہتے تو قوی نظر آتے اور جب کھا لیتے تو کمزور ہو جاتے۔
انہیں سے پوچھا گیا: اس آدمی کے بارے میں بتائیں جو دن میں ایک بار کھانا کھاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ صدیقین کا طریقہ ہے۔ اس نے پوچھا کہ جو دو دفعہ کھائے تو؟ انہوں نے بتایا کہ مومنین کا طریقہ ہے۔ پھر کہا اگر تین بار کھائے تو؟ آپ نے کہا: اس کے گھر والوں سے کہہ دو اس کے لیے تھان (جسے پنجابی میں کھرلی کہتے ہیں) تیار کر دیں۔

☆ حضرت سلیمان دورانیؒ فرماتے ہیں کہ:
دنیا کی چابی شکم سیر ہو کر کھانا ہے اور آخرت کے اجر کی چابی بھوک ہوتی ہے۔

☆ حضرت ابوالقاسم جعفر بن احمد راضیؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالخیر عسقلانی کو سال بھر مچھلی کھانے کی خواہش رہی پھر انہیں حلال طریقے سے کھانے کا موقع ملا۔ جب انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو مچھلی کا ایک کانٹا انگلی میں چبھ گیا جس سے ان کا ایک ہاتھ ضائع ہو گیا۔ انہوں نے عرض کی، اے رب! یہ تو اس شخص کا حال ہے جس نے حلال طریقے سے کھانے کی طرف خواہش سے ہاتھ بڑھایا تو پھر اس شخص کا حال کیا ہوگا جو خواہش سے حرام کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔

# صبر

اللہ تعالیٰ سورہ نحل میں ارشاد فرماتا ہے:
"وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ" (نحل:127)
ترجمہ: صبر کیجئے اور یہ اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہ ہے۔

روحانیت میں صبر ایک اہم ترین چیز ہے۔ اگر صبر کی صفت نہ ہو تو کوئی انسان یقینِ کامل تک نہیں پہنچ سکتا۔ دنیا کی ہر کامیابی میں چاہے وہ مادی ہو یا روحانی، صبر بہت ہی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جس نے اسے سمجھ اور سیکھ لیا اس کے آدھے سے زیادہ مسائل حل ہو گئے اور آدھی کامیابی مل گئی۔ بے صبرا انسان وادیٔ روحانیت میں ناکام رہتا ہے۔

سب سے پہلے تو یہ دیکھنے کی بات ہے کہ "صبر" کیا ہوتا ہے۔

کچھ لوگ صبر کے معنی مشکلات یا ظلم کے وقت "اف" تک نہ کرنے کو کہتے ہیں۔

دوسرے لوگوں کے نزدیک مشکلات میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ جانے کا نام صبر ہے۔

کچھ لوگوں کے نزدیک "ناکامی یا شکست" ہو جانے کے بعد دوبارہ تیاری کرنے اور کامیابی کے موقعے کی تلاش میں رہنے کو صبر کہتے ہیں۔

ایک مغربی دانشور پیٹرسن کہتا ہے کہ "صبر مایوسی کی وہ قسم ہے جسے خوبی کا نام دے دیا گیا ہے۔"

لیکن اس کے برعکس قرآن میں جگہ جگہ صبر کی تلقین کی گئی ہے اور ساتھ ہی کہا گیا ہے کہ "اللہ سے امید رکھو" صبر کا ایک مطلب یہ بھی ہے، دل نہ چھوڑنا اور پُرامید رہنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خوانخواہ الجھنے کے بجائے امید اور موقع کے انتظار میں رہو اور ناکامی کی وجہ سے بددل نہ ہو جاؤ۔

قرآن میں صبر کا مطلب جمے رہنا ہے۔

صبر کا مکمل مطلب یہ ہے کہ آپ خود کو سکون کی حالت میں رکھیں حالات جیسے بھی ہوں۔ "پُرامید رہیں"۔ بے صبرے ہو کر خود حالات سے نہ لڑیں۔ اپنے آپ کو وقت کے بہاؤ کے ساتھ چلنے دیں۔ تھوڑے وقت کے بعد مواقع خود بخود آپ کے سامنے آجائیں گے وقت کے بہاؤ کے ساتھ چلتے چلتے۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی یا بڑی سے بڑی اچھی یا بری ہر چیز میں اللہ کی طرف سے کوئی بہتری سمجھنی چاہیے۔

اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے آپ نہر میں تیر رہے ہیں۔ اب اگر آپ بہاؤ کے ساتھ آسانی سے تیرتے چلے جائیں، بغیر کسی مشکل کے پُرامید اور خوش باش رہیں۔ زمانے کی اسی نہر کے اندر ہر چیز تیرتی جا رہی ہے اور کچھ وقت تیرنے کے بعد آپ کو خود بخود اچھے مواقع ملنے شروع ہو جائیں گے۔

## اقسامِ صبر

صبر کئی طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ صبر جو انسان اپنے کیے پر کرتا ہے اور دوسرا وہ جس میں اس کا اپنا دخل نہیں ہوتا۔ پھر اپنے صبر کی دو قسمیں ہیں۔ اولاً وہ کام جن کے کرنے کا اللہ نے حکم دے رکھا ہے اور ثانیاً: ایسے کاموں سے رکنا جن کو سر انجام دینے سے اللہ نے منع کیا ہوا ہے۔ جس صبر میں انسان کا اپنا دخل نہیں اس میں صبر یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے آنے والی مصیبت کی تکلیف پر صبر کرے۔

## مشکل صبر

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ:
مومن کے لیے دنیا سے آخرت کو جانا آسان ہے لیکن اللہ کی خاطر مخلوق کو چھوڑ دینا مشکل ہوتا ہے۔ پھر خواہشات چھوڑ کر اللہ کی طرف توجہ اس سے بھی مشکل ہے، اور ہر وقت اللہ پر نظر رکھ کر صبر تو اور بھی مشکل ہے۔

ایک اور موقع پر جنید بغدادیؒ سے صبر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"جانے بغیر کڑوی چیزوں کا گھونٹ پی لینا صبر کہلاتا ہے۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ:

اللہ کے "صبر" فرمانے میں عبادت کا حکم ہو رہا ہے اور "مَاصَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰه" میں آپ کی عبودیت کی طرف اشارہ ہے، اور جو شخص "لَكَ" سے "بِكَ" کی طرف ترقی کر جاتا ہے وہ درجہءعبادت سے بڑھ کر درجہءعبودیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔

# قناعت

قناعت روحانیت کے بنیادی اصولوں میں شامل ہے۔

اگر یہ انسان میں موجود نہ ہو تو انسان کبھی بھی خوش نہیں رہ سکتا، کیونکہ لالچ کی کوئی انتہا نہیں ہوتی اور لالچ بیوقوفی کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

انسان کی یہ فطرت ہے کہ اگر وہ ہزاروں روپے کما رہا ہے تو لاکھوں کے چکر میں رہتا ہے اور جب لاکھوں کمانے شروع کر دیتا ہے تو پھر کروڑوں کے چکر میں پڑ جاتا ہے۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

"اگر مالدار بننا چاہتے ہو تو سوائے قناعت کے کچھ طلب نہ کرو کہ یہی سب سے عمدہ دولت ہے۔"

## قناعت اور احادیثِ نبویؐ

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

"قناعت ایک ایسا خزانہ ہے جو کبھی فنا نہ ہوگا۔"

حضرت ابو ہریرہؓ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"پرہیز گار بن جا کہ اس کے ذریعے سب سے زیادہ عبادت گزار شمار ہوگا، قناعت کر کہ اس سے شکر گزار بن جائے گا۔ لوگوں کے لئے بھی وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند ہے کہ اس کے ذریعے مومن بن جائے گا، پڑوسی سے بہتر برتاؤ کر، مسلمان بن جائے گا۔ کم سے کم ہنس، کیونکہ زیادہ ہنسا دل کو مار دیتا ہے۔"

## قناعت اور اقوالِ صوفیا

حضرت بشر حافیؒ نے فرمایا کہ:

"قناعت ایک فرشتہ ہے جس کا ٹھکانہ مومن کے دل کے سوا کہیں نہیں ہوتا۔"

حضرت سلیمان دورانیؒ فرماتے ہیں کہ:

"قناعت "رضا" ہی سے شمار ہوتی ہے جیسے ورع کو زہد سے گنتے ہیں۔ قناعت گویا رضا کی ابتدا ہے اور ورع زہد کی۔"

کہتے ہیں کہ فقیر لوگ مردہ ہوتے ہیں۔ ہاں ایسے فقیر مردہ نہیں ہوتے جنہیں اللہ تعالیٰ قناعت کی عزت دے کر زندہ رکھے۔

صوفیا کہتے ہیں کہ انسان کو پیاری لگنے والی چیزوں کے نہ ہونے پر اطمینان وسکون ہونے کو "قناعت" کہتے ہیں۔

حضرت محمد بن علی ترمذیؒ نے فرمایا کہ:

قناعت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے رزق پر دل راضی ہو جائے۔

حضرت وہبؒ فرماتے ہیں کہ:

عزت اور امیری دونوں پھرتی رہیں کہ کوئی دوست مل جائے چنانچہ "قناعت" سے ملاقات ہوگئی تو دونوں کو قرار آ گیا۔

صوفیا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزیں پانچ مقامات پر رکھی ہیں۔

1- عزت کو فرمانبرداری میں رکھا۔
2- ذلت کو نافرمانی میں رکھا ہے۔
3- رعب کو رات کے قیام میں رکھا ہے۔
4- دانائی کو خالی پیٹ میں رکھا ہے۔
5- بے پروائی کو قناعت میں رکھا ہے۔

حضرت کتانیؒ فرماتے ہیں کہ:

جس نے قناعت کرتے ہوئے حرص چھوڑنے کا سودا کر لیا تو عزت اور مروت پا گیا۔

زبور شریف میں لکھا ہے کہ قناعت پسند غنی ہوتا ہے اگرچہ بھوکا ہو۔

◆◆◆◆◆

باب ہفتم

# سرچشمۂ روحانیت

## یقینِ کامل

قرآن مجید میں سورہ بقرہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمارہا ہے۔

"الم ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ"

ترجمہ: اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔

اسلام کی روحانیت میں یقین کے تین درجے ہیں:

1- علم الیقین

2- عین الیقین

3- حق القین

علم الیقین عام یقین کو، عین الیقین درمیان درجے کے یقین کو اور حق الیقین سب سے اوپر والے درجے کے یقین کو کہتے ہیں جس کی اونچائی کی کوئی حد نہیں۔ بات کو واضح کرنے کے لیے ہم یہاں ایک تمثیل کا سہارا لیتے ہیں۔

پرانی مثال سہی مگر یہی مناسب ترین اور عام فہم ہے۔

اگر آپ کہیں گھڑے کو دیکھیں تو اس کو باہر سے کچھ گیلا دیکھ کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں پانی موجود ہے۔ اس کو آپ یقین کہیں گے۔ پھر آپ قریب گئے تو آپ نے پانی آنکھوں سے دیکھا آپ کو کوئی شک وشبہ نہیں رہا کہ پانی ہے یا نہیں، پھر آپ نے پانی کو جسم میں محسوس بھی کرلیا۔ اس کو آپ حق الیقین کہیں گے۔ دیکھنے کے بعد بھی شک ہوسکتا ہے کہ آنکھیں دھوکا کھا سکتی ہیں لیکن پانی پینے اور اپنے جسم کے اندر محسوس کرنے کے بعد کوئی شک نہ رہا کہ یہ خواب نہیں حقیقت ہے اور پانی کی حقیقت کیا ہے، یقین کے انہیں درجوں کے درمیان روحانیت کی پوری کہانی گھومتی ہے۔

اسلام کی روحانیت میں اس کا مزید ذکر کیا گیا ہے۔

سادہ طور پر آپ یقین کو یہ سمجھیں کہ آپ کا سننا کہ یقین کوئی چیز ہے علم الیقین، جب آپ نے اس چیز کو قریب ے دیکھ لیا عین الیقین اور جب آپ نے اس چیز کو پرکھ کر ٹٹول کر استعمال کر کے دیکھ لیا اور جب ہر قسم کا شک دور ہو گیا تو ے حق الیقین سمجھ لیں۔

یقین کا سب سے بڑا دشمن شک وشبہ ہے جہاں شک وشبہ آیا وہاں یقینِ کامل ختم ہونے لگ جاتا ہے۔ دراصل ک وشبہ سے لڑنے سے ہی یقین بڑھتا ہے۔

عام زندگی میں اس کو حاصل کرنے کے تین قدم (درجے) ہیں جن سے گزر کر آدمی اس کو حاصل کر لیتا ہے:

1- کامیابی

2- اعتماد

3- یقین

### ۱- کامیابی

یقین حاصل کرنے میں یہ پہلا قدم ہے۔ آپ جب بھی کوئی کام کرتے ہیں اور اس میں آپ کو کامیابی ہوتی ہے تو یہ خود اعتمادی کی طرف پہلا قدم ہوتا ہے۔ چند بار کامیابی سے آپ کو اعتماد حاصل ہو جاتا ہے۔

### 2- اعتماد

چند بار کامیابی حاصل کرنے کے بعد جب آپ کو خود اعتمادی ملتی ہے، پھر کچھ اور کامیابیوں کے بعد یہ اعتماد اور مضبوط ہو جاتا ہے۔

### 3- یقین

اعتماد کے من میں بیٹھ جانے کو یقین کہتے ہیں۔ جب آپ کامیابیاں حاصل کرنے لگتے ہیں تو پھر آپ کے اندر یقین گہرا ہوتا جاتا ہے۔

یقین کی اہمیت کیا ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے۔

ایک دن حضرت عیسیٰؑ اپنے حواریوں کے ساتھ سفر پر تھے۔ راستے میں ایک پہاڑ نظر آیا جس کے پیچھے ایک جھیل تھی۔ آپ اپنے حواریوں سے کہنے لگے کہ یہ پہاڑ جو تم دیکھ رہے ہو اگر چاہو تو یہ پیچھے جھیل میں غرق ہو جائے۔ حواریوں نے پوچھا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ صرف تمہیں یقین ہونا چاہیے، مکمل یقین، پھر یہ ہو جائے گا۔ اس واقعہ سے یہ محاورا بنا ہے کہ

Faith can move the mountains

ترجمہ: یقینِ کامل پہاڑوں کو ہٹا سکتا ہے۔

یقینِ کامل کسی نہ کسی حد تک ہر انسان میں موجود ہوتا ہے۔

وادیٔ روحانیت میں انسان کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان میں سے ایک بہت بڑی مشکل انسان کے اندر پائی جانے والی بے یقینی ہے۔

مرشدِ کامل اسی بے یقینی کی فضا کو ختم کرتا ہے اور سالک کے اندر اعتماد لاتا ہے۔ وہ اعتماد کہ جس کے بارے میں فلاسفر کہتے ہیں کہ انسان کی وہ کیفیت کہ:

جس سے پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹایا جاسکتا ہے، انسان کا اپنی ذات پر بھروسہ کرنا ہے۔

یقینِ کامل آپ کو ہر ممکن بلندی تک لے جاسکتا ہے، ہر طرح کی دنیاوی اور روحانی کامیابی دے سکتا ہے۔ لیکن انسان پھر بھی انسان رہتا ہے اللہ نہیں بن سکتا۔

یہاں پر قضا اور قدر (جبر و اختیار) کا مسئلہ آجاتا ہے۔

قدر انسان کی کوششوں کو کہتے ہیں۔

قضا اللہ کی مرضی کو کہتے ہیں۔

انسان اپنی کوششوں سے بہت اوپر تک جاسکتا ہے لیکن ایک حد کے بعد اس کا بس ختم ہو جاتا ہے پھر اللہ کی مرضی چلتی ہے۔

یہی وہ مقام ہے کہ جس کی نقاب کشائی مولا علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے اس فرمان میں کی ہے کہ ''میں نے اللہ کو اپنے ارادوں کے ٹوٹ جانے سے پہچانا۔''

ایک حد کے بعد انسان کا بس ختم ہو جاتا ہے ورنہ انسان شاید خدائی کا پکا دعویدار بن جاتا۔ لیکن انسان کی حد بہت آگے تک ہے۔ جس کا تعین آپکا یقینِ کامل اور توکل علی اللہ ہی کرتا ہے۔ سیانے کہتے ہیں خدا کی بنائی ہوئی دنیا میں کوئی چیز ناممکن نہیں، ناممکن صرف یہ ہے کہ ممکن چیز کو ناممکن طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

دراصل سب روحانیت اور طاقت ہمارے اندر ہی موجود ہے بات صرف اس پر یقین کرنے کی ہے۔ جتنا جلد یقین آگیا اتنا جلدی سب کچھ مل جائے گا۔

## توکل علی اللہ

اکثر ماہرینِ روحانیت کہتے ہیں کہ پہلے خدا کو بناؤ پھر خدا تمہیں بنائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اللہ کو صحیح طرح سے مانو پھر ہی باقی کام ہو سکتے ہیں۔

یقین کے سب سے اونچے درجوں پر لے جانے والی چیز توکل بر خدا ہے اس کے بغیر یقین، یقینِ کامل میں نہیں تبدیل ہوسکتا۔ مادی دنیا میں یقین کی اہمیت زیادہ ہے جبکہ روحانیت میں توکل علی اللہ کا مقام اہم ہے۔ اسلام کی روحانیت میں سب سے اہم پہلو توکل علی اللہ ہے بلکہ اس کے بغیر اسلام کی روحانیت کا تصور ہی نہیں ہوسکتا۔

''سالک روحانیت میں اتنا ہی اوپر جاسکتا ہے جتنا زیادہ اس کا اللہ پر توکل ہے۔''

اللہ پر توکل کا مطلب یہ ہے کہ ہر کام اللہ ہی نے کرنا ہے اور انسان کو اس پر اندھا یقین ہونا چاہیے۔ اس میں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اللہ ظاہری اسباب کے بغیر بھی کام کرتا ہے۔

انسان جب ظاہری اسباب کی طرف ہی دیکھتا رہتا ہے تو پھر اس کا یقین، یقینِ کامل میں تبدیل نہیں ہوسکتا۔ اس میں کسی بھی کام کے ہونے پر سالک کو یہ یقین ہونا چاہیے کہ بفضلِ خدا یہ کام ضرور ہوگا۔ کیسے ہوگا؟ یہ اللہ کا مسئلہ ہے ہمارا نہیں لیکن کام ضرور ہوگا۔

اللہ کے پاس کسی بھی کام کو کرنے کے بے شمار راستے ہیں گو ہماری نظر ایک آدھ راستے تک ہی محدود ہے۔ اس میں ایک چیز آپ نے ہمیشہ ذہن میں رکھنی ہے کہ اگر آپ کا کوئی کام وقت پر نہیں بھی ہو رہا تو اس میں بھی آپ کی بہتری ہے آپ کی آسانی کے لیے مثال دے دوں۔

مثلاً آپ کو پیسوں کی ضرورت پڑ گئی اب یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ آس پاس کے لوگوں کی مدد ہی تلاش کرتا رہتا ہے کہ میرا فلاں رشتے دار یا فلاں دوست ہی اس مسئلے میں مدد کر سکتا ہے کیونکہ اس کے پاس ہی زیادہ پیسے موجود ہیں۔ آپ انہیں لوگوں کے پاس جا کر پیسے مانگیں گے۔ لیکن اصل یہ طریقہ ہے کہ آپ کو اللہ پر پورا توکل ہونا چاہئے، پھر آپ کی کوئی آدمی آ کر ضرور مدد کر جائے گا، چاہے آپ کا یہی دوست یا رشتے دار کرے یا کوئی ایسا واقف یا ناواقف آدمی کام آجائے جو عام طور پر آپ کے خیال میں نہ آسکتا ہو۔

یقین کی طاقت ہر چیز کو کھینچ کر خود ہی آپ کے پاس لے آئی ہے۔

گو سبب کی جستجو ضرور کریں مگر اللہ پر توکل مضبوط رکھیں۔

اسی بارے میں مشہور صوفی حسن بصریؒ اور ان کے شاگرد حبیب عجمیؒ کا واقعہ قابلِ غور ہے۔ حبیب عجمیؒ پہلے سود پر لوگوں کو پیسے دیا کرتے تھے۔ پھر ایک دن اس سے توبہ کر لی۔ اپنا سارا پیسہ اور گھر بار غربا میں تقسیم کر کے وہ اپنی بیوی کے ساتھ دریا کے کنارے ایک جھونپڑی سی بنا کر رہنے لگے ایک دن حسن بصریؒ ان کے مہمان تھے۔ کھانے کا وقت ہو گیا حبیب عجمیؒ کے گھر میں اس وقت صرف ایک روٹی اور تھوڑا سا سالن موجود تھا۔ انہوں نے وہی جناب حسن کے سامنے رکھ دیا۔ ابھی حسن بصری نے کھانا شروع کیا تھا کہ باہر ایک بھوکے سائل نے صدا لگائی۔ حبیب عجمیؒ نے وہی روٹی ان کے سامنے سے اٹھا کر اس سائل کو دے دی۔

حسن بصریؒ کو بڑا تعجب ہوا اور غصہ بھی آیا وہ حبیب سے کہنے لگے ''تم مہمان داری کے آداب سے واقف نہیں ہو، اگر سائل کو دینا ہی تھا تو اس روٹی میں سے ایک ٹکڑا توڑ کر دے دیتے یا آدھی روٹی دے دیتے۔ تم نے سب روٹی دے دی اور اپنے مہمان کو بھوکا رکھا'' حبیب یہ بات سن کر خاموش رہے۔

تھوڑی ہی دیر میں دروازے پر دستک ہوئی۔ حبیب نے دروازہ کھولا تو باہر ایک خادم دعوت کے بہت سے

لوازمات سے بھرا برتن لے کر کھڑا تھا، کسی امیر آدمی نے اس کو حبیب کی طرف بھیجا تھا۔ حبیب بولے کہ حسن آپ [illegible] کے عالم اور نیک آدمی ضرور ہیں لیکن کاش توکل کا یہ درجہ بھی آپ کو حاصل ہوتا۔ حسن بصریؒ بڑے شرمندہ ہوئے۔

جناب حبیبؒ کو یہ پورا توکل تھا کہ اگر اللہ نے سائل بھیجا ہے تو پھر ان کی مدد بھی وہ ضرور کرے گا، ہمیں بھی ایسا توکل رکھنا چاہیے۔

وہ اس طرح ہے کہ ایک طالبِ خدا تھا، کچھ روحانی مسائل تھے جو اسے سمجھ نہیں آ رہے تھے۔ وہ بہت سارے علماء لوگوں سے ملا۔ جہاں بھی کسی کا پتہ چلا ان کے پاس حاضر ہوا مگر تسلی نہ ہوئی۔ تھک ہار کر آخر ایک دن جنگل میں ایک جگہ بیٹھ گیا کہ اب اللہ ہی اس مسئلے کو حل کرے گا۔

ادھر جنید بغدادیؒ اپنی گھوڑی کو پانی پلانے نکلے۔ گھوڑی نے بجائے پانی کی طرف جانے کے جنگل کی راہ لی۔ جنید متعجب ہوئے کہ یہ کیا کر رہی ہے۔ پھر ان کو خیال آ گیا کہ اس میں بھی اللہ کا کوئی راز ہے۔ گھوڑی جنگل میں کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک جگہ پر رک گئی، وہاں پاس ہی وہ آدمی بیٹھا ہوا تھا۔

جنید نے اسے دیکھ کر پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو؟ اس نے اپنی کہانی سنائی۔ جب اس نے اپنے مسائل بیان کئے تو جنید نے اسے تمام مسائل کا جواب دیا اور اسے ان کی پوری تعلیم بھی دے دی۔ پھر فارغ ہو کر جب واپس چلنے لگے تو اس آدمی سے کہنے لگے کہ اگر آئندہ کوئی مشکل پڑے یا کوئی مسئلہ ہو تو مجھے یاد کر لیا کر و اس شخص نے جواب دیا ''اللہ خود ہی کسی کو پکڑ کر میرے پاس لے آئے گا جیسے وہ آپ کو لے آیا ہے۔ آپ مجھے اس بڑے دروازے سے اپنے چھوٹے دروازے کی راہ بتا رہے ہیں۔''

جنیدؒ بولے ہر صوفی کا توکل ایسا ہی ہونا چاہیے، سب کو تم سے سبق سیکھنا چاہیے۔ جب انسان کا توکل ایسا ہو تو اللہ خود ہی سبب بنا تا جاتا ہے۔

مشہور صوفی خلیفہ بن موسیٰ نہر ملکی کا فرمان ہے کہ: زاہدوں کا آخری قدم متوکلین کا پہلا قدم ہوتا ہے۔

# درد و غم

غم کے لئے عربی میں حزن کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

حزن ایک ایسی حالت کا نام ہے جو دل کو غفلت کی وادیوں میں پریشان پھرنے سے روکتی ہے اور یہ اہلِ سلوک کی ایک صفت ہوتی ہے۔

حضرت استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ صاحبِ حزن اللہ تعالیٰ کے راستے کو ماہ بھر کے اندر اتنا طے کر جاتا ہے جتنا غم کے بغیر شخص کئی سال میں بھی طے نہیں کر سکتا، حدیث پاک میں آتا ہے کہ:

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ہر غم وحزن والے دل سے محبت فرماتا ہے۔''

توریت میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں رونے دھونے کا جذبہ پیدا کر دیتا ہے۔ اور جب کسی پر ناراضگی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں خوش ہونے کا جذبہ پیدا فرما دیتا ہے۔

حضرت بشر بن حارث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حزن ایک فرشتہ ہے کہ جب وہ کسی کے دل میں گھر کر لیتا ہے تو کسی اور کا وہاں ٹھہرنا پسند نہیں کرتا۔

کہتے ہیں کہ جس دل میں حزن نہ ہو وہ ویران ہو جاتا ہے جیسے کسی گھر میں کوئی ٹھہرنے والا نہ ہو تو وہ ویران ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو سعید قرشی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حالتِ حزن میں رونا اندھا کر دیتا ہے اور شوق میں رونا کمزور تو کرتا ہے لیکن اندھا نہیں کرتا جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ ابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ (سورۃ یوسف:84)

ترجمہ: غم کی بنا پر ان کی بینائی چلی گئی اور وہ مغموم تھے

حضرت ابن خفیف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حزن نفس کو خوشی کے لیے اٹھنے سے روکنے کا نام ہے۔

حضرت رابعہ عدویہؒ نے ایک آدمی کو یہ کہتے سنا کہ ''وا حزنا'' تو فرمایا کہ یوں کہو و اقلة حزنا، اگر تو غمناک ہوتا تو سانس نہ لے سکتا۔

صوفیائے کرام نے غم کے بارے میں گفتگو کی ہے تو سب نے کہا ہے کہ غمِ آخرت اچھی چیز ہے لیکن غمِ دنیا پسندیدہ چیز شمار نہیں ہوتی۔ البتہ ابو عثمان حیریؒ نے ان کے اس قول کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ حزن ہر لحاظ سے ایک مرتبہ ہے، اور مومن کے اجر میں زیادتی کا سبب ہے جب تک گناہ کی وجہ سے نہ ہو مومن کے لیے زیادتی مراتب کا باعث ہے، کیونکہ اگر بالفرض یہ درجات انسانی بلند نہیں کرتا تو گناہ یقیناً صاف کرتا ہے۔

اگر دل میں درد و غم پیدا ہو جائے تو یہ ایک ایسا تیزاب ہے جو نفس کے جملہ زنگ اکھاڑ کر اپنے آپ میں تحلیل کر دیتا ہے۔ درد ایک ایسی آگ ہے جو نفس کی گیلی لکڑی کے گیلے پن کو ایک پل میں جلا کر خالص کر دیتی ہے۔ جب اس آگ کا انگارہ دہکتا ہے تو وہ خالص حرارت ہوتی ہے، پانی کا اس میں نام و نشان نہیں ہوتا۔ اسی طرح دردِ دل کی آتش سے دہکنے والے نفس میں مادیت کی نمی کا نشان تک نہیں رہتا۔ درد بہت تلخ ہے، اس کا ذائقہ بہت کڑوا ہے، مگر اس کا سرور شہد سے بھی میٹھا ہے، اس کا خمار شراب سے بھی دیرپا ہے۔

شراب کا ذائقہ کتنا تلخ ہوتا ہے مگر پینے والے ہزاروں لذیذ مشروبات کو اس کی تلخی پر قربان کر دیتے ہیں صرف اس لئے کہ اس میں نشہ ہے جو رگوں میں ایک میٹھا سا سرور دوڑا دیتا ہے۔ یہ درد بھی ایک انتہائی تلخ مشروب ہے مگر اس کے سرور کا اور نشے کا تو وہی بتا سکتا ہے جو اس سے کبھی لطف اندوز ہو چکا ہو۔

شیکسپیئر کہتا ہے کہ جب انسان درد و غم سے لطف اندوز ہونا شروع ہو جاتا ہے تو ولی بن جاتا ہے یعنی خوشی کا رنگ پائیدار نہیں ہے۔ درد ایک ساتھی ہے، خوشی ایک ہرجائی محبوبہ ہے، درد ایک وفادار دوست ہے۔

اب خود فیصلہ کریں کہ کسے اپنانا چاہیے؟

# تجرّد

اس دنیا میں بڑا بننے کے لیے کچھ قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ جو انسان اپنے بچوں کے مستقبل کو بہتر دیکھنا چاہتا ہے وہ بچپن سے انہیں اعلیٰ اداروں میں داخل کرواتا ہے، انگلش میڈیم ایچی سن کالج وغیرہ میں داخل کرواتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا بچہ ایک بڑا افسر بنے۔ اسی طرح جب وہ بچہ Competition کی تیاری کر رہا ہو تو اس دوران وہ اگر باپ سے کہے آپ میری شادی کر دیں تو باپ بالکل راضی نہیں ہوگا اور کہے گا کہ جب تک تم کچھ بن نہیں جاتے شادی کا نام نہ لو۔ کیونکہ اس بات کو ہر آدمی سمجھتا ہے کہ اہل وعیال ترقی کے راستوں میں ایک طرح کی رکاوٹ ہوتے ہیں۔

اسی طرح جب پہلوان اپنے پٹھے شاگرد تیار کرتے ہیں تو ان پر سب سے اولین شرط تجرد کی رکھتے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ تجرد کے بغیر ترقی ناممکن ہے۔

اسی طرح دینی امور میں اگر کوئی اعلیٰ مقام حاصل کرتا ہو تو جب تک منزل کا حصول نہ ہو تو اس کے لیے مجرد رہنا بہتر ہوتا ہے کیونکہ وہ دیگر پریشانیوں سے بچ کر یکسوئی کے ساتھ عمل کر سکتا ہے۔ ہاں جب وہ منزل پر پہنچ جائے تو پھر شادی کر لینا سنت ہے۔

اگر تزکیۂ نفس کے مراحل میں کہیں گناہ کا خطرہ لاحق ہو جائے تو پھر گناہ سے بچنے کے لیے فوراً شادی کرے کیونکہ اس مقام پر شادی واجب ہو جاتی ہے۔ جو آدمی اکیلا ہوتا ہے وہ آزاد ہوتا ہے اور جس کے کندھوں پر اہل وعیال کا بوجھ ہوتا ہے وہ آزادی کے ساتھ ترقی کے راستوں پر گامزن نہیں رہ سکتا کیونکہ اس پر گھر کی ذمہ داریاں آجاتی ہیں تو عبادات کے لیے وقت نکالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے کافی اولیائے کرام نے پوری زندگی شادی نہیں کی گویا انہوں نے لذاتِ دنیا کے ساتھ اپنی اولاد کی بھی قربانی دے دی اور خود کو مالک کے لیے وقف رکھا۔ مگر یہ باتیں عام آدمی کے بس کا روگ نہیں ہوتیں۔ اس لئے ہر انسان کو کسی نہ کسی وقت شادی کر لینا چاہیے خصوصاً گناہ سے بچنے کے لیے اور نسل کے جاری رکھنے کے لیے۔

یہ بھی ہے کہ ہر آدمی کو کچھ وقت یکسوئی سے اعمالِ خیر بجالانے کے لیے اور تزکیۂ نفس کے لیے بھی نکالنا چاہیے اور وہ شادی سے قبل کا دور سنہری دور ہوتا ہے۔ اس لئے شادی میں عجلت نہیں کرنا چاہیے تا کہ کچھ نہ کچھ بننے کے بعد اس میں قدم رکھے۔

# عزلت

انسان ترقی کی خواہ جس منزل پر پہنچ جائے اسے پھر بھی تنہائی میں کچھ وقت رہ کر یکسوئی اور عبادات اور مراقبے



کی ضرورت اسی طرح رہتی ہے جس طرح ابتدا میں رہتی تھی اس لئے ہر حال میں تنہائی کو معمول میں شامل رکھنا چاہیے کیونکہ انسان مقام قرب تک نہیں جا سکتا جب تک تنہائی کو شعار نہ بنائے۔

اگر انسان میں اچھائی کا جذبہ ہو تو تنہائی ایک بہترین معاون ہے اور یہ بھی ہے کہ اگر انسان میں خباثت کا مادہ زیادہ ہو یا گناہ آلود ذہنیت ہو تو پھر تنہائی زہرِ قاتل بھی ہے کیونکہ اس طرح انسان تنہائی میں بُرے بُرے خیالات کی یلغار میں آجاتا ہے، اور اس صورت میں اچھے لوگوں کی صحبت سے دوری اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

# خاموشی

فرمان ہے: دین کی سلامتی کے دس حصے ہیں، اس میں سے نو حصے خاموشی میں ہیں۔

انبیائے ماسلف علیہم السلام کے زمانے میں ایک روزہ خاموشی کا بھی ہوا کرتا تھا۔ اس دور میں جب کوئی عبادت کی طرف راغب ہوتا تھا تو خاموشی سیکھتا تھا اور کئی لوگ اس کے لیے منہ میں کنکر بھی رکھ لیتے تھے، اور بارہ بارہ سال تک خاموشی سیکھتے تھے۔ جب اس پر کامل عبور حاصل ہو جاتا تھا تو پھر عبادات کے باقی مراحل کی طرف سفر کرتے تھے۔ اور جو شخص خاموشی نہیں سیکھ سکتا تھا وہ عبادات کے میدان سے باہر آجاتا تھا کہ اب عبادات فضول ہیں کیونکہ جو کچھ بھی میں عبادات سے حاصل کروں گا وہ تو زبان کے ذریعے برباد ہو جائے گا، اس لئے یہ محنت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

فرمان ہے اکثر مخلوق زبان کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہے۔ فرمایا کہ ہر صبح سارے اعضائے بدن زبان سے کہتے ہیں کہ خدا کے لیے کوئی الٹی سیدھی بات نہ کر دینا کیونکہ جرم تو کرے گی اور سزا ہمیں بھگتنا پڑے گی۔

ایک ہوتی ہے بدکلامی یہ تو حرام ہے ہی۔ ایک ہے بے فائدہ کلام یہ بھی مذموم ہے ایک ہے بلاضرورت کلام کرنا اس سے بھی اجتناب کرنا لازم ہے۔ جس آدمی کو یقین ہو گیا کہ میرا مالک میری ہر بات کو سن رہا ہے اس کی زبان بند ہو جاتی ہے۔

## مثبت سوچنا

روحانی مدارج بڑھانے میں مثبت سوچ کا کردار بہت اہم ہے۔ ایمان مثبت سوچ کا ہی نام ہے۔ ہر حال میں پُرامید رہنے کو آپ مثبت سوچ کہہ سکتے ہیں۔ ہر حال میں پُرامید رہنے کی کیفیت اسی وقت ہوتی ہے جب انسان کی روح میں توکل علی اللہ اور یقینِ کامل راسخ ہو۔

اسلام کے بنیادی پیغام میں پُرامید رہنا شامل ہے۔ ناامید یا مایوس ہونے کو کفر کہا گیا ہے۔ انسان کے اندر منفی سوچ مایوسی کی وجہ سے آتی ہے جبکہ ہر حالت میں پرامید رہنا بہتری اور کامیابی کی امید رکھنا مثبت سوچ کہلاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ منفی سوچ کی کوئی حد نہیں، آپ اپنے لئے ہر قسم کی پریشانیاں خود ہی کھڑی کرتے ہیں۔ وادئ روحانیت میں انسان جب منفی سوچ اختیار کرتا ہے تو پھر اکثر اس کے سیدھے کام بھی الٹے ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس

لیے روحانی سالک کو چاہیے کہ وہ اپنی سوچ ہمیشہ مثبت رکھے۔کوئی بھی انسان مثبت سوچ کے بغیر خوش نہیں رہ سکتا۔ منفی سوچ سوچنے والا اپنا دماغ خواہ مخواہ ہی خراب کرتا ہے۔ جہاں تک ہو سکے لوگوں کے بارے میں مثبت سوچیں۔ اس سے آپ بہت سی روحانی پریشانیوں سے بچ جائیں گے۔آپ کے روحانی مدارج میں ترقی ہوگی اور آپ کی زندگی آسان ہو جائے گی۔

دنیا جنت ہے یا دوزخ یہ آپ کی سوچ ہی پر انحصار کرتا ہے۔انسان کی نفسیات ہی میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اگر ایک بری یا منفی بات سوچتا ہے تو پھر بری اور منفی سوچوں کی ایک قطار لگ جاتی ہے۔ایک کے بعد دوسری، تیسری، چوتھی ایسی ہی سوچ آتی چلی آتی ہے ایسا سوچنے سے انسان کی روحانی قوت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔

اس لیے چاہیے کہ منفی سوچ ذہن میں آتے ہی اسے شروع میں ہی جھٹک دیں اور مثبت چیزوں کے بارے میں سوچنا شروع کر دیں۔مثبت باتوں کو سوچنے سے انسان کو سکون اور توانائی ملتی ہے۔

احساسِ کمتری، ماضی کی کوتاہیاں وغلطیاں، جادو وغیرہ سب سوچوں کے پیچھے یہی اصول کام کرتا ہے۔اہم بات یہ ہے کہ منفی سوچ تو غلط ہے ہی مگر اس کا دہرانا بہت خطرناک ہوتا ہے۔اس زہر کو ذہن سے نکالنا بہت ضروری ہوتا ہے ورنہ یہ سوچ آپ کو پیچھے ہی پیچھے لے جاتی ہے۔

اہلِ بصیرت کو اور بھی کئی چیزیں اس پیغام میں مل سکتی ہیں۔اور اسی طرح اچھی سوچوں کو دہرانا ہی روحانیت کی بنیاد ہے۔مگر اس میں بھی بڑی چیزوں کو ہی دہرائیں۔چھوٹی چھوٹی چیزوں کے پاس ہی نہ گھومتے رہیں۔زیادہ منفی سوچنے والا آہستہ آہستہ دنیا کو منفی سوچ کی عینک لگا کر دیکھنا شروع کر دیتا ہے اور پھر اس کے نزدیک دنیا ایک بُری جگہ بن جاتی ہے۔اور پھر وہ بُری جگہ کا مقابلہ کرنے کے لیے خود کو تیار کرتا ہوا خودغرض اور بُرا بنتا چلا جاتا ہے۔

دنیا کو بُرا کہنے والا عموماً خود بُرا ہوتا ہے۔اچھا کہنے والا خود اچھا ہوتا ہے۔اس میں سمجھنے والی بات یہ ہے۔ایک یا دو دشمنوں کو بُرا کہنے والا عام آدمی بُرا نہیں ہوتا مگر زیادہ تر لوگوں کو بُرا سمجھنے والا بُرا ہوتا ہے یا بنتا جاتا ہے۔بہر حال اس چیز کو بیوقوفانہ طریقے سے کرنے کے بجائے عقلمندانہ طریقے سے کریں۔

اعتدال کا ایک صحیح طریقہ یہ ہے کہ اتنے میٹھے نہ بنو کہ ہر کوئی کھا جائے نہ اتنے کڑوے ہو جاؤ کے ہر کوئی تھوتھو کرے۔

شروع میں انسان کو مثبت سوچنے کی عادت ڈالنی پڑتی ہے اور اس میں کوشش اور قوتِ ارادی کا استعمال ہوتا ہے۔مگر کچھ عرصہ ایسا کرنے اور کچھ کامیابیوں کے بعد انسان کا ذہن خود ہی اس ڈگر پر چل پڑتا ہے۔پھر آپ کو ایسی کوششوں کی ضرورت نہیں رہتی۔پھر یہ چیزیں انسان کی شخصیت کا حصہ بن جاتی ہیں۔اس کے بعد مثبت سوچ انسان کی شخصیت سے ٹپک رہی ہوتی ہے، کامیابیاں اس کے قدم چومتی ہیں۔ایک روحانی اور مردِ مومن کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔

## مطمئن اور پرسکون رہنا

مہاتما بدھ کا قول ہے:

''بے اطمینانی سب سے بڑا دکھ ہے، اور اطمینان سب سے بڑا سکھ ہے۔''

روحانیت میں ترقی کے لیے انسان کے اندر قلبی طمانیت بڑی اہم چیز ہے۔اور یہ اسی وقت آتی ہے جب انسان پُرسکون رہے۔

پُرسکون رہنا ایک ایسی چیز ہے جس کے ہزاروں فائدے ہیں، نقصان ایک بھی نہیں۔

ساری دنیا کے مذاہب اور روحانیت کے سکولوں کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ انسان کو پُرسکون اور خوش رکھیں۔ مسلمانوں پر پانچ وقت نماز کیوں فرض کی گئی؟ اس کی بڑی وجہ انسان کے پریشان اور نروس ذہن کو سکون کی حالت میں لانا ہے۔ پُرسکون نہ رہنے والا بدقسمت ہوتا ہے۔آپ اسے بیوقوف بھی کہہ سکتے ہیں۔ذہن سکون کی حالت میں نہ ہو تو ہم اپنی ذہنی اور جسمانی توانائی خواہ مخواہ ضائع کرتے رہتے ہیں۔پُرسکون حالت میں ہی ہماری جسمانی اور ذہنی توانائی اکٹھی ہوتی اور بڑھتی ہے۔روحانی علاج وکشف وکرامات سب ایک پُرسکون رہنے والے ذہن کا کام ہے۔ہر حالت میں پُرسکون Relax رہنے والا انسان چاہے تو اپنی صرف ذہنی طاقت سے ہی بہت سے بظاہر مافوق الفطرت کام کر سکتا ہے۔خود کو مکمل Relax کرنے کے لیے انسان کو اپنے جسم کو مکمل ڈھیلا اور بغیر تناؤ کے کرنا، پھر اپنے دماغ کو بالکل آرام کی حالت میں لانا اور اسے بغیر سوچ یا بہت کم سوچ کے ساتھ رکھنا ہوتا ہے، اور اسطرح انسان اپنے محسوسات Feelings کو آرام اور کمزوریوں کو دور کر سکتا ہے۔Relax کرنا یوگا کے اصولوں میں بھی شامل ہے۔

پرسکون رہنے والا کم ہی بیمار ہوتا ہے۔اس کی ذہنی اور روحانی طاقت پوری طرح کام کرتی ہے۔جب کہ گھبرایا ہوا ذہن صحیح فیصلہ نہیں کر سکتا پُرسکون انسان کی جسمانی طاقت بھی زیادہ بہتر کام کرتی ہے۔

اہم مسئلہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کسی حالت میں نہیں گھبراتے مگر بہت سے کام کرتے وقت وہ اندرونی طور پر ڈرے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اس کام میں اکثر ناکام رہتے ہیں مگر اس اندرونی گھبراہٹ کا انہیں بھی کم ہی علم ہوتا ہے۔

اگر ماں باپ پرسکون رہتے ہوں تو عموماً بچے بھی پرسکون اور خوش باش ہوتے ہیں۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ طمانیت کا تعلق صحبت سے بھی ہے۔ایک سچے اور سُچے مرشدِ کامل کی یہ نشانی ہے کہ لوگ اس کے پاس بیٹھ کر خود کو خوش باش اور پُرسکون محسوس کرتے ہیں۔وہ شخص روحانیت میں کوئی ترقی نہیں کر سکتا جو Relax رہنا نہ سیکھ لے۔

◆◆◆◆◆

باب ہشتم

# روحانیت اور ذکرِ الٰہی

روحانیت میں ذکرِ الٰہی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ذکرِ الٰہی کی کثرت سے ذکر میں مذکور کا خیال پیدا ہوتا ہے۔اور رفتہ رفتہ یہ خیال ترقی کر کے محبت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔باطنی قویٰ بیدار ہو جاتے ہیں جس سے قلب پاک صاف ہو کر منور ہو جاتا ہے۔باطنی پوشیدہ بیماریاں نظر آنے لگتی ہیں۔ان کے علاج میں ذکرِ الٰہی سے بڑی مدد ملتی ہے [illegible] کی طرف رغبت بڑھتی ہے اور گناہوں سے انسان کو کراہت ہونے لگتی ہے۔طالبِ روحانیت اپنے اندر انقلابِ عظیم محسوس کرتا ہے۔

چونکہ خداوندِ کریم اپنی مخلوق پر بے انتہا مہربان ہے اس کی منشا یہی ہے کہ انسان زیادہ سے زیادہ روحانی مدارج طے کرے، اس لیے اس نے انسان کو اپنے ذکرِ پاک کی مداومت پر آمادہ کرنے کے لیے بذریعہ ترغیب و ترہیب متوجہ فرمایا ہے۔اور واضح روشن احکام صادر فرما کر کسی بھی حال میں اپنے ذکرِ پاک کو ترک کی اجازت نہیں دی ہے۔اس حوالے سے یہ ارشاداتِ ربانی قابلِ غور ہیں۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ (سورۂ زخرف:36)

ترجمہ۔اور جو کوئی رحمٰن کی یاد سے غفلت کرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔پس وہ اس کا ہم نشین رہتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (سورۂ احزاب 41)

ترجمہ:اے ایمان والو اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔

اے مسلمانو! نہ تمہارے مال اللہ کی یاد سے غافل کریں اور نہ تمہاری اولاد اللہ کی یاد تمہارے دل سے فراموش کرے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (سورۂ طٰہٰ:124)

ترجمہ:اور جو میرے ذکر سے اعراض کرے گا اس کے لیے زندگی کی تنگی بھی ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۂ زمر:22)

ترجمہ:افسوس ان لوگوں کے دل پر جن کے دل ذکرِ خدا کے لیے سخت ہو گئے ہیں۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِى الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا (سورۂ جن:12)

ترجمہ:جو بھی اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے گا اسے سخت عذاب کے راستے پر چلنا پڑے گا۔

## ذکرِ الٰہی احادیثِ نبویؐ کی روشنی میں

ترجمہ:عبداللہ بن بسر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ مجھ پر اسلام کے بہت سے احکام واجب ہو گئے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی چیز و عمل یا عبادت بتا دیں کہ میں اسکو ہمیشہ کیا کروں (یعنی کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیں کہ باعثِ ثواب کثیر، جامع اور آسان ہو) آپ نے جواباً فرمایا "تیری زبان سے ہر وقت ذکرِ الٰہی کا ورد جاری رہے" اسی طرح حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میں نے رسول اللہ ﷺ سے بوقتِ رخصت عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا عمل اور عبادت زیادہ پسندیدہ ہے۔آپؐ نے فرمایا کہ مرتے وقت تیری زبان اللہ کے ذکر سے شاداب ہو۔

ذکرِ الٰہی کی فضیلت میں احادیث اس قدر کثرت سے اور ایسے الفاظ میں وارد ہوئی ہیں کہ ان کے مطالعہ سے ہر صالح انسان حد درجہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا یہاں تک کہ ذکرِ الٰہی کرنے والوں کو تمام دیگر بندوں کے مقابلے میں افضل فرمایا گیا ہے۔جیسا کہ اس حوالے سے یہ حدیثِ مبارکہ قابلِ توجہ ہے۔

اَفْضَلُ الْعِبَادِ عِبَادُ اللّٰهِ الذَّاكِرُوْنَ

ترجمہ:اللہ کے افضل بندے اس کا ذکر کرنے والے بندے ہیں۔

ذکرِ الٰہی کے لیے زمان و مکان کی کوئی قید نہیں ہر جگہ انسان خدا کو یاد کر سکتا ہے۔لیکن بعض روایتوں میں آیا ہے کہ خدا کو مخصوص اوقات میں یاد کرنا چاہیے۔یہ اس بات پر دلیل ہے کہ خدا کو مخصوص اوقات میں یاد کرنا خاص اہمیت کا حامل ہے جیسے:

1- اُذکرونی بطاعتی اَذکرکم بعَونَتی

تم مجھے اطاعت کے ذریعے یاد کرو، میں تمہیں اپنی مدد کے ساتھ یاد کروں گا۔

2- اُذکرونی بطاعتی اَذکرکم برحمتی

تم مجھے اطاعت کے ساتھ یاد کرو۔میں تمہیں اپنی رحمت کے ساتھ یاد کروں گا۔

3- اُذکرونی علی ظهر الارض اَذکرکم فی بطنها

تم مجھے زمین کے اوپر یاد کرو۔میں تمہیں زمین کے اندر (قبر میں) یاد کروں گا۔

4- اُذکرونی فی النعمة والرخاء اَذکرکم فی الشدة والبلاء

تم مجھے نعمت و آسائش کے وقت یاد کرو میں تمہیں سختی اور مصیبت کے وقت یاد کروں گا۔

5- أذكروني في الدنيا اذكركم في العقبى

تم مجھے دنیا میں یاد کرو میں تمہیں آخرت میں یاد کروں گا۔

6- أذكروني بالدعاء أذكركم بالاجابة

تم مجھے دعا کے وقت اور دعا کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں اسکی مقبولیت کے ساتھ یاد کروں گا۔

7- یا بن آدم !اذکرونی حین تغضب اذکرك حین الغضب

اے ابنِ آدم تم مجھے غضب کی حالت میں یاد کرو میں تجھے اپنے غضب کے وقت یاد کروں گا۔

## ذکرِ الٰہی اور روحانی طاقت

جس طرح موتی حاصل کرنے کے لیے سمندر میں غوطہ لگانا پڑتا ہے اسی طرح روحانی توانائی کے لامحدود ذخائر تک رسائی کے لیے ذکرِ الٰہی اور فکر و خلوت کے طویل دور سے گزرنا ہوتا ہے۔ ذکرِ الٰہی میں یکسوئی پیدا کرنے کے لیے بعض لوگ غاروں میں جا بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر وہیں رہ جاتے ہیں۔ اور جو واپس آتے ہیں وہ طاقت کا اتنا بڑا خزانہ ساتھ لاتے ہیں کہ جدھر نگاہ اٹھاتے ہیں دلوں میں آسمانی محبت کی مقدس آگ بھڑکا دیتے ہیں۔ جبیں ان کے سامنے سجدہ ریز ہونے کیلئے بے تاب ہو جاتی ہیں۔ وہ چاہیں تو آگ سے حرارت چھین لیں اور دریاؤں سے روانی، وہ اشارہ کریں تو پیکر گل میں جان پڑ جائے اور چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں۔ یہ مہیب طاقت دل کی گہرائیوں میں نہاں اور صرف ذکر و فکر سے عیاں ہوتی ہے۔ یہ طاقت انبیاء کے بعد اولیا کو بھی بقدر مراتب ملتی ہے۔

ذکرِ الٰہی کی کثرت سے طالبِ حق میں حق سے لگاؤ پیدا ہوتا ہے۔ وہ جس کا ذکر کرتا ہے اس کی جستجو کا شوق اس کو اپنے اندر کروٹیں بدلتا محسوس ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ اسے نفسانیت سے جو اس کے مقصودِ جستجو کو چھپانے والی ہے، نفرت ہو جاتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جو دل حبِ دنیا اور ہوا ہوس سے خالی نہ ہو، اس میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے ذکرِ خدا داخل نہیں ہو سکتا۔ ایک دل میں ایک ہی وقت میں دو خیال کبھی نہیں ہو سکتے۔ اس لیے حُبِ دنیا کو دل میں جگہ دے کر بدکاریوں میں مبتلا ہو جانے کو جو خدا سے غفلت کا باعث ہے اور انسان کے لیے اس کے مبدا کی طرف ترقی کرنے میں حائل ہے اور دوزخ کا دعوت نامہ کہا جائے تو بے جا نہیں جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے۔

ترجمہ: جس نے دنیا کا جینا بہتر سمجھا ہو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

طالبِ حق ذکرِ الٰہی کے پے در پے حملوں سے نفس اور شیطان کو شکست دے کر دل سے باہر نکال کر ڈالتا ہے اور اخلاقِ ذمیمہ کو دفع کر کے اعلیٰ صفات کو اختیار کر لیتا ہے۔

ذاکر بغیر ذکرِ خداوندی کے ایک لمحہ نہیں گزارتا۔ ذکر کی قدر و منزلت ذاکر ہی کے دل میں جاگزیں ہوتی ہے۔ اسرارِ معرفت اسی پر وا ہوتے ہیں جو زبانِ ظاہر اور باطن دونوں سے سراپا اخلاص ہو کر ہر حال اور ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے۔ پس وہ انسان جو حواسِ ظاہری میں اسیر ہے اور جو ان کی رہبری سے ہر چیز کو سمجھنا اور حاصل کرنا چاہتا ہے وہ عملی تصوف اور اس کے حال سے واقف نہیں ہو سکتا۔ وہ شریعتِ اسلامی کی روح کو نہیں پا سکتا۔ کیونکہ بارگاہِ قدوس میں مادی عقل و حواس کا گزر نہیں۔ جو اقوال، افعال، اعمال اور اذکار حواسِ ظاہری سے تعلق رکھتے ہیں وہ عالمِ جسمانیت یعنی دنیا سے آگے نہیں جا سکتے، جسمانی آنکھ سے کیفیاتِ قلب نہیں دیکھی جا سکتیں۔ البتہ حواسِ باطنی سے جو اعمال کیے جائیں ان کے بارگاہ قدوس میں پہنچنے اور مقبول ہونے کی امید بے جا نہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ اللہ کے ہاں قلب کا اعتبار ہے جسم کا نہیں۔

جز نیاز و بندگی و اضطرار　　اندریں حضرت ندارد اعتبار

تو پس جو انسان کثرتِ ذکرِ الٰہی سے باطنی حواس کو بیدار کر کے ان کی سواری پر حق تعالیٰ کی طرف بڑھنے کا سفر شروع کر دیتا ہے تو اسے چاہیے کہ ظاہری حواس کی زنجیروں کو دنیا و مافیہا کی محبت سے مضبوط نہ کرے۔ دنیا کی محبت و صدمات، امید و یاس، نفع و نقصان، عروج و زوال کے خیالات روح کیلئے مستقل پردہ بن کر عالمِ ملکوت سے اس کا تعلق منقطع کر دیتے ہیں۔ اس طرح وہ غیر صالح خواہشات اور نفسانی لذات کی خوگر ہو کر مدراجِ عالیہ پر فائز ہونے سے محروم ہو جاتی ہے۔

جو بھی روحانی اسرار کا طالب ہو اسے چاہیے کہ اس سفرِ عظیم کو طے کرنے کے لیے کسی سوختۂ عشق واقفِ راہ کے سایہ میں آجائے تا کہ غولِ بیابانی اسے گمراہ اور تباہ نہ کر سکے۔

روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دنیا میں کسی ایسے بندے کو دیکھو جو گفتگو کم کرتا ہو اور اس نے زہد اختیار کیا ہو تو اسکی محبت میں رہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اسکو حکمت اور دانائی تعلیم کرتا ہے۔ جب ہم اولیائے کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عشاق کے دلوں میں بے شمار لاہوتی اسرار اور حکمت و عرفان کی باتیں القا فرمایا کرتا ہے جو بے انتہا مؤثر ہوتی ہیں۔ اسی حقیقت کو اقبال نے یوں بیان کیا ہے۔

نہ تخت و تاج نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

ہمیں اس بات سے خبردار رہنا چاہیے کہ کسی زاہدِ خشک کے بہکانے سے بزرگانِ دین کی کفش برداری ترک نہ کر بیٹھیں۔ کیونکہ بے ادبی مردودی کا پھل دیتی ہے۔

حضرت بو علی دقاقؒ فرماتے ہیں کہ جو مرشدِ کامل کی مخالفت کرتا ہے وہ طریقت سے خارج ہو جاتا ہے اگرچہ ایک ہی جگہ پیر کے ساتھ کیوں نہ رہتا ہو۔

حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں۔

حافظ جناب پیرِ مغاں مامن وفاست
من ترک خاک بوسی ایں در نمی کنم

یعنی اے حافظ درِ پیر مغاں ہی حصولِ دولت کی جگہ ہے میں اس دروازے کی خاک چومنے سے ہرگز باز نہ آؤں گا۔

ہمیں چاہیے کہ اپنی زندگی اور بالخصوص روحانی ترقی کے لیے ذکرِ الٰہی کی فرضیت اور اہمیت کو سمجھیں اور اس اہم فرض کی بجا آوری کے لیے صدق اور خلوص سے کوشش کریں۔ اسمائے حسنیٰ میں سے کوئی بھی اسم اس ذات مقدس کا ہر وقت ہر جگہ اور ہر حال میں کثرت سے اپنے وردِ زبان رکھو۔ اس راز سے بہت کم انسان واقف ہیں کہ ہر اسمِ الٰہی اسمِ اعظم ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی مردِ کامل سے بااجازت ہو۔

نیک لوگ طالبِ روحانی کو عموماً اسمائے حسنیٰ میں سے کوئی اسمِ اعظم تعلیم فرماتے ہیں اور ہدایت یہ کی جاتی ہے کہ اول وآخر سو مرتبہ درود شریف کے ساتھ اس اسمِ اعظم کو ساڑھے بارہ ہزار مرتبہ ورد کیا جائے ہمارے پاس ایسے ہزاروں کیس بطور حوالہ موجود ہیں کہ جب لوگوں نے میرے بتائے ہوئے اسمِ اعظم کو مذکورہ بالا ہدایت کے مطابق ورد کیا تو ان کے دل ودماغ کے جن میں پریشان خیالات اور تفکرات کا ہجوم رہتا تھا، وہ رفتہ رفتہ کچھ عرصے میں کثرتِ ذکرِ خداوندی کی برکت سے اس طرح دور ہو گئے جس طرح موسم گرما کے سورج کی تپش سے برف پگھلنی شروع ہو جاتی ہے۔ مسائلِ حیات سلجھنے لگے اور کچھ ہی عرصے میں زندگی کے خزاں رسیدہ گلشن پر بہار آ گئی۔

اگر ہم عصرِ حاضر کے انسان کے جسمانی اور روحانی مسائل کا جائزہ لیں تو ہمیں پتا چلے گا کہ ان کو سوائے ذات پروردگار کے اور کوئی دور نہیں کرسکتا۔ اس لیے ہمیں سمجھنا چاہیے کہ اگر ہم ظاہری اور باطنی کامیابیاں حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ صرف اسی کے فضل وکرم سے ممکن ہے۔

ہمارے اس دعوے کی دلیل ہمارے اولیائے کرام ہیں۔ آپ کی ذات بابرکت کے طفیل بے شمار جسمانی بیماریوں اور روحانی پریشانیوں میں مبتلا لوگوں نے جب ذکرِ الٰہی کا ورد شروع کیا تو چند ہی دنوں میں اس ذکر کی برکت سے وہ لوگ اپنے مسائل کے گرداب سے باہر نکل گئے۔ اس لیے ہماری فلاح اسی میں ہے کہ اسی کے درِ رحمت کی طرف عاجزی اور انکسار سے رجوع کریں۔ ہمیں یہ بات لوحِ دل پر نقش کر لینی چاہیے کہ اگر ہم ظاہری اور باطنی کامیابیاں حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ صرف اسی کے فضل وکرم سے ممکن ہے۔

اس کے علاوہ کوئی نہیں جو ہماری حاجتوں کو پورا کر سکے۔ اس لیے ہماری فلاح اسی میں ہے کہ اسی کے درِ رحمت کی طرف عاجزی اور انکسار سے رجوع کریں۔ اس کے ذکر پاک کو اپنے اوپر لازم کر لیں اور کوشش کریں کہ کسی وقت بھی اس سے غافل نہ ہوں۔ عقلمند انسان وہ ہے جو بااہتمام ادب واخلاص اس سے اسی کو طلب کرتا جائے۔ نفسانی جذبات کے غلبہ کی وجہ سے اپنی عبادت کے صلے میں بارگاہِ خداوندی سے فانی چیزوں کے لیے دعا کرنا حوصلہ مندی نہیں ہے۔ پس ہمیں عبادت کے صلے میں کچھ ملنے یا نہ ملنے اور کامیابی یا ناکامی کے خیال سے اپنے اخلاص ویکسوئی کو خراب نہیں کرنا چاہیے۔ حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں کہ.........

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن

کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

(عبادت سائلوں کی طرح مزدوری کی شرط پر مت کرو۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ اپنے غلاموں کی سرپرستی کا طریقہ خود بخوبی جانتا ہے)

دانا وہ ہے جو اپنی روح کو نقوش ماسواء اللہ سے پاک کرے۔ ہمت بلند کر کے محبت کی روشنی میں راہِ حق دیکھے۔ ذاتِ حق کی طلب میں اپنی ہستی کھودے کہ یہی زندگی کی شاندار فتح ہے۔ تسکینِ خواہشات اور جسمانیت کی محبت کی وجہ سے اضطراب اور بے چینی میں نہ رہے کیونکہ روح کی مسرت اور حقیقی سکونِ قلب تو ذکرِ الٰہی میں ہے۔

قارئینِ کرام! یہ بات ہرگز نہ بھولنی چاہیے کہ ذکرِ الٰہی وہ نعمت ہے جو دنیا بھر کے مصائب سے انسان کی گلو خلاصی کرا سکتی ہے۔ یہ وہ خدا کی بخشش ہے، جس کے حصول سے انسان کے دین ودنیا دونوں سنور جاتے ہیں۔ یہ وہ عطیۂ کبریائی ہے جس سے انسان کے قلب کو دنیا ہی میں آسمانی سرور اور بہشتی مسرت حاصل ہوتی ہے، اس کی روح مست وبیخود ہو جاتی ہے اور وہ جیتے جی نجاتِ ابدی تک پہنچ جاتا ہے۔

سو اگر ہم کثرت سے ذکرِ الٰہی کی مشق شروع کر دیں تو ہماری کُل ذاتی آرزوئیں بر آئیں گی اور کُل مشکلات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ سب بگڑے معاملات درست ہو جائیں گے لیکن شرط یہ ہے کہ ہم ذکرِ الٰہی سے کسی صورت بھی غافل نہ ہوں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا ایک خطرناک مرض میں مبتلا ہونے کا واقعہ مشہور ہے۔ ایسے خطرناک حالات میں حضرت کا اللہ تبارک تعالیٰ کو یاد کرنا ہی کام آیا۔

اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام جب فضائے ظلماتِ ماہی کی پریشانیوں میں گھر گئے، جب بے چینی زیادہ بڑھی تو آنجنابؑ پر ایسی حالت طاری ہوگئی تو نہایت پر جوش عالم میں پروردگارِ کائنات کو اس طرح پکارنے لگے۔ ان کی اس صدا کو قرآن مجید فرقان حمید نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (سورۃ انبیاء:83)

ترجمہ: تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تو پاک ہے میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔

تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ ایسے مشکل وقت میں جب حضرت نے خالق کا اس انداز میں ذکر کیا تو یہ ذکرِ الٰہی کا انداز بارگاہِ رب العزت میں اتنا محبوب قرار پایا کہ اس کی برکت سے آپ کو اس مصیبت سے نجات ملی۔

اگر ہم تاریخ کے جھروکوں میں جھانک کر دیکھیں تو ہمیں پتا چلے گا کہ صرف ان ذواتِ مقدسہ پر ہی بارگاہِ احدیت سے لطف وکرم نہیں ہوا بلکہ پرستارانِ حق جس دور میں بھی ذات واجب سے ملتجی ہوئے ہیں تو اللہ نے انکو ظاہری وباطنی رنج وغم سے نجات اور امداد حسبِ طلب پہنچائی ہے، چنانچہ اسی حوالے سے قرآن میں ارشاد ربانی ہوا ہے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: ہم نے (یونس علیہ السلام) کی دعا قبول کی اور اس کو غم والم نے سے نجات دی۔ اور ہم اسی طرح مومنوں

کونجات دیتے ہیں۔

یہاں یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ فضلِ ربی کے نتیجہ میں جب حضرت نے مچھلی کو حکم دیا تو اس نے دریا کے کنارے آپ کو اُگل دیا اور اس طرح آپ کو رنج والم سے نجات ملی۔ یہ ایک مثال ہے کہ خالق کس طرح اپنے مقرب بندوں کو نجات عطا فرماتا ہے۔ لیکن یہاں اس حقیقت کی طرف توجہ بھی ضروری ہے کہ اسکی یہ رحمت خصوصیت کے ساتھ ان عقلمندوں کے لیے ہے جو اپنی زندگی کا ہر لمحہ اسکی یاد میں گزارتے ہیں۔ اور اگر ان سے بمقتضائے طبیعت کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔ تو وہ فوراً اس کا احساس ہوتے ہی اللہ کی طرف رجوع کر کے اس کا ذکر پاک کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ

(سورۂ عمران:135)

اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرنے لگتے ہیں۔

کیونکہ قانون ہے کہ مقربِ حق ہونے کا مقام ذکرِ باری تعالیٰ اور مجاہدہ کے ذریعے ہی حاصل ہوتا ہے۔ بغیر مشقت کے آج تک کسی کو یہ اعلیٰ درجہ نہیں ملا۔ پس طالبِ حق کو چاہیے کہ اپنے خیالات کو دنیا کی طرف سے روکے اور افزودنیٔ مال وعزّ وجاہِ دنیوی کے لیے کبھی دعا نہ مانگے۔ خدا سے خدا کو طلب کرے کیونکہ اس کی درگاہِ عالی میں نفسانیت کی تحریک پر ناچیز اور فانی اشیاء کی درخواست کرنا یا اپنے آپ کو حقیر بنانا، اپنی قدر ومنزلت کھونا اور دعا کی تاثیر کو خراب وخستہ حال کرنے کے مترادف ہے۔ مرد بن کر خدا کیلئے اپنی خواہشات کی قربانی دے۔ اگر دعا مانگے تو اپنی نشاطِ روحانی وعروج باطنی اور قربِ الٰہی کے لیے مانگے۔ جو ابدی سرور وانبساط کا باعث ہے۔

ذکرِ الٰہی کا مقصد محبت ومعرفتِ الٰہی کی راہ دریافت کرنا اور اسکی حقیقت سے خبر پا کے خود سے فانی ہو کر بقائے دوام اور درجۂ توحید حاصل کرنا ہے۔ اعمالِ جسمانی کا خلاصہ ذکر اور ذکر کا خلاصہ مذکور میں غرق ہونا ہے۔ اس بات کو یاد رکھو کثرتِ ذکر کے بغیر وصالِ حق ناممکن ہے۔

لبیک باید کار فرمائی
ورنہ خون خوردن ولم بچہ کار

پس سالک کو چاہیے کہ عقل وحواس سے کام لے کر عملی روشنی کے اجالے میں جادۂ راہِ عمل پر بڑھتا چلا جائے۔ عبادت کو عادت اور رسم کی حیثیت سے ادا نہ کرے اور کبھی صدق واخلاص کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ جسمانی عبادات سے اعلیٰ وارفع عباداتِ قلبی وروحانی کی طرف متوجہ ہو کر ان کو پوری طاقت اور ذوق وشوق سے ادا کرے، ان کا اثر دل ودماغ پر امید افزا ہوگا۔ اور روح کو مسرت حاصل ہوگی۔ جس کا بفضلہٖ تعالیٰ لازمی نتیجہ وصول إلی اللہ ہے۔

ہم روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ ماں شیر خوار بچہ کو تھوڑا تھوڑا دودھ بکمالِ محبت پلا کر رفتہ رفتہ کھانے پینے کا سبق دیتی ہے تا کہ وہ عادی ہو کر آئندہ زیادہ غذا کھا سکے اور طاقت ور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کو صوم وصلوٰۃ اور ظاہری عبادات کی چاشنی چکھا کر باطنی استعداد کے لیے تیار کرتا ہے۔ تا کہ ان میں بتدریج عقل کی صفائی اور ترقی سے باطنی توانائی اور قابلیت پیدا ہو جائے تو انوار واسرارِ الٰہی کے پردے اٹھا کر حریمِ کبریا کا دروازہ ان پر کھول دیا جائے۔

اب جو بھی طالبِ حق ہوا سے دنیا کے نام ونمود اور مال ودولت کی طلب میں اپنی عمرِ عزیز کو تلف نہیں کرنا چاہیے۔ مال ودولت کالا ناگ ہے، اس کے ساتھ رہ کر اس سے بچنا نہایت مشکل ہے اس کے کاٹے کا منتر ہر ایک کو نہیں آتا۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں گیا، آپ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے فرما رہے تھے۔

''رب کعبہ کی قسم وہ لوگ بہت ہی نقصان میں ہیں۔''

ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے پوچھا حضورؐ آپ کن لوگوں کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: ''وہ لوگ جن کو اللہ نے زیادہ مال دیا ہے اور وہ اس کو صرف مادی آسائشات پر خرچ کرتے ہیں''۔ (بخاری)

باقی کے مقابلہ میں فانی کی طلب میں فنا نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ کے لیے اللہ کا ذکر پاک کی کثرت سے سالک کا دل اللہ کی محبت سے معمور ہوگا اور اس کا نام مقربانِ حق میں لکھا جائے گا۔ جو لوگ اس کے دیدار اور محبت پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں وہ اس کی بارگاہ سے دور پھینک دیئے جاتے ہیں۔

غور کرنا چاہیے کہ انسان اللہ کو چھوڑ کر غیر کو کیوں پسند کرتا ہے؟ نفس کی پیروی اسے فانی کی محبت میں مبتلا کر کے تباہی کے اس غار میں ڈال دے گی جہاں سے نکلنا اس کے لیے کسی طرح بھی ممکن نہ ہوگا۔ انسان کی روحانی بیماریوں کا علاج اور ترقیوں کا راز سچائی سے ذکرِ الٰہی کرنے میں ہے جو اس کے لیے خود لاثانی حکمتوں کے مالک نے تجویز فرمایا ہے اسے سوچنا چاہیے کہ کیوں اس کی ہدایت پاک پر عمل نہیں کرتا؟

''خلق سے قطع تعلق کر کے یا بالفاظ دیگر جو دنیا ومافیہا سے قطع تعلق کر کے اسکی طرف رجوع کرے اور اس کا بن جائے اور جو اس کے اسماء میں سے کسی ایک اسم کا ہر وقت ہر جگہ اور ہر حال میں کثرت سے ذکر کرے۔ اس کا ہی ہو کر رہے تو وہ اس کا ہو جائے گا'' اے اللہ کے ڈھونڈنے والے اسکی طرف دوڑ۔ اگر تو اس کی طرف دوڑ کر جائے گا، وہ بڑھ کر اپنی رحمت سے تیرا استقبال کرے گا۔

جب ''طالبِ روحانی'' آسمانِ معرفت پر پہنچنے کیلئے اپنی نفسانی خواہشات اور ماسواء اللہ کے خیالات کو خیر باد کہہ کر اپنے اندر صفاتِ الٰہیہ پیدا کرے اور اپنے آپ کو ربانی رنگ میں رنگ لیتا ہے تو اس کے نتیجے میں اسے ربانی رنگ میں رنگ دیا جاتا ہے۔ اسی روش پر چلتے ہوئے جب طالبِ صادق کثرت سے ذکرِ باری میں معرفت اور اس کے فکر میں مشغول رہتا ہے تو سب سے ترکِ تعلقات کر کے عشقِ الٰہی سے معمور ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ ریاضت ومجاہدہ کر کے منازلِ معرفت طے کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی ذات کو ترک کر دیتا ہے۔ اسکی خودی باقی نہیں رہتی وہ بے خود ہو جاتا ہے۔ اس کے دماغ پر ''سکر'' اور ہونٹوں پر مہرِ سکوت ثبت ہو جاتی ہے۔

ہمارے روشن ضمیر اسلاف خداوند تعالیٰ کے ذکرِ پاک کے بے اندازہ فوائد سے واقف تھے۔ وہ
طلب میں ذکر وفکر، ریاضت ومجاہدہ کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس نعمتِ غیر مترقبہ سے مستفیض فرماتے تھے۔
کرام اور مشائخِ عظام کی تمام تر مساعی جمیلہ کا مقصد انسان کو مادی حصار سے نکال کر ذکرِ الٰہی کی راہ پر ہی لگانا تھا۔
تلخ میں زیادہ سے زیادہ عامتہ الناس کو ذکرِ الٰہی کی مٹھاس اور شیرینی سے آگاہی دلانے اور ذکرِ الٰہی کے فروغ کے لیے
روحانی طالبین کے پرزور اصرار پر ایک منظّم جدوجہد کے لیے ادارہ ترقیاتِ روحانیت کا آغاز کیا گیا ہے۔

یہ ادارہ اسلامی تصوف کے حوالے سے اسلاف کی قائم کردہ اس درخشندہ روایت کو تابندہ کرنے کے لیے
خدمات سرانجام دے گا کہ جس کے تحت خدا کی توحید کے حوالے سے ایسے اعلیٰ خیالات، لطیف نکات اور حیران کن اسرار
خداوندی سے طالبانِ حق کو روشناس کروایا جائے گا تاکہ عامتہ الناس بالعموم اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ بالخصوص اس حقیقت سے
آگاہی حاصل کر کے جان پائے کہ تصوف کی رہنمائی میں انسان کہاں سے کہاں پہنچ سکتا ہے۔

اس ادارہ کا اصل ہدف انسان کو اس کے مقصدِ حیات سے آگاہ کرنا ہے۔ کیونکہ مادیت کی دلدل میں دھنسا ہوا
انسان جس کو زندگی سمجھ رہا ہے حقیقتاً وہ زندگی نہیں ہے۔ کسی مردِ کامل کی سرپرستی میں جب انسان اللہ کا ذکر کثرت سے کرے
گا تو اسے معلوم ہوگا کہ زندگی کیا ہے۔۔۔؟ اس حقیقت کی نقاب کشائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان الفاظ میں
فرمائی ہے کہ۔۔۔

ترجمہ: ''جو اللہ کا ذکر کثرت سے کرے اور جو نہ کرے ان کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔''

ایسی عبادت کسی کام کی نہیں جس کے ذریعے نفسانیت کی تکمیل کا ارادہ ہو اور جو انسان میں رعونت اور تکبر پیدا
کرے، جو اسے خود اپنی نظروں میں بڑا دکھلائے۔ اس سے تو وہ گناہ بہتر ہیں جس سے انسان میں تواضع اور نیستی پیدا ہو اور
وہ دل کی عاجزی سے مغفرت کا طلب گار ہو۔ حکیم سنائیؒ فرماتے ہیں۔

بیزارم ازاں طاعت کہ مرا بعجب آرد
آں معصیت مبارک کہ مرا بعذر آرد

حدیث قدسی میں وارد ہے ''جو میرا ذکر کرے گا میں اس کا ہمنشین ہوں گا۔ جو میرا شکر کرے اور مجھ سے محبت
رکھے میں اس کا حبیب ہوں''۔

لَا يَصِلُ اَحَدُ اِلَی اللّٰهِ اِلَّا بِذِكْرِهٖ

کوئی عمل اللہ تک نہیں پہنچاتا صرف اس کا ذکر ہی کامیابی کا بڑا ذریعہ ہے۔ اسم کو مُسمّٰی سے ایسی نسبت ہے جیسے
جسم کا تعلق روح سے۔ اسم سالک کو مُسمّٰی سے شفاف کرتا ہے۔ اور اس کے دماغ سے خس وخاشاک ماسواء اللہ کا استحصال کر
کے یہاں تک پاکیزہ نظر اور بلند فکر کر دیتا ہے کہ اس کو گلشن عالم میں ہی حسنِ ازل کی جلوہ گری کا دریا موجیں مارتا ہوا محسوس
ہوتا ہے۔ وہ اپنے ذہن جاذب میں سیلابِ نور اور حسنِ دلکش کی دوڑتی ہوئی ضیاء پاش لہروں کا بصیرت سے مطالعہ کرتا
ہے۔ اس کا حسن فہم اس مخزنِ لطف وکرم کی طرف خود بخود کھنچا چلا جاتا ہے۔ جب شوق میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے ثابت



حقیقت کو اپنے خیال پر ہر وقت چھایا ہوا، دل کی گہرائیوں میں مخفی طور سے موجود فکر میں اس کی ہستی کو حاضر اور قوت
میں اس کو محفوظ رکھتا ہے تو رحمتِ حق کو جنبش ہوتی ہے اور اس کو قعرِ مذلت سے نکال کر بامِ عروج پر پہنچا دیا جاتا ہے۔

طے کنندگانِ منازلِ الفت ہمیشہ اللہ اور رسولؐ کی اہم ترین تعلیم یعنی ذکرِ خداوندی میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ
امارہ کی خوشنودی سے آرام نہیں پاتے، ان کی راحت تو ذکرِ الٰہی میں ہے۔ وہ راتوں کو جاگتے ہیں اور دن کو غیر ضروری
کاموں سے علیحدہ اللہ کی یاد میں مصروف نظر آتے ہیں۔

جیسا کہ ہم مسلسل اس حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ تمام عبادتوں کا مقصد نفسانی کدورتوں
رجحانات اور بہیمی صفات سے دل کو پاک صاف کر کے ذکرِ الٰہی کو اس خالص سے خالص تر حیثیت میں حاصل کرنا ہے
نقوشِ غیر اللہ کے تمام داغوں سے پاک اور وہم ماسواء اللہ سے کلیتاً صاف ہو۔ چونکہ حق تعالیٰ سے غافل رہ کر انسان اپنی
زندگی کے اعلیٰ اور حقیقی مقصد سے دور جا پڑتا ہے اس لیے ہر عبادت وعمل جو بظاہر کتنا ہی عمدہ معلوم ہوتا ہو اگر اللہ تعالیٰ کی یاد
کو اپنے دامن میں نہ لیے ہوئے ہو تو وہ ایسے ہی ہے جیسے جسم بے روح ایسی عبادت ایک خوبصورت ڈھانچہ تو کہی جا
سکتی ہے لیکن بے جان ہونے کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی میں پہنچنے کے قابل نہیں ہوتی۔

ذکرِ الٰہی کی کثرت انسان کو اس مقامِ توحید پر لے جاتی ہے جہاں ہر قسم کی ظاہری اور باطنی تفریق کا نام ونشان
بھی نہیں رہتا۔ وہ مشاہدہ کرتا ہے کہ تمام انسان اللہ کی مخلوق ہیں اور اس کے قبضۂ قدرت میں مقہور اور مطیع ہیں۔ جو بھی
مسلمان ہے اس کے لیے راہ عمل یہی ہے کہ رسول کریمؐ کی سچے دل سے ایسے اتباع کرے جیسے ہمارے برگزیدہ اسلاف
نے کی۔ وہ علم ظاہری حاصل کرنے کے بعد باطن کی طرف مشغول ہوتے تھے۔ اس زمانے میں اکثر علماء شریعت کا علم
حاصل کر کے وادئ روحانیت میں قدم رکھ کر آگے گام زنی کرتے جاتے تھے۔ اور آخر کار ایک روز بامِ کمال پر پہنچ کر
دوسروں کو بھی اوپر کھینچ لیتے تھے۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ جیسے مردِ صالح اور دوسرے اولیائے کرام کے سلاسل اس حقیقت کا
کھلا ثبوت ہیں۔ اولیاء اللہ کے گروہ مبارکہ نے اپنے آقائے نامدار رسولِ کریمؐ کی اتباع میں ریاضت، مجاہدہ اور ذکر وفکر کا
بار بخوشی برداشت کیا اور بفضلہٖ تعالیٰ لافانی عروج پر پہنچے۔

اسم سے مُسمّٰی کی طرف راستہ مل سکتا ہے۔ اسم سے مُسمّٰی کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔ اور خالص اطاعت کا شعور
پیدا ہوتا ہے۔ بغیر معرفتِ الٰہی صحیح اطاعت کا ہونا مشکل ہے کیونکہ پہلے معرفت ہے اس کے بعد اطاعت سے پہلے علم کا ہونا
ضروری ہے۔

ذکرِ الٰہی کی کثرت سے اعتماد مظبوط ہوتا ہے اور اعمال کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں رہتا۔ بداعتمادی سے سب
اعمال رائیگاں ہو جاتے ہیں۔ اسم مُسمّٰی کو خیال مصورِ عقل میں موجود، شعور میں متجلی اور فکر میں عیاں کرتا ہے۔ گویا اسم ظاہر اور
مسمی باطن ہے۔ اسم ذات کا تقاضا کرتا ہے اور فکر کو اس کی طرف رجوع کرواتا ہے۔ اسم اور صفت سے ہٹ کر اللہ کی
معرفت کا کوئی راستہ نہیں۔ اسمائے حسنیٰ سے ذکرِ الٰہی کا مقصد یہ ہے کہ سالک اسمائے الٰہی کا ورد کر کے ان کے معنی اور
کیفیات کا عالمِ ظاہر میں اپنی قوتِ فکر سے مشاہدہ کرے اور اس کے بعد ان کو اپنی ذات میں تلاش کرے تاکہ اسے اس

حقیقت کا عین الیقین حاصل ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ بنانے سے پہلے اسکو اپنی صفت سے موصوف فرمایا۔ یہی منشائے ذکر ہے مگر اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے فکر کی خاص ضرورت ہے۔ اگر ذکر وفکر کی برکات سے بہرہ ور نہ ہوا جائے تو ذاکر عامل بن جاتا ہے اور کشف وتسخیر حاصل کر کے دنیائے دوں کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ لیکن جب ذکر وفکر اکٹھا کیا جائے تو رفتہ رفتہ وہ اپنا فرض ادا کرتے ہوئے درجہ بدرجہ ایک دن عرفان پر فائز ہو کر عارف بن جاتا ہے۔

ساقی بنور بادہ بر افروز جام ما
مطرب بگوئے کار جہاں شد بکام ما

ذکرِ الٰہی وہ ملکوتی عبادت ہے جس کیلئے کوئی زمانی ومکانی قید نہیں۔ انسانی فطرت ہے کہ جس کا ذکر بکثرت اور اچھائی سے کرتا ہے اس کی محبت اس کے دل میں ہوتی ہے۔ جو لوگ اہل وعیال، مال وزر و نام ونمود اور عزت وشہرت کا ذکر زبان پر رکھتے ہیں ان کے دل ان فانی اشیاء کی محبت اور کیفیات سے خالی نہیں ہوتے۔ قابلِ افسوس ہیں وہ لوگ جو دنیا اور اسکی لذتوں کا رونا تو روتے ہیں لیکن یادِ الٰہی سے نہ صرف غافل ہیں بلکہ اگر کسی طالبِ حق کو اللہ کے ذکر کی طرف راغب دیکھتے ہیں تو اسکو بھی روکتے اور مختلف پھندوں میں پھانس کر برباد کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا کر یہ تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

کس قدر افسوس ناک حالات ہیں کہ انسان ماں باپ، دوست احباب، تجارت اور دیگر مالِ دنیا کے نفع ونقصان وغیرہ کے فکر کے ذکر کو تو پسند کرے لیکن اللہ عزوجل کے ذکر سے دور رہے۔ کاش وہ اپنے اعمال کو دیکھے اور ان کے نتائج کا خیال کرے۔ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ جو کھانے پینے سونے جاگنے اور دوسری نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے علاوہ اور کوئی خیال نہیں رکھتے وہ کون ہیں اور وہ کیا ہیں۔۔۔؟

قابلِ غور بات ہے کہ جن کو جانور کہا جاتا ہے وہ کیا کام کرتے ہیں۔ اکثر جانوروں میں کل کے لیے جمع کرنے کی حرص مطلق موجود نہیں۔

یاد رکھیں جس طرح ظاہری ظلم وقتل سے جسم برباد ہو جاتا ہے اسی طرح حق سے غفلت کی وجہ سے قلب مردہ کر دیا جاتا ہے۔ اور یہی حال عقول اور ارواح کا ہوتا ہے۔ نااہل صرف جسم اور جسمانیت کو دیکھتے اور ان کی نمود و پرداخت پر لگے رہتے ہیں۔ جب وہ ذکرِ الٰہی میں اپنے حواس کو نہیں لگاتے تو حق سے غافل رہتے اور خود پر ظلم کرتے ہیں، یہ ظلم جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو حواس مسخ کر دیے جاتے ہیں اور حواس کے مسخ ہونے کے بعد وہ اپنے نفس کی ماہیت اور حقیقت جاننے کے قابل نہیں رہتا اور بہائم سے بھی بدتر ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَايَعْقِلُوْنَ (سورۂ انفال:22)

بندے میں نفسانی خطرات اور شیطانی وساوس ہر وقت موجیں مارتے اور اس کی تصدیق وایمان کو خراب کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا اس کو چاہیے کہ ان کو ابھرنے نہ دے اور ان کا مقابلہ ہمت واستقلال سے کرتا جائے۔ دلی اعتقاد اور یادِ الٰہی کو نہ چھوڑے۔ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک کثرت سے جاری رہے گا تو یہ حالت نہ رہے گی بلکہ جب انوار وتجلیات ربانی دل کو منور کر دیں گی تو نفس وشیطان کا مکر تباہ ہو جائے گا۔



اگر کچھ عرصہ توجہ کے ساتھ ذکرِ الٰہی اور اسمائے حسنیٰ کا ورد کیا جائے تو قلب میں جذباتِ خضوع وخشوع ابھرتے اور محبتِ حق پیدا ہوتی ہے۔ جب ذکرِ الٰہی کی کثرت سے محبت کا درجہ بلند ہو جاتا ہے تو محبوب کے علاوہ جو کچھ دل میں ہوتا ہے اس کو محبت مٹا دیتی ہے۔ ابتداً سالک نے اپنے نفس کو دوزخ کے خوف اور حور وقصور کے لالچ سے روک کر خالص اللہ کے لیے جو عبادت کرنے میں دشواری محسوس کی تھی، جذبۂ محبت نے اس کو زائل کر لیا۔ اب اس کو اللہ کے علاوہ نہ کسی اجر کی آرزو رہی اور نہ کسی جزا کی طلب جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے۔

هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا (سورۂ کہف:44)

ترجمہ: ''وہی بہتر ثواب اور بدلہ ہے۔''

جب سالک کو اپنا فعل ہی نظر نہیں آتا تو وہ کس کام کا اجر طلب کرے؟ اللہ کا طالب بن کر ماسوا پر نظر ڈالنا طلبِ صدق کو ظاہر نہیں کرتا۔

جب سالک اللہ پاک کا ذکر اس قدر کثرت سے کرے کہ انوارِ ذکر اس کے دل ودماغ پر چھا جائیں اور اس کی روح کا جسمانی صفات وکیفیات سے کوئی لگاؤ نہ رہے تو پھر اس کو سکون دائمی حاصل ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب کوئی گروہ ذکرِ الٰہی کے لیے بیٹھتا ہے تو اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان پر رحمت نازل ہوتی ہے اور خداوندِ متعال اپنے قریبی لوگوں میں ان کا ذکر کرتا ہے۔ حضرت ممشاد دنیوریؒ سے کسی نے سوال کیا کہ خدا کا دروازہ کہاں ہے؟

آپ نے فرمایا ''جہاں تو نہ ہو۔''

حضرت عبداللہ مغربی فرماتے ہیں کہ:

مشاہدہ اسی ذاکر کو نصیب ہوتا ہے جو خود سے غیر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔

طالبِ حق کو چاہیے کہ اپنے عارضی وجود کی کشتی کو توڑ ڈالے تاکہ انوارِ ذات کے بے پایاں سمندر سے آشنا ہو سکے۔ ہر وقت اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈے۔ وجودِ حقیقی سے یگانگی اختیار کرے، بیگانگی کی راہ پر چلنے سے انسان بیگانہ ہو جاتا ہے۔

ذکر کا مطلب حق تعالیٰ کو یاد کرنا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ طالبِ روحانیت ذکرِ الٰہی میں مشغول ہونے کے باوجود حق تعالیٰ سے غافل اور دنیا ومافیہا کے ساتھ حاضر رہے۔ ایسی حالت میں تیرا ذکر غیر مذکور کا ذکر کہا جائے گا۔

طوطے کی طرح میاں مٹھو کی رٹ لگانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ معلم نے ہی طوطے کا نام میاں مٹھو رکھا تھا لیکن وہ اپنی ناسمجھی کی وجہ سے اس راز سے واقف نہ ہو سکا اور بے سمجھے بوجھے برابر میاں مٹھو کی رٹ لگا دیتا ہے۔

اس راستہ میں چند قدم تو عقل کی روشنی ساتھ دیتی ہے لیکن جب عشقِ الٰہی کی زوردار آندھیاں چلنا شروع ہوتی

ہیں تو عقل اپنے لغوی معنوں کے بموجب پاؤں کا بندھن معلوم ہونے لگتی ہے۔ جس کو عشق کسی طرح برداشت نہیں

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

جب انسان ذکرِ الٰہی ہر ممکن اخلاص وادب کے ساتھ کرتا ہے تو نتیجتاً رحمتِ الٰہی جوش میں آکر اس پر اسرار روحانیت وا کر دیتی ہے۔

# اسمِ اعظم کا بیان

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا یعنی شہزادی بلقیس کا تذکرہ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ایک واقعہ کی صورت میں بیان ہوا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنا روحانی لوہا منوایا۔

قرآن نے اس واقعہ کا آغاز اس طرح کیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے اپنا حکم نامہ ایک غیبی مؤکل ہدہد کے ہاتھ ایسی حالت میں شہزادی بلقیس کی طرف پہنچایا جب وہ اپنے دارالخلافہ شہر سبا کے اندر سو رہی تھی اور ارد گرد ایسے سخت پہرے لگے ہوئے تھے کہ کسی پرندے کا بھی وہاں سے گزرنے کا امکان نہ تھا۔

خط کا مختصر مضمون یہ تھا:

اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمَانَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ "

(سورۂ نمل:30'31)

ترجمہ: "یہ خط خدا کے پیغمبر سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور اسے اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم کے نام کی طاقت سے بادشاہی حاصل ہے جس کا مقابلہ کرنا مادی طاقت والے بادشاہوں کا کام نہیں۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ تم مجھ پر اپنی برتری اور بہتری کا خیال ترک کر کے میرے پاس مطیع فرمانبردار اور مسلمان بن کر آجاؤ۔"

ملکہ بلقیس نے سلیمانؑ کا یہ عجیب وغریب خط پاتے ہی اپنے امیروں اور وزیروں کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا کہ میرے پاس سلیمان پیغمبر کی طرف سے کتاب کریم یعنی بڑی عزت اور شان والا خط موصول ہوا ہے جس کے ذریعہ انہوں نے ہم کو دینِ اسلام کی طرف دعوت دی ہے۔ اب تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے۔ خط والے کی باطنی طاقت اور روحانی عظمت اس خط اور اس کے غیبی طور پر پہنچنے کی عجیب وغریب نوعیت سے نمایاں تھی۔ کیونکہ وہ ایک معمولی خط نہ تھا جسے نظر انداز کر دیا جاتا۔ چنانچہ دربار میں اس معاملے پر خوب بحث وتمحیص ہوئی اور مختلف آراء دی گئیں۔ اس زمانے میں یمن کے علاقہ سبا میں ملکہ بلقیس کی بڑی وسیع اور عظیم الشان سلطنت تھی۔ وہ لوگ سورج دیوتا کی پرستش کیا کرتے تھے۔

آخر درباری امراوزراء نے متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی کہ

قَالُوْا نَحْنُ اُولُوا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ وَّالْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ۔ (سورۂ النمل:33)

یعنی "ہمارے پاس بڑی زبردست فوجی طاقت ہے۔ جس کے ذریعے اطراف عالم میں لوگوں کے دلوں کے اندر ہمارا خوف وہراس چھایا ہوا ہے۔ اے ہماری ملکہ! حکومت کی باگ دوڑ تیرے ہاتھ میں ہے اب تو خود سوچ سمجھ کر اپنا آخری فیصلہ ظاہر کر کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ چنانچہ ملکۂ بلقیس نے اپنی رائے یوں ظاہر کی

"اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ"

(سورۂ النمل:34)

چنانچہ اپنی اس رائے میں ملکہ نے جنگ وجدال اور خوں ریزی سے یہ کہتے ہوئے پہلوتہی کیا کہ "ہمیشہ سے مادی بادشاہوں کا یہ وتیرہ اور طریقہ چلا آیا ہے کہ جب انہیں اپنے مخالف فریق پر فتح اور غلبہ حاصل ہوتا ہے تو وہ ان کے ملک پر چڑھ دوڑتے ہیں اور جذبۂ انتقام میں تخت وتاج اور اسے تہہ وبالا کر دیتے ہیں۔"

یعنی جنگ کا نتیجہ بنی نوع انسان کی تباہی اور بربادی کے سوائے اور کچھ نہیں ہوتا ساتھ یہ بھی کہا:

وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ (النمل:35)

یعنی میں سلیمانؑ کو کچھ تحفے تحائف بھیج کر راضی کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ کیونکہ اکثر دنیا کے حریص بادشاہ ان باتوں سے خوش اور مطمئن ہو جایا کرتے ہیں۔ لیکن میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ پیغمبر آخر کس بات کے خواہاں ہوتے ہیں۔

فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمَانَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِیْ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰنِ اللّٰهُ خَیْرٌ مِّمَّا اٰتٰكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَا اَذِلَّةً وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ

(النمل:36'37)

ترجمہ: "جب سلیمانؑ کے پاس بلقیس کے قاصد تحفے تحائف لے کر پہنچے تو سلیمانؑ نے فرمایا تم لوگ مجھے اپنے مال کا لالچ دیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو باطنی دولت مجھے بخشی ہے وہ دنیا کی تمام مادی دولت سے بدرجہا بہتر ہے۔ یہ تم ہی ہو جو اس قسم کے مادی تحائف سے خوش ہوتے ہو۔ اپنے یہ تحفے واپس لے جاؤ۔ اگر تمہاری ملکہ مطیع فرمان ہو کر میرے پاس آتی ہے تو فبہا۔ ورنہ میں ایسے ظاہری اور باطنی لشکر کے ساتھ تمہارے ملک پر چڑھ آؤں گا کہ جس کے مقابلے کی تاب تمہیں ہرگز نہ ہوگی اور میں تمہیں ذلیل اور خوار کر کے اس ملک سے نکال دوں گا۔"

چنانچہ جب قاصدوں اور ایلچیوں نے واپس آکر اپنی ملکہ کو حضرت سلیمانؑ کی ظاہری اور باطنی سلطنت اور پیغمبری شان وشوکت کا حال سنایا تو بلقیس پر آپ کی نبوت اور صداقت عیاں ہوگئی اور مزید تحقیقات اور اطمینانِ خاطر کے لئے خود بہ نفسِ نفیس حضرت سلیمانؑ کی زیارت اور ملاقات کے لیے روانہ ہوگئی کیونکہ ملکہ بلقیس نے خیال کیا کہ سلیمانؑ کے پاس اس قسم کی کوئی غیر مرئی غیبی طاقت موجود ہے جو آنکھوں سے اوجھل کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بغیر ظاہری اسباب بطور اپورٹس (APPORTS) ایک دم میں پہنچا سکتی ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنا خط غیر مرئی طاقت سے مجھ تک پہنچا دیا تھا۔ سو اگر سلیمانؑ کوئی بڑی بھاری چیز بھی اس طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ اڑا کر لے جا سکتا ہے تب تو وہ ہمارے خزانوں اور سامانِ حرب پر آسانی سے قبضہ کر سکتا ہے۔

پس ایسے زبردست روحانی طاقت والے پیغمبر کا مقابلہ کرنا ہماری مادی طاقت سے بالاتر ہے۔ دوسری طرف حضرت سلیمانؑ نے فوراً ملکہ بلقیس کے سنہری تخت کو جو کئی سو من وزنی تھا اپنے پاس اٹھا کر لانے کا بندوبست کیا تھا۔ ابھی بلقیس ابھی راستے میں تھی کہ آپ نے اپنے مؤکلوں اور مصاحبوں کو حاضر کر کے ان سے دریافت کیا کہ:

قَالَ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَؤُ اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ (النمل:38)

ترجمہ: حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے میرے دانش منداور ہنرمند مصاحبو! تم میں سے کون ہے جو ملکہ بلقیس کے تخت کو اٹھا کر اس کے یہاں مطیع فرمان ہو کر پہنچنے سے پہلے میرے سامنے پیش کر دے۔

قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ٥
(سورۂ نمل:39)

ترجمہ: ''ان مصاحبوں میں سے ایک عفریت نامی جن سردار تھا اس نے کہا پیشتر اس کے کہ آپ اپنی جائے نشست سے اٹھ کر کھڑے ہوں میں وہ تخت لا کر حاضر کر دوں گا اور مجھے اس قدر طاقت حاصل ہے اور میں اس بات کا بھی ضامن ہوں کہ میں اس تخت کے زر و جواہر میں کسی چیز کی خیانت نہ کروں گا۔''

''قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ'' (النمل:40)

ترجمہ: ''اس کے بعد آپ کے ایک مصاحب (آصف برخیا) جس کے پاس آسمانی کتاب کی دعوت کا علم تھا، کہا کہ میں طرفۃ العین یعنی آنکھ جھپکنے کے اندر وہ تخت حاضر کر دوں گا۔''

جب حضرت سلیمانؑ نے آصف بن برخیا کو حکم دیا تو آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے میلوں دور پڑے ہوئے کئی سو من وزنی تختِ بلقیس کو حاضر کر دیا۔ قرآن مجید فرقان حمید میں منقول اس واقع کی تمام تر تفصیلات کو اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کا مقصد اس حقیقت کو عیاں کرنا تھا جو ہم اب آپ کے سامنے بیان کرنے جارہے ہیں کہ جب عارفانِ حق سے پوچھا کہ آصف بن برخیا کے پاس وہ کونسی طاقت تھی جس کے ساتھ انہوں نے یہ کارنامہ سرانجام دیا تو ہم کو اس بات کا جواباً ارشاد یہ ملتا ہے آصف بن برخیا کے پاس اسمِ اعظم کا علم تھا۔ اسمِ اعظم اکابر صوفیا اور مشائخِ عظام کے درمیان بڑا معرکۃ الآراء موضوع رہا ہے۔

یہاں ہم سیّدنا امام جعفر صادقؒ سے منقول اسمِ اعظم کے حصول کا ایک طریقہ درج کر رہے ہیں۔

مثال کے طور پر میرا نام محمد عبداللہ ہے اب میں نے ''محمد عبداللہ'' کے حروف ابجد نکالے

| | |
|---|---|
| محمد | 92 |
| عبداللہ | 142 |
| کل میزان | 234 |

اب ہم اسماء الٰہیہ میں سے کسی ایسے اسم کا انتخاب کریں گے کہ جس کا عدد بھی 234 ہو اگر ہمیں ایک اسم نہ ملے تو پھر ہم دو یا تین ایسے اسماء کا انتخاب کریں گے کہ جن کے اعداد کا مجموعہ 234 ہو۔ اللہ کے اسماء میں یا علی یا مُعیدا ایسے اسماء ہیں جن کا کل مجموعہ 234 ہے۔ پس اس فارمولا کے تحت ان اسماءِ الٰہیہ کا 234 مرتبہ روزانہ ورد محمد عبداللہ کے لیے اسم اعظم کا درجہ رکھتا ہے۔

# حروف ابجد کے اعداد

| ا | ب | ج | د | ہ | و | ز | ح | ط | ی |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | 2 | 3 | 4 | 5 | 6 | 7 | 8 | 9 | 10 |

| ک | ل | م | ن | س | ع | ف | ص | ق | ر | ش | ت |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| 20 | 30 | 40 | 50 | 60 | 70 | 80 | 90 | 100 | 200 | 300 | 400 |

| ث | خ | ذ | ض | ظ | غ |
|---|---|---|---|---|---|
| 500 | 600 | 700 | 800 | 900 | 1000 |

# اسمائے حسنیٰ

| | | | |
|---|---|---|---|
| اَللّٰهُ | 66 | اللہ کا ذاتی نام ہے | |
| اَلرَّحْمٰنُ | 298 | بے حد رحم کرنے والا | جمالی |
| اَلرَّحِیْمُ | 285 | بڑا مہربان | جمالی |
| اَلْمَلِكُ | 90 | حقیقی بادشاہ | جمالی |
| اَلْقُدُّوْسُ | 170 | عیبوں سے پاک ذات | جمالی |
| اَلسَّلَامُ | 131 | سلامتی دینے والا | جمالی |
| اَلْمُؤْمِنُ | 136 | امن و ایمان دینے والا | جمالی |
| اَلْمُهَیْمِنُ | 145 | نگہبان | جمالی |
| اَلْعَزِیْزُ | 94 | سب پر غالب | جمالی |
| اَلْجَبَّارُ | 206 | سب سے زبردست | جلالی |

| | | | |
|---|---|---|---|
| اَلْمُتَكَبِّرُ | 262 | بڑائی اور بزرگی والا | جلالی |
| اَلْخَالِقُ | 731 | پیدا کرنے والا | جمالی |
| اَلْبَارِئُ | 213 | جان ڈالنے والا | جلالی |
| اَلْمُصَوِّرُ | 336 | صورت گری کرنے والا | جمالی |
| اَلْغَفَّارُ | 1281 | درگذر کرنے والا | جمالی |
| اَلْقَهَّارُ | 306 | سب کو اپنے قابو میں رکھنے والا | جلالی |
| اَلْوَهَّابُ | 14 | بے حساب عطا کرنے والا | جمالی |
| اَلرَّزَّاقُ | 308 | روزی رسانی میں کافر و مومن کا فرق نہ رکھتی ہو۔ | جمالی |
| اَلْفَتَّاحُ | 489 | ہر عُقدہ (بندش) کو کھولنے والا | جمالی |
| اَلْعَلِيْمُ | 150 | ہر مخفی بات سے باخبر | جمالی |
| اَلْقَابِضُ | 903 | سخت گرفت والا | جمالی |
| اَلْبَاسِطُ | 72 | روزی فراخ کرنے والا | جمالی |
| اَلْخَافِضُ | 1481 | پست کر دینے والا | جمالی |
| اَلرَّافِعُ | 351 | بلند کرنے والا | جمالی |
| اَلْمُعِزُّ | 117 | عزت دینے والا | جمالی |
| اَلْمُذِلُّ | 770 | ذلت دینے والا | جلالی |
| اَلسَّمِيْعُ | 180 | سب کچھ سننے والا | جلالی |
| اَلْبَصِيْرُ | 302 | سب کچھ دیکھنے والا | جمالی |
| اَلْحَكَمُ | 68 | حاکمِ مطلق | جمالی |
| اَلْعَدْلُ | 104 | عدل و انصاف کرنے والا | جمالی |
| اَللَّطِيْفُ | 129 | لطف و کرم کرنے والا | جمالی |
| اَلْخَبِيْرُ | 812 | باخبر۔ آگاہ | جمالی |
| اَلْحَلِيْمُ | 88 | بڑا بردبار | جمالی |
| اَلْعَظِيْمُ | 1020 | صاحبِ عظمت | جمالی |
| اَلْغَفُوْرُ | 1282-6 | بہت زیادہ بخشنے والا | جمالی |
| اَلشَّكُوْرُ | 526 | شکر قبول کرنے والا | جمالی |
| اَلْعَلِيُّ | 110 | بلندتر | جمالی |
| اَلْكَبِيْرُ | 232 | بہت بڑا | جمالی |
| اَلْحَفِيْظُ | 998 | سب کا محافظ | جمالی |
| اَلْمُقِيْتُ | 550 | صاحبِ اقتدار | جلالی |
| اَلْحَسِيْبُ | 80 | سب کے لیے کافی | جمالی |
| اَلْجَلِيْلُ | 73 | صاحبِ قدرت و جلال | جلالی |
| اَلْكَرِيْمُ | 270 | سخاوت و بخشش کرنے والا | جمالی |
| اَلرَّقِيْبُ | 312 | محافظ و نگہبان | جمالی |
| اَلْمُجِيْبُ | 55 | دعائیں قبول کرنے والا | جلالی |
| اَلْوَاسِعُ | 137 | فراخی دینے والا | |
| اَلْحَكِيْمُ | 78 | حکمت والا | جمالی |
| اَلْوَدُوْدُ | 20 | بڑی محبت کرنے والا | جمالی |
| اَلْمَجِيْدُ | 57 | کرم و بخشش کرنے والا | جمالی |
| اَلْبَاعِثُ | 573 | جزا و سزا دینے والا، زندہ کرنے والا | جمالی |
| اَلشَّهِيْدُ | 319 | جس سے کچھ بھی پوشیدہ نہ ہو | جمالی |
| اَلْحَقُّ | 108 | برحق و برقرار رہنے والا | جلالی |
| اَلْوَكِيْلُ | 66 | بڑا کارساز | جمالی |
| اَلْقَوِيُّ | 116 | وہ طاقتور ذات جس پر کبھی بھی ضعف طاری نہ ہو | جلالی |
| اَلْمَتِيْنُ | 500 | شدید قوت والا | جمالی |
| اَلْوَلِيُّ | 46 | مددگار اور حمایتی حاکمِ مطلق | جمالی |
| اَلْحَمِيْدُ | 62 | لائقِ تعریف | جمالی |
| اَلْمُحْصِيْ | 148 | احاطہ کرنے والا | جلالی |
| اَلْمُبْدِئُ | 56 | پہلی بار پیدا کرنے والا | جلالی |
| اَلْمُعِيْدُ | 124 | پلٹانے والا دوبارہ پیدا کرنے والا | جلالی |
| اَلْمُحْيِيْ | 58 | زندگی دینے والا | جمالی |
| اَلْمُمِيْتُ | 490 | موت دینے والا | جلالی |
| اَلْحَيُّ | 18 | ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والا | جلالی |
| اَلْقَيُّوْمُ | 156 | سب کو قائم رکھنے اور سنبھالنے والا | جلالی |

| | | | |
|---|---|---|---|
| اَلْوَاجِدُ | 14 | ہر چیز کو پانے والا | جلالی |
| اَلْمَاجِدُ | 48 | بزرگی اور بڑائی والا | جلالی |
| اَلْوَاحِدُ | 19 | ایک | جلالی |
| اَلْاَحَدُ | 13 | ایک اکیلا | جلالی |
| اَلصَّمَدُ | 134 | بے نیاز | جلالی |
| اَلْقَادِرُ | 305 | قدرت والا | جلالی |
| اَلْمُقْتَدِرُ | 644 | قوت ظاہر کرنے والا | جلالی |
| اَلْمُقَدِّمُ | 184 | سب سے پہلے (موجودہ) | جلالی |
| اَلْمُؤَخِّرُ | 846 | سب سے آخر رہنے والا | جلالی |
| اَلْاَوَّلُ | 37 | ہر مخلوق سے پہلے | جلالی |
| اَلْاٰخِرُ | 801 | ہر وجود کے فنا ہونے کے بعد بھی رہنے والا | جلالی |
| اَلظَّاهِرُ | 1106 | ظاہر و آشکارا (اپنی قدرت کی علامتوں سے) | جلالی |
| اَلْبَاطِنُ | 62 | فکر و نظر کی گرفت سے پوشیدہ و پنہاں | جمالی |
| اَلْوَالِیُ | 47 | مالک و کارساز | جمالی |
| اَلْمُتَعَالِیْ | 551 | سب سے بلند و برتر | جلالی |
| اَلْبَرُّ | 202 | نیکی دینے والا | جمالی |
| اَلتَّوَّابُ | 409 | بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا | جمالی |
| اَلْمُنْتَقِمُ | 630 | بدلہ لینے والا | جلالی |
| اَلْعَفُوُّ | 156 | معاف کرنے والا | |
| اَلرَّؤُفُ | 286 | لطف و کرم کرنے والا | جمالی |
| مَالِكُ الْمُلْكِ | 212 | کائنات کا مالک | جلالی |
| ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ | 1100 | جلال اور کرامت والا | جلالی |
| اَلْمُقْسِطُ | 209 | عدل و انصاف قائم کرنے والا | جلالی |
| اَلْجَامِعُ | 114 | سب کو جمع کرنے والا | جلالی |
| اَلْغَنِیُّ | 1060 | غنی کرنے والا | جمالی |
| اَلْمُغْنِیْ | 1100 | بے نیاز و غنی بنا دینے والا | جمالی |
| اَلْمَانِعُ | 161 | روک دینے والا | جلالی |

| | | | |
|---|---|---|---|
| اَلضَّارُّ | 1001 | ضرر پہنچانے والا خسارہ دینے والا | جلالی |
| اَلنَّافِعُ | 201 | نفع پہنچانے والا | جمالی |
| اَلنُّوْرُ | 256 | روشنی، ہدایت و بصارت دینے والا | جمالی |
| اَلْهَادِیْ | 20 | مخلوق کو ہدایت دینے والا | جمالی |
| اَلْبَدِیْعُ | 86 | بغیر اسباب کے بنانے والا | جمالی |
| اَلْبَاقِیْ | 113 | ہمیشہ باقی رہنے والا | جلالی |
| اَلْوَارِثُ | 707 | ہر چیز کا حقیقی وارث | جلالی |
| اَلرَّشِیْدُ | 514 | صحیح راہ پر چلانے والا | جمالی |
| اَلصَّبُوْرُ | 298 | بڑے صبر و تحمل والا | جلالی |

◆◆◆◆◆

باب نہم

# روحانیت اور عشقِ الٰہی

روحانی بیداری اور باطنی لطافت جس کے زیرِ اثر انسان انوارِ الٰہیہ کے فیوض و برکات سے کاملاً بہرہ مند ہو سکے اس وقت تک ناممکن ہے جب تک اسے عشقِ الٰہی کا ساغر نصیب نہ ہو۔

عشقِ الٰہی کا معنی یہ ہے کہ انسان کی زندگی سمٹ کر ایک مرکز پر آجائے اور بال و پر پکارنے لگے:

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ترجمہ: بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اسی ایک عالمین کے پروردگار اللہ کے لیے ہے۔

صوفیا کا کہنا ہے کہ عشقِ الٰہی ہی رازِ حیات ہے۔ اگر اس کی آگ دل میں نہ ہو تو وہ گوشت کا ایک بے جان ٹکڑا ہے اور اگر اس میں الٰہی حرارت ہو تو انوارِ الٰہیہ کا محل۔

سلامتی دل عشاق از محبت تست
وگرنہ ایں دل پر خوں چہ جائے منزل تست

وادیِ عشق کے مسافر کی قلبی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اسے ایک لحہ بھی اللہ کے بغیر چین نہیں ملتا۔

شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اس امر کی غمازی کرتا ہے۔

الفقیر مَن لا یَسْتَغْنِی بشیء مِن دُوْنِ اللّٰہ

ترجمہ: فقیر سوائے ذاتِ حق کے کسی چیز سے آرام نہیں پاتا۔

عارفانِ اسرارِ حق کا کہنا ہے کہ عشقِ الٰہی کے سبب ہی انسان اپنی وہمی ہستی کو فراموش کرتا ہے۔ محبت ہی کی حرارت اس کی اعتباری ہستی کو جلا کر انانیتِ حقیقی سے فیض یاب کرتی ہے محبت محبّ کے دل سے ماسوائے محبوب کے ہر چیز کو سوخت کر دیتی ہے۔

محبّ کا ہر سانس محبوبِ حقیقی کی یاد میں گزرتا ہے۔ جس دل میں خداوند تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے وہ اسرارِ معرفت کا خزینہ اور وحدانیت کا دفینہ ہوتا ہے۔

سوختگانِ عشقِ الٰہی پر آتشِ جہنم حرام ہے۔ جس دل میں محبتِ الٰہی نہیں وہی دوزخ میں جلے گا اور حلاوتِ ایمانی سے بے بہرہ رہے گا جیسا کہ حدیثِ پیغمبرؐ اس پر شاہد ہے۔

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّۃَ لَہٗ

ترجمہ: خبردار جس کو محبت نہیں اس کا ایمان بھی نہیں۔

اعمالِ جوارح بغیر محبتِ الٰہی بھی ادا کیے جا سکتے ہیں مگر اعمالِ قلب جو نتیجۂ ایمان سے ہیں بلا محبت نہیں ہو سکتے کیونکہ محبت قلب سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ جوارح سے۔ ایمان محبت کے بغیر کامل نہیں ہو سکتا۔

علمائے شریعت کا نظریہ ہے کہ اللہ کو بندہ کے ساتھ یہ الفت ہے کہ اس کو زندگی میں نیک اعمال اچھے افعال کی ہدایت اور عبادت کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت میں اس کو جزائے خیر عطا کرے۔ اور بقول ان کے بندہ کی محبت خدا کے ساتھ اس صورت میں ظاہر ہو سکتی ہے کہ اپنے جسمِ فانی کو اللہ کے مقررہ فرائض و اعمال یعنی عباداتِ الٰہی کی ادائیگی میں ہر وقت مصروف رکھے اور اپنی راحتِ اخروی کے لیے کوشاں رہے۔

اہلِ طریقت کے نزدیک خداوند تعالیٰ کو بندہ سے یہ انس ہے کہ اپنے بندۂ مجبور و لاچار، سراسیمہ و پریشان حال، یکہ و تنہا اور بے یار و مددگار کو اپنی رحمت سے نواز کر اپنی درگاہِ بے نیاز سے قربت عطا کرے، اور بندہ کو ذاتِ واجب کے ساتھ ایسی محبت ہونی چاہیے کہ اپنی نظر کو غیر اللہ سے ہٹائے تاکہ اس کے دل میں ماسوائے اللہ کے مختلف دل فریب اور رنگین خیالات نہ آنے پائیں۔ دل کو محبوبِ حقیقی کے لیے پاک و صاف رکھے اور دائرۂ محبت کو وسیع کرتا رہے۔ ہر دم اس کی یاد سے دل کو تازہ رکھے۔ اپنی ہستی عشق کے لیے وقف کر دے۔ یادِ محبوب میں ایسا بے خود ہو جائے کہ اپنی بھی مطلق خبر نہ رہے۔ جس طرح کسی لبریز تالاب کا بند شکستہ ہونے پر اس کا پانی زور و شور سے بہہ نکلتا ہے اور خس و خاشاک کو اپنے ساتھ بہا لے جاتا ہے اسی طرح جس دل میں عشق کا جذبۂ عظیم پیدا ہو جائے تو پھر یہ روکنے سے نہیں رکتا اور بوجہ شکستگی دل کا روکا ہوا سیلاب جب بہہ نکلتا ہے تو خواہشات ماسوائے اللہ دل سے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دنیوی دولت و آرام سے بے پروا اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔

## عشقِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی

اربابِ معرفت یہ بھی کہتے ہیں کہ محبت اور ذکر لازم و ملزوم ہیں اپنے قول پر وہ حضور کریمؐ کا یہ فرمان پیش کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ

ترجمہ: جو شخص جس چیز کو زیادہ دوست رکھتا ہے وہ زیادہ تر اسی کا ذکر کیا کرتا ہے۔

حب، محبت، محبوب، طلب، طالب، مطلوب، عشق، عاشق، معشوق یہ تین حالتیں ہیں۔ حب و طلب اور عشق کا

راز سالک پر ظاہر ہوتا ہے تو وہ محبّ، محبوب، طالب، مطلوب اور عاشق و معشوق کی حقیقت سے باخبر ہو جاتا ہے اور بالآخر وہ مقام آتا ہے جس کے بارے میں ذاتِ واجب کا فرمان ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ

ترجمہ: تم جہاں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

اس نظارہ معیت کے لیے ضروری ہے کہ دل کا آئینہ ماسواء اللہ سے پاک اور نفسانی کدورتوں سے صاف ہو۔ یہ معیت مادی عقل سے مشہود نہیں ہوتی بلکہ ذوق و شوق اور فکر کی آنکھ سے اس سے مطلع ہوا جا سکتا ہے۔

جب عاشق بادہ خوار جام عشقِ الٰہی پیتا ہے تو اس کے جذبات و کیفیات کا عجیب عالم ہو جاتا ہے۔ اس کے ظاہر اور باطن سے حقیقی مسرت کی ایسی دلکش موجیں اٹھتی نظر آتی ہیں کہ دوسرے بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ شرابِ عشقِ الٰہی پینے کے بعد حیرت، سوز و گداز اور دردِ دل پیدا ہوتا ہے۔

جب عشقِ حقیقی کو جنبش ہوتی ہے تو فوراً جلوۂ محبت کی ایک بجلی سی اس کے رگ و پے میں پوری طاقت سے دوڑتی اور جاگزیں ہو جاتی ہیں۔ سوائے مطلوب کے کل موجودات اس کے لیے معدوم ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کو اپنا عزیز ترین وجود بھی لاش اور ہیچ معلوم ہوتا ہے۔ بادۂ عشق کا مصفا جام اور اس کا لطیف نشہ لفظوں میں نہیں آ سکتا ہے۔

محبتِ حقیقی ایک پرلطف اور اہم جذبۂ قلبی ہے جو انسان کے دل میں حق تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ کا بکثرت ذکر کرنے ان کے معانی میں فکر کرنے اور اس کی صفات پاک میں غور کرنے یا ان کا ذکر سن کر خیال کی صورت میں پیدا ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ طلبِ صادق بن کر بھڑک اٹھتی ہے اور بامِ ترقی پر چڑھنے اور وصالِ محبوب کے لیے رہبر بن جاتی ہے۔ یہ ان میخواروں کا حصہ ہے جن کے خیالات کی بلندی اور اعلیٰ تصوراتِ ذہنی کا مقصد سوائے ذاتِ حق کو پانے کے اور کچھ نہیں۔ خیالات کا اثر انسانی زندگی پر بہت کچھ ہوتا ہے۔ اگر کسی کے تصورات اعلیٰ و ارفع ہیں تو اس کے افعال بھی پاکیزہ اور ارزاں و ادنیٰ ہیں تو اس کے اعمال بھی پست ہوں گے۔

جیسا کہ محبانِ صادق اور عاشقانِ الٰہی کو قرآن مجید میں ہدایت فرمائی گئی ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورۂ آلِ عمران: 31)

اے نبی کہہ دو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری ظاہری و باطنی پیروی کرو تا کہ اللہ تم کو دوست رکھے۔

آج کل پیشہ ور صوفیوں اور دنیاوی ملاؤں نے اس لاہوتی گوہر کو ریاکاری کے عوض فروخت کر دیا ہے اور لوگوں پر اپنا محبّ، خدا اور رسول ہونا ظاہر کر کے دنیا کما رہے ہیں۔ وہ اپنے برگزیدہ اسلاف کے سوز و گداز اور ریاضت و مجاہدہ کا مطالعہ کر کے اس کی عملاً اتباع نہیں کرتے۔

حضرت امام قیصریؒ فرماتے ہیں کہ:

اپنی ہر چیز پر اس مالک حسن بے مثال و محبوبِ لاثانی کو برتری دینا شیوۂ محبت ہے اور واقعی محبت حق میں اعلیٰ کمال یہ ہے کہ اپنی صفات گم کر کے دل کو غیر اللہ سے صاف کرے۔ اس میں محبوب دلفریب کو رکھے اور اس کے جلوہ کا مشاہدہ کرتا ہے۔

نورِ محبت حصۂ عشاق ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل سے ربط رکھتے اور روحانی طور پر متاثر ہوتے ہیں۔ اس روحانی تاثر کا نام جذبۂ محبت ہے۔

حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

محبت کے لاینحل عقدے کو محبت اس لیے کہتے ہیں کہ سچے وفادار اور محبِّ صادق کے دل سے جوشِ محبت میں محبوب کے سوا ہر معدوم ہونے والی شے یہاں تک محو ہو جاتی ہے کہ اس کو اپنی بھی مطلق خبر نہیں رہتی۔

محبت اس کو کہتے ہیں کہ حاملِ محبت کی کل صفاتِ بشری محو ہو کر محبوب کے کُل صفات محبّ کے وجود میں رونما ہو جائیں۔

شیخ عبدالکریم فرماتے ہیں کہ

محبت کی تین قسمیں ہوتی ہیں:

1- فعلیہ   2- صفاتیہ   3- ذاتیہ

### فعلیہ

یہ محبت عوام کی ہے جو خدا تعالیٰ کے احسانات کے سبب وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔

### صفاتیہ

یہ محبت خواص کی ہے جن کا مطمحِ نظر جمال اور جلالِ الٰہی ہے۔ وہ بلا امید و معاوضہ اس سے محبت کرتے ہیں۔

### ذاتیہ

یہ محبت اخص الخواص و مقربین کی ہے کہ وہ بمقتضائے وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اپنی ذات میں بس جلوہ محبوب دیکھتے اور خود سراپا محبوب بن جاتے ہیں۔

## عشقِ الٰہی، قُربِ خدا کا تیز ترین ذریعہ

روحانیت میں منزلِ کمال کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں ہوتا جب تک سالک آتشِ عشقِ الٰہی سے اپنی انانیتِ شخصی کو پھونک نہ دے۔ جب آتشِ عشقِ الٰہی سالک کے دل میں موجود خواہشات کے اصنام اور مادی آلام کو خاکستر بنا ڈالتی ہے تو پھر مشکل سے مشکل مجاہدوں میں مدام مشغول رہنے کی وجہ سے اس پر تجلیاتِ الٰہی کی ہمیشہ جلوہ ریزیاں ہوتی رہتی ہیں اور یہی وہ مقام ہوتا ہے جہاں سالک کو عشق، عاشق اور معشوق کی حقیقت سے آگاہی ملتی ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

جب عاشق کی منزل ختم ہو جاتی ہے تو عاشق ہی معشوق ہو جاتا ہے۔ پھر ایک وہ مقام آتا ...
معشوقیت بھی اختتام پر پہنچتا ہے تو بجز عشق کے اور کچھ نہیں رہتا۔ پس سالک اس مقام پر آجاتا ہے، جس ...
حدیثِ قدسی میں یہ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَمَن اَتانی
يَمْشِي اَتَيتُه هُرْوَلَةً

ترجمہ: جو ایک بالشت مجھ سے قریب ہوتا ہے میں اس سے گز بھر قریب ہو جاتا ہوں۔ جو میری طرف گز بھر بڑھتا ہے میں دو گز اس کے نزدیک ہو جاتا ہوں۔ جو میری طرف خراماں خراماں آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

وادیٔ محبت میں محبّ کو قرار نہیں ہوتا۔ محبتِ الٰہی کے سمندر کی امواج کبھی عاشق کو نیچے لے جاتی ہیں اور کبھی اوپر لاتی ہیں۔ بندۂ عشق دیکھنے میں حاضر مگر شاہدِ حقیقی کے خیال میں اپنی ہستی سے غائب اور محویتِ بحرِ عشق میں ڈوبا ہوا ... دونوں جہاں سے بے خبر۔ سوائے خیالِ محبوب کے نہ کسی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور نہ کسی کی بات سنتا ہے۔ جب وہ ... محبت اختیار کر کے الفت کے رنگ میں سر تا پا ڈوب جاتا ہے تو اس پر عشقِ الٰہی غالب آجاتا ہے۔ زیادتی محبت اور ... روحانی سے دل ہمیشہ زندہ رہتا ہے پھر اس معصوم ہستی کے قلب پر حقائق و معارف کا انکشاف ہوتا ہے اور دل کے گوشہ گوشہ میں شمعِ الفتِ خداوندی کی روشنی چھا جاتی ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ عاشق سوختۂ جگر کا مرتبہ اتنا بلند ہو گیا ہے کہ وہ ساری دنیا پر چھایا ہوا ہے جسے خدا کی طلب نے عاشق کو ماسوائے حق سے فارغ اور اس کی محبت کے استغراق نے اسے سب سے بے پرواکر دیا ہے۔

اے شاہدِ ازل تیرے حسن کا بھکاری ظاہری نعمتوں کی کچھ پروا نہیں رکھتا۔ تیرے عشق کے سلسلہ میں جو ایسا ہے وہ جملہ تعلقات ماسواء اللہ سے دست بردار اور لاتعلق ہے۔ وہ تجھ سے تعلق رکھتا ہے اور تیری یاد میں مستغرق رہتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جس دل پر محبتِ یار کا غلبہ ہوا سے اغیار سے کیا کام۔۔۔۔؟ جو اللہ کا طالب ہو۔ اسے ماسوا سے کیا رابطہ۔۔۔۔؟

لیکن غلبہ محبت زبانی دعوے سے کسی کو نہیں ملتا، یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے، جس کو چاہے عطا فرمائے، اس کی پانچ علامتیں ہیں:

1- ذکرِ خدا کثرت سے کرنا اور اس سے ہمیشہ خوش رہنا
2- مراقبہ میں صدق و اخلاص سے مشغول رہنا
3- حالتِ ذوق و شوق میں آہ و زاری اور مناجات کرنا
4- دنیا سے حق تعالیٰ کے لیے ترکِ تعلق کرنا
5- یادِ حق میں منہمک ہو کر اس کے اعلیٰ مدارج حاصل کرنا

اس کے بعد سالک کو یہ پانچ باتیں عطا کی جاتی ہیں:

1- جذب 2- علمِ حق 3- حیاتِ جاوید
4- عظمت 5- سرورِ دائم

ایک عمومی بات ہے کہ جب ہم کو کسی سے کامل محبت ہو جاتی ہے تو ہم ماں باپ عزیز و اقارب غرض کہ سب سے ...ز کر اسی کے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح عاشقِ ذاتِ حقیقی کی زندگی اپنے مولیٰ کے لیے ہو جاتی ہے اور اس کو ماسواء اللہ کا خیال نہیں رہتا۔ اس کے دل میں عشق کا قدم آتے ہی تمام آرزوئیں خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتی ہیں۔

## ...الِ عشقِ الٰہی کی کیفیات

جو سالک عشقِ الٰہی ہوتا ہے تو اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اس کے دل و دماغ پر عشقِ الٰہی چھا گیا اور وہ اس کی گہرائیوں میں ڈوب گیا۔ وہ ہوش و خرد و قلب و روح سب کچھ اپنے محبوب پر قربان کر کے محبت کا فرض ادا کرنے میں کامیاب ہوا۔ محبت کے پر کیف ہاتھوں نے اس کی ہستی کو ختم کر کے اس کو مکمل اور بلند ترین انسان بنا دیا۔ اب اس کی ہر سانس کی آمد و رفت سے نغمۂ محبوب کی دل کش آواز آتی ہے۔ محبتِ ذاتِ حق نے اس کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اس پاک الفت کے جذبات کی تشریح سے الفاظ قاصر ہیں۔ تکمیل محبت کے باعث وہ اس بلند مقام پر پہنچ گیا ہے جہاں عوام کی عقل کی رسائی ممکن نہیں۔

اس مقام کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ محبت کا ثمرہ یہ ہے کہ انسان کو اللہ کی محبت میں ایسا سرور حاصل ہو کہ وہ خود سے بے خبر ہو کر اس قدر اشتیاق پیدا کرے کہ ایک لمحہ اس کی یاد سے غافل نہ رہے اور اپنی زندگی کے ان لمحوں کو اپنی حیات کا بہترین سرمایہ سمجھے جن میں اس کو سچی اور اصل روحانی مسرت حاصل ہوتی ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھتا ہے ہر شے اس کو دوست رکھتی ہے، اس کو بہشت کا خیال بھی نہیں ہوتا لیکن بہشت اس کی ملاقات کی متمنی رہتی ہے۔

محبت کی وسعت اور حقیقت کا اندازہ ممکن نہیں۔ ہر چیز کی ابتدا اور انتہا محبت ہے، تمام کائنات تعلقاتِ محبت میں جکڑی ہوئی ہے، زنجیرِ محبت آہنی زنجیر سے کہیں زیادہ مضبوط ہے۔ صرف لفظوں کا پردہ ہے ورنہ محبت کی حقیقت خدا ہے۔

عاشق پاکبازِ محبتِ حق میں ایسا گم اور حیرت زدہ ہو جاتا ہے کہ اس کو اپنا اور دنیا کی کسی چیز کا مطلق احساس نہیں رہتا۔ اس منزل میں خیالات ماسوائے اللہ اس کے احاطۂ شعور سے نکل گئے۔ اس کی زندگی نے دوسری کروٹ لی، مے خوارِ محبت سے اجنبیت کا پردہ اٹھ گیا، آفتاب حقیقت اس کی آنکھوں کے سامنے سرشار محبت پوری شان و شوکت سے جلوہ گر ہے۔ روح فراوانی لذت سے سرشار اور عجب تازگی محسوس کر رہی ہے۔

عاشق باوفا کا دل کباب کی طرح بھن کر بوئے لطیف دے رہا ہے جس کی لطافت سے اس کی قوتِ شامہ ایسی متاثر ہے کہ اس کی پر کیف حالت بعید از قیاس و افزوں از بیان ہے۔ اس کی زندگی میں نیا انقلاب رونما ہوا ہے، طبیعت میں

محبت کا مدوجزر موج زن ہے اوراس کے انوار خاموشی کے ساتھ عاشق کے دل میں اثر کرتے چلے جاتے ہیں
کو وہ اچھی طرح سمجھ رہا ہے اس کی روح میں انبساطِ حقیقی کی لہریں دوڑ رہی ہیں۔ سرشارِ محبت کو کسی سے تعلق
ایزدِ برتر کی محبت کی خوشگوار چاشنی چکھ لیتا ہے وہ ماسوا کو قابلِ توجہ نہیں سمجھتا۔

گرانقدر محبتِ حقیقی کا حامل اور بندۂ تسلیم ورضا اپنی عزیز ہستی کو فنافی المحبوب کرنے کے بعد میخانۂ
نوش رندِ خراباتی ہوتا ہے۔ اور وہ محافظ اسرارِ وفا کے بلند نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ اللہ جل شانہ
مرتبہ محض اپنی ذاتِ عالی مرتبت کے سوا کسی کو محبوب نہیں رکھا۔ جو حسین و صاحبِ جمال ہوتا ہے وہ اکثر آئینہ سے دل
رکھتا ہے اس کا آئینہ سے محبت رکھنا آئینہ کی ذات کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ آئینہ میں وہ اپنا حسن وخوبی دیکھنے کے لیے اس کو
دوست رکھتا ہے۔ اس کو آئینہ سے محبت نہیں بلکہ فراوانئ محبت کی بنا پر اس نے خود کو اپنا پیارا اور محبوب سمجھ کر اپنے
سے محبت کی اب اسے محبّ اور محبوب کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ حدیث میں وارد ہے:

اَلْمُوْمِنُ مِرْآۃُ الْمُوْمِن

ترجمہ: مومن مومن کا آئینہ ہے۔

مومن اسمائے حسنیٰ میں سے اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے، اس لیے حق تعالیٰ عارف کا اور عارف حق تعالیٰ کا آئینہ
ہے۔

## عشقِ الٰہی اور مرشدِ کامل

پس جو بھی سالکِ راہِ سلوک ہو اسے چاہیے کہ کسی مرشدِ کامل کا دامن سچائی اور عقیدت سے تھام لے تا کہ وہ اس
پر اس کے عیوب اور کمزوریاں واضح کرے۔ مرشدِ کامل کی رہنمائی کے بغیر اکثر انسان اپنے آپ کو مجسمِ کمال خیال کرتا
ہے۔ چونکہ اس طرح وہ اپنے عیوب پر مطلع نہیں ہو سکتا اس لیے وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا۔ جو
بھی سالک راہِ سلوک ہو، اسے چاہیے کہ اپنے نقائص معلوم کر کے اور سخت سے سخت ریاضت ومجاہدہ کر کے اپنی اصلاح
کرے اور روحانی ترقی کر کے منزلِ مقصود کو پالے۔ یہ راستہ بہت دشوار گزار ہے۔ اس میں قدم قدم پر غولِ بیابانی گمراہ
کرنے کو موجود ہیں جن کے پھندوں سے بغیر پیرِ کامل کی رہنمائی کے سالک کا بچنا بہت مشکل ہے۔

مرشدِ کامل کی تلقین اور تاثیرِ محبت سے سالک کے دل میں جذبۂ محبت پیدا ہوتا ہے اور پھر طلبِ حق میں اس کے
لیے عزت وآبرو، آرام وآسائش اور دل جان کی بازی لگانا آسان ہو جاتا ہے۔ رازِ حقیقت سے آگاہ ہونے کے لیے
سالک کو سخت آزمائش کی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ پے درپے امتحان دینا پڑتے ہیں یہ عشقِ الٰہی ہی ہے کہ جس کی وجہ
سے عاجز وناتواں انسان ایسے کٹھن امتحانوں کی وادی سے گزرنے کا حوصلہ پیدا کر لیتا ہے کہ جس میں اس کو دل وجان بھی
بخوشی قربان کرنے پڑ سکتے ہیں۔ یہ جذبۂ محبت ہی ہے جو عاشق سے وہ کچھ کرا لیتا ہے جس کا عقلِ محتاط کو گمان بھی نہیں ہو سکتا
ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

اور البتہ ہم تم کو کسی قدر خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان کے نقصان سے آزمائیں گے۔ کیا لوگوں نے
سمجھ لیا ہے کہ ہم ایمان لے آئے کہہ کر چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کا امتحان نہ لیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب خدا کے ہاں کسی بندے کے لیے ایسا مرتبہ مقرر کیا جاتا ہے کہ
وہ اپنے اعمالِ صالح سے اس کو حاصل نہیں کر سکتا ہے تو خدا اس کو جسمانی ومالی ابتلا ومصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے یعنی یا تو وہ
بیمار ہو جاتا ہے یا اس کا مال ضائع ہوتا ہے یا اولاد کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور پھر خدا اسکو صبر عطا فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس
مرتبہ کو پہنچا دیا جاتا ہے جو اس کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ (ابوداؤد)

نیز حدیث میں وارد ہے کہ

سب لوگوں سے بڑھ کر انبیاء علیہم السلام امتحانات میں مبتلا ہوتے ہیں، پھر جو ان سے نزدیک تر ہیں، پھر جو ان
سے نزدیک تر ہوں یعنی درجہ بدرجہ (ترمذی)

سالک کے مرشدِ کامل کی محبت میں رہنے کے جہاں اسے اور بہت سے فوائد ہوتے ہیں، وہاں وہ ذکر کے فوائد
کاملی یقین بھی حاصل لیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: اور ذکر کرو، بے شک ذکر سے ایمان والوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ (الذاریٰت)

کثرتِ ذکر سے جذبۂ محبتِ خداوندی بیدار ہو جاتا ہے محبتِ الٰہی تمام معرکوں میں انسان کی کامیابی کا
باعث ہوتی ہے وہ تمام دکھوں اور مصیبتوں کو ہنسی خوشی جھیلتا چلا جاتا ہے اور آخر کار وہ محبوبِ حقیقی کے قرب سے
بانصیب ہو جاتا ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

ترجمہ: آدمی جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوگا۔ (بخاری)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد صحابہؓ کو اتنی خوشی کسی چیز سے حاصل نہیں ہوئی جتنی اس حدیثِ
مبارک سے ہوئی۔ (ترمذی)

اس جہانِ فانی سے کوچ کرتے وقت جب حضرت بلالؓ کی اہلیہ پریشان ہونے لگیں تو آپ نے فرمایا:

وَاطَربَاہ بِلِقَاءِ الْاَحِبَّة

ترجمہ: یعنی اب بڑی خوشی کا وقت ہے کہ اپنے محبوبوں سے ملاقات ہوگی۔

صحیح حدیث میں ہے کہ:

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰه اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ

ترجمہ: جو اللہ سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے اللہ اس سے ملنے کو دوست رکھتا ہے۔

ارشاداتِ نبویؐ کے معنوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت کی لطیف رفعتوں میں محبّ، محبت اور

محبوب کی غیریت اعتباری کا نام بھی نہیں رہتا۔ انسانِ کامل ذاتِ الٰہی کی محبت میں ایسا مستغرق ہو جاتا
تعینِ وہمی باقی نہیں رہتا۔ بُعد اور جدائی کے تمام قرینے ختم ہو جاتے ہیں۔ جب محبت کامل اور شباب
بُعد کا کیا ذکر؟

طالبِ جلوۂ حق، یمن میں رہتے ہوئے بھی ہر وقت اس ذات بے نیاز کے قریب ہے۔ ایک جاہل
آشنا اور غافل اگر بظاہر کعبہ میں ہی کیوں نہ بیٹھا ہو وہ بجائے قریب ہونے کے دور ہے۔

سوختگانِ محبت کے دل محبوب کے کیفِ محبت سے مسرور اور زندہ ہیں۔

بندہ کی صحیح محبت جب ہی سمجھی جا سکتی ہے کہ اس کے ذکر میں محو اور اس کی آیات کی فکر میں اپنی ہستی اور کل
علم جو اس کے دل و دماغ اور حواس سے متعلق ہے نکل جائے۔ اللہ کے عشق میں کامل وہی ہے جس کی نظر خودی سے
جائے اور ماسوا کو بھول جائے۔

مرشدِ کامل کی محبت سے طالبِ راہِ سلوک کے باطن سے انانیتِ شخصی جو روحانی ترقی کی راہ میں سب سے
مانع ہے کی بیخ کنی ہوتی ہے، انانیتِ حقیقی سے غیریت کے حجاب اٹھ جاتے ہیں اور عرفانِ ربانی کا عالم طاری ہو کر انسان علم
الیقین سے عین الیقین اور اس کے بعد حق الیقین کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ اس کے اندر ایک ایسا جذب و کیف پیدا ہو جا
ہے کہ جس سے وہ رسم و رواج باطلہ ملاؤں کی بنائی ہوئی رسمی چار دیواری اور زمان و مکاں کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہو جا
ہے۔ اس طرح اس کو حقیقی آزادی حاصل ہو جاتی ہے۔

## زاہدوں اور عاشقوں کے مقام میں فرق

زاہد ظاہری صفائی رکھتے اور اعلانیہ عبادت کرتے ہیں لیکن علمِ غیرِ خدا کے رکھنے کی وجہ سے باطنی صفائی سے محروم
ہوتے ہیں۔ ان کا دل پنساری کی دکان ہے جہاں سوائے خدائے واحد کی محبت کے ہزاروں دوسری چیزیں ہو سکتی ہیں۔
اس کے برخلاف اللہ کے مجذوب فقرا جو عبادتِ ظاہری سے آراستہ نہیں ہوتے لیکن محبتِ حق سے سرشار، نہایت بلند ذوق
اور بے حد بلند پرواز ہوتے ہیں ان کا دل محبتِ حق کی دولت سے معمور ہے اور یہی ان کا اثاثۂ حیات ہوتا ہے۔

عارفانِ ربانی کہتے ہیں کہ زندگی کی وہ سانس جو بغیر محبتِ ذاتِ باری تعالیٰ ہو، ناکارہ ہے اور کوئی عبادت بھی
بغیر محبت کے کارآمد نہیں ہو سکتی کیونکہ ایسی عبادت سے انسان منزلِ مقصود پر نہیں پہنچ سکتا۔ نظارہ حق کا لطف وہ کیسے اٹھا سکتے
ہیں جن کے دل ماسواء اللہ میں مشغول ہوں۔۔۔؟

مولانا روم اپنی مثنوی میں ایک چرواہے کا قصہ نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
ایک سوختہ دل چرواہے کو جس کے دل میں دریائے محبتِ خداوندی موجزن تھا اور مسرت کے جوش میں اس کی آنکھیں بند
تھیں، جذبۂ انبساط سے عجب کیفیت طاری تھی اور وہ خود سے بے خبر جذباتِ محبت کی رو میں ذاتِ باری کی شان میں کچھ
ایسی باتیں کہہ رہا تھا جو خلافِ شرع معلوم ہوتی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس خلافِ شرع تقریر پر زجر و توبیخ کی۔ مبدا

ی بارگاہ بے نیاز میں عاشق کے جذباتی کلمات پسند تھے۔ ذاتِ واجب کو آپ کا پند و نصیحت کرنا پسند نہ آیا اور جناب
طاب ہوا۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

آخر کار آنحضرت علیہ السلام کو اسی طرح اظہار جذبات کرنے کی عاشق کو اجازت دینا پڑی۔ پس اس سے یہ
ات بے نقاب ہوتی ہے کہ وارفتگانِ عشقِ الٰہی سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرنا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ فقیر کی حالت کا اندازہ کرنا ظاہری عقل کے معیار سے باہر ہے کیونکہ وہ فنافی الذات ہوتا ہے
یث قدسی میں ہے کہ:

ترجمہ: میرے دوست میری رحمت کی چادر میں پوشیدہ ہیں ان کو میرے سوا کوئی شناخت نہیں کر سکتا۔

سوزشِ عشقِ خداوندی سے عاشق کی ناپائیدار زندگی اور اس کا عارضی وجود جل کر اکسیر، اس کی حرمت سے نفس
ی تمام صفاتِ خبیثہ جل کر خاک سیاہ، اور اس کے نور سے کل جوارح روشن اور روح منور ہو جاتی ہے۔ اس کی آنکھیں جلوۂ
ظیم الشان سے بھرپور، اس کا دماغ جلوۂ ایزد و برتر سے معمور اور اس کا دل حسنِ عالم آرا کی جلوہ ریزیوں سے ہر دم مست
ور دنیا کی فکروں اور اُخروی رنج و الم سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔

سالکِ روحانی کے امورِ ظاہری و باطنی کی کیفیت کو پیغمبرِ اکرمؐ سے مروی اس حدیث قدسی سے سمجھا جا سکتا ہے:

جب میرا بندہ نفلوں کے ذریعے قرب حاصل کر لیتا ہے تو یہاں تک میں اس سے مانوس ہو جاتا ہوں کہ میں ہی
س کے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں اور زبان بن جاتا ہوں وہ میرے ہی کانوں سے سنتا، میری ہی آنکھوں سے دیکھتا، میرے
ی ہاتھوں سے پکڑتا، میری ہی زبان سے بولتا اور میرے ہی پاؤں سے چلتا ہے۔

عبدِ مقرب بالنوافل کو ان جملہ امور، حرکاتِ بود و باش، رفتار، گفتار وغیرہ کا شعور معشوقِ حقیقی کے ساتھ اس لیے
ہو جاتا ہے کہ حق اس سے انسیت فرماتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ معبود کو عبد سے ہر وقت انس ہے مگر اس کا شہود تقرب ادائے
نوافل یعنی محو فی الصفات ہونے سے ہوتا ہے۔ اس طرح بندہ صاحبِ ولایت ہو جاتا ہے۔ یہ مرتبہ بجز فقرائے کاملین کے
ظاہر پرستوں کو اس لیے حاصل نہیں ہوا کہ وہ اس عمل و عبادت سے سرتابی و روگردانی کرتے ہیں۔

جو محبِ اپنی ہستی حق کے حوالے کر دے گا اس کو امورِ مشاغل و ذکرِ خداوندی سے فرصت نہ ملے گی۔ وہ
استطاعت سے زیادہ قادر و ذوالجلال کے فکر میں محو رہے گا اور اپنے پیکرِ حیات یعنی فضائے ہستی سے گزر جائے گا۔
اس کے معصوم اور محبت سے لبریز دل پر آفتابِ حقیقت پوری شان و شوکت سے چمکتا ہوا نمودار ہو گا۔ اس کی رگ
رگ میں ضیائے نورِ حق برقی رو کی طرح دوڑے گی۔ اس پر صحیح حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ دل و دماغ میں تغیرِ عظیم
پیدا ہو گا۔ وہ خود کچھ نہ رہے گا۔

اس کا نشان بے نشان، اس کا مکان لامکان، اور اس کی ہستی عینِ حق ہو گی۔ اس عظیم الشان کامیابی پر اس نادر
الوجود، معصوم مزاج، تصویرِ محبت کے دل سے غیرِ حق کی عظمت ایسے بہہ جائے گی جیسے سورج کی تپش سے برف پگھل کر بہہ
جاتی ہے۔ اس حالت میں وہ مخلص مخمور بادۂ حقیقت کل دینی اور دنیاوی مراسم سے چھوٹ جاتا ہے اور شرعاً مذہبی قیود سے

مستغنی ہوکر مرفوع القلم ہوجاتا ہے۔

عاشق اس حالتِ ''سکر'' میں اپنے کل افعال کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تصور کرتا ہے۔ وہ اپنی سماعت، بصارت، کلام اور نفس پرستی سے دستبردار ہوکر کل حرکات وسکنات اور افعال اللہ جَلَّ شانہ کے سپرد کر کے نفس اور دنیا وآخرت سے روگرداں ہوکر فنافی الذات ہوجاتا ہے۔

جب سالک کو معرفتِ حق نصیب ہوتی ہے تو اس کے علم میں غیرِ حق کا وجود ہی نہیں رہتا۔ وہ خلق کی حرکات وسکنات کو خدا ہی کی حرکات وسکنات سمجھتا ہے۔ پس سالک کو چاہیے کہ اپنی کل صفات کو حق میں فنا کر کے سب سے الگ ہوجائے۔ انسان میں ایک وصف ہے کہ جس سے دل لگاتا ہے اس کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اس لیے سالک روحانی کو چاہیے کہ اپنے دل کو حق سے لگائے۔

دانا شخص وہ ہے جو اپنے کل افعال واعمال جو قابل جزا ہیں ان کو آتشِ عشق میں جلا دے۔ یہ تصور کرے کہ میں نہیں ہوں اور جب میں نہیں ہوں تو میں نے کوئی عمل بھی نہیں کیا اور نہ کوئی عبادت کی۔ سالک کو غور کرنے پر معلوم ہو کہ اس کی ذات ذاتِ الٰہی میں فنا ہے۔

جب محبتِ الٰہی نے کسی کے دل میں آگ لگا دی، جب عشقِ الٰہی نے سینہ کو گرم کر دیا تو وہ آگ دم بدم بڑھتی اور سینہ کی گرمی میں لحظہ بہ لحظہ زیادہ ہوتی جاتی ہے یہاں تک کے عشق کا شعلہ اور محبت کی آگ اس کے وجودِ عارضی کو جلا کر اس کو ظاہری اعمال سے فارغ کر کے بظاہر تارک الدنیا بنا دیتی ہے۔

اولیاء کا وہ مبارک وجود جس کو ہم آسمانِ معرفت اور محبتِ الٰہی کا درخشاں آفتاب کہہ سکتے ہیں ایسا پیارا وجود ہوتا ہے جس کو اعمالِ ظاہری کی حاجت نہیں رہتی کیونکہ عشاق کے دل میں آفتابِ محبت اپنی پوری روشنی سے روشن ہے۔ لیکن یہ اسرار ومعارف عوام تو کیا ان کی سمجھ سے بھی باہر ہیں جو خود کو عالم اور عابد کہتے ہیں۔

عالم عابد اور صوفی یہ سب مبتدئ راہِ حق ہیں۔ بجز عالم ربانی واولیائے کرام کے کوئی مردِ راہِ حق نہیں۔ زاہدانِ خشک اور محبت کے دعویدار برادرانِ یوسف کی طرح ہیں جنہوں نے آں جناب کی قدر نہ کی اور جناب کو چند کھوٹے سکوں کے عوض بیچ ڈالا۔ زاہدانِ خشک کا دل خدا اور اس کے بندگانِ خاص کی محبت اور جذباتِ عشق سے خالی ہوتا ہے۔ زاہدِ خشک کی کوئی قدر ومنزلت نہیں گو وہ اپنے خیالِ باطل سے اپنے آپ کو قابلِ قدر اور مقبول سمجھے۔

## زاہدِ خشک، واصلانِ حق کی خاک پا

پس سالک کو چاہیے کے اہلِ ریا اور نفسانی عبادت گاہوں کو چھوڑ کر واصلانِ حق کی خاک پا بنے۔ ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوکر خدا کی طلب میں نہایت خلوص ومحبت سے اپنی جان ودل اور دنیوی عزت وآبرو کی بازی لگا دے۔ یکسوئی اور یکجہتی اختیار کرے کہ عشق کے قمار خانہ میں دوئی اور دورخی چالیں کام نہیں آتیں۔

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہر یکدانہ



یک رنگی وآزادی اے ہمت مردانہ

(اقبال)

یہی رہبرانِ طریقت کے لیے ترقی کی راہ ہے جس سے فلاحِ دارین حاصل ہوتی ہے۔

روحانیت میں منزلِ کمال تزکیۂ نفس کے حصول کے بغیر ممکن نہیں تزکیۂ نفس کامل کے لیے عشقِ الٰہی درکار ہے۔ تزکیہ کے معنی ہیں پاک کرنا اور نفس کے تزکیہ کے معنی یہ ہیں کہ اس کو تمام آلائشوں اور گندگیوں سے پاک کیا جائے، اس کی تمام خامیوں اور کمزوریوں کی اصلاح کی جائے، اس کی تمام رکاوٹوں کو دور کر کے تمام قیود اور زنجیروں کو توڑ دیا جائے کہ وہ اپنی حقیقت سے شناسا ہوسکے۔

جو دل سے دنیا کو محبتِ الٰہی کی وجہ سے ترک کر دے اور آخرت سے گزر جائے وہ حضرتِ سُبحانہ کا مقرب بندہ ہوگا۔ جب تک بابِ الخلق دنیا وآخرت سے نہ لڑے گا بابِ الرحمان وذاتِ حق سبحانہ تعالیٰ کو ہرگز نہ دیکھے گا۔ اگر تو خالق کے ساتھ ہے تو اس کا بندہ، اگر تیرا دل مخلوق کے ساتھ ہے تو مخلوق کا بندہ کہلائے گا۔ طالبِ مولیٰ جب کل مخلوقات سے تجرد اختیار کرتا ہے تو وہ خاص بندہ ہوجاتا ہے کیونکہ ''خیالِ غیر'' بندہ اور خدا کے درمیان حجاب ہے۔

◆◆◆◆◆

باب دہم

# مرشدِ کامل

## روحانیت اور مرشدِ کامل

اسلامی تصوف، ہندو جوگی اور بدھ ازم کے سب سکول یہ بات کہتے ہیں کہ:

''گرو بِن گیان نہیں ملتا۔''

اسلام کے نظامِ روحانیت میں مرشد کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اگر کسی کو صحیح مرشد مل جائے تو پھر اس کے سفرِ سلوک کی منزلیں بہت آسان ہو جاتی ہیں۔ مرشد خود اسے درجہ بدرجہ ترقی کراتا اور رہنمائی کرتا چلا جاتا ہے۔ ایسے مرید کو مزید کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر مرشد کی اپنی اپنی روحانی طاقت ہوتی ہے۔ کامل مرشد اسے کہا جائیگا جو مرید کو کچھ وقت کے بعد اپنے جیسا بنا لیتا ہے۔ اور مرید میں بھی یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی کہ وہ دوسرے خاص مریدوں کو اپنے جیسا بنا لے ۔

اصل بات یہ ہے کہ جب یقین کسی شخص کے اندر رچ بس جاتا ہے اور وہ شخص جو بڑے یقین کا مالک، سچا، لالچ سے پاک، کھرا، اور Pure ہو جاتا ہے تو پھر وہ جس سے بھی ملتا ہے اور جس پر بھی اپنی نگاہ خاص ڈالتا ہے وہ اسے اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے۔ ایسا شخص ہی مرشدِ کامل کہلوانے کا حق دار ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ مرشدِ کامل کا ملنا ایک بہت بڑی خوش نصیبی ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ

''ایں سعادت بزور بازو نیست''

مرشدِ کامل سے صحیح معنوں میں فیض یاب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مرید کا یقین مضبوط ہو۔ کمزور یقین اور چھوٹی سوچ رکھنے والے کسی مرشدِ کریم سے فیض یاب نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ حکما اور عرفاء کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ

''یقینِ کامل ہی مرشدِ کامل ہوتا ہے۔''

اس لیے ضروری ہے کہ انسان مرشدِ کامل کو تلاش کرنے سے پہلے اپنے یقین کو مضبوط کرے۔ اگر کوئی مرشدِ کامل کا متلاشی ہو مگر اس کا ذہن شکوک و شبہات کی آماجگاہ ہے تو پھر اسے مرشدِ کامل میں نقص نظر آ جائیں گے یا کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ مرشد کو دیکھنے کے لیے خاص نظر اور خاص یقین چاہیے۔ جیسا یقین دل میں لے کر جائیں گے ویسا مرشد ملے گا۔

جیسا کہ عرفِ عام میں مشہور ہے

''جیسی نیت ہوگی ویسی ہی مراد ملے گی''

کیونکہ قانونِ فطرت یہ ہے کہ ہر چیز اپنی ہی قسم کی چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ چور کو چور، جوارئیے کو جواریا اور نیک کو نیک اپنی طرف کھینچتا ہے۔

مولانا روم نے اپنی مثنوی میں اس کی مثال دی ہے کہ جس میں کہا گیا کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو روحانیت کے جھوٹے دعوے کر دیتے ہیں بلکہ ان میں سے کچھ نبوت اور اللہ ہونے کا بھی دعویٰ کر جاتے ہیں اور حیرانی کی بات یہ ہے کہ ایسے ہر دعویٰ کرنے والے کو اچھے خاصے پیروکار بھی مل جاتے ہیں۔ اس کی یہی وجہ ہوتی ہے کہ جیسا مرشد ہوتا ہے ایسے ہی خیالات کے مرید اسے مل جاتے ہیں کیونکہ ہر چیز اپنی قسم کی طرف کشش کرتی ہے۔

مرشدِ کامل کون ہوگا اور وہ کون سی چیز ہے کہ جس سے ہم کسی شخص کی روحانی پاور کا پتہ چلا سکیں۔ ہم نے برسوں اس امر پر کوشش کی کہ ایسا کوئی پیمانہ وضع ہو جائے کہ جس پیمانے سے ہم کسی شخص کی روحانی پاور کا پتہ چلا سکیں۔ اس حوالے سے جو ہمارے مشاہدے اور مطالعے میں طریقہ آیا ہے وہ یہ ہے۔

جب بھی آپ کسی روحانی شخص کے پاس خلوصِ دل کے ساتھ جائیں گے تو اس کے پاس کچھ دیر بیٹھنے کے بعد آپ کو ایک عجیب سا روحانی کیف محسوس ہونا شروع ہو جائے گا۔ روحانی شخص کی قربت میں جانے کے بعد مسائلِ حیات سلجھنے لگتے ہیں اور شاہراہِ حیات پر خاروں کی جگہ گل بکھرنے لگتے ہیں۔ انسان بدیہی طور پر محسوس کرتا ہے کہ اس کی زندگی آسانیوں سے ہمکنار ہونا شروع ہو گئی ہے۔ بہر حال ہر بندے کی اپنی ایک اندرونی کیفیت ہے جس سے وہ کسی کی روحانی پاور کا اندازہ کر سکتا ہے۔

جب ہم اسلام کے نظامِ روحانیت کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں ہمیں یہ بات نظر آتی ہے کہ اسلام کے روحانی نظام میں مرشدِ کامل کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اسلامی عرفاء کا کہنا ہے کہ جس کو مرشد مان لیں اس کو دل سے مانیں، اپنے پرانے خیالات اور علم کا مقابلہ اس سے نہ کریں ورنہ آپ کو خاص فائدہ نہ ہوگا۔ زیادہ علم پڑھے ہوئے لوگ اس لئے روحانیت میں ناکام رہتے ہیں کہ وہ اپنے مرشد سے پوری طرح متاثر (Inspire) نہیں ہو پاتے۔ اس کا اصول یہ ہوتا ہے کہ انسان جس کو مرشد مانے تو پھر اس مرشد کا خیال (Reflection) دل میں رکھ لینا ہوتا ہے۔ دل میں وہی Reflection بیٹھتا ہے جس سے ہم متاثر (Inspire) ہوں۔ اپنے خیالات علم یا روحانیت کا مقابلہ کرنے والا دوسرے سے کیا متاثر ہو سکتا ہے اور کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ صحیح طور پر متاثر نہ ہونے کی وجہ سے مریدین اپنے مرشد سے فیض یاب ہونے میں ناکام رہتے ہیں۔

قانون یہ ہے کہ جب کسی کا تصور (Impression) اور (Reflection) دل میں بیٹھ جاتا ہے تو دل نہ صرف اس کو زندہ رکھتا ہے بلکہ اس کو مزید طاقتور کر کے مضبوط بناتا ہے۔ اس طرح انسان کی اندرونی شخصیت اپنے مرشد

کے سانچے میں ڈھلتی جاتی ہے اور پھر بالآخر بیرونی شخصیت بھی تبدیل ہونے لگ جاتی ہے۔

مولانا روم اس چیز کی مثال اپنی شاعری میں دیتے ہوئے فرماتے ہیں: میں یہ جسم نہیں جو لوگوں کی [illegible] مقبول نظر آتا ہے بلکہ میں وہ ذوق شوق ہوں جو مریدین کے قلوب میں میرے کلام اور میرے نام سے جوش مارتا [illegible] کے بارے میں کوئی شک نہ رکھنا، اس سے Impress ہونا اور اپنے علم سے اس کا مقابلہ نہ کرنا، یہ چیزیں اسلامی نظام روحانیت کا جزو ہیں۔

خود سے اور ذکر واذکار کر کے روحانیت کو پانے کے بجائے کسی مرشد کے لڑ لگنے کا ''شارٹ کٹ'' زیادہ آسان اور فائدہ مند رہتا ہے کیونکہ زندہ مثال سامنے ہو تو انسان جلدی سیکھتا ہے اور حوصلے میں بھی رہتا ہے۔ یاد رکھیں کہ اگر روحانیت لفظی علموں یا سائنسی اور نفسیاتی علموں میں موجود ہوتی تو مغرب کے ملکوں میں سب لوگ کامل پیر ہو جاتے، سارے لفظی علم یہ لوگ وہاں لے جا چکے ہیں۔ ہندوؤں اور بدھ مت والوں کا سارا لفظی علم وہ اپنے کمپیوٹروں میں ڈال چکے ہیں اور لفظوں کے علموں کا وہ ان لوگوں سے زیادہ ہی عالم ہو چکے ہیں۔

مگر روحانیت یقینِ کامل Faith کا نام ہے جس میں توکل باخدا سب سے اہم ہے جو ان کے پاس نہیں ہے اور ان کو سمجھ بھی نہیں آ رہا۔ اس لیے آپ بھی پیروں میں لفظی علموں کو زیادہ تلاش نہ کریں، گو انہیں اس میں بھی کچھ نہ کچھ معلومات ضرور ہوں گی۔ پیری مریدی میں یہ سمجھنے والی بات ہے کہ مرید اگر حوصلے والا ہے تو پیر سے بعض اوقات مرید بھی اوپر چلا جاتا ہے۔ اس کی سیدھی سی مثال اسلامی تصوف میں جناب شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ ابوالحسن خرقانیؒ ہیں پھر اس کی اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

تصور متاثر ہو کر اندر رکھنے کے بعد پیوند کی طرح کام کرتا ہے لیکن خیال رکھیں کہ کسی مجذوب کا تصور اندر رکھنے سے آپ بھی مجذوب بنتے چلے جائیں گے اور لالچی اور بھوکے پیر کا تصور آپ کو بھی لالچی اور بھوکا بنا دے گا۔ اور بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے، عقل مند کے لیے اشارہ کافی ہے۔

انسان خصوصاً سالک کی اندرونی شخصیت بڑی لطیف ہوتی ہے جس سے متاثر ہو، وہی رنگ اختیار کر جاتی ہے استاد سے سیکھنا بہتر اور آسان بھی ہوتا ہے خصوصاً صحیح استاد مل جائے تو بات بڑی آسان ہو جاتی ہے کیونکہ پھر شاگردوں (مریدوں) کے سامنے ایک عملی مثال ہوتی ہے۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کئی دفعہ پڑھی ہوئی بات بھی انسان بھول جاتا ہے مگر استاد سے سنی ہوئی بات پکی یاد رہ جاتی ہے۔ استاد سے سیکھنے میں یہ بھی یاد رکھیں کہ اس کے سکھانے کے طریقے اور نظام پر بھی آپ کا اعتقاد ہو تو نتیجے جلد ملتے ہیں۔ اگر آپ کو کوئی تھوڑا بہتر پیر مل جاتا ہے تو اس پر پورا بھروسہ کریں۔ عجیب بات یہ ہوتی ہے کہ اگر آپ اس پر پورا بھروسہ کرتے اور اسے بڑا روحانی سمجھتے ہیں تو وہ آپ کے اعتقاد کی طاقت کی مدد سے اور کچھ اپنی روحانیت سے واقعی اسی قابل بن جاتا ہے۔ پھر وہ آپ کو پورا فائدہ دے گا، چاہے آپ کے دوسرے ساتھیوں کو نہ دے سکے۔

روحانی معاملوں میں استاد کی بڑی اہمیت کی ایک وجہ یہ (جیسے فاصلے پر چیزیں دیکھنا، دوسری جگہ موجود ہونا، جسم سے چھریاں گزارنا، ہوا میں اڑنا) استاد سے سیکھے جائیں تو یہ زیادہ یقینی اور آسان راستہ ہے۔ دراصل یہ چیزیں متعدی والی ہیں یعنی ایک انسان سے دوسرے میں آتی ہیں۔ یقینِ کامل بھی متعدی ہوتا ہے، اسی چیز کو ''جاگ'' لگنا بھی کہتے ہیں۔ یہ صحیح روحانیت سے دوسروں میں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ یہی چیز اسلام کے خانقاہی نظام کی بنیاد ہے۔

## ایک دلچسپ وضاحتی مثال

ہندوستان کے کسی بزرگ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: حضرت سنا ہے اللہ کی محبت بڑی پر لطف ہوتی ہے۔ مجھے بھی اللہ کی محبت میں کامل کر دیں تا کہ ہر شے کی محبت سے بے نیاز ہو کر اور ہر محبت سے رشتہ توڑ کر بس اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے لگوں اور اسی کا ذکر کرتا رہوں۔ وہ بزرگ آنے والے کی طلبِ صادق پر اس سے پوچھنے لگے کہ تجھے اپنے گھر میں کس چیز کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے؟ وہ بولا اور تو کوئی چیز اتنی محبوب نہیں، ہاں ایک بھینس ہے جو مجھے جتنا سب سے زیادہ اچھی لگتی ہے۔ اور پھر بھینس کی صفات بیان کرنے لگا کہ اس کا رنگ ایسا ہے، اس کی آنکھیں ایسی ہیں، اس کی دم ایسی ہے، اس کی ٹانگیں ایسی ہیں، وہ اتنا دودھ دیتی ہے، ہر روز اسے نہلاتا ہوں، اس کا خیال رکھتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ انہوں نے اسے مزید کریدا تو کہنے لگا، مجھے اس بھینس کو دیکھ کر سکون ملتا ہے، جی چاہتا ہے ہر وقت اسے دیکھتا رہوں۔ وہ بزرگ فرمانے لگے بس تیرا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اس کو چند ضروری ہدایات دے کر گھر واپس بھیج دیا اور فرمایا کہ تین چار ماہ بعد میرے پاس دوبارہ آنا۔ انہوں نے اسے کہا کہ نماز روزہ کی پابندی کے ساتھ اللہ اللہ کرتے رہنا اور بطور خاص سمجھا دیا کہ اس بھینس کو بھی تکتے رہنا اور ہر وقت اس کا تصور کیے رکھنا یہاں تک کہ تمہیں اور کوئی چیز یاد نہ رہے۔

وہ شخص گھر چلا گیا اور حسبِ حکم یہی معمولات پابندی کے ساتھ جاری رکھے۔ تین چار ماہ بعد وہ دوبارہ بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازے پر کھڑے ہو کر اندر آنے کی اجازت چاہی۔ بزرگ فرمانے لگے۔ سناؤ! تمہاری محبت کا کیا حال ہے؟ عرض کرنے لگا حضرت! میں تو بھینس میں ہی غرق ہو گیا ہوں، مجھے ہر وقت اس کی یاد رہتی ہے۔ بزرگ نے دیکھا کہ اس کی حالت بہتر ہو رہی ہے تو دوبارہ مزید ہدایات دیں اور واپس بھیج دیا۔ اس کو سمجھ نہیں آ رہی تھی اور حیران و پریشان تھا کہ وہ تو اللہ کی محبت میں راسخ ہونے آتا ہے اور بزرگ بھینس کے ساتھ محبت کرنے کی ہدایت کر کے واپس بھیج دیتے ہیں۔ لیکن ان کے حکم کے مطابق تیسری مرتبہ پھر چار ماہ بعد حاضر ہوا۔ اس دوران بھینس کے ساتھ اس کی محبت میں بہت اضافہ ہو چکا تھا۔ آتے ہی دروازے پر بزرگ نے پوچھا بتاؤ اب کیا حال ہے؟ کہنے لگا۔ اب کائنات میں دو ہی چیزیں ہیں: میں ہوں یا میری بھینس، باقی کچھ نہیں۔ انہوں نے یہ سنا تو یہ سمجھ کر کہ اسے ابھی تک اپنا آپ نہیں بھولا اسے پھر بھیج دیا۔ اور کچھ عرصہ بعد جب چوتھی بار وہ آیا تو کہنے لگا، میں دروازے سے اندر کس طرح داخل ہوں؟ میرے سینگ دروازے سے اٹک رہے ہیں بزرگوں نے دیکھا کہ اب یہ محبت میں کامل ہو گیا ہے تو انہوں نے اسے بلایا اور سینے سے لگا کر ایک توجہ کی۔ وہ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ اللہ کی یاد اور تہجد وغیرہ کا تو پہلے بھی پابند تھا۔ اب اس کے حال کو بدل دیا۔ اسے بھینس بھول گئی اور عشقِ الٰہی میں کامل ہو گیا۔

لوگوں نے پوچھا حضرت! کیا معاملہ ہے؟ ایک سال تو آپ اس کو بھینس کی محبت میں فنا کرتے [illegible] اسے اللہ تعالیٰ کی محبت میں گم کر دیا۔ انہوں نے فرمایا'' پہلے ضروری تھا کہ اس کا تعلق محبت بھینس کے ساتھ [illegible] کیونکہ اسے اس وقت اسی سے محبت تھی۔ میں نے چاہا کہ اسے اسی محبت میں پکا دوں، پھر اتنا پکایا کہ محبت کامل ہو گئی اور جب تمام تقاضاہائے محبت پورے کر دیئے تو اسے اب محبت کے منتہائے کمال تک پہنچانا تھا سو پہنچا دیا۔ فرق صرف سمت کی تبدیلی کا تھا۔ پہلے بھینس کی محبت میں فنا ہو چکا تھا۔ اب محبت کی ڈوری کو ادھر سے کاٹ کر ادھر لگا دیا تو وہ خدا کی محبت میں کامل ہو گیا۔ میں نے تو صرف ڈوری بدلی ہے باقی محنت و ریاضت تو اس کی اپنی تھی۔

◆◆◆◆◆

باب یازدھم

# روحانیت اور ارتکاز

دنیا کے جتنے مذاہب ہیں ان میں روحانیت کے حصول کا ذریعہ ارتکاز ہی رہا ہے مگر یہ بات انہوں نے راز کی طرح مخفی رکھی تا کہ کسی نا اہل کے ہاتھوں میں یہ تلوار نہ آئے تا کہ کوئی بیگناہ نہ مارا جائے یعنی کسی نادان کو دین کے طور پر ہلاک نہ کر دے۔

یہاں یہ سوال سامنے آتا ہے کہ اس ارتکاز کو سب سے پہلے کس نے مذہب کی دنیا میں دریافت کیا تا کہ ہم ارتکاز کو اس مذہب کی پراپرٹی کہہ سکیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کیا کوئی یہ بتا سکتا ہے کہ سچ کو سب سے پہلے دین کا حصہ کس نے قرار دیا تھا؟ اسی طرح ہزاروں سچائیاں ہیں جو جملہ مذاہب کا حصہ ہیں مگر کسی مذہب کی پراپرٹی بھی تصور نہیں کی جاسکتیں۔ اسی طرح یہ بھی ایک سچائی ہے جو آفاقیت کی حامل ہے جس پر کوئی خاص مذہب اپنا استحقاق نہیں جتلا سکتا۔ ہم زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچائی جناب آدم علیہ السلام اپنے ساتھ لائے تھے اور ان سے وراثت میں اولاد کو یہ ارتکاز ملا کیونکہ ہم ماضی قدیم میں جھانک کر دیکھتے ہیں تو ہمیں جناب نوح سے ارتکاز کے شواہد ملتے ہیں مگر اس کی واضح تصویر جناب ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں نظر آتی ہے اور جناب موسیٰ علیہ السلام کے بعد تو سارے مذاہب کی تبلیغ کا مرکزی نقطہ یہی ارتکاز رہا ہے۔ اس لئے اولڈ ٹیسٹامنٹ (Old Testament) میں جناب موسیٰ علیہ السلام کے بعد ارتکاز کے واضح شواہد ملتے ہیں۔

اسی طرح دنیا کے دیگر مذاہب جیسے ہندوازم ہے، زرتشت ہے، بدھ ازم ہے، جین ازم ہے، ان میں ارتکاز کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے کیونکہ اس زمانے کی مقدس کتابوں میں یوگ ودیا (آسمانی قوتوں کی ملاقات کا علم) پرانا یام (حصولِ روح) گیان دھیان جیسی اصطلاحات کو ہر بچہ جانتا ہے۔ آگ پر ارتکاز (جس پر شمع بینی کی بنیاد ہے) زرتشت کے ہاں واضح نظر آتی ہے۔ سورج پر ارتکاز (جس پر شمس بینی کی بنیاد ہے) ہندو دھرم میں واضح نظر آتا ہے۔ یکسوئی اور مراقبہ (جسے حضورِ قلب کہتے ہیں) بدھ ازم کا آج بھی حصہ ہے۔ ''ارتکاز'' کے اس قدر اہم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ روح کی قوتوں

کا انحصار نفس کی تسخیر پر ہے اور نفس کی تسخیر کے حوالے سے ارتکاز سب سے زیادہ زوداثر چیز ہے۔

نفس ''ارتکاز'' کو زہرِ قاتل سمجھتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ زبان کچھ کہتی رہے، دماغ کچھ اور سوچے، کان اس کے علاوہ سنے اور آنکھ دوسری چیز دیکھے۔

مثلاً ایک شخص مصروفِ نماز ہے، زبان الحمد پڑھ رہی ہے اور دماغ انارکلی میں مٹرگشت کر رہا ہے، کان باہر بجنے والے ریکارڈ کو سن رہے ہیں اور آنکھ بیقرار ہے، کبھی سجدہ گاہ کو دیکھتی ہے کبھی بند ہو جاتی ہے، کبھی سامنے والی دیوار پر دوڑتی ہے۔ جسم ہے تو قیام وقعود کی ایکسرسائز کر رہا ہے اور شعور کو اس وقت پتہ چلتا ہے جب نفس اختتامِ نماز کا اعلان کرتا ہے اور پھر مسجد سے بھاگنے کا حکم دیتا ہے۔

اب اس نفس صاحب کی شرارت دیکھیں کہ اس نے کس طرح ایک پنتھ سے دس کاج کر لیے ہیں، ایک تیر سے کس طرح بیس شکار رہا ہے؟

## ارتکاز

نفس کو زیر کرنے کا واحد عمل ارتکاز ہے کیونکہ یکسوئی اور ارتکاز ایک طرح کی پابندی ہے اور پابندی نفس کی موت ہے۔ اب اگر کوئی صاحبِ دل حوصلہ پیدا کرے کہ اس سے جزوی آزادی سلب کر لے تو پھر یہ رشوت دیتا ہے اور آزادی کو سلب نہیں ہونے دیتا یعنی کوئی شخص کسی عضوِ بدن میں ارتکاز پیدا کرنے کے درپے ہو جاتا ہے تو یہ اس عضوِ بدن سے متعلقہ فوائد کو رشوت میں دے کر آزادی بچاتا ہے۔

مثلاً کوئی شخص ایک طویل عرصے تک آنکھ کو آوارہ گردی سے بچا کر ایک نقطے پر مرکوز کر دیتا ہے یا شمع بینی کرتا ہے تو نفس اپنی مقبوضہ قوت ''تنویمِ نظر'' دیکر اپنی آزادی بچا لیتا ہے اور انسان ہپناٹزم (Hypnotism) کے کارناموں میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔ کیونکہ آنکھ کو ایک نقطے پر مرتکز رکھنے سے نفس کو بڑی اذیت ہوتی تھی اس لئے اس نے یہ قوتِ چشم اسے دیکر خرید لیا اور مجبوراً اسے انسان کے ساتھ سمجھوتہ کرنا پڑا اور یہ قوت دینے کے باوجود کوشش کرتا ہے کہ یہ قوت انسان کے پاس بھی رہے لیکن تصرف اس کا رہے۔

اس بات سے یہ سبق ملتا ہے کہ کسی کے محیّر العقول کارنامے دیکھ کر اسے ولی اللہ یا نبی نہیں مان لینا چاہیے یہ تو اس کی اپنی قوتیں ہیں جو کارنامے دکھا رہی ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ یہ کام سارے لوگ نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگوں نے اپنی تنویمِ نظر نفس کو ہبہ کر رکھی ہے جب کوئی انسان کسی مقبوضہ قوت کو واپس لیتا ہے تو یہ قوت بھی آجاتی ہے۔

آج کے اس ترقی یافتہ دور میں اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ علم ہپناٹزم جس کی بنیاد ارتکاز پر ہے یہ تو اب ہپناٹزم کو کھیل تماشے سے آگے سرجیکل میدان تک وسعت دی گئی ہے اور کراچی میں ایک شخص نے بینک سے چیک کیش کروانے والے کو ہپناٹائز Hypnotise کر کے لوٹ لیا۔ انہی وجوہات کی بنا پر آج برطانیہ میں مسمریزم Mismyrism پر قانونی طور پر پابندی عائد ہے۔ یہ سب امور بتا رہے ہیں کہ ارتکازِ نظر سے انسان کو ایک بہت بڑی قوت مل جاتی ہے۔ کیونکہ نفس کی موت ارتکاز ہے اور نفس سے مقبوضہ قوتوں کو واپس لینے کا واحد ذریعہ بھی ارتکاز ہے یعنی ارتکاز جس عضو سے بھی متعلق ہوگا اس کی قوت واپس مل جائے گی۔

اس علم کا ماخذ کیا ہے اس پر بعد میں روشنی ڈالی جائے گی۔

جملہ روحانی علوم کی بنیاد اس ارتکاز کے کلیے پر استوار ہے۔ قدیم عامل اور ماہرینِ روحانیت اس بات کو بہت پہلے سمجھ گئے تھے کہ نفس کو تسخیر کرنے کا واحد ذریعہ ارتکاز ہے اور باقی جو مشقتیں ہیں اس ارتکاز کے حصول کے لیے ہیں۔

اب دیکھیں ہمارا اسلامی علم العملیات بھی اسی کلیے پر بنا ہے۔

## علم العملیات

اصل قوت ارتکاز کی ہے جسے یکسوئی بھی کہتے ہیں۔ یہی چیز ہی قوت و طاقت کا سرچشمہ ہے۔ اب جس کا جی چاہے وہ جس چیز پر ارتکاز کرے یعنی چاہے تو آیات پر ارتکاز کرے یا چاہے تو لغو بے ہودہ فقروں پر کر لے۔ ہر صورت ارتکاز سے قوت ضرور مل جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ ہم بنگال کے جادو، مصر کے جادو، افریقہ، روم، ہندستان کے جادوگروں کے قائل ہیں اور ساتھ ہی قرآنِ مقدس نے بھی جادو کے اثرات کی نفی نہیں فرمائی۔ ویسے تو جادو کی کئی اقسام ہیں مگر سب کے حصول کا ذریعہ یہ ارتکاز ہے۔ ہم جادو کے اثرات کی شرعی توجیہ اس صورت میں کر سکتے ہیں کہ ہم اسے ارتکاز سے وابستہ کر کے نفس کا ایک قوی تر فعل قرار دیں۔ ورنہ کلام پاک اور جادو میں فرق باقی نہ رہے گا اور کہانت اور جادو کو انبیاء علیہ السلام کے معجزات سے ممیز نہیں کیا جا سکے گا کیونکہ افعال وخوارق میں یکسانیت کا پہلو اتنا غالب ہے کہ عوام نے بھی خود انبیاء علیہ السلام کو جادوگر سمجھا۔ اس سے ماننا پڑے گا کہ اصل قوت ارتکاز کی ہے۔

اگر کسی نے زبان کو آوارہ لغویات سے روک دیا اور ایک مخصوص لفظ یا عبارت پر مرتکز کر دیا تو نفس زبان کو قوت عطا کر دیتا ہے۔ اس ارتکازِ لسان کو علم العملیات کہتے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ ارتکازِ لسان ہی قوت کا سرچشمہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علم العملیات کے ماہرین حروفِ تہجی کی زکوٰۃ نکالنے کی سفارش کرتے ہیں کہ مبتدی کے لیے ضروری ہے کہ سوالاکھ مرتبہ الف الف، با با، جیم جیم پڑھے اس سے زبان میں اثر پیدا ہو جائے گا۔ اور ماہرینِ علم العملیات نے تو پورے کلام پاک کو جادو ٹونے کی کتاب بنا دیا ہے کہ فلاں آیت ''حب'' کے لیے ہے، فلاں ''بغض'' کے لیے، فلاں آیت تسخیر کے لیے ہے، فلاں آیت فلاں مرض کے لیے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن اصل بات ارتکاز ہے۔ ہاں یہ بات ہے کہ اگر ارتکازِ لسان کلامِ مقدس کی آیات پر کر لیا جائے تو عبادت کی عبادت بھی ہے اور ارتکاز کا ارتکاز بھی ہے کیونکہ کلام پاک کی تلاوت بھی عبادت ہے۔

اگر کسی منتر وغیرہ پر ارتکاز کر لیا جائے تو نفع بخش وہ بھی ہے یعنی قوت کا حصول اس سے بھی ممکن ہے مگر ہے گناہ کیونکہ لغویات پر ارتکاز ہو رہا ہے۔ مگر ارتکاز کی قوت سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس طرح ارتکاز کا ایک اور شعبہ ہے جو

ہاتھ سے متعلق ہے اس کا نام ہے ''علم التعویذات۔''

## علم التعویذات

کچھ لوگ آیات یا آیات کے اعداد پر ارتکاز کر لیتے ہیں اور وہ علم التعویذات کے ماہرین بن جاتے ہیں۔ ہندو دھرم کے تعویذات کو جنتر کہتے ہیں یعنی ہاتھ سے لکھے جانے والے اثر انگیز نقوش کو جنتر کہتے ہیں، اور زبان سے پڑھے جانے والے اثر انگیز فقروں کو منتر کہتے ہیں، اور ٹونے ٹوٹکے کو تنتر کہتے ہیں یعنی ہندو عملیات جنتر منتر تنتر پر مبنی ہیں۔ اور پاکستان میں جنتریوں کا وجود بتا رہا ہے کہ ہندو اثرات اب بھی موجود ہیں۔ اس پہ بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر طوالت کے پیش نظر ترک کر رہا ہوں۔

## بلور بینی CRYSTALLO MANCY

یہ ایک علیحدہ علم ہے، جس میں بلور کا ایک گولہ لے کر اس پر ارتکاز کیا جاتا ہے اور اس میں مستقبل دیکھا جاتا ہے۔

## پتی بینی TASSO GRAPHY

یہ علم ایسا ہے کہ چائے کی پیالی میں جو چائے کی پتی رہ جاتی ہے اس پر ارتکاز کر کے مستقبل کے حالات بتائے جاتے ہیں/اسی طرح مسٹر ناسٹر وڈامس ایک پیالے میں کوئی محلول ڈال کر اس پر ارتکاز کیا کرتا تھا اور اسے اس میں مستقبل نظر آتا تھا اور اس کی ایک ہزار پیشگوئیاں آج پوری دنیا میں مشہور ہیں۔

## پر اسرار علوم

ریاضتِ نفس سے ہر ناممکن ممکن بن جاتا ہے کیونکہ جب نفس مسخر ہو جاتا ہے تو ہر چیز امکان میں آجاتی ہے۔ تسخیرِ نفس سے وہ قوتیں جو نفس نے چھپا رکھی ہوتی ہیں وہ واپس مل جاتی ہیں اور یہی پر اسرار علوم کہلاتے ہیں۔

کیونکہ انسان خالق کی وہ تخلیق ہے کہ جسے خود خالق ''فی احسن تقویم'' کہتا ہے کہ یہ وہ عظیم مخلوق ہے کہ اس کا قوام ہی بہترین ہے۔ اللہ نے انسان کو حسنِ تخلیق کا شاہکار بنا کر بھیجا ہے اور اس ظاہری انسان کے پردے میں سیکڑوں باطنی قوتوں کا خزانہ بھر دیا ہے اور اس عظیم خزانے پر انسان نے خود ایک سیاہ ناگ بٹھا رکھا ہے، جس کا نام نفس ہے اور اسی نے سبھی قوتیں دبا رکھی ہیں اور خود انسان کو بھی خبر نہیں ہونے دیتا کہ اس کے اندر کتنے دفائن موجود ہیں۔

نفس کی پہلی اور آخری خواہش ہوتی ہے کہ ان قوتوں پر مکمل قبضہ اسی کا ہو اور ان قوتوں کے استعمال کی اسے مکمل آزادی حاصل رہے۔

انسان جیسے جیسے ارتکاز سے اسے پریشان کرتا ہے یہ موت کے خوف سے قوتیں واپس لوٹانا شروع کر دیتا ہے۔ ارتکاز چشم سے ''تنویم نظر'' واپس کرتا ہے، ارتکازِ ید سے یدِ بیضا لوٹا دیتا ہے، ارتکازِ لسان سے کھویا ہوا دمِ عیسیٰ مل جاتا ہے۔ اصل منزلِ بشر ہے۔ ان قوتوں کی آزادی یعنی انسان اپنی مخفی قوتوں کو نفس کے چنگل سے آزاد کروائے۔

## ماورائے نفسیات (پیرا سائیکالوجی)

یہ علمِ جدید دور میں متعارف ہوا ہے، اس کی بنیاد بھی ارتکاز پر ہے اور اس سے مادی چیزوں کو ذہن کے تصور سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کا مظاہرہ یہاں تک ہوا ہے کہ روسی پیرا سائکالوجرز نے تو میزائل وغیرہ بھی ذہن سے کنٹرول کر کے ٹارگٹ پر پہنچائے ہیں۔ اس لئے یہ علوم روسی یونیورسٹیز میں بھی پڑھائے جا رہے ہیں۔

## تیسری آنکھ (Third Eye)

یہ علم امریکہ میں پڑھایا جا رہا ہے اور اس سے انسان میں ایک غیبی تیسری آنکھ پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ پوری دنیا کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس دور میں اس کے واقعات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ یہ بھی ارتکاز ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

## ٹیلی پیتھی

اسے خیال خوانی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے حصول سے انسان دوسروں کے دماغ میں اتر سکتا ہے یعنی دوسرے کے دماغ کی زمین میں اپنے خیالات کاشت کر سکتا ہے۔ سیکڑوں ہزاروں میل دور تک اپنے پیغامات دوسروں تک پہنچا سکتا ہے۔ اس علم پر مارکیٹ میں بیسیوں کتب Available ہیں جن سے استفادہ ہو سکتا ہے۔ یہ قوت بھی ارتکاز کی وجہ سے انسان اپنے نفس سے حاصل کرتا ہے یعنی اس کی مشقیں بہت مشکل ہیں مگر اثرات بہت بہتر ہیں۔

اس میں شمع بینی کی جاتی ہے۔ حبسِ دم تو ایک مشہور و معروف علم کا سرچشمہ ہے یعنی یوگا کی جملہ ورزشیں اس ٹیلی پیتھی میں معاون ہیں۔ اس لئے یوگا کے ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر حبسِ دم کو تصوف سے نکال دیا جائے تو پھر تصوف میں اثر پذیر رکھنے والا کچھ نہیں بچتا یعنی پھر تصوف بیکار ہے۔ اگرچہ یہ دعویٰ باطل ہے کیونکہ یہ چیزیں بنیادی طور پر تصوف کی ہیں اس لئے ان کا اس پر دعویٰ باطل ہے۔ مگر اس بات سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ ارتکازِ اعضا و حواس سے قوتیں حاصل کی جا سکتی ہیں اور ارتکاز ہی انسان کو بظاہر ولی بنا دیتا ہے۔

قارئین! آپ نے علیحدہ علیحدہ اعضا و حواس کے ارتکاز سے حاصل ہونے والی قوتوں کا اندازہ کر لیا ہے، اب خود سوچیں جن لوگوں نے مکمل اعضا و حواس پر ارتکاز کر لیا ہو ان کی قوت کیا ہو گی؟

میں سمجھتا ہوں کہ اگر انسان ارتکازِ کلی حاصل کر لے اور نفس کی مقبوضہ قوتیں اس سے مکمل طور پر چھین لے تو پھر وہ کائنات پر متصرف ہو سکتا ہے۔

یہ یاد رکھیں کہ عرفانیات کے سفر میں نفس کو قید کر لینا پہلی منزل ہے۔ تسخیرِ نفس انسان کو ولی ... صوفیائے کرام کے اوراد واذ کار اور اشغال وغیرہ کو قریب سے دیکھیں تو آپ کو یہی فلسفہ نظر آئے گا کہ جو اعمال ... ہیں، جو اشغال انہوں نے وضع کیے ہیں وہ نفس کی بلند فصیلوں پہ کمندیں ڈالنے والے ہیں، اس اجیت قوت کو زیر کرنے ... کے بہترین ذرائع ہیں کیونکہ ریاضتِ نفس ایک اہم ترین سنگِ میل ہے جس سے منزل کا تعین آسان ہو جاتا ہے ... ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔

جب نفس کے ہاتھ سے قوتوں کے خزانے نکل جاتے ہیں تو یہ مسخر ہو جاتا ہے۔ اس کی تسخیر منزل کی طرف پہلا قدم ہے۔ ہاں اس کی تسخیر کے بھی کچھ مرحلے ہیں اس نفس کی تسخیر تک بھی چند سنگِ میل ہیں جن سے اس کی تسخیر کو پہچانا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلی سیڑھی تو ہے اس کی خواہش کو سمجھنا اس کی خواہشات کی پہچان اور اس کی تسخیر کا عزم قوی۔ اس کے بعد ہے ''تزکیۂ نفس''، تزکیۂ نفس کے بعد ہے ''مجاہدۂ نفس'' پھر ہے ''تسخیرِ نفس'' اور آخری منزل ہے ''قتلِ نفس'' اس کے بعد ہے منزلِ مقصود۔ لیکن یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ تسخیرِ نفس کی منزل اتنی اونچی نہیں کہ اولیاء اللہ کے علاوہ کوئی نہ جا سکے بلکہ اس منزل تک ہر شخص بلا امتیازِ مذہب وملت پہنچ سکتا ہے۔

روحانیت کے حصول کی بنیاد نفس کو زیر کرنا ہے اور نفس کو زیر کرنے کا سب سے بڑا اور سریع الاثر نسخہ ارتکاز ...ہے۔ اب آپ خود سوچیں کہ اگر انسان دماغ کا ارتکاز پیدا کرتا ہے تو یہ سب سے اعلیٰ قوت کا حامل ہو جاتا ہے اور اگر کسی شخص کا کُلی ارتکاز اللہ عزوجل پر ہو جائے تو کیا ہوگا؟ میں سمجھتا ہوں اس کے لئے یہ پوری دنیا ایک چھوٹی سی گیند سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی کہ جس سے بچہ کھیلتا ہے اور وہ اسے حسبِ منشا الٹا پلٹا سکتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام تو اصل نورِ ذات ہیں، ان کی ذات کی بات ہی نہیں کر رہا بلکہ میں ایک عام انسانی کی بات کر رہا ہوں کہ اس میں بھی اتنی صلاحیت موجود ہے کہ انسان نفس کو قابو میں لا کر تصرف کی بلند فصیلوں پر کمندیں ڈال سکتا ہے۔ یعنی ارتکازِ کلی انسانیت کے دائرے سے باہر نہیں ہے کیونکہ ہاتھ کے ارتکاز کے دستِ تصرف سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ ارتکاز ف لسان دمِ عیسیٰ عطا کر دیتا ہے، ارتکازِ ذہن عالم الصدور والقلوب بنا سکتا ہے۔ تنویمی کارناموں سے انسانیت کو ورطۂ حیرت میں ڈالنا ممکن ہے اسی طرح اگر جملہ اعضا وحواس میں ارتکاز پیدا کر لیا جائے تو انسان کو کیا نہیں مل سکتا؟

اگرچہ جسم سے بہیمیت کو نکال باہر کرنا آسان نہیں ہے مگر ناممکن بھی نہیں ہے اللہ جل جلالہ کے کرم سے جس کسی پر یہ مشکل آسان ہو جائے گی تو وہ متصف با خلاق اللہ ہو سکتا ہے یعنی وہ صفاتِ الٰہی کا جیتا جاگتا مظہر بن جائے گا اور اوصاف واخلاقِ الٰہی کا مرقع بن جائے گا۔

## قیامِ ارتکاز

دوستو اب ہم اس کتاب کے عملی حصے میں داخل ہو رہے ہیں یہ تو آپ کو معلوم ہو ہی چکا ہے کہ ''اُمّ الاعمال'' قیامِ ارتکاز ہے اور یہی وہ قوتِ فعّالیہ ہے جو اعمال میں روحِ رواں اور حیاتِ جاری کا مقام رکھتا ہے اور اسی سے نفس



خائف ہوتا ہے۔ اس لئے روحانی اعمال کی منزل چاہے جو بھی ہو اس کا آغاز قیامِ ارتکاز سے ہوتا ہے۔

اسلام سمیت جملہ مذاہب کی روحانیت کا پہلا سبق قیامِ ارتکاز کا ہوتا ہے اور قیامِ ارتکاز کے بغیر روحانیت سیکھنا ایسا ہے جیسے کوئی حروفِ تہجی کے بغیر تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہو۔

قیامِ ارتکاز اصل بنیاد ہے جس پر آپ روحانیت کی عمارت کھڑی کر سکتے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ آپ عمارت کتنی اونچائی پر لے جانا چاہتے ہیں اب یہ خود سوچ لیں۔ مگر یہ نہیں بھولنا کہ آپ عمارت کی اونچائی جتنی بڑھاتے چلے جائیں گے بنیاد کو اتنا زیادہ مضبوط کرنا پڑے گا۔ اور اگر بنیاد موجود ہی نہ ہوگی تو عمارت کے کھڑے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عالمِ اسرار کے چاہے کتنے ہی چھوٹے علم کو لے لیں اس کے لیے قیامِ ارتکاز لازم ہوگا اور روحانیت کی آخری منزلوں تک آپ اسی ارتکاز کی مضبوطی کے مطابق جا سکیں گے۔

بات یہ ہے کہ ہر آدمی کا ذہن آوارہ خیالات کی تفریح گاہ کی طرح ہوتا ہے۔ جب اور جس وقت جس خیال کا جی چاہتا ہے اس میں بلا اجازت داخل ہو جاتا ہے اور اسے یہاں ساری بدتمیزیوں سمیت قبول بھی کیا جاتا ہے۔ اسے کوئی روکنے والا نہیں ہوتا کیونکہ ذہن عوامی تفریح گاہ کی طرح ہوتا ہے یا ایک شارع عام کی طرح ہوتا ہے قیامِ ارتکاز کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی خیال بلا اجازت ذہن میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ہجوم اور خیالات کا داخلہ بند ہو جاتا ہے تو ذہن نورِ روحانی کی خلوت گاہ بننے کے قابل ہو جاتا ہے کیونکہ کوئی بھی اہم شخصیت چوراہے پہ چوکی ڈال کر بیٹھنا پسند نہیں کرتی۔

ایک تو خیالات کا ہجوم انسان کی یکسوئی اور توجہ کی دولت کو روند کر چلا جاتا ہے جیسے ایک جولاہے نے شارع عام پر کپڑے کا تانا بانا لگا دیا۔ جونہی وہ اس کو شروع کرنے لگا کہیں سے کوئی آوارہ گدھا آ گیا، اور اس نے پھر سارا تانا بانا لگایا تو کہیں سے کوئی ڈرا ہوا کتا اس میں آن پھنسا تو اس کی ساری محنت برباد ہو گئی۔ اسی طرح ہوتا رہا اور وہ مدتوں کوئی چیز نہ بنا سکا اس لئے انسان کو روحانیت کا تانا بانا لگانا ہو تو ہجومِ خیالات کا داخلہ بند کرنا ضروری ہوگا۔

دوستو! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب آدمی قیامِ ارتکاز کی مشقیں کرتا ہے تو اسے سب سے بڑی مشکل یہی درپیش ہوتی ہے کہ وہ ہجومِ خیالات کا داخلہ اپنے ذہن میں بند نہیں کر سکتا اور اس پر ایک محنتی شخص کو اس ہجومِ خیالات سے مکمل نجات حاصل کرتے کرتے تین ماہ لگ جاتے ہیں مگر یہ تین ماہ آئندہ کے کئی برسوں کا وقت بچاتے ہیں۔

## قیامِ ارتکاز کی مشقیں

دوستو! قیامِ ارتکاز کی مشقیں جو ہیں وہ سات قسم کی ہیں اور ان کی افادیت جدا جدا ہے وہ یہ ہیں:

1- تنظُّر (گھورنا)

2- تذکُّر

-3 تنفّس
-4 تجسس
-5 تصوّر
-6 ترقّب
-7 تغرّق

## (1) تنظر

تنظر کسی چیز کو مسلسل گھورنے کو کہتے ہیں یعنی بلا پلکیں جھپکائے دیکھتے رہنا تنظر ہوتا ہے اور قانونِ نظر یہ ہے کہ جب کسی شے پر نظر مرکوز ہوتی ہے تو اس کے عکس کو دماغ میں لے آتی ہے اور دماغ اس چیز کو دیکھتا اور محسوس کرتا ہے اور اسے معانی پہناتا ہے۔ جب کوئی عکس دماغ کی سکرین پر آتا ہے تو وہ پندرہ سیکنڈ تک اس پر باقی رہتا ہے۔

اگر ہم کسی چیز کو گھورتے ہیں تو اس کا نقش بار بار دماغ کی شریان پر پڑتا ہوا حافظے پر نقش ہو جاتا ہے۔ اگر ہم ایک گھنٹہ ایک چیز کو دیکھیں اور پلک نہ جھپکائیں تو دماغ میں قیامِ عکس کا وصف پیدا ہو جاتا ہے یہ انتشاراتِ ذہن کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ اور روحانی دنیا میں قدم رکھنے کا پہلا سٹیپ Step انتشاراتِ ذہن کا خاتمہ ہوتا ہے۔

## (2) تذکر (REMEMBRANCE)

کسی کی یاد کو بار بار ذہن میں دھرانا تذکر ہوتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اس کا ذکر زبان پر بھی آ جائے۔

یاد کا قانون یہ ہے کہ جب انسان کے ذہن میں ایک یاد آتی ہے تو اسے عموماً قیام نہیں ہوتا اور جب ایک چیز کو بار بار یاد کیا جائے یا اسے یاد دلایا جائے تو اس کے ذہن پہ ایک نقش بنتا چلا جاتا ہے (اسی نفسیاتی مسئلے کی بنیاد پر ایڈورٹائزنگ advertising کو متعارف کروایا گیا ہے) اور جب کسی چیز کی یاد دہانی مسلسل ہوتی ہے تو اس سے انتشاراتِ ذہن کا بھی خاتمہ ہوتا ہے۔

اور یہ بھی ایک مسلّمہ ہے کہ انسان کا ہر کام خیال سے شروع ہوتا ہے اور خیال ہی پر ختم ہوتا ہے اور یاد بھی ایک مستحکم بنیاد کا خیال ہوتا ہے۔

## (3) تنفس (RESPIRATION)

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانی زندگی سانسوں پر قائم ہے کہ جب سانس اندر آتی ہے تو روح کے قریب کر دیتی ہے اور سانس جب باہر جاتی ہے تو انسان عارضی طور پر روح سے دور ہو جاتا ہے۔

اس کلیے پر کچھ پراسرار علوم وضع ہوئے ہیں/اس میں روحانی علاج کو بھی انہی قوانین پر متعارف کروایا جا تا ہے۔

فلائنگ flying یوگی کہتے ہیں کہ اگر تصوف کے پاس ہمارا یہ پرانا یام نہ ہوتا تو اس میں کرامات دکھانے والی کوئی چیز نہ ہوتی۔ یہ بات کچھ حد تک مانی بھی جا سکتی ہے مگر اختلافی پوائنٹ یہ ہے کہ کیا کوئی روحانی سچائی کسی مذہب کی پراپرٹی ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب نفی ہوگا تو یہ بات یوگیوں کی پراپرٹی نہ رہے گی۔ اس پہ بہت لے دے ہوتی ہے جو ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

اس کا کلیہ بھی عرض کرتا چلوں:

اس میں ایک نتھنے سے سانس کو آہستہ آہستہ اندر لے جانا پڑتا ہے اور سانس اندر کھینچنے کا دورانیہ پہلے روز پانچ سیکنڈ کا ہوتا ہے۔ یہ بڑھتے بڑھتے دس سیکنڈ تک جاتا ہے۔

پھر سانس کو سینے میں روکنا ہوتا ہے اس کا دورانیہ پانچ سیکنڈ سے بڑھا کر پانچ منٹ تک جاتا ہے۔

پھر سانس کو خارج کیا جاتا ہے تو اس کا دورانیہ سانس لینے کے دورانیے کے برابر ہوتا ہے یعنی اگر سانس لینے کا دورانیہ پانچ سیکنڈ کا ہوگا تو سانس خارج کرنے کا دورانیہ بھی پانچ سیکنڈ کا ہوگا۔

اس میں یہ خیال رکھنا پڑتا ہے کہ سانس اندر لے جاتے وقت جو نتھنا استعمال کریں سانس خارج کرتے وقت دوسرے نتھنے سے خارج کریں اور جس نتھنے سے سانس خارج کریں پھر اسی سے سانس اندر کھینچیں۔ بس اسی سانس کے عمل میں وظیفہ پڑھا جاتا ہے۔

## (4) تجسس (ASTHMA)

اسے حبسِ دم اور پرانا یام بھی کہا جاتا ہے اور یہ سابقہ عملِ تنفس کی آخری شکل ہے اور اس کے ماہرین تو سارا سارا دن سانس نہیں لیتے بلکہ کہا جاتا ہے کہ ہفتوں مہینوں تک سانس نہیں لیتے۔

◆◆◆◆◆

## باب دوازدھم

# روحانیت اور مراقبہ

محترم قارئین! یہاں پر میں روحانیت اور تصوف کے اہم ترین نقطے کی وضاحت کرنے کی کوشش کرنے لگا ہوں۔ وہ تمام روحانی طالب علم جو روحانیت کی اِس پُراسرار روادی میں سفر کرنا چاہتے ہیں وہ اِس نقطے کو اچھی طرح ذہن میں بٹھالیں کہ اگر آپ روحانی ترقی کرنا چاہتے ہیں یا اگر آپ عرصۂ دراز سے کسی بھی روحانی سلسلے سے منسلک ہیں یا آپ خود ہی روحانیت کے شوقین ہیں اور روحانی اشتغال کر رہے ہیں تو جب تک آپ مراقبہ نہیں کریں گے اُس وقت تک آپ کا روحانی سفر نہ تو جاری رہے گا اور نہ ہی آپ کے من کا اندھیرا دور ہوگا۔ میرے پاس بے شمار روحانی طالب علم اور سالکین آ چکے ہیں اور ایک ہی رونا روتے ہیں کہ بیس سال یا تیس سال ہو گئے ہیں فلاں روحانی سلسلے کے ساتھ وابستہ ہوئے یا فلاں گدی نشین کی خدمت کرتے ہوئے لیکن نہ کوئی مشاہدہ نہ ہی کوئی خواب اور نہ ہی کوئی روحانی تبدیلی یا ترقی ہوئی ہے۔ بے شمار ذکر اذکار، چلے وظیفے کرنے کے بعد بھی اندھے کے اندھے اور زیرو پر کھڑے ہیں۔

اب جو لوگ بھی روحانیت کے اصل مغز کو سمجھنا چاہتے ہیں یا روحانی طالب علم روحانی ترقی اور انوارات الٰہی کی تجلیات اور مشاہدات کا نظارہ کرنا چاہتے ہیں وہ اِس مضمون کو غور سے پڑھیں اور مراقبہ کو اپنی زندگی اور روحانی سفر کا لازمی جز بنالیں۔

مراقبہ کا لفظ رقیب سے ماخوذ ہے اور رقیب اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں میں سے ایک نام ہے۔ میرے محترم قارئین اِس اسم سے بخوبی واقف ہیں کیونکہ میرا پہلا روحانی وظیفہ اور مرشد یہی اسم پاک تھا۔

مراقبہ کے معنی ہیں نگہبان، بڑا نگران اور پاسبان۔ انگریزی میں مراقبہ کے معنی Meditation کے ہیں۔ سنسکرت میں ہزاروں سال سے اِس کو دھیانا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بدھ ازم میں جھانا کا نام دیا جاتا ہے۔ چین میں جھانا۔ جاپان میں زِن کہتے ہیں۔ کوریا میں زِن سیون بن گیا اور ویت نام میں تھین Thien بن گیا۔ یہاں پر ایک بات واضح ہوتی گئی کہ مشرقی ممالک میں یہ دھیانا، جانا، زِن سیون، جھانا مختلف ناموں سے پکارا گیا۔ اردو میں بھی دھیان کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کا ماخذ یہی لفظ بنتا ہے۔ اِسی دھیان سے ہی گیان جنم لیتا ہے جس کو انگریزی میں Wisdom کہتے



ہیں۔ عربی میں اِس کا متبادل لفظ مراقبہ ہے۔ جو لفظ رقیب سے نکلا ہے جس کی تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ تصور یا خیال کو ایک نقطے پر مرکوز کر دینا یا دنیاوی خیالات سے کٹ کر اللہ اور اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کی طرف متوجہ ہو جانا۔ یعنی ظاہری حواس کو ایک نقطے پر قائم کر دینا اور اِس طرح دنیا سے کٹ جانا کہ من کی دنیا یا اندر کے اسرار و معارف سے آگاہی ہونی شروع ہو جائے۔

آسان الفاظ میں مراقبہ کے معنی غور و فکر بھی کہہ سکتے ہیں۔ ذکر و فکر جو قرآن و سنت سے ماخوذ ہے جس کا تسلسل امت میں صحابہ کرامؓ کے دور سے لے کر آج تک لاکھوں اولیائے کرام اور متلاشیانِ حق میں پوری طرح جاری و ساری ہے۔ تصورِ اسمِ ذات ہر دور میں صوفیائے کرام کا بنیادی شغل رہا ہے۔

کیونکہ ہر دور میں تصورِ اسمِ ذات نے زندگی پر بڑے بڑے فیصلہ کن اثرات ڈالے ہیں۔ مراقبہ میں جب سالک خدا کا تصور یا اللہ تعالیٰ کے عشق میں آنکھیں بند کر کے بیٹھتا ہے تو شروع میں لاشعوری اور فکری انتشار بہت تنگ کرتا ہے۔ لیکن چند دنوں کی کوشش سے یہی خیالات میں یکسانیت پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے اور لاشعوری مزاحمت آہستہ آہستہ ختم ہونا شروع ہو جاتی اور ذہنی خیالات میں کمی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے اور جسم و روح پُرمسرت اور سرشاری کا احساس غالب ہونے لگتا ہے۔ اور یہی مراقبہ ذہنی سکون، سرشاری، ارتکازِ قوت اور دنیاوی کاموں کو خوش اسلوبی سے کرنے کا موجب بھی بن جاتا ہے۔

مراقبہ کے تسلسل سے کسی بھی فرد کی شخصیت میں ایسی مقناطیسی کشش پیدا ہو جاتی ہے کہ جو بھی اُس کے قریب آتا ہے وہ اُس کے سحر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب لوگ ایسے شخص کی قربت میں سرشاری اور ذہنی سکون کی دولت پاتے ہیں تو خود وہ فرد روحانی سکون اور سرشاری کے کس مقام پر فائز ہوگا کیونکہ اہلِ مراقبہ داخلی طمانیت کو Enjoy کرتے ہیں، دوسرے اِس نعمت سے محروم ہوتے ہیں۔ روحانی قوتوں اور حواس کو بیدار کرنے کا سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ مراقبہ ہے۔

انسان کے اندر پانچ حواس، دیکھنا، سننا، بولنا، شامہ اور لمس کام کرتے ہیں۔ ہر حس ایک مخصوص حد تک کام کرتی ہے مثلاً ہم نظر سے چند کلومیٹر تک ہی دیکھ سکتے ہیں، اور ایک خاص طولِ موج سے کم یا زیادہ آوازیں ہم نہیں سن سکتے، اور نہ ہی کسی چیز کے قریب جائے بغیر اُسے چھو سکتے ہیں۔ انسانوں کے یہ پانچوں حواس محدود حدوں تک ہی کام کرتے ہیں جبکہ روحانی دائرے میں ان کی Range لامحدود ہو جاتی ہے۔

روحانی دنیا میں فاصلوں کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں اور کان پر طول اور موج کی آوازیں بھی آسانی سے سن سکتے ہیں۔ دنیا میں کام کرنے کے لیے ہمیں مختلف زبانوں کی محتاجی ہوتی ہے۔ اگر آپ زبان نہیں جانتے تو دوسرے سے بات یا معلومات کا تبادلہ نہیں کر سکتے جبکہ روحانیت میں قوتِ بیاں الفاظ کی محتاج نہیں ہے اور آپ آسانی کے ساتھ بغیر گفتگو کے بھی ایک دوسرے کے خیالات سے واقف ہو سکتے ہیں اور اپنے خیالات دوسروں تک بغیر کسی لفظ کے پہنچا سکتے ہیں۔

مراقبہ میں بہت دور کی چیزوں کو قریب سے دیکھا جاتا ہے یا دوربین کا خوردبین بن جانا مراقبہ ہے۔ یعنی

آپ خود ہی دوربین ہیں اور خود ہی خوردبین ہیں، یہ مراقبہ ہے۔ مراقبہ ایک سیڑھی یا زینہ ہے۔ خود اپنے اندر عمیق ترین گہرائی میں اترنا اور دیکھنا اور خود کو پھر اندر اتر کر آسمانوں کی وسعتوں کی طرف چڑھنا اور دیکھنا یہ مراقبہ ہے۔ زمین و آسمان کی وسعتوں اور خفیہ گوشوں کو دیکھنا، عالمِ برزخ کو دیکھنا مراقبہ ہے۔ لوحِ محفوظ کو دیکھنا، اپنے باطن کو دیکھنا اور باطنی قوتوں کا اظہار اور عروج دیکھنا مراقبہ ہے۔ باطن کو ظاہر ہوتے دیکھنا مراقبہ ہے۔ باطن کو دیکھنا اللہ کو دیکھنا ہے۔ باطن کا اظہار اللہ کا اظہار ہے۔

تاجدارِ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں (ترجمہ) کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو کائنات کا ایک چھوٹا سا ذرّہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے اندر ایک بہت بڑا جہاں آباد کیا ہوا ہے۔

جب مراقبہ کے ذریعے انسان کی روح بیدار ہو جائے تو نہ صرف وہ اپنے اندر کی کائنات کی وسعتوں سے آشنا ہوتا ہے بلکہ ایسے انسان کے سامنے خارجی کائنات کی حقیقتیں بھی کھلی کتاب کی طرح ہوتی ہیں یہی وہ مقام ہوتا ہے جہاں کائنات کی ماورائی اور مخفی قوتیں اس کے ہمرکاب اور ہمنوا بن جاتی ہیں۔ اِس حقیقت کو ہی تو اقبال نے اس طرح یہاں فرمایا ہے ؎

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی

بلھے شاہ:

جس بھیت پایا قلندر دا او بھیتی ہویا اندر دا

سلطان باہو:

اے تن تیرا رب سچے دا حجرا
ایتھے پا فقیرا چاہتی ہو
تیرے اندر آب حیاتی ہو

ایک سالک جب اپنی فطری خواہش یا مرشد کے کہنے پر جب مراقبہ شروع کرتا ہے تو اُس کے سامنے اندھیرے کی سیاہ تاریک چادر تنی ہوتی ہے لیکن اُسے پتہ ہوتا ہے کہ اس تاریک چادر کے دوسری طرف مظاہرات موجود ہیں اور اِسی یقین پر جب وہ تسلسل کے ساتھ مراقبہ کرتا ہے تو آہستہ آہستہ باطنی دنیا کے مظاہرات اُس کے سامنے آنا شروع ہو جاتے ہیں اور ایک مقام پھر ایسا بھی آتا ہے جب اہلِ مراقبہ باطنی دنیا کے نظاروں کو ظاہری دنیا کی طرح دیکھتا ہے۔

مراقبہ کے روحانی فوائد تو بے شمار ہیں ہی، اس کے نفسیاتی اور طبّی خواص بھی بے شمار ہیں جس کی وجہ سے آج اہلِ یورپ بھی تیزی سے مراقبہ کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ اسلامی مراقبہ کی تاریخ غارِ حرا سے شروع ہوتی ہے، جبکہ اہلِ یورپ آج مراقبہ کی افادیت سے آگاہ ہو رہے ہیں۔

اسلامی مراقبہ کے ذریعہ کسی بھی انسان پر باطنی دنیا کے وسیع راز کھلنے لگتے ہیں اور اپنی نفسی بیماریوں اور قوتوں کے مکر و فریب سے آشنائی ہونے لگتی ہے اور نفس کو مہذب بنانے کا آرٹ بھی آتا ہے۔ اور اسلامی شریعت کی پابندی، اخلاقِ حسنہ کا حامل ہونا، اللہ سے محبت، اللہ کے بندوں سے محبت اور اللہ کی مخلوق کی خدمت، اور مخلوق کو اللہ کے کنبہ کی حیثیت دینا، اور دل کی گہرائیوں سے دنیا کی چاہت اور اپنی نمود و نمائش کا نکل جانا، اور اللہ سے ساری انسانیت کی بھلائی کے لیے دعائیں کرنا، صبر، شکر، قناعت و زہد توکل جیسے اوصاف سے بہرہ ور ہونا، ایمان و یقین و اخلاص کی کیفیات میں مسلسل اضافہ ہوتے رہنا، کفر کی طاقتوں سے متاثر ہونے کے بجائے انہیں للکارنا، مستحق افراد کی مدد کرنا جیسی صلاحیتیں اہلِ مراقبہ میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ روحانی فوائد کے ساتھ ساتھ بے شمار طبی اور نفسیاتی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ جو لوگ مختلف ذہنی اور جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں جب وہ تسلسل سے مراقبہ کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لیتے ہیں تو وہ بہت ساری نفسیاتی اور جذباتی الجھنوں پر قابو پا لیتے ہیں۔ بہت سارے منفی رجحانات اور خیالات جن کی وجہ سے فرد بہت پریشان رہتا ہے ان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھٹکارا پا لیتا ہے اور ہمہ وقت سکون اور اطمینانِ قلب کی لذت پانے کے ساتھ ساتھ سرور و مستی اور سرشاری کی وہ کیفیت پا لیتا ہے جس کی قدر و قیمت کا حساب لگانا بہت ہی مشکل ہے۔

یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت سے پہلے مکہ کے قریب غارِ حرا میں عبادت کے لیے جایا کرتے تھے۔ نام نہاد علما اور دانشوروں سے اگر پوچھا جائے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابھی نبوت نہیں ملی تھی، کوئی نماز وغیرہ بھی نہیں تھی تو وہ غارِ حرا میں کیا کرنے جاتے تھے تو بہت ناگواری سے کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پر غار کی تنہائی میں مراقبہ کرنے جاتے تھے۔ شدید حیرت والی بات یہ ہے کہ جس مراقبہ کے دوران جبرائیل الامین تشریف لائے اور یہی وحی نازل ہوئی اور پیارے آقا نبوت سے سرفراز ہوئے۔ اُس کا ذکر کرتے ہوئے بے شمار محدثین، مفسرین اور فقہا کو کیا مسئلہ ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی تحریروں میں مراقبے کا ذکر تک نہیں کرتے اور اگر یہی مراقبہ اہلِ روحانیت کرتے ہیں تو طرح طرح کے الزامات لگائے جاتے ہیں؟ ان بصیرتی اندھوں سے کوئی پوچھے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر، حضرت مریم علیہا السلام تنہائی میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام صحرا میں کیوں دنیا سے کٹ کر غور و فکر یا مراقبہ کرتے تھے تو اِدھر اُدھر کی فضول باتیں اور اعتراضات شروع کر دیتے ہیں۔

یہاں پر ایک اور نقطہ بھی قابلِ توجہ ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نو جوانی سے ہی تجارت کے پیشے کے ساتھ منسلک ہو گئے تھے۔ آپ کے اخلاق اور کردار سے متاثر ہو کر مکہ کی ایک مالدار خاتون نے آپ سے شادی کر لی اور یہ شادی انتہائی کامیاب شادی قرار دی جا سکتی ہے۔ اب یہ بات سب جانتے ہیں کہ شادی کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کی امیر ترین خاتون تھیں۔ شادی کے بعد وہ ساری دولت کدھر گئی؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شب و روز کس کام میں گزرتے تھے؟ تاریخ یہاں خاموش دکھائی دیتی ہے۔ تاریخ یہی بتاتی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غور و فکر اور مراقبہ کے لیے غارِ حرا میں جایا کرتے تھے۔ یہاں پر یہ لوگ یہ بات ماننے کو تیار ہی نہیں کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت کے بجائے تلاشِ حق کے لیے غارِ حرا جانا زیادہ مقدم سمجھا اور یہ بات تاریخ میں ثبوت کے طور پر

موجود ہے کہ آپ کئی کئی دن بلکہ بعض اوقات مہینوں تک غارِ حرا میں قیام فرماتے اور اپنے ساتھ کھجوریں، پانی اور ستو لے کر جاتے اور مراقبہ کرتے۔ کیونکہ آپ ایک عظیم مشن لے کر دنیا میں آئے تھے اس لیے وہ ساری دولت کدھر گئی؟ کیونکہ بعد کی تاریخ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک امیر اور دولت مند تاجر کے روپ میں نظر نہیں آتے۔ ہمیں اس بات کو بھی ماننا پڑے گا کہ یہ ساری دولت نبی پاکؐ نے خدمتِ خلق اور دوسروں کی مدد یا خدمت میں خرچ کر دی اور اِس کام میں آپ کی عزیزہ بیوی کی آپ کو مکمل حمایت حاصل تھی۔ جب بھی پہلی وحی کا ذکر ہوتا ہے تو انہی مفسرین کا بیان ہوتا ہے کہ آپ سرکار اُس وقت عبادت میں مصروف تھے۔ یہاں پر اگر ان سے پوچھا جائے کہ کونسی عبادت کر رہے تھے تو لفظ مراقبہ کی ادائیگی میں ان کو شدید مشکل آتی ہے۔ جب بار بار اصرار کیا جائے تو بڑی مشکل سے مان جاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس وقت حالتِ مراقبہ میں تھے اور یہی مراقبہ آپ کی عبادت تھی۔

محترم قارئین! دین کی ہر تشریح میں مظاہرِ قدرت پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ اس طرح کے غور و فکر کا مقصد کسی بھی چیز میں اِس حد تک کھو جانا کہ خود کو بھول جانا یا اُس میں اس طرح کھو جانا کہ ایک ساتھ ہو جانا۔ مظاہرِ فطرت میں گم ہو جانا، مدغم ہو جانا، اصل میں خود کو پانا ہے۔ انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ کوئی خواب خیال نہیں رہتا۔ ماضی مستقبل نہیں رہتا اور انسان اپنے مرکز تک پہنچ جاتا ہے، اپنے دل میں اتر جاتا ہے۔ اپنے اندر اترنا ہی آسمان پر چڑھنا ہے۔ آسمان پر چڑھنا ہی اپنے اندر اترنا ہے۔ اپنے دل کی عمیق گہرائیوں میں یا باطن کی گہرائیوں میں اُتر کر ہی آسمانی وسعتوں کا نظارہ ہو سکتا ہے۔ یہ سیڑھی بھی بہت عجیب ہے۔ انسان چڑھتا اوپر ہے لیکن اُترتا نیچے ہے۔ جاتا باہر ہے لیکن آتا اندر ہے۔ اپنا باطن دیکھنا، آسمان دیکھنا، عروج دیکھنا، معراج دیکھنا، مراقبہ ہے۔

پہلی وحی کے وقت نبی پاکؐ حالتِ مراقبہ میں تھے۔ مراقبہ کا مطلب دیکھنا ہے، غور کرنا ہے، دھیان لگانا ہے۔ مراقبہ پہلے ہے اِقرا بعد میں ہے۔ اسی مراقبہ کے اندر ہی باطن بیدار ہوتا ہے، قلب بیدار ہوتا ہے، سینہ کھلتا ہے، حجابات اٹھتے ہیں، انوارات اور تجلیات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ خود کے ظہور کو دیکھنا ہی تو مراقبہ ہے۔ اپنا روحانی جنم، ارتقا اور حیوان کو انسان بنتے دیکھنا مراقبہ ہے۔ مراقبہ میں ہی باطن کی بیداری اور غائب کو حاضر ہوتے دیکھا جاتا ہے، یہی مراقبہ ہے۔ انسان کی روحانی قوتوں کی بیداری اور نقطۂ عروج پر پہنچنا ہی مراقبہ ہے۔

اپنے من اور قلب کے اندر اترنا ہی مراقبہ ہے۔ پتہ نہیں ہم اپنے اندر اترنے سے ڈرتے کیوں ہیں؟ اپنے قلب میں جانا اور اترنا ہی مراقبہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قلب اور من کے اندر گھپ اندھیرا ہے۔ نظروں کے سامنے موٹی تاریک سیاہ چادر تنی ہے لیکن اُس تاریک چادر کے دوسری طرف ہی تو کمال ہے، روشنیاں ہیں۔ انہی روشنیوں میں کہکشانی نظام، آسمانی مخلوق، زمین و آسمان کے دلفریب نظارے، ماضی، حال اور مستقبل کی حقیقتیں ہیں، غیبی دنیا کے اسرار و رموز ہیں۔ یہاں پر ہی دوسرے سیاروں کی مخلوقات اور احوال دیکھے جا سکتے ہیں۔ جنات، ارواح اور فرشتوں سے ملاقاتیں اور مشاہدہ ہے۔ اور اِسی مراقبہ میں ہی انفرادی شعور یا انفرادی ذہن کائناتی ذہن میں ڈھل جانا ہے۔ یہیں پر انسان کی عرفانی بیداری ہوتی ہے۔

انسانی جسم روح اور گوشت کا مجموعہ ہے۔ روح اِس جسم کا اصل ہے۔ انسانی روح کو اگر بیدار کر لیا جائے تو یہ روح جسم کے بغیر بھی حرکت کر سکتی ہے۔ اگر اِس مراقبہ کے ذریعے ہی اِس روح کو بیدار کر کے حرکت اور سفر کے قابل بنا ہے۔ انسان نیند کے عالم میں خواب دیکھتا ہے یا یہی روح زمین و آسمان کے دور دراز گوشوں کی سیر کرتی ہے۔ انسان خواب میں اپنی مرضی سے پرواز نہیں کر سکتا۔ وہ بے بسی سے محوِ تماشہ ہوتا ہے لیکن اسی مراقبہ کی بدولت ہی انسان یہ ملکہ حاصل کر لیتا ہے کہ وہ شعورِ بیداری کے ساتھ حالتِ خواب میں چلا جاتا ہے یا انسان بیدار ہوتے ہوئے خواب کی دنیا میں سفر کرتا ہے۔ اس کو مراقبہ کہتے ہیں۔ آہستہ آہستہ مراقبہ کے تسلسل سے روحانی ترقی اُس مقام پر پہنچ جاتی ہے کہ خواب اور بیداری کے حواس برابری کی سطح پر آ جاتے ہیں اور انسانی شعورِ بیداری اور خواب کے معاملات یا صلاحیت کو اپنی مرضی سے حاصل کر سکتا ہے۔ اپنی صلاحیتوں کی بیداری اور اظہار کے لیے مراقبہ کیا جاتا ہے۔ انسانی دل میں کائنات کے لامحدود اسرار و رموز چھپے ہیں لیکن انسان کی بدقسمتی کے وہ اِس تک رسائی پانے کی کوشش نہیں کرتا۔ یہ کوشش مراقبہ کے ذریعے ہوتی ہے۔ اِس قلب کے اندر روشنی اور نور کا بہت بڑا سمندر ہے۔ اُس تک جو رسائی پا جاتا ہے وہ خود بھی روشن ہو جاتا ہے اور پھر وہ صوفی کہلاتا ہے۔

ہم لوگ اندھیرے سے ڈرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ اندھیرے کی انتہا سے ہی روشنی پھوٹتی ہے۔ تاریکی کے بطن سے ہی نور اور روشنی کا جنم ہوتا ہے۔ رات کے اندھیرے سے ہی دن کا اجالا طلوع ہوتا ہے۔ من کے اندھیرے اور تاریکی میں دل کے اندر روشنی کا سمندر ہے۔ انسان کے دو جنم ہوتے ہیں۔ پہلا جنم ماں کے پیٹ سے، دوسرا جنم اپنے باطن سے ہوتا ہے۔ مراقبہ زمان و مکان کی قید سے آزاد کر دیتا ہے۔

مراقبہ انسان کو خالی کرتا ہے، خالص کرتا ہے۔ مراقبہ شعور کو جنم دیتا ہے۔ مراقبہ کرنے والا جنت کی تلاش میں نہیں ہوتا کیونکہ جنت تو خود اُس کے اندر ہوتی ہے۔ وہ جنت کی تلاش میں نہیں ہوتا بلکہ جنت اُس کے قریب کر دی جاتی ہے۔ مراقبہ میں پہلی موت اور دوسرا جنم ہوتا ہے۔ مراقبہ وہ شیشہ ہے جس میں خدا کی تجلیات اور وہ خود نظر آتا ہے۔ اسی مراقبہ میں انسان خود سے اور اپنے خدا سے ملاقات کرتا ہے۔ اِسی مراقبے میں خود میں کھو کر ہی انسان اپنے خدا کو پاتا ہے۔ بندۂ مومن کے قلب میں اللہ کے انوار جو دل کی گہرائیوں میں موجود ہوتے ہیں ان تک مراقبہ کے ذریعے ہی رسائی ممکن ہوتی ہے۔ اُن انوار تک رسائی کے بعد ہی نفسی قوتوں کا مقابلہ احسن طریقے سے کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی اندھا ہے تو اِس میں سورج کا کوئی قصور نہیں۔ کوئی بھی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ کے انوارات کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ مراقبہ سے فرد کے اندر دوئی اور دورنگی ختم ہونے لگتی ہے اور انسان اُس مقام پر پہنچ جاتا ہے جو حدیث قدسی میں بیان ہے:

میں فرد سے اتنا قریب ہو جاتا ہوں کہ میں اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھنے لگتا ہے۔ میں اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کام کرنے لگتا ہے۔ میں اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلنے لگتا ہے۔

مراقبہ نفلی عبادات کی اعلیٰ ترین شکل ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد پاک ہے۔ اپنے ربّ کے نام کا ذکر کرو سب سے کٹ کر۔ اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں قرآن مجید میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

''ہم تمہاری رگِ جان سے زیادہ قریب ہیں۔''

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں: ''وہ تمہارے نفسوں کے اندر موجود ہے تم دیکھتے کیوں نہیں۔''

ایک اور جگہ یوں ارشاد فرمایا: ''ہم عنقریب انہیں آفاق اور انفس میں اپنی نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں گے۔''

ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''جس نے اپنے نفس کا عرفان حاصل کر لیا اُس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا۔ تم جدھر بھی منہ کرو وہاں اللہ کا چہرہ ہے۔''

یوں بھی فرمایا: ''یہ جان لو یقین کر لو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔''

یہ بھی فرمان الٰہی ہے: ''اللہ ہر شے پر محیط ہے۔''

مراقبہ کے بارے میں حضرت شاہ ولی یوں کہتے ہیں: ''مراقبہ کی حقیقت یہ ہے کہ قوتِ ادراک کو کسی چیز کی طرف متوجہ کر دیا جائے۔ حق تعالیٰ کی صفات کی طرف یا جسم سے روح کے جدا ہونے کی طرف یا اسی طرح کسی دوسری چیز کی جانب۔ اور توجہ اِس طرح ہو کہ عقل وہم خیال اور سارے حواس اِس توجہ کے تابع ہو جائیں اور جو چیز محسوس نہ ہو وہ بجائے محسوس ہونے کے معلوم ہو جائے۔''

آج کل نام نہاد دانشور اور ماڈرن صوفی جو مراقبہ اور تصوف کی تعلیمات کے خلاف بولتے ہیں اُن کے لیے میں امام غزالیؒ کا بیان لکھنے لگا ہوں جو انہوں نے کیمیائے سعادت میں بیان کیا ہے۔ کیونکہ موجودہ نام نہاد دانشور ابھی امام غزالیؒ کے ہم پلہ نہیں ہیں۔

''اے دوست یہ نہ سمجھ کہ عالمِ روحانی کی طرف قلب کا دروازہ موت سے پہلے نہیں کھلتا۔ یہ خیال غلط ہے۔ اگر کوئی شخص عالمِ بیداری میں عبادت کرے اور خود کو تمام اخلاقی برائیوں سے بچائے، خلوت اختیار کرے، ظاہری آنکھیں بند کر دے اور ظاہری حواس کو معطل کر کے اپنے دل کو معرفتِ الٰہی کی طرف موڑ لے اور زبان کے بجائے دل سے یعنی خیال سے اللہ کے نام کا ورد کرے اور اِس حد تک محو ہو جائے کہ دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز ہو جائے تو باطن کی گہرائی میں انسان کے قلب کا دروازہ عالمِ بیداری میں بھی کھل جاتا ہے۔ عام لوگ جو کچھ خواب میں دیکھتے ہیں وہ عالمِ بیداری میں بھی دیکھنے لگتا ہے تو اُس کو فرشتے نظر آتے ہیں۔ وہ نبیوں کا دیدار کرتا ہے اور اُن سے فیض یاب ہوتا ہے۔ ملائکہ زمین و آسمان اُس کو دکھائی دینے لگتے ہیں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر چالیس دن رات گزارے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صحرا میں چالیس دن گزارے اور حضرت مریم علیہا السلام نے بھی خلوت گزینی اختیار کی۔

مراقبہ میں روحانی طالب علموں کی واردات اور کیفیات اور مشاہدات اکثر الگ الگ ہوتے ہیں۔ دورانِ مراقبہ روحانی طالب مختلف مدارج طے کرتا ہے یا مختلف منازل سے گزرتا ہے۔

# استغراق

دورانِ مراقبہ فرد پر کھو جانے کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہ خواب اور بیداری کی درمیانی حالت ہوتی ہے۔ جب غنودگی طاری ہو جاتی ہے اور فرد اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہو جاتا ہے۔ استغراق کا نشہ وہی جان سکتا ہے جو اس سے گزرا ہو۔ بندہ آدھا بیدار اور آدھا سو رہا ہوتا ہے۔

# روحانی تبدیلیاں

دورانِ مراقبہ باطن میں روشنیوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ مسحور کن خوشبوئیں، نور، روشنی، جسم میں برقی لہروں کے لہرانے کا احساس، الہام، کشف، القا اور وجدانی صلاحیتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ درج بالا تمام کیفیات اور مشاہدات کو میں تفصیلاً اپنے ابتدائی حصے میں بیان کر چکا ہوں۔

# اسلام اور مراقبہ

سورۂ احزاب میں خالق ارشاد فرما رہا ہے:

وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا (احزاب:52)

ترجمہ: اللہ ہر چیز کو نگاہ میں رکھتا ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک آدمی کی شکل لے کر بارگاہِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ! ایمان کسے کہتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا:

کہ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور تقدیر پر اچھی ہو یا بری، میٹھی ہو یا کڑوی، کو مان لینا ایمان ہے، اس نے عرض کی، ٹھیک فرمایا۔

حضرت جریر کہتے ہیں کہ ہم اس کی اس تصدیق پر تعجب کرنے لگے کہ یہ شخص خود ہی سوال کرتا اور خود ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تصدیق کر رہا ہے۔ اس شخص نے آپؐ سے دوبارہ پوچھا کہ مجھے اسلام کے بارے میں بتایئے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج بیت اللہ شریف کرنا اسلام کہلاتا ہے۔ اس نے پھر کہا:

آپ نے سچ فرمایا، پھر عرض کرتا ہے، مجھے بتائیے کہ احسان کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا:

تمہارا یوں عبادت کرنا جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم نہیں دیکھتے تو وہ دیکھ رہا ہے، احسان کہلاتا ہے۔ یہ سن کر اس نے پھر عرض کی کہ آپ نے سچ فرمایا۔'' (الحدیث)

بات کو مزید واضح کرنے کے لیے ہم یہاں ایک واقعہ کا سہارا لیتے ہیں۔

کسی حاکم کا ایک غلام تھا، اس کی اس غلام پر توجہ دوسرے غلاموں سے زیادہ تھی حالانکہ نہ تو وہ ان سے قیمتی تھا اور نہ ہی شکل و شباہت میں ان سے زیادہ خوبصورت تھا۔ لوگوں نے اس بارے میں پوچھا تو اس نے ایک دن دوسروں سے اس کی زیادہ خدمت بتانے کا ارادہ کیا چنانچہ وہ اپنے نوکروں کو لے کر سوار ہوا، کچھ ہی فاصلہ پر ایک پہاڑ کے اوپر برف نظر آ رہی تھی، حکمران نے برف کو دیکھ کر سر جھکا لیا۔ غلام نے فوراً گھوڑا دوڑایا اور کسی کو بھی گھوڑا دوڑانے کی خبر نہ ہونے دی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ وہ برف لے کر آن پہنچا۔ حکمران نے اسے کہا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں برف لینا چاہتا ہوں؟ غلام نے کہا کہ آپ نے برف کی طرف دیکھا تھا اور میں جانتا ہوں کہ حکمران کی نگاہ اٹھانا کسی صحیح ارادے کے بغیر ممکن نہیں، اس طرح حاکم بولا میری مہربانی اور توجہ اسی لیے اس پر زیادہ ہوتی ہے کہ باقی لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں لیکن یہ میری نگاہ کو دیکھتا ہے اور میرے حالات پر نظر رکھتا ہے۔

مراقبے کی اہمیت کو سید الطائفہ جنید بغدادیؒ واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کہ جو شخص مراقبے کے وقت ثابت قدم رہے اسے صرف اللہ کے ہاں ممکن حد تک اپنا حصہ فوت ہونے کا خطرہ ہو سکتا ہے، کسی اور سے نہیں۔

## مراقبہ اور باقی مذاہب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مراقبہ کے بارے میں فرمان ہے: خدا کی بادشاہت تمہارے اندر موجود ہے اسے اپنے اندر تلاش کرو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صحرا میں 40 دن مراقبہ اور غور وفکر میں ہی گزارے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس راتیں کوہِ طور پر گزاریں، غور وفکر اور مراقبہ کیا۔ ہندوؤں کی کتاب بھگوت گیتا میں راجہ ارجن نے کرشن جی سے کہا آپ ذہن پر قابو حاصل کرنے کی بات کرتے ہیں خود کو پہچاننے کی بات کرتے ہیں لیکن میں اپنے ذہن کو منتشر پاتا ہوں تو کرشن جی نے کہا۔ جو تم کہہ رہے ہو وہ ٹھیک ہے لیکن مسلسل کوشش کر کے مراقبہ کے ذریعے منتشر ذہن کو قابو یا یکسو کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح جب مہاتما بدھ اپنی بادشاہت کو چھوڑ کر معرفت اور حقیقت کی تلاش میں جنگل در جنگل تقریباً چھ سال گھومتے رہے، اپنے جسم کو روحانی مجاہدوں اور ریاضتوں سے گزارا اور آخر ''گیا'' کے مقام پر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور مسلسل 40 دن مراقبہ اور غور وفکر کیا۔ شیطانی قوتوں نے بہت حملے کیے اور روکنے کی کوشش بھی کی لیکن مہاتما بدھ



استقامت کے ساتھ مراقبہ کرتے رہے اور آخر انہیں گیان مل گیا۔ قصہ مختصر، دنیا کے ہر مذہب اور ملحدوں میں بھی جو خدا کے وجود کے منکر ہیں وہ بھی مراقبہ کے قائل ہیں۔ یہ تمام لوگ فطری ارتکاز کی صلاحیت رکھتے ہیں اور خدا اور خدا کی بنائی ہوئی ہر چیز سے محبت کرتے ہیں اور مظاہرِ فطرت پر غور وفکر کرنا ان کی فطرت کا حصہ ہوتا ہے۔

## مراقبے کے فوائد

محترم قارئین! مراقبہ کے فوائد اتنے زیادہ ہیں کہ اگر میں یہاں لکھنا شروع کروں تو کتاب بہت زیادہ طوالت کا شکار ہو جائے گی۔ اس لیے احقر نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مراقبہ کے موضوع پر ایک مکمل کتاب لکھوں جو روحانی طالب علموں کے لیے ایک Syllabus ہو گی۔ مراقبہ کے ساتھ کون سے ذکر اذکار، سانس کی مشقیں، غذا اور باقی تمام روحانی اشغال جن پر عمل پیرا ہو کر متلاشیانِ حق اپنی منزل تک آسانی سے پہنچ سکیں لیکن مختصر مراقبہ کے فوائد درج ذیل ہیں:

مراقبہ کے فوائد کا آغاز میں مولانا رومی کے اس شعر سے کروں گا۔

بینی اندر علومِ انبیا
بے معید و بے کتاب و اوستا

(انبیا کے علوم کا اپنے اندر میں مشاہدہ کرو بغیر رہنما، بغیر کتاب اور بغیر استاد کے)

لیکن یہاں پر ایک وضاحت کر دوں کہ قرآن وسنت کی پیروی لازمی ہے۔

- ☆ مراقبہ بندہ کو خدا کے قریب کر دیتا ہے۔
- ☆ جب فرد کے اندر مثبت تبدیلی آئے گی تو وہ ظاہراً بھی مثبت اظہار کرے گا۔
- ☆ مراقبہ فرد کو اسفل السافلین سے نکال کر ملکوتی دنیا میں لے جاتا ہے۔
- ☆ فرد کے اندر احترامِ انسانیت اور دردِ انسانیت پیدا کرتا ہے۔
- ☆ فرد کو مثالی انسان بناتا ہے اور یہی انسان پھر مثالی معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔
- ☆ فرد کو روحانی اور جسمانی لذت اور سرشاری عطا کرتا ہے۔
- ☆ قوتِ حیات کو طاقتور بناتا ہے۔
- ☆ بلڈ پریشر کے دباؤ کو ختم کرتا ہے۔
- ☆ بصارت اور سماعت کی کارکردگی میں اضافہ کرتا ہے۔
- ☆ خون کی روانی کو بہتر اور چکنائی کو کنٹرول کرتا ہے۔
- ☆ ذہنی اور نفسیاتی الجھنوں کو دور کرنے میں مدد دیتا ہے۔
- ☆ خوف، وہم اور ڈپریشن سے نجات مل جاتی ہے۔

- ☆ فرد کو تکبر، غرور سے بچا کر رواداری اور محبت سے معمور کرتا ہے۔
- ☆ مادیت اور فرسٹریشن میں گھرے انسان کو نفس مطمئنہ کی دولت سے سرفراز کرتا ہے۔
- ☆ مایوسی، چڑچڑا پن، بے خوابی، وہم، احساسِ کمتری، خودکشی کا رجحان، منفی خیالات، جنسی ہیجان سے نجات دلاتا ہے۔
- ☆ قوتِ برداشت میں اضافہ اور مشکلات کا مقابلہ اور حل کرنے کی ہمت دیتا ہے۔
- ☆ جادوٹونہ، نظرِ بد، بھوت پریت اور ذہنی امراض سے نجات مل جاتی ہے۔
- ☆ مراقبہ وسوسوں سے نجات دلا کر سرشاری اور سرور و مستی عطا کرتا ہے۔
- ☆ روحانی اور جسمانی صحت عطا کرتا ہے۔
- ☆ جسم سے منفی اثرات ختم کر کے مثبت اثرات پیدا کرتا ہے۔ تازہ خون پیدا ہوتا ہے۔
- ☆ بیماریوں کے خلاف قوتِ مدافعت عطا کرتا ہے۔
- ☆ انجانے خوف اور مستقبل کے اندیشوں سے آزاد کرتا ہے۔
- ☆ عبادات میں لذت اور یکسوئی کا مزا آنا شروع ہو جاتا ہے۔
- ☆ دماغی اور جسمانی صلاحیتوں میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔
- ☆ بے پناہ یادداشت پیدا ہو جاتی ہے اور انسانی ذہن عرفانی مقام تک پہنچ جاتا ہے۔

◆◆◆◆◆



باب سیزدھم

# لطائفِ بدن و حبسِ دم

علومِ روحانیت میں دسترس رکھنے والے صاحبان کا کہنا ہے کہ بدنِ انسانی میں کچھ مقامات نہایت ہی فیوض و برکات کے حامل ہیں۔ ان مقامات کو وہ لطائف کا نام دیتے ہیں۔ سالک جیسے جیسے روحانی مدراج طے کرتا جاتا ہے یہ لطائف کھلتے جاتے ہیں۔

بعض عرفاء کے نزدیک ان کی تعداد پانچ اور بعض نے سات بتائی ہے۔ لیکن قول مشہور یہ ہے کہ ان کی تعداد ''چھ'' ہے جن کو لطائفِ ستّہ کا نام دیا گیا ہے۔

## لطائفِ ستّہ

### اول: لطیفۂ قلب

مقام اس کا دو انگشت نیچے پستان چپ کے ہے۔ اور نور اس کا سرخ ہے۔

### دوم: لطیفۂ روحی

جگہ اس کی دو انگشت نیچے پستان راست کے ہے۔ اور نور اس کا سفید ہے۔

### سوم: لطیفۂ نفس

مقام اس کا زیرِ ناف ہے۔ اور نور اس کا زرد ہے۔

### چہارم: لطیفۂ سرّی

مقام اس کا درمیان سینہ کے ہے۔ اور نور اس کا سبز ہے۔

# پنجم: لطیفۂ خفی

مقام اس کا پیشانی یا دونوں بھنوؤں کے درمیان ہے اور نور اس کا نیلا ہے۔

# ششم: لطیفۂ اخفیٰ

مقام اس کا اُمّ الدماغ عین دماغ کے وسط میں ہے۔ اور نور اس کا سیاہ مثل سیاہی کے ہے۔ جیسے آنکھ کی سیاہی ہوتی ہے:

ان کے کہنے کے مطابق یہی چکرا انسان کی ہر قسم کی توانائی اور صلاحیتوں کو کنٹرول کرتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہوں ان سے متعلقہ توانائی پوری طرح کام کرتی ہے۔ اگر یہ صحیح کام نہ کرتے ہوں یا بالکل بند ہوں تو ان سے متعلقہ توانائی اور صلاحیتیں کمزور ہوتی ہیں، یوگا میں یہ چکرا تعداد میں سات ہوتے ہیں۔ چکرا کو مشقوں کے ذریعے طاقت (Energy) دی جاتی ہے ان میں سر کے اوپر والے کو Crown Chakra چکرا کہتے ہیں اس کا تعلق سب دوسری توانائی کو کنٹرول کرنے سے بتایا جاتا ہے۔ یہ چکرا سب سے طاقتور کہا جاتا ہے۔ دونوں بھنوؤں کے درمیان پیشانی میں موجود چکرا کو Third-eye Chakra کہتے ہیں اس کا تعلق چھٹی حس سے بتایا جاتا ہے۔

گلے کے نچلے سرے میں موجود چکرا کو Throat Chakra کہتے ہیں، اس کا تعلق بات چیت اور انسان کی حفاظت وغیرہ سے ہے۔ چھاتی کے درمیان موجود چکرا کو ہارٹ چکرا کہتے ہیں، اس کا تعلق دل اور روح سے اور پیار محبت وغیرہ سے ہے۔ ناف کے نیچے موجود چکرا کو Chakra Navel کہتے ہیں، یہ جسمانی صحت سے متعلق ہے۔ دونوں اعضائے تناسل کے نیچے بھی ہندو دو اور چکرا کا بتاتے ہیں ان میں ریڑھ کی ہڈی کے نچلے حصے موجود چکرا کو کنڈلینی چکرا کہتے ہیں۔

یوگا میں کہا جاتا ہے کہ اگر آپ کی کنڈلینی بیدار ہو جائے تو آپ مافوق الفطرت طاقتوں کے مالک بن جاتے ہیں انکے کہنے کے مطابق کنڈلینی میں ایسی طاقت چھپی ہے کہ انسان اس کی مدد سے ہوا میں اڑ سکتا ہے، پہاڑوں کو توڑ سکتا ہے یعنی ہر طرح کے کام کر سکتا ہے۔

طبی نقطۂ نظر سے اگر بدنِ انسانی کو دیکھا جائے تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ریڑھ کی ہڈی کے نچلے سرے پر ہر طرح کے اعصاب ہوتے ہیں۔ جو کہ جسم کے بہت سے حصوں سے منسلک ہوتے ہیں اور ان کو طاقت دیتے اور کنٹرول کرتے ہیں۔

ہندو یوگیوں کے کہنے اور یوگا کے اصولوں کے مطابق اگر آپ کے چکرا پوری طرح صحیح ہوں تو آپ کی سب روحانی صلاحیتیں پوری Develope ہو جاتی ہیں۔

مثلاً اگر آپ کی پیشانی والا چکرا صحیح کام کر رہا ہو تو آپ کی چھٹی حس پوری طرح کام کرے گی۔ اور ہر چیز



کے بارے میں الہام ہو جائے گا۔ مستقبل قریب میں ہونے والی بات اور ہر قریبی آدمی کے مخفی حالات بھی معلوم ہو جائیں گے۔

# حبسِ دم

لطیفات بدن بیدار کرنے یا ہندو یوگیوں کے بدنی چکرا کو صحیح رکھنے کے لیے سانس کی مشقوں کی جو تمرین کروائی جاتی ہے اسے ''حبسِ دم'' کی مشقیں کہتے ہیں۔

یہ دنیا میں روحانیت کے مختلف سکولوں میں اپنے اپنے طریقہ سے رائج ہیں۔ لیکن اس میں سب سے زیادہ کام بدھ مت اور ہندو یوگا کی مشقوں میں کیا گیا ہے۔ مسلمان صوفیا بھی اس قسم کی مشقیں کرواتے ہیں۔

حبسِ دم کی مشقوں کے بارے میں جاننے سے پہلے ہم سانس کی طاقت کے فوائد دیکھ لیں۔ ہماری زندگی کا دارومدار سانس پر ہے۔ اگر ہم سانس نہ لیں تو چند منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ اگر پرسکون ہوں تو آپ کے سانس بھی گہرے اور پرسکون ہونگے۔ گھبرانے کی حالت میں آپ کے سانس بھی آدھے اور جلد جلد آنے لگتے ہیں۔

دوسری طرف حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ کوشش سے گہرے اور لمبے سانس لیا کریں تو آپ خود کو پرسکون اور آرام میں محسوس کریں گے۔ اور جب آپ پرسکون اور ریلیکس (Relax) ہوں تو آپ کا ذہن اپنی پوری طاقت میں ہوتا ہے۔ آپ کی قوتِ فیصلہ صحیح ہوتی ہے اور آپ جو بھی کام اس وقت کرتے ہیں وہ بہت بہتر طریقہ سے ہوتا ہے۔ بہت سے کھیلوں کے مقابلے میں بھی دیکھا گیا کہ اگر دونوں کھلاڑی ایک ہی جسمانی قابلیت کے ہوں تو ان کے مقابلے کی صورت میں وہی جیتے گا جو زیادہ ریلیکس Relax اور پرسکون ہوگا۔ نروس ہونے والے ہار جایا کرتے ہیں۔

دوسری طرف ذہنی مقابلوں میں گھبرانے والے کے جیتنے کا چانس نہ ہونے کے برابر ہے۔ کچھ ماہر کھیلنے والے اپنے مخالف کھلاڑی کو بڑے پلان سے نروس کرتے ہیں اور اس سے جیت جاتے ہیں۔ آپ اپنے سے بہتر کھلاڑی سے جیت جائیں گے اگر آپ اس کو نروس کر دیں۔ روحانیت کے کسی بھی کام میں ترقی کے لیے بہت ضروری ہے کہ انسان اس میں نروس نہ ہو بلکہ پرسکون رہے۔

سانس لینے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ آپ پیٹ تک سانس لیں یعنی آپ ہوا کو چھاتی سے نہ کنٹرول کریں بلکہ اسے پیٹ تک جانے دیں۔ جب آپ سوتے ہیں تو آپ کا ذہن سکون کی حالت میں آجاتا ہے۔، اس وقت آپ پیٹ تک گہرے سانس لے رہے ہوتے ہیں جبکہ عموماً جاگتے وقت آپ صرف چھاتی سے سانس لیتے ہیں۔

بچہ جب چھوٹا ہوتا ہے تو پیٹ تک سانس لیتا ہے جو سانس کا صحیح اور مکمل طریقہ ہے۔ جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو صرف چھاتی سے یعنی آدھا سانس لیتا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح سانس وہ ہوتا ہے جس میں جسم کے ہر عضو میں آکسیجن پہنچے۔

پیٹ تک سانس لینے کا خصوصاً ہماری صحت پر اچھا اثر ہوتا ہے۔ بدھ مت کی روحانیت میں بیان ہے انسان کے جسم میں ایک خاص توانائی (Energy) ہوتی ہے جسے وہ چی انرجی CHI کہتے ہیں۔ اگر انسان کی چی ٹھیک ہو تو وہ صحت مند

رہتا ہے بیماریاں وغیرہ اسی کے کمزور ہونے کی صورت میں ہوا کرتی ہیں۔ پیٹ میں ناف کا مقام اس انرجی کا مرکز ہوتا ہے۔

کراٹے اور مارشل آرٹس میں اسی چی انرجی کو استعمال کیا جاتا ہے۔ پیٹ تک گہرا سانس لینے سے انسان میں یہ توانائی صحیح طریقے سے کام کرنے لگتی ہے۔ میرے ذاتی تجربے میں بھی آیا ہے کہ ایسا گہرا سانس لینا خاصی مفید چیز ہے خصوصاً پرسکون رہنے میں یہ بڑا مددگار رہتا ہے۔ اس سے دماغ میں سوچیں خود بخود کم ہو جاتی ہیں۔ سر درد جو اکثر خون میں آکسیجن کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے کچھ دیر ایسے سانس لینے سے ختم ہو جاتا ہے۔ سانس کی مشقوں میں گلا، پھیپھڑے، سانس کی نالیاں، سب صاف ہونی چاہئیں ورنہ سانس صحیح طریقے سے ہر جگہ پر نہیں جا پاتا۔ سانس کو مشق کے دوران گہرا ہونا چاہئے لیکن اتنا گہرا نہیں کہ تکلیف دہ محسوس ہو۔

سانس کی مشقوں کے حوالے سے قابلِ غور بات یہ ہے کہ آپ گہرا اور اپنے ناف تک سانس لیں۔ ناف کی اعضا میں اپنی اہمیت ہے۔ بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اس کو غذا ناف کے ذریعے ہی ملتی ہے، بچہ شروع میں سانس بھی پیٹ کے ذریعے لیتا ہے۔ اس لئے ناف تک سانس لینے سے ناف کی جگہ اور اس کے چکرا کو توانائی ملتی ہے، جس کے نتیجے میں ہم پرسکون اور کچھ طاقتور بھی ہو جاتے ہیں۔ پرسکون آدمی جلدی نہیں گھبراتا اور عام لوگوں سے زیادہ دلیر ہوتا ہے کیونکہ خطرے کے عالم میں بھی نہیں گھبراتا۔

اگر آپ سانس کی مشقیں کرنا ہی چاہتے ہیں تو اس کا سب سے آسان اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ زمین پر چوکڑی مار کر بیٹھ جائیں، اپنی کمر سیدھی کرلیں تاکہ آپ کی ریڑھ کی ہڈی پر کوئی غلط دباؤ نہ پڑے۔ اب آپ پھیپھڑوں کو بالکل خالی کریں، پھر آہستہ اور سکون سے ناک کی راہ پیٹ تک گہرا سانس لیں، پھر سانس کو کچھ دیر تک پیٹ میں روکے رکھیں، پھر آپ آہستہ سے سانس کو منہ کے ذریعے باہر نکال دیں اور اس وقت یہ تصور کریں کہ آپ کا سب ذہنی تناؤ ہوا کے ساتھ باہر نکل رہا ہے، پھر سانس کو ناک کی راہ اندر لائیں، روکیں اور منہ کے راستے باہر نکال دیں۔

چند بار ایسا کرنے سے آپ کی تھکن دور ہوتی جائے گی اور آپ خود کو پرسکون اور انرجی سے بھرپور محسوس کریں گے بہتر ہے کہ یہ مشق آنکھیں پوری طرح بند کر کے یا نیم بند کر کے کریں۔

پیٹ تک سانس لینے سے آپ کے جسم کے نچلے دونوں چکرا خود بخود بہتر ہو جاتے ہیں۔ کچھ ماہروں کے کہنے کے مطابق دوسری سانس کی مشق مہاتما بدھ نے بتائی تھی۔ اس میں بھی صرف گہرے سانس لیں اور صرف سانس کو آتے جاتے دیکھتے رہیں اور کچھ نہ کریں۔ پھر آہستہ آہستہ آپ کو سانس لینے اور نکالنے میں تھوڑے سے وقفے میں کچھ محسوس ہونے لگ جائے گا۔

جیسے آپ جسم سے علیحدہ محسوس کریں تو پھر مشق سے اس اہلیت کو بڑھایا جا سکتا ہے اور دوسری بھی بہت سی باتیں بھی معلوم کی جا سکتی ہیں جو کہ فاصلے پر ہو رہی ہوتی ہیں۔

مہاتما بدھ نے بھی صرف سانس کو اندر جاتے اور دیکھنے کا بتایا تھا۔ یہ واحد مشق تھی جو انہوں نے بتائی۔ سانس کی مشقیں روحانی تقویت اور خود اعتمادی کا سبب بن جاتی ہیں۔

◆◆◆◆◆



## باب چہاردھم

# روحانی پرواز

## کُرۂ ظلمانی

دوستو جب انسان روحانیت کے حصول کے لیے اپنے سفر کا آغاز کرتا ہے تو جو کُرۂ سب سے پہلے اس کے سامنے آتا ہے اسے کُرۂ ظلمانی کہتے ہیں۔ بہ الفاظ دیگر کُرۂ سفلی بھی کہتے ہیں یعنی جو لوگ منزلِ توحید کی طرف محوِ پرواز ہوتے ہیں انھیں جس پہلے زون سے گزرنا پڑتا ہے وہ یہ سفلی و ظلمانی کرہ ہے۔

جب آدمی اس کرہ میں داخل ہوتا ہے تو اسے ظلمانی مخلوق نظر آنا شروع ہو جاتی ہے جیسے کوئی شخص افریقہ کے جنگل میں داخل ہوتا ہے تو اسے وہاں جانور نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں اور وہ اس انسان کو دیکھ کر ڈر جاتے ہیں کہ یہ یہاں کسی کے شکار کے لیے آیا ہے اس لیے وہ اس سے دور بھاگتے ہیں اور انھیں خود معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کس جانور کا شکار کرنا چاہتا ہے اس لیے اس سے سارے جانور ڈرتے ہیں۔

جب انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کس کے پیچھے بھاگ رہا ہے تو باقی جانور مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب انسان مخلوقِ ظلمانی میں داخل ہوتا ہے تو وہ مخلوقِ ظلمانی یہ سمجھتی ہے کہ یہ بشر یہاں ان کے شکار کو آنکلا ہے اس لیے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ شاید ہم میں سے کسی کو شکار کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے وہ مخلوق پہلے تو اسے صرفِ نظر کرتی ہے جب وہ انسان کو اس وادی میں اس کُرے میں مسلسل دیکھتی ہے تو وہ یقین کر لیتی ہے کہ اس کے ارادے نیک نہیں، یہ ہم میں سے کسی کو ضرور شکار کر کے جائے گا۔ اس لیے وہ مخلوق اسے اپنی حدود سے بھگانے کی کوشش کرتی ہے اور ان کے پاس ایک ہی ہتھیار ہوتا ہے یعنی ڈرانا۔ اس لیے وہ مخلوق اسے ڈراتی ہے اور جو انسان ڈر جاتا ہے تو پھر اسے مار بھگاتی ہے۔

جب انسان اس کرہ میں داخل ہوتا ہے اور وہاں کی مخلوق کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی منزل کوئی بڑی چیز نہیں تو وہ اسے بالکل نظر انداز نہیں کرتی بلکہ وہ کوئی چھوٹا سا کھلونا اسے بڑی سعادت مندی سے دے دیتی ہے یعنی اس کرہ کے کھلونے اس قسم کے ہوتے ہیں مسمریزم ہے، ہپناٹزم ہے، ہیلنگ پاور ہے، ٹیلی پیتھی ہے، تھرڈ آئی ہے۔

اس کرہ کی بڑی چیز ہمزاد ہیں اور یہ بھی آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمزاد دو طرح کے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک تو

انسان کا اپنا ہمزاد ہوتا ہے، دوسرا ایسے مردہ شخص کے ہمزاد کو تسخیر کیا جا سکتا ہے کہ جو کسی حادثے میں مر چکا ہو۔ ان کا ہمزاد
تسخیر تو ہو جاتا ہے مگر کام لینے والوں کے لیے وہ کسی بڑے کام کا نہیں ہوتا۔

اس ہمزاد کو لطیفۂ خفی یا لطیفۂ نفسی بھی کہتے ہیں اور اس کے چار اقسام ہوتے ہیں یعنی انسان کے ہمزاد
ہوتے ہیں ان کے چار اقسام ہوتے ہیں جنہیں ان کی خصوصیات کے اختلاف کی وجہ سے آتشی و بادی و آبی اور خاکی
ہمزاد کہا جاتا ہے۔

## اعمالِ ظلمانی

علم الہمزاد کے ماہرین جانتے ہیں کہ اپنے ہمزاد کی تسخیر کے لیے کئی طرح کے اعمال کیے جاتے ہیں۔ اس
میں اولین وہ اعمال ہوتے ہیں جو آئینہ بینی کے ہوتے ہیں یعنی ایک بڑا آئینہ لے کر جس میں انسان کا چہرہ گردن تک
نظر آئے اس کے سامنے ایک چراغ یا موم بتی جلائی جاتی ہے اور اسے اس طرح آئینے کے سامنے رکھا جاتا ہے کہ وہ
آئینے میں نظر نہ آئے مگر روشنی انسان کے چہرے پر پڑ رہی ہو۔ اس کے بعد انسان اس آئینہ میں اپنی آنکھوں کے
درمیان مقام مجمعِ نور پہ نگاہوں کا ارتکاز کرتا ہے۔ آنکھوں کو جھپکائے بغیر ایک گھنٹہ ریاضت کرنا پڑتی ہے اور اس
دوران دعوتِ ہمزاد پڑھی جاتی ہے۔

تو چالیس دنوں تک وہ مجسم ہو کر انسان کے سامنے آجاتا ہے اور آخری دن انسان کو ایک صاف بوتل ساتھ رکھنی
ہوتی ہے اور ہمزاد انسان کے سامنے آ کر پوچھتا ہے کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس وقت اسے حکم دیا جاتا ہے کہ تم اس بوتل میں
چلے جاؤ جب وہ اس میں چلا جاتا ہے تو اس پر کارک لگا دیا جاتا ہے اور اس سے عہد و پیمان ہوتے ہیں اور اطاعت کا وعدہ لیا
جاتا ہے اور بلانے کا طریقہ پوچھ کر اسے رہا کر دیا جاتا ہے۔

اسی طرح طاقتور ہمزاد وہ ہوتا ہے جو سورج بینی یا سورج کو پشت دے کر بیٹھنے سے جو سایہ بنتا ہے اس پر نظر
جما کر دعوت کے ذریعے بلایا جاتا ہے اور مسخر کیا جاتا ہے۔ اگر اس کے حصول میں جلدی ہو تو پھر دن کو سایہ بینی کی جاتی
ہے اور رات کو شمع پشت پر رکھ کے سایہ بینی کی جاتی ہے اس طرح روزانہ دو گھنٹے کی محنت ہو جاتی ہے تو لطیفۂ نفس جلدی
بیدار ہو جاتا ہے۔

مغربی دنیا کا جو سپر چوئیل ازم (spiritualism) ہے یا اپورٹس (apports) ہے یہ اسی کا مرہون منت ہے
اور ماضی کا علمِ کہانت بھی یہی چیز تھا اور اس کی ابتدا دائرہ بھرنے سے ہوتی ہے اور مغربی تھرڈ آئی (third eye) (تیسری
آنکھ) بھی یہی لطیفۂ نفس کی بیداری کا نام ہے۔ لطیفہ نفس بیدار ہو کر کئی قسم کے کام کر سکتا ہے مثلاً

☆ دور دراز کی خبریں لانا
☆ مستقبل کے بارے میں درست پیشگوئیاں کرنا
☆ چوری شدہ اشیاء کے بارے میں بتانا
☆ بے موسم کے پھل وغیرہ منگوانا
☆ نفسیاتی بیماریوں کا علاج کرنا
☆ سیکڑوں میل کے فاصلے سے چیزیں منگوانا
☆ مادی چیزوں کو بند کمرے میں منگوالینا
☆ ذہنی باتوں کو پڑھ لینا
☆ سیر الارض کر لینا
☆ پانی پہ چلنا
☆ آگ میں داخل ہونا اور آگ کا اس پر بے اثر ہونا
☆ ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے شخص کی حرکات و سکنات کے بارے میں آگاہ کرنا

الغرض اس طرح کے بہت سے کام انسان کر سکتا ہے بلکہ اس دور میں کر رہا ہے۔ مغربی سپر چوئیل
ازم (spiritualism) کے کارنامے آج ساری دنیا جانتی ہے۔

یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہمزاد کے یہ افعال ایک خاص مقدار تک محدود ہوتے ہیں وہ کلی طور پر بااختیار نہیں
ہوتا۔

کئی لوگ عالم سفلی و ظلمانی کے کھلونوں پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں اور ان سے کھیلنے میں مصروف ہو جاتے ہیں مگر
عرفاء یہاں ایک لحہ بھی قیام جائز نہیں سمجھتے۔

## کُرۂ نار

جب انسان ایک اعلیٰ منزل کی طرف محوِ پرواز ہوتا ہے اور اس کا گزر کرہ ظلمانی سے ہوتا ہے اور یہ وہاں کی مخلوق کو
فتح کرتا ہے اور وہ مخلوق اس کی اطاعت کے لیے حاضر ہوتی ہے۔ وہ قوتیں انسان سے مرعوب تو رہتی ہیں اور اس کے
مقابلے میں کبھی اعلانِ جنگ نہیں کرتیں مگر ایک طرح سے اس سے لاتعلق بھی ہو جاتی ہیں جب انسان اس کرہ کو عبور کر کے
کرۂ نار میں داخل ہوتا ہے تو عالم نار میں ہل چل مچ جاتی ہے کہ یہ آدم زادہ یہاں کیسے گھس آیا ہے اس کا آنا اچھا شگون نہیں
مانا جاتا اس لیے وہ مخلوق اسے دیکھنے آتی ہے تو انسان بھی اس کا مشاہدہ کرتا ہے۔

یہاں بھی وہی آدمی مارکھا جاتا ہے جو ڈر جاتا ہے کیونکہ حصار چھوڑ بیٹھتا ہے اور جب وہ حصار سے نکلتا ہے تو وہ
اس پر حملہ آور ہوتے ہیں اور اس کی ایسی حالت بناتے ہیں کہ یہ پھر کبھی یہاں آنے کا نام نہ لے۔

کرۂ نار کی فتح کے بہت سے اعمال ہیں جو اعمالِ تسخیرِ جنات کے نام سے مشہور ہیں۔ میں انہیں یہاں نہیں
لکھنا چاہتا۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ناری مخلوق بھی وہی کام کرتی ہے جو سفلی مخلوق کرتی تھی مگر اس کا دائرۂ اختیار اور

قوت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ جب قوتِ ناریہ سے قوتِ سفلی کا تصادم ہوتا ہوتو قوتِ ناریہ غالب رہتی ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ اگر کوئی قوتِ سفلیہ کا حامل کسی قوتِ ناریہ کے حامل کے مقابلے میں آجائے تو قوتِ ناریہ کا حامل اسے ایک منٹ میں ناک آوٹ کر دیتا ہے۔

یہاں میں یہ بات پھر دہراؤں گا کہ قوتِ ناریہ کو ایک نان مسلم بھی حاصل کر سکتا ہے بلکہ ایک لامذہب بھی یہاں تک جا سکتا ہے، اس لئے ایک عارف کے لیے یہ مقام کوئی قابلِ تحسین نہیں ہے۔ مگر کئی لوگ اس مقام پر آکر خیمہ زن ہو جاتے ہیں اور اس قوت کے شعبدوں سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں اور لوگوں کی تعظیم و تکریم دیکھ کر اپنی اوقات بھول جاتے ہیں اور یہیں کے ہو کے رہ جاتے ہیں۔ اور ایسا عامل یا غیر کامل مرشد جو اس منزل کا ساکن ہوتا ہے اور وہ اپنے طالب علم کو یہیں تک ہی لا کر چھوڑ دیتا ہے اور اسے یہ باور کروانے کی کوشش کرتا ہے کہ یہی آخری منزل ہے۔ کیونکہ وہ خود اگلی منزل سے نا آشنا ہوتا ہے وہ اپنے طالب علم کو آگے کیسے لے جا سکتا ہے۔ اور ان درمیانی منزلوں کے ساکنین کو بعض اوقات اگلی منزل والوں سے واسطہ پڑتا ہے تو وہ اگلی منزل کا ساکن اس سے اس کی ساری محنت سلب بھی کر لیتا ہے اور پھر ساری زندگی بھٹکتے گزر جاتی ہے۔

جبکہ مرشدِ کامل ابتدا میں ہی اسے آگاہ فرما دیتے ہیں کہ اس راستے میں کیا کیا ملنے والا ہے مگر تم نے آخر منزل پہ نگاہ رکھنا ہے اور انہیں مثالوں سے سمجھا دیتے ہیں کہ یہ قوتیں راستے کی وادیاں ہیں جنہیں آخری منزل نہیں سمجھنا چاہیے اور تمہیں ان لوگوں کی طرح نہیں ہونا چاہیے جو انہیں وادیوں میں خیمہ زن ہو جاتے ہیں اور کشف و کرامات میں مشغول ہو کر لوگوں کے درمیان ایسے پھنستے ہیں کہ زندگی بھر اس سے نہیں نکل سکتے۔ اس لئے مرشدِ کامل کشف و کرامات میں کسی طالب کو داخل ہونے کی اجازت نہیں فرماتا۔ یہ بات یاد رہے کہ یہ نان مسلم کا آخری سٹاپ ہے اس سے آگے کوئی غیر مسلم نہیں جا سکتا یا یوں سمجھیں اس سے آگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد اور ان کے کرم کے بغیر کوئی نہیں جا سکتا ہے۔

## کُرہ روحی

جب انسان اس روحانی سفر میں پرواز کرتے کرتے مخلوقِ نار سے گزرتا ہے تو وہ اسے ایک مقام پر فاتح مان لیتی ہے اور اس کی اطاعت میں آنے کے لیے عہد و پیمان کے لیے حاضر ہوتی ہے تو اس مقام پہ طائرانِ قدس بغیر عہد و پیمان لئے انہیں رخصت دے دیتے ہیں کہ ہم تو مسافر ہیں یہاں قیام نہیں رکھنا چاہتے ہیں اس لئے ہمیں آپ سے کوئی سروکار نہیں ہے اس لئے آپ جائیں۔

اس طرح جب اس کرہ نار سے انسان اوپر جاتا ہے تو وہاں کرہ روحی شروع ہو جاتا ہے جب انسان اس میں داخل ہوتا ہے تو عالمِ ارواح میں موجود روحیں حیران ہوتی ہیں کہ یہاں ایک جیتا جاگتا انسان کیسے داخل ہو گیا ہے؟

یہ خبر تمام عالمِ ارواح میں پھیلتی ہے تو اسے دیکھنے کے لیے ارواح صفیں باندھ کر آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح وہ اسے دیکھ دیکھ کر حیران ہوتی ہیں مگر ایک منزل پہ انہیں بھی احساس ہوتا ہے کہ یہ یہاں کسی کے تعاقب میں آیا ہے تو

وہ اسے ڈراتی بھی ہیں مگر بعد میں اس پر فرمائشیں کرنا شروع کر دیتی ہیں اور بعض اوقات انسان کو پوری پوری رات اپنی نیابت میں نمازیں پڑھواتی رہتی ہیں۔

اس مقام پہ حقیقی کشفِ قبور حاصل ہوتا ہے کیونکہ کشف قبور دو قسم کا ہوتا ہے، ایک جز وقتی دوسرا حقیقی۔ بس یہاں حقیقی کشف قبور حاصل ہوتا ہے اور یہاں اولیائے کرام کی روحیں صلحاء کی روحیں اس کی مدد کے لیے تیار ہو جاتی ہیں۔

کچھ لوگ اس عالم میں بیٹھ کر اس کا نظارہ کرتے ہیں تو یہاں کے ہو کے رہ جاتے ہیں اور آگے جانا بھول جاتے ہیں۔ اس عالم میں پہنچنے کے بعد انسان کو ارواحِ مومنین اور اولیائے کرام کی صحبت میسر آتی ہے کیونکہ یہ کُرہ بادی ہوتا ہے اس لئے اس میں آدمی خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ اس میں انسان کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیوان عام میں داخلے کی اجازت بھی مل جاتی ہے اور وہاں کبھی کبھی ان کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور انسان اسی کو اپنے لئے معراج تصور کر لیتا ہے مگر یہ تو ایک ابتدا ہے کیونکہ وہ شہنشاہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح اعلانِ نبوت کے وقت موجود تھے اسی طرح آج بھی موجود ہیں۔ جس طرح اس دور میں کفار و مشرکین بھی ان کی زیارت کر سکتے تھے اسی طرح آج بھی کر سکتے ہیں مگر جس طرح ان کی موجودگی کے ظاہری زمانے میں کسی غیر عارف کو روحانی فیض نہیں ملتا تھا اسی طرح آج کے مشرکین و منافقین بھی زیارت تو کر لیتے ہیں مگر اسرارِ معنوی و روحانی سے ہمیشہ محروم ہی رہتے ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو کیسے پتہ چلے کہ اس نے جو زیارت کی ہے وہ معنوی فیض بخش ہے یا نہیں، یا یہ کہ اس نے کس قسم کی زیارت کی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب بھی انسان اعمالِ زیارت کرتا ہے یا روحانی سفر میں مصروف ہوتا ہے تو اسے دو طرح کی زیارت ہوتی ہے، نمبر 1: زیارت عامہ ہوتی ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ انسان جب ان کی زیارت کرتا ہے تو یا تو ان کی صورتِ نورانی کے خدوخال کو نہیں دیکھ پاتا، ایک غیر واضح تصور دیکھتا ہے یا پھر وہ کسی کی شکل میں خود کو ظاہر فرماتے ہیں، یا ان کی زیارت غیر متشرع صورت میں ہوتی ہے۔ یہ اسی بات کی علامت ہے کہ اس نے ان کے باطنِ نورانی کی زیارت نہیں کی بلکہ ماضی کے غیر عارفین کی طرح اس نے زیارت کی ہے۔

نمبر 2: زیارتِ خاصہ ہوتی ہے جو عرفاء و اولیاء ہی کو روحانی فیض پہنچانے کے لیے ہوتی ہے۔ اس میں ایک تو آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور نورانی صورت میں ہوتا ہے اور ان کے خدوخال واضح ہوتے ہیں۔ زیادہ تر وہ تنہا ہی ظاہر ہوتے ہیں، کسی مجمع میں انہیں نہیں دیکھا جاتا یعنی وہ کسی اجتماع میں نظر نہیں آتے اور ان کے ساتھ کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا، بلکہ وہ صرف اسی شخص کے لیے ظاہر ہوتے ہیں جسے فیض روحانی پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔

ایک اور بات بھی یاد رہے کہ زیارتِ عمومی و عامہ کُرہ روحی میں جائے بنا بھی ہو جاتی ہے مگر زیارتِ خاصہ کُرہ روحی میں جائے بنا نہیں ہو سکتی اور وہاں بھی اس کی یہی دو صورتیں باقی رہتی ہیں اور اگلے کُرات میں بھی یہی صورتِ حال باقی رہتی ہے یعنی زیارتِ عامہ بھی ہوتی ہے اور زیارتِ خاصہ بھی۔

## کُرۂ نوری

جب انسان اس سفر میں کُرۂ نوری میں داخل ہوتا ہے تو عالمِ نور کی مخلوق اسے حیرت سے دیکھتی ہے اور اسے دیکھنے کے لیے حاضر ہوتی ہے اور انسان بھی اسمائے مورودہ کے موکلین (ملکوت) کو دیکھتا ہے اور وہ بھی سابقہ کُرات کی مخلوق کی طرح (ڈرانے کے بعد یا ڈرائے بغیر) جب اس کی Faith مان لیتے ہیں تو اس کی اطاعت کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور عہد و پیمان کی دعوت دیتے ہیں۔ مگر عرفاء انہیں رخصت دے دیتے ہیں اور آگے بڑھ جاتے ہیں۔ مگر کئی ناقص المیعار لوگ وہاں ساکن ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ عالمِ جلال ہوتا ہے اور یہاں انہیں تصرف فی الموجود حاصل ہوتا ہے، یہاں کشف و کرامات کے مظاہرے بہت معمولی بات ہوتے ہیں اور یہاں بیٹھ کر لوگ اپنی ساری محنت کا اجر اسی دنیا میں لے سکتے ہیں اور جو چاہیں کر سکتے ہیں، مگر عرفاء یہاں قیام رکھنا جائز نہیں سمجھتے کیونکہ ان کی منزل تو اس سے بہت بلند ہوتی ہے۔ یہ عالمِ جلال تو عالمِ جمال سے بھی ادنیٰ عالم ہے اور عرفاء کے لیے تو عالمِ جمال بھی ناکافی ہوتا ہے۔

## کُراتِ اسرار

جب ہم یہاں تک پہنچ گئے ہیں تو اس پردہ اسرار کے بارے میں کچھ کہنا مناسب نہ ہوگا کیونکہ جو شخص کُراتِ اسرار تک جائے گا اسے اس کے بارے میں خود بخود معلوم ہو جائے گا۔

◆◆◆◆◆

جیوے سرفراز شاہ



# مآخذ


| نام کتاب | مصنف |
|---|---|
| کتاب الرعایہ | شیخ حارث المحاسبی |
| کتاب الصدیق | شیخ ابوسعید خزاز |
| کتاب اللمع | شیخ ابونصر سراجؒ |
| قوت القلوب | شیخ ابوطالب مکیؒ |
| التعرف لمذہب اہل التصوف | شیخ ابوبکر بن ابواسحاق کلاباذیؒ |
| رسالہ قشیریہ | شیخ ابوالقاسم القشیری |
| کشف المحجوب | شیخ سید علی الهجویریؒ |
| صد میدان | شیخ عبداللہ انصاریؒ الہروی |
| اسرار العبدیات | مخدوم سیّد جعفر زمان نقوی |
| اللہ کے سفیر | خان آصف |
| احیاء العلوم | امام محمد غزالی |
| کیمیائے سعادت | امام محمد غزالی |
| منہاج العابدین | امام محمد غزالی |
| فتوح الغیب | شیخ عبدالقادر جیلانیؒ |
| آداب المریدین | شیخ ضیاء الدین سہروردیؒ |
| عوارف المعارف | شیخ شہاب الدین سہروردیؒ |
| سیر الاولیاء | مولانا ابوالحسن علی ندوی |
| فوائد الفواد | خواجہ نظام الدین اولیاءؒ |
| مقالات دینی و علمی | پروفیسر محمد شفیع |
| تذکرہ مشائخ قادریہ | محمد دین کلیم |
| معارف الحدیث | مولانا محمد منظور نعمانی |

سید العارفین — حامد بن فضل اللہ جمالی
تاریخ مشائخِ چشت — خلیق احمد نظامی
آبِ کوثر — ڈاکٹر محمد اکرام
''الاخلاق'' — سید عبداللہ شبر (دار الکتاب الاسلامی، بیروت)
تفسیر الدر المنثور — عبدالرحمٰن جلال الدین السیوطی
تفسیر الکبیر — محمد فخر الدین الرازی
صحیح البخاری — ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری
شرح نہج البلاغہ — ابن ابی الحدید


◆◆◆◆◆



# پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی صاحب سے ملاقات

## کب اور کیسے؟

☆ پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی صاحب جمعہ کے روز بعد نمازِ جمعہ سے رات بارہ بجے تک اپنی رہائش گاہ بمقام 234۔ پاک بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور میں ملاقاتیوں سے ملتے ہیں۔

☆ مرد حضرات باقی ایام (اتوار کے بغیر) ان کے دفتر میں بھی ملاقات کر سکتے ہیں۔

☆ کیونکہ پروفیسر صاحب سے بے شمار لوگ دن رات ملتے ہیں اس لیے دورانِ ملاقات ان کے نمبر بند رہتے ہیں جس کی وجہ سے دوسرے شہروں سے فون کرنے والوں کو مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے لہٰذا ان سے درخواست ہے کہ وہ ان کے نمبر پر message کر دیں۔

☆ پروفیسر صاحب فارغ ہونے پر ان سے رابطہ کر لیں گے۔

☆ پروفیسر صاحب کی تمام تصانیف براہِ راست ''ادارہ ترقیاتِ روحانیات'' ان کی رہائش گاہ سے بھی حاصل کی جا سکتی ہیں۔

☆ دوسرے شہروں والے بذریعہ ڈاک یا message کر کے منگوا سکتے ہیں۔


ادارہ ترقیاتِ روحانیات 234۔ پاک بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

فون نمبرز: 0300-4352956

0333-9999156

ای میل: info@noorekhuda.org

help@noorekhuda.org

# سرمایۂ درویش

## (اسلامی روحانی وظائف کا انسائیکلوپیڈیا)

حیاتِ انسانی کے ہر موڑ پر بکھرے ہوئے مسئلوں اور الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانے کے لیے مردِ درویش پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کا وہ اثاثہ حیات ہے جس میں قرآن وسنت کی مکمل سرپرستی کے ساتھ ایسے اعمال و وظائف کا مجموعہ پیش کیا گیا ہے کہ جن کو بروئے کار لا کر اب تک لاکھوں لوگ اپنی زندگی کی پریشانیوں اور ناکامیوں سے نجات پا کر مسرتوں و کامرانیوں اور شادمانیوں کی شاہراہ پر گامزن ہو چکے ہیں۔

اس کتاب میں پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی صاحب نے اپنے برس ہا برس کے اُن آزمودہ مجربات کو پیش کیا ہے جو آج کے انسان کی مسلسل ناکامیوں، گھریلو پریشانیوں، دم توڑتی امیدوں، زمین بوس ہوتی آرزوؤں، تڑپتے ارمانوں، سسکتی خواہشوں، روحانی ناآسودگیوں اور الجھنوں کا سریع التاثیر حل پیش کرتے ہیں۔

الغرض ''سرمایۂ درویش'' ایک ایسا تحفۂ نایاب ہے جو ہر طرح کی مشکلات کا حل اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔

اگر آپ بھی کامیاب اور آسودہ حال زندگی کے متمنی ہیں تو آج سے ہی ''سرمایۂ درویش'' لے کر اس کا مطالعہ شروع کریں۔ اور ان بے شمار لوگوں میں شامل ہو جائیں جو اپنی محرومیوں سے کاسئہ لیس زندگیوں کی کایا پلٹ کر دنیاوی ترقیوں اور روحانی لذتوں سے بہرہ مند ہو رہے ہیں۔

پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جامع اور مجرب اعمال پر مشتمل ایک درویش، خدا مست کے روزمرہ کے معمولات اور خاندانی صدری رازوں پر مشتمل گنجینۂ نایاب جو ہر گھر کی ضرورت ہے۔ 61 ابواب پر مشتمل لاجواب اور بے مثال لاثانی انسائیکلوپیڈیا۔ روحانی علاج کے ساتھ ساتھ حکمت اور ہومیوپیتھی کے مجرب نسخہ جات نے کتاب کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ جسمانی بیماریوں کے ایسے مجرب نسخہ جات جن سے ہزاروں لوگوں نے شفا پائی ہے۔

ابواب کے نام درج ذیل ہیں:

اسماء الحسنٰی کے خواص، اسمِ اعظم (امام ابوحنیفہ کا فرمان)، سورتوں کے خواص، قرآنی آیات کے خواص، درود شریف کے فضائل و برکات، مسنون دعائیں، سحر (جادو) کی تعریف، حقیقت، تشخیص اور علاج، جنات کی حقیقت اور علاج، نظرِ بد کا علاج، روحانی ترقی کے اعمال، ملازمت کے مسائل، زیارتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (اور) حضرت علی علیہ السلام کے اعمال، کشف القبور کے اعمال (صاحبِ مزار سے رابطے کے اعمال)، سیفِ زبان بننے کے اعمال، حلِ مشکلات و قضائے حاجات، حب و تسخیر کے اعمال، نکاح و شادی، فراخیٔ رزق و دستِ غیب کے اعمال، ادائے قرض کے اعمال، ترقیٔ حافظہ اور ذہن کی تیزی کے اعمال، زہریلے جانوروں کے کاٹنے کا علاج، مستجاب الدعوات کے اعمال، قید سے رہائی و مفرور یا گمشدہ افراد اور مسروقہ اشیاء کے اعمال، استخارہ کے اعمال، بغض و ہلاکیٔ دشمناں کے اعمال، جلدی امراض، روحانی امراض کا علاج، جسمانی امراض کا علاج، بخار کا علاج، سر درد کا علاج، امراضِ چشم کے اعمال، ناک، کان، گلہ کے امراض، دانتوں کے امراض، سینے اور دل کے امراض، پیٹ کے امراض، مردانہ امراض، خواتین کے امراض، گردہ و مثانہ کے امراض، بواسیر کا علاج، مرگی کا علاج، متفرق امراض، حفاظتِ جان و مال کے اعمال، خیر و برکت کے اعمال، دفعِ نحوست و سیارہ گان، متفرق وظائف، اعمالِ اکبر، جنات سے دوستی، جگر و ہیپاٹائٹس اے، بی، سی کا علاج، شوگر کا علاج، بلڈ پریشر کا علاج، اسمائے اصحابِ کہف، حاضرات کی حقیقت، روح سے خواب میں ملاقات کے اعمال، حروفِ مقطعات کے اعمال، عشقِ الٰہی کے اعمال، آیات کے فوائد، برکات اسماء النبی ﷺ، حصار کی اہمیت اور موٹاپے سے نجات، چہل کاف اور حزب البحر کے اعمالِ اکبر کتاب کو لاثانی اور لاجواب بنا دیا ہے۔

◆◆◆◆◆

# فکرِ درویش

راہِ سلوک کے مسافر عارف باللہ پروفیسر عبداللہ بھٹی کا حصول قربِ الٰہی پر فکر انگیز اور پُرسوز بیان، ایک مردِ درویش کے دریچۂ فکر سے نامعلوم سے معلوم کی سمت جانے کی جاں سوز و دل گداز گفتگو، مجاز سے حقیقت تک رسائی پانے والے ایک درویش کی آشفتہ بیانی، تصوف کے رموز و اسرار، صوفی کا مجاہدہ، مشاہدہ اور کمالات پر مبنی پراز حقائق تجربات۔ اُن روحانی معارف کا بیان جو آج تک عامۃ الناس کی نظروں سے اوجھل تھے۔ تصوف کی مکمل تاریخ، طریقت کا احوال واقعی، مرشد اور مرید سے تعلق کی باریکیاں، عالمِ ناسوت کا تذکرہ، جلال و جمال میں لپٹی وہ خوبصورت تحریر جو آپ کی جستجو اور طلب کو راہِ ہدایت پر گامزن کرتی ہے۔

متلاشیانِ حق اور سالکین کی تربیت اور تکمیل میں معاون روحانیت اور تصوف کے موضوع پر ایک درویش کا فکر انگیز بیان۔ ایک ایسی لاجواب اور لاثانی تصنیف جس کے کئی ایڈیشن آچکے ہیں اور ہر خاص و عام میں مقبولیت کے جھنڈے گاڑ چکی ہے۔ فکرِ درویش میں وطن عزیز کے درج ذیل دانشوروں، شاعروں، ادیبوں، ناول نگاروں، کالم نگاروں کے تبصروں اور کالموں نے کتاب کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

عطاء الحق قاسمی۔ بانو قدسیہ۔ حسن نثار۔ مجیب الرحمان شامی۔ حامد میر۔ طارق اسمٰعیل ساگر۔ اجمل نیازی۔ ظفر اقبال۔ سعد وقاص۔ حامد میر۔

منجانب

**ادارہ ترقیاتِ روحانیات**

234۔ پاک بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

◆◆◆◆◆



## تحفۂ خاص

# بزمِ درویش (زیرِ طبع)

## روحانیت و تصوف کا مکمل اور جامع ترین انسائیکلو پیڈیا

عارف باللہ پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب سے کیے گئے روحانیت اور تصوف کے انتہائی اہم سوالات کے جوابات۔ باطنی دنیا کے مشاہدات، کیفیات، نظارے اور روحانی اسرار و رموز سے لبریز ایک جامع اور دلگداز کتاب۔

معرفتِ الٰہی حاصل کرنے کے وہ تمام روحانی سربستہ راز جو روزِ اول سے تمام فقرا اور اولیاء اللہ میں چلے آرہے ہیں۔ حال و قال کو سمجھنے کے لیے ولایت کا مستند دستور العمل ہے۔

انسان کا روحانی اور جسمانی جسم، انسان کی اصل شان روحِ اعظم کی ایسی تشریح جو آج تک آپ کی نظر سے نہیں گزری۔ ریاضت سرِ ربانی، عین الایمان کا راستہ، مراقبہ اور عالمِ بیداری میں زمینی اور آسمانی سیر اور اولیاء اللہ کی زیارت۔

صوفیانہ مسائل، ریاضتیں، مجاہدات، مشاہدات اور سلوک کی راہوں پر ایک گہری اور پُرمغز کتاب ایک ایسی کتاب جس کی ہر سالک کو تلاش ہوتی ہے۔ بزرگانِ دین کے حالات و واقعات اور کرامات ایک درویش خدا مست کی زبانی۔ ہر طالبِ مولا کے لیے تحفۂ خاص۔

منجانب

**ادارہ ترقیاتِ روحانیات**

234۔ پاک بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

◆◆◆◆◆

# ثمراتِ اسمِ اعظم (زیرِ طبع)

## اسمِ اعظم کے صدیوں پرانے سربستہ راز کھولتی ایک درویش کی سحر انگیز اچھوتی تحریر

اللہ تعالیٰ کا وہ نام جس کو پڑھ کر جو بھی دعا مانگی جائے وہ پوری ہو جاتی ہے، پڑھنے والا کن فیکون کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں کو اسمِ اعظم کا راز پتہ چل جاتا ہے وہ ہر ناممکن کام کر جاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کا مردے زندہ کرنا، آصف بن برخیا کا ملکہ بلقیس کا تخت ہزاروں میل دور سے پلک جھپکنے سے پہلے لے آنا، اسمِ اعظم پڑھنے والے کے لیے ناممکن کام کرنا نہایت آسان ہوتا ہے، ہوا میں اڑنا، دریاؤں سمندروں کے پانیوں پر چلنا، آگ پر چلنا، چشمِ زدن میں ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانا، لاعلاج بیماریوں کا علاج کرنا، ہر بیماری، دکھ، پریشانی اور مشکل سے مشکل کام سیکنڈوں میں ہو جاتا ہے۔ اسمِ اعظم پڑھنے والے اللہ کے خاص بندے بن جاتے ہیں۔ اسمِ اعظم ہر کام کی کنجی یعنی کلیدِ اعظم ہے جس سے ہر ناممکن سے ناممکن کام لمحوں میں ہو جاتا ہے۔ پڑھنے والا سیفِ زبان ہو جاتا ہے، اُس کی تمام دعائیں اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ اسمِ اعظم پڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ شہرت کی ایسی بلندیاں عطا کرتا ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی ہمیشہ کے لیے زندہ اور امر ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو نہ ختم ہونے والی نہ مٹنے والی ہمیشہ کی عزت شہرت مل جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت سے مالا مال کر دیتا ہے، پھر ایسے لوگوں کے وجود کو دوسروں کے لیے باعثِ رحمت بنا دیتا ہے۔ ایسے لوگوں کو وجود اُس معاشرے شہر اور ملک کے لیے باعثِ شفاء اور راحت بنا دیتا ہے۔

اسمِ اعظم اللہ تعالیٰ کا وہ سب سے بڑا بابرکت مقدس نام ہے جو فیض اور معرفت کا وہ سمندر ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے کراماتی اور کرشماتی اثرات رکھے ہیں کہ اُس کا ذکر کرنے والا روحانی، جسمانی، مالی اور ہر قسم کی دولت اور شہرت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ دین و دنیا میں لازوال کامیابی ملتی ہے۔ ذاکر کو ہر قسم کی پریشانی اور مشکل سے نجات لمحوں میں مل جاتی ہے، تمام مصیبتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ تمام قسم کی روحانی، جسمانی، مالی، ظاہری، باطنی مشکلات کا خاتمہ کرنے میں اکسیرِ اعظم ہے۔ اسمِ اعظم کو مخصوص انداز، اوقات اور تعداد میں پڑھنے سے معجزانہ اثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہر کام میں کامیابی، ۔ ہر بات میں سرخروئی اور ہر میدان میں لازوال کامیابی اور شہرت مل جاتی ہے۔ اسمِ اعظم کیا ہے؟ کیا ہر بندے کا ایک اسمِ اعظم ہے یا مختلف ہیں؟ کس وقت کتنی تعداد میں کتنا عرصہ پڑھنا ہے؟ اِن تمام امور پر پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب نے سالہا سال شب و روز بزرگوں، فقیروں، قلندروں، مجذوبوں، صوفیوں اور کابر علما کرام کی خدمت میں زندگی گزاری اور سیکڑوں کتابوں کی ورق گردانی کرنے کے بعد کتاب اسمِ اعظم تیار کی ہے۔ جو یقیناً روحانی مسافروں، متلاشیانِ حق اور عام مسلمانوں کے لیے ایک بیش بہا گنجینۂ خاص ہے۔ پروفیسر صاحب نے اپنے خاندانی بزرگوں کے مجرب اسمِ اعظم کے ساتھ ساتھ ساری زندگی جن عظیم بزرگوں کی صحبت اور خدمت میں رہے اور اسمِ اعظم پر طویل تحقیق کے بعد انتہائی آسان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ جو ایک ایسا تحفہ خاص ہے جسے اہلِ ذوق، عاملین اور روحانی طالب علم رہتی دنیا تک یاد رکھیں گے۔ اپنے ذاتی تجربات کے ساتھ ساتھ بے شمار اہلِ معرفت کے اسمِ اعظم اور تجربات بیان نہیں کیے۔ خدمت کے عظیم جذبہ کے تحت پروفیسر صاحب نے اسمِ اعظم کے تمام سربستہ راز اِس کتاب میں بیان کر دیئے ہیں۔ ایک ایسی کتاب جس میں تمام روحانی، جسمانی، مالی مشکلات کا حل موجود ہے۔ یہ کتاب ہر گھر میں ہونی چاہیے۔

منجانب

**ادارہ ترقیاتِ روحانیات**

234۔ پاک بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

◆◆◆◆◆

## روحانی گائیڈ

# مراقبہ سیکھیں (زیرِطبع)

روحانیت وتصوف کے وہ مسافر جوعرصہ دراز سے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیے مار رہے ہیں، کئی سالوں کی عبادات، ذکراذکاراور بے شمار بزرگوں کے مزاروں کے در پر جانے کے بعدبھی اندھے کے اندھے ہیں جن کے من کا اندھیرا دورنہیں ہوا۔جن کے باطنی حواس اور باطنی قوتیں بیدارنہیں ہوئیں۔جن کے حجابات ابھی تک نہیں اٹھے، جوسالکین دربدرکی ٹھوکریں کھانے کے بعداب مایوسی کے اندھیروں میں ڈوب چکے ہیں، جوروحانیت اورتصوف سے باغی ہو چکے ہیں کہ باطن کی بیداری اورروحانی پروازصرف ایک دھوکا،فراڈیادیوانے کاخواب ہے یایہ ناممکن کام ہے۔ایسے مایوس اورنامرادلوگوں کے لیے،راہِ فقروتصوف کے متلاشیان کے لیےاورراہِ طریقت پرگامزن ہونے والے مسافروں کے لیے مشعلِ راہ خضرنمااورتحفہ خاص کتاب جومرشدِکریم پروفیسرعبداللہ بھٹی صاحب کی زندگی بھرکانچوڑ ہے۔روحانیت کے وہ شارٹ کٹس جن پرعمل پیراہوکر ہزاروں سالکانِ طریقت اورمتلاشیانِ حق اپنے من کے اندھیرے دورکرچکے ہیں، بے شمار روحانی طالب علموں کے من کے اندھیرے دورہوچکے ہیں،جن کی من کی دنیاروشنیوں سے آبادہوچکی ہیں۔

تیسری آنکھ کی بیداری اورباطنی قوتوں کی بیداری کے بعدہی اہلِ مزارسے رابطہ،کشفِ قبورکی صلاحیت حاصل کرنا،عالمِ ارواح، جنات،موکلات،ہمزادکامشاہدہ اورملاقات ممکن ہے۔من کی دنیابیدارہونے کے بعدہی زمین کی سیر کے بعدآسمانوں کی سیرممکن ہوتی ہے۔گھربیٹھے اہلِ مزارات سے رابطہ کرنا،دوسرے شہروں اورملکوں میں اپنے دوستوں کو دیکھنااورسیرکرنا۔مراقبہ کے بعدہی تزکیہ نفس کی منزلیں آسان ہوتی ہیں،جسم وروح کی پراگندگی دورہوجاتی ہےاورارواح پرپڑی گردصاف ہوجاتی ہےتوروح لطافت کی آخری حدوں کوکراس کرجاتی ہے،تبھی اہلِ مراقبہ سے کرامات اللہ کے فضل سےسرزدہوتی ہیں۔

مراقبہ ہی روحانیت اورتصوف کی پہلی سیڑھی ہے۔پوری دنیامیں ہرمذہب میں مراقبہ کارواج ہے۔اہلِ مراقبہ کو روحانی لذتوں،زمینی آسمانی سیرکے ساتھ ساتھ جسمانی صحت،دماغی صحت مثلاً ڈپریشن،خوف سے نجات،بیماریوں کے خلاف مقابلہ،تخلیقی صلاحیتوں میں اضافہ،بےخوابی سے نجات،ذہنی اورجسمانی سکون حاصل ہوتاہے۔جسم اورروح سے منفی اثرات ختم ہوجاتے ہیں۔قوتِ فیصلہ مضبوط ہوتی ہے۔جادو، جنات،خوف،وہم،منفی خیالات سے مکمل نجات مل جاتی ہے۔مندرجہ بالاخوبیوں کے علاوہ بےشمارروحانی اورجسمانی فوائداِس کتاب میں آپ کوملیں گے۔بازارمیں موجوداکثر مراقبہ کی کتابیں مشکل اورنامکمل ہیں لہذاپروفیسرصاحب نے اپنی زندگی بھرکانچوڑاِس کتاب میں بیان کیاہے کہ اِس دنیا میں رہتے ہوئے کس طرح روحانی بیداری کی جاسکتی ہے۔

مراقبہ کے مختلف طریقے،سانس کی مشقیں،خوارک کااستعمال،کونسے وظیفے کرنے ہیں،دن اوررات کے مختلف اوقات ذہنی اورجسمانی ایسی ورزشیں جن پرعمل پیراہوکربہت جلدی تیسری آنکھ اورباطنی حواس بیدارہوجاتے ہیں،من کا اندھیراختم ہوجاتاہے،ایسے شارٹ کٹس جن پرعمل کرکے بےشمارروحانی مسافراپنےمن کے اندھیرے دورکرکے روحانی دنیا،ماضی،حال،مستقبل کی سیرسے لطف اندوزہورہے ہیں۔آپ بھی اُن خوش قسمت انسانوں میں شامل ہوسکتے ہیں۔مراقبہ پرآسان اورانتہائی مفیدکتاب جوآپ کے من کی دنیاکوروشن کردے گی،اِس کتاب میں مراقبہ کاپورا سلیبس موجودہے،اِس کے بعدآپ کوکسی کتاب کی ضرورت نہیں رہے گی۔انشاءاللہ۔

منجانب

**ادارہ ترقیاتِ روحانیات**

234۔پاک بلاک،علامہ اقبال ٹاؤن،لاہور

◆◆◆◆◆

# تحفۂ خاص

# سفرنامۂ درویش (زیرِ طبع)

## (سفرنامۂ ہند)

شاہ اجمیر کا بلاوا

**عارف باللہ پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کا سفرنامۂ ہند**

روحانیت، تصوف ومخفیات کا خزانہ، پراسرار سرزمین پر پراسرار رازوں کا گنجینۂ خاص، ہر قدم پر حیرت، تجسس اور سسپنس سے بھرپور واقعات، شروع سے آخر تک پڑھنے والے کو اپنے سحر میں گرفتار رکھیں گے۔ مفصل حالات تو پڑھنے سے ہی پتہ چلیں گے لیکن مختصر درج ذیل ہیں۔

دہلی میں مرزا غالب، نظام الدین اولیاءؒ، امیر خسروؒ اور بھولے ناتھ اور کالی ماتا دیوی کے مندروں میں طاقتور پنڈتوں اور را کے ایجنٹوں سے آنکھ مچولی۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور قطب مینار کی سیر اور کالی ماتا کی روح کی چھیڑ خانی اور قوالوں سے ملاقات، قطب صاحب کا مرید جن اور ملاقات۔

کریم ہوٹل کا کھانا، بوعلی قلندر کے مزار پر حاضری، اہلِ ڈیوٹی نگینہ فروش، الطاف حسین حالی کے دربار پر دعا۔

بوعلی اور نگینہ فروش کا باطنی فیض اور روحانی چادر دی، چندی گڑھ میں سکھوں کی میزبانی۔ شملہ کی سیر اور سکھ پولیس آفیسر سے ملاقات، شیخ سرہند مجدد صاحب کے در پر۔ ساتھی سکھ کی دیوانہ وار عقیدت اور گدی نشین سے روحانی گفتگو اور ملاقات۔

سکھ جرنیل کا ماما بھانجا بابا فریدؒ اور صابر کلیرؒ سے دیوانگی کی حد تک عشق۔ دہلی ہوٹل پر پولیس اور خفیہ ایجنسی را کا حملہ، گُڑگاؤں میں اعلیٰ پولیس آفیسر کی دعوت اور شہر کے حالات، گوجرانوالہ کی سکھ ماں کے گھر دعوت شاہ اجمیر کا کرم خاص اور ویزہ مل گیا۔

اجمیر شریف کا سفر اور جے پور میں رات اور پنک سٹی کی سیر، اجمیر شریف شہنشاہ ہند کے در پر۔ 100 من اور 50 من کی دیگ پر حاضری، اناساگر پر اہلِ ڈیوٹی سے ملاقات۔



اجمیر شریف ریلوے اسٹیشن پر اہل ڈیوٹی اور رومالی روٹیاں، خواجہ پاک شاہ اجمیر کا فیض ہزاروں کے بدلے میں لاکھوں دیئے۔ مالیر کوٹلہ کی بیگم صاحبہ کا درویشوں سے عشق اور نذرانہ۔

ہندوستان کے کلچر تہذیب پر تفصیلاً گفتگو۔ ہندوؤں کی منافقتوں اور سازشوں کے احوال اور شاہ اجمیر کی مدد، واہگہ بارڈر پر گرفتاری اور رہائی کی سحر انگیز داستان۔ دوران سفر ہر لحہ نیا موڑ لیتی دلپذیر اور روح پرور تحریر۔

سفرنامۂ ہندوستان کے دوران خصوصی محافل کا تذکرہ بھی شامل ہے جہاں اُن کے چاہنے والوں نے صوفیائے کرام کی زندگی سے متعلق اُن کے خیالات جاننے کے لیے خصوصی محافل میں اُنہیں مدعو کیا۔ اُن محافل میں پروفیسر صاحب نے اولیائے اکرام کے حالاتِ زندگی وجد انگیز کیفیت میں اِس انداز میں بیان فرمائے جس میں آپ کو کہیں بھی مولویانہ انداز نہیں ملے گا۔ پروفیسر صاحب نے برصغیر کی اِن زندہ جاوید عظیم ترین ہستیوں کی سیرت و کردار پر ایک محقق اور درویش خدامست کے انداز میں اِس طرح روشنی ڈالی ہے کے پڑھنے والوں پر ایک وجد اور سحر طاری ہو جاتا ہے۔

ایک درویش خدامست کا سفرنامۂ ہند جو اہلِ ذوق کے لیے یقیناً تحفہ خاص ثابت ہوگا۔

منجانب
ادارہ ترقیاتِ روحانیات
234۔ پاک بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

◆◆◆◆◆

### ہر گھر کی ضرورت

# کرشمۂ نام (زیرِ طبع)

## (ناموں کی طاقت)

مرشدِ کریم پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی صاحب کی لا جواب تصنیف جس کو ہر گھر میں ہونا چاہیے۔ علم الاعداد، تاریخ پیدائش، ناموں کی اہمیت اور ناموں کے شخصیت پر اثرات۔ کیا آپ کا نام آپ کی تاریخ پیدائش کے مطابق ہے۔ آپ کی تاریخِ پیدائش کی خصوصیات، مثبت پہلو، کمزور پہلو۔ آپ کو کن بیماریوں کا خطرہ ہے۔ اگر عرصۂ دراز سے پوری کوشش کے باوجود کامیاب نہیں ہو رہے تو فوری طور پر اپنا نام چیک کریں کہ آیا وہ آپ کی تاریخ پیدائش کے مطابق ہے۔ اگر نہیں ہے تو کِس طرح تبدیل کرنا ہے، نام کے ساتھ کیا لگانا ہے۔ بچوں کے نام کیا رکھیں۔ کیا آپ کا، آپ کے بہن بھائیوں بیوی بچوں کے نام تاریخ پیدائش کے مطابق ہیں۔ آپ کا برج کونسا ہے۔ لکی نمبر کیا ہے۔ پتھر کونسا سوٹ کرتا ہے۔ کونسا دن آپ کے لیے مبارک ہے، آپ کو کونسا صدقہ کس دن کرنا چاہیے۔ یہ اِس کتاب میں شامل ہے۔ آپ کے نام اور تاریخ پیدائش کے مطابق آپ کا ورد یعنی اِسمِ اعظم کونسا ہے، کتنی تعداد میں پڑھنا ہے۔

رسولِ کریم ﷺ نے بہت سارے لوگوں کے نام تبدیل کئے۔ اپنے نام کا عدد معلوم کرنا۔ نام تبدیل کرنا۔ ہر تاریخ پیدائش کی پوری تفصیل۔ دنیا میں بہت سارے ایسے لوگ جن کا پیدائشی عدد کچھ اور نام کا عدد کچھ اور ہوتا ہے، ایسے لوگ ساری زندگی بھر پور جدوجہد کے باوجود کامیاب نہیں ہوتے۔ جیسے ہی اپنا نام تاریخ پیدائش کے مطابق تبدیل کیا، ناکامیاں ختم اور کامیابیاں ملنے لگیں۔ بچوں کی پیدائش پر پہلا مسئلہ بچے کا نام کیا رکھیں۔ اِس کتاب میں ہزاروں اسلامی اور جدید نام معنی کے ساتھ درج ہیں۔ اپنی پسند کا نام رکھیں تا کہ بچہ خود اور گھر والوں کے لیے خوش قسمت ثابت ہو۔

غلط ناموں سے بچے بیمار اور کند ذہن ہوتے ہیں۔ اچھے ناموں سے صحت مند اور پڑھائی میں کامیاب ہوتے ہیں، ضدی اور نافرمان بھی نہیں ہوتے۔ علم الاعداد اور ناموں کے وہ سر بستہ راز جو آج تک خفیہ راز تھے پروفیسر صاحب نے خدمتِ خلق کے عظیم جذبہ کے تحت اِس کتاب میں بیان کر دیئے ہیں۔

یہ کتاب آپ کو نجومیوں اور علم الاعداد کے ماہروں سے آزاد کر دے گی۔ ہر بات انتہائی آسان طریقے سے بیان کی گئی ہے تا کہ عام فہم لوگ بھی اِس کتاب سے بھرپور استفادہ حاصل کر سکیں۔ درج بالا خوبیوں کے علاوہ بے شمار ایسی خوبیاں اور معلومات جو پڑھنے والوں کو سرشار کر دیں گی۔

کیونکہ پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کا مشنِ عظیم ہے کہ لوگوں کے لیے زیادہ سے زیادہ آسانیاں فراہم کی جائیں اِس لیے انہوں نے وہ تمام راز اور ایسی معلومات جو عاملین اپنے ساتھ لے کر قبروں میں چلے جاتے ہیں اِس کتاب میں بیان کر دیئے ہیں۔ یہ کتاب آپ اور آپ کے اہلِ خانہ، دوستوں اور رشتہ داروں کے لیے تحفۂ خاص بلکہ سر بستہ رازوں کا گنجینۂ خاص ہے جس سے ہر خاص و عام اور عاملین حضرات فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

منجانب

**ادارہ ترقیاتِ روحانیات**

234۔ پاک بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

◆◆◆◆◆

واقعی یہ کتاب اسرار سے بھری ہوئی ہے۔ اس میں روحانیت کے اُس طویل سفر کی روداد ہے جو پروفیسر صاحب کو طے کرنا پڑا۔ یہ ایک ریسرچ پیپر ہے۔ اس کیساتھ عملی ریاضت اور اس عملی ریاضت کے نتیجہ میں حیران کردینے والے واقعات بھی جن سے پروفیسر عبداللہ بھٹی گزرے کتاب کا حصہ ہیں۔ مجھے بالکل احساس نہیں ہوا کہ میں پراسرار قوتوں کے حامل کسی شخص سے محوِکلام ہوں۔ (عطاء الحق قاسمی)

اس کتاب میں سالکوں کے لیے بہت کچھ ہے جسے روحانیت اور عصر حاضر کے باب میں آج کے انسان کی دین سے دوری کے اسباب بڑے مفصل انداز میں بیان کیے گئے ہیں جو ہمارے لیے فکر کا کافی سامان مہیا کرتے ہیں۔ (بانو قدسیہ، ماڈل ٹاؤن، لاہور)

پروفیسر عبداللہ بھٹی کو ہزاروں کیا لاکھوں میں ایک کہا جا سکتا ہے۔ ان جیسا دوسرا ڈھونڈنا آسان نہیں ہے۔ ہم میں سے بہت سوں نے تصوف کے بارے میں جو کچھ پڑھ رکھا اور صوفیا کے بارے میں جو کچھ (نسل در نسل) سن رکھا ہے عبداللہ بھٹی اس پر زندہ شہادت ہیں۔ ان کی تصنیف ''اسرارِ روحانیت'' پڑھنے والوں کو چونکا بلکہ چکرا دیتی ہے۔ یہ آپ بیتی بھی ہے اور جگ بیتی بھی۔ اس میں تاریخ سمٹ آتی ہے۔ روحانی علوم کے کمالات بھی اور خود ان کے تجربات بھی۔ (مجیب الرحمٰن شامی، روزنامہ پاکستان)

روزانہ بے شمار روحانی اور جسمانی امراض لے کر لوگ قبلہ پروفیسر صاحب کے پاس آتے ہیں اور اپنا دامن خوشیوں سے بھر کر واپس جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبلہ بھٹی صاحب کو ہمت اور صحت دے تا کہ وہ دکھی انسانیت کی مزید خدمت کر سکیں۔ جو لوگ مل نہیں سکتے وہ پروفیسر صاحب کی کتاب ''اسرارِ روحانیت'' ضرور پڑھیں۔ (ڈاکٹر اجمل نیازی، روزنامہ نوائے وقت)

عام لوگوں کے لیے ''کشف المحجوب'' کو پڑھنا اور سمجھنا خاصا مشکل ہے لیکن اس مشکل کو پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی نے آسان کر دیا۔ انہوں نے اپنی کتاب ''اسرارِ روحانیت'' میں کئی صوفیا کی تعلیمات کو انتہائی سادہ زبان میں اکٹھا کر دیا ہے۔ پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی اپنی تحقیق اور محنت پر مبارکباد کے ساتھ ساتھ شکریہ کے بھی مستحق ہیں۔ (حامد میر، روزنامہ جنگ، جیو ٹی وی)

تصوف کی 99 فیصد کتابیں قصوں، کہانیوں پر مشتمل ہوتی ہیں مگر عبداللہ بھٹی صاحب کی کتاب واقعاتی ہے لیکن ان واقعات میں گہرے راز چھپے ہیں۔ آپ میں سے کون ان رازوں تک پہنچتا ہے اور کون اس کتاب کی سطح پر اتر کر گھر واپس چلا جاتا ہے۔ جو لوگ دکھی لوگوں کا دکھ کم کر دیتے ہیں وہ اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور یہ کام عبداللہ بھٹی عرصے سے کر رہے ہیں۔ (جاوید چودھری، کالم نگار ایکسپریس)

بھٹی صاحب کی یہ تصنیف بلا شبہ تصوف اور روحانی علوم پر انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، انہوں نے جدید دور میں اس حوالہ سے ہونیوالی تبدیلیوں، قباحتوں کا بھرپور محاسبہ کیا ہے۔ روحانی مسافروں کو ان سے ضرور ملنا چاہیے یا انکی کتاب ''اسرارِ روحانیت'' کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے جس کی تلاش میں روحانی مسافر رہتے ہیں۔ (طارق اسمٰعیل ساگر، ناول نگار)

یہ ایک عجیب و غریب اور دلچسپ کتاب ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر پہلا تاثر یہ قائم ہوتا ہے کہ ہم اب تک ایک جعلی زندگی بسر کرتے چلے آئے ہیں جبکہ اصلی زندگی کا آغاز کرنے کا طریقہ اس کمالِ صراحت سے بیان کیا گیا ہے نیز یہ احساس ہوتا ہے کہ اب بھی صحیح معنوں میں جینے کا آغاز کیا جا سکتا ہے جس کیلئے کسی طرح کی رہبانیت اور ترکِ دنیا کی ضرورت نہیں۔ (شاعر ظفر اقبال)

بھٹی صاحب نے روحانیت کے اسرار و رموز کو اس کتاب میں خوبصورت، آسان پیرائے میں بیان کیا ہے۔ جیسے جیسے میں اسکو پڑھتا گیا مجھے خوشگوار حیرت ہوئی کہ یہ انتہائی جامع، معلومات سے بھرپور روحانیت کی کتاب ہے۔ (مفتی محمد راغب حسین نعیمی، لاہور)

اس بندۂ خدا پر اللہ کا کتنا احسان ہے، لطائف، روحانی کیفیات اور مشاہدات پر گفتگو سن کر، خوشگوار حیرت ہوتی ہے۔ بھٹی صاحب ایک سحر انگیز فرد ہی نہیں تصوف کا گہرا مطالعہ رکھنے والی ایک عبقری شخصیت کا نام ہے۔ (مفتی محمد رمضان سیالوی، خطیب جامع مسجد داتا دربار)

Rs. 995.00

www.sangemeel.com
ISBN-10: 969-35-2735-6
ISBN-13: 978-969-35-2735-3
9789693527353

واقعی یہ کتاب اسرار سے بھری ہوئی ہے۔ اس میں روحانیت کے اُس طویل سفر کی روداد ہے جو پروفیسر صاحب کو طے کرنا پڑا۔ یہ ایک ریسرچ پیپر ہے۔ اس کیساتھ عملی ریاضت اور اس عملی ریاضت کے نتیجہ میں حیران کر دینے والے واقعات بھی جن سے پروفیسر عبداللہ بھٹی گزرے کتاب کا حصہ ہیں۔ مجھے بالکل احساس نہیں ہوا کہ میں پراسرار قوتوں کے حامل کسی شخص سے محوِکلام ہوں۔ (عطاء الحق قاسمی)

اس کتاب میں سالکوں کے لیے بہت کچھ ہے جسے روحانیت اور عصر حاضر کے باب میں آج کے انسان کی دین سے دوری کے اسباب بڑے مفصل انداز میں بیان کیے گئے ہیں جو ہمارے لیے فکر کا کافی سامان مہیا کرتے ہیں۔ (بانو قدسیہ، ماڈل ٹاؤن، لاہور)

پروفیسر عبداللہ بھٹی کو ہزاروں کیا لاکھوں میں ایک کہا جاسکتا ہے۔ ان جیسا دوسرا ڈھونڈنا آسان نہیں ہے۔ ہم میں سے بہت سوں نے تصوف کے بارے میں جو کچھ پڑھ رکھا اور صوفیا کے بارے میں جو کچھ (نسل در نسل) سن رکھا ہے عبداللہ بھٹی اس پر زندہ شہادت ہیں۔ ان کی تصنیف 'اسرارِ روحانیت' پڑھنے والوں کو چونکا بلکہ چکرا دیتی ہے۔ یہ آپ بیتی بھی ہے اور جگ بیتی بھی۔ اس میں تاریخ سمٹ آتی ہے۔ روحانی علوم کے کمالات بھی اور خود ان کے تجربات بھی۔ (مجیب الرحمٰن شامی، روزنامہ پاکستان)

روزانہ بے شمار روحانی اور جسمانی امراض لے کر لوگ قبلہ پروفیسر صاحب کے پاس آتے ہیں اور اپنا دامن خوشیوں سے بھر کر واپس جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبلہ بھٹی صاحب کو ہمت اور صحت دے تا کہ وہ دکھی انسانیت کی مزید خدمت کر سکیں۔ جو لوگ مل نہیں سکتے وہ پروفیسر صاحب کی کتاب ''اسرارِ روحانیت' ضرور پڑھیں۔ (ڈاکٹر اجمل نیازی، روزنامہ نوائے وقت)

عام لوگوں کے لیے ''کشف المحجوب'' کو پڑھنا اور سمجھنا خاصا مشکل ہے لیکن اس مشکل کو پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی نے آسان کر دیا۔ انہوں نے اپنی کتاب ''اسرارِ روحانیت'' میں کئی صوفیا کی تعلیمات کو انتہائی سادہ زبان میں اکٹھا کر دیا ہے۔ پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی اپنی تحقیق اور محنت پر مبارکباد کے ساتھ ساتھ شکریہ کے بھی مستحق ہیں۔ (حامد میر، روزنامہ جنگ، جیو ٹی وی)

تصوف کی 99 فیصد کتابیں قصوں، کہانیوں پر مشتمل ہوتی ہیں مگر عبداللہ بھٹی صاحب کی کتاب واقعاتی ہے لیکن ان واقعات میں گہرے راز چھپے ہیں۔ آپ میں سے کون ان رازوں تک پہنچتا ہے اور کون اس کتاب کی سطح پر اتر کر گھر واپس چلا جاتا ہے۔ جو لوگ دکھی لوگوں کا دکھ کم کر دیتے ہیں وہ اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور یہ کام عبداللہ بھٹی عرصے سے کر رہے ہیں۔ (جاوید چودھری، کالم نگار ایکسپریس)

بھٹی صاحب کی یہ تصنیف بلاشبہ تصوف اور روحانی علوم پر انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، انہوں نے جدید دور میں اس حوالہ سے ہونیوالی تبدیلیوں، قباحتوں کا بھرپور محاسبہ کیا ہے۔ روحانی مسافروں کو ان سے ضرور ملنا چاہیے یا انکی کتاب ''اسرارِ روحانیت'' کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے جس کی تلاش میں روحانی مسافر رہتے ہیں۔ (طارق اسمٰعیل ساگر، ناول نگار)

یہ ایک عجیب وغریب اور دلچسپ کتاب ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر پہلا تاثر یہ قائم ہوتا ہے کہ ہم اب تک ایک جعلی زندگی بسر کرتے چلے آئے ہیں جبکہ اصلی زندگی کا آغاز کرنے کا طریقہ اس کمالِ صراحت سے بیان کیا گیا ہے نیز یہ احساس ہوتا ہے کہ اب بھی صحیح معنوں میں جینے کا آغاز کیا جاسکتا ہے جس کیلئے کسی طرح کی رہبانیت اور ترکِ دنیا کی ضرورت نہیں۔ (شاعر ظفر اقبال)

بھٹی صاحب نے روحانیت کے اسرار ورموز کو اس کتاب میں خوبصورت آسان پیرائے میں بیان کیا ہے۔ جیسے جیسے میں اسکو پڑھتا گیا مجھے خوشگوار حیرت ہوئی کہ یہ انتہائی جامع، معلومات سے بھرپور روحانیت کی کتاب ہے۔ (مفتی محمد راغب حسین نعیمی، لاہور)

اس بندۂ خدا پر اللہ کا کتنا احسان ہے، لطائف، روحانی کیفیات اور مشاہدات پر گفتگو سن کر، خوشگوار حیرت ہوتی ہے۔ بھٹی صاحب ایک سحر انگیز فرد ہی نہیں تصوف کا گہرا مطالعہ رکھنے والی ایک عبقری شخصیت کا نام ہے۔ (مفتی محمد رمضان سیالوی، خطیب جامع مسجد داتا دربار)

Rs. 995.00

www.sangemeel.com
ISBN-10: 969-35-2735-6
ISBN-13: 978-969-35-2735-3
9789693527353